بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الشیخ الاشعری

نقل خط مولوی عمار علی کہ جو میرزا در علی کے خط کے جواب میں لکھا تھا

میر صاحب مظہ عنایت و کرم مجمع محامد شیم زاد فضلہ و کرمہ بعد سلام کے واضح خدمت عالی ہووے کہ عنایت نامہ تمہارا پہونچا جو کچھ آپنے تحریر فرمایا تھا معلوم ہوا آپنے لکھا تھا کہ مجھے صحبت علمائے شیعہ سے فدک کے غصب ہونیمیں نہیں ہوئی صورت اوسکی یہ ہے آپکی ملاقات کسی عالم واقف اور خبردار سے آج تک حاصل نہیں ہوئی اگر مجھسے آپکی ملاقات ہووے اور میری زبانی آپ سنیں تو آپ پر واضح ہوجائے کہ اہل سنت بالکل غلطی پر ہیں اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور بھس پر لیپنا لیپتے ہیں اور تین سوال جو آپنے عبدالحق کیطرف سے لکھے تھے اونکا جواب مختصر یہ ہے کہ سوال اوّل میں آپنے لکھا تھا کہ رسول خدا کی بیٹیونکا نکاح کس سے ہوا یہ سوال بیمحل ہے اسواسطے کہ جناب رسول خدا کے نطفہ سے ایک بیٹی تھی فاطمہ زہرا سو وہ حضرت علی سے منسوب تھی اور دو بیٹیاں جو اور آنحضرت کی اہلسنت مشہور کرتے ہیں وہ دونو حضرت کے نطفہ سے نتھیں بلکہ وہ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تھیں ہمراہ حضرت خدیجہ کے آئیں تھیں اور نام اوں دونو صاحبزادیونکا رقیہ اور ام کلثوم تھا ابن حجر محدث اہل سنت کی کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ ایک کا نکاح تو انمیں سے عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا اور دوسریکا نکاح ابوالعاص ابن الربیع سے اور یہہ دونو کافر تھے انتہے بعد اسکے نکاح اوں دونو کا عثمان سے ہوا جسوقت کہ باوجود قوت اسلام کے کافروں کے نکاح میں رہی ہیں اور پیغمبر خدا نے اونسے علاحدہ نکیا اگر عثمان کے نکاح میں آئی تو کیا قباحت ہے عثمان تو خود مسلمان تھا حضرت کے روبرو اوں سے بدرجہ بہتر تھا البتہ بعد وفات جناب رسول خدا صلعم کے ایسی بدعتیں عثمان نے کیں کہ عائشہ اوسکے حق میں کہتی تھی اقتلوا نعثلا لعنہ اللہ اقتلوا احراق المصاحف یعنے قتل کرو اس ریش دراز کو لعنت کرو اس ریش دراز پر قتل کرو اس قرآن کے جلانیوالیکو چنانچہ استیعاب میں لکھا بدعتیں کیں کہ صحابہ رسول نے تنگ ہوکر اوسے قتل کیا یہہ سب ماجرا اہل سنت کی کتابونمیں مذکور ہے اگر سند اسکی مطلوب ہوگی تو ہم اور اگر یہہ دونو صاحبزادیاں رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے فضائل کچھہ مذکور ہوتے جیسے کہ حضرت فاطمہ کے فضائل شیعہ کی کتابونمیں مذکور ہیں سیدۃ نساء العالمین سیدۃ نساء اہل الجنۃ الفاطمۃ بضعۃ منی اور سوائے اسکے فضائل فاطمہ کے صدہا کتابونمیں مذکور ہیں اور فضائل ایسے مذکور نہیں ہیں اگر آنحضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو البتہ مذکور ہوتے سوال دوسرا علی نے عائشہ سے بہتر جنگ کیے اگر باغ فدک صحابہ تھا تو علی نے اونپر جہاد کیوں نکیا جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ سوال ہی غلط ہے اسواسطے کہ علی نے عائشہ سے بہتر جنگ نہیں کیے بلکہ ایک جنگ شکست ہوئی چنانچہ اہل سنت کی کتابونمیں لکھا ہے اور فدک کے غصب کرنے سے جہاد لازم نہوا تھا اسواسطے کہ جہاد مال دنیا

نہیں ہے بلکہ پیغمبر اور امام واسطے ترقی دین کے جہاد کرتے ہیں نہ واسطے مال دنیا کے اور علی کے پاس جہاد کرنیکو انصار کب تھے کہ وہ جہاد کرتے جہاد
کرنیکا حکم تنہا کے واسطے نہیں ہے بلکہ جسوقت انصار اور مددگار بہم پہونچیں اوسوقت جہاد کرنا چاہیئے جیسے کہ رسولخدا صلعم جب تک مکہ میں رہے بسبب نہونے
انصار کے حکم جہاد کا نہوا جب مدینہ گئے کافروں کے خوف سے ہجرت کرکے اور انصار بہم پہونچے تو جہاد کفار پر کیا اور جبتک مکہ میں رہے کچھہ نہوسکا
بلکہ کچھہ مددگار بھی وہاں موجود تھے اون مددگاروں میں ایک علی بھی تھے اونسے بھی کچھہ نہوسکا آخر کفار کے خوف سے سبنے اپنا وطن اصلی
چھوڑ دیا مگر ایسے ہی حال علی کا بعد رسولخدا کے تھا کہ خلفاء ثلثہ کے زمانہ میں اونکو انصار اور مددگار بہم نہ پہونچے تو جہاد نکیا اور جب بہم پہونچے
تو عائشہ پر بھی جہاد کیا اور معاویہ پر بھی اور سوال تیسرا یہہ کہ علی کی بیٹیونکا نکاح کس سے ہوا تھا جواب اوسکا یہہ ہے کہ فاطمہ کے پیٹ سے علی کی دو
بیٹیاں تھیں بڑی بیٹی زینب کہ جسکا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا اور دوسری بیٹی کلثوم تھی کہ جسکا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا تھا
فقط یہی سوال تھا جسکا جواب ہوا اور کچھہ زیادہ لکھتے تو زیادہ لکھا جاتا اور فدک کا غصب ہونا جو آپنے دریافت کیا تھا اوسکو ایک دفتر چاہیئے لیکن
کچھہ مختصر تھوڑا سا آپکی خدمت میں تحریر کرتا ہوں اگر آپکی طبیعت میں انصاف ہے تو اسی قدر کفایت کرتا ہے اور جو کچھہ لکھتا ہوں یہہ سب
اہلسنت کی معتبر کتابوں سے ہے جس شخص کو کچھہ تردد ہو مطابق کرلیوے اور بعد اسکے انصاف کرے کہ یہہ ظلم ہے یا نہیں جلال الدین سیوطی نے
تفسیر درمنثور میں اور شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اور ابو علی موصلی نے اپنی مسند میں اور صاحب معارج النبوۃ نے معارج النبوۃ میں اور سوائے اسکے
اور علمائے اہلسنت نے روایت کی ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ یعنے دے تو ای محمد قریبونکو حق اونکا تو اوسوقت پیغمبر خدا نے
جبرئیلؑ سے پوچھا کہ قریب میرے کون ہیں اور حق اونکا کیا ہے جبرئیلؑ نے عرض کی کہ قریب تمہارے فاطمہ ہے اور حق اوسکا فدک ہے فدک اوسکو
دیدو اوسوقت رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علماء کے ثابت ہوا کہ رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیا اور فاطمہ مالک فدک کی تھی
جب رسولخدا نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو فدک کو فاطمہ سے چھین لیا اور اونکا قبضہ اوٹھا دیا اب فرمائیے کہ یہہ غصب نہیں تو کیا ہے
اور تفصیل اسکی یہہ ہے کہ تاریخ آل عباس کہ کتب معتبرہ اہل سنت سے ہے اوسمیں لکھا ہے کہ جسوقت اولاد حسنین نے مامون رشید خلیفہ عباسی سے دعوے
فدک کا کیا تو اوسنے دو صد علماء اہل سنت جمع کرکے کہا کہ حال فدک کا رہت رہت بیان کرو اونہوں نے بروایت واقدی اور بشیر بن ولد بیان کیا
بعد فتح خیبر آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل ہوئی تو رسولخدا نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ ذوالقربے میرے کون ہیں اور حق اونکا کیا ہے جبرئیلؑ نے عرض کی
کہ فاطمہ زہرا تمہارے قریب ہے اور حق اوسکا فدک ہے اوسوقت رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیدیا جب ابوبکر نے اپنی خلافت میں فاطمہ کو فدک سے منع کیا تو فاطمہ
نے فرمایا کہ فدک مجھکو میرے باپ نے دیا ہے ابوبکر نے قبول کیا اوسوقت عمر نے کہا کہ فاطمہ سے گواہ طلب کر کہ پیغمبر خدا نے اوسکو کب دیا ہے اوسوقت فاطمہ زہرا
علی اور ام ایمن کہ ایک بی بی تھی اور حسنین علیہم السلام کو گواہ لائے اور اونہوں نے گواہی دی کہ پیغمبر خدا نے فاطمہ کو فدک دیا ہے تو اوسوقت ابوبکر نے فاطمہ کو
کاغذ فدک کا لکھدیا کہ اپنے حق پر قابض ہووے عمر نے وہ کاغذ ابوبکر سے لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہے اور علی اوسکا شوہر ہے اپنے نفع
کے لئے کہتا ہے ابوبکر نے بھی قبول کیا اور یہہ دعوے کرنا فاطمہ کا ابوبکر سے ہبہ فدک کا اور گواہی دینا علی اور حسنین کا اور ام ایمن کا اور رد کرنا اور
نامنظور کرنا ابوبکر کا اونکی گواہی کو اہل سنت کی بہت کتابوں میں لکھا ہے مثل صواعق محرقہ اور فصل الخطاب اور معجم البلدان اور ریاض النضرۃ اور
کنز العمال و تاریخ حاکم اور جمع الجوامع اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور سوائے اسکے بہت کتابوں میں ہے لیکن ابوبکر نے فاطمہ کو اور اوسکے
گواہونکو اس دعوے میں جھوٹا جانا اور سوائے فاطمہ کے جس کسینے ابوبکر سے دعوے کیا اوسکو ابوبکر نے سچا جانا اور گواہ اوس سے طلب نہ کئے جو کچھہ اوسنے
مانگا دیدیا چنانچہ صحیح بخاری میں جابر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابوبکر کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ پیغمبر خدا نے اپنی زندگی میں مجھسے وعدہ
کیا کہ مال بحرین کا آویگا تو تجھکو میں اوسمیں سے اسقدر مال دونگا اور مال بحرین کا حضرتؐ کی زندگی میں نہ آیا لیکن اب تمہارے پاس آیا ہے
اس سے مجھکو دو کہ حضرت نے مجھ سے وعدہ کیا تھا ابوبکر نے یہہ بات سنکر اوسیوقت تین مٹھی مال کی مجھے بھر کر دی اور گواہ مجھ سے
کچھ وعدہ کرنیکی طلب نہ کیئے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں وجہ اسکی اسطرح سے لکھی ہے کہ ابوبکر نے جو جابر سے گواہ طلب
نہ کئے اور اتنا ہی مال اوسکو دیدیا سبب اوسکا یہہ ہے کہ جابر سا صحابی معاذ اللہ پیغمبر خدا پر جھوٹا دعوے کرے اگر جابر سچا ہوگا تو پھر

کون سچا ہو سکتا ہے ہوسطے ابو بکر نے اوس سے گواہ طلب نہ کئے اور بدون گواہی اوسکو مال دیدیا اب کہتا ہوں میں گواہ لاؤ۔ دیندار الہی بہت
کہ فاطمہ کو جو پارہ جگر رسول خدا صلعم ہے جابر کے برابر بھی نجانا کہ اونے صحابی تھا اور اونکے نزدیک فاطمہ کا مرتبہ جابر کے برابر بھی نہوا کہ جابر کو تو بدون
گواہوں کے مال دیدیا اور اوسکو جھوٹ سے بچایا اور کہا کہ اگر جابر سچا نہوگا تو کون سچا ہوگا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھکر اوس سے گواہ طلب کئے جب گواہوں نے
اوسکی گواہی دی تو اونکی گواہی کو رد کیا علی کو تو کہا کہ یہہ شوہر اوسکا ہے اپنے نفع کے لئے کہتا ہے علی کو بھی جھوٹا جانا ہرچند علی بھی صحابی تھے
لیکن جابر کے برابر سچے نتھے اور حسنین کو کہا کہ یہہ فرزند اوسکے ہیں اور لڑکے ہیں اور ام ایمن جو باقی رہی وہ ایک عورت ہے اوسکی گواہی کیسی درست
ہووے اب فرمائیے یہہ غصب نہیں تو کیا ہے سوائے اسکے اور غصب کسکو کہتے ہیں اور یہہ عداوت ہے یا دوستی اور مروت اور رعایت حق رسول اور
حق اور سچ تو یہہ ہے کہ اہلبیت کی دشمنی میں حق رسول کی بھی رعایت نکی آپنے لکھا تھا کہ مجھے غصب فدک کی کسی سے صحت نہیں ہوئی اب آپکو چاہیئے
کہ میری صحت علمائے اہلسنت سے کرائیے اور میری باتونکا جواب لکھوا کر بھجوائیے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اور اوس
مظلومہ کے گواہونکو بھی رد کیا اور بھی سننا چاہیئے کہ جب فاطمہ نے جانا کہ ابو بکر نے مجھے ہبہ فدک میں جھوٹا سمجھا تو اوس معصومہ نے دعوے وراثت کا کیا
اور ابو بکر سے کہا کہ میں پیغمبر خدا کی بیٹی ہوں مجھے اوں حضرت کا مال ارث میں پہونچتا ہے اور فدک میرے باپ کا مال ہے مجھے دیدے اوسوقت
ابو بکر نے ایک جھوٹی روایت قرآن کے خلاف بنا کر کہا کہ میںنے پیغمبر خدا صلعم سے سنا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیاء کا مال صدقہ ہے
کسیکو اونکے وارثوں میں سے نہیں پہونچتا اول تو یہہ کہ یہہ روایت خلاف قرآن کے ہے دوسرے یہہ کہ پیغمبر خدا نے اپنے وارثوں سے نہ بیٹی سے
نہ اپنی بیبیوں سے کسی سے نکہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہونچتا تم دعوے نکرنا اور حکم خدا کا جو کچھ اونکے واسطے تھا اوسکو اونسے چھپا رکھا اور ایک
اجنبی شخص سے کہ اوسکو کسی طرح کا دخل پیغمبر خدا کی وراثت میں نہ تھا اوسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بھی نکہا لیکن باوجود
اسکے پھر ایکمرتبہ فاطمہ ابو بکر کے پاس گئی اور اوسوقت ابو بکر منبر پر تھا کہا کہ اے ابو بکر تیری بیٹی تو تیرا ترکہ پائے اور میں اپنے باپکا ترکہ نہ پاؤں اوسوقت
ابو بکر منبر کے نیچے اوترا اور کہا کہ لے میں تجھکو فدک دیتا ہوں یہہ کہکر فاطمہ کو کاغذ فدک کا لکھدیا اتنے میں عمر آیا اور ابو بکر سے پوچھا کہ یہہ کیسا
کاغذ ہے کہا کہ میںنے فاطمہ کو فدک لکھدیا ہے عمر نے وہ کاغذ ابو بکر کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ لوگونکو کیا دیگا عرب سے لڑائی ہو ہی
رہی ہے چنانچہ یہہ روایت سبط ابن جوزی نے اپنی سیرۃ میں تحریر کی ہے اور واقدی محدث اہلسنت اور برہان الدین حلبی شافعی نے اپنی سیر میں لکھا ہے
کہ فاطمہ نے ابو بکر سے دعوے فدک کا کیا کہ فدک میرا ہے میرے باپنے مجھکو دیا تھا اوسوقت ابو بکر نے فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکھدیا جب فاطمہ وہ کاغذ لیکر وہانسے پھری
تو رستہ میں عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے فاطمہ سے پوچھا کہ یہہ کیسا کاغذ ہے فاطمہ نے کہا کہ ابو بکر نے مجھکو فدک لکھدیا ہے عمر نے وہ کاغذ فاطمہ سے چھین کر
پھاڑ ڈالا اگر کوئی کہے کہ ابو بکر کا اسمیں کیا قصور ہے اوسنے تو لکھدیا تھا جواب اوسکا یہہ ہے کہ ابو بکر حاکم تھا اوسکو اس امر میں تا بعد اری عمر کی نچاہیئے تھی
عمر کو اس شر سے باز رکھتا اور اوسکے کہے پر عمل نکرتا لیکن وہ تو اوسکا ہر امر میں شریک تھا اوسکے مشورہ بدون کچھ نہیں کر سکتا تھا اور میں کہتا ہوں کہ اگر صحابہ ابو بکر
کو اس امر میں سچا جانتے تھے اور علی بھی ابو بکر کو سچا جانتے تھے کہ ابو بکر سچ کہتا ہے پیغمبر خدا کا سب ترکہ صدقہ ہے کسیکو نہیں پہونچتا تو پھر علی اور عباس نے
عمر کی خلافت میں عمر سے جاکر کیوں دعوے کیا پیغمبر کے ترکہ کا اوسوقت عمر نے علی اور عباس کو کہا کہ تم ابو بکر کو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے تھے
اور مجھے بھی تم دونو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اور میں وہ ہی کرونگا جو کہ ابو بکر نے کیا تھا یہہ روایت صحیح مسلم میں لکھی ہے اور مسند
احمد حنبل میں لکھا ہے کہ عثمان کی خلافت میں عثمان سے بھی پھر دعوے کیا تھا پس اگر ابو بکر سچا ہوتا تو اونکے زمانہ میں دعوے ہرگز نکرتے معلوم ہوا کہ ابو بکر اس
روایت میں بالکل جھوٹا تھا از راہ عداوت کے روایت بنا کر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی اور عباس سے اقرار کرتا ہے کہ تم ابو بکر کو کاذب اور خائن جانتے تھے
اور مجھے بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو پس جسوقت علی نے اونکو کاذب اور خائن جانا تو بیشک ہم بھی کاذب اور خائن اونکو جانینگے اور یہی مطلب
غصب ہے اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ جسوقت ابو بکر نے فدک کے دینے سے انکار کیا تو فاطمہ زہرا اوسپر غضبناک ہوئی اور تمام عمر بھر کبھی اوسسے
کلام نکیا اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ فاطمہ نے وقت مرنیکے وصیت کی کہ ابو بکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں **جواب خط** یہانتک خط مذکور کی عبارت
تھی بلا کم و کاست لفظا لفظا نقل کر دیا ہے **اقول** ہمکو کیا معلوم ہے کہ اوس خط کی بعینہ یہی نقل ہے اور اوسمیں تصرف کسی طرح کا نہیں ہوا ہے اوس خط کی نقل

ہمارے پاس موجود ہوتی تو اوس سے مقابلہ کرکے دیکھتے اور جو کچھ کہ اس خط میں لکھا ہے خصوصاً مقدمہ فدک میں اس متانت کے ساتھ ہے کہ اسکا
جواب ہی نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ اپنی کتابونکا اہلسنت انکار کریں اور اپنے راویونکو منسوب بکذب کریں اور روایات معتبر کو اپنی کتابونکی
ضعیف ٹھیرائیں جیسا کہ یہہ شیخ نجدی کہیں تو راویونکا انکار کرتا ہے اور کہیں اپنے علماء کو دروغ گو کہتا ہے اور کہیں روایات معتبرہ کو ضعیف
اور موضوع بیان کرتا ہے اور اپنی رائے سے ایجاد کرکے بے سروپا بکتا چلا جاتا ہے چنانچہ بعد اسکے واضح ہوگا **قال الشیخ الاشعری** لیکن اب
ہماری بات سننے کے لئے تیار ہو جیئے تاکہ مولویصاحب کی طمطراق کی حقیقت اور مولویصاحب کی قابلیت اور علماے شیعہ کی فہم و فراست بخوبی
معلوم ہو جائے کہ یہہ خط ہر چند عبارت میں تو زیادہ لیکن مثل غذاء قلیل الکیموس کہ باوجود قلت کیموس کے سیئی الکیموس بھی ہو خلاصہ نکالئے تو کل
دو چار باتیں ہیں **اقول** ہم بھی علماء اہلسنت کی فہم و فراست اور ہٹ دھرمی اور بے انصافی اور حق پوشی بخوبی واضح کر دینگے کہ جس سے
معلوم ہو جائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے اور اون دو چار باتوں ہی کو دیکھنا کہ مثل غذاء قلیل الکیموس کے تمام کیموس اوسکا جیسے **قال**
الشیخ الاشعری پھر بھی وہ غلط اگر اعتبار نہ آئے تو دیکھیئے اول تو مولویصاحب یہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
نطفہ سے فقط ایک ہی بیٹی تھی جنکا نام فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھا اور اہلسنت جو دو بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مشہور کرتے ہیں وہ آپکے
نطفہ سے نتھیں بلکہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند کے نطفہ سے تھیں خیر غنیمت ہے کہ جناب مولوی عمار علیصاحب نے اتنا تو
لحاظ رکھا کہ حضرت خدیجۃ الکبری کی اولاد ہونے سے تو اونکو خارج نہیں کیا ہم ایسی ناانصافی اپکے بھی شکر گزار ہیں ورنہ جہاں مولویصاحب نے
جرأت کرکے اونکا نسب منقطع کیا تھا اگر حضرت خدیجۃ الکبری سے بھی اونکا نسب منقطع کر دیتے جیسے بعضے ایسے ہی دشمنان نہانی اہلبیت نے کیا ہے
تو کون مانع تھا یہہ ہے کہ اسجگہہ تو مولویصاحب نے غیرت کی ناک ہی کتر لی ہے اور موافق مشہور دروغ گو یم بر روے تو یہہ ستم کئے ہیں کہ سنیوں کی ضد
میں اہلبیت پر جفا کرکے اپنے ایمان پر بھی تو قلم پھیر گئے نہ کلام اللہ کی سنی نہ اپنی معتبر کتابونکا لحاظ کیا آفریں ہے کیوں نہوں مولوی عمار علی
ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ۔ برائے خدا اہل انصاف بے روے و ریا ہو کر میری گزارش کو سنیں اگر بے جا ہو جب ہی کہیں کلام اللہ
موجود ہے اگر مولوی عمار علیصاحب کو یہہ عذر ہو کہ شیعونکو کلام اللہ یاد نہیں ہوتا ہے ہم کلام اللہ کے حوالونکی کیونکر تصدیق کریں تو میں بے وار
بتلاتا ہوں سورہ احزاب میں بائیسویں سیپارہ میں قریب ربع کے آخر کے رکوع سے پہلے رکوع کے شروع ہی میں یوں ارشاد فرماتے ہیں
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ یعنے کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیبیوں اور بیٹیوں کو
اور مومنوں کی عورتونکو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں فقط اب گزارش یہہ ہے کہ اتنی بات تو مولویصاحب بھی سمجھتے ہونگے کہ بنات
جمع ہے اور جمع کم سے کم تین پر بولی جاتی ہے اور اگر کبھی توسع کرکے دو پر بھی اطلاق کرتے ہیں تب بھی ایک سے تو زیادہ ہی ہوگا بہرحال یہہ کہنا
کہ حضرت فاطمہ کے سوا اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی بیٹی ہی نتھی تب بھی غلط ہوگا **اقول** سوا حضرت فاطمہ زہرا کے جو حضرت خدیجہ
شکم سے لڑکیاں پیدا ہوئیں تھیں خواہ دو ہوں خواہ تین ہوں علے اختلاف الروایات وہ سب ہمارے نزدیک مومنہ صالحہ تھیں اگر وہ واقع میں جناب
رسولخداؐ کے نطفہ سے تھیں تو ہمیں کچھہ ضرر نہیں ہے اور نہ اسسے ہمارے مذہب میں کچھہ خلل ہوتا ہے اور اگر وہ صاحبزادیاں جناب رسولخداؐ
صلعم کے نطفہ سے نہ تھیں تو ہمیں کچھہ ہمارا فائدہ نہیں ہے لیکن ہماری کتابوں میں اون صاحبزادیونکے مقدمہ میں روایتیں مختلف
وارد ہوئی ہیں بعضے روایت میں یہہ ہے کہ وہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور بعضی روایت میں یہہ ہے کہ حضرت کے نطفہ سے
نہ تھیں اور جسوقت کہ روایتوں میں اختلاف ہوتا ہے تو اونکے مرجحات کی طرف نظر کرتے ہیں اور رسولخداؐ کے نطفہ سے نہونیکی اون صاحبزادیوں
بڑی دلیل ہے یہہ کہ کیا سبب ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے تو فضائل مذکور ہوں اور اون دونو صاحبزادیوں کے فضائل کچھہ بھی مذکور نہوں اگر
وہ دونو یا تینوں بھی رسولخداؐ کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے بھی فضائل مذکور ہوتے اور جسوقت کہ اونکے فضائل مذکور نہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ
حضرت کے نطفہ سے نہوں کی ہو سکے مولویصاحب نے فرمایا کہ وہ دونو صاحبزادیاں جنکو اہلسنت حضرت کی بیٹیاں مشہور کرتے ہیں وہ حضرت کے
نطفہ سے نہ تھیں اور قاضی نوراللہ صاحب اعلی اللہ مقامہ جو مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ وہ صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسی

ترجیح اور فضائل کی جہت سے کہتے ہیں اور اس مقدمہ میں مختلف روایتیں کتابوں میں مذکور ہوئی ہیں چنانچہ حیات القلوب میں لکھا ہے اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہے کہ قول اوسکا مخالف دوسری روایت کے ہو تو علماء فریقین کے نزدیک اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اوسکے قول کو غلط نہیں کہہ سکتے ہیں جیسا کہ یہہ شیخ بخدی کہتا ہے کہ پھر وہ بھی غلط پس معلوم ہوا کہ بڑی شرافت اور فضیلت حضرت فاطمہ کو رسولخدا صلعم کے دختر ہونے سے تھی اور اسی جہت سے اونکے فضائل مذکور ہوئے ہیں اور اوں صاحبزادیوں کے فضائل مذکور نہوئے اور دیکھو حضرت علی کی اولاد بہت سی تھی لیکن جو فضائل حضرت علی کے اوس اولاد کے ہیں کہ جو حضرت زہرا کے شکم سے ہیں وہ فضائل اوس اولاد کے نہیں ہیں کہ جو سوا حضرت زہرا کے اور بیبیوں کی اولاد ہے بلکہ کچھہ بھی فضیلت اونکی نہیں ہے معلوم ہوا کہ جو کچھہ کہ شرف حضرت علی کی اولاد کو ہے وہ رسولخدا کی اولاد ہونے سے ہے کہ اسقدر فضائل اونکے مذکور ہیں اور وہ صاحبزادیاں بھی اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے فضائل بھی مذکور ہوتے اور حضرت فاطمہ زہرا بالغہ ہوئیں تو بہت لوگوں نے اونکے نکاح کی خواستگاری کی اور لکھا ہے کہ ابوبکر نے اور عمر نے بہت رغبت کی حضرت زہرا سے نکاح کرنیکی لیکن حضرت نے قبول نکیا اب میں پوچھتا ہوں کہ اونکو زیادہ رغبت طرف فاطمہ زہرا کے رسولخدا کی دختر کرکے ہوئی تھی یا اوسی سبب سے اوراوں صاحبزادیوں کے طرف تو کسی کی بھی رغبت کرنی نہیں لکھی اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو کیونکر نہ رغبت کرتے اپنا شرف اور منزلت جانکر آور رسولخدا صلعم ابتدا سے خدا پرست تھے اور نبوت سے پہلے بھی ہمیشہ خدا پرست رہے ہیں اگر وہ صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو بت پرستوں کو ہرگز نہ دیتے ابن حجر نے کتاب صابہ میں ابن سعد سے روایت کی ہے کہ نکاح رقیہ اور ام کلثوم کا ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے دس برس پہلے نبوت سے ہوا تھا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسواسطے کہ نکاح رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا پچیس برس کی عمر میں خدیجۃ الکبریٰ سے ہوا تھا اور چالیسویں برس حضرت کو نبوت ہوئی اس صورت میں نکاح رقیہ اور ام کلثوم کا چاہیے کہ دو یا تین برس کی عمر میں عتبہ اور عتیبہ سے واقع ہوا ہو اور یہہ بحسب عادت بعید ہے اور ایسی کون ضرورت تھی کہ اوں کا فروں سے دو تین برس کی عمر میں نکاح کرتے اور کیونکر حضرت کے نطفہ سے یہہ ہوں کہ نہ تو آیہ الا المودۃ فی القربی کی تفسیر میں کسینے انکو حضرت کے قریبوں میں سے لکھا ہے اور نہ آیہ مباہلہ میں نساءنا کی تفسیر میں کسینے انکو حضرت کی عورتوں میں سے لکھا ہے اور نہ آیہ تطہیر میں انکا عبا میں داخل ہونا لکھا ہے پھر یہہ کیونکر حضرت کے نطفہ سے ہوں قولہ اور موافق مشہور دروغ گویم بر روے تو تاریخ کہتا ہوں میں کہ مولویصاحب نے ہرگز دروغ نہیں فرمایا بلکہ سہو فرمایا ہے اسواسطے کہ اس مقدمہ میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ حیات القلوب اور فند مکرر میں لکھا ہے اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہے کہ وہ مخالف دوسری روایت کے ہو تو اوسکو دروغگو نہیں کہہ سکتے ہیں اگر ایسے شخص کو دروغ گو کہیں تو چاہیے کہ تیری نماز اور تمام اعمال تیرے کہ جنکے مقدمہ میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں تو ایک روایت کے موافق اونمیں سے عمل کرتا ہے کہ وہ عمل تیرا مخالف دوسری روایت کے ہے تو سب اعمال تیرے باطل ہو جائیں احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں ہر سورہ کے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور رفع یدین کرنا چاہیے اور تو یہہ دونوں امر نہیں کرتا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ رسولخدا صلعم نے دو نمازوں کو ملا کر پڑھا ہے ظہر کو عصر کے ساتھہ اور مغرب کو عشا کے ہمراہ اور تو دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کو اچھا نہیں جانتا ہے پس چاہیے کہ تیرے ہی قول کے موافق نماز تیری باطل ہو اور خدا تعالیٰ نے جو فرمایا ہے یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ سب حق ہے اور اوسپر ایمان ہمارا ہے لیکن تجھکو یہہ کہانسے معلوم ہوا کہ بنات کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے مراد اوس سے فاطمہ اور رقیہ اور ام کلثوم تینوں ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ مراد اوس سے تنہا فاطمہ ہوں اور لفظ جمع کا باعتبار توسع کے ہے جیسے کہ آیہ مباہلہ میں نساءنا کا لفظ جمع کا ہے اور مراد اوس سے تنہا حضرت فاطمہ زہرا ہیں اسواسطے کہ رقیہ اور ام کلثوم تو اس سورہ کے نازل ہونے سے پہلے ہی جسمیں کہ یہہ آیہ ہے انتقال کر گئیں تھیں اونکی طرف اشارہ اس آیت میں نہوگا اور اگر زندہ ہوتیں تو آیہ تطہیر جو کہ اسی سورہ میں ہے انکی شان میں بھی ہوتی اور جیسا کہ علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو حضرت صلعم نے اپنی عبا میں لیکر فرمایا تھا کہ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِ بَیْتِیْ انکو بھی اپنی عبا میں لیتے اسواسطے کہ اکثر روایات صواعق محرقہ وغیرہ میں آیا ہے کہ مراد اہلبیت سے آیہ تطہیر میں اہلبیت نسبی ہیں اگر یہہ دونو حضرت صلعم کے نطفہ سے ہوتیں تو بیشک حضرت کے اہل اور نسب میں داخل ہوتیں اور انکو بھی اپنی عبا میں لیتے پس معلوم ہوا کہ یہہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اور یا یہہ کہ آیہ تطہیر کے نازل ہونے سے پہلے

مرگئیں تھیں اور جب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے انتقال کر گئیں تو وقت نازل ہونے اس آیت کے موجود نہونگی سو اسطے کہ دونو آیتیں ایک ہی صوت میں ہیں پس معلوم ہوا کہ آیہ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ میں اشارہ انکی طرف نہیں ہے بلکہ فاطمہ زہرا تنہا اوسسے مراد ہونگی یا فاطمہ زہرا اپنی صلبی بہنوں سمیت مراد ہونگی اگرچہ اوسوقت وہ صغیر السن تھیں لیکن بعد اوسکے تو مثل اور احکام شرع کے قابل پردہ کے ہوئیں اور ہمنے تسلیم کیا کہ اس آیت میں مراد بنات سے فاطمہ اور رقیہ اور ام کلثوم تینوں ہیں لیکن ان دونو کو خدا تعالے نے عرف کے اعتبار سے رسولخدا صلعم کی بیٹیاں فرمادیا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اونکو پرورش کیا تھا وہ متبنے حضرت کی تھیں اور مرد کی زوجہ کی دختر جو کہ دوسرے شوہر سے ہوتی ہے وہ بھی اولاد لے پالک سب اوس مرد کی اولاد کہلاتی ہے جیسے کہ باعتبار عرف کے چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالے فرمایا ہے کہ یعقوب کی اولاد نے اپنے باپ سے کہا کہ نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ عبادت کرینگے ہم معبود تیرے کی اور معبودوں باپوں تیرے کی ابراہیم کی اور اسمعیل کی اور اسحاق کی دیکھو یہاں حضرت اسمعیل کو یعقوب کی اولاد نے باپ یعقوب کا کہا ہے اور حقیقت میں وہ باپ اونکے نتھے بلکہ چچا اونکے تھے ایسے ہی وہاں بھی خدیجہ کی بیٹیونکو جو کہ پہلے شوہر سے تھیں رسولخدا صلعم کی بیٹیاں فرمایا ہے **قال الشیخ الاشعری** افسوس مولویصاحب کو اتنی شرم بھی نہ آئی کہ کوئی سُنے گا تو کیا ہوگا مگر مولویصاحب نے ہم جانے یہ سُن رکھا ہے الحیاء یمنع الرزق یعنے حیا رزق روک دیتی ہے اس لئے شاید اسپر بھی دھیان نفرمایا الحیاء شعبۃ من الایمان کیونکہ ایمان کا ثمرہ کچھ ہو ابھی تو آخرت میں ہوگا رزق تو آج ہاتھ سے جاے ہے اور پہلے لوگ فرماگئے ہیں نقد را بنسیہ گزاشتن کار خردمنداں نیست **اقول** ہمارے مولویصاحب سر پاؤں تک حیا اور ایمان سے بھرے ہوے ہیں اور آخرت میں سبید وار اوسکے ثمرہ کے ہیں اور بیحیائی کا کام تم لوگونکا ہے کہ پیری اور مریدی کا ایک ایسا طریقہ مقرر کیا ہے کہ اوسمیں بڑی کمائی ہوتی ہے اور پیر بیحیائی اختیار کرکے دہنوں اور جلا ہوں سے جو کہ اونکے مرید ہیں خوب حاصل کرتے ہیں اور اگر کسی بیچارہ کے پاس کچھ نہیں ہوتا ہے تو وہ عذر کرتا ہے اور پیر اوسکا اوسوقت اوسکو دھمکا کر کہتا ہے کہ اچھا ندے کل کو قیامت کے روز تجھکو کون بخشوائیگا پھر وہ قرض وام کرکے پیر کو کچھ دیتا ہے اسطرح سے پیر اسنت کے بیحیائی اختیار کرکے کمائی کرتے ہیں اور دوسرونکے سر لگتے ہیں لیکن پیر کی تو خیر ہی نہیں ہے کہ وہ بہشت میں جائیگا یا دوزخ میں دوسرے آدمی کو وہ کیونکر بخشوائیگا اور غدر سے پہلے دہلی میں بڑی بڑی لمبی ڈاڑھی والے سُنی شیعوں کی مجلسونمیں حاضر ہوتے تھے اور ایک شیرمال یا باقرخانی کی طمع میں وہاں بیٹھے ہوے خوب تبرا سُنتے تھے اسکو کہتے ہیں بیحیائی اور بے غیرتی کہ بیحیائی سے روٹی حاصل کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ یا تو مولویصاحب یہہ تسلیم فرمائیں کہ رسولخدا صلعم کی کئی بیٹیاں تھیں پھر آپ تسلیم کرینگے کہ وہ حضرت رقیہ وغیرہا تھیں سو اسطے کہ سوائے انکے اور کسیکی نسبۃ تو کسینے یہہ دعوے کیا ہی نہیں ورنہ آیات ربانی کے منکر کے لئے یہہ تازیانہ موجود ہے وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ یعنے نہیں انکار کرتے ہماری آیات سے مگر کافر اور اگر کافر بیجا ناگوار اکریں اور اس بات کو نہ مانیں کہ سوائے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اور بھی کوئی بیٹی تھی تو ناچار ہمیں پھر شیعوں ہی کی کتابونکی سند دینی لازم ہوگی اور نہیں تو جھوٹا ہی بنائینگے اور اگر ہماری ضد میں اونسے بھی دست بردار ہوں تو سبحان اللہ چشم ما روشن دل ما شاد **اقول** ہم کیونکر تسلیم کریں کہ رسولخدا صلعم کی کئی بیٹیاں تھیں اور اگر تو سو اسطے کہتا ہے کہ آیت میں قرآن شریف کی جمع کا لفظ آیا ہے اسلئے کئی دختران حقیقی حضرت کی سمجھنی چاہئیں یہہ کیا ضرور ہے کہ جس جگہہ کہ قرآن میں جمع کا لفظ آوے وہاں جمع ہی مراد لینی چاہیئے سو اسطے کہ قرآن شریف کے اکثر مقامات میں خدا تعالے واحد کے واسطے جمع کا لفظ بولا ہے ازانجملہ آیہ مباہلہ ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ یعنے کہہ تو اے محمد صلعم نصارا سے کہ آؤ تم کہ بلائیں ہم بیٹوں اپنونکو اور بیٹیوں تمہاریو اور عورتوں اپنونکو اور عورتوں تمہاریونکو دیکھو اس آیت میں نساء کا لفظ کہ جو جمع کے واسطے ہے وہ فاطمہ تنہا کے واسطے خدا تعالے نے فرمایا کہ دوسری اور کوئی عورت اسمیں شریک نہیں ہے سو اسطے کہ جناب رسولخدا صلعم مباہلہ کے واسطے مباہلہ کی عورتونکی جگہہ فقط فاطمہ زہرا ہی کو لیگئے تھے نہ کسی اور عورت کو اور بیضاوی میں لکھا ہے اس آیہ کی تفسیر میں کہ ندع کل منا ومنکم نفسہ واعزۃ اھلہ والصقہم بقلبہ الی المباھلہ یعنے بلائیں ہم ہر ایک ہم

اور ہر ایک تم میں سے نفس اپنے کو اور عزیز تر اہل اپنی کو اور چہیتا تر اونکے کو ساتھ دل اپنے کے دیکھو یہاں جمع کے لفظوں کی تفسیر واحد کے لفظوں کی
ہے اور جو کہ زیادہ عزیز اور زیادہ چہیتا دل سے تھا جناب رسولخدا صلعم ہمراہ اپنے اوسکو لیگئے پس عورتوں میں زیادہ عزیز فاطمہ ہی تھی اسواسطے اوسکو لیگئے
سو فاطمہ تنہا کو خدا تعالے نے بلفظ جمع یاد کیا اگر وہ دو یا تینوں صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکو بھی ہمراہ اپنے لیجاتے اسواسطے کہ اولاد اپنی
سب ہی عزیز زیادہ سب سے ہوتی ہے اور اس آیت سے ثابت ہوئی فضیلت علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کی بعد رسولخدا صلعم کے سب آدمیوں پر اور اس آیت میں
خدا تعالے نے علی کو نفس رسول فرمایا اسواسطے کہ یہہ دونو ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں اور رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے علی کو کہ نفسک نفسی یعنے نفس تیرا نفس میرا ہے اور فرمایا
کہ انت منی وانا منک یعنے تو مجھسے ہے اور میں تجھسے ہوں چنانچہ احادیث میں وارد ہوا ہے پس علی کا نفس بمنزلہ نفس رسولخدا صلعم ہے اسواسطے خدا تعالے نے
فرمایا اور بعضے نوصب کہتے ہیں کہ انفسنا سے مراد نفس رسولخدا صلعم ہے لیکن یہہ سمجھے کہ کوئی اپنے نفس کو بھی بلایا کرتا ہے کیا نفس آدمی کا آدمی ہوتا ہے اور یہہ سمجھا
ہوتا ہے کہ اونکو بلایا اور یہہ جو لکھتا ہے یہہ شیخ بخدہی کہ آیات ربانی کے منکرین کے لئے یہہ تازیانہ موجود ہے سو ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے اور ہم اہلسنت کے جسوقت کہ مراد انفسنا سے رسولخدا صلعم ہوئے تو حضرت کے ساتھ دوسرا کوئی شریک ہی نہیں ہو سکتا اور رسولخدا صلعم تنہا کے واسطے لفظ انفسنا کا
کہ جمع ہے خدا تعالے نے بیان کیا ہے پس معلوم ہوا کہ واحد کے واسطے بھی جمع کا لفظ آتا ہے اور ہم کسی آیت کے منکر نہیں ہیں اور جو کوئی کہ انکار کرے
آیہ قرآن کا وہ بیشک کافر ہے لیکن یہہ کہ آیات قرآنیہ کا جلانیوالا بھی کافر ہے یا نہیں اور اس جا بیانکی ضمن میں انکار بھی ثابت ہے کہ جسنے اپنے قرآن
کے رواج کیواسطے اور قرآنونکو جلایا اور کلام ربانی کی تہمتکا کچھہ خیال نکیا اور جو لوگ کہ اوسکے افعال بد کی تاویل کرکے اوسکو اوس بدفعلی سے بری
کہتے ہیں وہ بھی مثل اوسکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بہرحال اس امید پر اس باب میں روایات کتب معتبرہ شیعہ نقل کرتے ہیں بنجر البلاغۃ
میں جو شیعہ کے نزدیک مثل صحیفۂ آسمانی اور آیات قرآن کے ہے اور اوسکے مرویات کو سب اثنا عشریہ متواتر سمجھتے ہیں علامہ رضی جو اوسکے جامع
ہیں حضرت امیر کا قول حضرت عثمان کے خطاب میں یوں نقل فرماتے ہیں قد بلغت من مضرۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سالمینا الیعنی الشیخین حاصل اسکا یہہ ہوا
کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذی النورین کو کسی مقام میں یوں فرماتے ہیں کہ تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا وہ شرف میسر
آیا ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو میسر نہیں آیا اور شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی تہذیب میں جو صحاح اربعہ شیعوں میں سے ہے اور ہم سنگ
کافی کلینی ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں کان یقول فی دعائہ اللھم صل علی رقیۃ بنت نبیک اللھم صل علی
کلثوم بنت نبیک یعنے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دعا میں یوں کہا کرتے تھے کہ یا اللہ رحمت بھیج حضرت رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں یا اللہ
رحمت بھیج حضرت کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں **اقول** نہج البلاغۃ مثل صحیفۂ آسمانی اور آیات قرآنی کے تو کاہے کو ہے لیکن بعضے
علمار اہلسنت اوسکے حق میں لکھتے ہیں کہ تحت کلام الخالق وفوق کلام المخلوق اور کتاب نہج البلاغۃ جو ہے تو وہ تو البتہ ایسی ہے کہ سید
رضی علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے آج تک متواتر اوسکو کہتے چلے آتے ہیں کہ اسمیں خطب حضرت امیر کے ہیں لیکن حال اوسکے خطبونکا یہہ ہے کہ سید علیہ الرحمۃ
کے زمانہ سے پہلے یہہ خطب منتشر تھے اور اہل حق کی اور اہل باطل کی کتابوں میں تھے کسی کتاب میں تو کوئی خطبہ اور کسی کتاب میں کوئی خطبہ بعضے
مخالفین نے بعضے خطبونکا جو کہ حق پر دلالت کرتے تھے محو کرنا چاہا اسواسطے سید علیہ الرحمۃ نے بڑی سعی اور کد سے ان خطبونکو لوگونسے لیکر جمع کیا اور
وہ فقرہ جو نہج البلاغۃ کے خطبہ کا لکھا ہے کہ حضرت امیر نے عثمان کو فرمایا کہ تو بسبب دامادی رسولخدا صلعم کے اوس مرتبہ کو پہونچا کہ ابوبکر اور عمر اوس مرتبہ کو
نہیں پہونچے معلوم نہیں یہہ کونسے خطبہ کا فقرہ ہے نام اوس خطبہ کا نہیں لکھا تا کہ تلاش کیا جاتا کہ یہہ فقرہ اوسمیں ہے یا نہیں اور اگر یہہ فقرہ حضرت امیر کے
خطبہ میں ہے تو مراد اوس سے یہی ہے کہ باعتبار عرف کے داماد فرمایا ہے کہ زوجہ کا داماد اپنا داماد کہلاتا ہے اور اکثر خطبے مخالفین کی کتابونسے
لئے گئے ہیں اگر کسی مرید عثمان نے یہہ فقرہ اوس خطبہ میں زیادہ کر دیا ہو تو کیا بعید ہے اور روایت شیخ الطائفہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی حال ہے
کہ حضرت صادق نے باعتبار عرف کے اونکو بنت نبیک فرمایا ہے کہ زوجہ کی دختر اپنی دختر کہلاتی ہے اور اس روایت سے یہہ معلوم ہوا کہ حضرت
زہرا کے سوا حضرت خدیجہ کے بطن سے دو ہی بیٹیاں تھیں اور درود کے بھیجنے کا اوپر کچھہ مضائقہ نہیں ہے چنانچہ زمخشری تفسیر کشاف میں
بمقتضے علیلکی تفسیر میں لکھتا ہے کہ بموجب اس آیت کے ہر ایک مومن پر درود بھیج سکتے ہیں لیکن روافض نے جو اپنے اماموں پر درود بھیجنے کا

اشعار کیا ہے ہو سکتا ہمنے درود بھیجنے کو ترک کیا **قال الشیخ الاشعری** اور سپر بھی تسکین خاطر نہوا اور جناب مولویصاحب قبلہ وہی مرغی
کی ایک ٹانگ لئے جائیں اور اسکی یوں تاویل کرنے لگیں کہ تحرف کی روسے اونھیں بیٹیاں کہدیا ہو لے پالک کو سا اجہان بیٹا بیٹی کہا کرتے ہیں
ورنہ حقیقت میں حضرت فاطمہ ہی بیٹی تھیں سو میں انشاء اللہ تعالے مولویصاحب سے تسلیم کرا کر چھوڑونگا کلینی میں روایت موجود ہے تزوج رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ وھو ابن خمس وعشرین سنۃ فولد لہ منھا سبعۃ علیہ السلام القاسم وبہ وزینب وام کلثوم وفاطمۃ الطیب والطاہر والطاہرۃ
حاصل اس روایت کا یہہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے جب نکاح کیا تو اوس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر
شریف کچھہ اوپر پنسیں برس کی تھی کہ حضرت خدیجہ سے آپکے نطفہ سے پہلے نبوت کے تو حضرت قاسم اور حضرت رقیہ اور حضرت زینب اور حضرت
ام کلثوم پیدا ہوئے اور بعد نبوت کے حضرت طیب اور طاہر اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئے اس روایت میں شیعونکو کچھہ تین
پانچ کرنیکی گنجایش نہیں لے پالک ہونیکے احتمال کو بھی پیش نہیں کرسکتے اور اس روایت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
چار صاحبزادیاں تھیں ایک تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور تین اور حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن اور یہی شیعونکا
دعوے ہے پر مولویصاحب نے کمال تورع کے باعث تین کی عدد کو مُنہ پر لانا بھی گوارا نکیا اور اہلسنت کی طرف دو ہی صاحبزادیوں کا
سوا حضرت فاطمہ زہرا کے دعوے کرنا بیان کیا معہذا انہوں نے سمجھا حریف کی باتکو جتنا گھٹایا جائے مناسب ہے **اقول** یہہ روایت کافی کی
مخالف ہے اور روایتوں کے وہ روایتیں کہ جنمیں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کی سوا حضرت زہرا کے دو بیٹیاں اور تھیں کہ وہ دونو
حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تھیں اور انہیں روایتوں کے موافق دعوے مولویصاحب کا ہے اور یہہ روایت کافی کی موافق
روایات اہلسنت کے ہے اور یہہ روایت تقیہ کی راہ سے ہے اور اس روایت کافی کے موافق اگر ہم کہیں کہ حضرت صلعم کی سوا حضرت زہرا کے
تین بیٹیاں اور تھیں تو اسمیں بھی کچھہ قباحت نہیں ہے اور نہ اس سے ہمارے مذہب میں کسی طرح کا نقصان ہے اور مولویصاحب نے جو لکھا ہے
کہ سوا حضرت زہرا کے اور کوئی بیٹی نہیں ہے یہہ موافق دوسری روایت کے ہے اور ہمارے علماء میں بھی یہی مشہور ہے اور اسی کو ترجیح معلوم
ہوتی ہے جیسا کہ مولویصاحب نے لکھا ہے اور انکار ہمکو کافی کی روایت سے بھی نہیں ہے اگر اوسکے موافق ہم کہیں **قال الشیخ الاشعری**
سبحان اللہ اس تبحر پر اہلسنت کی بیسیوں کتابوں کے نام گناتے چلے جاتے ہیں کوئی جانے مولویصاحب کی نظر میں کوسب گزری ہوئی
ہیں حضور کو اوس بات کی تو خبر بھی نہیں جو زبان زد خاص و عام اہلسنت ہے اہلسنت کی کتابونکو دیکھنا تو کہاں نصیب میں جانوں
کسی سُنّی طالبعلم سے کتابونکا نام سُن بھاگے ہیں ورنہ بعضی بعضی کتابیں جو حضور نے رقیمہ کریمہ میں اونکے حوالے سے غضب فدک میں
فرماتے ہیں شاید خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں خصوصاً جمع الجوامع اور مسند احمد بن حنبل علے ہذا القیاس اور کتابیں بھی ایسی ہی ہیں **اقول**
اگر تیری نظر سے یہہ کتابیں نہیں گزری ہیں تو یہہ کیا ضرور ہے کہ کسی اور کی نظر سے بھی نہ گزری ہوں اور کہیں نام بھی نجانتی ہوں
بلکہ یہہ سب وہ کتابیں کہ مشہور ہیں اور ہندوستان میں موجود ہیں اگرچہ بعضے نسخے کم پائے جاتے ہیں اور جسوقت جناب مرزا محمد صاحب
دہلوی تحفہ کا جواب دہلی میں لکھتے تھے تو مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے کتب خانہ تک کی کتابیں ایک حکمت سے اونکے پاس آتی تھیں اور وہ
جواب لکھتے تھے اور اس زمانہ میں شیعوں کے کتب خانہ میں یہہ سب کتابیں موجود ہیں جس کتاب کو تو چاہے دیکھہ لے اور جمع الجوامع اور مسند
احمد بن حنبل بھی موجود ہے تو جانتا ہے کہ میں نے جو یہہ کتابیں نہیں دیکھی ہیں تو کسی اور نے بھی نہ دیکھی ہونگی اور اگر مولویصاحب نے خود ایسی
کوئی کتاب نہ دیکھی ہو اور دوسرے علماء کے لکھنے سے لکھا ہے کہ جنہوں نے ان کتابونکو دیکھکر لکھا ہے تو کیا مضائقہ ہے تو بھی تحفہ اور
منتہی الکلام سے دیکھکر لکھتا ہے کہ جنمیں شیعونکی کتابونکا حوالہ ہے اور تجھکو آجتک دیکھنا شیعوں کی اون کتابونکا نصیب نہیں ہوا مولویصاحب
پر تو کیا طعن کرتا ہے اپنی تو خبر لے **قال الشیخ الاشعری** ہر چند بعد اس تحریر کے مجھکو کچھہ ضرورت تحریر نہیں ہے اہل فہم اور اہل انصاف کے
نزدیک تو دوٹوک بات ہو گئی **اقول** ایسا تو نے کیا لکھا ہے کہ جسپر تو نازاں ہے ایک روایت کافی پر بنا کرکے تو غلبہ اپنا ڈھونڈتا ہے
اور اوس روایت کے مخالف جو اور روایتیں ہیں اونپر کچھہ نظر نہیں ہے اور اگر ایسا ہے تو چاہیے کہ تو متعہ زناں کو جائز اور حق جانے اسواسطے

کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور سوا انکے اور کتابوں میں روایتیں متعہ کے جواز کی مندرج ہیں اور تو اون روایتوں پر عمل نہیں کرتا ہے بلکہ اون روایتوں پر عمل کرتا ہے کہ جو جواز کی روایتوں کے مخالف ہیں اور حضرت عمر کی رعایت کے واسطے وہ روایتیں بنائی گئی ہیں کہ اونہوں نے متعہ کو حرام کردیا تھا **قال الشیخ الاشعری** لیکن مولویصاحب کی خوش فہمی کی تعریف بھی ہمارے ذمہ واجب ہے جناب مولویصاحب اس دعوے کی دلیل کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سوا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کوئی صاحبزادی نتھی یوں رقم فرماتے ہیں کہ اگر حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہوتیں تو اونکے فضائل بھی مذکور ہوتے جیسے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل طرفین کی کتابوں میں موجود ہیں **اقول** جو کچھہ مولویصاحب نے لکھا ہے سب حق ہے اور بہت خوب لکھا ہے اسواسطے کہ جسوقت اس باب میں روایتیں مختلف وارد ہوئیں تو کسی روایت کو انمیں سے ترجیح دینی چاہیئے اور بجز اوس وجہ کے جو مولویصاحب نے تحریر فرمائی ہے اور کوئی وجہ بہتر نہیں ہے کہ جسکے رد کرنیمیں تو ہاتھہ اور پاؤں مارتا ہے اور تجھسے کچھہ بن نہیں پڑتا بجز اسکے کہ مولویصاحب کی مذمت کرے خدا اپنی روسیاہی اختیار کرے اور اونکی ہجو سے اپنی کتاب کو پر کرے **قال الشیخ الاشعری** کیا دلیل ہے کسی نے ایسے ہی کی تعریف میں کہا ہے بریں فہم و دانش بباید گریست **اقول** یہہ سخن تجھپر ہی صادق آتا ہے کہ تو ایسی صاف بات کو نہ سمجھا اور سیدھی بات کو اولٹا کردیا یہہ دلیل عجز کی جواب ہے **قال الشیخ الاشعری** اگر مولویصاحب کو تو قواعد استدلال سے خبر نہ تھی تو کسی سے پوچھہ لینا تھا آخر اتنا بھی اوروں کے ہی قی چشی کے بھروسے ہے جبھی تو بے تحقیق جو چاہا لکھدیا **اقول** مولویصاحب نے وہ استدلال قائم کیا ہے کہ جسکا جواب تجھسے نہیں ہوسکتا اور اہل انصاف کے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے اور اثبات مدعی کے لئے بڑی دلیل مستحکم لکھی ہے کہ جسکو جنبش نہیں ہوسکتی اور ایسی دلیل قوی بجز ماہر فن مناظرہ کے کوئی نہیں لکھ سکتا ہے اونکو کسی سے پوچھنے کی کیا احتیاج ہے کہ وہ خود باخبر ہیں بلکہ جو کوئی نہیں جانتا ہے وہ اونسے دریافت کرلے اور قی چشی تو کام تیرا ہے کہ تو فضلہ خوار صاحب تحفہ کا ہے اور ہر مقدمہ میں اونکی ہی قی کو تو چاٹتا ہے جیسے کہ اونہوں نے نصر اللہ کابلی کی قی چاٹی ہے کہ اونکی کتاب کی عبارتکا ترجمہ کرکے تو جابجا لکھتا ہے اور تجھکو رہت اور دروغ کی اونکے کچھہ خبر نہیں ہے اور تو یہہ نہیں جانتا ہے کہ اونہوں نے سچ لکھا ہے یا جھوٹ **قال الشیخ الاشعری** جناب مولویصاحب معقولات کے طور پر تو اسکا اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشی پر دلالت نہیں کرتا **اقول** جناب شیخ صاحب جو کچھہ آپنے بیان کیا سچ ہے لیکن اس مقام میں یہہ فقرہ صحیح نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ اس دلیل سے ہر شخص کے فضائل ثابت ہوسکتے ہیں گو اوسکے واسطے کوئی فضیلت مذکور نہو اسواسطے کہ کہہ سکتے ہیں اوسکے فضائل کے ہونیمیں کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشی پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ یزید اور شمر کے واسطے بھی کہہ سکتے ہیں کہ انکے واسطے فضائل ہیں اگرچہ مذکور نہیں ہیں اسواسطے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشی پر دلالت نہیں کرتا ہے اگرچہ وہ اپنی شامت اعمال سے موم بھی ہوگئے ہیں اون صاحبزادیوں کی کچھہ خصوصیت اسمیں نہیں ہے اور رسولخدا صلعم کی دختر ہونیکی جہت سے کوئی فضیلت اونکے واسطے نہوئی کہ ایک منقبت بھی اونکی مذکور نہیں ہے اور اونے اونے صحابی کے فضائل مذکور ہیں اور اگر یہی امر کفایت کرتا تھا تو فاطمہ زہرا علیہا السلام کے فضائل بھی مذکور نہوتے اور اونکے فضائل سے حضرت صلعم سکوت فرماتے کہ کہہ سکتے تھے کہ فاطمہ کے واسطے نفس الامر میں فضائل ہیں گو مذکور نہیں ہیں اسواسطے کہ عدم الذکر عدم الشی پر دلالت نہیں کرتا ہے اور یہہ کیا کہ فاطمہ کے تو فضائل مذکور ہوں اور اونکی کوئی فضیلت مذکور نہو **قال الشیخ الاشعری** لیکن آپکے سامنے تو بے نقل کام نہیں چلتا کیونکہ کمال تورع سے معقولات کے ذکر کو تو آپ حرام ہی جانتے ہونگے **اقول** نہ آپکے معقولات قابل سماعت ہیں نہ منقولات کہ جو کچھہ آپ لکھتے ہیں بیموقع اور بیمحل لکھتے ہیں اور اگر معقولات آپکے اپنے طور پر ہوں تو ہم اونکو البتہ تسلیم کرینگے لیکن آپکی جدلیات کو ہم نہ مانیں گے اور بطور معقول کے اپنا کونسا دعوے آپنی ثابت کیا ہے کہ جو ہمنے اوسکو حرام جانا ہے **قال الشیخ الاشعری** جناب باریتعالے سورہ نساء کے آخر میں ارشاد فرماتا ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ یعنے بہت رسول تو ایسے ہیں کہ اونکا قصہ و احوال ہمنے تجھسے بیان ہی نہیں کیا غرض اگر کسی کا ذکر نکرنا اوسکے

عدم کی دلیل ہو تو لازم آئے کہ سوا اوں رسولوں کے جنکا کلام اللہ میں مذکور ہے نعوذ باللہ اور کوئی رسول پیدا ہی نہوا ہو **اقول** اس مقدمہ کا قیاس اس آیت پر نہیں ہو سکتا یہہ قیاس قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ بعضے رسول ایسے ہیں کہ ہمنے کسی طرح سے اونکا ذکر نہیں کیا نہ اونکے نام و نشان کا نہ اونکی نبوتکا نہ اونکے اور قصونکا اور یہاں تو اوں صاحبزادیونکا ہر طرح سے ذکر ہے اونکے ایمان اور اسلام کا اور بیاہ اور نکاح کا اور زندگی اور موتکا اور سوا اسکے مگر اونکی فضیلت ہی کا کوئی ذکر نہیں ہے یہہ کیا کہ سب طرح کے تو اونکے ذکر ہوں اور باوجود دختر رسولخدا ہونیکے اونکی فضیلت کا کوئی ذکر نہو فاطمہ زہرا کو بھی اسطرح رکھا ہوتا اور اونکی کسی فضیلت کا ذکر نکیا ہوتا اور یہہ آیت تو خود دلالت کرتی ہے اوں رسولوں کے وجود پر کہ جنکا خدا تعالے نے ذکر نہیں کیا ہے اسواسطے کہ فرماتا ہے کہ ایسے رسول بھی ہیں کہ جنکا ہمنے ذکر نہیں کیا ہے اور اگر اس طرح سے خدا نفرماتا تو تمکو کہانسے معلوم ہوتا کہ اور بھی رسول ہیں کہ جنکا ذکر نہیں کیا ہے اور اوں صاحبزادیوں کی فضیلت پر کونسا امر دلالت کرتا ہے اس آیت کے مطابق کوئی ایسی روایت بیان کرو کہ جو دلالت کرتی ہو اس بات پر کہ حضرت نے فرمایا ہو کہ اونکے واسطے فضائل تو ہیں لیکن ہمنے اونکو ذکر نہیں کیا ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ اگر کسیکا ذکر نکرنا اوسکے عدم کی دلیل ہوا کرے تو لازم آئے کہ سوا اوں رسولونکے جنکا کلام اللہ میں مذکور ہے نعوذ باللہ منہ کوئی اور رسول پیدا ہی نہوا ہو کہانتک ہو میں کہ اس سے یہہ کب لازم آتا ہے خدا تعالے تو خود فرماتا ہے کہ اور رسول بھی ہیں لیکن ہمنے اونکا ذکر نہیں کیا ہے اور فضیلت پر اوں صاحبزادیوں کے کونسا امر دلالت کرتا ہے اسطرح سے کہ فضائل تو اونکے ہیں لیکن مذکور نہیں ہیں اسکا قیاس اوس پر کرنا بڑی نادانی ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا یہہ کچھہ لازم ہے کہ کسی بزرگ کی اولاد سب کے سب برابر ہوا کریں **اقول** یہہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ سب کی سب اولاد برابر نہیں ہوتی لیکن فاطمہ زہرا پیغمبر تھی یا امام تھی کہ اونکے اسقدر فضائل مذکور ہیں اور جسوقت کہ وہ معصومہ پیغمبر ہوئیں اور نہ امام ہوئیں تو پھر اونکی فضیلت کونسی ہے کہ وہ اوں صاحبزادیوں میں نہ تھی اور اولاد ہونیکی جہت سے تو سب برابر ہیں اور جیسے کہ فاطمہ زہرا مومنہ صالحہ تھی ایسے ہی وہ دونو صاحبزادیاں بھی مومنہ صالحہ تھیں پھر فاطمہ کو اونپر کس جہت سے فضیلت ہے پس معلوم ہوا کہ باعث فضیلت فاطمہ زہرا کا یہی ہے کہ وہ معصومہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور وہ دونو صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے نتھیں دیکھو اولاد علی کی کثرت سے تھی لیکن اونکی اوس اولاد کو جو کچھہ کہ فضیلت تھی کہ جو حضرت فاطمہ کے شکم سے تھی وہ فضیلت اوس اولاد کو نہ تھی کہ جو اونکی اور ازواج سے تھی اسی جہت سے کہ اولاد فاطمہ زہرا اولاد رسولخدا ہے اور دوسرے ازواج علی کی اولاد رسولخدا صلعم کی اولاد نہیں ہے ورنہ اولاد علی کی سب برابر ہے اور تعجب ہے کہ فاطمہ زہرا کو تو جناب رسولخدا صلعم فرمائیں کہ الفاطمۃ بضعۃ منی یعنے فاطمہ پارہ گوشت مجھسے ہے اور اوں صاحبزادیونکو کبھی نفرمایا کہ یہہ پارہ گوشت میرے ہیں اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکو بھی فرماتے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر اس باتکو مانیں تو مولویصاحب سنبھل کر مانیں پھر حضرت امام محمد باقر اور زید شہید کو جو اونکے بھائی تھے برابر کہنا پڑیگا **اقول** حضرت امام محمد باقر کو حضرت زید شہید پر اسواسطے فضیلت زیادہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام امام تھے اور زید شہید ہمارے نزدیک امام نتھے اور حضرت فاطمہ امام نہ تھیں کہ اونکو اونکی بہنوں پر فضیلت ہو **قال الشیخ الاشعری** یہہ تو مولویصاحب نے فرمایا ہوتا کہ اہلسنت حضرت زہرا اور حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کو برابر سمجھتے ہیں حاشا و کلا حضرت فاطمہ کو جو شرف ہے وہ اور کے لئے نہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء **اقول** جسوقت کہ حضرت فاطمہ زہرا کے فضائل اہلسنت کی کتابونمیں کثرت سے ہوں اور اوں صاحبزادیوں کی فضیلت مذکور نہو تو اہلسنت کیونکر برابر سمجھہ سکتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا کو جو شرف اونپر ہے وہ اسی جہت سے ہے کہ وہ معصومہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور وہ صاحبزادیاں نہ تھیں ورنہ حضرت زہرا کے بہتیرے فضائل کا کتابونمیں مذکور ہونا اور اونکی فضیلت کا ذکر نہونا اور کس سبب سے ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی یہہ جو مولویصاحب رقم فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم میں سے ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا یہہ مولویصاحب کے قوت حافظہ کی دلیل ہے آرے دروغ گو را حافظہ نباشد جناب من ابو العاص سے حضرت زینب کا نکاح ہوا تھا اور وہ دونو صاحبزادیاں جنکا نام آپنے لکھا ہے ابولہب کے دو بیٹوں سے منسوب ہوئیں تھیں اور حافظ ابن حجر کا نام کیوں بدنام کرتے ہیں خطا تو اپنی لگاتے ہیں اور اونکے ذمہ **اقول** جیسے کہ یہہ روایت ہے ایسے ہی وہ بھی ایک روایت میں آیا ہے کہ دو بیٹیاں سوا حضرت زہرا کے اور تھیں ایکا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور

دوسریکا نکاح ابولہب کے بیٹے سے ہوا چنانچہ تفسیر شاہ پر میں لکھا ہے اور سوا حضرت زہرا کے تین بیٹیاں نہیں لکھی ہیں بلکہ دو بیٹیاں لکھی ہیں اور عبارت تفسیر شاہ پر ہی کی تفسیر آیہ ہؤلاء بناتی میں یہ ہے، فلعل تزوج المسلمات من الکفار کان جائزا کما فی اوائل الاسلام تزوج رسول اللہ صلعم ابنتیہ من عتبہ وابی العاص بن الربیع عبد العزی وہما کافران پس شاید کہ نکاح کرنا مسلمان عورتونکا کافروں سے تھا جائز جیسا کہ اول اسلام میں نکاح کیا رسولخدا صلعم نے دو بیٹیوں اپنی کا عتبہ بن ابی لہب اور ابو العاص بن الربیع بن عبد العزی سے اور وہ دونو کافر تھے اور یہہ شیخ انکار کرتا ہے دو بیٹیوں کی روایت کا یعنے جو روایت کہ اسنے دیکھی ہے اوسی کو حق جانتا ہے اور جو کہ اسنے دیکھی نہیں اور اسکے عقاد کے مخالف ہے اوسکو صحیح نہیں جانتا اور یہہ نہیں جانتا کہ اس مقدمہ میں روایات مختلفہ بہت آئی ہیں اور جس روایت میں ذکر تین بیٹیونکا ہے سوا حضرت زہرا کے اوسمیں اسی طرح سے ہے کہ زینب کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور ام کلثوم اور رقیہ کا نکاح ابولہب کے دونو بیٹوں سے ہوا تھا اور جس روایت میں یہہ ہے کہ سوا حضرت زہرا کے دو صاحبزادیاں اور تھیں رقیہ اور ام کلثوم اوسمیں یہہ ہے کہ اون دونوں سے ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور دوسریکا نکاح ابولہب کے بیٹے سے **قال الشیخ الاشعری** اور یہہ جو مولویصاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ باوجود قوت اسلام کے وہ کافروں کے نکاح میں رہیں یہہ مولویصاحب کی جرأت ہے سبحان اللہ وہ حضرت رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں نہ تھیں تو حضرت خدیجہ کی بیٹیاں تو تھیں اور ہم جانیں کہ شیعہ بھی ام الاطہار حضرت خدیجۃ الکبرے کی اتنی تو پاسداری ضرور کرتے ہونگے کہ اونکی بیٹیونکو مسلمان تو سمجھتے ہونگے اور خیر کوئی سمجھے یا نسمجھے مولویصاحب تو اونکو مسلمان سمجھتے ہیں کیونکہ اگر وہ دونو کافر ہوتیں تو اسکے کہنے کی کیا حاجت تھی جسوقت کہ باوجود قوت اسلام کے کافروں کے نکاح میں رہیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے علاحدہ نکیا اگر عثمان کے نکاح میں آئیں تو کیا قباحت ہے عثمان تو خود مسلمان تھا حضرت صلعم کے روبرو اور اون کافروں سے بدرجہا بہتر تھا **اقول** جو کچھ مولویصاحب نے تحریر فرمایا ہے سب رہت اور درست ہے اور آئندہ جو کچھ یہہ شیخ لکھیگا ہم اوسکا جواب لکھینگے **قال الشیخ الاشعری** پھر کسی مسلمان کے خیال میں آسکتا ہے کہ باوجود قوت اسلام اور شوکت اہل اسلام کے رسول اللہ صلعم نے مسلمان عورت کو بھی چہ جائیکہ حضرت خدیجہ کی بیٹیاں کفار کی قید میں رہنے دیتے **اقول** تواریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ زمانہ بعثت میں وہ صاحبزادیاں کافروں کے تحت میں تھیں اور اوس زمانہ میں مسلمان بھی بہت آدمی ہوگئے تھے اور ایک صورت قوت کی حضرت کو بہم پہونچی تھی کہ حضرت عمر نے اسلام کو قبول کرلیا تھا اور اہلسنت لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے اسلام کو بہت قوت ہوگئی تھی جسوقت کہ اہلسنت کے علماء کہتے ہوں کہ اسلام کو قوت ہوگئی تھی تو اگر مولویصاحب نے بھی کہا ہے تو کیا گناہ کیا اگر قوت کاملہ نہوئی تھی تو من وجہ کچھ تو قوت ہوئی ہوگی پھر حضرت نے اونکو کافرون کے قبضہ سے کیوں نہیں نکالا اور حضرت امیر حمزہ جو بڑے زبردست تھے وہ حضرت کے ہمراہ تھے لکھا ہے کہ حضرت حمزہ شکار سے تشریف لائے اور سنا کہ لوگوں نے حضرت رسول پر بڑی زیادتی اور تعدی کی ہے یہہ سنکر ابوجہل کے بہدر کمانیں ماریں کہ سر کو اوسکے زخمی کردیا اور پھر ایمان لائے یہہ حال تھا حضرت کے ہمراہیونکا اوس زمانہ میں اور اگر سب کفار پر بسبب اونکے کثرت کے قابو نہ تھا تو اون دونو تینوں پر جو کہ اون صاحبزادیوں کے شوہر تھے اونسے تو بہرنہج غالب ہی تھے لیکن اونکے نکاح سے اونکو چھڑایا نہیں اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تو ہمیشہ سے موحد اور خدا پرست رہے ہیں اگر وہ صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو کبھی اونکو نہ دیتے اگرچہ حضرت خدیجۃ الکبرے کے شکم سے وہ تھیں لیکن نطفہ سے تو اور شخص کے تھیں کہ وہ بھی اسلام پہلے تھا اور مسلمان نہ تھا **قال الشیخ الاشعری** خداوند کریم تو ہر خاص و عام کو اسکی تاکید فرماتا ہے کہ مسلمان عورتونکو کفار کی قید سے چھڑاؤ یقین نہو تو سورۂ نساء کی یہہ آیت موجود ہے وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا یعنے خداوند کریم مسلمانونکو یوں ارشاد فرماتا ہے کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے جو تم خدا کی راہ میں قتال نہیں کرتے اور ضعیفوں کے چھڑانے کے لیے نہیں لڑتے یعنے واسطے ناتوانونکے مردوں سے اور عورتوں سے اور بچوں سے جو یوں کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس بستی سے نکال جسکے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کوئی ہمارا خبرگیراں اور مددگار بنادے سو ہذا شیعونکو بھی معلوم ہوگا کہ ان آیات کا نزول قبل فتح مکہ ہے اور فتح مکہ

سے پہلے ایسی شوکت اسلام نہ تھی اب ملک عرب میں جو چاہیں سو کرلیں سو اگر مولویصاحب کا یہہ مطلب ہے کہ اس آیت کے نزول تک وہ مکہ معظمہ میں تھیں تب تو اونکا کفار کے پنجہ میں رہنے کا قائل ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس پردہ میں طعن کرنا ہے اور اگر اس آیت کے نزول سے پہلے ہی وہ تشریف لائیں تھیں تو شوکت ہی آپکو کونسی تھی جو باوجود اوسکے آپنے اونکا کافروں کے نکاح میں رہنا گوارا کیا **اقول** یہہ آیت قبل فتح مکہ نازل ہوئی ہے لیکن اس آیت کو یہاں کیا تعلق ہے یہہ آیت تو اون لوگونکے حق میں نازل ہوئی ہے کہ جو چند آدمی مکہ معظمہ میں تھے اور ایمان لائے تھے اور کفار کے اونپر ظلم اور تعدی کرتے تھے اور آزار پہونچاتے تھے اور طرف مدینہ کے اونکو ہجرت نہیں کرنے دیتے تھے خدا تعالےٰ مومنین کو حکم کرتا ہے کہ تمکو کیا ہوگیا ہے کہ تم راہ خدا میں بیچارہ ضعیفونکے چھڑانیکے واسطے جہاد نہیں کرتے ہو اس سے کچھہ مقصود ہی نہیں ہے مولویصاحب کا تو بیان یہہ ہے کہ رسول خدا نے عثمان سے اون صاحبزادیونکا نکاح کیا تو کیا قباحت ہے پہلے اوس سے وہ کافروں کے نکاح میں رہی ہیں اور باوجود فوت اسلام کے رسول خدا صلعم نے اونکو اونکے نکاح سے چھڑایا نہیں کیا اون صاحبزادیوں کے شوہر بھی اونپر ظلم اور تعدی کرتے تھے کہ بموجب اس آیت کے اونکو اونکے ظلم سے رہائی دلوادیتے اسکا تو یہاں ذکر ہی نہیں ہے نہ اسکی کچھہ بحث ہے مقصود تو یہاں یہہ ہے کہ اونکے نکاح میں اونکو رہنے دیا اور چھڑایا نہیں اور کافرونکے پاس اونکے رہنے کو روا سمجھا عثمان کے بھی نکاح میں رہیں تو کیا ہے اور یہہ اس آیت میں کہاں ہے کہ تم مسلمان عورتونکو کافرونکے نکاح میں نہ رہنے دو خدا تعالےٰ تو اس طرح فرماتا ہے کہ عاجزوں غریبوں پر جو لفار ظلم کرتے ہیں اونکے ظلم سے اونکو چھڑاؤ جو آیت سند میں لاتا ہے ایسی ہی آیت ہوتی کہ جسکو بحث سے کچھہ تعلق نہیں ہے اب بتلاؤ رسولخدا پر طعن کیونکر ہوا اور فتح مکہ سے پہلے قوت اسلام کیونکر نہ تھی اور اگر قوت نہ تھی تو ہر جہاد میں کیسے فتحیاب ہوتے تھے اور جسقدر جہاد ہوئے تھے وہ فتح مکہ سے پہلے ہی تھے البتہ اسقدر فرق ہے کہ فتح مکہ کے بعد زیادہ قوت ہوگئی تھی اور جو کہ قوت کاملہ ہے وہ تو فتح مکہ کے بعد بھی نہ تھی بلکہ ابتک نہیں ہے مسلمانونمیں سب سے بڑی سلطنت روم کی ہے سو شاہ روم سے اکثر لڑائی رہتی ہے اور جسقدر فرنگستان ہے روس اور فرانسیس اور انگریز اور پرشیا وغیرہ کوئی بھی مسلمانوں سے مغلوب نہیں ہے اور مولویصاحب کی قلم سے جو قوت اسلام کا لفظ نکلا ہے تو اوس کی ہی بحث شروع کردی اور قوت اور عدم قوت کا ذکر کرتا چلا جاتا ہے اصل مطلب کو چھوڑ کر مولویصاحب کی مراد قوت سے یہہ نہیں ہے کہ جو مسلمانونکا دخل تمام دنیا میں ہوگیا ہو بلکہ اونکا مقصود تو قوت سے وہ قوت ہے کہ جو تم کہتے ہو کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے اسلام کو قوت ہوگئی تھی کسیطرح کی قوت ہو مولویصاحب کا مطلب ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر ہمسے پوچھیے تو حق یوں ہے کہ قبل بعثت نبوی کے دونو صاحبزادیونکا نکاح ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا تھا بعد بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جب ابولہب برسرپرخاش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو عداوت کے باعث اپنے بیٹوں سے کہہ کے آپکی صاحبزادیونکو طلاق دلوادی سو وہ دونو اول سنہ ہجرت ہی میں مدینہ منورہ آگئیں تھیں یہانتک کہ غزوۂ بدر میں جو پہلے ہی سال ہجرت میں واقع ہوا ایک صاحبزادی تو حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں اور اونہیں کی بیماری کے باعث حضرت عثمان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دی تھی مگر تاریخ دانی اور سہو بیانی مولویصاحب پر ختم ہے جو چاہیں فرماویں **اقول** اگر یہ حق آپکے نزدیک ہے تو اس سے آپکا مطلب ثابت نہوا بلکہ مولویصاحب کا مطلب ثابت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اونکو اون کافرونکے نکاح سے نہیں چھڑایا بلکہ ابولہب نے اپنے بیٹونکو کہکر طلاق دلوادی تھی ہوا کرے کہ مولویصاحب کا تو مطلب یہہ تھا کہ اگر وہ صاحبزادیاں حضرت عثمان کے نکاح میں رہیں تو کیا ہے کافرونکے نکاح میں بھی رہیں تھیں اور باوجود قوت اسلام کے حضرت نے اونکو کافرونکے نکاح سے نہیں چھڑوایا سو آپکے لکھنے سے بھی یہی ثابت ہوا کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اونکو کافرونکے نکاح سے نہیں چھڑوایا بلکہ ابولہب نے اونکے شوہروں سے طلاق دلوادی تھی اور آپنے رقیہ اور ام کلثوم کا حال لکھا اور حضرت زینب کے ذکر سے خاموشی اختیار کی کچھہ اونکی بھی خبر ہے وہ تو جنگ بدر میں بھی ابوالعاص کے نکاح میں موجود تھیں دیکھو تفسیرونکو اور تواریخ کی کتابونکو کہ لکھا ہے کہ جنگ بدر میں ستر آدمی کفار میں سے مسلمان قید کرکے رسولخدا صلعم کے پاس لائے تھے اور اون ستر میں ابوالعاص شوہر زینب بنت خدیجۃ الکبرےٰ بھی تھا زینب نے اوسکی رہائی کے واسطے زیور اپنا جو کچھہ خدیجۃ الکبرےٰ نے جہیز میں اوسکو دیا تھا رسولخدا صلعم کے پاس بھیجا حضرت نے وہ زیور دیکھا

آبدیدہ اور متالم ہوئے اور مومنین سے اوسکو بجل کرولکے زینب کے پاس واپس بھجوایا یہی مولویصاحب کہتے ہیں کہ وہ کہنا کے نکاح میں رہیں تھیں اور جناب رسولخدا صلعم نے اونکو اونکے نکاح سے مدت تک نہیں چھڑوایا اسمیں دروغ کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی حضرت عثمان کے باب میں جو کچھہ مولویصاحب نے لکھہ کر اپنی عاقبت خراب کی ہے اوسکا جواب ہمسے نہیں ہوسکتا **اقول** اگر عاقبت اپنی خراب کی ہے تو اہلسنت علماء نے کی ہے کہ جنہوں نے یہہ لکھا ہے مولویصاحب نے تو اونکے لکھنے سے لکھا ہے اپنی طرف سے نہیں لکھتے ہیں اور جواب اوسکا تم کیا دوگے کہ جو تمہارے علماء ہی نے یہہ کچھہ لکھا ہو **قال الشیخ الاشعری** ہم کسکو کہیں ہمیں حضرت علی اور حضرت عثمان دونو بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں بجز اسکے کہ یوں کہیں کہ مولویصاحب کو خدا سمجھے اور کیا کہیں **اقول** تمہارا کیا ہے تم تو شیر اور گیدڑ کو دونو کو برابر سمجھتے ہو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو اور ابوجہل کو برابر سمجھنے لگو تو ہمکو کیا اور یہہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمکو تو علی اور معاویہ اور عمر و عاص سب برابر ہیں معاویہ کو تم خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہی ہو چنانچہ صواعق محرقہ میں اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں لکھا ہے اور معاویہ وہ تھا کہ جسنے کہا تھا کہ میں عمر سے زیادہ مستحق خلافت کا ہوں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے بلکہ تم تو یزید کو مومن پاک جانتے ہو چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ وہ مومنین سے تھا لعن کرنی اوسپر جائز نہیں ہے اور ایسا ہی احیاء العلوم میں ہے اور یزید کی خلافت کو حق جانتے ہیں اس دلیل سے کہ خلیفہ حق معاویہ نے اپنی زندگی میں اوسکو خلیفہ کیا تھا اور عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ نے اوسکے ہاتھہ پر بیعت کی تھی اور تاریخ ابن خلکان میں امام غزالی کا قول لکھا ہے کہ یزید کیواسطے ہر نماز میں دعاے مغفرت پڑھنی چاہیئے کہ وہ مومن تھا اور ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں عمر سعد کو جو کہ کربلا کے معرکے میں حضرت امام حسین سے جنگ کرتا تھا اور آخر کو حضرت کو اوسنے قتل کیا مجتہد لکھا ہے اس جنگ میں کہ باعتبار رائے اور اجتہاد کے لڑتا تھا کم سے کم اوسکو ایک اجر تو ہوگا حسین سے لڑنیمیں اور شرح عقائد نسفی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ صحابہ نے متابعت یزید کی کی تھی اس لیئے وہ جب تھی حسین پر اور جمیع مسلمین پر اطاعت یزید کی اور امام غزالی تو کہتے ہیں کہ جو کوئی یزید پر لعنت کرے وہ لعنت اوس لعنت کرنیوالے ہی پر عائد ہوتی ہے اور ہمارا کام یہہ نہیں ہے کہ دشمنان اور قاتلان آل رسول کو بھی اچھا جانیں ہم تو اچھے کو اچھا جانتے ہیں اور برے کو برا جانتے ہیں اور تمہارے نزدیک تو بہت اچھا وہ ہی شخص ہے کہ جو اہلبیت سے عداوت رکھتا ہے تاریخ ابوالفداء میں لکھا ہے کہ معاویہ جمعہ کے خطبہ میں عثمان کے واسطے دعا خیر کرتا تھا اور علی بن ابیطالب کو گالیاں دیا کرتا تھا اور لکھا ہے کہ بنی امیہ کی پیروی سے اکتالیسویں سن سے ننانویں سن تک حضرت علی کو گالیاں دیتے رہے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ معاویہ نے سعد کو کہا کہ تو کسواسطے علی کو گالیاں نہیں دیتا ہے اوسنے عذر کیا اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک یہودی سے کہا کہ میرے دختر کے نکاح کا پیغام دے اوسنے پیغام دیا تو عمر نے کہا کہ تو کسواسطے پیغام دیتا ہے تو تو یہودی ہے یہودی نے کہا کہ تمہارے پیغمبر نے اپنی دختر کا نکاح علی ابن ابیطالب سے کیونکر کردیا عمر نے کہا کہ وائے تجھپر علی تو بزرگان دین میں سے تھا یہودی نے کہا کہ پھر تم علی پر لعنت کسواسطے کرتے ہو عمر نے لوگوں کی طرف منہ کرکے کہا کہ اسکا جواب دو پس جسوقت کہ عاجز ہوئے جواب دینے سے تو عمر نے حکم کیا کہ علی کے ترک کرنیکا اوس روز سے علی پر لعن کرنی موقوف ہوئی ہے اور ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا اور ایسا ہی استیعاب اور تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ میں لکھا ہے اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ جسوقت معاویہ نے امام حسن کے مرنیکی خبر سنی تو تکبیر کہی اور تمام اہل شام نے اوسکی متابعت سے تکبیر کہی یہہ حال ہے عداوت اہلبیت کا تسپر اہلسنت اونکو خلفاء حق اور امام صدق جانتے ہیں اور شیعوں نے کسیکو قتل نہیں کیا ہے اور نہ کسیکو گالیاں دیتے ہیں لیکن بعضے دشمنان اہلبیت کے واسطے جو دعا بد کرتے ہیں اونکو ایمان سے خارج جانتے ہیں اور قاتلان اور دشمنان ہندگان علی اور اولاد علی کو امام اور خلیفہ سمجھتے ہیں شیعہ کیونکر سبکو برابر جانیں اچھے اور برے کو سبکو **قال الشیخ الاشعری** اور یہہ جو ارشاد ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عثمان رضی اللہ عنہ نے بدعتیں کیں اسکا جواب تو جب لکھا جاتا جب اونکو لکھتے **اقول** عثمان کی بدعتیں اب لکھی جاتی ہیں اونکا جواب انصاف سے لکھنا چاہیئے اول یہہ کہ مال بیت المال کہ حق تمام مسلمانونکا تھا اور خمس کہ حق اہلبیت کا تھا اپنی اولاد اور قریبونکو اور دوستونکو دیتا تھا کہانے چاٹنے والوں نام اونکا عثمان غنی رکھا اپنے چاروں داماد ونکو چار لاکھہ دینار دیئے

اور مال افریقیہ سے مروان کو ایکلاکھ دینار دیئے اور بروایت کلبی اور شہر ستانی دو لاکھ دینار دیئے اور کہا کہ ابو بکر عمر اپنے اقارب کو دیتے تھے میں بھی اپنے اقارب کو دیتا ہوں اور واقدی نے روایت کی ہے کہ مال کثیر بصرہ سے آیا تھا سبکو اپنی اہل وعیال پر تقسیم کیا اور شتر بہت سے زکوۃ میں آئے تھے سبکو حارث بن حکم کو دیدیا اور حکم بن ابی العاص کو حاکم زکوۃ قضاعہ کا کیا تیس ہزار کا کہ وہ مال زکوۃ پہونچا تھا سب اوسکو دیدیا لوگوں نے عثمان کو طعن اور ملامت کرنا شروع کیا اور کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کہ کلید بردار بیت المال کا تھا کنجیونکو اوسنے مسجد میں پھینکدیا اور کہا کہ میں کلید بردار بیت المال کا نہیں ہوتا باوجود اس سلوک تمہارے کے کہ جو شخص کہ نکالدیا گیا رسولخدا کا تھا اوسکو تیلاکہہ دینا روا دیئے اور اسکے جواب میں یہہ جو کہتے ہیں کہ یہہ خرچ کرنا عثمان کا بیت المال میں سے نہ تھا بلکہ اپنے جو عمر کے زمانہ سے اوسکے مال چلا آتا تھا وہ ذاتی مال اپنا خرچ کرتا تھا یہہ جواب بالکل غلط ہے اور ایک بناوٹ ہے اپنی طرف سے اول تو یہہ کہ میاں عثمان خود اقرار کرتے ہیں کہ یہہ بیجا خرچ کرنا بیت المال میں سے تھا چنانچہ ابن قتیبہ نے کہ جسکو شاہ عبدالعزیز صاحب نے باب دویم تحفہ میں کہ جو باب مکائد ہے اہلسنت میں سے لکھا ہے کتاب السیاستہ والامامتہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص انصار میں سے کھڑا ہوا اور کہا کہ اے عثمان کیا ہے ان مدینہ والونکو کہ بخشش لیتے ہیں اور جہاد راہ خدا میں نہیں کرتے ہیں اور یہہ مال اوسکے واسطے نہیں ہے جو کہ جہاد کرے راہ خدا میں مگر وہ پیر وضعیف لوگ اصحاب محمد صلعم میں سے عثمان نے کہا کہ بخشش جاہتا ہوں میں خدا سے اور توبہ کرتا ہوں اور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور علی متقی نے کنز العمال میں اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ روایت کی ہے ابن سعد نے زہری سے کہا کہ جسوقت حاکم ہوا عثمان تو عتاب نکیا لوگوں نے اوسپر چھہ برس تک بلکہ وہ دوست رکھتا تھا قریش کا عمر سے اسواسطے کہ عمر اونپر سختی کرتا تھا اور عثمان جسوقت حاکم ہوا تو اونپر نرمی کرتا تھا اور چھہ برس اخیر میں اپنے اقارب اور سگوں کو عامل کیا شہرونکا اور دیا اونکو مال جسوقت کہ تاویل کرنیوالا تھا اسکی کہ میں صلہ رحمی کرنیوالا ہوں بموجب حکم خدا اوس مال سے اور کہا کہ ابو بکر اور عمر نے چھوڑا تھا اس مال کو جو کچھہ کہ اونکے واسطے تھا اور میں نے اوسکو لیکر اپنے قریبوں پر تقسیم کیا پس انکار کیا لوگوں نے اس امر کو عثمان پر فقط پس اقرار کیا عثمان نے کہ وہ مال بیت المال اپنے قریبوں پر تقسیم کرتا تھا صلہ رحمی کی تاویل کرکے کوئی پوچھے کہ صلہ رحمی اپنے مال میں سے ہوتی ہے یا غیروں کے مال میں سے اور تو ابو بکر اور عمر کے چھوڑے ہوئے مال میں سے صلہ رحمی کرنیوالا کون تھا وہ مال تو جمیع مومنین کا تھا اور بھلا یہہ بات عقل میں آتی ہے کہ حضرت عثمان کے پہلے اسقدر مال تھا کہ اوسمیں سے لاکھوں دینار اور درہم وہ لوگونکو دیتا تھا اگر پہلے سے اسقدر مال ہوتا تو عمر کی خلافت میں اس سے پہلے اسقدر خرچ بھی کرتا اوسوقت کون مانع تھا یہہ کیا کہ عمر کی خلافت میں جو کثرت سے غنیمت آتی تھی اوسکو اسقدر لاکھوں اور کروڑوں حصہ میں ملی اور اوسوقت تو اوسکو خرچ نکیا لیکن اپنی خلافت میں خرچ کیا اور اگر اوسکو اسقدر مال غنیمت میں سے حصہ میں آیا تو اونکو بھی حصہ میں اسیقدر ملا ہوگا لیکن کسیکو ایسا مالدار لاکھوں خرچ کرنیوالا سوائے عثمان کے نہیں سنتے اور اگر ہر ایک کے حصہ میں اسیقدر مال دیا ہو تو تمام دنیا کا خراج بھی کفایت نہیں کرتا اسواسطے کہ ہزاروں مومنین تھے اور جن لوگونکو حضرت عثمان دیتے تھے اونکے حصہ میں بھی تو اسیقدر مال آتا ہوگا پھر اونکو کیا حاجت تھی عثمان سے لینے کی کیسی کیسی تاویلیں پوچ اور بیجا کرتے ہیں خلیفہ صاحب کے بچانیمیں لیکن صاف نہیں کہتے کہ بیت المال کا مال اپنے قریبونکو اور یارونکو دیا مگر خطا ہوئی اور بعضے انکے جواب میں ہکے تنگ ہوتے ہیں اور کچھہ بن نہیں پڑتا ہے تو خلاف عقل کے واہی اور پوچ تاویل کرکے کہتے ہیں کہ عثمان کیمیا بنایا کرتے تھے اسواسطے اونکو ثروت ہوگئی تھی اوسمیں سے اپنے قریبونکو دیتے تھے بلکہ بیت المال کے مال کے بیجا خرچ کرنیکی رسولخدا صلعم نے خبر دی ہے چنانچہ مشکوۃ اور مصابیح میں مذکور ہے عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم واٴئمۃ بعدی یستاثرون بھذا المال الخ حاصل یہہ کہ ابی ذر سے روایت ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ کیا حال تمہارا ہوگا اوس اماموں کے ساتھہ کہ اختیار کرینگے بخودی خود اور چن لیوینگے واسطے اپنے اوس مال غنیمت کو کہ بدون جنگ کرنیکے حاصل ہوتا ہے اور سب مسلمان اوسمیں شریک ہوتے ہیں اور اسمیں یہہ بھی اشارہ ہے ابو ذر کی طرف کہ تو اوں اماموں کو پائیگا اور ابو ذر نے زمانہ عثمان میں وفات پائی ہے پس مراد اول اماموں سے تینوں خلفاء ہونگے نہ سلاطین بنی امیہ وغیرہ کہ بعد ونکے ہوئے ہیں اور ابن تیمیہ بڑا متعصب ہے باوجود انکار کرنے احادیث صحیحہ کے کہ جو حضرت علی کی شان میں ہیں ہکا انکا نکر سکا اور منہاج السنہ میں اقرار کیا کہ عثمان اپنے قریبونکو بیت المال میں سے جو کچھہ دیتا تھا وہ غیرونکو نہیں دیتا تھا اور ستعاب اور ازالۃ الخفا اور تاریخ الخلفاء وغیرہا

اکثر کتابونمیں عثمان کا اپنے قریبونکو بیت المال میں سے زیادہ دینا لکھا ہے اور خمس فریقیہ کا مروان کو دینا استیعاب میں مذکور ہے اور اس مضمون کے کچھ اشعار لکھے ہیں اور ملل نحل میں بھی لکھا ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے رجال مشکوۃ میں بیان کیا ہے اور کتاب المختصر فی اخبار البشر میں بھی یہہ لکھا ہے اور تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں لکھا ہے کہ عثمان نے مروان کو خمس افریقیہ دیا اور عائشہ نے اسپر بہت انکار کیا اور اسی جہت سے اوسکو نعثل اور کافر کہا اور اوسکے قتل پر لوگونکو حرص دلاتے تھے جو شخص کہ اسکا انکار کرتا ہے بڑا متعصب ہے اور دوسرا یہہ کہ فدک کہ جو حق فاطمہ زہرا کا تھا اور ابو بکر اور عمر نے وہ فاطمہ کو نہ دیا تھا عثمان نے مروان کو دیدیا چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری ذیل میں شرح احادیث فرض الخمس کی میں لکھا ہے اور سوا اوسکے اور کتابونمیں بھی موجود ہے اب کہاں گیا وہ عذر ابو بکر اور عمر کا فاطمہ سے کہ تجھکو یہہ فدک نہیں پہونچتا ہے تو حق جمیع فقراء مسلمین کا ہے اور تنہا مروان کس طرح سے اوسکا مالک ہوگیا اس امر میں عثمان نے خلاف کیا سیرت شیخین کے باوجودیکہ اقرار کیا تھا خلافت کے لینے میں سیرت شیخین پر عمل کرنیکا جسوقت کہ علی نے اوس سے انکار کیا تھا اور یہاں اونکی سیرت کے خلاف کیا اور حق یہہ ہے کہ فدک فاطمہ زہرا ہی کا تھا اور عذر کرنا ابو بکر اور عمر کا اوسکے نہ دینے میں بیجا تھا اور یہہ فدک حق سب مسلمانونکا ہوتا تو عثمان مروان تنہا کو ہرگز نہ دیتا خلاف رائے شیخین کے اور تیسرا یہہ کہ حکم پدر مروان کہ جسپر رسولخدا صلعم نے لعنت کی تھی اور مدینہ سے نکلوا دیا تھا کہ یہہ مخالفت کریگا کتاب خدا کی اور سنت پیغمبر کی اور ہر چند عثمان نے سفارش کی لیکن حضرت نے نہ مانا اور ابو بکر اور عمر نے بھی اوسکو نہیں آنے دیا تھا عثمان نے اوسکو اپنی خلافت میں مدینہ میں طلب کرلیا برخلاف مرضی رسولخدا کے اور اوسکے بیٹے مروان کو دولت سے مالامال کردیا اور حکم منافق تھا اور حضرت کے رفتار کی اور حضرت کے چلنے کی نقل کیا کرتا تھا اور کفار کو مسلمانوں کی خبریں پہونچایا کرتا تھا یہہ مضمون تھوڑے تھوڑے فرق سے تذکرہ سبط ابن جوزی میں اور ملل اور نحل میں اور تاریخ خمیس میں اور سیرت حلبی میں اور رجال مشکوۃ میں ترجمہ مروان میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لکھا ہے اور کل تواریخ میں یہہ مضمون مرقوم ہے عثمان نے اوسکے طلب کرنیمیں سراسر مخالفت رسولخدا صلعم کی اور ابو بکر اور عمر کی کی اور حضرت علی و طلحہ اور زبیر اور سعد قاص اور عبد الرحمان اور عمار یاسر وغیرہ صحابہ اور عائشہ نے ہر چند عثمان کو اس حرکت پر ملامت کیا کچھہ فائدہ نہوا اگر قرابت کی جہت سے بلایا تو قرابت کو کیا دخل ہے جسوقت کہ رسولخدا صلعم نے منع کیا ہو اور نکالدیا ہو اور لعنت کی اور کافر کی دوستی کا حکم کب ہے چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ یعنے نہ پائیگا تو کسی قوم کو کہ ایمان لاتے ہیں وہ ساتھہ خدا کے اور دن آخرت کے کہ دوست رکھیں وہ اوس شخص کو کہ مخالفت کرے خدا کی اور پیغمبر اوسکے کی اگرچہ ہوئیں وہ باپ اونکے یا بیٹے اونکے یا بھائی اونکے یا کنبہ کے لوگ اونکے اور اس آیت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کو ایمان خدا اور دن آخرت پر نتھا کہ جو ایسے لوگونکو دوست رکھتے تھے کہ جو مخالفت کریں خدا اور رسول کی اور دوستی منافقین کی علامت نفاق کی ہے چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یعنے منافق مرد اور منافق عورتیں بعضے اونمیں کے دوست بعضے کے ہیں اور حکم وہ شخص ہے کہ جسکو حضرت عائشہ نے بھی لعنت کی ہے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور بعد نقل شعر حسان کے ہجو میں عبد الرحمان بن الحکم کے کہا کہ لیکن قول حسان کا کہ ان اللعین ابوک یہہ ہو سطے ہے کہ عائشہ سے روایت کی گئی ہے کہ کہا عائشہ نے مروان کو اپنے بھائی عبد الرحمان کی مذمت سنکر کہ تحقیق رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے لعنت کی ہے تیرے باپکو جسوقت کہ تو اوسکی صلب میں تھا اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ سب آدمیوں سے زیادہ دشمن اہلبیت کا مروان بن الحکم تھا اور یہہ وہ شخص ہے کہ پوشیدہ کیا اوسنے اوس حدیث کو کہ تصحیح کی اوسکی حاکم نے عبد الرحمان بن عوف سے اور وہ یہہ ہے کہ کسیکے لڑکا پیدا ہوتا تھا تو وہ رسولخدا صلعم کے پاس اوسکو لایا کرتا تھا اور حضرت اوسکے واسطے دعا کرتے تھے مروان بن الحکم پیدا ہوا تو اوسکو بھی حضرت کے پاس لائے حضرت نے اوسکے حق میں فرمایا کہ مینڈک بیٹا مینڈک کا یا گھرگٹ بیٹا گھرگٹ کا اور ملعون بیٹا ملعون کا ایسے شخص دشمن رسولخدا کو کہ جسپر رسولخدا نے لعنت کی ہو اوس سے عثمان دوستی رکھے اور بلائے معلوم ہوا کہ اہلسنت جو اہلبیت کے دشمنونکو دوست رکھتے ہیں اسکا سبب یہی ہے کہ عثمان رسولخدا کے دشمن کو دوست رکھتا تھا اور شیخ عبد الحق دہلوی نے رجال مشکوۃ میں ترجمہ مروان میں لکھا ہے کہ حکم پدر مروان کی اسلام میں طعن کیا گیا ہے اور اوسنے اسلام کو بروز فتح مکہ ظاہر کیا تھا

اور پیچھے رسولخدا صلعم کے چلتا تھا تو آنکھ سے سین مارتا تھا اور ناک چڑھاتا تھا یہہ حال تھا اوسکا رسولخدا صلعم کی نسبت اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے اور خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ حکم کو اور اوسکے بیٹے کو رسولخدا صلعم نے طرف طائف کے نکالدیا تھا جسوقت رسولخدا صلعم نے وفات پائی تو عثمان نے ابوبکر سے کہا کہ اوسکو بلالوں اسواسطے کہ وہ اوسکا چچا تھا ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ جو کچھہ رسولخدا صلعم نے کیا ہے میں اوسکے خلاف ہرگز نکرونگا کبھی اور جب ابوبکر نے وفات پائی اور عمر خلیفہ ہوئے تو اونسے جاکر کہا کہ حکم کے یہاں آنیکا حکم ہوجائے عمر نے کہا کہ اے عثمان تجھکو حیا نہیں ہے رسولخدا صلعم سے اور ابوبکر سے کہ تو دشمن خدا اور دشمن رسول کو بلاتا ہے مدینہ میں ہم سے خدا کی ایسا کبھی نہوگا اور جب عمر نے بھی وفات پائی اور عثمان حاکم ہوئے تو اونہوں نے حکم کو اوسی روز مدینہ میں طلب کرلیا اور اپنا مصاحب اوسکو بنایا اور مال عظیم اوسکو دیا اور مرتبہ اوسکا بلند کیا اور مسلمانوں نے اس سبب سے عثمان پر انکار کیا اور اوسکو ملامت کیا اور یہہ پہلا انکار تھا مسلمانونکا عثمان پر اور کہا مسلمانوں نے کہ تو نے دشمن خدا اور رسولخدا کو بلالیا اور خدا اور رسول کی تو نے مخالفت کی کہا کہ رسولخدا صلعم نے مجھسے وعدہ کیا تھا اوسکے پھر بلانیکا ایک جماعت نے عثمان کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑدی اس سبب سے اور بعد اسکے حکم مرگیا عثمان کی خلافت میں عثمان نے اوسپر نماز پڑھی اور اوسکے جنازہ کے پیچھے دفن کے واسطے جاتا تھا مسلمانوں نے اوسکو خلافت سے معزول کیا اور قتل کیا اوسکو اور اوسکے بیٹے مروان کو عثمان نے خمس افریقیہ کے غنیمت کا دیا پانچ لاکھہ دینار اور جسوقت عائشہ کو خبر ہوئی تو عثمان کے پاس آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ تجھکو اوس منافق کا بلالینا کافی نہوا یہانتک کہ دیتا ہے تو اوسکو مال مسلمانوں کے اور نماز پڑھتا ہے تو اوسکے جنازہ پر اور اوسکے جنازہ کے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور اسی سبب سے عائشہ نے کہا کہ اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر یعنے قتل کرو اس لمبی داڑھی والے کو قتل کرے اوسکو خدا پس تحقیق کہ کفر کیا اوسنے مروان نے سنا تو عائشہ کے پاس جاکر عائشہ پر عتاب کیا عائشہ نے کہا کہ نکل یہاں سے اے فرزند گربہ چشم عورت کے میں گواہی دیتی ہوں رسولخدا صلعم پر کہ اونہوں نے تیرے باپ پر لعنت کی ہے اور تو اوسوقت اوسکی صلب میں تھا اس روایت میں سب مطلب آگیا اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ عثمان نے حکم کو قرابت کی جہت سے بلایا تھا نہ کسی اور وجہ سے اور سب اسکے اور وجوہ جو بیان کرتے ہیں سب باطل ہیں کبھی کہتے ہیں کہ حضرت نے حکم کو منافقین کی دوستی اور فتنہ انگیزی کی جہت سے درمیان مسلمانونکے نکالا تھا اور بعد آنحضرت کے اور ابوبکر کے یہہ امور باقی نرہے تو عثمان نے اپنی خلافت میں اوسکو بلالیا یہہ دعوی ہی اونکا غلط ہے اسواسطے کہ اوسکو تو حضرت نے اس جہت سے نکالا تھا کہ وہ حضرت کی رفتار کی نقل کرتا تھا اور راز حضرت کا کفار کے روبرو ظاہر کرتا تھا یافع نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حکم نے حضرت کے راز کے ظاہر کرنیمیں دلیری کی اسواسطے حضرت نے اوسکو مدینہ سے باہر نکلوادیا اور ایسے ہی افدی لکھتا ہے اور بعضے جواب میں کہتے ہیں کہ عثمان نے رسولخدا صلعم سے مرض الموت میں حکم کے بلالینے کا اذن لیا تھا کہتا ہوں میں کہ اگر حضرت نے اذن دیدیا تھا تو حضرت کے روبرو ہی کیوں نہ بلوالیا تاکہ زحمت پوچھنے کی ابوبکر اور عمر سے اونکی خلافت میں نہ پڑتی یہہ ایسا ہے جیسے کہ فاطمہ نے باغ فدک کا کیا اور خلیفہ اول نے کہا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیا کے وارثوں کو نہیں پہونچتا ایسا ہی عثمان نے دعوے اذن کا کیا کہ حسکو کوئی نہیں جانتا ہے یہانتک کہ ابوبکر اور عمر نے بھی عثمان کے کہنے کو نہ مانا اور اگر اذن حضرت نے دیدیا تھا تو ابوبکر اور عمر سے کیوں نکہا کہ مجھکو حضرت اذن دیدیا ہے حضرت اذن دیتے تو عثمان اونسے ظاہر کرتے بلکہ یہہ ایک بات عثمان کے مریدونکی بنائی ہوئی ہے بیچارہ عثمان نے کیوں کہا تھا کہ مجھکو اذن دیدیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر سے عثمان نے اذن دینے کا ذکر کیا تھا لیکن اونہوں نے کہا کہ شاہد دوسرا بھلا یہاں مدعی کون تھا کہ جسکے واسطے دو شاہد درکار ہوں اور اگر یہہ امر ثابت ہو تو اسکے کیا معنے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر اوسکے آنیکے واسطے روادار ہوئے کہ ہنوز فتنہ و فساد کا اوسکے آنے سے احتمال باقی تھا اگر فتنہ ہی کا احتمال تھا تو عثمان کے قول کو سماعت آنے کے دوسرا گواہ کیوں طلب کیا ہی کہا ہوتا کہ ابھی احتمال فتنہ کا اوسکے آنے سے ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت صلعم نے عثمان سے کہا تھا کہ تو اپنی خلافت میں اوسکو بلالینا اگر حضرت نے ایسا فرمایا تھا تو عثمان نے بڑی خیانت کی کہ شیخین کو اوسکے بلانیکی اجازت چاہی حضرت نے تو اذن کو مقید کردیا تھا کہ تو اپنے زمانہ میں بلانا بلکہ سیرہ حلبی میں لکھا ہے کہ ابوبکر اور عمر تو اجازت چاہنے پر عثمان کو بہت ملامت کرتے تھے اور پہلے اس سے سبط ابن جوزی کی روایت میں گزر گیا ہے کہ مسلمانوں نے عثمان کو کہا کہ تو نے دشمن خدا اور رسول کو بلالیا تو عثمان نے عذر کیا کہ مجھسے جناب رسولخدا صلعم نے وعدہ کیا تھا اوسکے بلانیکا مسلمانوں نے اوسوقت عثمان کو بہت ملامت کیا اور یہہ بھی بعضے کہتے ہیں کہ حکم آخر عمر میں نفاق سے توبہ کرکے مومن ہوگیا تھا یہہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ پہلے اسسے سبط ابن جوزی کی روایت میں گزر گیا ہے کہ حکم کے

جنازہ پر نماز پڑہنے سے مسلمانوں نے عثمان کو بہت ملامت کیا اور عائشہ نے کہا کہ اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر اور حسب روایت میں یہہ ہے کہ عثمان نے مرض الموت میں رسولخدا صلعم سے سرگوشی کی اوسمیں حکم کے اذن دینے کا ذکر نہیں ہے کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ اوس سرگوشی میں اذن لے لیا ہو لیکن احتمال سے کیا کام نکلتا ہے صاف اذن اہلسنت کی روایتوں سے بھی ثابت نہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت نے وعدہ اذن کا فرمایا تھا لیکن اذن نہیں دیا تھا طرح طرح سے عثمان کے بدعت دفع کرنیمیں جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں اور چوتھے یہہ کہ منا میں چار کی دو رکعت نماز پڑہنی چاہئیں نماز قصر کی مدینہ سے آنیوالونکو جو کہ ایام حج میں وہاں آتے ہیں اور جناب رسولخدا صلعم اور ابوبکر اور عمر نے بھی وہاں دو ہی پڑھی ہیں لیکن حضرت عثمان نے برخلاف شرع کے پوری چار ہی پڑہیں اور شفای قاضی عیاض میں ابن عمر سے روایت ہے کہ صلوۃ السفر رکعتان من خالف السنۃ فقد کفر یعنے نماز سفر کی دو رکعت ہیں جو کوئی مخالفت کرے طریقۂ رسولخدا کو پس تحقیق کافر ہوا وہ اور صحابہ نے اس حرکت پر عثمان کو ملامت کیا اوسکے جواب میں جو کہتے ہیں کہ عثمان مقیم ہو گئے تھے اور مکہ میں اونہوں نے نکاح کر لیا تھا وہاں خانہ دار ہو گئے تھے اور مسافر نہ رہے تھے یہہ جواب نہایت واہی اور پوچ ہے سو سطے کہ مکہ میں اقامت کرنی مہاجر کو تین روز سے زیادہ حرام ہے اور یا یہہ کہو کہ عثمان مہاجرین میں سے نہ تھا اور شرف ہجرت سے اوسکو خارج کرو اور یا کہو کہ تین روز سے زیادہ جو اقامت کی عثمان نے تو فعل حرام عمل میں لایا اور مکہ میں اپنی اہل کے چھوڑنیکا بھی عذر مسموع نہیں ہے جناب رسولخدا صلعم اپنی ازواج کو سفر میں ہمراہ رکھتے تھے تو نماز کو قصر کرتے تھے اور اگر مکہ میں عثمان کی اہل تھی تو چاہیئے تھا کہ اپنی اہل کو ہمراہ رکھتے تاکہ مخالفت سنت رسولخدا کی لازم نہ آتی چنانچہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ عثمان نے عذر اپنے تابل کا مکہ میں کیا تو عبدالرحمان نے جو کہ بانی خلافت عثمان کا ہے یہی جواب عثمان کو دیکر ساکت کیا کہ تو نے اپنی اہل کو ہمراہ اپنے کیوں نرکھا کہ مخالفت سنت رسولخدا کی لازم نہ آتی جب عثمان لاجواب ہوئے تو کہا کہ میری رائے میں ایسا ہی آیا تھا اور علمای اہلسنت عثمان کی عیب پوشی میں سوائے اسکے اور بھی تاویلیں کرتے ہیں کہ قابل سماعت نہیں ہیں اور پانچویں یہہ کہ اصحاب رسولخدا صلعم کو تکلیفیں اور آزار پہونچائے کسیکو مارا اور کسیکو شہر سے نکالدیا ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ اتفاق اہلسنت کا جمیع صحابہ کی عدالت پر ہے اور سند میں اسکے بہت سی آیات قرآن لکھی ہیں اور بعد اسکے لکھا ہے کہ اذا رایت الرجل ینقص احدا من اصحاب رسول اللہ فاعلم انہ زندیق یعنے جسوقت دیکھے تو کسی مرد کو کہ نقصان بیان کرتا ہے اور عیب لگاتا ہے کسیکو اصحاب رسولخدا میں سے تو جان تو کہ وہ بدمذہب ہے پس عثمان نے جو بیعزتی کی انکی موجب اس قول اہلسنت کے علمار کے زندیق ٹھیرا بلکہ کافر چنانچہ مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ من اغاظ الصحابۃ فہو کافر یعنے جو شخص کہ غصہ میں لائے اصحاب کو وہ کافر ہے اور عثمان اونکو غصہ میں لایا تھا اور یا یہہ کہو کہ جو لوگ اصحاب رسولخدا میں سے عثمان کو عیب لگاتے تھے اور ملامت کرتے تھے اوسکو اوسکی حرکتوں پر وہ زندیق ہوئے اور عثمان نے اون لوگونکو نصیحت کرنے پر زدوکوب کیا اور مارا اور ابن مسعود کو قرآن کے نہ دینے پر مارا کہ عثمان چاہتا تھا کہ اوسکا جمع کیا ہوا قرآن اوس سے لیکر آگ میں جلادوں اور صاحب تحفہ نے تحفہ کے باب مطاعن میں صحابہ کے آٹھویں طعن میں آیہ اِنَّ مَكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ الخ اور آیہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ الخ سے حجت پکڑی ہے کہ اصحاب فعل شنیع اور فسوق و عصیان نہیں کر سکتے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ جو عثمان کی مذمت کرتے تھے اور خلافت سے اوسکو معزول کرتے تھے اور اوسکے حرکات خلاف شرع سے منع کرتے تھے اگر یہہ امور فعل شنیع ہوتے تو اصحاب ایسا نکرتے سو سطے کہ فعل شنیع کا اون سے صادر ہونا بموجب تحریر صاحب تحفہ ممکن نہیں ہے پھر عثمان نے اونکو کسواسطے مارا کہ اونکی گفتگو نسبت عثمان کے افعال شنیعہ اور عصیان میں سے منتہی اور عثمان نے جو زدوکوب کی صحابہ جلیل القدر کو تو صاحب تحفہ اوسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ وہ بمصفیہ منافقین کے اور اصحاب شر اور فتنہ کے تھے اور جو کہنہ عثمان سے اونکو پہونچا اہانت اور تحقیر اونکو مستحق اوسکا جانا رے یار و یہہ کیسی بیہودہ گفتگو ہے ایسے نامی آدمی کی کہ ایک مقام میں تو لکھا کہ صحابہ سے صادر ہونا عصیان کا ممکن نہیں اور دوسری جگہہ لکھا کہ وہ بمصفیہ منافقین اور اصحاب شر اور فتنہ تھے آور موافق روایت صاحب اصابہ کے جو پہلے گزری ہے کہ جو کوئی انتقاص صحابہ کا کرے وہ زندیق ہے تو اس روایت سے صاحب تحفہ بھی زندیقوں میں محسوب ہوئے کہ اونہوں نے صحابہ کو جنکو کہ عثمان نے زدوکوب کی تھی بمصفیہ منافقین اور اصحاب شر و فتنہ لکھا ہے عجیب و غریب ہے حال علمای اہلسنت کا کہ کبھی تو صحابہ کو آسمان پر پہونچاتے ہیں اور کبھی تحت الثری میں ڈالتے ہیں اور باوجود اس ڈھول اور دھپتے کے اور زدوکوب باہمی کے کہتے ہیں کہ کلہم الصحابۃ عدول اور کہتے ہیں کہ فرمایا حضرت نے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور خود ہی اونکی مذمت میں جو چاہتے ہیں سو لکھتے

ہیں ایک جگہہ مولوی عبد العزیز صاحب باب مطاعن میں لکھتے ہیں کہ صحابہ سے فسوق و عصیان صادر نہیں ہو سکتا اور دوسری جگہہ باب مطاعن ہی میں مطاعن
عثمان میں لکھتے ہیں کہ نزد اہلسنت عصمت خاصہ انبیا ہست صحابہ لمعصوم نمیدانند و لہذا حضرت امیر و شیخین بعضے از صحابہ را حد زدہ اند و خود جناب پیغمبر
مسطح را کہ از اہل بدر بود و حسان بن ثابت را زیر حد قذف گرفتہ اند و بعد سکے لکھتے ہیں کہ و ماعز اسلمی را رجم فرمودہ اند و بسیارے را تعزیر و حد شرب خمر جاری فرمودہ اند
او پھر لکھتے ہیں کہ الصحابۃ کلہم عدول معلوم نہیں کہ یہہ کیسی عدالت تھی کہ جسمیں سنگسار ہوتے تھے اور حدیں اونپر جاری ہوتی تھیں اور شرابیں پیتے تھے
اور زنا کرتے تھے اور زن عفیفہ کو تہمت زنا کی لگاتے تھے اور پھر عادل کے عادل باقی رہتے تھے و العجب تو یہہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کی زوجہ کو تہمت لگائیں
اور پھر عادل بھی باقی رہیں اور بعضے تقیہ پر طعن کر کے لکھتے ہیں کہ عثمان نے اونکو سوا سطے زدو کوب کیا کہ انہوں نے تقیہ نکیا عثمان سے اور بے ادبانہ گفتگو کی
تو ترک تقیہ پر اونکو مارا بھلا اوسوقت تقیہ کا کون محل تھا اوس زمانہ میں تو سب ایک ڈہنگ پر تھے اور عثمان کا مذہب مخالف اہل اسلام کے نتھا اور امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر واجب ہے، تو سوا سطے اونہوں نے حرکات ناشایستہ سے کہ جو موافق مذہب اہلسنت کے وہ حرکات بد تھیں اونکو منع کیا تھا اسپر اونسے اونکو آزار ہو پہنچا ہے
پہلے اگر اونکو معلوم ہوتا کہ عثمان خدا اور رسولخدا سے برگشتہ ہو کر کافر ہو گیا ہے اگر اسکو ہم موافق شرع محمدی کے نصیحت کرینگے تو یہہ ہمکو اذیت پہونچائیگا تو اس صورت
میں البتہ اونکو تقیہ کرنا چاہیئے تھا لیکن ایسا معلوم ہی نتھا بلکہ عثمان کو مسلمان سمجھکر نصیحت کی تھی پھر کیونکر تقیہ کرتے اور چھٹے یہہ کہ مصاحف مقدسہ کو آگ میں
جلایا اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے جاری کرنیکے واسطے اور پاس حرمت کلام خدا کا نکیا اور یہہ جو کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود اور ابی ابن کعب نے ادعیہ قنوت
اور عبارات تفسیر قرآنوں میں درج کر دی تھی یہہ قول بالکل غلط ہے بلکہ رسولخدا صلعم نے حکم دیا تھا قرآن کے پڑہنے کا موافق قرأت ابن مسعود کے اور ابی
ابن کعب کے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ پڑھو تم قرآن کو چار آدمیوں سے لیکر اور سب سے پہلے ابن ام عبد کا نام لیا اور دوسری
روایت میں ابن ام عبد اور معاذ بن جبل اور ابی ابن کعب اور سالم مولے ابو حذیفہ ہے کہ انسے قرآن لو اور بعضے کہتے ہیں کہ اونمیں آیات منسوخہ تھیں اسواسطے
جلایا میں کہتا ہوں کہ اب بھی تو آیات منسوخہ قرآن میں موجود ہیں اگر اس وجہ سے جلاتے تو انکا ہیکو باقی رکھتے یہہ عذر بھی نامعقول ہے اور کبھی کہتے
ہیں کہ اگر وہ قرآن بھی جاری رہتے تو امت میں اختلاف ہو جاتا میں کہتا ہوں کہ ایک قرآن ابن مسعود کا یا ابی ابن کعب کا جاری کیا ہوتا جنکی قرأت کا
جناب رسولخدا نے حکم دیا تھا پھر ایک قرآن ناقص جمع کر کے کاہے کو جاری کیا اور سوا اسکے یہہ ہے کہ اہلسنت کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن
سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے کہ سب وافی اور کافی ہیں اور یہہ اختلاف اونکے نزدیک مباح ہے یہہ وجہ عذر بھی اختلاف کے خوف کے نامعقول ہے
اور ابن مسعود اپنے قرآن کے دینے سے جو انکار کرتا تھا تو اوسکو ایسا مارا کہ اوسکی پسلی ٹوٹ گئی اور اوسکو شہر سے باہر بھی نکالدیا بڑے ظلم کئے ہیں
عثمان نے اور سوا اسکے بہت سی بدعتیں عثمان نے کیں ہیں نماز عید سے پہلے خطبہ کا پڑھنا ایجاد کیا اور نماز جمعہ میں ایک اذان سے زیادہ دوسری اذان
ایجاد کی جیسا کہ تاریخ الخلفا میں ہے اور تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ عائشہ انکار کرتی تھی عثمان پر بہ سبب اون لوگوں کے کہ جو اوسپر انکار
کرتے تھے اور جناب رسولخدا صلعم کے بال اور کرتہ نکال کر دکھلاتے تھے اور عثمان سے کہتے تھے کہ دیکھو یہہ پرانے نہیں ہوئے اور دین اونکا تو نے
پرانا کر دیا اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ عثمان نے عمار کو مارا اس سبب سے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم جمع ہوئے اور پچاس آدمی اونمیں مہاجرین و انصار میں
تھے اونہوں نے احداث یعنی بدعتیں عثمان کی لکھکر عمار کو دیں اور کہا کہ عثمان کے پاس یہہ کاغذ لیجا تاکہ اسکو پڑہ کر اپنی حرکتوں سے باز آئے اور کرنا نہ آئیگا
تو اوسکو خلافت سے معزول کر کے کسی اور کو خلیفہ کرینگے عمار نے وہ کاغذ عثمان کو دیا اور کہا کہ یہہ کاغذ رسولنی اصحاب رسول صلعم کے ہمنے تجھپر اور خوف
کہ میں تجھکو نصیحت کرنیوالا ہوں یہہ سنکر عمار کو بہت مارا اور اپنے غلاموں سے پٹوایا کہ عمار غش کھا کر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے اور
نماز حالت غش میں اونکی فوت ہو گئی اور جلال الدین سیوطی نے بھی رسالہ تاریخ النظام میں لکھا ہے کہ اصحاب رسولخدا صلعم نے معاتب عثمان ہوئے کہ عمار کا تازیانہ سے
یہہ ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ بدعتیں عثمان کی کسقدر ہونگی جو اصحاب رسولخدا صلعم نے لکھا بھیجی ہیں قال الشیخ الاشعری معنی الآیۃ و عد اللہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات
آیتونکے ترجمہ میں بزرگی صحابہ ثلثہ بالخصوص اور باقی صحابہ بالعموم مذکور ہوئی ہے اسلئے اس کو نشر یہ کتمہ کیر میں بیان کیا قول و آیت یہہ وعد اللہ الذین
آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم و لیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم و لیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذلک فاولئک ہم
یعنے وعدہ کیا ہے خدا نے اون لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور کام کئے ہیں اونہوں نے اچھے البتہ جانشین کریگا اونکو زمین میں جیسے کہ جانشین کیا تھا اون لوگوں کو پہلے

اون سے تھے یعنی بنی اسرائیل اور البتہ متمکن کریگا وسطے اون مومنوں کے دین اونکا کہ پسند کیا ہے وسطے اونکے اور البتہ بدل دیگا اونکو بعد ڈرنے اونکے سے امن کو کہ عبادت کرینگے وہ میری نہ شریک کرینگے ساتھ میرے کسی چیز کو اور جو کوئی کفر کرے بعد اس وعدہ کے پس یہہ لوگ وہی ہیں حکم خدا باہر ہونیوالے انتہی اس آیت سے بزرگی اصحاب ثلثہ کی بالخصوص ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی اور سطے کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ ولیمکنن لہم پس مراد تمکین سے تمکین فی الجملہ ہے یا تمکین سے مراد تمکین کامل ہے کہ جو تمام روئے زمین پر غلبہ ہوگیا ہو اگر تمکین فی الجملہ مراد ہے کہ بعضی جگہہ غلبہ ہوا ہو اور بعضی جگہہ نہوا ہو تو رسولخدا صلعم کے زمانہ میں حاصل ہوگیا تھا خلفاء ثلثہ کے زمانہ کی اور اونکے مابعد کے زمانہ کی احتیاج نہوئی اور تفسیر بیضاوی میں آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت کے زمانہ میں غلبہ ہوگیا تھا اور مراد استخلاف سے معنی نبوی ہیں یعنے جانشین کریگا تمکو جیسے کہ جانشین کیا تھا پہلے لوگونکو یعنے بنی اسرائیل کو بعد ہلاک کرنے جبابرہ کے اور منکم کے لفظ میں من بیانیہ ہے چنانچہ کشاف اور بیضاوی میں لکھا ہے اور مراد اوس سے جمیع مومنین ہیں اور اگر مراد تمکین سے تمکین کامل ہے کہ تمام روئے زمین پر غلبہ ہو سو وہ آج تک مسلمانوں کو نصیب نہیں ہے اور تمکین کامل نہوگی مگر زمانہ میں حضرت صاحب الزمان علیہ السلام اور حق یہہ ہے کہ مراد اون لوگوں سے اس آیت میں حضرت صاحب الزمان اور اونکے مقلدین ہیں اور مراد تمکین سے تمکین کامل ہے کہ اوسکے زمانہ میں ہوگی اور سوا اسکے اور وجوہ بھی سننی چاہئیں کہ بعد نبی لا یشرکون بی شیئا کے کہنے سے زمانہ رسولخدا صلعم کا اور زمانہ خلفاء ثلثہ کا دونو نکل گئے سو اسطے کہ اونکے زمانہ میں شرک موقوف نہوا تھا اکثر بلاد میں شرک تھا چنانچہ ابتک شرک موجود ہے پس زمانہ حضرت صاحب الزمان کا ہے جسمیں بالکل شرک نہوگا اور خدا تعالے فرماتا ہے کہ بدل دینگے ہم خوف سے امن کو خوف بھی سب جگہہ سے موقوف نہوا تھا اور اگر بعضی جگہہ کا خوف اور شرک مراد ہو تو یہہ ہو نہیں سکتا سو اسطے کہ یہہ سورہ مدنی ہے اور جسوقت یہہ آیت نازل ہوئی تھی تو مدینہ منورہ میں اوسوقت نہ خوف باقی رہا تھا اور نہ شرک تھا اور اگر کوئی کافر بھی تھا تو وہ مغلوب و مدبا ہوا تھا پھر وعدہ کرنے سے کیا فائدہ کہ بعضی جگہہ تو اوسوقت بھی خوف اور شرک نتھا اور بعضی جگہہ شرک ہوتا اور بعضی جگہہ ہونا اب بھی موجود ہے کبھی دفع ہی نہیں ہوا پس معلوم ہوا کہ مراد دفع ہونے شرک سے کل روئے زمین سے ہے اور وہ ابتک وقوع میں نہیں آیا اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ حکیم علی الاطلاق بعضی جگہہ کے شرک کے دفع کرنیکا وعدہ کرے اور نہیں ہوگا وہ مگر زمانہ حضرت صاحب الزمان کا کہ جسمیں کل زمین پر سے شرک جاتا رہیگا پس خلفاء ثلثہ کی کوئی فضیلت اس آیت سے ثابت نہوئی بلکہ وہ تو اوس زمانہ میں عذاب میں گرفتار ہونگے اور اس پہلے جس جگہہ سنی اس آیت کو لکھا ہے صحابہ کے فضائل میں ہم مفصل اسکے جواب میں لکھ چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور باقی حضرت عائشہ کا حضرت عثمان کی نسبت اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اقتلوا احرق المصاحف کہنا یہہ سب ابن قتیبہ اور ابن اعثم کوفی شماطی کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں اور یہہ جماعت کی جماعت کذاب مشہور ہیں اور شیعہ عالی ہیں انکے کہنے کو سنیوں کی طرف منسوب کرنا وہی مثل مشہور کا مصداق بننا ہے پاد آپ لگاوے اور دونکو مولویصاحب کو شرم نہیں آتی ہے کہ ان افسانہائے دروغ کو سنیونکی کتابوں کی طرف منسوب کرکے ایکدوسرا جھوٹا اپنی گردن پر رکھتے ہیں **اقول** مولویصاحب تو سنیوں کی اور کتابوں سے لکھتے تھے کہ عائشہ عثمان کو ایسا فرمایا کرتی تھیں لیکن اس شیخ نجدی کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ اعثم کوفی اور ابن قتیبہ بھی ایسا لکھتے ہیں اور یہہ جو کہتا ہے کہ یہہ شیعہ عالی ہیں اور کذاب مشہور ہیں یہہ سب غلط ہے اور شیعہ تو الٹے تبرا کرتے ہیں یہہ لوگ شیعہ کا ہیکو ہیں مگر عادت اہلسنت کے علماء کی یہہ ہے کہ جو کوئی اہلسنت میں سے کوئی روایت حق بیان کرتا ہے کہ جس سے حقیت شیعہ کی پائی جاتی ہو تو اوسکو کہتے ہیں کہ یہہ بڑا رافضی اور شیعہ عالی ہے اور جو کوئی خارجی اور دشمن اہلبیت ہے اوسکو بہت معتبر جانتے ہیں دیکھو صحیح بخاری کہ راوی اوسکے خوارج بھی بہت ہیں اور سنی مصنف کو رافضی ٹھیرا دینا سب سے زیادہ دستور شاہ عبدالعزیز صاحب کا ہے اور اس شیخ نجدی کے بھی اونکے ہی لکھنے سے لکھا ہے اور شاہ صاحب کا عجیب اور غریب حال ہے باب مطاعن میں مطاعن عثمان کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ وابن قتیبہ ابن اعثم کوفی و شماطی کہ عمدہ مورخین شیعہ اند میں کہتا ہوں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین باوجود اس شہرت اور نام کے تعجب ہے ایسے بزرگ سے کہ جن لوگوں سے شیعہ بیزار ہوں اور اونہی سے تبرا کرتے ہوں اونکو لکھتے ہیں کہ عمدہ مورخین شیعہ ہیں اور حال یہہ ہے کہ مورخ کوئی شیعہ نہیں ہے جسقدر کہ مورخین ہیں سب اہلسنت میں سے ہیں مگر اخوند ملا محمد باقر مجلسی نے حیات القلوب تاریخ اپنے مذہب کے موافق البتہ لکھی ہے اور یہی ابن قتیبہ مولف کتاب الامامۃ والسیاسۃ شاہ صاحب جسکو شیعہ لکھتے ہیں اسیکو وہ باب مکائد تحفہ کے میں لکھتے ہیں کہ یہہ اہلسنت میں سے ہے ایک شخص کی کسی روایت کو اگر مفید شیعوں کے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہہ شیعہ ہے اور اگر سنیوں کے مفید دیکھتے ہیں تو اوسکو کہ جسکو شیعہ کہا تھا سنی کہنے لگتے ہیں عجب حال ہے انکا اور ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ ابو محمد صاحب التصانیف مہبجا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ قال الخطیب کان ثقۃ دینا فاضلا قال السلفی کان ابن قتیبۃ من الثقات واہل السنۃ یعنے خطیب نے کہا ہے کہ تھا وہ ابن قتیبہ معتمد دیندار فاضل اور سلفی نے کہا ہے کہ تھا ابن قتیبہ معتمدوں میں سے اور اہلسنت میں سے تھا اور یہہ جو شاہ صاحب نے باب مکائد تحفہ میں لکھا ہے کہ ایک ابن قتیبہ شیعوں میں سے بھی ہے

بالکل غلط ہے شیعوں میں کوئی علما ایسے اس نام کا نہیں ہے اور نہ کوئی کتاب دنیا میں ابن قتیبہ شیعی ... بل ابن قتیبہ سنی صاحب کتاب الامامۃ والسیاسۃ ہے جسکے قول کو ہم سند میں لاتے ہیں اور ابن اعثم کوفی کو شیعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لسان المیزان میں لکھا ہے کہ یاقوت کہتا ہے کہ وہ شیعہ تھا چنانچہ صاحب تحفہ نے حاشیہ میں تحفہ کے لکھا اور میں یہ بات کہتا ہوں کہ وہ جو اوسکو شیعہ کہتا ہے وہ دشمن علی اور خارجی تھا چنانچہ وفیات الاعیان میں لکھا ہے کان متعصبا علی ابن ابیطالب یعنے تھا متعصب علی ابن ابیطالب پر اور اوسی میں لکھا ہے کہ اوسنے خوارج کی کتابیں مطالعہ کی تھیں اوسکے ذہن میں عداوت علی کی جم گئی تھی اس جہت سے اعثم کوفی کو کہ وہ فضیلت علی کی جو بیان کرتا ہے تو اوسکو شیعہ کہتا ہے اور شیعہ کہنے کا سنی کو مضائقہ بھی نہیں ہے اسواسطے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ شیعہ ہم ہیں اور شماطی نے تاریخ طبری کا اختصار کیا ہے اور اپنی طرف سے اوسنے کچھ اوسمیں زیادہ نہیں کیا ہے اور اعثم کوفی نے جو حضرت علی کی تعریف میں روایتیں بیان کیں ہیں اور اونکے اعدا ظلموں کی روایتیں لکھی ہیں اسواسطے اوس خارجی نے اوسکو شیعہ کہدیا اور شاہ صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں لسان المیزان سے اوسکے قول کو نقل کیا ہے اعثم کوفی کے تشیع میں اور اب ایک اور امر ہم سننا چاہیئے کہ مولویصاحب نے جو لکھا ہے کہ حضرت عائشہ عثمان کے حق میں فرمایا کرتی تھیں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا ابن قتیبہ اور ابن اعثم کوفی کے لکھنے سے نہیں لکھتے اہلسنت کے علما معتبرین کے لکھنے سے لکھتے ہیں چنانچہ ابن اثیر صاحب جامع الاصول کتاب نہایہ میں باب النون مع العین میں نعثل کے لغت میں لکھتے ہیں کہ للنعثل الشیخ الاحمق وذکر الصباغ ومنہ حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا یعنی عثمان فہذا کان منہا لما غاضبتہ وفی بیت الحمکۃ یعنے نعثل شیخ احمق کو کہتے ہیں اور اسی سے حدیث عائشہ کی ہے کہ جو کہتی تھی قتل کرو شیخ احمق کو قتل کرے خدا شیخ احمق کو یعنے عثمان کو اور یہ عائشہ نے اوسوقت کہا تھا جسوقت اوسپر غصہ ہوئے تھے اور مکہ کو روانہ ہوئے تھے اور انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون تصنیف علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی میں جنگ جمل کے ذکر میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے طلحہ اور زبیر اور عائشہ کو خط لکھا پہلے تو طلحہ اور زبیر کو لکھا بیعت کے توڑنیمیں اور پھر حضرت عائشہ کو لکھا کہ اما بعد فانک قد خرجت من بیتک تزعمین انک تریدین الاصلاح بین المسلمین وطلبت بزعمک دم عثمان فانت باغیۃ علیہ فقولین فی ملا من اصحاب رسول اللہ صلعم اقتلوا نعثلا فقد کفر فضلہ اللہ والیوم تطلبین بدمہ تبارۃ حاصل اسکا یہ ہے کہ نکلی تو اپنے گھر سے گمان کرتی تھی تو اس امر کا کہ تو درمیان مسلمانوں کے صلح کرانیکا ارادہ رکھتی ہے اور طلب کرتی ہے تو اپنے گمان میں خون عثمان کا اور کل کی بات ہے کہ اوسپر تو لوگوں کی چڑھائی کراتی تھی اور کہتی تھی تو اصحاب رسول خدا صلعم کے روبرو کہ فقد کفر قتلہ اللہ والیوم تطلبین بدمہ فاتقی اللہ وارجعی الی بیتک واسبلی الیک سترک قبل ان یفعل اللہ قتل کرو اس ریش دراز کو کہ تحقیق کفر کیا ہے اسنے قتل کرے اسکو خدا اور آج طلب کرتی ہے تو خون اوسکا ڈر تو خدا سے اور پھر جا تو اپنے گھر کو اور پردہ کو اپنے لٹکا دے پہلے اس سے کہ برپا کرے تجھکو خدا آویزہ ابن جوزی کہ جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک معتبرین میں سے ہیں اور تحفہ میں اونکے قول کو سند میں لاتے ہیں اوسنے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے کہ حکم خلافت عثمان میں مر گیا تو اوسکے جنازہ پر عثمان نے نماز پڑھی اور اوسکے دفن کرنیکو اوسکے جنازہ کے ہمراہ گیا یہ خبر عائشہ کو ہوئی تو عثمان کو کہلا بھیجی آدمی بنا بھیجکر کہ تجھکو اوس منافق کا مذبہ میں ملا لینا کافی نہوا حتی تعطیہ اموال المسلمین فتصلی علیہ وتستغفر لہ وبہذا السبب قالت اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا تک کہ بخشتا ہے تو اوسکو مال مسلمانوں کے اور نماز پڑھتا ہے تو اوسکے جنازہ پر اور اوسکے جنازہ کے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور اسی سبب سے کہا عائشہ عثمان کو کہ قتل کرو تم شیخ احمق ریش دراز والے کو قتل کرے اوسکو خدا کہ تحقیق کفر کیا اوسنے اور ستیعاب میں بھی اشارہ طرف اسکے ہے اور حبیب السیر میں لکھا ہے کہ عائشہ چون بسبب تقصان وظیفہ خود از عثمان رنجیدہ بود دمبدم بر قتل او حریص وترغیب نمود وسیگفت اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ بالجملہ بعضے ازیں امور مذکورہ حامل و باعث شد عائشہ را کہ در شان عثمان سیگفت لعن اللہ نعثلا وقتل اللہ نعثلا اور یہ دونوں کتابیں صاحب تحفہ کے نزدیک معتبر ہیں اور اسکے کتابوں میں لکھا ہے اور یہ شیخ نجدی انکار کرتا ہے اور اب ہم پوچھتے ہیں کہ ہوشیخ جیو اگر ابن اعثم کوفی اور ابن قتیبہ کو لاہست خارج کرو گے تو انکو تو خارج نکر دیگے یہ بڑے معتبرین میں سے ہیں اور دیکھو تمہارے علما راہی پاتے ہیں یا نہیں اور جھوٹے تم ہو یا ہم ہیں اب تمکو شرمانا چاہیئے ایسے جھوٹ بولنے سے قال الشیخ الاشعری خیر جو صاحب کہ ان کتب سے عبور رکھتے ہیں تو وہ تو حقیقۃ الامر کو آپ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے اونکی اطمینان کیلئے اتنی بات بہت ہے کہ اقتلوا جو ہے اوسکے ترجمہ میں تو قتل کرو واحد کا ترجمہ ہے رقم فرماتے ہیں چنانچہ ملاحظہ نقل خط مولویصاحب سے معلوم ہو جائیگا ہمیں تو خیر یہ بھی احتمال ہے کہ کروکے واو ہو مولویصاحب کے سے رہگئی ہو مگر اسمیں تو سہو کی بھی گنجایش نہیں کہ لعن اسکا ترجمہ لعنت کرو زید ہے کجا ماضی کجا معنی امر با اینہمہ لفظ اللہ کے ترجمہ میں ضمیر جمع غائب کے معنے نہ معلوم یہ کونسے محاورہ کے موافق مولویصاحب نے ترجمہ کیا ہے اور نے اور نے طالبعلم جانتا ہے کہ کسی طفل نیز ان خواں کو مصدر کے معنے بتلا دیجئے تو اگر اوسمیں پایہ فہم ہوگا تو وہ صحیح اقتلوا اور لعن کے معنے بتلا سکتا ہے مگر جناب مولویصاحب اس تحریر پر مقتدا شیعہ اور امام اماسیہ ہو گئے ہیں تاہنوز جمع و واحد و ماضی و امر کے فرق نہیں سمجھتے بخبر سکا نہیں اور کیا کہا جائے یا تو حضور کو میزان تک کا سلیقہ نہیں اور یہ

عمامہ بندی و کرتہ پوشی اور دعوی علم و امامت کس لئے پر ہے کہ دو چار باتیں کہیں سے سُن بھالے ہیں اور بوجہ جالسازی عوام کی نظر بندی کرکے روٹیاں مروڑتے
ہیں یا قدر قلیل پایہ علم تو ہے پر خداوند کریم کے موافق وعدہ لا یہدی القوم الظالمین مولویصاحب کو بوجہ شامت بدعقادی اور بدگوئی مقربان ابن صحابہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ
و صحابہ اجمعین اظہار بطلان مذہب مولویصاحب کے لئے اتنی بھی تو ہدایت نہیں کہ ترجمہ ہی ٹھیک کرلیں بہرحال اس سلیقہ اور اس استعداد پر ایسے ایسے مضامین عالی میں گفتگو کرنا کیا
ہیں اہل سنت سے رد و نکا طریقہ ہو بہو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اوسمیں ہرگز گنجایش حرف گیری نہیں اور سمجھنے کو موجود ہیں اقول ترجمہ کی غلطی پر سقدر داد و گیر کرنی
اور مذمت کرنی سزاوار اہل علم کے نہیں ہے سیقدر تنبیہ کفایت کرتی ہے کہ ترجمہ اسکا غلط کیا ہے لیکن وہ عداوت جو معاویہ کو علی سے تھی وہ کہاں جائے اگر مرید ان معاویہ
اور اعادی علی کی مذمت نکریں تو معاویہ کے طریقہ سے خارج ہو جائیں اور تو جو کہتا ہے دیکھو خط میں ترجمہ اقتلوا نعثلا العن اللہ نعثلا کا غلط لکھا ہے وہ خط مولویصاحب کا نہیں ہے
بلکہ مولویصاحب کے خط کی نقل ہے اوسکے نقل کرنیوالے نے غلط لکھدیا ہے جس شخص کے پاس مولویصاحب نے خط روانہ کیا تھا اوسنے وہ خط تو اپنے پاس رکھا اور اوسکی نقل کرا
کسی سنی کو دیدیا کہ جسنے تیرے پاس اوسکو پہونچایا ہے اور مولویصاحب عمداً ایسی غلطی نہیں کرسکتے بھلا جو شخص کہ عربی عبارتیں لکھتا ہو اور عربی کی کتابیں پڑھاتا ہو عقل میں
کب آتا ہے کہ وہ جمع کا ترجمہ واحد کرے اور ماضی کا ترجمہ امر کرے یہہ بات تو ہرگز کسیکی عقل میں نہیں آتی ایسا کام تو اونکے شاگرد بھی نکرینگے اور ہمنے فرض کیا کہ تیرے پاس جو
خط پہونچا ہے وہ مولویصاحب ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا مگر وہ لفظی ترجمہ نہیں ہے کہ ہر ایک لفظ کا علیحدہ علیحدہ ترجمہ کیا ہو بلکہ حاصل فقرہ کا لکھدیا ہے اور لعن اللہ کا ترجمہ
لعنت کرے خدا چاہیئے تھا اگر اوس خط میں اسکی جگہہ لعنت کرو لکھدیا تو کیا مضائقہ ہے کہ جب خدا کی لعنت ہوگی تو بندونکی بھی لعنت ہوگی اوسکے اصلی معنے کی جگہہ
یہہ لکھدیا ہے سوائے اسکے کہ یہہ حاصل اوسکا ہے نہ لفظی ترجمہ اور سوائے اسکے یہہ ایک خط تھا ایک شخص کے نام اور ہر کوئی خط کو مکرر نہیں دیکھتا ہے کوئی کتاب مناظرہ کی نہ تھی کہ اوسکو
مکرر سہ کرر دیکھتے اور خط بھی ایسے شخص کے نام تھا کہ وہ عربی عبارت کو نہیں سمجھتا تھا بے تامل لکھدیا اور دوبارہ اوسپر نظر نکی یہہ کیا معلوم تھا کہ یہہ خط کسی ناصبی کے ہاتھہ جا
پڑیگا ورنہ اوسکو درست کرکے بھیجتے اور مولویصاحب بیچارہ کب کہتے ہیں کہ میں متبحر اور بڑا عالم ہوں جیسے کہ تو تعلّیاں کرتا ہے اور جابجا اونکی مذمت لکھتا ہے لیکن دیکھو
کہ باوجود اس خود ستائی اور دعوے کے تو بھی کیسا اوندھے مونہہ گرا ہے کہ جعل ساز کی لفظ میں عین کی جگہہ الف لکھا ہے یہہ کونسے لغت کا تونے لفظ لکھا ہے مولویصاحب
کو تو کہہ سکتے ہیں کہ اونسے سہو ہوا اور تجھکو ایسا نہیں کہہ سکتے بلکہ تیری تحقیق یہی ہے کہ تو لفظ غلط کو صحیح نہیں جانتا ہے مولویصاحب کی غلطی میں اور تیری غلطی میں بڑا
فرق ہے کہ تمہیں جہل مرکب ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ بوجہ جالسازی عوام کی نظر بندی کرکے روٹیاں مروڑتے ہیں اسکا جواب بعد اسکے آتا ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ
موافق وعدہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین مولویصاحب کو بوجہ شامت بدعقادی اور بدگوئی مقربان دین صحابہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ و صحابہ اجمعین اظہار بطلان مذہب مولویصاحب کے
لئے اتنی بھی تو ہدایت نہیں کرتا کہ ترجمہ ہی ٹھیک کرلیں سو ظالم تو تیرے پیر تھے کہ جنہوں نے اہل بیت علیہم السلام کے حقوق غصب کئے اور فاطمۃ الزہرا دختر سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ کا گھر
جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے اور اصحاب رسول مقبول کو تکلیفیں اور آزار پہونچائے کسی کو مارا اور کسیکو شہر بدر کیا اور اصحاب رسول ہمارے نزدیک سب ممدوح اور نیک ہیں مگر چند اشخاص
کہ جنہوں نے حقوق اہل بیت غصب کئے اونکو البتہ برا کہتے ہیں اور صحبت رسول مقبول کو لازم نہیں ہے کہ فعل بد کسی سے صادر نہو حضرت کی صحبت میں منافق بھی بہت تھے کہ ظاہر
میں مسلمان بنے ہوئے تھے مولوی جامی کہتے ہیں بیت ہر کرا روے بہبود بود ۔ دیدن روے بنی سود نبود ۔ اور اسی طرح سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں اور وہ
غلط مولویصاحب کا کیا ہوا نہیں ہے اور کیونکر عقل میں آوے کہ جسنے تمام قرآن کا ترجمہ کیا ہو وہ ایسا غلط ترجمہ کرے اور اگر ماضی کا ترجمہ امر ہوتا تو سطح ہوتا کہ لعنت
کرتو خدا بلکہ اوسمیں تو امر کے جمع کا ترجمہ ہے اور اللہ کا لفظ ترجمہ میں مذکور نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ لعن اللہ کے لفظ کا ترجمہ یہہ نہیں ہے نہ غلط نہ صحیح بلکہ العنوا کی لفظ کا
ترجمہ ہے کہ برعایت اور مطابقت اقتلوا کے لکھدیا ہے اور لعن اللہ کے ترجمہ میں غلطی نہیں کی ہے کہ ماضی کے معنے امر لکھدیئے ہوں اور یہہ جو لکھا ہے کہ اور اہل سنت سے کہ اونکا
ہو بہو سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اوسمیں ہرگز گنجایش حرف گیری کی نہیں اور سمجھنے کو موجود ہیں اہل سنۃ کا طریقہ بالکل خلاف سنۃ رسول اللہ صلعم ہے اور یہہ
اونکا طریقہ معاویہ کا ہے کہ اوسنے اس طریقہ کا نام اہل سنت رکھا ہے اور اوہی روز سے اہل سنت اور جماعت کہلاتے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفا میں
لکھا ہے اور معاویہ وہ شخص ہے کہ جسپر لعنت کی ہے رسولخدا صلعم نے چنانچہ بعد اسکے آئیگا اور پہلے اس سے بھی ہم لکھہ چکے ہیں اور معاویہ کو اور اوسکے ہمراہیونکو جناب رسالتمآب
جہنمی فرمایا ہے چنانچہ فرمایا عمار یاسر کو کہ تجھکو گروہ باغی قتل کرینگے کہ تو اونکو طرف بہشت کے بلاتا ہوگا اور وہ تجھکو طرف دوزخ کے بلاتے ہونگے چنانچہ
فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اور عمار یاسر کو قتل کیا ہے معاویہ کے ہمراہیوں نے جو کہ بقول رسولخدا ناری تھے پس معاویہ کے ہمراہی اور مرید جو کہ اوسکو امام
صدق جانتے ہیں اور اپنے تئیں اہل سنت کہتے ہیں اور فخر کرتے ہیں معاویہ کے رکھے ہوئے نام پر وہ بھی ناری ہیں اور مطابق سنت رسولخدا صلعم کے مذہب شیعہ کا

کہ جنکے حق میں ارشاد ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ یعنے اے علی تو اور شیعہ تیرے بیچ جنت کے ہونگے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو حضرت علی کے شیعوں کی بشارت سنی تو دعوے کیا کہ ہم ہیں شیعیان علی بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی سیاہی کو سفیدی کہے۔ برعکس نہند نام زنگی کافور اور شرح مواقف وغیرہ میں لکھا ہے کہ شیعہ وہ ہے کہ جو متابعت علی کی کرے اور بعد رسول خدا کے خلیفۂ حق حضرتِ علی کو جانے پس شیعہ جیدریوں میں محسوب ہیں اور اہل سنت بکریوں کے ریوڑ میں داخل ہیں اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ پھر کہتا ہے کہ اہل سنت کے طریقہ میں گنجایش حرف گیری کی نہیں ہے ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں گنجایش حرف گیری کی نہیں ہے اور ایسے ہی نصرانی کہتے ہیں لیکن یہ سب دعوے بے دلیل ہیں لو شیعوں کے مقابلہ سے بھاگتے پھرتے ہیں اور شیعہ سنیوں سے اوجھتے کیا ہیں بلکہ اونکے مزعومات فاسدہ کو باطل کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور با اینہمہ ایسی ایسی کتب کا حوالہ دیتے ہیں کہ بجز ادیب کامل اونکا مطلب صحیح نہیں سمجھ سکتا ہے اس استعداد کو دیکھکر تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اگر بالفرض سمجھ فریب نہیں تب غلطی فہم سے تو مولویصاحب کی باتیں خالی نہونگی **اقول** اگر تیری سمجھ میں نہیں آتا ہے مطلب کتاب کا تو یہہ کیا ضرور ہے کہ اوروں کی بھی سمجھ میں نہ آئے سچ کہتے ہیں کہ المرء یقیس علی نفسہ ایسی کیا چیستاں ہے، وہ کتابیں اور کیا فائدہ ہے اونکے لکھنے کا اگر کوئی بڑا ادیب کامل ہو تو اونکو سمجھے اور نہیں تو بیکار ہیں جو شخص عربی پڑھا ہوا ہے اور عربی کا ترجمہ کر سکتا ہے وہ البتہ اون کتابونکو پڑھ لیگا یہہ دلیل علمزدی کی ہے جواب سے جب آدمی کو جواب نہیں آتا ہے تو ایسا ہی کہتا ہے خصوصاً اہل سنت کہ جسوقت شیعوں کے جواب سے عاجز ہوتے ہیں تو کبھی تو کہتے ہیں کہ اسکا مطلب اور کچھہ ہوگا تمہاری سمجھہ میں نہیں آیا اور کبھی کہتے ہیں کہ ایسی روایتیں رافضیوں نے ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ اسکا راوی بڑا شیعہ غالی ہے ایسے ایسے عذر پیش کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر ایک توجیہ ہو سکتی ہے یعنے یوں کہیئے کہ مولویصاحب بھی سچ فرماتے ہیں بیشک اہلسنت کی کتابوں میں ان روایات کو لکھکر یوں لکھدیا ہے کہ یہہ روایات موضوع اور افترا ہے شیعوں کے کھڑے ہوئے وہان کچھہ اور مطلب تھا مولویصاحب کمال فطانت سے اپنا مطلب سمجھہ گئے **اقول** ایسا کسی سنی نے نہیں لکھا ہے کہ ان روایات کو لکھکر بعد اوسکے لکھدیا ہو کہ یہہ افترا شیعونکا ہے بلکہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کو جواب اسکا نہ آیا تو لکھدیا کہ یہہ افترا ابن اعثم کوفی اور ابن قتیبہ کا ہے اور یہہ دونو شیعوں میں سے تھے سو اسکو ہم پہلے اس سے باطل کر چکے ہیں اور اگر یہہ بات ہوتی کہ وہاں مطلب کچھہ اور تھا اور مولویصاحب کچھہ اور سمجھہ گئے تو یہہ کیوں لکھتے کہ یہہ رافضیوں کی بنائی ہوئی بات ہے یہی لکھتے کہ اسکا مطلب یہہ ہے اور جو کچھہ تم سمجھے ہو وہ نہیں ہے بھلا ایسی بیہودہ سرائی سے کیا فائدہ کہ جسکو کوئی عقلمند قبول نکرے **قال الشیخ الاشعری** سو اس قاعدہ پر اگر مولویصاحب جمے رہیں تو ہمیں یقین ہے کہ رفتہ رفتہ ترقی کر کے کتاب اللہ سے مال کے نہ دینے کے مضمون نکالکر مالداروں سے بہت سا کچھہ کما لیں گے کیونکہ کلام اللہ میں کا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ کے بعد خَیْرًا لَّھُمْ لکھا ہے تو کل کو مولویصاحب فرمانے لگیں کہ زکوۃ کا نہ دینا بہتر ہے اور فرعون کے حق میں ربکم الاعلے مذکور ہے تو فرعونکو رب اعلی بتائیں گے **اقول** شیعوں کے علماء ان امور سے پاک اور صاف ہیں یہہ کام اہل سنت کے علماء کا ہے کہ خوشامد میں سلاطین بنی امیہ اور بنی عباس کے صدہا روایتیں بنائیں تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف سے کہا کہ میرے محل میں ایکعورت ہے اور میرا دل اوسکی طرف بہت مائل ہے جب میں اوس سے مجامعت کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ کہتی ہے کہ میں تیرے باپ مہدی کی مدخولہ ہوں اسکی حلت کی کوئی صورت پیدا کرنی چاہیئے ابو یوسف نے کہا کہ تم اوسکو اپنے تصرف میں لاؤ عورت کے کہنے کا کچھہ اعتبار نہیں ہے یہہ فتوی دیکر ابو یوسف نے انعام حاصل کیا صاحب کتاب بعد بیان کرنے اس روایت کے تعجب کے کہتا ہے کہ میں کسکو کہوں اوس بادشاہ کو کہوں یا اوس امام کو کہوں کہ جسنے یہہ فتوی دیا اور ایسے ہی قریب اس روایت کے ایک اور روایت اوسی کتاب میں لکھی ہے اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے اپنے عاملونکو لکھا کہ عثمان کے فضائل تو بہت ہو گئے ہیں اب خلفاء اولین کے فضائل بنواؤ اور ابو تراب کے حق میں کوئی روایت نکرنے پائے یہہ سبب ہے کہ جو فضائل خلفاء کے منتشر ہوئے اور نفس الامر میں کوئی فضیلت اونکے درجے نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** علے ہذا القیاس مولویصاحب کا یوں قسم فرمانا کہ سنیا بیں لکھا ہے یہانتک متعین کیں کہ صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنگ ہو کر اوسے قتل کیا سراسر دروغ اور بہتان صاف ہے **اقول** مولویصاحب کا فرمانا دروغ نہیں ہے بلکہ سراسر سچ ہے چنانچہ جانیگا تو اور بہت سی کتابوں سے حوالہ اوسکا سنے گا تو اور بدعتونکا تو ذکر ہم ابھی کر چکے ہیں اور کچھہ اور بھی کرینگے مگر قتل کے ذکر میں دروغ اسمیں کچھہ نہیں ہے اہل سنت کی کتابوں میں سب مذکور ہے **قال الشیخ الاشعری** اتنی بات تو عوام اور نادان بھی جانتے ہیں کہ اہل سنت میں سے کوئی شخص حضرت عثمان کی نسبت حرف گیر نہیں دل و جان سے ہر کوئی اونکا معتقد خالص ہے اور مبتدع اور اہل بدعت کو اہل سنت سے اسمیں

گمراہ سمجھتے ہیں اور علی مخالفت دنسے کہتے ہیں اور کیونکر مخالفت نہ کہیں بدعت تو خلاف سنت ہی کو کہتے ہیں **اقول** یہہ سب اہل سنت ہی تو ہیں جو کہ عثمان کی بدعتوں کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور جو کچھہ شیعہ کہتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے کہتے ہیں نہ اپنی کتابوں سے اور اگر ایسے بدعتی آدمی سے اعتقاد خالص کہیں یا وجو علم اوسکی بدعتوں کے تو خود اس مذہب کی معلوم ہو گئی اور ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ایسے آدمیونسے کہ جسکا یہہ حال ہے اعتقاد رکھکر اپنے دین کو خراب کرتے ہیں اور پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ عثمان نے اکثر کام خلاف سنت رسول مقبول اور مخالف حضرت کی مرضی کے کئے ہیں اور یہی بدعت ہے **قال الشیخ الاشعری** سو اگر ایسے معتبر کتابوں میں حضرت عثمان کی نسبت مبتدع ہونا مذکور ہوتا تو اہل سنت میں سے اونکا کوئی نام بھی لیتا چہ جائیکہ یہہ اعتقاد **اقول** اگر عثمان کو مبتدع کسی نے نہیں لکھا ہے تو اوسکے وہ افعال تو لکھے ہیں کہ جو اوسکے مبتدع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور آدمی کا حال اوسکے افعال ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ کیسا ہے اور افعال حضرت عثمان کے پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں اور ان افعال کو دیکھو کہ بظاہرہ افعال مبتدع کے ہیں یا نہیں اور عثمان نے حد شرع سے تجاوز کیا ہے یا نہیں اور مخالفت خدا اور رسول اللہ اور شیخین کی کی ہے یا نہیں **قال الشیخ الاشعری** یہہ سب مولوی عماد علیصاحب کی جالسازی ہے مگر موافق نقل مشہور حق بزبان جاری شود مولویصاحب بلکہ پیشوایان شما مولویصاحب اس جھوٹ میں بھی بے ساختہ حق کہہ گزرے **اقول** حمل بساز تو اہل سنت کے علماء ہیں کہ جسکی پیروی کریں اوسکے عیبوں سے اپنی پردہ پوشی کریں اور جب کوئی دوسرا اون عیبونکا تعرض کرے تو اوس سے دست بگریباں ہوتے ہیں اور اون عیبوں میں تاویلیں کرنے لگتے ہیں اور اگر ایسا ہی تھا تو عیبونکو کتابوں میں درج کیا ہوتا لیکن حق بزبان جاری وہ عیب اور ظلم اونکے پوشیدہ کب ہو سکتے ہیں آخر کو علماء اہلسنت ہی کی قلم سے وہ ظاہر ہو گئے اور معلوم نہیں وہ کونسا حق ہے کہ جھوٹ میں مولویصاحب کہہ گزرے ہیں اوسکو بیان کرنا چاہیئے تھا اور کام تو ہمارے علماء کا ہمیشہ حق ہی کہنے کا ہے حق سے کبھی تجاوز نہیں کرتے ہیں بخلاف علماء اہل سنت کے کہ جھوٹی روایتیں بنا کر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں جیسا کہ زمانہ بنی امیہ اور بنی عباس میں ہوا اہل بیت علیہم السلام کی عداوت میں **قال الشیخ الاشعری** اتنا تو معلوم ہوا کہ اہل بدعۃ قابل قتل ہیں سو اہل سنت کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ کس درجہ کے مقبول ہونگے واجب اہل سنت مقبول ہوئے تو لاجرم شیعی مردود اور داخل زمرۂ اہل بدعۃ اور قابل قتل ہونگے **اقول** بالبتہ اہل بدعت قابل قتل ہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں اور حضرت عثمان جو قتل ہوئے ہیں سو اسواسطے تو قتل ہوئے ہیں کہ اونہوں نے بدعتیں کی تھیں اور صحاب رسول اللہ صلعم نے اونکو قتل کروا دیا اور اونکی کمک نہ کی اور بعضے اونکے قتل میں بھی شریک ہوئے چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوگا اور اس زمانہ میں اہلسنت کے دو فرقے ہیں وہابی اور بدعتی سو مولوی اسمعیل صاحب کے گروہ کے آدمی جو کہ وہابی کہلاتے ہیں اس شیخ نجدی کو اور اوسکے گروہ کے آدمیونکو سبکو بدعتی کہتے ہیں اب ہمکو اونکے بدعتی ثابت کرنیکی کچھہ احتیاج نہیں ہے کہ اونکے مذہب ہی کے آدمی اونکو بدعتی کہتے ہیں اور یہہ جو آپنے فرمایا کہ سو اہل سنت کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ کس درجہ کے مقبول ہونگے اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہو کوئی دلیل بھی ہے اہل سنت کے مقبول ہونیکی اولٹی ہی کہتے ہو پیر تو تمہارا بدعتی تھا تم جو مرید اوسکے ہو تم کیونکر مقبول ہو گے اور تم پیروی کرتے ہو معاویہ کی کہ اوسکو امام صدق اور خلیفہ حق جانتے ہو جیسا صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور معاویہ وہ شخص تھا کہ جسپر رسولخدا صلعم نے لعنت کی ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور جب معاویہ تمہارا امام ملعون ہوا تو تم کیونکر مقبول ہو جاؤ گے اور یہہ معاویہ وہ ہی تو ہے کہ جسنے تمہارے مذہب کا نام اہل سنت رکھا ہے اور شیعہ جو کہ بشارت دیئے گئے ہیں دخول جنت کی اونکو تو مردود کہا کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہو لیا ہے اور قابل قتل تو البتہ شیعہ ہیں سو اسواسطے کہ اہلبیت رسول مقبول سے دوستی رکھتے ہیں اور اونکے دشمنونسے بیزار ہیں اور آل رسول کی دوستی میں بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ سے قتل ہوتے چلے آئے ہیں تمامتر کے مریدوں کے ہاتھہ سے اور جن دیوار میں عباسیونے سادات کو زندہ ہی چن دیا ہے بعضے اونکے اب بھی بغداد کہنہ میں موجود ہیں **قال الشیخ الاشعری** القصہ اگر آدمی فہمیدہ ہو اور مولویصاحب کے ان فریب بازیونکو دیکھے تو بلا تامل دجال نہیں تو کوچک دجال تو سمجھے **اقول** فریب ہے ہمارے مولویصاحب بالکل پاک اور مبرا ہیں فریب کی کوئی بات اونہوں نے نہیں لکھی ہے اہلسنت کی کتابوں سے لکھتے ہیں اپنی کتابونکو دیکھو اونمیں لکھا ہے یا نہیں اور صرف دعوے زبانی سے کام نہیں چلتا ہے اور اگر سنیونکی کتابوں سے اونہوں نے کچھہ لکھا تو اسکو فریب نہیں کہتے ہیں اور رد دجال کے اور مرید دجال کے تو اہلسنت خود ہیں اور تماشا یہہ ہے کہ مولویصاحب کو دجال کہتے ہیں اب سننا چاہیئے کہ دجال کون ہے، ذہبی نے کتاب مغنی میں ایک روایت لکھی ہے اوسمیں یہہ فقرہ ہے کہ ان خروج الدجال تتبعہ من کان یحب عثمان یعنے اگر نکلیگا دجال تو پیروی کریگا اوسکی وہ شخص کہ دوست رکھتا ہے عثمان کو دیکھو تو کہ کون ہے دجال کے زمرہ میں سے مریدان عثمان ہیں یا شیعہ ہیں تمکو منظور تھا اپنی دجالی ظاہر کروانا سو اسواسطے تو نے بلاوجہ مولویصاحب کو دجال لکھا **قال الشیخ الاشعری** اللہ اللہ ایسے ایسے فریب باز ہمنے بھی نہ دیکھے تھے نہ سنے تھے اپنی کتابونکی تو یا کو

جو حضرت رقیہ و حضرت کلثوم کے بنت رسول اللہ صلعم پر دلالت کرتی ہیں چھپا کر اگر جھوٹ بولدیا تو بظاہر یہ احتمال تھا کہ اہلسنت کو شیعونکی روایت کی کیا خبر ہوگی پر بھی بھائی کو دیکھنا کہ اہلسنت کے سامنے اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے جھوٹ بولتے ہیں دروغ گو یم بر روے تو **اقول** حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کی دختران رسولخدا ہونیکی روایات کو مولویصاحب نے ہرگز نہیں چھپایا ہے اور مولویصاحب نے یہ نہیں کہا ہے کہ اونکی دختران رسولخدا ہونیکی کوئی روایت نہیں آئی ہے بلکہ دوسری روایات موافق یہ کہا ہے کہ وہ دونو صاحبزادیاں رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے نطفہ سے نتھیں اور دستور ہے کہ کسی امر میں روایات مختلفہ ہوتی ہیں تو ایک روایت کو جسوقت کہ اوسکے مرجحات پائے جائیں تو ترجیح دیتے ہیں اور وہاں ایسا ہی حال تھا کہ اونکی دختران رسولخدا ہونیکے مرجحات پائے جاتے تھے جیسا کہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہے اسلئے اوس روایت کے موافق مولویصاحب نے فرمایا کہ جو مرجح تھے یہ کچھ فریب کی بات نہیں ہے اور تیرے مذہب میں یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی اور مغرب و عشا کی نماز کو ملا کر پڑھنا چاہیے اور ایسی پر تیرا عمل ہے اور تیری کتابوں میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلے اللہ نے دونو نمازونکو ملا کر پڑھا ہے پس تو خلاف عمل رسولخدا صلعم کے عمل کرتا ہے یہ تیرا عمل باطل ہے اور رسولخدا صلعم کے عملکی روایتونکو تو چھپاتا ہے بڑا فریب باز ہے تو واللہ ایسے فریبی کبھی دیکھے تھے نہ سنے تھے اور کیسا فریب باز ہے تو کہ اپنی کتابونکے حوالہ کو سنکر دل میں تو یقین کرتا ہے اور ظاہر میں کس بھائی سے اور جو حوالونکو جھوٹ کہتا ہے اون لوگونکے سامنے کہ جنھوں نے اون حوالونکو دیکھکر سہت رہت لکھا ہے کیسا جھوٹ بولتا ہے تو دروغ گو یم بر روے تو اور کیسا دھوکا دیتا ہے تو لوگونکو کہ کوئی جانے کہ مولویصاحب نے جھوٹ لکھدیا ہوگا لیکن جو کہ فہمیدہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہہ لکھنا تیرا سراسر غریب سے خالی نہیں ہے جو کہ عاقل ہیں وہ تیرے فریب میں کب آتے ہیں اور تجھکو سر سے پاؤں تک دروغ کا پتلا جانتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** خیر مولویصاحب کو تو اس نہ رہا بے کب شرم آتی ہے حیا تو حیا والونکو ہی آتی ہے اس لازم ہوا ہے کہ صحابہ کا اور اہلبیت کا بدل و جان حضرت عثمان کے بچانیکی تدبیر میں مصروف رہنا اور منعی اجازت حضرت عثمان دینا قبال اہل ہوا ہونا روایات صحیحہ اور تواریخ طرفین سے ثابت کیجے تاکہ مسلمان سادہ لوح مولوی علیرضا صاحب کے ان البلہ فریبیونکے فریب میں نہ آجائیں اور شاید مولویصاحب کی بھی خواب غفلت سے آنکھ کھل جاوے اور نشہ ضلالت سے چونک اوٹھیں **اقول** بھائی کام تم لوگونکا ہے کہ جن لوگوں سے عقاد رکھتے ہو اون لوگونکے جیبو سے کتابونکو چرکرتے ہو اور جب کوئی اون جیبونکا تعرض کرتا ہے تو جھگڑا کرنیکو مستعد ہوتے ہو اور شرماتے نہیں ہو کہ جن جیبوں پر اعتراض کرتے ہیں ہماری کتابوں ہی میں موجود ہیں مولویصاحب تو سر سے پاؤں تک حیا سے بھرے ہوے ہیں اور خواہ مخواہ یوجہ کسی پر اعتراض نہیں کرتے ہیں کتابیں تمہاری ہی جو ہیں اونکو دیکھو اور یہہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ صحابہ اور اہلبیت عثمان کے بچانیمیں مصروف تھے یا اوسکے قتل کرنے میں اور اوسکی اعانت کی ترک کرنیمیں موافق روایات صحیحہ اور تواریخ اہل سنت تاکہ سلمان سادہ لوح اس شیخ نجدی کے ابلہ فریبیونکے فریب میں نہ آجائیں اور شیخ جی کی بھی اس خواب غفلت سے آنکھ کھل جاوے اور نشہ ضلالت سے چونک اوٹھیں **قال الشیخ الاشعری** غور سے سنیں کہ جو کچھ مولویصاحب نے رقم فرمایا ہے محض افترا اور سراسر بہتان لٹکے اور دیوانے بھی ہوں تو سمجھ جائیں کہ یہہ مولویصاحب کی شرارت ہے **اقول** جو کچھ مولویصاحب نے تحریر فرمایا ہے سب راست اور درست ہے اور موافق روایات کتب اہلسنت کے ہے چنانچہ بعد کے مفصل معلوم ہوگا اور مولویصاحب کے فرمانیمیں کسطرح کا شک اور شبہ نہیں ہے اور لڑکے اور دیوانے بھی سمجھ جائینگے کہ جو کچھ مولویصاحب نے لکھا ہے موافق روایات اہل سنت کے ہے اور اپنی طرف سے وہ کچھ نہیں لکھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اس لئے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عائشہ اور امیر معاویہ اور حضرت عمرو عاص جو حضرت امیر سے لڑتے تھے تو حضرت عثمان کے قصاص ہی کے لئے لڑتے تھے **اقول** اس شیخ نجدی نے اس مقدمہ میں آخر تک مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ کی عبارتکا ترجمہ کیا ہے لیکن یہہ دریافت نکیا کہ کسنے اسکا جواب بھی لکھا ہے یا نہیں اور حال یہہ ہے کہ جناب مفتی محمد قلی خانصاحب اعلی اللہ مقامہ تشیید المطاعن میں جواب اونکی خرافاتکا لکھ چکے ہیں اور سر نظر نکی اور یہہ جو لکھتا ہے کہ حضرت عائشہ اور امیر معاویہ غیر حضرت امیر سے عثمان کے قصاص کے واسطے ہی لڑتے تھے اول تو یہہ کہ بموجب ارشاد جناب رسولخدا صلعم کے کہ حضرت علی فرماتا تھا یا علی حربک حربی یہہ سب جہنمی و ناری ٹھیرے علی سے جنگ کرکے اور اگر یہہ سب علی سے واسطے قصاص عثمان کے لڑتے تھے تو معلوم ہوا کہ علی نے عثمانکو قتل کیا یا قتل کروایا اور علی نہیں قتل کرتا یا قتل کروایا کہ بیگار جانکر اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور اپنی دوست ہونیکی جہت سے اونکو حوالہ اونکے نہیں کرتے تھے تو پھر بھی قاتل عثمان کے علی ہی ٹھیرتے ہیں کہ قاتلان عثمان کے دلداری اور دلجوئی کرتے اور اگر علی اونکے حوالہ کرنیمیں مجبور و ناچار تھے کہ وہ لوگ بڑے زبردست تھے جیسا کہ بعد کے تو لکھتا ہے تو علی کا سبب کیا تھا یہ کہ وہ تو اونکو حوالہ کرنیمیں ناچار تھے یہہ علی کیوں لڑتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہہ سب صاحب عثمان کے قصاص کیواسطے نہیں لڑتے تھے بلکہ علی کی عداوت کی جہت سے لڑتے تھے اور قصاص عثمانکا دسیانمیں لاکر جنگ کرنا ایک بہانہ تھا اسی ظاہر کرنے عداوت علی کی جو اپنے سینوں میں رکھتے تھے بموجب ارشاد رسولخدا کے اور سوائے معاویہ کے یہہ وہی لوگ تو ہیں کہ جو عثمان کے قتل پر لوگونکو عیب دلاتے تھے اور عثمان کی اعانت سے اونہوں نے اغماض کیا تھا اور اوسکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا کہیں عقل میں بھی آتا ہے کہ زندگی میں تو اوسکے اوسکو قتل کروایا اور اوسکی کمک سے روگردانی کی اور قصاص اوسکا علی سے لینے کو کھڑے ہوے اور اگر عثمان حق پر ہوتا تو اوسکی اعانت اوسکی زندگی ہی میں کرتے اور نوبت اوسکے قتل کی کاہکو پہنچتی صحابہ سوا بقیہ اوقت قتل عثمان کے کئی ہزار آدمی تھے قاتلان عثمان

کیا ایسے زبردست تھے کہ اون ہزاروں آدمیونپر غالب ہوتے یہہ نہیں ہے بلکہ اصحاب سو لخدا نے خود اوسکی اعانت سے اعراض کیا اوسکے قتل پر لوگونکو ترغیب کی اور بالفرض
اگر یہہ لوگ عثمان کے قصاص کے واسطے لڑتے تھے تو لڑنا انکا عثمانکو بے یار چھوڑ دینے اور اعانت نکرنے اور اوسکے قتل کی ترغیب اور تحریص کرنیکے منافی بھی نہیں ہے استیعاب
میں لکھا ہے کہ ابو الطفیل کہ صحابی جلیل القدر تھا اوس سے معاویہ نے کہا کہ تو زمرہ میں اون لوگوں کے تھا کہ جنہوں نے عثمانکو محصور کیا تھا کہا کہ نہیں لیکن تھا میں زمرہ میں اون
لوگوں کے کہ جو عثمان کے پاس حاضر تھے جسوقت کہ وہ گھیر لیا گیا تھا معاویہ نے کہا کہ تجھکو کونسا امر مانع ہوا اوسکی نصرت کرنے سے کہا کہ تجھکو کونسی چیز مانع ہوئی اوسکی نصرت سے جسوقت
کہ تو شام میں تھا اور شام کے لوگ سب تیرے تابع تھے معاویہ نے کہا کہ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ میں اوسکا خون طلب کرتا ہوں اوسنے کہا کہ ہاں لیکن مثل تیری اس نصرت میں ایسی ہے کہ شاعر نے کہا ہے
اور مضمون اوسکا یہہ ہے کہ پاتا ہوں میں تجھکو کہ بعد میرے مرنیکے مجھپر گریہ کرے تو اور حال یہہ ہے کہ میری زندگانی میں مہیا نکلیا تو میرے زاد کو اور شیخ عبد الحق دہلوی نے بھی حال مشکوۃ میں ابو الطفیل کے
ترجمہ میں یہی لکھا ہے اور سیرۃ المحمدیہ میں لکھا ہے کہ عثمان دو مہینے اور بیس روز محصور رہے کہتا ہوں میں کہ اگر معاویہ کو نصرت عثمان کی منظور ہوتی تو کیا اس عرصہ میں شام سے مدینہ کو نہیں پہونچ
سکتا تھا لیکن اوسکو تو یہہ امر پسند ہی نتھا واسطے طلب دنیا اور علی کی عداوت کے عثمان کا قصاص لینے کو کھڑا ہو گیا اور استیعاب میں محمد بن حنیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اور ایسے ہی تھا
عمرو بن العاص جسوقت سے کہ معزول کیا تھا اوسکو عثمان نے مصر سے کہ لوگونکو عثمان کے قتل پر رغبت دلاتا تھا اور طعن کرتا تھا عثمان پر اور حضرت عائشہ کا حال تو ہم لکھ چکے ہیں
تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ سے کہ فرماتی تھیں قتل کرو اس نعثل کو کہ تحقیق اوسنے کفر کیا ہے اور طلحہ تو شریک ہی تھے عثمان کے قتل کرنیمیں چنانچہ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں عسقلانی
لکھا ہے اور قیس ابن ابی حازم سے روایت کی ہے کہ مروان بن الحکم نے جنگ جمل میں طلحہ کو دیکھکر کہا کہ اسنے اعانت کی تھی عثمان کے قتل پر یہہ کہکر طلحہ کے زانو پر ایک تیر
مارا اور خون اوس سے جاری ہوا یہانتک کہ وہ مر گیا اور مثل اسکی استیعاب میں ترجمہ طلحہ میں لکھا ہے کہ مروان نے تیر طلحہ کے مارا وہ مر گیا اور کہا کہ طلحہ اون لوگوں میں سے تھا کہ
جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا تھا سنا حال عثمان کے قصاص کا کہ یہی تو تھے وہ لوگ کہ جو عثمان کے قتل کرانیمیں شریک تھے اور قصاص لینے کو جو ظاہر کرتے تھے یہہ ایک بہانہ تھا واسطے
لڑنے اور ظاہر کرنے عداوت جناب امیر کی کہ کسی حیلہ سے اونسے جنگ کے خلافت سے اونکو معزول کرنا چاہیے اور عداوت ان لوگونکی حضرت علی کی ظاہر ہے طلحہ اور زبیر کا تو یہہ حال تھا
کہ پہلے تو حضرت علی کے ہاتھہ پر بیعت کی اور بعد اوسکے بیعت کو توڑ کر عائشہ کے لشکر میں جا ملے علی سے جنگ کرنیکو اور حضرت علی اونکے حق میں دعای بد کی چنانچہ استیعاب میں ترجمہ
رفاعہ بن رافع میں لکھا ہے کہ جسوقت طلحہ اور زبیر نے خروج کیا علی پر تو ام الفضل بنت حارث نے حضرت علی کو اونکا خروج لکھا تھا علی نے فرمایا کہ تعجب ہے طلحہ اور زبیر سے جسوقت رسول خدا صلعم
نے وفات پائی تو ہمنے کہا کہ ہم اہل اور اقارب سو لخدا صلعم کے ہیں ہمسے کوئی نزاع نکریگا حضرت کی سلطنت میں ہماری قوم نے ہمسے انکار کر کے غیرونکو ہمارے حاکم کر دیا اور ہمسے
خدا کی اگر خوف نہوتا اسکا کہ مفارقت پیدا ہو گی اور پھر کفر اعادہ کریگا اور دین ہلا ہو جائیگا تو البتہ متغیر کرتے ہم پس صبر ہے بعض الم پر پس شکر ہے خدا کا کہ نہ کبھی ہمنے لعنا سکے نگر منای بعید
اسکے کو وے لوگ عثمان پر پس قتل کیا اوسکو اور بعد اوسکے بیعت کی میرے ہاتھہ پر اور مہینے کچھہ جبر نکیا تھا کسی پر اور بیعت کی مجھسے طلحہ اور زبیر نے اور ایک مہینے بھی صبر نکیا یہانتک کہ چلے
طرف عراق کے کہ توڑنیوالے تھے وہ بیعت میرے کو اے خدا پکڑ تو انکو بسبب قتل کرنے انکے مسلمانونکو اس روایت سے کئی امور ظاہر ہوئے اول تو یہہ کہ حضرت علی نے فرمایا کہ خلافت حق
میرا تھا اور لوگوں نے ہمارے غیرونکو خلیفہ کر دیا اور دوسرے یہہ کہ علی جو خاموش ہو کر بیٹھہ رہے تو کسیکے خوف سے نہ بیٹھے تھے بلکہ اسواسطے بیٹھہ رہے کہ اگر میں تلوار کھینچونگا تو لوگ متفرق
ہو جائینگے اور تیسرے یہہ کہ جن لوگوں نے عثمانکو خلیفہ کیا تھا اون لوگوں ہی نے اوسکو قتل کیا اور چوتھے یہہ کہ علی نے جو طلحہ اور زبیر کے حق میں دعا بد کی تو معلوم ہوا کہ یہہ تو حضرت علی
کے دشمن تھے اسواسطے کہ اپنے دوست کے حق میں دعا بد کوئی نہیں کرتا ہے اور کتاب عقد بن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے جنگ جمل میں طلحہ پر لعنت کی ہے اور اپنی دوست پر
لعنت کوئی نہیں کرتا ہے اس سے بھی دشمنی طلحہ اور زبیر کی ثابت ہوئی اور عائشہ تو ظاہر ہے کہ دشمن تھی علی کی اور اسقدر عداوت تھی اوسکو علی سے کہ بسبب عداوت کے نام علی کا
اپنی زبان سے نہیں لیتی تھی چنانچہ بخاری کی احادیث کتاب الصلوۃ میں لکھا ہے کہ جسوقت سو لخدا صلعم مرض الموت میں حجرہ مبارک سے طرف مسجد کے روانہ ہوئے تو عائشہ کہتی ہیں کہ
ہاتھہ حضرت پیغمبر کا ایک مرد کے شانہ پر تھا اور نام علی کا نلیا بلکہ ایک مرد کا کہا ابن عباس سے کسنے کہا تو پوچھا ابن عباس نے کہ نام اوس مرد کا عائشہ نے لیا یا نہیں کہا کہ نہیں ابن
عباس نے کہا کہ وہ علی بن ابیطالب ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ زاد الاسمعیلی من روایۃ عبد الرزاق لکن عائشۃ تطیب نفسہ لئلا یغار
یعنے اسمعیلی نے روایت عبد الرزاق سے جو کہ معمر سے ہے نقل کی ہے کہ ابن عباس نے بعد قول مذکور کے کہا کہ لیکن یہہ خوش ہوتا ہے نفس عائشہ کا کہ واسطے لوگ علی کے
ذکر خیر کرے اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ بعد قتل ہونے عثمان کے اور خلیفہ ہونے حضرت امیر کے عائشہ مکہ سے مدینہ کو جاتی تھی رستہ میں ایک شخص سے کہ وہ مدینہ سے
آتا تھا مدینہ کا حال پوچھا اوسنے کہا کہ عثمان قتل ہو گیا پھر پوچھا کہ بعد اوسکے کیا ہوا اوسنے کہا کہ لوگوں نے علی کے ہاتھہ پر بیعت کی ہے وہ خلیفہ ہو گئے یہہ سنتے ہی کہا
کہ کاش آسمان زمین پر گر پڑا ہوتا اور میں اس خبر کو نہ سنتی اور عثمان تو مظلوم مارا گیا ہے اور وہیں سے بصرہ کو پھر گئی علی سے سامان لڑائی کا کرنیکو اور جیوانہ الحیوان میں

لکھا ہے کہ عائشہ نے قتل علی کی خبر سنی تو خوش اور مطمئن خاطر ہوئی اس سے زیادہ کیا عداوت ہوگی اور صاحب منہاج السنۃ کہ بڑا ناصبی ہے منہج الکرامۃ کے جواب میں لکھتا ہے
اقتلوا نعثلا کے جواب میں کہ ملامت کرنا عائشہ کا اور جمہور صحابہ کا علی کو زیادہ تھا عثمان کو ملامت کرنے سے لیکن میں کہتا ہوں کہ عثمان کا ملامت کرنا بعد قتل کے عائشہ کے دل سے
جاتا رہا لیکن علی کو ملامت کرنا بعد قتل کے بھی باقی رہا اور اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ علی کو طعن اور ملامت کیا کرتے تھے پس دعوے کرنا اہل سنت کا کہ صحابہ علی کے دوست اور مددگار تھے
باطل ہوا اور حال عداوت معاویہ کا سننا چاہیئے کہ اوسکو اسقدر عداوت تھی علی سے کہ ہمیشہ وہ حضرت علی کو گالیاں دیا کرتا تھا اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک بنی امیہ
معاویہ کی پیروی سے گالیاں دیا کئے چنانچہ پہلے اس سے میں ذکر کر چکا ہوں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں جو کہ صحاح ستہ میں داخل ہے روایت کی ہے کہ معاویہ حج کو گیا سعد بن وقاص
آیا اور سعد اوسکے پاس گیا اور ذکر حضرت علی کا ہوا معاویہ نے حضرت علی کو بدشنام یاد کیا اور سعد اوسوقت غضب میں ہوئے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے اور عامر بن سعد سے روایت ہے
کہا کہ حکم کیا معاویہ نے سعد کو اور کہا کہ کونسی چیز تجھکو مانع ہے ابوتراب کے گالیاں دینے سے اور کتاب ابن عبدربہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسن مر گئے تو معاویہ حج
کے واسطے آیا اور مدینہ میں داخل ہوا تو ارادہ کیا کہ جناب رسولخدا صلعم کے منبر پر جا کر حضرت علی پر لعنت کرے کسیکے کہا کہ یہاں سعد بن وقاص ہے وہ راضی نہ ہوگا
اس امر سے اوسکو بلا اوسکے پاس کوئی آدمی بھیجا اوسنے اس امر کا ذکر کیا سعد نے کہا کہ اگر ایسا تو کریگا تو تجھکو مسجد سے نکال دینگے جب سعد مر گیا تو معاویہ منبر پر جا کر لعنت
کی اور اپنے عاملوں کو لکھا کہ تم بھی منبروں پر لعنت کرو عاملوں نے ایسا ہی کیا حضرت ام سلمہ زوجہ رسولخدا صلعم نے معاویہ کو لکھا کہ تم خدا کو اور رسول کو لعنت کرتے ہو اپنے
منبروں پر اور یہ اسواسطے ہے کہ تم علی بن ابیطالب کو لعنت کرتے ہو اوسنے کچھ نہ سنا اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں اور محب طبری نے ریاض النضرۃ میں معاویہ کا
علی کو گالیاں دینا لکھا ہے اور سوا اسکے اکثر علما نے لکھا ہے اور سنن بیہقی میں مذکور ہے کہ ابن عباس ایام حج میں عرفات میں تھے سعید سے پوچھا کہ لوگ تلبیہ کیوں نہیں کہتے
ہیں کہا کہ معاویہ کے خوف سے ابن عباس اپنے خیمہ سے نکلے اور تلبیہ کہنا شروع کیا اور کہا کہ خداوند لعنت کرتو اوسپر کہ ترک کیا اوہنوں نے سنت کو علی کی بغض کی وجہ سے
اور ایسے ہی کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ لعنت کرے خدا اوسکو کہ منع کرتا ہے تلبیہ کو یوم عرفہ میں اور سبط نے کہا کہ علی تلبیہ کہتا تھا اور حضرت امام حسن کو زہر دلوایا
معاویہ نے چنانچہ سہتیعاب میں لکھا ہے اور قتادہ اور ابوبکر سے روایت کی ہے کہ حسن بن علی کو زہر دیا اوسکی زوجہ جعدہ نے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ زہر معاویہ نے دلوایا اور کوالنعام
دیکر اور تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں جسکی سند صنا صواعق محرقہ اپنی کتاب میں لاتا ہے لکھا ہے اور شعبی سے روایت کی ہے کہ معاویہ نے جعدہ زوجہ حسن سے کہا
تو امام حسن کو زہر دے تجھکو یزید کے نکاح میں لاؤنگا اور ایک لاکھ درہم تجھکو دونگا جسوقت امام حسن اوسکے زہر دینے سے مر گئے تو اوس عورت نے معاویہ سے کہا کہ وعدہ کو وفا کرنا چاہیئے اوسنے
درہم تو اوسکو دیئے اور یزید کے نکاح سے عذر کیا اور تہذیب الکمال اور مرآۃ العجائب وغیرہ بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ معاویہ نے امام حسن کو زہر دلوایا اور تاریخ خمیس میں
لکھا ہے کہ جسوقت معاویہ نے امام حسن کے مرنیکی خبر سنی تو تکبیر کہی خوش ہو کر اور سب اہل شام نے اوسکی متابعت سے تکبیریں کہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ایسے
ہی نزل الابرار میں مرزا محمد معتمد خاں بدخشی نے لکھا ہے اور ایسے ہی ربیع الابرار میں زمخشری نے لکھا ہے اور عمرو بن العاص کی تو عداوت ۔ ظاہر ہے قصہ تحکیم میں کہ جو
کچھ کہ اوسنے علی کی عداوت میں ابوموسی اشعری کو فریب دیکر اوس سے کہلایا یہ باعث تھا حضرت علی سے جنگ کرنیکا طلحہ اور زبیر اور عائشہ اور معاویہ کو اور عمرو عاص
کہ علی سے دشمنی رکھتے تھے اس لئے جنگ کیا اور قصاص عثمان کا دعوے کرنا صرف ایک بہانہ تھا واسطے جنگ کرنیکے اور بعضے آدمی جو کہتے ہیں کہ معاویہ علی سے جنگ کرتا تھا
اجتہاد اوسکا تھا اور عداوت سے جنگ نہیں کرتا تھا یہ بھی غلط ہے چنانچہ سہتیعاب میں ترجمہ عبداللہ بن بدیل میں مذکور ہے کہ اوسنے اپنے خطبہ میں کہا کہ معاویہ نے دعوے اوس امر کا
کیا کہ واسطے اوسکے وہ نہ تھا اور جدال کیا باطل کیساتھ تاکہ حق کو ڈھا دے اور بعد واسطے کے کہتا ہے کہ قتل کرو ان جدے گزینوالے ظالموں کو عذاب کرے خدا اونکو تمہارے
ہاتھوں سے اور رسوا کرے اونکو اور نصرت کرے تمہاری کھڑے ہو تم طرف خدا کی دشمن کی اور دشمن اپنے کی پس معلوم ہوا اس سے کہ حضرت علی سے محاربہ اوسکا کسی طرح جائز نہ تھا
اور ہرگز مبنی بر اجتہاد نہ تھا کہ وہ دشمن خدا تھا ہو واسطے کہ جسوقت کہ وہ دشمن خدا ہوا اور اوسکا مجادلہ باطل اور حق کے ڈھانیکے واسطے ہوا تو اجتہاد کہاں باقی رہا
اجتہاد میں تو اگر خطا ہو تو بھی ایک اجر ہوتا ہے اور صواعق محرقہ میں عمر بن عبدالعزیز کے حال میں مذکور ہے کہ جسوقت وہ حاکم ہوا تو کہا کہ یہ خلافت رسمی خدا کی ہے اور میرے
جد معاویہ نے نزاع کیا اوس امر میں علی ابن ابیطالب سے کہ وہ حق دار اوسکا زیادہ تھا یہانتک کہ مر گیا وہ معاویہ اور اپنی قبر میں جا کر گرنا ہوں میں گرد ہی ہو گیا جب گیا ہو
گرفتار ہوا تو اجتہاد کہاں رہا اوسمیں تو اجر ہوتا ہے اور کوئی اپنے بزرگ کو بنیکی یاد کرتا ہے یا بدی اور معاویہ وہ شخص تھا کہ جسنے اہل مدینہ کے قتل کی وصیت کی اور یزید نے
مسلم بن عقبہ کو بھیجکر قتل کروایا اور مدینہ کو تاراج کیا اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی اہل مدینہ کو بدی پہونچائے اوسکو خدا دوزخ میں ڈالیگا اور وہ آگ میں ایسا
گلیگا جیسا کہ نمک پانی میں گلتا ہے چنانچہ جذب القلوب میں عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ معاویہ نے حضرت عائشہ کو قتل کیا چنانچہ جلال الدین سیوطی نے

کتاب اول میں معاویہ کے اوائل میں لکھا ہے کہ اوسنے فلانا امر کیا اور فلانا امر کیا اور رسولخدا صلعم کے منبر پر اپنے فرزند یزید کیواسطے بیعت لیتا تھا عائشہ نے اپنا سر حجرہ سے نکالکر کہا کہ تو بزرگوں سے اپنی اولاد کیواسطے بیعت لیتا ہے اُسنے منبر اوتر کر ایک گرز ہاتھ کو دیا اوسمیں عائشہ گری اور مر گئی اور حبیب السیر میں تاریخ حافظ ابرو اور ربیع الابرار اور کامل السفینہ سے منقول ہے کہ در شہور سنہ ثمانون وخمسین من الہجرۃ کہ معاویہ بن سفیان جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمان بن ابی بکر و عبداللہ بن زبیر را برنجانید عائشہ زبان ملامت و اعتراض برو بکشاد و معاویہ خانۂ خویش خالی دیدہ سر از نجا شاک پوشید و کرسی آہنین بر آن نہاد و آنگاہ عائشہ را بضیافت طلب داشت و بران کرسی نشاند تا دران چاہ افتاد و معاویہ سر چاہ را پاک مضبوط نمودہ از مدینہ بمکہ رفت اس ظلم کو دیکھنا چاہیئے اور جو صحابی کو اور عبدالرحمان کو قتل کیا سوا اون اصحاب کے جو جنگ صفین میں اوسکے یاروں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے تھے اور شیعہ کسیکو قتل نہیں کرتے ہیں صرف بددعا کرتے ہیں حق میں ثلثہ کے بدین اور بدعتی بلکہ کافر ہو گئے نزدیک اہلسنت کے اور معاویہ باوجود ان ظلموں کے خلیفۂ حق اور امام صدق ہو گیا کیا منصف ہیں اہلسنت باوجود اسکے رسولخدا نے معاویہ کو فرمایا ہے کہ معاویہ آگ کے تابوت میں ہوگا دوزخ میں چنانچہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے اور لکھا ہے کہ تاریخ طبری میں بھی مذکور ہے اور اہلسنت کہتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نکہو وہ حضرت کے اصحاب میں سے ہے اور عمرو عاص جو کہ بڑا فتنہ انگیز اور شورپشت تھا اوسکو یہ شیخ لکھتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص اور یہ شخص تھا کہ جسکے واسطے دعا بد کی ہے رسولخدا صلعم نے چنانچہ ابو یعلی نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں عبداللہ بن محمد سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے آواز گانیکی سنی فرمایا کہ دیکھو یہہ آواز کہاں سے آتی ہے لوگوں نے بیان کیا کہ معاویہ اور عمرو عاص کی آواز ہے یہہ سنکر فرمایا کہ خداوندا ان دونو کو فتنہ میں ڈال اور آتش جہنم میں انکو داخل کر اور معاویہ پر رسولخدا نے لعنت کی ہے چنانچہ زمخشری نے ربیع الابرار میں اور بیہقی نے اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے یکمرتبہ ابو سفیان کو دیکھا کہ گدھے پر سوار ہوا آتا ہے اور معاویہ اوسکے ہمراہ ہے کہ وہ گدھے کی باگ پکڑ کر کھینچتا ہے اور یزید پیچھے سے اوسکو ہانکتا ہے جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ لعنت کی ہے خدا نے سوار کو اور کھینچنے والے باگ کو اور گدھے کے ہانکنے والے کو تینوں کو **قال الشیخ الاشعری** چونکہ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر کے ساتھ ہو لئے تھے اور حضرت امیر بنا چاری اونہیں کچھہ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ بسبب کثرت اور شورپشتی کے اوسے دبتے تھے اور بجا خود یوں سمجھتے تھے کہ جب ہمنے بنی بنائی خلافت کو درہم برہم کر دیا اوروں کی تو کیا ہستی ہے تو طلحہ اور زبیر وغیرہم کو اس قسم کی تو ہمات تھے کہ حضرت علی دربارہ قصاص استہ کرتے ہیں اور امیر معاویہ اور اونکے ذیل کے لوگ یوں سمجھتے تھے کہ حضرت عثمان حضرت علی ہی کے ہاتھوں سے قتل ہوئے ہیں **اقول** قتلان عثمان میں تو جناب رسولخدا صلعم کے اصحاب بھی داخل تھے چنانچہ معلوم ہو جائیگا اور اکثر اصحاب حضرت کے باعث تھے قتل عثمان کے اور کسنے عثمان کی اعانت نکی اور اوسکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور سب سے زیادہ حضرت عائشہ لوگونکو غیرت دلاتی تھی عثمان کے قتل پر چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہے قتل کے ذکر میں دیکھو اے اہل انصاف کہ یہاں تو اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت امیر بنا چاری اونہیں کچھہ نہیں کہہ سکتے تھے باوجودیکہ اوسوقت حضرت علی کے ہمراہ ہزاروں آدمی صحابہ وغیرہ تھے اور وقت خلافت ابوبکر کے کہ ہمراہ علی کے بجز چند آدمیونکے کوئی نتھا اوسوقت کو اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر خلافت حق علی کا تھا تو علی تو بڑے شجاع تھے اپنا حق ابوبکر سے کیوں نہ لیا وہاں ناچاری کا کچھہ ذکر نہیں کرتے بلکہ وہاں شجاعت کو اونکی موہنہ پر لاتے ہیں کیسے بے انصاف ہیں اور اوسوقت تو ایسی ناچاری ہوئی علی کو کہ عثمان کے جنازہ پر نماز بھی نہ پڑھ سکے اونکے قاتلوں کے خوف سے اونکے دفن کیا یہانتک کہ لاش اونکی تین روز مزبلہ پر پڑی رہی اور خلافت کے نہ لینے میں اونکی شجاعت پر طعن ہوا کیا انصاف ہے اہلسنت کا اور اگر حضرت امیر بنا چاری اونکو کچھہ نہیں کہہ سکتے تو حضرت امیر کا قصور کیا ہے پھر اونسے عائشہ اور معاویہ نے جنگ کیوں کی کوئی ناچار اور مجبور سے بھی جنگ کرتا ہے جو بات کہ حق ہے وہ نہیں کہتے ہے کہ علی اونکو جبراً اوت تھی اسواسطے لڑتے تھے اور چاہتے تھے کہ خلافت کو علی سے چھین لیں اور قاتلان عثمان ایسیکیا زبردست تھے اصحاب حضرت تو کئی ہزار آدمی تھے اور وہ لوگ سب تھے اور اگر حضرت امیر کے نزدیک عثمان کا قتل ہونا ناحق ہوتا تو معاویہ کے ہمراہ والے جو کہ صفین میں حضرت علی سے لڑتے تھے اور عائشہ کے ہمراہ والے جو کہ جنگ جمل میں حضرت علی سے لڑتے تھے یہہ سب حضرت علی کے ہمراہ ہو کر اون شورپشتونکو کیا نہیں مار سکتے تھے اور جسوقت علی سے یہہ لوگ عثمان کے قصاص کیواسطے لڑنیکو آمادہ ہوئے تھے تو حضرت علی نے جمل اور صفین والونسے کیوں نکہا کہ اے بھائیو تم مجھسے کیوں لڑتے ہو ہم اور تم سب ملکر ان مفسدونکو سزا دیویں اور آپسمیں خونریزی کیوں کرتے ہو تعجب کی بات ہے کہ علی کو جنگ جمل اور صفین میں ہزاروں مومنین کا قتل کروانا تو گوارا ہوا اور اون مومنونکو سزا دینی اگر تنہا سزا نہیں دیسکتے تھے تو جمل اور صفین والونکو ہمراہ لیکر تو سزا دیسکتے تھے ناچاری حضرت علی کو کسی طرح سے اونکی گرفتاری میں تھی کیا اون سب فرقونسے بھی وہ زیادہ اور زبردست تھے جو امر کہ واقعی اور سہل ہے اوسکو تو یہہ شیخ لکھتا نہیں کہ وہ لوگ علی کے مددگار تھے اور علی کے شیعونمیں داخل ہو گئے تھے اور علی اونکے سر و نیز ہاتھہ شفقت کا پھیرتے تھے اور جھوٹی باتیں اپنی طرف سے بنا کر اور واہی تاویلیں

کرکے لکھتا ہے اور رہت رہت بیان نہیں کرتا ہے کہ عثمان حضرت علی کے اور سب اصحاب رسول مقبول کے رضا سے مارا گیا ہے او عائشہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ اور معاویہ اور عمرو عاص جو علی سے لڑے تو عداوت کے جہت سے لڑتے تھے کہ علی سے اونکو دشمنی تھی اور قصاص عثمان کا دعوے کرنا صرف ایک بہانہ تھا اور اصحاب سے لہذا اسلئے جسقدر کہ تھے اگر عثمان کی طرف ہوتے تو کسی کلی مقدور نتھا کہ عثمان کو کوئی کچھ کہہ سکتا چہ جائے کہ قتل کرنا اور تماشا کرنیکی بات ہے کہ طلحہ اور زبیر نے تو عثمان کو قتل کروایا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ طلحہ اور زبیر وغیرہم کو اس قسم کی تو ہمات تھے کہ حضرت علی درباروُ قصاص مذاہنہ کرتے ہیں جب اونہوں ہی نے قتل کروایا ہے تو پھر اونکو اس بارہ میں کیونکر توہمات ہوتے اور اگر معاویہ جانتا تھا کہ عثمان علی کے اشارہ سے قتل ہوا ہے تو وائے بر عثمان کہ جسکا قاتل علی ہو اور سوائے کہ علی قتل نہیں کرتا ہے مگر کافر کو علی کی شان میں ہے کہ قاتل الفجرۃ قاتل الکفرۃ اور حدیث میں آیا ہے کہ علی مع الحق والحق مع علی پس معلوم ہوا کہ قتل ہونا عثمان کا حق تھا اور عثمان قتل تو ہوا ہے سب اصحاب رسول کے اشارہ سے لیکن معاویہ ہم علی کا خاص کرکے عداوت کی جہت سے لیتا تھا قال الشیخ الاشعری تواریخ طرفین شیعہ اور سنی کی حاضر ہے صحابہ بلوار قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے دبانیں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا پر مقدور یوں ہی تھا تا مقدور کلمہ کلام سے بلوائیونکو سمجھایا جب سمجھاونکے سمجھ میں نہ آئی تو حضرت عثمان سے قتل قتال کی اجازت چاہی پر حضرت عثمان ہی قتل قتال اور جنگ جدال کے روادار نہ ہوئے بلکہ بکمال تاکید مانع آئے لاچار ہوکے صحابہ خاموش ہوکر بیٹھ رہے با اینہمہ پانیکے پہونچانے اور بلوائیونکے ہٹانیمیں آخر تک تدبیر میں مشغول رہے حضرت زید بن ثابت انصاری تمام انصاریونکو لیکر آئے اور جوانان انصار سے کہا اگر فرماؤ تو دوبارہ انصار خدا بنیں عبداللہ بن عمر تمام مہاجرین کے ساتھ آئے اور یہہ کہا جنھوں نے تمپر بلوا کر رکھا ہے وہی لوگ ہیں جو ہماری تلوارونسے مسلمان ہوئے ہیں اور ابتک اون صدمونکے ڈر سے پاجابہ میں ہگ دیتے ہیں ہمسے بڑھ بڑھ کی باتیں کرنی اونکی اس سبب سے ہیں کہ کلمہ گو ہیں اور تم کلمہ گو کی لحاظ کرتے ہو اگر فرماؤ تو اونہیں اونکی حقیقت دکھلادیں اور وہ بھولے دن پھر اونہیں یاد دلادیں حضرت عثمان نے فرمایا یہی بات مت کہو ایک میری جان کے لئے اتنا ہنگامہ اسلام میں برپا مت کرو مگر باینہمہ حضرت حسنین عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر ابو ہریرہ عبداللہ بن عباس بن ربیعہ اور سوائے اونکے اور صحابہ حضرت عثمان کے ساتھ اونکے گھر میں تھے اور جب بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہہ سب صاحب بیچ لاٹھی مار مار ہٹاتے تھے اور دروازہ بند کرتے تھے اور حضرت عثمان کے غلام جو ایک فوج تھی یہانتک کہ اگر آپ اونکو حکم دیتے تو اہل بلوا کو حقیقت معلوم ہوجاتی ہتھیار اور لڑائیکا سامان لیکر حاضر ہوتے اور کمال زاری اور بیقراری سے کہا کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ خراسان سے افریقہ تک کوئی ہماری تلوار کے سامنے نہیں ٹھیرا اگر حکم ہو تو اون لوگونکا گھمنڈ نکالدیں اور تماشا دکھلادیں کیونکہ سمجھانے سے تو انکی اصلاح نہیں ہوتی انہوں نے دیکھا کہ کلمہ گو کی کے باعث ہیں کوئی چھیڑ نہیں سکتا اسلئے روبراہ نہیں ہوتے اور مہاجر اور سوائے مہاجر اور بڑے بڑے صحابہ کی بات نہیں سنتے حضرت عثمان یہی فرماجاتے تھے کہ اگر میری خوشی منظور ہے اور میرا حق نمکادا کرنا چاہتے ہو تو ہتیار الگ کرکے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو اور جو ہتیار الگ کردیگا اوسنے آزاد کیا واللہ خونریزی خلائق سے پہلے اگر میں مقتول ہوجاؤں تو یہہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے بابت اسکے کہ خوں ریزی کے بعد مارا جاؤں یعنے میری شہادت تو لکھی ہوئی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا تھا تم لڑو گے میں مقتول ہونگا سو کیا فائدہ کہ لوگ بھی ماریں جائیں اور مطلب بھی حاصل نہ ہو اور تواریخ طرفین میں موجود ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں اور حضرت جعفر کی اولاد کو اور اپنے پیلیہ قنبر کو حضرت عثمان کے دروازہ پر متعین کر رکھا تھا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بھی اپنے بیٹونکو دروازہ پر بٹھلا دیا تھا تاکہ بلوائیونکو ہٹکی دیتے رہیں جب اہل بلوا ہجوم کرتے تھے یہہ سب صاحب لاٹھی لیکر لڑنے جو ہانہہ میں آجاتا تھا لڑتے تھے یہانتک کہ حضرت سبط اکبر امام ہمام حسن رضی اللہ عنہ خود آلودہ ہوگئے محمد بن طلحہ اور قنبر نے سر پر چشم لگا جب دروازہ کی راہ سے اہل بلوا کو آنیکی کوئی صورت نظر نہ آئی اور اندر گھسنے کی کوئی تدبیر نہ بنی تو پیچھے سے بعض انصاریوں کے گھر میں نقب دیکر اندر گئے اور حضرت عثمان کو شہید کردیا نہج البلاغۃ جو اصح الکتاب شیعہ ہے اس بات کی گواہ ہے حضرت امیر سے اوسمیں روایت ہے کہ اونہوں نے یہہ فرمایا واللہ قد دفعت یعنے حضرت علی قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ واللہ میں نے تو حضرت عثمان سے اس بلا اور اس بلوا کو بہت ہی ہٹایا اسکی شرح میں تمام شارح نہج البلاغۃ نے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر بلوائیونسے دونوں صاحب جب حضرت عثمان کے گھر میں آتے تھے تو بلوائیونکو چابک مار مار کر دفع کرتے تھے اور بُرا بھلا کہتے تھے اور لعنت کرتے تھے اقول اس شیخ بخدمتی نے مولوی شاہ عبدالعزیز کے تحفہ کی باب مطاعن میں سے عثمان کے مطاعن کا جو کا ترجمہ کردیا ہے لیکن یہہ نہ تحقیق کیا کہ اونہوں نے راست راست لکھا ہے یا اسمیں کچھ دروغ بھی ہے یا نہیں اور یہہ جو لکھا ہے کہ تواریخ طرفین شیعہ اور سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوائے قتل عثمان کے دبانے میں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا یہہ سب غلط ہے سوا اسکے کہ اگر صحابہ کی کئی ہزار آدمی تھے اس بلوے کو دبانا چاہتے تو کیا مقدور تھا بلوائیونکا کہ عثمان کو قتل کرتے اور بلوائیون من بعضے صحابہ بھی تو شریک تھے بلکہ بعضے قتل میں شریک تھے اول مولف نے اپنا لکھنا ہوا اہل سنت کی کتابوں سے کہ جو دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ صحابہ نے عثمان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور اوسکے قتل کی ترغیب لوگونکو دلائی تھی اور بعد اسکے اقوال کو اسکے رد کرنا

استیعاب میں بیچ ترجمہ فروہ بن عمر بن ورقہ بیاضی کے لکھا ہے کہ روایت کی ہے مالک نے یحیی بن سعید سے اور اوسنے محمد بن ابراہیم بن حرث التیمی سے اور اوسنے ابی حاتم تمام سے اور اوسنے بیاضی سے اور نام لیا بیاضی کا موطا میں اور ابن وضاح اور ابن مزین کہتے تھے کہ مالک نے اوسکے نام سے سکوت کیا ہوسطے کہ اوسنے اعانت کی لوگونکی عثمان پر اور صاحب کتاب استیعاب کہتے ہیں کہ یہہ پہچانا نہیں جاتا ہے اور نہیں ہے کوئی وجہ جو کچھہ کہا ہے اونہوں نے اس امر میں اور تھا اس قوم کے کہنے والیکو علم اوس امر سے کہ جو کچھہ انصار کے یوم الدار واقع ہوا ہے یعنے انصار نے قتل عثمان پر اعانت کی اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ رفع الاسل فی ضرب المثل میں حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے کہ مدینہ کے لوگونکو اوسنے کہا جسوقت کہ عثمان قتل ہوا اور لوگونے اوسکی نصرت سے پشت پھیری اور جو کچھہ کہ جاری ہوا اوسپر معرکہ جمل میں اور یہہ آیت پڑھی ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ام المومنین نے مدینہ والونکو اس آیت کے ساتھہ مثال دی اور اکثر اونمیں صحابہ تھے اور یہہ آیت نازل ہے کفار مکہ کے حق میں اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ رسولخدا صلعم نے عثمان کی اعانت سے پشت پھیری یہانتک کہ حفصہ نے آیت پڑھی جو کہ کفار کے حق میں نازل تھی اور کنز العمال میں لکھا ہے اور اسمعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے قال لما نزل اهل مصر الجحفة يعاتبون عثمان صعد عثمان المنبر فقال جزاكم الله يا اصحاب محمد عني شرا ازعمتم لسبة وكتمتم الحسنة واغريتم بي غوغاء الناس حاصل یہہ کہ اسمعیل بن ابی خالد کہتا ہے کہ جسوقت کہ اہل مصر کے لوگ جحفہ پر تو عتاب کرتے تھے عثمان پر عثمان منبر پر چڑھا پس کہا کہ بدلا دے تمکو خدا اے اصحاب محمد صلعم میری جانب سے بد کہ مشہور کیا تمنے بدی کو اور پوشیدہ کیا نیکی کو اور برانگیختہ کیا مجھپر غوغا آدمیونکا اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے عثمان کی بدیکو مشہور کیا اور نیکیونکو اوسکی پوشیدہ کیا اور لوگونکو اوسکے قتل پر آمادہ کیا یہانتک کہ عثمان نے اونکے حق میں بد دعا کی اور بعد سکے لکھا ہے کہ جسوقت عثمان نے محاصرہ کرنیوالونکے ارادہ سے سوال کیا تو کسیننے اوسکو جواب نہ دیا مگر جناب امیر علیہ السلام نے ازراہ محاسن اخلاق جواب دیا اور کنز العمال میں لکھا ہے عن مجاهد قال اشرف عثمان على الذين حصروه فقال يا ايها الناس لا تقتلوني فاني والٍ واخٌ مسلمٌ مجاہد سے روایت ہے کہتا ہے کہ مطلع ہوا عثمان ان لوگوں پر کہ محاصرہ کیا تھا جنہوں نے اوسپر پس کہا اے لوگو نہ قتل کرو تم مجھکو کہ میں والی و بھائی مسلمان تمہارا ہوں اور اسکے بعد بھی عثمان نے دعاے بد اونکے حق میں کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے لوگ کہ اکثر اونمیں اصحاب تھے باقرار سیوطی عثمان کو اونہوں نے بے یار اور بے مددگار چھوڑ دیا اور کسیننے اوسکی کمک نکی اور عثمان نے اونکے حق میں دعاے بد کی اور عبد لوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے المبحث الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابة ووجوب اعتقاد انهم ماجورون وذلك لانهم كلهم عدول باتفاق اهل السنة سواء من لابس الفتن او لم يلابسها كفتنة عثمان وصفين ووقعة الجمل حاصل یہہ کہ یہہ بحث چوالیسویں بیان میں اس امر کے ہے کہ جو کچھہ درمیان صحابہ کے جھگڑے اور مخالفتیں اور لڑائیاں ہوئی ہیں اوسکے ذکر سے زبان کو بند کرنا واجب ہے اور واجب ہے اعتقاد کرنا اس امر کا کہ وہ اجر دیے جائینگے اور یہہ اجر دینا اسوسطے ہے کہ وہ کل عادل ہیں باتفاق اہل سنت برابر ہے کہ شامل فتنہ کسیکے کوئی اونمیں سے ہوا ہو یا نہوا ہو مثل فتنہ عثمان کے اور جنگ صفین کے اور جنگ جمل کے اس سے معلوم ہوا کہ بعضے اصحاب فتنہ عثمان کے ملابس ہوے اور یہہ بھی اس سے معلوم ہوا کہ کل صحابہ عادل ہیں اگرچہ خونریزی اور ستم کیشی اور غصب کرنا حقوق آدمیونکا اختیار کریں مگر اونکی عدالت میں فرق نہیں آتا ہے واقدی کہ جو بڑا معتبر ہے اور خطیب استیعاب میں اوسکی توثیق بیان ہوئی ہے اور عبد الحق دہلوی نے مثل بخاری اور مسلم کے اوسکو شمار کیا ہے حدیث غدیر کی روایت نکرنے میں وہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ عائشہ اپنی طاقت کو کوشش کے موافق لوگونکو عثمان پر برانگیختہ کرتی تھی اور بھڑکاتی تھی اور کہتی تھی کہ ایها الناس هذا قميص رسول الله لم يبل وقد بليت سنة رسول الله اقتلوا نعثلا قتل الله نعثلا اے لوگو یہہ کرتہ رسولخدا صلعم کا پرانا نہیں ہوا اور سنت رسول خدا صلعم کی پرانی ہو گئی قتل کرو اس ریش دراز کو قتل کرے خدا اس ریش دراز کو یعنے عثمان کو کہتی تھی کہ اسنے سنت رسول خدا صلعم کی کہنہ کر دی ہے اسکو قتل کرو اور تاریخ ابو الفدا کی جلد اول میں لکھا ہے کہ كانت عايشة تنكر على عثمان مع من ينكر عليه وكانت تخرج قميص رسول الله صلعم وشعره وتقول هذا قميصه وشعره لم يبل وقد بلي دينه حاصل یہہ کہ تھی عائشہ کہ انکار کرتی تھی عثمان کے ہمراہ اون لوگونکے کہ انکار کرتے تھے اوسپر اور نکالتے تھے کرتہ رسول خدا صلعم کا اور بال حضرت کے اور کہتے تھے کہ یہہ کرتہ اوسکا ہے کہ پرانے نہیں ہوے اور دین اونکا پرانا ہو گیا کہ عثمان نے اوسکو پرانا کر دیا دین میں اون حضرت کی بدعتیں کرکے اور کتاب الاصابہ فی معرفة الصحابہ استیعاب میں ترجمہ طلحہ میں لکھا ہے اور عبارت استیعاب کی یہہ ہے کہ يقال انه اصاب يومئذ مروان بن الحكم لبسهم فصله وقال لا اطلب بثاري بعد اليوم وذلك ان طلحة فيمن خرج وكان ممن حاصر عثمان واشتد عليه ومما يخلف العلماء انتفاء ان مروان قتل طلحة يعني خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ طلحہ کی گردن پر تیر پہونچا اور مروان نے وہ تیر اوسکے مارا کہ طلحہ مر گیا اور کہا مروان نے نہ طلب کرونگا میں آجکے دن کی خون اپنا

اور اسکے بیٹے تیرا اوسکے مروان نے مارا کہ موافق گمان اہل تواریخ کے طلحہ اون لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا تھا اور نہیں اختلاف کہ یتے ہیں علمائے ثقہ طلحہ کے قتل ہونے میں مروان کے ہاتھ سے یعنے سب کا اتفاق ہے کہ مروان ہی نے طلحہ کو قتل کیا ہے اور ابن صباغ مالکی نے فصول مہمہ میں لکھا ہے کہ امیر المومنین علی نے زبیر سے فرمایا کہ ماحملك على ما صنعت یا زبیر قال حملنی علی ذلك الطلب بدم عثمان فقال علی أن انصفت من نفسك فانت صاحبك قتلتموہ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت علی نے زبیر سے کہا کہ کونسی چیز تجکو باعث ہوئی اس امر پر کہ جو تو نے میرے ساتھ کیا کہ تو مجھ سے جنگ کرے لوگونکو جمع کرکے کہا کہ اوٹھایا مجھکو اس امر پر عثمان کے خون کے طلب کرنے نے کہا علی علیہ السلام نے اگر انصاف کرے تو نفس اپنے سے اے زبیر تو بس تو نے اور تیرے یاروں نے اوسکو قتل کیا ہے اور یہ کتاب فصول مہمہ وہ ہے کہ جسکے مصنف کو شاہ عبد العزیز صاحب بسبب لکھنے روایات انصاف کے شیعہ کہتے ہیں اور حالانکہ وہ مالک کے مذہب تھا اور سنی سخت تھا اور ولی اللہ پدر شاہ عبد العزیز صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے فصل پنجم میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ میں بہتر سات فتنوں کا خوف کرتا ہوں کہ بعد میرے ہونگے اور سب سے بڑا فتنہ مدینہ کے اوٹھیکا قال الراوی فکانت فتنۃ المدینۃ من قبل طلحۃ والزبیر یعنے کہا راوی نے کہ پس تھا فتنہ مدینہ کا طلحہ اور زبیر کی جانب سے اور یہ وہ ہی فتنہ قتل عثمان کا ہے غیر اوسکا اور استیعاب میں محمد بن حذیفہ کے ترجمہ میں بعد ذکر برنگیختہ کرانے اوسکے لوگونکو عثمان پر لکھا ہے کہ وکذلك عمرو بن العاص منذ عزله من مصر یعمل حیلۃ بالتالیب واللطعن على عثمان یعنے اور ایسے ہی عمرو عاص ہے کہ جس سے زمانہ سے معزول کیا ہے اوسکو عثمان نے مصر سے تو حیلہ کرتا ہے برانگیختہ کرنیکا اور طعن کا عثمان پر یعنے لوگونکو اوسکے قتل پر رغبت دلاتا ہے اور اوسپر طعن کرتا تھا اور تاریخ الخلفا میں ایک طولانی روایت لکھی ہے اور ابتدا میں اوسکے یہ مضمون ہے کہ زہری نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ تجھکو خبر ہے کہ کیونکر ہوا قتل عثمان کا اور کیا تھا لوگونکو صحابہ محمد صلعم کو کہ اونہوں نے اوسکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اوسنے کہا کہ عثمان مظلوم قتل ہوا اور جسنے اوسکو قتل کیا وہ ظالم تھا اور جسنے کہ عثمان کو ترک کر دیا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا وہ معذور تھا ہمارا مقصود اوسکے بیان کرنے سے یہ ہے کہ سعید بن مسیب کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول مقبول نے عثمان کو بے یار کرکے چھوڑ دیا اور اوسکی مدد نکی اور اسکے بعد بھی لکھا ہے کہ ایک جماعت اصحاب کی عثمان کی خلافت کو مکروہ جانتی تھی اب معلوم نہیں کہ وہ اصحاب حق پر ہیں یا عثمان حق پر ہے اور یہ بھی اوس روایت میں ہے کہ تمام اہل مدینہ کہ اکثر اونکے اصحاب تھے عثمان پر غضب میں ہوئے اور موہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جسپر غضب میں ہوں اصحاب محمد صلعم وہ کافر ہے اور تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ ما انتقم من عثمان ولیس احد من الصحابۃ نہی عن ذلك ولا یذب الا نفر منہم اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ فاقتحموا على عثمان الدار والمصحف بین یدیہ فاخذ محمد بن ابی بکر بلحیتہ فقال له عثمان یا ابن اخی فوالله لو رآك ابوك لساءہ مقامك هذا فارسل لحیتہ وولی وضربہ بیده وبنادبی عیاض وسودان بن حمران بسیفیہما فضرب الدم على قوله فسیکفیکهم الله وهو السمیع العلیم وجلس عمرو بن الحمق على صدرہ وضربہ حتی مات وطعن معیر بن ابی سرح بطنہ فکسر ضلعین من اضلاعہ حاصل یہ کہ داخل ہوئے وہ لوگ عثمان پر اوسکے گھر میں اور قرآن شریف اوسکے آگے رکھا ہوا تھا محمد بن ابی بکر نے ڈاڑھی پکڑی عثمان کی عثمان نے کہا کہ اے فرزند برادر افسوس ہے تجھ پر خدا کی اگر باپ تیرا دیکھتا اس مقام تیرا کو یعنے حرکت تیری کو تو اوسکو برا معلوم ہوتا محمد بن ابی بکر نے یہ سنکر ڈاڑھی اوسکی چھوڑ دی اور پیچھے کو ہٹ گیا اور بنا بن عیاض اور سودان بن حمران نے تلواریں اوسکے ماریں پس اس آیت پر اللہ سنیگا کہ فسیکفیکهم الله وهو السمیع العلیم اور عمرو بن الحمق عثمان کے سینہ پر بیٹھا اور ایک ایسی ضرب اوسکے لگائی کہ وہ مر گیا اور عمیر بن صابی نے عثمان کے پیٹ پر ایسی لات ماری کہ دو پسلیاں اوسکی ٹوٹ گئیں اور اس عمرو بن الحمق کے حال میں ترجمہ عمرو بن الحمق میں استیعاب میں ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ هاجر الى النبی واسلم بعد الحدیبیۃ وقیل بل اسلم عام حجۃ الوداع والاول اصح وصحب النبی وحفظ منہ واحادیث وسکن الشام ثم انتقل الى الکوفۃ فسکنہا روی عنہ خیر بن نضیر وقائد بن سدادہ وغیرهما وکان ممن سار الى عثمان وهو احد الاربعۃ الذین دخلوا علیہ الدار فیما ذکروا ثم صار من شیعۃ علی وشهد المشاهد کلها بالجمل والنهروان والصفین خلاصہ یہ کہ ہجرت کی اوسنے طرف رسول خدا صلعم کے اور بعد صلح حدیبیہ کے مسلمان ہوا اور بعضے حجۃ الوداع کے سال کہتے ہیں اور اول ہی قول صحیح ہے اور صحبت میں رسول خدا کے رہا اور حدیثیں حفظ کیں اور شام میں سکونت کی اور پھر کوفہ کو نقل کر گیا اور وہاں رہا اور خیبر بن نضیر اور رفاعہ بن شداد نے اور سوا اون دونوں کے اوس سے روایت کرتے ہیں اور رہا وہ عمرو بن الحمق اون لوگوں میں سے کہ روانہ ہوئے تھے وہ واسطے قتل کے طرف عثمان کے اور وہ اون چار آدمیوں میں کا ہے کہ جو عثمان پر اوسکے گھر میں داخل ہوئے تھے پھر ہو گیا وہ علی کے شیعوں میں سے اور سب معرکوں میں علی کے پاس حاضر رہا ہے جمل میں اور نہروان میں اور صفین میں اور کنز العمال میں فضیلت اوسکی لکھی ہے کہ ایکمرتبہ اوسنے رسول خدا صلعم کو دودھ پلایا تھا آپ نے اوسکے حق میں دعا کی کہ الٰہی اسکو فائدہ بخش اسکی جوانی سے اسّی برس اور سپر گزرے لیکن بال سفید نہ ہوئے اوسکے اور استیعاب میں عبد الرحمان بن علیس کے ترجمہ میں لکھا ہے اور ابو حذیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ عثمان کے قتل پر لوگونکو بہت رغبت دلاتا تھا اور اوسنے زیر درخت بیعت کی ہے اور ابو عمر و کہتا ہے کہ وہ میر تھا اوس لشکر کا کہ مصر سے جو مدینہ کو آتے تھے وہ لوگ کہ جنہوں نے محاصرہ کیا عثمان کا اور قتل کیا اوسکو پس معلوم ہوا کہ عمرو بن الحمق بڑا جلیل القدر صحابی تھا جو کہ عثمان کی چھاتی پر چڑھا تھا اور ایک ضرب اوسکے ایسی لگائی کہ وہ مر گیا چنانچہ اس سے پہلے روایت میں ہے اور سوا اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ صحابہ عثمان کو بے یار و مددگار کر دیا اور اوسکی اعانت نکی اور

اوسکے قتل کرنیکی لوگونکو رغبت دلاتے تھے اور بعضے تو ایسے تھے کہ قتل کرنے ہی میں شریک تھے اور اب ایک اور امر اوسکے دلیل کرنیکا سننا چاہیے کہ کسنے اوسکے جنازہ پر نماز نہ پڑھی اور اوسکے لاشہ کو کوڑی اور گھوری پر پھینکدیا سو تین روز تک نعش اوسکی گھوری پر پڑی رہی چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور مالک سے روایت کی ہے کہ لما قتل عثمان القی علی المزبلة ثلثة ایام فلما کان من اللیل اتاه اثنا عشر رجلا فیهم فلان فلان وفلان فاحتملوه یعنے جسوقت قتل کیا گیا عثمان تو ڈالا گیا گھورے پر تین روز پس جب رات ہوئی تو بارہ مرد اوسکے پاس آئے پس اوٹھا لیگئے اوسکو اور ایسے ہی سیرحلبی میں لکھا ہے اور سیرة المحمدیہ میں لکھا ونقل عن مالک قال لما قتل عثمان القی علی المزبلة فلما دفنوه غیبوا قبره مالک سے منقول ہے کہ جسوقت عثمان قتل کیا گیا تو گھورے پر ڈالدیا گیا اور جسوقت اوسکو دفن کیا تو اوسکی قبر کو چھپا دیا اور صحابہ و اہل بیت میں سے کوئی اوسکے دفن کا روادار نتھا چنانچہ عبدالحق دہلوی نے جذب القلوب میں امام حسن کی وصیت میں لکھا ہے کہ در روایت دیگر آمدہ کہ ہم در وقت حرکت بجسین علیہ السلام فرمود کہ مرا پہلو جد من دفن کن اگر این قوم ازان مانع آیند چنانچہ ما صاحب ایشانرا کہ عثمان ست مانع آمدیم بالیشان الحاح مکن در نزاع میا و مرا در بقیع الغرقد دفن کن اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام حسن وغیرہ نے عثمان کو دفن نہیں ہونے دیا تھا اور اہل بیت کے نزدیک عثمان کچھ قدر نہیں رکھتا تھا اور دفن کرنا مومن کے لاشہ کا واجب کفائی ہے پس صحابہ جو تین روز اوسکے لاشہ کو ڈال رکھا اور دفن نکیا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک عثمان مومن نتھا اور اگر بلوائیونکے خوف سے دفن نہیں کیا تھا تو اس سے تقیہ کرنا صحابہ کا لازم آتا ہے اور اہلسنت تقیہ پر اعتراض کرتے اور حال یہہ ہے کہ صحابہ اوس زمانہ میں ہزاروں تھے مگر بلوائیوں میں بھی اکثر صحابہ شریک تھے اور عثمان کے لاشہ کو دفن نہیں کرنے دیتے تھے پھر تقیہ اسکے دفن کی کیونکر ہوتی جبکہ صحابہ ہی دفن ہونے دیں یہہ شیخ جو تواریخ طرفین کا حوالہ دیتا ہے کہ صحابہ بلوا قتل عثمان کے دنوں میں نہیں کیا یہہ محض افترا اور دروغ ہے دیکھو کسقدر روایتیں ہمنے بیان کی ہیں اہلسنت کی کتابوں سے کہ صحابہ ہی باعث ہوئے قتل عثمان کے اور اوسکو بے یار و مددگار کر چھوڑ دیا اور کسنے اوسکی اعانت نکی اور بعضے اوسکے قتل میں شریک ہوئے خدا تعالے فرماتا ہے کہ المومنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر یعنے مومن مرد اور مومن عورتیں بعضے اونمیں دوست بعضونکے ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اگر عثمان مومن ہوتا تو عثمان کی دوستی صحابہ کے دلمیں ہوتی اور اوسکی مدد کرتے اور اوسکے قتل کی رغبت جو دلاتے تھے تو موجب اس آیت کے یہہ امر نیک ہوا اور یا کہو کہ یہہ صحابہ ہی مومن نہ تھے مثل طلحہ اور زبیر و عائشہ و عمرو عاص کے جو کہ عثمان کے قتل کی رغبت دلاتے تھے اور جب کہ اس مضمون کی روایتیں بیان کر چکا ہوں تو اس شیخ کے قول کے رد میں کہتا ہوں کہ تواریخ طرفین شیعہ اور سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوا قتل عثمان کے برانگیختہ کرنے میں اور اوسکے قتل کی رغبت دلانیمیں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا مقدر یوں ہی تھا کہ عثمان صحابہ کی بے اعتنائی سے مارا جاوے اور یہہ جو لکھتا ہے کہ صحابہ نے عثمان سے اجازت لڑنیکی بلوائیوں سے چاہی اور عثمان نے اونکو لڑنے سے منع کیا یہہ محض افترا اور دروغ ہے ہرگز ہرگز صحابہ نے عثمان سے اجازت نہیں چاہی اور صحابہ کیونکر اجازت چاہتے کہ وہ خود ہی تو باعث اوسکے قتل کے تھے چنانچہ اس مضمون کی روایتیں پہلے اس سے ہم بیان کر آئے ہیں اور یہہ جو لکھتا ہے کہ با اینہمہ بانیکے پہونچانیکو اور بلوائیوں کے ہٹانیمیں آخر تک تدبیر میں مشغول رہے اگر صحابہ پانی عثمان کے گھر پہونچایا تو اسکا کیا مضائقہ ہے کہ گھر میں اوسکے بچے اور عورتیں ہی تھیں لوگ بے آب و غذا کیا قصور تھا اونکو آزار پہونچانے کا کام تو عثمان سے تھا اور بلوائیوں کے ہٹانیکی کوئی تدبیر نہیں بلکہ خود بلوائیونمیں صحابہ شریک تھے اور عثمان کے قتل کی اونکو رغبت دلاتے تھے چنانچہ پہلے اس سے گزرا ہے اور یہہ جو لکھتا ہے کہ زید بن ثابت انصاری تمام انصاریونکو لیکر آئے اور جوانان انصار نے کہا اگر فرماؤ تو دوبارہ ہم انصار خدا بنیں یہہ بھی صحیح نہیں اور جو کہ تواریخ معتبرہ اہل سنت سے ثابت ہے وہ یہہ ہے کہ تمہا زید نے انصار سے کہا تھا لیکن وہ انصار کے دو مرتبہ ابوالحسن مازنی نے کہ وہ بھی انصار میں سے تھا کہا کہ ہم تیری اطاعت نکرینگے تاکہ ہو جائیں ہم جیسے کہ خدا تعالے مذمت کفار میں فرماتا ہے کہ انا اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیلا اور اوسکے صحبہ تھی رسول خدا صلعم کی کہتے ہیں کہ وہ اون لوگوں میں سے تھا کہ جو حاضر ہوئے تھے عقبہ اور بدر میں اور ابوالحسن وہ ہی ہے جو کہنے والا تھا زید بن ثابت کو جسوقت کہا تھا زید نے روزہ دار یعنے جس روز کہ عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تھا کہ اگر وہ انصار خدا کے دو مرتبہ پس کہا ابوالحسن نے یہہ بات سنکر کہ قسم ہے خدا کی کہ نہ بنیں گے ہم کہا تیر کہ ہو جائیں گے ہم لوسو قت جیسے کہ کہا ہے خدا نے کہ وہ کافر کہیں گے فرمانبرداری کی اور کہا مانا ہمنے سردار اور اپنے کا اور بزرگون اپنے کا پس گمراہ کر دیا ہمکو اونہونے راہ رہت سے اور واقدی نے لکھا ہے کہ زید بن ثابت کے پاس ایک جماعت انصار کی مجتمع ہوئی اور وہ لوگونکو واسطے نصرت عثمان کے کہتا تھا جبلہ بن عمر نے کھڑے ہو کر کہا کہ تجھکو کون چیز مانع ہوئی اوسکے اوپر سے دفع کرنیکو تو اوسکی مدد کیوں نہیں کرتا ہے کہ بخشے تجھکو عثمان نے دس ہزار دینار

اور دیئے تجھکو باغ فدک کے کہ نہ میراث میں پہنچی تھے تجھکو تیرے باپ سے مثل اُسکے یہ سبب تہا کہ جو زید کہتا تھا انصار سے کہ پہلے سے انعام پائے ہوئے تہا عثمان سے مؤنین سے حقوق میں سے لیکن انصار نے اسکا کہنا نہ مانا اور باقی رہا عبداللہ بن عمرو وہی عثمان سے کہنے گیا تھا اُسکی کمک کے واسطے اسواسطے کہ واقدی لکھتا ہی کہ روی عن ابن عمر انہ قال واللہ ما کان منا الا خاذل او قاتل یعنی روایت کی ہی ابن عمر سے کہ تحقیق اُس نے کہا کہ قسم ہی خدا کی نہتا ہم میں سے مگر بے یار چھوڑ دینے والا یا قتل کرنیوالا عثمان کا پس معلوم ہوا کہ زید بن ثابت نے اور عبداللہ بن عمر نے عثمان سے جاکر یہ گفتگو نہ کی تھی جو کہ یہ شیخ لکھتا ہی معلوم نہیں ایسی باتیں کہانسے لکھتا ہی اگر شیعہ کی کسی کتاب سے لکھی تو الیتہ تسلیم کیا جائے اور یہ جو لکھتا ہی کہ مگر ابا ہیمہ حضرت حسنین عبداللہ بن عمرو غیرہ عثمان کے گھر میں تھے اور بلوائی ہجوم کرتے تہے تو یہ لاٹھی مارتے تھے اور دروازہ بند کر دیتے تھے اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے تو سبب اسکا یہ ہی کہ لوگوں کی جانب سے تعدی حد شرع سے زیادہ عثمان کے اہل و عیال کو نہ پہنچی اور اُسکے زن و فرزند کو آب طعام پہنچتا رہے کہ اُن بیچاروں کا کیا قصور تھا کہ وہ تو محض بیگناہ تھے اور اس مقام میں اہل سنت کے علما بہت سی روایتیں پوچ اور واہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر نے امام حسن کے طمانچہ مارا بھلا حسنین کا کیا قصور تھا خود ہی یہ شیخ لکھتا ہی کہ بلوائی گھر کے پیچھے سے نقب لگا کر چلے آئے اور حسنین دروازہ پر تھے اور جناب امیر سے ہو سکتا ہی کہ حسنین کو جو کہ دو لعبت رسولخدا ہیں بلا قصور تعزیر دیویں اور مولف لکھنے صاحب تحفہ کو یہ معصوم نہیں تو محفوظ ہیں گناہ سے پہ کسواسطے طمانچہ مارتے بے قصور کو معاذاللہ کیسے دروغگو ہیں تین بدویوں کی جانب داری کرکے اپنے ایمان کو ضائع کرتے ہیں اور عثمان کے غلاموں کا جو حال لکھتا ہی کہ فوج کثیر تہی اگر حکم دیتا اُنکو تو حقیقت معلوم ہو جاتی یہ بھی سب غلط ہی جس وقت میں کہ اصحاب رسول مقبول ہزاروں تھے اور بلوائیوں کا کچھ نہ کر سکے اور اُن کے خوف سے عثمان کے لاشہ کو دفن نکرنے پائے یہانتک کہ تین روز تک گھورے پر پڑا ہوا سڑا کیا تو غلاموں کی کیا حقیقت تھی اُنکے مقابلہ میں اول تو یہ امر وقوع ہی میں نہیں آیا اور اگر بالفرض منع بھی کیا تو اسواسطے کہ یہ غلام مفت مارے جائینگے کیا بات بناتے ہیں کہ جو کوئی کمک کرنیکو کہتا ہی تو عثمان اُسکو منع کرتے ہیں ہاں سچ ہی جو وقت کہ اصحاب رسول نے اُسکو بے یار اور بے مددگار کرکے چھوڑ دیا ہو تو اور کیا کہیں کوئی بات بھی تو بنانی چاہیئے عثمان کے واسطے تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ عثمان کو ناحق قتل کیا ہی اور حالانکہ کہتا ہیں اُسکے قصوروں سے پُر ہو رہی ہیں اُسکو کہاں چھپائینگے اور یہ جو لکھتا ہی کہ تواریخ طرفین میں موجود ہی کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادونکو اور حضرت جعفر کی اولاد کو اور اپنے چچا قنبر کو عثمان کے دروازہ پر متعین کر رکھا تھا اور طلحہ اور زبیر نے اپنے بیٹوں کو اور جب بلوائی ہجوم کرتے تہے تو یہ لاٹھی لکڑی سے جو ہاتھ آجاتا تھا لڑتے تہے اور یہانتک کہ سبط اکبر امام حسنؓ خون آلودہ ہو گئے محمد بن طلحہ اور قنبر کے سر پر زخم لگا یہ بھی سب دروغ ہی اور شیعہ کی کسی کتاب میں نہیں لکھا اگر تو راست گو ہی تو شیعوں کی کسی کتاب کا نام لکھا ہوتا اور تو لکھتا ہی کہ تواریخ طرفین میں موجود ہی حاشا کہ شیعہ کی کسی تواریخ میں یہہ مضمون لکھا ہوا و کیونکر یہ قول غلط نہو کہ میان طلحہ اور زبیر تو خود باعث قتل عثمان تہے وہ اپنے بیٹونکو عثمان کی حفاظت کے واسطے اُسکے دروازہ پر کیوں ٹہلاتے اور عجیب و غریب بات ہے کہ علی اور طلحہ اور زبیر خود تو بلوائیوں کے منع کرنے کو عثمان کے دروازہ پر نہ آئے جو کہ فہمیدہ تھے اور جنکے کہنے کو اثر تہا لڑکوں کو اپنے بھیجدیا بھلا یہ بات خیال میں بھی آتی ہی اور بڑا تعجب ہی کہ عثمان کے غلام جو کہ فوج کی فوج تہی اور تہیار باندہکر لڑنے کے ارادہ پر آئے اُنکو تو عثمان نے منع کر دیا کہ مت لڑو اور ایسے ہی ابن عمر کو منع کر دیا اور چار پانچ لڑکونکو علی اور طلحہ کے اور قنبر کو خمی کر دیا اُنکو منع نہ کیا کہ تم لاٹھیوں اور لکڑیوں سے کیوں لڑتے ہو تم یہانسے چلے جاؤ میری شہادت تو لکھی ہوئی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تہا تم کیوں زخم کھاتے ہو میں تو مقتول ہونگا سو کیا فائدہ لوگ بھی زخمی ہوں و طلب حاصل نہو مگر یہ کہا جاوے کہ عثمان کو عبداللہ بن عمر اور غلام اُسکے بہت عزیز اور پیارے تہے اُنکے مقتول ہونیکو گوارا نکیا اسواسطے اُنکو لڑنے سے منع کیا اور حسنین اور قنبر اور ابو طلحہ اور زبیر کے ساتھ جو عداوت رکھتا تھا اُنکو منع نکیا اور چاہا کہ یہ مقتول ہو جائیں اور یہ جو لکھا ہی کہ نہج البلاغت جو اصح الکتب شیعہ ہے اسبات کی گواہ ہی حضرت میر سے اسمیں دایت ہے کہ اُنہوں نے یہ فرمایا واللہ قد دفعت عنہ حتی خشیت مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے ایک ٹکڑا ذرہ سا خطبہ میں سے لیا ہی نہ اُسکے اول کی خبر ہی نہ اُسکے آخر کی کہ کیا لکھا ہی اول میں اس خطبہ کے یہ مضمون ہی کہ ابن عباس عثمان کی طرف سے حضرت امیر کے پاس نامہ لائے جسوقت کہ عثمان محاصرہ کیا گیا تہا اور سوال اُس نامہ میں اپنی نکلنے کا تھا کہ کسی طرح میں اس گھیر سے نکلجاؤں حضرت علی نے فرمایا کہ اے ابن عباس کیا چاہتا ہی عثمان مجکو تو اُسنے شتر بانی کیمینے کا بنا رکھا ہی کہ کبھی آگے جاؤں اور کبھی پیچھے جاؤں اور بار بار آدمی بھیجتا ہی بعد اسکے فرمایا کہ واللہ لقد دفعت عنہ حتی خشیت ان اکون آثما یعنی قسم ہی خدا کی البتہ تحقیق دفع کیا تھا میں نے اُس سے یہانتک کہ ڈرا میں اس امر سے کہ گنہگار ہو جاؤں پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت امیر عثمان کے پاس سے لوگوں کو دفع کرنے سے اور اُسکی اعانت سے دست بردار ہو گئے تہے اُسکی تلون مزاجی سے اور صدور احداث اور معاصی سے اور یہ دفع کرنا جو حضرت امیر نے فرمایا ہی یہ پہلی مرتبہ کا ہوا دوسری مرتبہ کہ جسوقت مجھ سے تھا اور مارا گیا تھا اُسوقت کا دفع کرنا حضرت امیر کے کلام سے ثابت نہیں ہوتا ہی اور مرتبہ آخر میں جو مدافعات کثیرہ اُس سے صادر ہوئی تو صحابہ اُسکے قتل پر راضی ہوئے اور ابتدا میں اُسکا قتل نہ چاہا اور آخر میں جناب امیر اُسکے قتل سے کبوکر ناراض ہوتے کہ بروایات معتبرہ اہل سنت ثابت ہے کہ جناب امیر نے فرمایا ہی قتل عثمان کے مقدمہ میں اپنے خطبہ میں کہ ما قتلت عثمان الا کرہت قتلہ وما امرت وما غیبت چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ میں لکھا ہی کہ یعنی نہ قتل کیا میں نے عثمان کو اور نہ مکروہ جانا میں نے قتل ہونے اُسکے کو اور نہ حکم کیا میں نے اور نہ منع کیا میں نے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کو عثمان کے قتل ہونیکا کسی طرح سے افسوس اور رنج نتھا اور بعد اسکے لکھا ہی تاتارخانیہ میں کہ کہا حضرت علی نے کہ من کان سائلی عن قتل عثمان فانہ قتلہ واللہ معہ

یعنی جو شخص کہ پوچھے مجھ سے قتل عثمان کی سے تو خدا نے قتل کیا ہی اسکو اور میں ہمراہ خدا کے ہوں واقدی نے بھی لکھا ہی کہ عمار یاسر کہتے ہیں کہ جسوقت قتل ہوا عثمان تو دیکھا میں نے علی کو منبر پر رسول خدا صلعم کے فرماتے تھے کہ ما جنت قتله ولا کرهته ولا امرت به ولا خیبته اور سوائے اسکے یہ ہی کہ جسقدر بلوائیوں میں مصر کے رہنے والے تھے وہ سب حضرت علی کے کہنے میں تھے اگر علی چاہتے تو وہ سب علیحدہ ہوجاتے لیکن علی کو تو قتل ہونا عثمان کا ناگوار ہی تھا اور یہ جو لکھا ہی کہ اسکی شرح میں تمام شراح نہج البلاغت نے روایت کیا ہی کہ حضرت امیر بلوے کے دنوں میں جب حضرت عثمان کے گھر میں آتے تھے تو بلوائیوں کو چابک مار مار دفع کرتے تھے اور لعنت کرتے تھے یہ بھی قابل اعتبار نہیں ہی کہ کسی شرح کا نام تو لکھا ہوتا کہ کس شرح تصنیف شیعہ میں یہ لکھا ہی اور جھوٹے دعوی زبانی کو کون سنتا ہی اور دلالت کرتا ہی اسکے بطلان پر قول تمام اہل سنت کا کہ لعنت کسی فاسق کی بھی جایز نہیں ہے بلکہ لعنت کرنا کسی کافر کا بھی جایز نہیں ہی جبتک کہ وہ زندہ رہی چہ جاکہ مومن اور مومن بھی کون کہ اصحاب رسول مقبول کہ جو اکثر انمیں سے بلوائیوں میں شریک تھے اور وہ بھی سب کے سب عادل بھلا ایسا ہوسکتا ہی کہ علی لعنت کریں اصحاب رسول پر جو کہ عادل ہیں اور اصحاب رسول باوجود شریک ہونے فتنہ عثمان کے بھی عادل رہی تھے اور انکی عدالت میں کسیطرح کا فرق نہ آیا تھا چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ ذهب جمهور العلماء الی ان الصحابة کلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلی وکذا بعدها اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قتل کرنا عثمان کا گناہ تھا اسواسطے کہ بعض صحابہ جو کہ عثمان کے قتل میں شریک تھے اگر اسکا قتل کرنا گناہ ہوتا تو وہ کیونکر عادل باقی رہتے اسواسطے کہ عادل تو اسکو کہتے ہیں کہ جو کوئی گناہ عمداً نکرے بلکہ بلوائی قاتلان عثمان خواہ اصحاب خواہ غیر اصحاب سب مومنین تھے چنانچہ ولی اللہ پدر مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہی کہ خالد ربعی کہتا ہی کہ قرأت فی کتاب اللہ المنزل ان عثمان یاتی یوم القیامة یدیه الی اللہ یقول یارب قتلنی عبادك المؤمنون پڑھا ہے میں نے بیچ کتاب خدا کے جو کہ نازل کی گئی ہی یہ کہ عثمان آویگا بلند کرنیوالا ہوکر دونو ہاتھوں اپنے کو طرف خدا کے کہیگا کہ اے پروردگار میرے قتل کیا مجھکو تیرے بندوں مومنین نے اس روایت سے معلوم ہوا کہ قاتلان عثمان سب مومنین تھے اور لعنت کرنا مومن کا کسی وجہ سے جایز نہیں ہی پس نسبت کرنا لعن کا طرف جناب امیر کے محض دروغ اور افترا ہے اور جب یہ دروغ ہوا تو جناب امیر کا عثمان کے گھر پر جانا اور بلوائیوں کو چابک مار مار کر دفع کرنا بھی افترا ہی اور ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** ابن اعثم کوفی شیعوں کا مورخ جو حضرت عثمان وغیرہ کا دشمن جان ہی وہی اپنے فتوح میں نقل کرتا ہی کہ حضرت امیر نے اپنے فرزند ارجمند سبط اکبر امام حسن رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ حضرت عثمان کے پاس جاؤ اور کہو میرے والد کا دل تمہارے ہی طرف لگا ہوا ہی فرماتے ہیں میں سنوں ہوں کہ یہ لوگ تمہارے مقدمہ میں کچھ بہت غل شور کر رہے ہیں اور کسی کی نصیحت نہیں سنتے اور تمہارے قتل کا مصمم ارادہ کئے بیٹھے ہیں اسلئے تمہاری طرف سے مجھے بہت اندیشہ ہوتا ہی اگر فرمایئے تو میں بھی آکر تمہارا مددگار ہوں اور ان لوگوں سے لڑوں اور جسطرح بن پڑی ان لوگوں کو تمہارے دروازہ سے ہٹا دوں حضرت امام حسن حسب ارشاد والد ماجد حضرت عثمان کے پاس آئے اور پیام پہنچایا انہوں نے فرمایا یہ مجھے منظور نہیں کہ آپ تکلیف اٹھائیں اور ان لوگوں سے لڑیں میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا ہی یوں فرماتے ہیں کہ اگر ان لوگوں سے لڑو تو لڑو فتح ہوگی اور نہ لڑو روزہ ہمارے پاس کھولیو سواب بھی تمنا ہی کہ رسول خدا صلعم کی خدمت میں جاکر روزہ کھولئے حضرت امام حسن چپ ہوکر چلے آئے **اقول** ابن اعثم کو جو شیعوں کا مورخ کہتا ہی بالکل غلط ہی شیعہ تو اسپر تبرا کرتے ہیں اور پہلے اس سے ہم بیان بھی کر چکے ہیں اور شیعوں میں تو کوئی مورخ ہی نہیں ہے مگر آخوند محمد باقر مجلسی طاب ثراہ بحار الانوار میں اور حیات القلوب میں بطور تواریخ کے کچھ لکھتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب بھی تحفہ میں فخر کرکے اپنے مذہب کا لکھتے ہیں کہ شیعوں کی مذہب میں تواریخ کی کتابیں نہیں ہیں ہماری ہی کتابوں سے لیتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو وہ روایت معتبر ہی کہ جسکو شیعوں نے امام سے نقل کیا ہو یا اس صحابی سے جو ممدوح طرفین ہے جیسے کہ ابوذر عمار سلمان وغیرہ اور اعثم کوفی مثل اور مورخوں کے سنی ہی مثل تاریخ ابوالفدا اور تاریخ خمیس اور ملل نحل والے کی اور جو کچھ اس نے اس مقدمہ میں لکھا ہی سب غلط ہی اسکا قول ہمپر حجت نہیں ہوسکتا کہ وہ ہمارے مذہب سے خارج ہی اور جو اسکے شیعہ ہونے کی جو کچھ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں لکھی ہی ہم اسکو پہلے اس سے رد کر چکے ہیں اور شاہ صاحب موصوف کا دستور ہی کہ جس سنی کو دیکھتے ہیں کہ وہ صحابہ کے عیبوں کو بیان کرتا ہی اور وہ باتیں اسکے قلم سے جاری ہوجاتی ہیں کہ جو شیعوں کی حقیت پر دلالت کرتی ہیں تو اسکو متہم تشیع کردیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ شخص سنی ہی اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونیکا قائل ہی جیسے کہ ابن ابی الحدید معتزلی اور صاحب فصول مہمہ کہ وہ ابن صباغ مالکی ہی اور ابن قتیبہ اور اعثم کوفی وغیرہ اور دیکھو تو یہ شیخ کیسا دھوکا دیتا ہے کہتا ہی اعثم کو کہ شیعوں کا مورخ جو حضرت عثمان وغیرہ کا دشمن جان ہی تاکہ لوگ جانیں کہ وہ شیعہ ہی ہوگا یہ بیچارہ کہتا ہی اور حالانکہ شیعہ اس سے بیزار ہیں معلوم نہیں کہ کسوجہ سے اسکو شیعہ کہتے ہیں اگر اسوجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ثلاثہ کے عیبوں کو بیان کرتا ہی تو عیبوں کو تو سنی بھی بیان کرتے ہیں صاحب استیعاب اور صاحب ملل ونحل اور صاحب کنز العمال اور صاحب تاریخ خمیس اور تاریخ ابوالفدا اور صاحب تاریخ طبری اور سوا انکے اس تنہا کا کیا تصور ہے ہاں اگر وہ یہ لکھتا ہو کہ خلفاء ثلاثہ غاصبان خلافت تھے اور ابوبکر نے فدک کو غصب کیا تھا اور خلافت حق علی کا تھا اور فدک حق فاطمہ زہرا کا تھا اور سوا اسکے جو شیعہ اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں تو اس صورت میں البتہ اسکو کہہ سکتے ہیں کہ میلان اسکا طرف تشیع کے تھا اور اسنے ایسا اپنی کتاب میں کہیں نہیں لکھا ہی اور نہ خلفاء ثلاثہ سے بیزاری لکھی ہی تو اسکو کیونکر شیعہ کہہ سکتے ہیں اور اس نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہی کہ حضرت امیر نے عثمان کو امام

حسن کی زبانی پیغام بھیجا تھا اور مدد عثمان کی نہ کی کیا اگر کوئی تجھ سے من مارا جانا چاہتا تو اس سے پوچھا ہی کرتے ہیں کہ اگر تو کہے تو تیری مدد کریں ایسا کہیں بھی دستور ہی اگر حضرت علی کو اعانت عثمان کی منظور رہی تو یہ ہجوم اُنپر نہ ہونے پاتا وہ سب لوگ حضرت علیؑ کے کہنے میں تھے اور حضرت علیؑ نے تو جیسے کہ عثمان کو قتل نہیں کروایا ہی ایسے ہی لوگوں کو اُسکے قتل کرنے سے منع بھی نہیں کیا ہی جیسے کہ تاریخ کی روایت میں پہلے اس سے گزرا ہی کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ نہ میں نے اُسکو قتل کیا ہی اور نہ قتل کرنے سے منع کیا ہی لیکن لوگوں کو گمان ہی کہ حضرت علیؑ نے اُنکو قتل کروایا ہی اور نہ حضرت علی نے عثمان سے مدد کرنیکے باب میں کچھ پوچھا ہی اگر مدد کرنا منظور ہوتا تو پوچھنے کی احتیاج نہتی اپنے دوست کو کوئی ایسا بے یار نہیں چھوڑ دیتا ہی کہ اپنی آنکھوں کے سامنے دوست قتل ہوتا ہو اور آپ دیکھا کریں اور منتظر ہوں کہ دوست کہی تو اُسکی مدد کریں ورنہ اُسکو قتل ہونے دیں اور یہ بات کہیں عقل میں بھی آتی ہی اور عثمان مدد کرنے سے کیوں کسیکو منع کرتا وہ تو آرزو رکھتا تھا کہ میں بچ جاؤں اور کہتا تھا کہ اے لوگو مجھکو قتل نکرو میں تمہارا بھائی مسلمان ہون چنانچہ پہلے اس سے گزر گیا ہی کنز العمال سے اور بیوجہ نہیں مارا گیا ہی تاکہ یہ کہنا اُسکا حجت ہو بلکہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا ہے اور دین میں احداث کئی تھے اور حقوق مومنین کو غیر مستحقوں اپنے عزیز اور دوستوں پر تقسیم کیا تھا اور صحابہ رسول مقبول کو آزار پہنچائی تھے اور بے عزت کیا تھا اسکے عوض میں مارا گیا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب سنیے کہ اہل ایمان کا تو یہ کام نہیں کہ حضرت امیر کے تمام معاملات کو نفاق اور ظاہرداری پر محمول کریں شیعہ اگر بحکم المرء تقیس علی نفسہ حضرت امیر اور صاحبزادوں کے اِن معاملات اور تمام ان گفتگوؤں کو منافقانہ سمجھیں تو اُنہیں اہل ایمان کون سمجھتا ہی معاذ اللہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور نفاق سے چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۱۲ اور اگر بالفرض نفاق ہی تھا تو اُسیوقت ہوگا اپنی خلافت میں کوفہ میں جب خطبہ میں اس بات پر قسم کھائی کہ میں نے قاتلان عثمان کو بہت سا مال دیا تو اُسوقت کیا دباؤ تھا جب کہ حضرت عثمان بھی شہید ہو لئے تھے اور قطع نظر شجاعت کے کارفرمائی خلافت بھی آپ ہی تھی مرے ہوئے سے تو نامرد بھی نہیں ڈرتے اور بے سر و سامان کو ہراس نہیں ہوتا حضرت علیؑ کو اس شجاعت اور اس شوکت پر کیا ہوا کہ ابتک بھی عثمان کا خوف لگیا اگر بزعم شیعہ اسمیں کچھ نفاق بھی ہوتا تو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد آواز بلندیوں کیوں فرماتے **اقول** بیہودہ اور بے سر و پا بکتا چلا جاتا ہی اور اپنی طرف سے ایک مضمون تراش کر اُسکا و پر جو چاہتا ہی سو بیان کرتا ہی ارے ہم اسکو کب تسلیم کرتے ہیں کہ جناب امیر نے عثمان کو زبانی امام حسنؑ کے کہلا بھیجا تھا اگر فرماؤ تو میں بھی تمہارا مددگار ہوں یہ سب غلط ہی اور اگر اعثم کوفی نے لکھا ہی تو وہ تیرا ہم مشرب ہے سگ زرد برادر شغال اُسکا کلام ہمپر حجت نہیں ہو سکتا اور معاذ اللہ جناب امیر نے تو کوئی کام نفاق کا کیا ہی نہیں ہے البتہ تیرے نزدیک عثمان کے قتل کے دنوں میں جو صحابہ کہ مدینہ میں تھے تیرے قول کے موافق سب منافق تھے کہ اُنہوں نے کلمہ بلوائیوں کا پڑھا اور بلوائیوں کے خوف سے لاشہ عثمان کا تین روز تک گھوڑے پر پڑا رہنے دیا اور دفن کرنا اُسکا واجب تھا اور ہر ایک ظاہرداری کو نفاق نہیں کہہ سکتے ہیں اور جو ایسا کہی وہ منافق ہی اسواسطے کہ ظاہرداری خلاف باطن بے تقیہ بھی ہی اور وہ یہ ہی کہ ظاہر میں کفر کی بات ہو اور دل میں ایمان قائم ہو اور نفاق بالعکس اسکے ہی اور تقیہ قرآن سے ثابت ہے آیت اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ سے عمار یاسر کے قصہ میں چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہی اور تقیہ کو نفاق کہنا کار منافق ہی اسواسطے کہ تقیہ قرآن سے ثابت ہی اور نفاق کی مذمت قرآن میں موجود ہی اور شیعہ تو حضرت امیر کے کسی معاملہ کو نفاق نہیں سمجھتے ہیں البتہ تیری تقریر سے صحابہ کا منافق ہونا لازم آیا کہ اُنہوں نے بلوائیوں سے ظاہرداری کر کے عثمان کا لاشہ دفن نہ کیا اور اب میں بھی کہتا ہوں کہ اب سنیے کہ اہل ایمان کا تو یہ کام نہیں کہ صحابہ کے معاملات کو نفاق اور ظاہرداری پر محمول کریں اہل سنت اگر بحکم المرء تقیس علی نفسہ صحابہ کے اس معاملہ کو منافقانہ سمجھیں تو انکو اہل ایمان کون سمجھتا ہی معاذ اللہ صحابہ اور نفاق سے چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۱۲ اور عباس اور علی کے نزدیک تیرے ابوبکر اور عمر بھی منافق تھے چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہی کہ حضرت علی اور عباس نے عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی فدک وغیرہ کا کیا تو عمر نے کہا کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن جانتے تھے اور مجھکو بھی تم کاذب آثم غادر خائن جانتے ہو اور یہی علامتیں نفاق کی ہیں چنانچہ مشکوۃ میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہی کہ کہا جناب رسولخدا صلعم نے کہ اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کان فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا ائتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر متفق علیہ چار چیزیں ہیں جس شخص میں وہ چاروں ہونگی ہونگا وہ منافق خالص اور جس شخص میں ہوگی ایک خصلت اُن چار میں سے تو ہوگی ایک خصلت اُسمیں نفاق کی یہانتک کہ چھوڑ دے اُنکو جسوقت امانت لیوی تو اُسمیں خیانت کری اور جسوقت بات کری تو جھوٹ کہے اور جسوقت عہد کری تو غدر یعنی بیوفائی کری اور جسوقت مخاصمہ کری تو گناہ بد کری کہ وہ آثم ہی اور حضرت عمر تو خود اپنی زبان سے فرمایا کرتے تھے واللہ انا من المنافقین یعنی قسم ہی خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں چنانچہ احادیث صحاح میں ہے اور امام غزالی وغیرہ جو کہتے ہیں کہ واسطے کسر نفسی کے ایسا فرمایا تھا یہ تاویل بالکل باطل ہی اسواسطے کہ کسر نفس کے واسطے کہتے ہیں کہ میں گنہگار ہوں اور کافر اور منافق یہ کسر نفس کے واسطے کوئی اپنے تئیں نہیں کہتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی یہ شیخ کہ اور اگر بالفرض نفاق ہی تھا تو اُسیوقت ہوگا اپنی خلافت میں کوفہ میں جب خطبہ میں جب یہ بات پر قسم کھائی کہ میں نے قاتلان عثمان کو بہت سا مال دیا تو اُسکے جواب میں کہتا ہوں میں کہ جناب امیر علیہ السلام کا منافق ہونا تو کسیطرح سے لازم نہیں آتا ہی نہ اُسوقت میں نہ خلافت میں نہ بعد خلافت کے لیکن شیخین یعنی ابوبکر اور عمر حقیقت میں منافق تھے جیسے کہ ہمنے ثابت کیا صحیح مسلم اور مشکوۃ سے اور اب اس شیخ کی جہالت سنی چاہیے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب تحفہ میں اس نے عثمان کی مطاعن کے جواب میں لکھا ہو واللہ دفعت عنہ دیکھکر اُسکی تعلل کر دی ہی لیکن اسکو نہ اسکے پہلے کی خبر ہی اور نہ اسکے بعد کی خبر ہی کہ کیا لکھا ہی اور نہ اسکی خبر ہی کہ یہ کلام جناب امیر کا کیا کلام ہی اور نہ یہ

معلوم ہے اسکو کہ یہ کلام کس زمانہ میں فرمایا تھا اپنی طرف سے جو چاہتا ہے سو بکتا ہے اور حقیقت سے خبر نہیں ہے کئی جھوٹ اس نے بیان کئے ہیں اول تو یہ کہتا ہے کہ اپنی خلافت میں کوفہ میں خطبہ میں اور حال یہ ہے کہ عثمان کی زندگی ہی میں فرمایا تھا نہ اپنی خلافت میں اور خطبہ میں نہیں فرمایا بلکہ ابن عباس جو عثمان کی طرف سے کتابت لیکر آئے تھے اسکے محصور ہو جانیکی حالت میں اور اسمیں سوال عثمان کا واسطے نکلنے کے تھا تو اسکے جواب میں حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ میں اسکے اوپر سے بہت دفع کیا تھا یہانتک کہ خوف کیا میں نے کہ ایسا نہو کہ گنہگار ہو جاؤں اور اپنے خطبہ میں ایسا نہیں فرمایا اور نہ اپنی خلافت میں یہ فرمایا بلکہ عثمان کی زندگی میں ابن عباس کے جواب میں فرمایا اور اس کلام سے حضرت امیر کی ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت عثمان کی اعانت سے ہاتھ کھینچے ہوئے تھے بسبب اسکی احداث اور بدعات کے اور یہ دفع کرنا جناب امیر کا عثمان سے پہلے اس سے وقوع میں آیا ہے جبکہ اس امر کا مشورہ کرتے تھے نہ وقت محاصرہ عثمان کے کہ اسوقت کی اعانت کسی طرح سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ میں پہلے اس سے بیان کر چکا ہوں اور بعد اسکے ایک اور جھوٹ اور افترا لکھتا ہے کہ اسوقت کیا دبا ہوا تھا جب تو حضرت عثمان شہید ہی ہوئے تھے اور حال یہ ہے کہ یہ ذکر عثمان کے قتل ہونے سے پہلے کا ہے اور یہ وہ کہتا ہے کہ عثمان کے قتل کے بعد کا ذکر ہے اور نہ اسوقت علی کا فرمانے خلافت تھے کہ عثمان ہنوز زندہ تھا اور بعد اسکے جو کچھ لکھا ہے سب ہیچ اور بیہودہ ہے اور اسکا کیا جواب ہو سکے کہ جسکی کوئی اصل ہی نہیں ہے اپنی طرف سے ایک بات بنا کر لکھتا ہے نہ تو علی نے مردہ کا ڈر کیا اور نہ عثمان کے قتل کے بعد ایسا کلمہ فرمایا یہ سب غلط اور جھوٹ ہے جو کچھ کہ یہ شیخ بجدی کہتا ہے اور کچھ اصل اسکی نہیں ہے اور نہ کچھ اسکو خبر ہے اور خوف مردہ سے تو نہیں ہوتا مگر اسکے معتقدین اور مرتدین سے البتہ ہوتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا جاہل اور بیخبر تھا یہ شیخ کہ کچھ خبر نہیں رکھتا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب کے دھوکہ دینے سے ایسا دھوکے میں آیا تو اسکو کیا ضرور تھا باب مناظرہ میں قدم دھرنا اور طرفہ یہ ہے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب کا جو کلام کہ اس مقام میں ہے وہ اسکی سمجھ میں نہیں آیا وہ تو کچھ کہتے ہیں اور یہ کچھ کہتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اور حضرت عبداللہ بن سلام ہر صبح کو بلوائیوں کے پاس جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت عثمان کو قتل مت کرو ورنہ انکے قتل کے بعد بہت سے فتنے فساد اٹھیں گے اور حضرت حذیفہ بن الیمان جنکو منافقین کا علم تھا اور حضرت امیر نے بھی اصحاب حق میں اس علم کی گواہی دی ہے چنانچہ شیعوں کی کتابوں میں موجود ہے بلوائیوں کو حضرت عثمان کے قتل سے بتاکید منع کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ انکا مارا جانا بہت فتنوں کا باعث ہوجائیگا **اقول** اسکے واسطے کوئی سند معتبر چاہئے اور کس کتاب معتمد علیہ میں یہ مضمون لکھا ہے اسواسطے کہ کتابوں سے تو ثابت ہوتا ہے کہ سب اصحاب نے عثمان کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ زہری نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ تو مجھکو خبر دے سکتا ہے کہ کیونکر ہوا مارا جانا عثمان کا اور کیا تھا حال آدمیوں کا اور حال اسکا اور کسواسطے چھوڑ دیا اسکو اصحاب محمد نے بے یار اور بے مددگار کر کے دیکھو اسمیں لکھا ہے کہ اصحاب محمد نے اسکو چھوڑ دیا پھر منع کرنا عبداللہ بن سلام اور حذیفہ کا بلوائیوں کو کہاں سے تو کہتا ہے اور اگر بالفرض التقدیر ان دو آدمیوں نے منع بھی کیا تو اس سے کیا ہوتا ہے اصحاب رسول مقبول تو اسوقت بھی ہزاروں تھے اور سب نے عثمان کو بے یار و مددگار کر کے چھوڑ دیا تھا چنانچہ پہلے اس سے میں لکھ چکا ہوں ہزاروں نے تو عثمان کو چھوڑ دیا اور دو آدمیوں نے بلوائیوں کو منع کیا تو کیا خوبی ہوئی اور سیر محمدیہ میں لکھا ہے کہ یہ لوگ کہتے تھے کہ قتل کرو اس بیہودی کو قتل کرو عثمان کو اور اگر حضرت حذیفہ کو منافقین کا علم تھا تو ہمکو کیا بلکہ تمہارے ہی حق میں انکے علم کا ذکر خوب نہیں ہے اسواسطے کہ حضرت عمر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ میں منافقین میں سے تو نہیں ہوں میزان ذہبی میں لکھا ہے کہ عمر نے حذیفہ سے کہا کہ انشدك بالله انا من المنافقين یعنی قسم دیتا ہوں میں تجھکو خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور یہ اسواسطے پوچھا کرتے تھے کہ دل میں کھٹکا رہتا تھا کہ میرا نام تو حذیفہ سے رسول خدا صلعم نے منافقوں میں نہیں لیا اور مشہور ہے کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا آخر کو جو کچھ دل میں ہوتا ہے وہ کسی طرح سے ظاہر ہی ہو جاتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اب کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ یہ لوگ جنکا ذکر ہوا صحابہ نہیں تو اور کون ہیں پھر انمیں سے حضرت علی تو وہ ہیں کہ وہ اکیلی لاکھوں کے برابر ہیں خصوصاً شیعوں کے نزدیک سو اگر بالفرض التقدیر صحابہ ہی نے انکو قتل کیا ہو تو حضرت علی تو مانع ہی تھے پھر مولوی صاحب نے کس خوبی پر ہیجو کے موقع میں لکھدیا کہ صحابہ رسول نے تنگ ہو کر اسے قتل کیا مگر میں ہی چوکا مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام شیعہ حضرت امیر اور بزرگان مسطور الاسم کو صحابہ نہیں سمجھتے یہ تو اوباش کوفہ اور بدمعاشان مصر اور منافقان امت کو صحابہ سمجھتے ہیں سو یہی لوگ ہیں جو حضرت عثمان کے قتل کے لئے اکھٹے ہو کر آئے تھے مولوی صاحب نے اپنے عندیہ کے موافق سچ ہی کہا ہے بزعم خود اس عقل نا ہنجار پر کہ اپنے مذہب کے پابند بھی تو نہیں بہرحال یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ صحابہ نے تنگ ہو کر قتل کیا سراسر بہتان اور دروغ صریح ہے پر جسے نہ خدا کا ڈر ہو نہ خلق کی شرم وہ جو چاہے سو کرے ہم تو اس بیحیائی اور اس جرأت پر غش ہیں کہ کس دلاوری سے فرماتے ہیں اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جائے چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد **اقول** اس شیخ نے بڑی تلاش سے دو صحابی مولوی عبدالعزیز صاحب کے کتاب تحفہ میں سے منع کرنیوالے بلوائیوں کے نکالے ہیں لیکن اس سے کام نہیں چلتا اول تو یہ کہ ہماری کتاب کا حوالہ دینا چاہئے کہ ان دونے بلوائیوں کو منع کیا تھا اور اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ انہوں نے منع کیا تھا تو جواب مولوی صاحب کے اعتراض کا کیا ہوا وہ تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے تنگ ہو کر اسے قتل کیا کوئی ایسی روایت پیدا کیجئے کہ جس سے ثابت ہو کہ کسی صحابی نے نہ تو عثمان کو قتل کیا ہے اور نہ اسکے قتل پر کسیکو رغبت دلائی ہے اور نہ اسکے قتل کرنیوالوں کے شریک ہا ہے اور یہ تو مولوی صاحب نہیں کہتے کہ ایک صحابی نے بھی بلوائیوں کو منع نہیں کیا وہ تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے عثمان کے قتل پر لوگوں کو رغبت دلائی اور بعضے قاتلوں کے ہمراہ رہے اور بعضے اسکے قتل کرنے میں شریک تھے سو مفصل اسکو بیان کر آئے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے جا دیکھ لی اپنی کتابوں میں اور عبداللہ بن سلام اور حذیفہ بن الیمان البتہ اصحاب رسول مقبول میں سے ہیں اسکا کون انکار کرتا ہے لیکن انکا منع کرنا ثابت

نہیں ہی اور مخالف ہی اُس روایت کے جو واقدی نے لکھی ہی کہ ابن عمر کہتے تھے واللہ ما کان لاحد خاذل فقاتل چنانچہ پہلے اس سے گزرا ہی اور درصورت فرض ان تونے منع کیا تو ان لوگوں نے منع کرنے سے کیا ہوتا ہی جسوقت کہ جماعت کثیر اصحاب آنحضرت کی باعث قتل عثمان ہوی ہوں اور حضرت علی ہرگز مانع نہیں ہوئے ہیں اور جو کچھ اعثم کوفی نے لکھا ہی حضرت علی کا بلوائیوں کو مارنا تو غلط ہی اُسکے قول کا ہمارے نزدیک ہرگز اعتبار نہیں ہے اور صحیح موافق مذہب فریقین کے وہ ہی کہ جو کچھ تاریخ خانیہ میں لکھا ہی اور پہلے اس سے ہم بیان کرچکے ہیں کہ حضرت امیر نے فرمایا کہ نہ تو میں نے عثمان کو قتل کیا ہی اور نہ قتل کرنے سے اُسکے قتل کو مکروہ جانا ہی اور مولوی صاحب نے اِس خوبی پر جو کے موقع میں کہدیا ہی صحابہ کے ہاتھ سے عثمان کے قتل ہونیکی اس طرح کی روایتیں کثرت سے اہل سنت کی کتابوں میں لکھی ہیں چنانچہ پہلے اس سے گزری ہیں اور جو کہ اصحاب رسول مقبول ہیں اُنسے شیعہ اعتقاد نیک کہتے ہیں اور بہت خوب کہتے ہیں سوا سے چند اشرار کے کہ جو غاصبان حقوق اہل بیت علیہم السلام تھے اور سوا سے کہ حضرت کی صحبت میں منافقین بھی تھے لیکن ہمارے نزدیک منع کرنا صحابہ کا بلوائیوں کو ثابت نہیں ہے اور مصر اور کوفہ کے لوگ جو عثمان کے قتل کو آئے تھے اگرچہ یہ صحابہ نتھے لیکن صحابہ انکو عثمان کے قتل پر آمادہ تو کرتے نہی اور رغبت تو اُنکو دلاتے تھے اور مصری اور کوفی ہی تو فقط قاتلان عثمان نتھے بلکہ بعض صحابہ بھی تو اُسکے قتل میں شریک تھے جیسا کہ پہلے گزرا ہی اور منافقان امت کو تو تم ہی صحابہ سمجھتے ہو نہ شیعہ چنانچہ نفاق بعضوں کا جو کہ بڑے نامی تھے ہم صحیحین مسلم اور مشکوۃ سے پہلے اس سے لکھ آئے ہیں دیکھو کسقدر کتابوں میں لکھا ہی کہ صحابہ نے عثمان کے قتل کی لوگوں کو رغبت لائی تھی اور اُسپر طعن کرتے تھے اور بعضے اُسکے قتل میں شریک تھے اور اُسکو صحابہ نے ایسا ذلیل کیا کہ تین روز تک اُسکو کوڑی اور گھورے پر ڈال رکھا اور کسی نے اُسپر نماز نہ پڑھی اور نہ دفن کیا اور پھر یہ شیخ انکار کرتا ہی زور سے اس عقل ناسنجار پر کہ اپنے مذہب کا بھی تو پابند نہیں ہے اپنی عقل ناقص سے جو چاہتا ہی سو کہتا ہی اور یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہی کہ صحابہ نے عثمان کو قتل کیا سب سراسر واقع ہی اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے پر جسے نہ خدا کا ڈر ہو نہ خلق کی شرم وہ جو چاہی سو کہے اور ہم تو اس بیحیائی اور اس جرأت پر غش ہیں کہ باوجودیکہ اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے روایتیں موجود ہیں کہ صحابہ نے عثمان کو قتل کروایا اور بعضے اُسکے قتل میں شریک ہوئے اور پھر کس دلاوری سے یہ شیخ فرماتا ہی کہ قتل عثمان صحابہ کی طرف منسوب کرنا سراسر بہتان اور دروغ ہی چہ دلاور است دزدی کہ بکف چراغ دارد

اقال الشیخ الاشعری اور یہ جو کچھ جناب مولوی صاحب حضرت عائشہ اور حضرت علی کی جنگ کے باب میں قسم فرماتے ہیں کہ اُنمے باہم بہتر جنگ نہیں ہوئی اور بہادال دینا کے واسطے نہیں ہوتا یہ بجا اور درست ہے مگر تعجب ہے کہ اس بات میں مولوی صاحب نے کچھ جھوٹ کیوں نہیں بولا ہم جانیں یہ مثل سچی ہی الکذوب قد یصدق یعنی جھوٹا کبھی سچ بھی بول دیتا ہے

اقول مولوی صاحب کا کام ہمیشہ راست گوئی کا ہی اور کسی مقدمہ میں وہ جھوٹ نہیں لکھتے اور جو کچھ لکھتے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے لکھتے ہیں اور درد و غگو تو ہی کہ سچی بات تو کہو جھوٹ کہتا ہی اور واقعی امور کا انکار کرتا ہی

قال الشیخ الاشعری لیکن تاہم بھی چشم پوشی حق سے کرگئے حضرت علی کے اصحاب ثلاثہ سے جہاد نہ کرنے کو اسوجہ پر محمول کرتے ہیں کہ حضرت علی کے پاس انصار اور مددگار کب تھے کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ انصار اور مددگار کی ضرورت جہاد میں فقط اسیوجہ سے ہوتی ہی کہ تن تنہا آدمی مجمع کثیر کے مقابلہ میں کیا کریگا جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر یہ بہانے انصار کے قبل مدینہ منورہ کو آنے کے جہاد نکیا تو بجائے خود تھا کہ آپ میں تن تنہا تاب مقابلہ کفار کی نتھی حضرت امیر کو کیا عذر تھا جو اُنہوں نے تن تنہا جہاد نکیا دیکھو تو وہ خود اپنے حال میں کیا فرماتے ہیں نہج البلاغت میں جو اصح الکتب شیعہ ہی علامہ رضی نقل کرتے ہیں قال امیر المومنین ابی واللہ لو یقیتم واحدا وھم طلاع الارض کلھا ما بالیت ولا استوحشت وانی من ضلالتھم التی ھم فیھا والھدی الذی نحن علیہ لعلی بصیرۃ من نفسی ویقین من ربی والی لقاء اللہ ولحسن ثوابہ منتظر راج یعنی فرمایا حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کہ بتحقیق قسم ہی اللہ کی اگر میں اُنسے تن تنہا ملوں اور وہ اس کثرت سے ہوں کہ تمام روے زمین کو بھر چکے ہوں تو میں کچھ پروا نکروں اور نہ گھبراؤں اور مجھپر انکی گمراہی اور اپنی ہدایت جانو آنکھوں سے نظر آرہی ہی اور خدا کی طرف سے اُسکا یقین ہوگیا ہی اور میں اللہ تعالی کے ملنے اور اُسکے اچھے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں فقط جو شخص کہ تمام روے زمین کا آدمیوں نہ بلکہ اتنے آدمیوں سے بھی جو زمین کو بھر چکے تن تنہا نڈرے اُسکو انصار اور مددگار کی کیا حاجت ہاں ماموں کی موت اپنے اختیار میں ہوتی تو یوں بھی کہہ سکتے کہ نہ گھبرانے اور پروا نکرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آدمی مارا بھی نجائے شاید اس سبب سے جہاد نہ کیا ہو آپنے سمجھا میں تن تنہا لڑونگا تو فتح معلوم مارا ہی جاؤنگا پھر کیا حاصل جہاد اعلاء دین کے لیے ہے جب وہ تو حاصل نہوا اور فقط جان ہی جاتی رہی پھر جہاد کاہکے لئے کیجئے کچھ خدا کو فقط جان گنوانا تو مطلوب نہیں اور درصورتیکہ امام کا انتقال اُسکے اختیار میں ہو چنانچہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہی اور تمام امامیہ اسپر متفق ہیں تو پھر تن تنہا جہاد میں وہ ترقی دین ہوتی کہ مجمع کی صورت میں ہرگز ممکن نہیں مددگاروں کی جہت سے اگر آدمی نہ مارا جائے تو کرشمے کی بات نہیں کہ تن تنہا ہو آپھر تمام جہان جسکو نہ مار سکے اس سے زیادہ اور کیا معجزہ ہوگا ہندو عجائب پرست میں اگر ایسا معجزہ کسی کو دیکھ لیتے تو بیشک پکار اُٹھتے لا الہ الا ہو ایک دو دفعہ بھی ایسی لڑائی لڑتے تو بہت سی تکلیف ہوتی تو اتنی ہی ہوتی کہ آپ زخمی ہی ہوجاتے لیکن عموماً یہ اعتقاد لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتا کہ حیرت سے تو نہ نکلتا اور موافق مخالف سب حلقہ بگوش حضرت امیر ہوجاتے رحمت رسول اللہ صلعم کی اس کرامت کثیر کثیر انبوہ ہی جہاد کرنے میں وہ ترقی ہوئی تھی کیونکہ کفار غلبہ رسول اللہ صلعم کو نوجہ جمعیت سمجھکر معتقد ہوجاتے تھے اسیواسطے اپنے غلبہ کی بھی ترقی امید رکھتے تھے اگر حضرت امیر تن تنہا لڑتے تو جو مطلوب کہ حضرت امام مہدی کے آنے پر موقوف تھا وہ ابھی حاصل ہوجاتا اور اہل بیت رسول اللہ صلعم پر جو کچھ گزرا وہ ظہور میں نہ آتا

اقول

ہمیشہ سے طریقہ خدا تعالیٰ کا اسی طرح جاری رہا ہی کہ جبتک انصار نہیں ہوتے تو حکم جہاد کا نہیں ہوتا اور کسی پیغمبر کو بدون انصار کے حکم جہاد کا نہیں ہوا ہی اور اگر جہاد ایک آدمی کی شجاعت
اور زور پر موقوف ہوتا تو کیا خدا تعالیٰ انبیا کو علی کے برابر بلکہ زیادہ علی سی شجاعت عطا نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تنہا ہی جہاد کرتے اور انصار کی احتیاج نہوتی اور جناب ختم المرسلین صلعم تو
کسی فضیلت میں علی سی کم نہ تھے بلکہ زیادہ ہی تھے اگر علی میں اسقدر شجاعت تھی تو حضرت رسولخدا صلعم میں اس سی زیادہ تھی اگر شجاعت کی حیثیت سے جہاد کافی ہوتا تو انصار کی فراہم ہونیکی کیا احتیاج
تھی تنہا ہی کو حکم جہاد کا ہوجاتا اور خدا تعالیٰ تو بڑا قوی اور خالق اور عطا کرنیوالا شجاعت زورمندوں کا ہی اور بڑی قدرت ہے اسکی چیا ہی سو کرے وہ طالب نصرت کا اپنے بندوں سے کو اسطے ہی
چنانچہ فرماتا ہی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور حضرت علی نے جو ایسا فرمایا ہی سب حق ہی اور بیشک وہ ایسے ہی تھے اور انکی شجاعت ایسی ہی تھی کہ وہ
تمام روے زمین کے آدمیوں کے مقابلہ میں نگھبراتے اور نہ خوف کرتے کہ جناب رسولخدا صلعم کے زمانہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے سی منہ نہ موڑتے تھے جبوقت خلفا ثلاثہ وغیرہم بھاگ جاتے تھے اور لڑائی
کو فتح کرتے تھے اور ایک آدمی کا مقابلہ ہزار آدمیوں سے ایسا ہی جیسا کہ تمام روے زمین کے آدمیوں سے اور علی کبونکر بھاگتے کہ رسولخدا صلعم نے انکو فرمایا ہی کرار غیر فرار جیسا کہ صحاح اہل سنت میں لکھا ہی اور یہ
ایک عطیہ ہی جانب خدا سی واسطے علی بن ابیطالب کے اور اگر حضرت علی کروڑ آدمیوں سے منہ نہ موڑتے تو یہ مقتضا انکی شجاعت کا ہی اور ہرگز نہ بھاگتے گو مارے جائیں لیکن اس سے یہ لازم
نہیں آتا ہی کہ سب کو مار ڈالیں اور فتحیاب ہوجائیں اور اگر خدا چاہتا تو فتحیاب بھی ہوسکتے ہیں اور حضرت علی نے تو یہی فرمایا ہی کہ میں تمام روے زمین کے آدمیوں کی کثرت سے پروا نکروں اور نہ
گھبراؤں سو انکو یہ بات بیشک حاصل تھی کہ کبھی گھبراے اور جہاد میں سے بھاگے نہیں اور توجو لکھتا ہی کہ ہاں تن تنہا ہوکر تمام جہان جسکو مار سکے اس سے زیادہ اور کیا معجزہ ہوگا سو یہ حضرت
علی کے قول میں کہاں ہی کہ مجھکو کوئی مار نہ سکے فقط اسیقدر ہی کہ پروا نکروں اور گھبراؤں نہیں تو جھوٹ بولا اور حضرت علی پر تہمت لاکے لعنت خدا میں کیوں گرفتار ہوتا ہی کیا
نہ گھبرانے کو لازم ہی کہ مارا نہ جائے اور جب بات نہیں ہی تو پھر احتیاج انصار کی کیونکر نہو و حق یہ ہی کہ یہ ایک مصلحت ہے خدا کی جہاد کے واسطے کہ بدون انصار کے حکم جہاد کا نہیں دیتا ہی
ورنہ خدا تعالیٰ تو سب چیز پر قادر ہی جو چاہی سو کرے اگر ایک فرشتہ کو بھیجدی تو وہ سب فوجوں کی گردنیں توڑ ڈالے پھر سوا سے آدمیوں کو فرماتا ہی کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ
اور آپ تو مومنین سے جو کہ بندے اسکے ہیں اپنی دین کی ترقی میں نصرت چاہی اور علی جو کہ اسکی مخلوقات میں سے اور بندہ اسکا ہی وہ تن تنہا جہاد کرے یہ کیونکر ہوسکتا ہی اور جناب رسولخدا
صلعم کو جو تو لکھتا ہی کہ انکو تاب مقابلہ کفار کی نہتی یہ اعتقاد تیرا ہی اور ہمارے نزدیک شجاعت اس حضرت کی علی کی شجاعت سے بھی زیادہ تھی پس معلوم ہوا کہ جہاد پیغمبر اور امام کے زور اور شجاعت پر
منحصر نہیں ہی کیسا ہی زور آور ہو کہ لاکھوں آدمیوں پر غالب ہو مگر مصلحت خدا کی یہی ہی کہ جہاد کے واسطے انصار چاہئیں اور یہ جو لکھتا ہی کہ تمام روے زمین کے آدمیوں سے نہ ڈرے اسکو انصار
اور مددگار کی کیا حاجت ہے میں کہتا ہوں کہ بیشک حضرت علی ایسی ہی تھے اور جناب رسولخدا صلعم بھی ایسے ہی تھے لیکن نہ ڈرنے کو یہ لازم نہیں ہی کہ سب کو مار بھی ڈالے ورنہ ڈرنے سے تو یہ مراد ہے
کہ لاکھوں کے مقابلہ میں سے بھاگے نہیں گو مارا جائے اور حضرت علی بھی ایسے ہی تھے فتحیاب ہوتا اور سب کو مار ڈالتا اسمیں کہاں پایا گیا اور رسولخدا صلعم کو تو ابتدا آدمی کی بھی ضرورت نہ تھی
جبوقت وہ حضرت تنہا مقابلہ میں کفار کے کھڑے ہوتے تو چاہئے تھا کہ بحکم خدا کفار کے سر گرنے لگتے جب دو سو سر گرتے تو سب کفار یہ حال دیکھکر اسلام کو قبول کرلیتے یا کہو کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ میں ایسی قدرت
نہتی اور جو کچھ کہ اس شیخ نجدی نے اس مقام میں لکھا ہی یہ جواب اس مرکا نہیں ہے کہ جہاد کے واسطے انصار کی احتیاج نہیں ہی بلکہ اصل میں اعتراض ہی اسکا علی بن ابیطالب پر کہ ایسا
کلمہ بڑھکر فرمایا کہ میں اسقدر آدمیوں سے کہ روے زمین کو ڈھکیں تو گھبراؤں نہیں اور نہ خوف کروں اور حال یہ ہی کہ یہ کچھ بڑی بات نہیں ہے بہتیرے بندگان خدا اس روے زمین پر ایسے ہیں کہ وہ
اپنی جان کو دیدیویں لیکن لاکھوں کے مقابلہ سی منہ نہ موڑیں اور نہ گھبرائیں اور نہ بھاگیں کچھ حضرت علی ہی پر منحصر نہیں ہی اور حضرت علی نے جو ایسا کلمہ فرمایا تو اس شیخ نجدی نے تعجب کیا
اور حضرت علی میں اور سوا انکے اور لوگوں میں بڑا فرق ہی کہ یہ بندہ خاص اور ولی اختصاص خدا کے ہیں اور معجزات اور کرامات بھی انسی ظاہر ہوتے تھے اور حضرت علی کی قول میں کہاں ہے کہ میں
اکیلا اس کو مار ڈالوں جھوٹ کیوں لکھتا ہی اسمیں تو یہ ہی کہ میں آدمیوں کی کثرت سے گھبراؤں نہیں سو اسمیں خصوصیت حضرت علی کی نہیں ہی بہتیرے بندگان خدا جو کہ شجاع ہوتے ہیں وہ ایسے
ہی ہوتے ہیں اور یہ جو لکھا ہی کہ ہاں اماموں کی موت انکے اختیار میں نہوتی تو یوں کہہ سکتے تھے اور بعد اسکے لکھا ہی کہ درصورتیکہ انتقال اسکے اختیار میں ہو چنانچہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہی اور تمام
امامیہ اسپر متفق ہیں یہ لکھنا اسکا سب غلط ہی نہ تو کلینی نے ثابت کیا ہی نہ امامیہ کا اسپر اتفاق ہی یہ سب ہوکا دیا ہی مولوی عبدالعزیز صاحب کی ہی اور انکی پیروی سی یہ شیخ نجدی لکھتا ہی چند روایتیں کافی
کلینی میں اس طرح کی آئی ہیں کہ جبوقت موت آتی ہی امام کو تو وہ اسکو اختیار کرتا ہی اور پسند کرتا ہی اور مکروہ اسکو نہیں جانتا ہی اور یہ مراد اس سے نہیں ہی کہ اگر موت آئے تو امام کو اختیار ہی کہ چاہی اسکو اختیار
کرے اور چاہی اختیار نہ کرے اور مرے نہیں خدا تعالیٰ تو فرماتا ہی کہ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور امام خدا کے حکم کو ٹالدے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ کسی امامیہ کا یہ مذہب
ہے یہ محض اس شیخ کا امامیہ پر افترا ہی اور حدیث میں مختارون کا لفظ آیا ہی یعنی اختیار کرتے ہیں وہ اور پسند کرتے ہیں وہ موت کو نہ یہ کہ انکے اختیار میں ہے موت چاہیں مریں اس طرح کی سیکڑوں
اقرار مولوی عبدالعزیز صاحب نے شیعوں پر کئی ہیں اور اپنی کتاب تحفہ میں لکھی ہیں انکی پیروی سی یہ شیخ نجدی بھی انکی کتاب میں دیکھکر لکھتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ شاید اس سبب سے جہاد نہ کیا ہو
آپنے سمجھا میں تن تنہا لڑونگا تو فتح تو معلوم مارا ہی جاؤنگا سو اگر اور انبیاء کے واسطے جہاد کرنے کو احتیاج انصار کی اسواسطے تھی کہ اگر وہ تن تنہا لڑینگے تو مارے جائینگے تو حضرت علی کے

واسطے بھی اسی سبب سے احتیاج انصار کی ہو تو کیا مضائقہ ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام کا حال ہے وہ ہی حضرت علی کا حال ہے اور اسمیں پیروی ہے انبیاء علیہم السلام کی یہ امر تو کچھ طعن کرنیکا نہیں ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ ہاں تنہا ہو کر پھر تمام جہان جسکو نہ مار سکے یہ تو حضرت علی کے قول میں نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ آدمیوں کی کثرت سے نہ گھبراؤں اور نہ خوف کروں اور نہ کلینی نے یہ لکھا ہے کہ اگر امام چاہے تو موت کو دفع کر دے اور معجزہ دیکھکر ہر کوئی کب ایمان لاتا ہے مُردوں کا زندہ کرنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا انبیاء کے ہاتھ سے دیکھتے تھے اور پھر ایمان نہ لاتے تھے اور اہل بیت علیہم السلام پر جو کچھ ظلم گزرا ہے علت اسکی غصب خلافت ہے اگر خلافت خلافت کے مستحقوں کے پاس رہتی تو ظلم آل رسول پر کاہیکو ہوتے چنانچہ تاریخ بلاذری میں لکھا ہے کہ بعد شہادت حسین کے جب ابن عمر نے یزید کو نامہ لکھا کہ تو نے حسینؑ کو قتل کیا کچھ نہ کیا تو یزید نے اُسکے جواب میں لکھا کہ اے احمق اول جو کچھ کیا ہے تیرے باپ نے کیا ہے ابتدا میں ہم تو بچھے ہوئے فرشوں اور مسندوں پر آ بیٹھے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ڑنا تو شے دیگر حضرت امیر تو اصحاب ثلاثہ کے سامنے کبھی اتنا بھی نہ بولے جتنا رسولخدا صلعم ابوجہل اور اُمیہ بن خلف اور ابولہب اور ولید بن عقبہ وغیرہم کے سامنے بول لیے تبھی تو فرقہ تماشا یہ ہے کہ جناب سرور کائنات کے اس زور اور بل اور قوت اور شجاعت کے باب میں کوئی روایت نہ ہو اور وہ توحق گوئی کی بدولت کفار نکونسار کے ہاتھ سے عالم تنہائی میں کیا کیا جفائیں اُٹھائیں یہانتک کہ علاوہ دشنام ہائے نافرجام اور دست درازی ہائے بے اندازہ کی نوبت یہ پہنچی کہ گھر بار سب کو الوداع کیا اور حضرت امیر کو ایک دفعہ بھی نوبت نہ آئی کہ علی الاعلان حق گوئی اختیار کریں اور جفائیں اُٹھائیں یا مدینہ منورہ ہی ہجرت کر کے شرف ہجرت کو اضعاف مضاعف بلکہ الٹی ہم یا لہ اور ہم نوالہ اُنہیں کے پیچھے نمازیں پڑھتے عید و جمعہ میں اُنہیں کے خطبے سنتے اُنہیں سے رشتہ پیوند قرابت پیدا کرتے تمام عمریوں ہی گزاری اور کچھ نہیں ہو سکتے تھا تو جیسے رسولخدا صلعم نے تقیہ کیا تھا آپ بھی نہ کرتے القصہ حضرت امیر کے جہاد نکرنے کو اسباب پر محمول کرنا کہ آپکے ساتھ انصار اور مددگار نہ تھے کمال سفاہت ہے بلکہ دیرہ حضرت امیر کی تکذیب کرنی ہے حضرت امیر تو یوں ارشاد فرمائیں کہ میرے مقابلہ میں سارا جہان آجائے تو کچھ اندیشہ نہیں ہے اور پھر بوجہ اختیاری ہونے موت کے تنہائی کی صورت میں درامید بہبودی تھی، مولانی صاحب یوں ارشاد فرمائیں کہ حضرت امیر انصار کے محتاج تھے معہذا اور کتابوں کو تو پلٹ کر دیکھیے انصار رسولخدا صلعم بزعم شیعہ سب انصار اور مددگار حضرت امیر تھے اولاد انصار آپکے ایام خلافت میں اکثر اولاد انصار آپ ہی کے ساتھ تھی پھر کیا وجہ ہے کہ آپنے ثلاثہ کے زمانہ میں جہاد نکیا انصاف یوں ہے کہ حضرت امیر بدل معین و مددگار خلفاء ثلاثہ ہے خصوصاً شیخین کہ آپنے انکی تمام خلافت میں بھی کی میں اور ظاہر ہے کہ وہ زمانہ تقیہ کا نہایت باعتقاد جمہور امت کے اُس زمانہ میں آپ پر تشیہ حرام تھا چنانچہ پہلے مرقوم ہو چکا اور نیز اُس زمانہ میں اگر انتقال ہو چکا تھا مرے ہوئے تو مردوں کو بھی خوف نہیں ہوتا چہ جائیکہ حضرت علی جیسے ان سب وقائع کے ملاحظہ کے بعد اور حضرت علی کی شجاعت اور کمالات اور قوت ایمانی کو خیال کر کے اہل فہم کو تو بجز اسکے خیال میں نہیں آ سکتا کہ حضرت علی کا سکوت فقط اسی وجہ سے تھا کہ اغو صلیفہ برحق تھے

اقول جناب امیر علیہ السلام نے خلافت کے مقدمہ میں خلفاء ثلاثہ کی بہت گفتگو کی ہے اور دعوی کیا ہے کہ یہ خلافت حق میرا ہے چنانچہ ملا سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کروفی ارسال ابی بکر عمر و ابا عبیدۃ الجراح الی علی رسالۃ لطیفۃ رویتھا للسعاد استادہ صحیحۃ تشتمل علی کلام کثیر من الحاذقین و قلیل غلطہ من عمر و علی وان علیا جاء علیھما و دخل فیما دخلت فیہ الجماعۃ وقال حین قام عن المجلس بارک اللہ فیما ساءکم و سرکم حاصل یہ کہ ابوبکر کے بھیجنے میں عمر اور ابوعبیدہ جراح کو طرف علی کے صحیفہ لطیف اور نازک ہے کہ روایت کیا ہے اسکو معتمدوں نے ساتھ سندوں صحیحہ کے کہ شامل ہیں کلام شیر پر دونوں جانب سے اور تھوڑا سا غلط عمر اور علی کی جانب سے اور تحقیق علی آیا انکی پاس اور داخل ہوا جس جگہ کہ داخل ہوئی جماعت اور کہا علی نے جسوقت کہ لوٹا وہ مجلس سے برکت دے خدا اس چیز میں کہ عمل میں کیا مجکو اور خوش کیا تمکو اب دیکھنا چاہیے کہ کسقدر ملال حضرت علی کو خلافت کے جانے میں ہوا اور صحیح بخاری میں ذکر غزوہ خیبر میں عائشہ سے روایت ہے کہ علیؑ نے ابوبکر سے کہا کہ لکنک استبددت علینا بالامر وکنا نرجو لقرابتنا من رسول اللہ نصیبا حتی فاضت عینا ابوبکر یعنی اور لیکن استادگی کی تو نے ہمپر امر خلافت میں اور ہم دیکھتے تھے از جہت قرابت خود از رسولخدا صلعم نصیب اور حصہ اپنا یہانتک کہ آبدیدہ ہوئیں آنکھیں ابوبکر کی اور ایسی ہی مسلم میں ہے لیکن آبدیدہ ہونے کی کیا وجہ تھی اگر علی کو مستحق خلافت جانتے تھے تو خلافت سے دست بردار ہوتے وقت جب بانہ بنا کر رکھا تھا کیونکے خلافت کو چھوڑتے وقت روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ عمی زمانی و ایشاں او و پسر عم خلیفہ برحق تھے از جہت بیعت فراغت حاصل شد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ او وجوہ مہاجرین و اعیان انصار جمع ساختہ کسے را فرستاد و علی مرتضی کرم اللہ وجہہ را با آں مجلس طلبیدہ و رجایت و منزلت آل محمد صلعم ملحوظ داشتہ ابتدا بحمد و ثنا نمود و گفت کہ ای علی ترا لائق خود نیشمرد از موجب طلب خویش پرسید عمر فاروق گفت موجب آنست میخواہیم کہ چنانچہ اصحاب با ابوبکر بیعت اردا نما تو ہم بیعت کنی علی گفت کہ من ہماں سخن کہ شما را انصار بحجت ساختہ ایں بیعت را لازم گردانیدہ بر شما حجت میگردد اگر بر من ہم راست گوئید کہ بحضرت رسالت پناہ اقرب کیست عمر گفت کہ ترا گذاریم تا بیعت کنی ایں سخن از ہمہ زیادہ دریا سختی ہوگی کہ ہمہ شجاعان ایسی بات سنے اور خاموش ہو رہے اور سبب اسکا یہ تھا کہ رسولخدا صلعم نے وصیت کی تھی کہ تیری اوپر بہت سے مصیبتیں پڑینگی لیکن تو صبر کرنا چنانچہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ یا علی بعد از من بسے امور مکروہہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی طریق صبر پیش گیری چوں منبی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو آخرت اختیار کنی اور تاکید صبر کی اسواسطے فرمائی کہ رسولخدا صلعم جانتے تھے کہ اگر علی بدون فراہم ہونے انصار کے تلوار میان سے نکالیگا تو لوگ بسبب کینوں کے کہ علی کی طرف سے سینوں میں رکھتے ہیں مرتد ہو جائینگے اور دین میں خرابی آئیگی چنانچہ استیعاب میں فاعہ بن نافع کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ذکر عمر بن بشبہ عن المدائنی عن ابی صحیفہ عن جابر عن الشعبی قال لما خرج طلحۃ والزبیر ان اللہ خرج لما قبض رسولہ قلنا لخن اھلہ واولیائہ فلا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فوثبوا علینا

وایم الله لولا مخافة الفرقة وان یعود الکفر ویبور الدین لغیرنا فصر علی بعض الالم یعنی روایت ہے شعبی سے کہتا ہے کہ جسوقت خروج کیا طلحہ اور زبیر نے واسطے محاربہ علی کے تو لکھا ام الفضل زوجہ حارث نے اور اطلاع کی ساتھ نکلنے انکے کے پس کہا علیؑ نے کہ تعجب ہے ساتھ طلحہ اور زبیر کے کہ تخفیف خدائے عزوجل نے جسوقت روح قبض کی پیغمبر اپنے کی تو کہا انہنے کہ ہم ہیں اہل و اقارب اسکے نزاع کریگا ہمسے مقدمہ سلطنت اسکے میں کوئی پس انکار کیا ہمپر قوم ہماری نے پس حاکم اور والی کردیا غیر ہمارے کو قسم ہے خدا کی اگر نہوتا خوف فرقہ کا اور اس امر کا کہ عود کریگا کفر اور ہلاک اور مفاسد ہوویں تو البتہ متغیر کردیتے ہم پس صبر ہے بعض الم پر اسکے بعد کا ترجمہ یہ ہے کہ پھر نہ دیکھا ہمنے بجز و شکر خدا مگر نیکی کو پھر کہ دے آدمی عثمان پر کہ اسکو خلیفہ کیا پس قتل کیا انہوں نے اسکو پھر بیعت کی مجھ سے اور نہ جبر کیا تھا مینے کسی پر اور بیعت کی مجھ سے طلحہ اور زبیر نے اور نہ صبر کیا انہوں نے ایک ماہ کا مال یہانتک کہ نکلے طرف عراق کے جسوقت کہ توڑ دیوے اسی بیعت میری کو اسے خدا پس بیڑ تو انکو بسبب قتل کرنے انکے مسلمانوں کو اور حقیقی محدث اہل سنت ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کیا ہے کہ کنت علی الباب یوم الشوریٰ فارتفعت الاصوات بینہم فسمعت علیا یقول بایع الناس لابی بکر وانا واللہ اولی بالامر منہ واحق بہ منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضہم رقاب بعض بالسیف ثم بایع الناس عمر وانا واللہ اولی بالامر منہ واحق بہ منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضہم رقاب بعض بالسیف ثم انتم تریدون ان تبایعوا عثمان اذ سمعتم ان عمر جعلنی فی خمسۃ نفرا نا سادسہم لا یعرف لی فضلا فی الصدر ولا یعرف فرینۃ کما فیہ شراع سواء وایم اللہ لو اشاء ان یتکلم لہ یستطیع عربیہم ولا عجمیہم ولا المعاند منہم ولا المشرک رخصلۃ منہا لفعلت یعنی تھا میں دن شوری کے وقت خلیفہ کرنے عثمان کے دروازہ پر پس بلند ہوئی آوازیں درمیان اُن لوگوں کے پس سنا میں نے علی کو کہ کہتا تھا کہ بیعت کی آدمیوں نے واسطے ابوبکر کے اور میں قسم ہے خدا کی بہتر اور سزاوار زیادہ تھا ساتھ خلافت کے اس سے پس سنا میں نے اور مان لیا میں نے خوف اس امر کے کہ پھر ہر آدمی کفر کی طرف کرے بعض انکا گردن بعض کی ساتھ تلوار کے پھر بیعت کی آدمیوں نے عمر سے اور میں قسم ہے خدا کی بہتر اور حقدار زیادہ ہوں خلافت میں اس سے پس سنا میں نے اور مان لیا میں نے اس خوف سے کہ پھر جائیں لوگ کفر کی طرف کہ مارے بعض انکا گردن بعض کو ساتھ تلوار کے بعد اسکے ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ بیعت کرو تم عثمان کی اسوقت بھی سنتا ہو نہیں اور مان لیتا ہو نہیں کہ تحقیق عمر نے کردیا ہے مجکو درمیان پانچ نفروں کے کہ میں چھٹا انکا ہوں کہ نہیں جانتا ہے کسی فضیلت میری کو نیکی میں اور نہیں جانتی ہیں وہ فضیلت کو میری گویا کہ میں کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہوں اور سب کے برابر ہوں اور قسم ہے خدا کی اگر چاہو نہیں کہ کلام کردیں تو بطاقت رکھی عربی انکا اور نہ عجمی انکا اور نہ معاند اور مشرک رد کرنے خصلت اور فضیلت میری کو تو البتہ کرسکتا ہو نہیں اور یہ روایت لسان المیزان میں اور کتب دارقطنی میں بطرق متعددہ موجود ہے اس روایت سے اور ماقبل کی روایتوں سے معلوم ہوا کہ خلافت حق علی کا ہے اور وہ لوگ زبردستی سے اعانت شمنان علی کی وسیلہ سے خلیفہ بن بیٹھے اور اگر علی نے انسے اسباب میں مقاتلہ نہیں کیا اور اپنے حق کے طلب میں انسے لڑے نہیں تو ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ علی کے پاس انصار نہ تھے اور صحابہ میں سے کسی نے اس زمانہ میں علی کی نصرت نہ کی اور اہل سنت کی ان روایتوں سے ثابت ہوا کہ علی اپنے حق خلافت کے طلب میں انسے لڑے نہیں سو اسطے کہ اگر ایسا کرتے تو اکثر لوگ مرتد ہوجاتے اور یہ جو کہتا ہے کہ طرفہ تماشا ہے کہ رسولخدا صلعم کے زور اور قوت کی روایت نہو۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت کی زور کی روایت بیان کرنیکی کچھ احتیاج نہیں جب حضرت علیؑ ایسے شجاع ہوے تو آنحضرتؐ تو علیؑ سے زیادہ شجاع ہونگے کہ وہ علی سے افضل ہیں اور اگر تجھکو یہ روایت ناگوار معلوم ہوئی ہے کہ جو حضرت علیؑ نے اپنی شجاعت کی بیان کی ہے اور تو ہی کہتا ہے کہ یہ نہج البلاغت کی خطبوں میں ہے اور خطبے نہج البلاغت کے وہ ہیں کہ جنکا اعتقاد کرتے ہیں علما اہل سنت مثل قوشجی شارح تجرید اور علامہ تفتازانی اور کارزونی اور ملا یعقوب لاہوری اور صاحب قاموس اور صاحب قاموس نہایہ کے اور سوائے انکے کہ یہ کلام جناب امیر کا ہے اس صورت میں اعتراض تیرا حضرت علیؑ پر ہوا کہ انہوں نے ایسا بڑھکر کیوں کہا اب کہنا اہل سنت علی سے دوستی رکھتے ہیں اور تو کیا جانے کہ ہماری کتابوں میں جناب رسولخدا صلعم کی زور اور قوت کی روایت نہیں ہے بلکہ اس مضمون کی روایتیں بھی بہت ہیں چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسولخدا صلعم نے ازراہ خوش طبعی فرمایا کہ ای علی تجھکو کیا گمان ہے کہ روے زمین پر تجھ سے زیادہ کوئی شجاع نہیں ہے کل جنگل کو روانہ ہوا اور جس سوار کو کہ دیکھے تو زور آزمائی کر اگر وہ راضی ہو دوسرے روز حیدر کرار صحرا کو تشریف لیگئے ایک سوار کو دیکھا سفید گھوڑی پر سوار صوت اپنی پوشیدہ کئے ہوئے حضرت علی سے اس نے کہا کہ کیا تو اپنا زور آزمانا چاہتا ہے یہ ہتیلی کہ زمین پر پڑی ہے اگر تو اسکو اٹھالیگا تو تیرا زور مجھ سے زیادہ ہے حضرت علی نے ہر چند زور کیا وہ ہتیلی زمین سے نہ اٹھی غصہ میں ہوئے اس سوار نے منہ اپنا کھولدیا دیکھا کہ جناب رسولخدا صلعم ہیں فرمایا کہ ای علی رنج مت کر اس ہتیلی میں آسمان اور زمین کا بار ہے کہ سوائے پیغمبر کے اسکو کوئی نہیں اٹھا سکتا ہے اور حضرت امیر ہمیشہ حق گو رہے ہیں اور اپنے حق کو طلب کرتے رہے ہیں چنانچہ بیان کیا ہے ہمنے اور علی کیونکر حق گو نہوتے کہ رسولخدا صلعم نے انکو فرمایا ہے علی مع الحق والحق مع علی اور ایسی حق گو تھی کہ ثلاثہ وغیرہم مسائل میں انکی طرف رجوع کرتے تھے اور آزار بھی انہوں نے بہت پائے ہیں کہ خلافت جو حق انکا تھا اور فدک جو کہ وہ ملک زہرا کا حق تھا اسکو لوگوں نے انسے غصب کیا اس سے زیادہ اور کیا آزار اور ظلم ہوگا اور انکا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے چنانچہ تاریخ عقد ابن عبد ربہ و استیعاب وغیرہ میں لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب اور انکے برادر نواقرار کرتے ہیں اس اسقاط محسن کا بزعم خود نظام معتزلی اور گرانا فاطمہ کے دروازہ کا چنانچہ کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابوبکر وقت مرنے کے کہنے افسوس کرکے ددت انی لم اکن کشفت بیت فاطمۃ وترکتہ یعنی دوست رکھتا ہوں میں اس امر کو کہ تحقیق نہ کھولتا میں گھر فاطمہ کا اور ترک کرتا میں اسکو اسیے ظلم تو آنحضرتؐ نے بھی نہیں دیکھا اور پھر صبر کیا ہے جو وصیت رسولخدا صلعم کی جیسے کہ روضۃ الاحباب سے نقل ہوئی ہے اور ہجرت مدینہ منورہ سے کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہاں تو ہجرت کرکے جاتے تھے اور ہجرت دار الشرک سے ہوتی ہے نہ دار الاسلام سے اور مدینہ میں مشرک تھا

اور نہ خلفاء مشرک تھے اور نہ کسیکو طرف شرک کے بلاتے تھے بلکہ اسلام کی طرف بلاتے تھے کہ ترقی اپنی ریاست کی اسی کی ضمن میں تھی لیکن بسبب بے علمی کے بعضے احکام میں غلطی کرتے تھے اور کچھ احکام اپنی رای سے ایجاد کرکے خلاف قانون شرع کے بھی جاری کرتے تھے اور حضرت علی وہانسے ہجرت کیونکر کرتے کہ اگر تو مسلمانوں کی ہدایت واجب تھی سو سب کو راہ حق بتاتی تھی اور خلفاء کو غلطیوں سے سنبھالتی تھی اور گو منصوب الحق تھی لیکن خلفاء کو مشورہ نیک دیتی تھی کہ جسمیں ترقی دین کی تھی اور خلفاء کو تو مقصود اپنی حکومت سے تھا سو حکومت انکے پاس تھی اور علی پر ہدایت اور راہ حق کی طرف لیجاتا تھا جو کہ مقصود خلافت نبوت سے ہے سو اسکو وہ بجا لاتے تھے گو خلافت ظاہری ہاتھ سے جاتی رہی تھی اور اسکے جاتے رہنے سے ہجرت کرنیکی کیا وجہ ہے، اور رسولخدا صلعم نے حفظ واسطے صبر کرنیکے فرمایا تھا مکہ وہاں کے بیشی آنے پر جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے نہ ہجرت کرنیکو پھر وہ کیونکر ہجرت کرتے اور باوجود اسکے حکم رسولخدا کا تھا موافق روایات اہل سنت کے خلفاء جور کی متابعت کا بعد اسکے آئیگا اور ہمراہ انکے عیدین میں اور نمازوں میں شریک ہونا اول تو ہماری نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہ تو صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ چھ مہینے تک علی نے بیعت ابوبکر کی نہیں کی اور مسلم شرح مسلم میں لکھا ہے کہ جبتک فاطمہ زندہ رہی تو لوگوں کو رو داری علی کی تھی اور جب فاطمہ کا انتقال ہوگیا اور وہ رو مداری باقی نہ رہی تو عاجز ہوکر علی نے بیعت ابوبکر کی اور اگر انکی ہمراہ نماز پڑھنا اور جمعہ اور عیدین میں شریک ہونا وقوع میں آیا ہو تو کیا مضایقہ ہے یہ امر موافق حکم رسولخدا صلعم کے ہے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور حضرت حذیفہ بن الیمان سے فرمایا ہے کہ تکون بعدی ائمۃ لا یھتدون بھدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال قلت کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادرکت ذلک قال تسمع الطیع وان ضرب ظھرک واخذ مالک یعنی ہونگے بعد میرے امام کہ رہنمائی نہ پائینگے ساتھ ہدایت میری کے اور متمسک نہوں گے ساتھ سنت میری کے اور قریب ہے کہ قایم ہوں اور کھڑے ہوں انمیں مرد کہ دل انکے دل شیاطین کے ہوں بدن انسان میں حذیفہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے کہ کیا کروں میں یا رسولخدا اگر پاؤں میں انکو کہا کہ سن تو اور فرمانبرداری کر تو اگرچہ زخمی کیجائے پشت تیری اور لے لیا جائے مال تیرا اور اس سے مراد تنہا بنی امیہ اور بنی عباس نہیں ہوسکتی بلکہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد سے شمار کئے جائینگے جنکو کہ حذیفہ نے پایا ہو پس موافق اس روایت کے حضرت علی معاملہ اپنا ان سے رکھتے تھے اور سب امور میں انکے شریک ہوتے تھے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوتے تھے اور حضرت علی ہم پیالہ اور ہم نوالہ تو قاتلان عثمان کے ساتھ بھی تھے کہ وہ ان حضرت کے لشکر میں تھے اور موافق مذہب اہل سنت کے عایشہ اور معاویہ حضرت علی سے اسی واسطے جنگ کرتے تھے کہ انکو ہمارے سپرد کرو لیکن حضرت علی نے خواہ سپرد نکیا اور ہزاروں مومنین کا خون کروایا اسکی کیا وجہ تھی اور عثمان کے جنازہ پر جو نماز نہ پڑھی باوجودیکہ خلیفہ ہوگئے تھے اور نہ اسکو دفن کیا اسکا کیا باعث تھا جو عذر کہ تم اس مقدمہ میں بیان کروگے وہ ہی عذر ابوبکر اور عمر سے خلافت کے نہ لینے کا ہے جو کہ حق ان حضرت کا تھا اور موافق ارشاد رسولخدا صلعم کے صبر کرکے بیٹھ رہے اور شیعوں کے مذہب میں تو حکم ہے تقیہ کا ہے اور رسولخدا صلعم نے تقیہ کیوں نہیں کیا جسنے محل پر تو وہ بھی تقیہ کے ساتھ کاربند ہوتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جسوقت آنحضرت قرآن کو نماز میں آواز بلند سے پڑھتے تھے تو مشرکین قرآن کو سنکر قرآن کو اور اسکے نازل کرنیوالیکو اور جس پر نازل ہوتا تھا اسکو برا کہتے تھے حکم ہوا کہ آواز کو قرآن کے پڑھنے میں بلند نکیا کرو سو کفار کے خوف سے بلند کرنا آواز کا موقوف کیا پھر یہ تقیہ نہیں تو کیا ہے اور جمع بین الصحیحین وغیرہ میں لکھا ہے مسند عایشہ میں کہ جناب رسولخدا صلعم نے عایشہ سے فرمایا لولا ان یکون قومک حدیثو عھد بالجاھلیۃ لخفت ان ینکر قلوبھم لامرت بالبیت فھدم فادخلت فیہ ما اخرج منہ واشرقت بابتہا بالارض وجعلت لھا بابین بابا شرقیا وبابا غربیا فبلغت بہ اساس ابراھیم حاصل یہ ہے کہ ای عایشہ اگر نہوتی قوم تیری حدیث زمانہ جاہلیت کے یعنے زمانہ کفر کے اور ڈرتا ہوں میں اس سے کہ انکار کرینگے دل انکے تو البتہ حکم کرتا میں کہ خانہ کعبہ منہدم کیا جاے پس داخل کرتا میں اس میں جو کچھ کہ نکل گیا ہے اسمیں سے اور داخل کرتا میں اسکی کو زمین شرقی میں اور کرتا میں واسطے اسکے دروازہ ایک شرقی اور ایک دروازہ غربی پس پہنچاتا میں اسکو بنیاد حضرت ابراہیم کو اور بعضی روایت میں حدیثو عھد بالکفر ہے اور بعضی میں حدیثو عھد بالشرک بھی آیا ہے تقیہ رسولخدا کا قوم عایشہ سے جو کہ عایشہ کے قریب اور عزیز تھے ثابت ہوا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسمیں ترک قلیل امر بالمعروف کا ہوا جسوقت خوف ہوا اس امر کا کہ یہ سبب ہوجائیگا فتنہ اس قوم کا کہ انکار کریں وہ حضرت امیر کے ارشاد کا جواب کہ میں مقابلہ میں آدمیوں کی کثرت کے گھبراؤں نہیں اور خوف نکروں اور موت کے اختیار میں ہونیکا جواب اس سے پہلے گزر گیا ہے اور سفیہ تو تیرا عثمان ہے کہ جسکو حضرت عایشہ نے نعثل کہا تھا اور نعثل لغت میں شیخ احمق کو کہتے ہیں اور انصار یا اولاد انصار خلافت میں جناب امیر کے گو ہمراہ تھے اور اسی سبب سے عایشہ اور خوارج اور معاویہ پر جہاد کیا لیکن زمانہ میں ثلثہ کے کون ہوا تھا ہمراہ جناب امیر کے تاکہ وہ جہاد کرتے اور کیونکر ہمراہ ہوتے زمانہ میں ثلثہ کے جناب رسولخدا صلعم نے تو فرمایا تھا انچہ اصحاب سے کہ اگر تم علی کو اپنا امیر کروگے تو وہ تمکو راہ راست کیطرف لیجائیگا لیکن نکروگے تم اسکو جیسا کہ مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے اور رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا کہ یا علی کاتقاتل الامۃ علیک بعدی ای علی نہ مجتمع ہوگی امت تجھپر بعد میرے جیسا کہ صاحب تحفہ نے باب مطاعن میں عثمان کے مطاعن میں لکھا ہے تو کہاں سے کہتا ہے کہ علی کے ہمراہ انصار تھے اور جناب امیر شیخین کی کس امر میں معین اور مددگار ہوئے تھے وہ تو انکی مذمت کرتے رہے ہیں جیسا کہ نہج البلاغہ کے خطبہ شقیقیہ میں لکھا ہے جسکا اقرار علمای اہل سنت کرتے ہیں کہ یہ کلام جناب

امیر کا ہی اور استیعاب اور میزان ذہبی وغیرہ سی ہم پہلے لکھ چکے کہ وہ ہمیشہ اپنی خلافت کے جانے سی شکایت ثلثہ کی بلکہ تمام قوم کی کرتے رہے ہیں البتہ مشورہ نیک دینے میں شیخین کے شریک ہوتے تھے سو اسمیں ترقی اسلام منظور تہی اور وہ زمانہ تقیہ کا کیونکر نہتا رسولخدا صلعم نے خود اس زمانہ میں تقیہ کرنیکو فرمایا ہی چنانچہ صحیح مسلم سے پہلے ایتے ہمنے لکھا ہی اور جو تقیہ کے جمہور امامیہ کے نزدیک حرام ہوتے ہیں پہلے اس سے لکھا ہمنے وہ سب باطل کردیا اور موئی ہوئے اللہ تقیہ نہیں ہوتا ہی لیکن اسکے معتقدین سی ہوتا ہی جو کہ زندہ ہیں اور جسوقت جناب رسولخدا صلعم نے کہ جنکی شجاعت اور کمالات حضرت علی سی زیادہ تہے عائشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور خوف کی جہت سے کعبہ کو منہدم نکرسکے تو علی کا مرتبہ تو ان سی کم ہی اور حضرت علی کا سکوت اسوجہ سے تھا کہ انکی پاس انصار نتھے اور استیعاب وغیرہ کی روایتوں سے جو کہ تم پہلے بیان کرچکے ہیں ثابت ہوتا ہی کہ حضرت علی نے اسواسطے خاموشی اختیار کی تہی کہ اگر میں ارادہ قتال کرونگا تو لوگ مرتد ہوجائیں گے اور دین میں خرابی ہوگی اور ثلثہ کو خلیفہ برحق ہرگز نہیں سمجھتے تہی چنانچہ نہج البلاغہ میں وہ نہج البلاغہ کہ جسکا اقرار قوشجی شارح تجرید اور تفتازانی اور کازرونی وغیرہ کرتے ہیں جناب امیر کے کلام ہونیکا اسکے خطبہ شقشقیہ میں کہ جسکو صاحب قاموس اور صاحب نہایہ اور صاحب منہج البحار اور ابو ہلال عسکری اور ابو حیانی اور ابن خشاب کہتے ہیں کہ کلام جناب امیر کا ہی مذمت ثلاثہ کی لکہی ہی اور بعضی فقرات اسکے یہ ہیں اما واللہ لقد تقمصہا ابن ابی قحافۃ وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی یعنی خبردار ہو قسم ہی خدا کی پہنی لیا ابوقحافہ کے بیٹے نے خلافت کو اور تحقیق البتہ جانتا تھا کہ محل میرا اس سے محل کیلی کا ہی چکی سی یعنی نسبت جسقدر خلافت سے وہ ہی کہ جو نسبت کیلی کو چکی سی ہی کہ جیسے کہ چکی بدون اس کیلی کے نہیں گردش کرتی ہی ایسی ہی جسوقت خلافت میرے بغیر تہی تو اتمام امور کا بعد ذات اور سوافق حکم پیغمبر خدا کے نہوگا باوجود اسکے انکھ جتن پوشیدہ اور بدون استحقاق اس پر قابض ہوگیا حتی مضی الاول لسبیلہ فادلی بہا الی فلان بعدہ یعنی گزر گیا پہلا اپنی راہ کو دیدیا اس خلافت کو فلانے کے بعد اپنے یعنے پہنچایا طرف عمر کے بدلے میں اسکے جو پہلے سب سے اسکے ہاتھ بیعت کی تہی الی ان قام ثالث القوم فنجا خضبۃ بین سلہ ومعتلفہ یہانتک کہ اٹھا تیسرا قوم کا یعنی عثمان اور تخت خلافت پر بیٹھا کہ مثل شتر سیر خوردہ کے بلند کرنیوالا تھا زیر بغل اور پہلوانپنے کو انہامین موضع سمن اور مستچارہ اسکے کی ہا اور بنی ابیہ یخضمون مال اللہ خضم الابل نتۃ الربیع یعنی اٹھے ہمراہ اسکے بیٹے باپ اسکے کے یعنی اوپر اسکے کہاتے تھے مال خدا کو جیسے کہ کہاتے ہیں شتر کہ چرتے ہیں سبزہ بہار کو الی ان انتکث علیہ فتلہ واجہز علیہ عملہ وکبت بطنتہ یہانتک کہ بٹ گئی اوپر اسکے رسی بل کمائی ہوئی اسکے اور واجب کیا اوپر قتل اسکے کے عمل شنایت اسکے نے اور بد ہاڈالا اسکو پیٹی شکم اور اسراف اسکے نے اور علماء اہل سنت میں سے ابن عبد ربہ نے کتاب عقد میں اور ابو ہلال عسکری نے کتاب اوائل میں جسنے بعض خطبہ میں ایسا خطبہ میں کہا ہی کہ فرمایا حضرت علی نے اما انی لو شاء ان اقول لقلت عفی اللہ عما سلف سبقوا الرجل وقام الثالث کالعرابۃ همه بطنه ويله لو قرض قاصها وقصع قاصمها ان خيرا له یعنی خبردار ہو کہ تحقیق میں اگر چاہوں یہ کہوں میں تو البتہ کہتا ہوں میں درگذر کرتا ہوں اسسے جو پہلے گذرا پہلوں نے پہلو میں یا سبقت کی اوپر اسکے اور اٹھا تیسرا عمر نے اور کہتا ہوا تیسرا انکا مانند اونٹنی کے قصد اسکا صرف شکم اسکا تھا وای اوپر اگر کاٹے جاتے باز و اسکے اور پھوٹتا سر اسکا جو تھا واسطے اسکے اختیار کرنے خلافت کے دریغ حق سے **قال الشیخ الاشعری** باقی جناب مولوی صاحب کا یہ ارشاد کہ جہاد مال دنیا کے لئے ہوتا ہی ہر چند درست ہے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ مظلوم نے نصرت دین متین کی یا دنیا میں سے اور مظلوم بہی کون جگر گوشہ جناب سید الاولین والاخرین اگر ایسے مظلوم کی نصرت داخل دین ہے تو حضرت حسن نے باوجود اتنی استطاعت کے اکیلے سارے جہان کا مقابلہ کرسکتے تہے اور اپنی جان کا کچھہ زیان بہی نتھا معہذا انصار انکی انصار تہے کیوں حضرت زہرا کی مدد نکی اگر حضرت زہرا معاف کردیتی جب بہی ایک بات تہی جسپر ارشاد مولوی صاحب موصوف تادم واپسیں ابوبکر صدیق کا ظلم انکے پیش نظر تھا اور اگر یوں کہیں کہ نصرت مظلوم کار دنیاوی بتہ تو دنیا کی خوبی اور بزرگی تو سب جانتے ہیں اس صورت میں نصرت مظلوم اگر ممنوع بہی ہوگی تو موجب ثواب بہی ہوگی واجب تو درکنار پھر بابت ترک نصرت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے جو سینہائے شیعہ لبریز شکایت صحابہ اور اولاد صحابہ سے بعض بجا ہوا لیکن ہم تو جانتے ہیں کہ مولوی صاحب نصرت مظلوم کو منجملہ دین بلکہ واجب ہی قرار دیں گے کیوں اول تو کلام اللہ اور احادیث طرفین اس مضمون سے مشحون ہیں دوم صحابہ کے مطاعن کے کوئی بات چاہیئے مولوی صاحب تو اسپر غش ہیں بلا سے حضرت امیر پر حرف آجائے مگر ہمیں خدا لی ذات سے یقین ہی کہ ہمنے جو کچھہ تقیہ کی بات میں اوپر لکھا ہی اگر مولوی صاحب بغور دیکھیں تو زبان سے بہی نکہیں کے تو دل سی تو بیشک اسبات کے معتقد ہوجائینگے کہ حضرت امیر کا اصحاب ثلثہ سے بیعت کرنا اور فک کندہ پر سکوت کرنا سب بوجہ حقانیت اصحاب ثلثہ تھا نہ بوجہ تقیہ اور آگے جو کچھہ آتا ہی انشاء اللہ وہ اور تقریر سابق کے تاکید کریگا اس مجموعہ کو دیکھکر سب کو معلوم ہوجائیگا کہ حضرت امیر کے وہ لوگ زیادہ قدر کرتے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ آپ کسی سی ہارے ہوئے تہے اور بسبب ضعف اور ناتوانی کے خلفاء کے ساتھ موافقت نرکہتے تہے بلکہ محض خدا واسطے یا وہ لوگ جو یوں کہتے ہیں کہ آپ ذلیل و خوار بے سر سامان ناتوان ناچاری کے باعث اطاعت کرتے تہے اور دل میں کچھہ تھا اور زبان پر کچھ تھا تمام عمر اخفاء حق اور کتمان دین میں مصروف رہے اور باوجودیکہ آیت وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ جسکا یہ مضمون ہی کہ خلط مت کرو حق کو باطل کے ساتھ اور مت چہپاؤ حق کو جان بوجہہ کر آپ کو یاد تہی پہر بہی حضرت اصحاب کے ساتھ ایسے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوئے کہ بظاہر حق و باطل کی تمیز دشوار ہی ہوگئی چنانچہ گروہ اعظم اہل سنت

اسی دہوکے میں اصحاب ثلثہ کے حد سے زیادہ توقیر کرنے لگے اور معاملہ سب عکس ہو گیا دین اصلی بہت ضعیف اور مخفی رہ گیا **اقول** مولوی صاحب نے یہ کب فرمایا ہی کہ جہاد مال دنیا کے لئے ہوتا ہی خط میں تو اُنہوں نے یہ لکھا ہی کہ جہاد ترقی دین کے واسطے ہوتا ہی اور مال دنیا کے واسطے نہیں ہوتا اور نصرت مظلوم کہ جو تو پوچھتا ہی کہ دین میں ہی یا دنیا میں سے ہم اُسکو دین میں سے کہتے ہیں اور تو جو کہتا ہے کہ پھر علی نے فاطمہ کی مدد کیوں نکی فدک کے لینے میں وجہ اسکی یہ ہے کہ جب خلافت کے مقدمہ میں علی نے سکوت کیا موافق وصیت رسولخدا صلعم کے کہ فرمایا تھا حضرت نے اے علی بعد میرے بہت سی مکروہات تجھکو پیش آویں گے تو صبر کرنا جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہی تو فدک کا مقدمہ اور اعانت مظلوم تو بدرجہا خلافت سے مرتبہ میں کم ہی کہ مدار دین کا تو خلافت ہی پر ہے جب وہ ہی ہاتھ سے جاتی رہی تو فدک کی کیا حقیقت ہے اور نہ حضرت فاطمہ زہرا کو کچھ پروا فدک کی تھی صرف حجت کے تمام کرنیکو دعوی کیا تھا اور حضرت علی کو کیا استطاعت تھی اگر استطاعت ہوتی تو پہلے خلافت ہی کو لیتے کہ جو فدک کو بھی شامل تھی اور ہر وقت کی ایک مصلحت ہوتی ہی اور نصرت مظلوم کی بعضی محل پر نہیں کر سکتی کہ وہاں مصلحت یہی ہے اور اگر یہ مقام پر نصرت مظلوم کی واجب ہوتی تو مکہ معظمہ میں جناب رسولخدا کے برابر تو کوئی مظلوم تھا اُنکی نصرت وہاں کچھ نہ کر سکے اور ابوبکر کے مونہہ پر اُس کافر نے اتنی جوتیاں ماریں کہ بینی اور رخسارہ سوجکر برابر ہو گئی جیسا کہ معارج النبوت وغیرہ میں ہے لیکن جناب رسولخدا اور علی مرتضی و سب صحابہ کھڑے ہوئے دیکھا کئے اور کوئی بھی نصرت اُس بیچارہ کی نکر سکا اور علی مرتضی کسی فضیلت میں رسولخدا سے زیادہ نتھے اور یہ حضرت علی نے کب فرمایا ہی کہ میں ربی جہان کو زیر کر لوں اور یہ کہنا کہ آدمیوں کی کثرت سے گھبراوں نہیں اور نہ خوف کروں مقتضا اُنکی شجاعت کا ہی اور حضرت علی ہر چند اشجع الناس تھے لیکن یہ امر اُنپر مقرر نہیں ہے جو کوئی شجاع ہوتا ہی خواہ حضرت علی خواہ غیر اُنکا جان اپنی مدیتا ہی لیکن منہ اپنا مخالف کے مقابلہ میں سے پھیرتا نہیں ہے اور نہ بھاگتا ہی جیسے کہ خلفا ثلثہ جہاد میں سے بھاگا کرتے تھے لیکن ایسی شجاعت کو یہ لازم نہیں ہے کہ اگر شجاع بھاگے نہیں تو سب لوگ مار ہی ڈالیں اور سب پر غالب ہی ہو جائیں حضرت علی کے اس کلام کی فرمانے پر کہ میں آدمیوں کی کثرت سے خوف نکروں اور نہ گھبراوں ربا رتو طعن کرتا ہی لیکن جواب بھی اُسکا پاتا جاتا ہے اور وہ انصار حضرت علی کے کونسے تھے جنکو ہمراہ لیکر فاطمہ زہرا نے مدد کرنے اگر انصار ہوتے تو خلافت ہی کو پہلے لیتے اور انصار کے ہونیکی تو جناب رسولخدا صلعم نے بھی خبر دیتی تھی کہ یا علی لا تجتمع الامتہ علیک چنانچہ مولوی عبدالعزیز صاحب تحفہ میں عثمان کے مطاعن میں لکھتے ہیں اور تو حضرت علی پر طعن کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں لیتا ہی میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ عثمان بھی تیرے نزدیک مظلوم تھا یا نہیں اگر اُسکا مارا جانا حق اور موافق حکم خدا کے تھا اور اگر وہ مظلوم تھا تو صحابہ نے کہ کئی ہزار آدمی تھے عثمان کے مدد کیوں نکی اور ایک حضرت علی بھی اُنمیں تھے کہ جو سارے جہان کا مقابلہ کرتے تھے اگر اصحاب رسول مقبول نے مدد کرتے تو وہ کیوں کر مارا جاتا اور ظلم ابوبکر بیشک پیش نظر حضرت فاطمہ زہرا کے رہا اور کسی بھی ابوبکر سے کلام نکیا یہانتک کہ خلد بریں کو رحلت کر گئیں چنانچہ صحیحہ بخاری میں لکھا ہے اور حضرت علی کی ترک نصرت میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور حضرت امیر پر کسی طرح کا حرف نہیں تو یہ چند باتیں لغتلو کو ڈھال لاتا ہے اور طاعن اُن صحابہ کے جو مطعون ہیں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہیں تیری تاویل سے کیا ہوتا ہی ملا سعد الدین تفتازانی خود شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ صحابہ بسبب اجتہاد اور طمع ریاست دنیا کے حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور جب سے ملاقات رسولخدا صلعم سے ہوئی ہے اُن میں سہو نسیان نہیں ہے لیکن ہم تاویلیں کرتے ہیں خصوصاً مہاجرین اور انصار کے حق میں اور جو کچھ پہلے اس سے نقیہ کے باب میں لکھا ہے سب یہ اور رد ہے اور حضرت امیر کا بالفرض بیعت کرنا اور فدک نہ دینے پر سکوت کرنا ہرگز بوجہ حقانیت اصحاب ثلثہ نہ تھا بلکہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حضرت امیر کو الہام نہ پہنچے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ لوگوں کو مرتد ہو جانیکے اور دین کے ہلاک ہو جانیکے خوف سے حضرت امیر نے ترک کیا چنانچہ ہم اسباب وغیرہ سے پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور تقیہ حضرت امیر کا اسی جہت سے تھا کہ رسولخدا صلعم نے صبر کرنیکی وصیت کی تھی جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے اور موافق روایت صحیح مسلم کے حکام جور کے منابذت کا حکم تھا جیسا کہ پہلے گزرا ہی اور اگر بیعت واقع بھی ہوئی ہو تو ناچاری اور اضطرار سے واقع ہوئی ہی چنانچہ صحیح مسلم میں بمضمونکی روایت ہے وکان لعلی من الناس وجہ حیوۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن یبایع تلک الاشہر فارسل الی ابی بکر ان ائتنا ولا یاتنا معک احد کراہیۃ محضر عمر الخ حاصلہ اسکا یہ ہے کہ جبتک فاطمہ زہرا زندہ رہی تو لوگوں کو روداری علی کی تھی اور جب فاطمہ نے وفات پائی تو لوگوں کے منہ علی سے پھیر گئے اس لئے ابوبکر سے مدخواست صلح اور بیعت کی لی اور ابوبکر کو بلایا اور کہا کہ اور کوئی نہ آئے سو اسلئے کہ عمر کے آنیکو مکروہ جانتے تھے اور مفہم شرح مسلم میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فاطمہ کی زندگی میں لوگ علی کا بہت احترام کرتے تھے بسبب اسکے کہ دختر رسولخدا اُسکے گھر میں تھی اور جب فاطمہ کی تو لوگ اُس احترام سے پھر گئے تب علی نے بیعت کی اور حضرت علی ہمارے نزدیک ہاری ہوئی کسی سے نہ تھے اور نہ ناتوان اور کم زور تھے بلکہ ایکمرتبہ عمر کو پکڑ کر اٹھا لیا اور کہا کہ اے ابن صہاک حبشیہ اگر وصیت رسولخدا کی نہوتی تو تیری ہڈیاں توڑ ڈالتا اور نہ ناتوانی کی جہت سے اور نہ وہ تیرے خدا کے خلاف رسے موافقت رکھتے تھے بلکہ بموجب وصیت رسولخدا صلعم کے موافقت رکھتے تھے اور موافق اُس روایت صحیح مسلم کے کہ حضرت نے حذیفہ سے فرمایا تھا کہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ میری ہدایت پر نہ ہونگے اور نہ میرے طریقہ پر ہوں گے اُنکی پیروی کرنا اگرچہ تم زخمی ہو جاؤ اور مال تمہارا لوٹا جائے اور زبان حضرت علی کی ہرگز مخالف دلکے ہمارے نزدیک تھی بلکہ جو کچھ دلمیں تھا وہ ہی زبان پر تھا لیکن

حق کو جاری نہیں کر سکتے تھے سبب ہوئے انصار کے اور مقتدین کے اور جو کچھ حق تھا وہ ہی کہتے ہی اور خلط حق کو باطل کے ساتھ تبری ثلثہ کرتے تھے بسبب بے علمی کے اپنی رائے سے ایجاد کہ کے حکم دیتے ہی اور حق کو باطل سے ملا دیتے ہی اور احکام دین میں غلطیاں کرتے تھے اور اگر کوئی حق کو مصلحتہً پوشیدہ کرے تو یہ بھی موجب حکم خدا ہی چنانچہ سو لخذا اصلعم عائشہ کے قوم کے انکار کرنیکے خوف سے کعبہ کو ڈھا کر بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر اسکو نہ بنا سکے اور حضرت امیر ہم پیالہ اور ہم نوالہ ثلثہ سے کیا ہوئے تھے اپنے گھر میں گوشہ نشین تھے اور جو کہ اہل حق تھی مثل سلمان اور ابو داؤد اور عمار وغیرہ کے اسوقت میں بھی وہ حضرت علی ہی کیطرف رجوع رکھتے تھی احکام دین میں اور تمیز حق کے اُن لوگوں کو تھے کہ جو پیرو ان خاص ثلثہ کی تھی اور گروہ اہل سنت تو بسبب پیروی ثلثہ کی ایسی ہو کہ میں آئے ہیں کہ معاویہ اور عمرو عاص کہ جو حضرت امیر کو گالیاں دیا کرتے تھے اُنکو اپنا پیر و مرشد اور بزرگ جانتی ہیں اور معاویہ کو خلیفہ صدق اور امام حق جانتے ہیں اور قاتلان آل رسول کو مومن پاک سمجھتے ہیں سب بسبب پیروی ثلثہ کی ہی اور اہل سنت جیسے کہ توقیر اصحاب ثلثہ کی حد سے زیادہ کرتے ہیں ایسی ہی اُنکے عیب بھی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں لیکن نظر اہل سنت کی اُن عیبوں پر نہیں ہی اسواسطے دین اصلی اُنپر مخفی ہی اور جو قت کہ حضرت علی ثلثہ کی شکایت اور خلافت کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا افسوس کرتے ہوا اور اُسکو اپنا ہی حق جانتی ہوں جیسے کہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ غلط اور غلط اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہونا علی کا اصحاب ثلثہ کے ساتھ مصلحتہً تھا موافق وصیت سو لخذا اصلعم کے تو پھر حق کو باطل سے جدا ہونیمیں کیا باقی رہا اور رہا اسکے اور کونسی وجہ کامل و اصلی تمیز حق کے باطل سے ہوگی لیکن اہل سنت محبت میں ثلثہ کی ایسے از خود رفتہ ہوگئے ہیں کہ حق کو باطل سے جدا کرنیکی طرف اُنکو توجہ ہی نہیں ہے اسواسطے کہ تبصیر ہم نام ثلثہ کے اور حد شرع اور حق سے تجاوز کرنیکو عیوب لکھا ہوا پاتے ہیں لیکن اُس میں تاویلیں کرتے ہیں پھر حق کو باطل سے جدا ہونے میں کیا باقی رہا اور اہل سنت اس ہو کہ میں آکر ثلثہ کی توقیر نہیں کرتے ہیں بلکہ دشمنان علی کیطرف جو اُنکا سلسلہ منتہی ہوتا ہی ابتدا سے حضرت علی کے دشمنوں کی پیروی کرتے آج تک چلے آتے ہیں جیسے کہ یہود اور نصارا اپنے پہلے گزرے ہوئے بزرگوں کی پیروی کرتے چلے آتے ہیں اور حق کو اختیار نہیں کرتے ہیں لہذا دین حق اُنپر مخفی رہگیا جیسے کہ اہل سنت پر دین اصلی مخفی ہو گیا ہی **قال الشیخ الاشعری** تیسرا مطلب حضور کے تعمیر میں ہی کہ حضرت ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے جو حضرت علی کے صلب اور حضرت فاطمہ زہرا کے شکم سے تھی اُنکا نکاح حضرت محمد بن جعفر طیار سے ہوا تھا ہر چند یہ جواب سوال سائل پر بظاہر منطبق ہی لیکن حقیقت میں دیکھیے کہ جواب سوال سائل سے ایسی ہی نسبت رکھی ہی جیسکہ کسی کا ہنگ کے اس سوال کے ساتھ کہ لا تیل ہی ہے، لالہ کا یہ جواب ہاں میاں لا تو ہی ہے، اتنا تو مولوی صاحب بھی سمجھتے ہوں گے کہ سائل کی غرض اس سے پوچھنے سے کہ حضرت علی کے بیٹوں کا نکاح کس کس سے ہوا ہی یہی ہی کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت ام کلثوم دختر مطہرہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر سے ہوا ہی صحیح ہی یا غلط ہی اور یہ احتمال اور یہ بھی احتمال ہی کہ مولوی صاحب نہیں جانتے ہیں اس سے کہ بات بھی تو مشکل ہی **اقول** اگر سائل کو تردد ہوتا کہ عمر سے نکاح حضرت ام کلثوم کا ہوا ہی یا نہیں تو اُسکو کون مانع تھا کہ وہ اسطرح پوچھتا کہ اہل سنت میں جو مشہور ہے کہ عمر کا نکاح ام کلثوم سے ہوا ہی یا مراست ہے، یا نہیں بلکہ شیعوں میں جو مشہور ہے کہ عمر سے نکاح اُنکا نہیں ہوا تو سائل کو دریافت کرنا اس امر کا منظور ہو کہ اگر عمر سے نکاح نہیں ہوا تو پھر کس سے ہوا ہی اس لیے یہ سوال کیا اور یہ سوال سائل کا اور جواب مولوی صاحب کا اسکی مانند کہ ہوا کہ جیسا کسی نے کہا کہ تیل ہی ہے تو بقال نے جواب میں کہا کہ تو ہی ہے اسکے مطابق تو اسوقت ہوتا کہ جسوقت سائل پوچھتا کہ عمر سے ہی نکاح ہوا ہی اور مولوی صاحب جواب میں کہتے کہ محمد بن جعفر سے ہی نکاح ہوا ہی اور عمر سے نکاح ہونیکو تسلیم رکھتے لیکن مولوی صاحب کو تو اسکا اقرار ہی نہیں ہے کہ عمر سے نکاح ہوا اگر کوئی مثال لاتا ہی یہ شبہ تو وہ مطابق نہیں ہوتے اور اگر کوئی آیت لاتا ہی تو وہ مقصود پر دلالت نہیں کرتے جیسے کہ پہلے اس سے گزرا ہی **قال الشیخ الاشعری** بہرحال جناب مولوی صاحب نے اس جواب میں طرفہ چالاکی کی ہی کہ جواب کا جواب دیدیا اور بات کی بات رکھلی مگر نہ معلوم اس جواب میں پہلی چال کیوں بھول گئی یا اور کوئی مصلحت عمدہ نظر آئی یہ تو حضرت ام کلثوم کے مولوی صاحب کیطرف شکایت ہی رہ گئی کہ اُنکی خلاؤں کو تو مولوی صاحب نے جہار قطع نسب سے مستحق اجر عظیم کیا اُنہوں نے کیا قصور کیا تھا جو مولوی صاحب نے اس عنایت سے محروم رکھا کیا وہ اہل بیت میں سے نہتے جو اس جفا سے دریغ کیا مگر مولوی صاحب کیطرف سے میں جواب دیتا ہوں الفضل للمتقدم یعنی بزرگی پہلوں ہی کے لئے ہے اس مثل کے خلاف کیونکر کروں شاید مولوی صاحب کو یہ گمان ہوا ہو کہ حضرت ام کلثوم بنت سید النساء کی تزویج کا قصہ حضرت عمر کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی نکاح کی جو حضرت عثمان سے ہوا تھا ایک جدید اور تازی بات ہی مبادا اسکا کوئی جاننے والا ہو اور فلسی کہلا جائے اگر میں فہمکش ہوں اہل سنت ان دونوں قصوں کو یکساں پرانا سمجھتے ہیں اور اس فرق کو کچھ فرق نہیں سمجھتے ایکے جناب مولیٰنا اکبر میرزا دام علیہ نا جیسا کہ یہ مضمون لکھ کر کہ حضرت کلثوم حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہی نہیں اصلاح تحریر مقدم کر دیں اور اندیشہ بدظنی سنیان ہو تو عذر بدا موجود ہی اب خدا سے تو کچھ زیادہ نہیں جب خداوند کریم کو باینہمہ علم غیب داں ہوتا ہو تو آپ تو آدمی ہی ہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہی سب سچ اور واہی ہے اور کوئی مقدمہ ایسا نہیں ہے کہ جسکی جواب کی ضرورت ہو اور حضرت کلثوم کی خالاؤں کا حال کہ وہ رسول لخذا اصلعم کے نطفہ سے نہیں ابتدا میں گزر گیا ہی اور جو کچھ اُنکی نزدیک ثابت ہوا وہ لکھ دیا اور تو جو اپنی طرف سے ایک نامعقول سوال پیدا کرتا ہی اور پھر آپ ہی اسکا جواب دیتا ہی اس سے کیا فائدہ ہی مفت کاغذ کا بیہودہ بات سے سیاہ کرنا ہی اور یہ جو کہتا ہی کہ الفضل للمتقدم

ہی کلیت اسکی غلط ہو بلکہ بعضے متاخر زیادہ بزرگ ہیں پہلوں سے اور تو فلسی کیا کہولیگا اگر کچھ کہیگا تو اُسکا جواب پائیگا اور میں تو ایسی فلسی تیری ثلثہ کی کہولی ہی اگر کوئی منصف ہوگا تو اُسکو دیکھکر کوڑن سی بیزار ہو جائیگا اور حضرت کلثوم جو کہ حضرت زہرا کی بیٹی تھی وہ زوجہ عمر کی ہرگز نہتی اور جو کلثوم کہ زوجہ عمر ہی وہ حضرت زہرا کی شکم سے نہتی اور بالا پر جو تو اعتراض کرتا ہی جو بداکہ مراد شیعوں کی ہی اور اُنکی اصطلاح میں متعہ رہی اُس میں کیطرحکی قباحت نہیں ہے اور جو بداکہ تو نے اپنی نزدیک تجویز کر رکھا ہی وہ موافق مذہب شیعوں کے نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ مصلحت یوں ہی کہ اسماء بنت عمیس کی طرف منسوب کریجو اور جھوٹ ہے تو بلا جواب از سر گرشت چہ یک نیزہ وچہ یکدست جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیونکی نسبت میں تصرف کیا ہی نوحے کی نسبت میں بھی سہی معہذا اور انبار روزگار فقط دنیا کے لئے سیکنوں جھوٹ بولتے ہیں آپ اگر دو جھوٹ حفظ دین کے لئے بولدیئے تو کیا غضب ہوا بلکہ بنظر پاس ننگ ناموس دین اور متابعت بزرگان اور ائمہ اطہار اُمید ثواب عظیم ہی کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا تقیہ ہی لیکن جناب مولوی صاحب کے لوازم رای زنی اور مشورہ گوئی میں سے ہی کہ جملہ مراتب نفع و نقصان سے اطلاع کریجو اس لئے معروض ہی کہ باینہمہ منافع ایک اس میں نقصان بھی ہی کہ جناب بار تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہی وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ یعنی حق باطل کو مت ملاؤ اور نہ چھپاؤ حق کو جان بوجھکر دوسرے یوں بھی فرماتا ہی وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی نہ چھپاؤ گواہی اور جو چھپائی گواہی تو دل اُسکا گنہگار ہی ان دونوں آیات پر نظر کریجو کہ مجھ سے غلطی ہوئی اب آپ کون سے حق باطل کے رلانے اور شہادت حق کے چھپانے میں کمی کی ہی جو اسکا اندیشہ ہو اس سے زیادہ اور کیا رلانا ہوگا کہ حضرت عمر کے نکاح کا نام ہی نمایا بلکہ اصل رلانا تو یہی ہی اگر صاف انکار کرتے اور کہدیتے کہ حضرت زہرا کے یا حضرت علی کے کوئی بیٹی ہی نہتی تو یہ رلانا تھا اسی انکار کہتے ہیں اور عربی زبان میں اسی جحود کہتے ہیں اور یہ جو اکثر آتا ہی وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا تو اسی مقام میں آتا ہی اور یہ مذکر جواب کا جواب ہوئے اور بسبب اتمام حجت کے جیسے مولوی صاحب نے اس مقام میں کیا ہی تو یہ عین حق باطل کا رلا دینا ہی **اقول** ام کلثوم دختر ابوبکر کہ جو اسماء بنت عمیس کے شکم سی تھی اور بعد مرنے ابوبکر کے حضرت علی نے اُس اسماء سی نکاح کیا تھا اور محمد و ام کلثوم و اولاد ابوبکر اسکی ہمراہ حضرت علی کے گھر میں آئی تھی حضرت علی کی فرزند کہلاتی تھی اور عمر نے اُس ام کلثوم سی اپنا نکاح کیا تھا اور یہ امر دروغ نہیں ہے چنانچہ بوارق محرقہ اور تحفہ السعداء وغیرہ کتب معتمدہ اہل سنت میں مصرح ہی اور عبارت کتاب تحفہ السعداء کی یہ ہی کہ ام کلثوم دختر ابوبکر بود و مادرش اسماء بنت عمیس کہ اول نکاح جعفر طیار بود باز بنکاح ابوبکر درآمدہ از ابوبکر پسر عبدالرحمان و یک دختر ام کلثوم زائید بعد ازاں بنکاح علی بن ابیطالب درآمد ام کلثوم ہمراہ مادر درآمد عمر بن الخطاب با ام کلثوم دختر ابوبکر نکاح کرد قطع نظر اس سے کہ دختر علی سے بھی عمر نے نکاح کیا تھا یا نہیں یہ مرتانی ہی لیکن روایتوں سے ثابت ہوتا ہی کہ عمر نے ام کلثوم دختر ابوبکر سے بھی نکاح کیا ہی چنانچہ کامل ابن اثیر میں لکھا ہی تعداد ازواج عمر میں کہ خطب ام کلثوم ابنة ابی بکر الصدیق الی عائشة اور کیونکر ام کلثوم بنت ابی بکر زوجہ عمر کی نہوگی کہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہی اور مولوی عبدالعزیز صاحب بھی تحفہ میں لکھتے ہیں و بعد ازے۔ شیخ بھی لکھتا ہی کہ ام کلثوم زوجہ عمر او زید ایک ہی روز وفات یافت و ہر دو را بر جنازہ امام حسین و عبداللہ بن عمر نماز بگزاردند پس جس صورت میں کہ امام حسین نے ام کلثوم کے جنازہ پر نماز پڑھی تو وہ خواہر امام حسین کیونکر ہو سکتی ہی جو ام کلثوم کہ خواہر امام حسین تھی وہ تو کربلا میں اپنے بھائی کے ہمراہ تھی اور اسیر ہو کر ہمراہ ساری اہل بیت کے ملک شام کو روانہ ہوئی تھی چنانچہ مقتل ابو مخنف اور روضۃ الشہداء اور شہداء ابو اسحاق استرابادی اور روضۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہی اور ابو مخنف نے لکھا ہی کہ مختار نے کہا ہی کہ کوئی روز زیادہ سخت مجھپر نہیں گزرا جس دن سے کہ ام کلثوم کو میں نے مجلس ابن زیاد میں دیکھا کہ نالہ و اشک او جگر سے کمینچتی تھی اور مثل بید کے کانپتی تھی اور مقتل ابو مخنف میں لکھا ہی کہ و اقبلت ام کلثوم الی مسجد رسول اللہ باکیة العین حزینة القلب فقالت السلام علیک یا جداہ اور شہداء ابو اسحاق میں لکھا ہی کہ ام کلثوم نے آگے بڑھکر کہا وَيْلَكَ يَا يَزِيدُ اور تحریر الشہادتین میں مولوی سلامت اللہ صاحب نے کئی اشعار مرثیہ امام حسین کے تصنیف ام کلثوم کی تحریر فرمائے ہیں پس معلوم ہوا کہ ام کلثوم مادر زید کی دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام نہتی بلکہ سوائے ام کلثوم دختر ابوبکر کے کوئی ام کلثوم زوجہ عمر کی نہیں ہے تو یہی ام کلثوم مادر زید زوجہ عمر مراد ہوگی نہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام اور ہیثمی اور دولابی نے نقل کی ہی کہ علی نے اپنے بیٹوں کو اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے علیحدہ کر رکھا تھا عمر کی ملاقات ہوئی تو عمر نے علی سے کہا کہ تو اپنی دختر ام کلثوم کا نکاح مجھ سے کر دے حضرت علی نے کہا کہ میں نے انکو اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے روک رکھا ہی اور ایسا ہی صدر صواعق محرقہ میں لکھا ہی اور شرع میں بادی مرتبہ کی منگنی پر اپنی منگنی کرنی جایز نہیں ہے چنانچہ مشارق الانوار میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کی ہی کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ لا یخطب احدکم علی خطبة اخیہ یعنی نہ منگنی کرے کوئی تم میں کسی پر منگنی برادر مؤمن اپنے کے اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ حضرت عمر خلاف حکم رسول خدا صلعم کے کہ حقیقت میں وہ حکم خدا کا ہی دختر فاطمہ زہرا سے اپنی منگنی کرتے حضرت جعفر طیار کے بیٹوں کی منگنی توڑکر اس سے بھی معلوم ہوا کہ زوجہ عمر جو کہ ام کلثوم تھی اور زید تھی وہ دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام نہتی بلکہ دختر اسماء تھی اب فرمائیے کہ اگر کوئی بنت اسماء کہے ام کلثوم زوجہ عمر کو تو اسپر کیا دروغ کو نسا ہی اور کیا جھوٹ بولا وہ اور مولوی صاحب کا کام جھوٹ بولنا نہیں ہے جھوٹے تیرے علماء میں مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں اسقدر جھوٹ لکھا ہی کہ اگر کوئی انکے دروغوں کو جمع کرے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو اور تیرے علماء نے خوشامد میں نبی ہمیدہ بنی عباس کے سو باتوں بلکہ ہزاروں حدیثیں بنائیں کہ وہ تیری کتابوں میں مندرج ہیں اور مولوی صاحب تمہارے نسد سو لخدا صلعم کی صاحبزادیوں کے نسب میں کچھ تصرف نہیں کیا ہی اور جو کچھ انکے اور تمہارے نزدیک ثابت ہے اس سے پہلے میں لکھ چکا ہوں اور اسلئے حضرت نے اپنی جگہ ہی اسمیں تصرف کیا ہوگا لیکن عمر کی زوجہ جو کہ

مادر زید ہے وہ نہیں ہیں اور جو کہ زوجہ عمر مادر زید ہے وہ دختر ابوبکر ہے اور جو اپنے روزگار کہ واسطے دنیا کے جھوٹ بولتے ہیں انمیں سے تو ہے اور ہمارے مولوی صاحب کی ایسی شان نہیں ہے کہ جھوٹ بولیں اور یا تیرے علماء جھوٹ بولتے تھے دنیا کے واسطے اور جھوٹی حدیثیں بنا کر بادشاہوں سے انعام لیتے تھے اور اپنے دین کی حفاظت کے واسطے تیرے علماء جھوٹ بولتے ہیں جیسے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں کثرت سے جھوٹ لکھے ہیں اپنی دین کی حفاظت کے واسطے اور ہمارے علماء کا یہ کام نہیں ہے اور ایسے جھوٹ کو تمہارے علماء موجب ثواب جانتے ہیں اور اسطرح کے جھوٹ کو تقیہ نہیں کہتے ہیں تقیہ اسطے حفاظت جان اور آبرو اپنی کو ہوتا ہے اور اسمیں حفاظت جان اور آبرو کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے جیسے کہ عمار یاسر کہ انکا اعتقاد تو کچھ تھا اور کفار کے خوف سے خلاف اعتقاد کے بیان کیا اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مامون نے علماء کو طلب کر کے قرآن کے مخلوق ہونے سے استفسار کیا انہوں نے تقیہ سے جواب دیا چنانچہ لکھا ہے کہ وسبب طلبہم انہم توقفوا اولا فاجابوہ تقیۃ یعنی اور سبب بلانے انکے کا یہ ہے کہ تحقیق انہوں نے پہلے تو جواب دینے میں توقف کیا اور بعد اسکے تقیہ کی راہ سے جواب دیا کہ اسکو مخلوق کہا اور قدیم نہ کہا جو کہ مذہب اہل سنت کا ہے اور اس جواب میں موافق اعتقاد اہل سنت کے سب علماء جھوٹ بولے اور تاریخ الخلفاء ہی میں لکھا ہے کہ امام احمد حنبل سے پوچھا قرآن کو نہ تو قدیم کہا اور نہ مخلوق کہا بلکہ کہا کہ وہ کلام اللہ ہے اسپر میں کچھ اور زیادہ نہیں کرتا اور خوف سے مامون کے یہ نہ کہا کہ قدیم ہے اور معلوم نہیں یہ سیکنوں کا لفظ جو تو نے لکھا ہے کس زبان کا ہے نہ فارسی ہے نہ ترکی ہے نہ ہندی ہے اگر تو اردو میں گفتگو کرنی نہیں جانتا تو کسواسطے تو نے ارادہ اس زبان میں گفتگو کرنیکا کیا تو تو ایک شخص کندۂ ناتراش معلوم ہوتا ہے کہ کبھی شہر والوں کی صحبت میں بھی نہیں رہا ہے تجکو شہروں کی زبان سے کیا علاقہ ہے کہ جو سینکڑوں کی جگہ سیکنوں بولا اور حق کو باطل کے ساتھ رلانا ہمارے مولوی صاحب کا کام نہیں ہے اور عمر کے نکاح کا نام کیونکر لیتے کہ وہ انکے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے اور حق بات کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر عمر کے نکاح کا اقرار کریں تو حضرت زہرا اور حضرت علی کی بیٹی ہو اور جو نہیں تو نہ ہو اور ایسا تو ابوبکر اور عثمان کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر انکی بیٹی ہے عمر کے نکاح کا اقرار کریں تو انکی بیٹی ہوا نہیں تو نہ ہو اور جسوقت ہمارے نزدیک ثابت نہ ہوا عمر کا نکاح دختر علی سے تو ایسا ہی ہے کہ جیسے عثمان کی بیٹی سے نہیں ہوا اور حق صریح کا انکار کرنیوالا تو تیرا خلیفہ حق اور امام صدق معاویہ ابن ابی سفیان تھا کہ جس نے سینکڑوں آدمیوں سے اونٹ کو لہلا دیا تھا کہ یہ اونٹنی ہے اور پھر حضرت علی کو کہلا بھیجا کہ تو مجھ سے کیا لیگا دیکھ ایسے مطیع ہیں میرے لوگ کہ میری ہنسی سے اونٹ کو اونٹنی کہا اور حق کو باطل کے ساتھ رلا دینا کام تمہارا ہے اور تمہارے پیروں ہی نے ایسا کام کیا ہے اور گواہی کو چھپایا ہے فاطمہ کا حق کہ جو موافق حکم خدا کے تھا اور قرآن سے ثابت تھا کہ فاطمہ زہرا اپنے باپ کی وارث ہے اسکے رد کرنیکو جھوٹی روایت بنائی اور اس روایت کے بنانے والے کی رعایت سے تم قرآن میں تاویلیں کرنے لگے اور رسول خدا صلعم نے جو بعد نازل ہونے آیت یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ کے حضرت علی کو خلیفہ کیا اور انکے حق میں فرمایا کہ جسکا میں مولا تھا اسکی علی مولا ہے اور حضرت عمر نے مبارکباد کہا حضرت علی کو اور حسان شاعر نے حضرت علی کے خلیفہ کرنے کی اشعار لکھے لیکن تمنے اس نص کو چھپایا اور حضرت عمر کے خوف سے کسی نے اسکی گواہی بعد انتقال رسول خدا صلعم کے نہ دی اور حضرت علی خلیفہ ہوئے تو اسوقت مسجد کوفہ میں لوگوں نے گواہی دی اور اس سے پہلے کسی نے گواہی نہ دی اور باوجودیکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي اور سب اس آیت کے مضمون سے واقف ہے کہ بے علم کے پیروی درست نہیں ہے لیکن عمر وغیرہ نے آپسمیں مشورہ کر کے ایک مرد جاہل کو خلیفہ کر دیا اور حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر دیا **قال الشیخ الاشعری** معہذا حق باطل کے خلط ملط کرنے میں جو برائی ہے تو فقط اسی سبب سے ہے کہ دوسرا کوئی دھوکا نہ کھائے ورنہ کہاں اہل سنت جماعت نے شیعوں کی روایات سے یہ ثابت کر دیا ہو کہ حضرت کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا پھر کیا اندیشہ وہ ہونے کی بات ہی نہیں جس سے ڈریے اور اگر آپکو یقین نہ آئے تو پہلے آپکے یہاں کی روایتیں اسباب میں ہمارے پاس موجود ہیں آپ اپنی عادت دغا اور فریب کو نہ چھوڑیے قاضی نوراللہ صاحب شوستری شہید رابع حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم کے احوال میں قلم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس سے بہت محبت تھی اور انکے حق میں یوں فرماتے تھے کہ عباس میرے باپ کی جگہ ہے اور سوا اسکے بہت ہی کچھ انکے فضائل لکھے اسکے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت عباس نے حضرت عمر کے کہنے کے موافق حضرت امیر سے حضرت ام کلثوم کے نکاح کی خواستگاری کی حضرت امیر نے اول بار انکار فرما دیا دوسری دفعہ سکوت فرمایا بعد ازاں حضرت عباس نے خود حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کر دیا حضرت امیر بوجہ تقیہ منع نکر سکے اسلئے چپکے ہو رہے یہ ہے قاضی صاحب کا بیان میں نے اپنے اعتقاد کے موافق حضرت عباس اور حضرت عمر کے نام پر لفظ حضرت کا لگا دیا ہے ورنہ قاضی صاحب سے اس تعظیم کی کسی امید ہے اسلئے حضرت عمر تو انکے نزدیک حضرت عمر ہیں +

اقول دھوکا بیشک برا ہے اور تیرے بزرگوں ہی نے دھوکے دیے ہیں کہ حق کو باطل کے ساتھ رلا دیا ہے جسکے سبب سے لوگ گمراہ ہوتے چلے جاتے ہیں ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے کہ معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ خلفاء اولین کے فضائل میں روایتیں بناؤ اور خبر دار ابوتراب کے شیعوں کی گواہی قبول نکرو اور اس مکار دغاباز شیخ نجدی نے جو قاضی صاحب کے حوالے روایت نکاح عمر کی حضرت ام کلثوم سے لکھی ہے اسمیں بڑا تصرف اپنا کیا ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور علماء اہل سنت نے فریب کر کے حق کو باطل سے خلط کر دیا ہے کہ نام کے متحد ہونیکی جہت سے کہ دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام اور دختر اسماء دونوں کا ام کلثوم جو نام تھا تو عمر کی فضیلت کے واسطے دختر اسماء بنت عمیس کی جگہ دختر فاطمہ زہرا کو مقرر کر دیا اور طرح طرح کی روایتیں اپنے جی سے جوڑیں کسی روایت میں تو ہے کہ جسوقت عمر نے پیغام حضرت علی کو نسبت کا دیا تو علی نے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے انکو روک رکھا ہے اور کسی روایت میں ہے کہ عذر انکی خورد سالی کا کیا اور پھر علی کو ناچار کر کے نکاح کیا انکی بیٹی سے اور سوا اسکے طرح طرح کی روایتیں بیان کی ہیں اور مشہور حضرت علی کو دختر اسماء کا بھی عمر سے نکاح کرنا منظور تھا کہ وہ خواہر محمد کی تھی اور حضرت ہی کی

دختر کہلاتی تھی لیکن پیمبر مصلحتاً کیا چنانچہ قاضی نوراللہ شوشتری نے استغاثہ کے حوالہ سے لکھا ہی اور یہ شیخ جو فریب سے لکھتا ہی کہ قاضی نوراللہ نے اس طرح سے لکھا ہی سو انہوں نے اپنی تحقیق اور اعتقاد کے موافق نہیں لکھا ہی یہ شیخ حوالہ اُنکا غلط دیتا ہی بلکہ اُنہوں نے استغاثہ سے لکھا ہی اور استغاثہ میں بھی اس طرح سے نہیں ہی جیسے کہ یہ لکھتا ہی بلکہ قاضی صاحب نے استغاثہ سے اس طرح نقل کیا ہی کہ در استغاثہ و غیر آں مسطور است کہ چوں عمر بن الخطاب بہ جہت تزویج خلافت فاسندہ خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر مطہرہ حضرت امیر نمود و آنحضرت بہ جہت اقامت حجت مکرر اظہار ابا و امتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خورد گفت کہ اگر تو علی را بدامادی من راضی نمیسازی انچہ در دفع او ممکن باشد خواہم کرد کہ منصب سقایت حج و زمزم را از تو خواہم گرفت عباس ملاحظہ نمود کہ اگر باین نسبت واقع نشود آں مرتجا بایں امور خواہد شد و بعد ازیں عباس نے بہت الحاح کیا تو علی ساکت ہوا اور عباس نے نکاح کر دیا اس مضمون کو قاضی صاحب استغاثہ سے لکھے ہیں اپنی طرف سے اور یہ جو لکھتا ہی کہ حضرت امیر بوجہ تقیہ منع نہ کر سکے سو تقیہ کا اس روایت میں کچھ بھی ذکر نہیں ہی اپنی طرف سے لکھتا ہی اور یہ روایت نکاح کی زبیر بن بکار کی ہی کہ جو استغاثہ میں لکھی ہی اور زبیر مرد ناصبی تھا اور متوکل دشمن آل رسول نے اُسکو قاضی مکہ کا مقرر کیا تھا اور اہل سنت کے راویوں میں سے وہ ہی اسکی روایت ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے اور ہمارے نزدیک نکاح ثابت ہی نہیں ہی اور باوجود ناصبی ہونے کے اس روایت میں بھی وہ متزلزل ہی کبھی تو کہتا ہی کہ علی نے اپنی رضامندی سے یہ عقد کیا اور کبھی کہتا ہی کہ یہ امر عباس کی طرف سے تھا اور کبھی کہتا ہی کہ علی نے باوجود انکار کے مجبور ہو کر یہ عقد کیا ایسے کی روایت کا باوجود ناصبی ہونے کے کیونکر اعتبار کیا جا سکتا ہی ایسی ایسی دھوکہ دہی انکی علماء کی بہت ہے اور ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہی کہ عمر نے پیغام نسبت کا دیا تو علی نے اپنی دختر کی خورد سالی کا عذر کیا لیکن عمر نے عذر علی کا قبول نہ کیا یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو۔ اور استغاثہ اور فتح الباری کی دونو روایتوں سے اسقدر معلوم ہوا کہ حضرت علی کی مرضی نہتی عمر سے نکاح کرنے کی لیکن مجبور ہو کر نکاح کیا اور حضرت عباس کی خوبی میں کیا شک ہی اور نہ اُنکی بزرگی میں کچھ کلام ہی اور جیسا کہ قاضی صاحب نے اُنکو لکھا ہی ایسے ہی تھے اور عمر کے نام پر تو وہ حضرت کا لفظ کیونکر لکھتی کہ اُنکے نزدیک وہ حضرت کے لفظ کی لیاقت نہیں رکھتے تھے اور تم تو جسکو چاہو حضرت کہتے ہو خصوصاً دشمنان آل رسول کو چنانچہ کہتے ہو کہ حضرت معاویہ حضرت عمرو بن العاص حضرت مروان

قال الشیخ الاشعری وہ حضرت عباس کے حق میں بھی اسی بیان کے پس و پیش میں یوں لکھتے ہیں یہ تقریر بھی بطور دلیل ہی کے بیان کی ہی اور مطلب اصلی اُنکا یہ ہی کہ وہ اعراف میں ہونگے لیکن حق بات چھپی نہیں رہتی عاقل خود جانتے ہیں کہ جو ایسے محبوب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہوں وہ اعراف میں کیونکر رہیں گے اُنکے تو نیاز مند بھی اگر جنت میں چلے جائیں تو کچھ بعید نہیں حیف صد حیف محبان حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا تو یہ حال ہو کہ اُنکے محبوبوں کو کوئی گناہ ضرر نکرے بلکہ گناہ تو گناہ کفر بھی ضرر نکرے چنانچہ رضی الدین نیشاپوری نے زنیا بن اسحاق نصرانی کو جنتی ہونیکا فقط چند بیتوں کی تصنیف کے باعث جنکے مضمون سے محبت حضرت علی کی ٹپکتی ہی حکم کر دیا ہے حالانکہ اُنہیں ایمان سے اُنکا نصرانی ہونا ثابت ہے اور ایسے ہی ابن تیمیہ وغیرہ کو سب علماء اس فرقہ کے بزرگ سمجھتے ہیں اُنکا باعث بھی یہی دو تین بیتیں ہیں **اقول** برادر و منگوبہ یہ تینوں کہ در و منگوئی میں شاہ عبدالعزیز صاحب اور نصراللہ کابلی پر بھی فوقیت لیگیا ہی قاضی صاحب جو حضرت عباس کی جا بجا اپنی کتاب میں تعریف لکھتے ہیں اور اُنکا اعراف میں جانا اُنہوں نے ہرگز نہیں لکھا ہی اور ایسا کیونکر لکھتے باوجود تعریف کرنیکے اور جو کچھ کہ اُنہوں نے لکھا ہی وہ اُنکی سمجھ میں نہیں آیا یہ کیا بلکہ اسکے پرکھوں کی بھی سمجھ میں نہیں آیا اور یہ بھی اُنکی ہی پیروی کی کہتا ہی اور اُنکی متبعی اس بہت [illegible] کہ وہ دوزخ اور بہشت کے درمیان ہی اور وہ دوزخ سے بہتر ہی اور بہشت میں مرتبہ سے کم ہی اور وہاں جو کہ نہ دوزخی ہونگے اور نہ جنتی ہونگے وہ ساکن ہونگے اور قاضی صاحب نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہی وہاں یہ بات ہی نہیں ہے اور وہاں کے ہونیوالوں میں کچھ حضرت عباس ہی کو نہیں لکھا ہی بلکہ حضرت علی اور حضرت حمزہ کو بھی تو لکھا ہی اور موافق روایت ثعلبی کے لکھا ہی اپنی روایت کے موافق اور وہ موافق تفسیر آیت وعلی الاعراف رجال کے ہے اور اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہی کہ اور اعراف کے مرد ہونگے یعنی حجاب بلند پر روز قیامت کہ وہ حجاب درمیان بہشت اور دوزخ کے ہونگے اور ہمارے یہاں مراد اُن مردوں سے ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں کہ بحکم خدا وہ اپنے شیعوں کو پہچانکر بہشت میں داخل کرینگے و تعالی جو کہ مذہب اہل سنت کا ہی وہ اپنی تفسیر میں لکھتا ہی کہ اور اُن مردوں سے جو کہ اعراف پر کھڑے ہونگے علی مرتضی اور حمزہ اور عباس اور جعفر طیار ہونگے سو اس قول کو ثعلبی سے قاضی صاحب مجالس المومنین میں نقل کرتے ہیں اور یہ شیخ معنی اُسکے سمجھا نہیں ہے اور حضرت عباس کا ہونا اُسمیں دیکھکر لکھدیا کہ یہ حضرت عباس کو لکھتے ہیں کہ وہ اعراف میں جائینگے و حالانکہ علی مرتضی اور حضرت حمزہ اور جعفر طیار بھی اُنکے ہمراہ لکھے ہیں اُسمیں دھوکا دینے کو حضرت عباس کا نام لیا و اسطے اعتراض کرنیکے اور اوروں کا نام نہ لیا علی مرتضی اور حمزہ اور جعفر طیار کا اور عبارت مجالس المومنین کی جو قاضی صاحب نے لکھی ہی اور اس شیخ نے اُسپر اعتراض کیا ہی یہ ہی کہ و اظہر اقوال مفسرین اہل سنت کہ در تفسیر قاضی بیضاوی مجملاً و در تفسیر ابو الفتح رازی مفصلاً ایراد یافت آنست کہ ثعلبی امام اصحاب حدیث در تفسیر خود آوردہ باسناد از جویبر عن سعید از ضحاک از عبداللہ عباس کہ گفت مراد باعراف جایہا باشد بلند از صراط و آں مردان کہ بر اعراف باشند حمزہ عبدالمطلب و عباس و علی ابن ابیطالب و جعفر طیار ذوالجناحین و دوستان خود را از دشمنان بشناسند بعلامتے و علامت آں باشد کہ دوستان ایشاں سپید رو باشند و دشمنان ایشاں سیاہ رو یہ ہی وہ عبارت کہ جو قاضی صاحب نے لکھی ہی اور دیدہ و دانستہ اس نے اُسمیں تصرف کیا ہے کہ لکھا تو ہی اسمیں کچھ اور کہتا ہی یہ مخالف اُسکے اور یہ کون کہتا ہی کہ حضرت عباس بہشت میں نہ جائینگے ہمارا یہ اعتقاد ہی نہیں ہے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ جسکو حضرت عباس چاہینگے سفارش کر کے بہشت میں بھجوائینگے اور دوستی علی کی بیشک باعث نجات اور مغفرت عصیان ہی لیکن بشرط ایمان ورنہ مومن کی ہرگز نجات نہیں ہے کیونکہ ہی دوست ہو وہ علی کا اور اُنکی مدح میں دفتر سیاہ کرے لیکن جبتک کہ

قائل وحدانیت خدا اور نبوت حضرت خاتم الانبیا، اور امامت ائمہ ہدیٰ کا نہو تو ہرگز واسطے اُسکے نجات نہیں ہے اور معلوم نہیں یہ رضی الدین لغوی کون شخص ہے کہ جس نے حکم لگا دیا نصرانی کے واسطے حضرت علی کی مدح کرنے سے بہشت میں جانیکا شاید کوئی سنی صوفی ہو واسطے کہ صوفی لوگ حضرت علی کو انبیا سے بہتر جانتے ہیں اور مرتبہ ولایت کا فوق مرتبہ نبوت شمار کرتے ہیں اور یہ شخص غالی یا مفوضہ میں سے ہے شیعہ اثنا عشریہ تو یہ نہیں ہے اور اگر اثنا عشریہ میں سے ہو تو بھی اسکے قول کا اعتبار نہیں ہے جبکہ وہ خلاف تمام اہل اسلام کے بیان کرے جیسا کہ تو نے خلاف جمہور اسلام کے بیان کیا کہ تجھ خاتم المرسلین کو نہیں اور علما، اہل سنت نے تیرے ارتداد کا فتویٰ لکھ دیا اور تو جھوٹ بکتا ہے اور کہتا ہے کہ ابن فضلون یہودی کو سب علما، اہل فرقہ کو بزرگ جانتے ہیں حضرت امیر کی مدح کرنے سے کسی ایک ہی عالم کا نام لیا ہوتا کہ وہ بزرگ جانتا ہے اور اگر بزرگ بھی جانا تو کیا فائدہ ہے یہ تو نہیں کہتے کہ اُسکی نجات ہوگی اس مدح سے اور وہ بہشت میں جائیگا جیسا کہ رضی الدین کی طرف منسوب کرکے نصرانی کا جنتی کہنا ہاں ایک صورت ہے نجات کی مدح کرنی جناب امیر میں کہ وہ ببرکت اس مدح کے مسلمان ہوگئی ہوں اور اگر یہ قول رضی الدین کا واسطے ہے تو ایسا ہی ہوا ہوگا کہ وہ مسلمان ہوگئے ہونگے اور بدون قبول اسلام ہرگز نجات نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ حضرت علی کا تو یہ رتبہ کہ اُنکے محب بھی اگرچہ کافر ہی کیوں نہوں جنت میں جائیں اور رسول خدا کے محبوب بھی جنت میں جائے پائیں اعراف سے آگے قدم رکھنے کی اجازت نہو اور پھر محبوب بھی کون چچا جان اور وہ بھی مسلمان کیوں اگر کافر ہوتے تو اعراف تک کی نوبت کہاں آتی کیونکہ کفار کے لئے تو سعیر تیار ہی فرماتے ہیں اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا ۗ وَسَعِيْرًا یعنی ہمنے کافروں کے لئے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور سعیر دوسری آیت وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ یعنی جو لوگ کہ کافر ہوئے اُنکا ٹھکانا بجز جہنم کے اور کچھ نہیں بہرحال قاضی صاحب کی تحقیق کی خوبی دیکھنی چاہئے کہ کس دعوی کو کس دلیل سے ثابت کرتے ہیں اس سے واضح ہوگیا کہ حضرت علی ہی اُنکو بجائے دیدہ بزرگوار سمجھتے تھے اگر بالفرض اپنا جی بھی نہیں چاہتا تھا تب بھی یہ وجہ ہے کہ حضرت عباس کا فرمانا اس قابل نہیں کہ مانا جائے اُنکا فرمانا قبول کرلینا نہ تقیہ کی وجہ سے چپکے ہو رہے مگر حق گمراہ کرے ہے تو اُلٹی ہی سمجھ میں آتی ہے **اقول** جو کچھ اس نے لکھا ہے سب لغو ہے اور جواب اسکا ہو گیا ہے اور دوست علی کا اگر مسلمان ہوگا تو بہشت میں جائیگا اور مشرک کے واسطے ہرگز نجات نہیں ہے گو دوست ہو علی کا اور محبوب رسول خدا کا اگر بعد حضرت کے حضرت کے طریق پر رہا ہے تو بیشک جنتی ہے اور اگر مراد اس سے حضرت عباس ہیں تو وہ بھی بہشتی ہونے میں کلام کچھ نہیں ہے اور قاضی صاحب کی عبارت کا مضمون یہ کودن کندہ ناتراش ہرگز سمجھا نہیں ہے یا اپنی طرف سے دیدہ و دانستہ اُسپر افترا کرتا ہے اور قاضی صاحب نے کسی مقام میں نہیں لکھا ہے کہ حضرت عباس بہشت میں جائینگے شیخ اپنے جی سے جوڑ کر کہتا ہے اور حضرت امیر بھی حضرت عباس کو البتہ بجا پدر ہی سمجھتے ہونگے اسکا کون منکر ہے اور یہ روایت کہ حضرت علی کو حضرت عباس نے نکاح کے مقدر میں کہا تو مان لیا یہ تیری ہی کتاب کی روایت ہے اور قاضی صاحب نے اپنی کتابوں سے روایت بیان نہیں کی ہے اور تقیہ کا اُس روایت میں ذکر نہیں ہے اور یہ کہ تو کہ جو کچھ قاضی صاحب نے لکھا ہے تو اُسکے برخلاف سمجھا ہے تو ہی گمراہ ہے کہ تجھ کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے اور خدا کا کام تو گمراہ کرنیکا نہیں ہے، وہ تو راہ نیک بتانیوالا ہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے بالضرور ہوا ہے باقی رہا عذر تقیہ سو اہل عقل اُسے پہچانتے ہیں کہ یہ خیال خام تشیع ہے ورنہ یہ روایت خود ہی تکذیب اُسکی کرے ہے کہ یہ سیاخہ بوجہ تقیہ حضرت امیر پر گزرا ہو کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اول تو حضرت امیر اور پھر تقیہ یہ ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی یوں کہے کہ شیر ہو کر گیدڑوں سے ڈرے ہے اور پھر حضرت امیر کا تقیہ بھی ایسے قصہ میں کہ کوئی کافر بے دین اور بے غیرت اور بے تمکین بھی گوارا نہ کرے معہذا یہ بھی منجملہ محالات عادی ہے کہ محبوب رسول خدا صلعم سے آپ ہی کی خاندان کے ساتھ ایسی جفا ظہور میں آئے واسطے کہ محبت نبوی تو میزان حق و باطل ہونی چاہئے جس طرف کو آپ کی محبت جھکے وہ حق ہو دوسری جانب باطل الغرض محبوب رسول اللہ صلعم لاریب اہل حق سے ہونگے پھر اہل حق سے ہو سکے ہے کہ آبجی نواسی کو ایک کافر بے دین کے حوالہ کر دے معہذا ہمنے مانا کہ بوجہ تقیہ ہی حضرت امیر نے یہ نکاح حضرت عمر سے کر دیا لیکن تاہم یہ غدر بدتر از گناہ ہے حضرت عمر کے ساتھ حضرت علی کو بھی کیوں ساتھی موا بالجملہ یہ نکتہ محفوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ اگر حضرت امیر مسلمان ہیں اور کامل الایمان ہیں تو حضرت عمر بالضرور با ایمان ہیں کہ اُنکے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور اگر حضرت عمر نعوذ باللہ کافر ہیں تو حضرت علی نعوذ باللہ ہیلے نہیں کافر نہیں فاجر ہی کہ اپنی بیٹی کا نکاح اُنسے کر دیا اپنے آپ کیا تو کفر میں کچھ شک نہیں اور زبردستی کر دیا تو باوجود اس استطاعت کے اتنی بے غیرتی نعوذ باللہ کہ ادنے چمار بھی گوارا نکرے حضرت علی تو درکنار الٰہی تو خوب جانے ہے کہ میں اس عقیدہ سے بدل و جان ناخوش ہوں اور حضرت زہرا کی صاحبزادی کا یہ قصہ بناچاری لکھتا ہوں کہ مولوی عماد علی صاحب حضرت علی کی طرف سے بدظن نہ ہیں اور خیر یہ بھی نہ سہی ہم بھی ہونگے تو انشاء اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کے اماموں کے اقوال سے جھوٹا کرینگے **اقول** قاضی صاحب نے یہ روایت نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کی استغاثہ سے لکھی ہے اور وہ روایت زبیر بن بکار ناصبی کی ہے اور ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے تو کہاں سے کہتا ہے کہ بہرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے بالضرور ہوا اگر ثابت ہے تو تیرے نزدیک ثابت ہے ہمارے نزدیک تو ثابت نہیں اور تیری روایت ہمپر حجت نہیں ہو سکتی اور روایت مجالس المومنین کی پہلی اس سے ہمنے جو کہ استغاثہ کی لکھی ہے بیان کر دی ہے اسمیں کہیں تقیہ کا ذکر نہیں ہے تو کہاں سے دوڑا لیں سارے مقدمات تیری جو کہ تقیہ پر بنا کر کے لکھے ہیں باطل ہوئے اب ہمکو اُنکے باطل کرنیکی احتیاج نہیں ہے اور پہلے اس سے ہم سب باتوں کا جواب لکھ بھی چکے ہیں اور عمر کو ہم کافر نہیں کہتے ہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور خود قاضی صاحب مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ یہی ہمکو جو کہتے ہیں کہ شیعہ خلفا ثلاثہ کو کافر جانتے ہیں ہمپر تہمت کرتے ہیں بلکہ ہم اُنکو مسلمان جانتے ہیں اور البتہ مومن نہیں جانتے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر عمر کافر ہو تو حضرت علی بھی کافر ہوں رسول خدا صلعم کا داماد ابو العاص مشرک

روایات اہل سنت کے کافر تھا یہانتک کہ جنگ بدر میں کفار کے زمرہ میں اسیر ہوکر آیا تو حضرت زینب خدیجہ کبرا کے دختر نے اُسکے فدیہ میں اپنا قلادہ بھیجا اور حضرت رسولخدا نے جبتک اُسکے تحت سے زینب کو علیحدہ نہیں کیا اور حضرت لوطا اپنی بیٹیوں کو واسطے مصلحت کے کفار کے نکاح میں دیتے تھے اور روایت استغاثہ بے بھی جو قاضی صاحب نے لکھی ہے مصلحت سے معلوم ہوتے ہی حضرت علی نے راضی ہوکر نکاح نہیں کیا تھا لیکن یہ درصورت فرض روایت ہی اور عمر کو ہم مسلمان جانتے ہیں کافر مشرک نہیں کہتے اور نکاح کرنا مشرک ممنوع ہے نہ مسلمان سے اور یہ درصورت فرض روایت ہے اور نہ ہمارے نزدیک تو ثابت ہی نہیں ہے نکاح ام کلثوم دختر زہرا کا عمر سے اور مناکحت اور موالکت کے واسطے اسلام چاہیے بلکہ منافقین جو کہ ظاہر میں اقرار شہادتین کرتے تھے اُنکے ساتھ بھی کھانا پینا اور نکاح جایز تھا جیساکہ شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے اور تجھکو اس پیرایہ میں اگر مذمت حضرت علی کی کرنی منظور ہے تو تیری زبان کو کون پکڑتا ہے اور یہ عذر تیرا سب بجا ہے اور ہمتو دختر زہرا سے نکاح کے واقع ہونیکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں تقیہ سے نہ بے تقیہ تو اتنی زبان درازی کس لئے کرتا ہے اپنی روایت پر بنا کرکے کہیں تو عمر کو تو کافر کہتا ہے کہیں علی کو کافر کہتا ہے کہیں علی کو شیر بناتا ہے اور کہیں بے غیرت کہتا ہے اور کہیں علی سے تقیہ کو بعید لکھتا ہے جو کہ رسولخدا صلعم سے ظہور میں آیا چنانچہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ حضرت نے عایشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور اماموں کے اقوال اس مقدمہ میں ہرگز نہیں ہیں **قال الشیخ الاشعری** کتب امامیہ میں صحیح صحیح روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ حضرت امیر نے حضرت عمر کو لایق فایق سمجھکر اپنی صاحبزادی مطہرہ کا نکاح کیا نہ کہ جبراً کرکے سئل الامام محمد بن علی الباقر عن تزویجها فقال لو کان لله راه اهلا لما کان یزوجها ایاه کانت اشرف نساء العالمین جدها رسول الله صلی الله علیه وآله واخوها الحسن والحسین علیهما السلام سیدا شباب اهل الجنة ابوها علی ذو الشرف والمنقبة فی الاسلام وامها فاطمة بنت محمد صلی الله علیه وسلم وجدتها خدیجة بنت خویلد رضی الله عنها حاصل حکایہ ہے کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کی وجہ پوچھی گئی اُنہوں نے فرمایا کہ اگر حضرت علی حضرت ام کلثوم کے لایق نہ سمجھتے ہرگز اُنکا نکاح اُن سے نہ کرتے وہ سارے جہان کی عورتوں سے زیادہ شرافت والی تھیں اسلیئے کہ نانا اُنکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دو بھائی اُنکے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما جوانان جنت کے سردار ہیں باپ اُنکے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اسلام میں شرف و منقبت رکھتے ہیں اور ماں اُنکی حضرت فاطمہ سیدۃ النساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور نانی اُنکی خدیجہ الکبری خویلد کی بیٹی رضی اللہ عنہا فقط اس روایت کو دیکھیئے او قاضی صاحب کی بنا کو دیکھیئے زوف اس دعوی محبت پر کہ اس پردہ میں کیا کہتے ہیں مشہور تو یوں کرتے ہیں کہ ہمکو اہل بیت سے محبت ہی اور اس لئے صحابہ سے عداوت ہی **اقول** کتب امامیہ میں ہرگز ہرگز اس مضمون کی روایتیں صحیح صحیح نہیں ہیں کہ عمر کا نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے ہوا ہے اور وہ ایک روایت جو آئی ہے وہ زبیر بن بکار سے ہے کہ وہ سنی ناصبی تھا اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہی کہ حضرت علی نے عمر کو لایق نکاح کے نہیں پایا بلکہ عمر نے جبراً نکاح کیا ہے علی کو ناچار کرکے چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں روایت ہی کہ ان علیا لما ابی علی النکاح ابته لعمر یصغرها الم یکن یقبل منه ذلك الخ ؛ یعنی تحقیق علی نے جسوقت اُنکا کیا نکاح کرنے بیٹی اپنی سے عمر کے ساتھ بسبب چھوٹے ہونے سن اُسکے کے تو نہ قبول کیا عمر نے علی سے اُس عذر کو یہانتک مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو اور تو کہانسے کہتا ہی کہ عمر کو لایق نکاح کرکے نہ کیا اور یہ روایت جو تو نے امام محمد باقر سے لکھی ہے ہماری کتابوں کی روایت نہیں ہے اور اس طرح کا طرز ہماری روایتوں کا نہیں ہے اہل سنت کے علماء کا دستور ہی کہ موافق اپنے مطلب کے روایت بناکر کسی امام کیطرف منسوب کردیتے ہیں حضرت باقر کے یا حضرت صادق علیہما السلام کی طرف اور پھر شیعوں کے جواب میں کہتے ہیں کہ دیکھو تمہاری امام نے ایسا فرمایا ہے تاکہ شیعہ پر حجت ہو لیکن شیعہ اُس روایت کو کب قبول کرتے ہیں جسوقت کہ اُنکی کتابوں میں نہ پائی جائے اگرچہ امام سے وہ روایت منقول ہو اور ایسے ہی روایت سئل الصادق عن حلیۃ السیف کا حال ہی اور یہ روایت بھی سنیوں کی ہے اور اگر شیعوں کی روایت ہی تو اس کتاب کا نام کیوں نہیں لکھا جس میں کہ یہ روایت ہے صرف اتنا ہی لکھدینا ہمکو کافی ہے واسطے کہ کتب امامیہ میں صحیح صحیح روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں اور نام کتاب کا نہ لکھا اور اگر نام کتاب کا بھی لکھتا تو تیرا کیا اعتبار ہی مجالس المومنین کا حوالہ دیکر تو نے وہ مضمون لکھا کہ جو خلاف تحریر قاضی صاحب کی ہی اول تو اس روایت کو لکھتا ہی کہ صحیح ہی تجھکو کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح ہی اور اس روایت کے مضمون میں تو خلل ہی کہ پہلے تو بیان کیا کہ اگر حضرت علی عمر کو لایق نکاح کرنیکے نہ سمجھتے تو اس سے نکاح نکرتے اور بعد اُسکے حضرت ام کلثوم کی شرافت نسب بیان کی اور عمر کی نسب کی کوئی بھی شرافت بیان نکی پھر وہ کیونکر لیاقت ام کلثوم کے نکاح کی رکھیں کہ یہ سوالات ثابت نہوئی اسی وضع اس روایت کے معلوم ہوتی ہی اور وہ کیونکر لیاقت ایسی شریفہ طاہرہ کی رکھتی کہ فرزند تھے ضحاکہ حبشیہ کے البتہ اگر لیاقت سے یہ مراد ہو کہ جیسے ام کلثوم مسلمان ہے ایسے ہی عمر بھی مسلمان تھا اس حیثیت سے تو دونوں برابر ہوسکتی ہیں اور ہم بھی عمر کے اسلام کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مقتضی شہادتین کے تھے اگرچہ افعال شایستہ اُن سے وقوع میں آئے ہیں لیکن یہ روایت جعلی ہی اور قاضی صاحب نے کوئی بناوٹ فہمیں کی ہی ایک روایت کتاب استغاثہ کی بیان کی ہی کہ جس پر تو نے اسقدر زبان درازی کی ہی اور بیہودہ بکا ہے اور پاجیونکی سی گفتگو تو نے کی ہی اور وہ روایت بھی سنی ہی کی ہی اور اگر قاضی صاحب کی بیان کرنے سے کچھ قباحت لازم آتی ہی تو تجھپہ ہی لازم

اسی ہی تو بہہ ہی لازم آتی ہی کہ تیری ہم مذہب نے یہ روایت کی ہی زوف ہی اس گفتگو پر تیری کہ روایت نوکری تیرا ہم مذہب زبیر بن بکار اور الزام دی تو قاضی صاحب کو اور دعوی قاضی صاحب کا محبت اہل بیت میں راست اور درست ہی اور تمام عالم میں مشہور ہی اور تم اہل بیت کے دشمنونکو دوست رکھتی ہو اور اُنکو خلیفہ حق اور امام صدق جانتی ہو اور اُنکے حقوق کے غاصبوں کو اُن سی بہتر جانتے ہو اور ظاہر میں اپنی زبانوں سے اپنی تئیں محب اہل بیت کہتے ہو اور قولوں پر اُنکے عمل نہیں کرتے ہو اور اُنکے فضائل کی روایتاں کو موضوع اور ضعیف کہتے ہو اور روایت احادیث میں علی کے دشمنوں کو ثقہ اور صدوق جانتے ہو اور روز عاشورہ کو عید کرتے ہو اور اُس روز اچھی اچھی کپڑی خوشی میں پہنتے ہو کہ حسین فرزند رسول اُس روز قتل ہوا اور یزید پر خلافت نے قرار پایا اگر اعتبار نہو تو مکہ اور مدینہ میں جاکر دیکھ لو کہ اُس روز خوشی کرتے ہیں یا نہیں اور اکثر تمہاری مثل باشندگان ماوراء النہر بغض علی کو شرط ایمان کی جانتے ہیں اور قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں علی بن جہم قرشی کے حال میں لکھا ہی کہ محبت علی کی تسنن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی تو کہاں سے کہتا ہی کہ ہم دوست ہیں علی کے اور کیونکر ہو سکتا ہی کہ دوستی علی کی اور دوستی علی کے دشمنوں کی ایک دلمیں جمع ہو دو تلوار ایک میان میں نہیں سما سکتی ہیں اور جو شخص کہ دوست ہوگا علی کا وہ بیشک اُنکے دشمنوں سے عداوت رکھیگا جو کہ دوست کا دوست ہے، وہ دوست ہے، اور جو کہ دوست کا دشمن ہے اُس سے دشمنی ضرور ہوگی صحابہ میں سے ہو یا اُنکا غیر ہو **قال الشیخ الاشعری** اور ہماری تشخیص میں یوں آتا ہی کہ آپکو اصل صحابہ سے عداوت ہی اور اس سبب سے اہلبیت کو اپنی طرف کھینچتے ہیں سو اہلبیت کب اسطرف کھنچتی ہیں بلکہ اسطرف کھنچتی ہیں اور کیونکر نہ کھنچیں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر تقیہ حرام تھا چنانچہ بحث تقیہ میں اسکے سند گزر چکی ہی اُنکے فرمانیکی اور بھی حضرت علی اور حسنین کیا اُنکے ساتھ بنی ہاشم زنانہ کو بیغیرت اور بیحیا بتلائے جاتے ہیں اور طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا کے بشارت میں داخل ہی بدشنام وزنا نعوذ باللہ پیش آتے ہیں خدا ان خبیثوں کو سمجھے پھر اہل بیت کا انپر غصہ نہو تو اور کیا ہو جسکے دل میں ایمان ہے وہ ایسے واہیات کو سنکر کانپ اُٹھتے ہیں پر خدا جانے ان تیرہ درونوں کو کیا ہوا کہ اپنی اس عیب پوشی کے لئے اماموں پر بھی بہتان باندھتی ہیں یہ بے ایمان کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھتی ہیں اور اپنا گناہ اُنکے سر دھرتے ہیں اور اس نکاح کے عذر میں یہ ناپاک الفاظ نقل کرتے ہیں کہ جنکی نقل سے بھی جی ڈرتا ہے ترجمہ تو درکنار وہ الفاظ یہ ہیں اول فرج غضبتہا ای خداوند عالم الغیب تجھپر روشن ہی کہ میں بدل زبان اس خیال ناپاک سے بری نہوں دریوں سمجھہ کر کہ نقل کفر کفر نباشد بانیں خیال نقل کرتا ہوں کہ شاید کوئی بے خبر ان دغابازوں کے دام میں پھنسا ہوا یا اُنکی کفریات سنکر شاید راہ راست پر آجائے

اقول۔ اول تو یہ کہ ہم کل صحابہ سے عداوت نہیں رکھتی بلکہ اُن لوگوں سے دشمنی رکھتی ہیں کہ جنہوں نے حقوق اہل بیت کے غصب کئے ہیں اور ہم جو اُن صحابہ سے عداوت رکھتی ہیں کیا اُنہوں نے ہمارا کوئی گاؤں ضبط کیا ہی ہم تو اُن سی اسی واسطے عداوت رکھتی ہیں کہ اُنہوں نے حقوق آل رسول مقبول کے ضبط کئے ہیں اور اُنکو بے یار و مددگار کر دیا ہی اور سوائے اسکے اور کوئی وجہ اُن سے عداوت رکھنے کی نہیں ہی اور اُسکو تو بھی جانتا ہی اور تیری کتابوں میں بداغالیاں اُنکی لکھی ہوئی ہیں لیکن تو اُنکی تاویل کرتا ہی اور ہم نزدیک قابل تاویل کے نہیں ہیں اور اس سبب سے ہم اہل بیت کو اپنی طرف نہیں کھینچتے ہیں بلکہ اس سبب سے کھینچتے ہیں کہ بعد رسول خدا صلعم کے ہم اُنکو ہی اپنا ہادی اور پیشوا جانتی ہیں اور اُنکی دوستوں سے ہم دوستی رکھتی ہیں اور اُنکے دشمنوں سے ہم دشمنی رکھتی ہیں اور موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے کہ فرمایا تھا میں تم میں دو چیزیں چھوڑی جاتا ہوں کلام اللہ و اہل بیت اگر اُنکے ساتھ تمسک کروگے تو گمراہ نہوگے ہم پیروی اُنکی کرتے ہیں جیسے کہ ہم کلام اللہ کی پیروی کرتے ہیں بخلاف تمہاری کہ تم اُنکو ایسا نہیں جانتے ہو بلکہ اُنکے غیروں کو اپنا ہادی اور پیشوا جانتے ہو اور اُنکے دوستوں سے دشمنی رکھتے ہو یہانتک کہ بنی اُمیہ کے زمانہ سے آجتک اُنکو قتل کرتے چلے آتے ہو اور سادات کو تمہاری بزرگوں نے دیواروں میں چن دیا ہے اور اُنکے دشمنوں سے جو اُنکے حقوق کے غاصب اور اُنکو قتل کرتے تھے اور اُن سے جنگ کرتے تھے اور اُنکو گالیاں دیتے تھے اُنکو تم دوست رکھتے ہو اور خلیفہ حق اور امام صدق اُنکو کہتے ہو اور اصول میں تم ابو المنصور ماتریدی کے اور ابو الحسن اشعری کے اور فروع میں تم ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور حنبل کی پیروی کرتے ہو اب دیکھو کہ اہل بیت ہماری طرف کھنچتے ہیں یا تمہاری طرف کھنچتے ہیں کچھ بھی تو انصاف کرنا چاہئے اور امام محمد باقر علیہ السلام پر ہرگز تقیہ حرام نتھا اور کیونکر حرام ہوا پر وہ امر کہ جو جناب رسول خدا صلعم کے ظہور میں آیا ہو اور جو کچھ تو نے پہلے اس سے تقیہ کے باب میں لکھا ہے ہمنے وہ سب رد کر دیا ہی اور حضرت علی اور حسنین کو تو تو ہی بیعزت ٹھہرانا ہے عمر کا کفر ثابت کرکے کہ حضرت علی نے کافر کو اپنی بیٹی دی اور نکاح صحیح نہوا بڑی بیعزتی کی اور ہمتو عمر کو کافر نہیں کہتے بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور تو ہی طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کہ آیہ تطہیر کی بشارت میں داخل ہی بدشنام وزنا پیش آتا ہی عمر کو کافر مقرر کرکے اور ہم خبیث نہیں ہیں بلکہ طاہر اور مطہر ہیں کہ ہمکو جناب رسول خدا صلعم نے بشارت جنت کی دی ہی جسوقت کہ فرمایا حضرت علی سی کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ ۔ اور خبیث وہ شخص ہے کہ جس نے جناب رسول خدا صلعم کو کہا کہ یہ مرد بیمار ہیں بہکتا ہی اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جگر گوشہ رسول مقبول کا گھر جلا بنکو آگ اور لکڑیاں لیگیا اور حضرت فاطمہ کو غصہ اور غضب میں لایا

اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جب نے حکمد یا آگ اور لکڑیاں لیجا نیکا اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے مال مومنین خورد و برد کیا اور اپنے قریبوں اور دوستوں پر تقسیم کیا اور اصحاب رسولخدا صلعم کو آزار پہنچائے کسی کو زدوکوب کیا اور کسی کو شہر بدر کیا اور روایت اول فرج غصب منا در صورت صحت اسی ام کلثوم کے واسطے ہی جو کہ دختر ابوبکر اسماء بنت عمیس کے شکم سے ہی اور جسوقت حضرت علی نے اسماء سے نکاح کیا تو ام کلثوم بھی ہمراہ اپنی ماں کے آگئی تھی اور حضرت علی کی وہ بیٹی کہلاتی تھی اور عمر نے اس سے نکاح کیا تھا حضرت علی پر جبر کرکے اور ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا اس سے مراد نہیں ہے اور اگر وہ مراد ہوتی تو کہتے کہ اول فرجنا غصب منا یعنی اول فرج ہماری کہ غصب کی گئی ہی ہم سے اور اول فرج غصب منا میں مطلق نہیں ہے اور تنوین فرج کی تنکیری کی ہے یعنے ایک فرج غصب کی گئی ہم سے سو وہ فرج دختر اسماء ہے اور جس سے زیادہ ربط اور اتحاد ہوتا ہی اسکو اپنے میں سے شمار کرکے منا کہا کرتے ہیں جیسے کہ رسولخدا صلعم نے سلمان فارسی کو السلمان منا اہل البیت فرمایا اور حال یہ ہی کہ وہ اہل بیت میں سے نہ تھے ایسی ہی ام کلثوم بنت ابوبکر کو منا فرمایا امام نے اور دختر فاطمہ زہرا تو اس سے مراد ہی نہ ہو سکتی اسواسطے کہ وہ تو اس زمانہ میں صغیر السن چار برس کی تھی چنانچہ شہاب الدین دولت آبادی نے لکھا ہی سو غصب فرج ایسے صغیرہ کا کیونکر سو غصب فرج تو جوان عورت کا کہسکتے ہیں صغیرہ کا اور جسطرحکی یہ روایت ہی ایسے ہی روایت سنیوں کی کتابوں میں بھی ہی فقط الفاظ اور عبارت کا فرق ہی اور مآل دونوں کا ایک ہی چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ان علیا لما ابی عن النکاح ابنته بعمر بصغرها لکن یقبل منه ذلك العذر حتی الجاه یعنی تحقیق علی نے جسوقت انکار کیا نکاح کرنے بیٹی اپنی سے ساتھ عمر کے بسبب چھوٹے ہونے سن اس لڑکی کے تو نہ قبول کیا عمر نے علی سے اس عذر کو یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو اس روایت میں یہ ہے کہ عمر نے علی کو ناچار کرکے زبردستی سے انکی دختر کو لیا اب فرمائیے کہ غصب کسکو کہتے ہیں بدون مرضی زبردستی سے جبر کرکے چھین لینے کو کہتے ہیں یا نہیں یا کسی اور چیز کو کہتے ہیں مآل دونوں روایتوں کا ایک ہے گو الفاظ میں فرق ہی جیسے کہ کہنا کہانیکے لئے ایک تو یہہ کہ کہاؤ اور ایک یہ ہے کہ نوشجان فرماؤ اور مآل دونوں کا ایک ہے اور ایسا ہی ان دونوں روایتوں کا حال ہی یہ شیخ نجدی غصب کے لفظ کو دیکھکر متعجب ہوا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ ناچار کرکے زبردستی سے لے لینا بھی تو غصب ہی ہے اور جسوقت کہ اہل سنت کی روایت سے غصب ہونا ثابت ہوا تو اب ہم بھی مطابق کہنے اس شیخ کے اہل سنت کو کہتے ہیں کہ طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا کی بشارت میں داخل ہی بدشنام و نعوذ باللہ پیش آتے ہیں خدا ان خبیثوں کو سمجھے یہہ اہل بیت کا اپنہ غصہ نہ ہو تو اور کیا ہو جسکے دل میں ایمان ہی وہ ایسے واہیات کو سنکر کانپ اٹھتے ہیں پر خدا جانے ان تیرہ درونوں کو کیا ہوا کہ اپنے اس عیب قبیح کے ہنر بنانے کے لئے ایسے ایسے بہتان اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں بے ایمان اور اس نکاح کے مقدمہ میں ناپاک الفاظ نقل کرتے ہیں کہ جنکے نقل سے بھی جی ڈرتا ہی ترجمہ تو درکنار وہ الفاظ یہ ہیں کہ حتی الجاه اینجا اوند عالم الغیب تجھ پر روشن ہی کہ میں بدل و زبان اس خیال ناپاک سے بری ہوں اور یوں سمجھکر کہ نقل کفر کفر نباشد یہ خیال نقل کرتا ہوں کہ شاید کوئی بیخبران دغاباز و بخی دام میں پھنسا ہوا یہ انکی کفریات سنکر شاید راہ راست پر آجائے لیکن اسقدر فرق ہی کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کی روایت ام کلثوم دختر اسماء کے حق میں ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ علی کو ناچار کرکے انکی بیٹی انسے لی یہ خاص دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو کہتے ہیں جو کہ نواسی جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی اور سوائے اسکے ایسی روایتیں یہ لکھتے ہیں کہ جس سے نبوت میں حضرت کے بٹا لگے اور لوگوں کو نفرت ہو چنانچہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عائشہ کا زنا کرنا بعضے اصحاب رسول نے مشہور کیا ہی اور حضرت صلعم کو اپنی زوجہ کا زنا کرنا سنکر بہت رنج ہوا اور اس زنا کے روایت کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہی کہ بعد اسکے عائشہ کے پاکدامنی و برات میں سورہ آیتیں قرآن کی نازل ہوئی ہیں یہ خیال نہیں ہے کہ پیغمبر کی زوجہ کے زنا کے بیان کرنے میں گو غیر واقع ہو اور کیونکر واقع ہوتی ایسی حرکت زوجہ پیغمبر سے کہ خدا تعالی حافظ تھا اپنے پیغمبر کی آبرو کا لیکن زنا کا اس طرح سے ذکر کرنا ہی قبیح ہی اور ایسے ذکر میں تہمت نبوت کا ہی اور حال یہ ہی کہ یہ سورہ آیتیں ماریہ قبطیہ زوجہ ابراہیم کی حق میں نازل ہوئی ہیں جنکو عائشہ وغیرہا نے تہمت لگائی تھی اور اس زیادہ تر بے نبوت اور بے غیرتی کی بات سننی چاہئے کہ جسکو سنکر دونگٹے کھڑے ہوں مشکوة میں عمر کی فضائل میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عائشہ کو ناحق ہوا حبشیوں کا ناچ دیکھا کیا لیگئے اور حبشی تو ناچ رہے تھے اور عائشہ رسولخدا صلعم کے شانہ پر سے منہ نکالکر ان حبشیوں ناچ میں مست و نگاہ کر رہی تھی اور رسولخدا صلعم اسکو کھڑی ہوئی دیکھا کئے اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسولخدا صلعم مجھسے پوچھتے کہ تو سیر ہوئی یا نہیں تو میں اس لئے کہ دیکھوں میں کہ حضرت کو میری چاہ کسقدر ہی تو میں کہتی کہ میں ابھی سیر نہیں ہوئی اسوقت حضرت نے ان حبشیوں سے فرمایا کہ ناچے جاؤ ناچے جاؤ ابھی حمیرا تمہارا ناچ کا تماشہ دیکھ رہی ہے چنانچہ مرزا فصیح کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ ناچے جاؤ ابھی للو تماشا دیکھتی ہے تمہارا رقص کرنا دیکھتی ہے دیکھو تو ایسی بے غیرتی کی بات ہے اور کیا بے حیائی ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کہ جو افضل المرسلین ہے اپنی جورو کو ناحق حبشیوں کا ناچ دکھائی لیجائے اور اپنی بغل میں اسکو لیکر بیٹھے اور حبشی مردوں کا ناچنا کودنا دکھلائے اور پھر اس سے پوچھے کہ تو سیر ہو گئی ہے یا نہیں اور جب تک وہ یہہ نہ کہے کہ ہوا سکی خاطرداری کے واسطے ناچ دکھلایا کریں جبتک وہ دیکھ جائے اور جورو پیغمبر کی جو کھڑی ہوئی ان حبشیوں کو کہوے تو پیغمبر اسکے اس فعل و حرکت سے راضی ہو تو بہ تو بہ ایسی نقل کے بیان سے

اگر کسی چمار یا خاکروب کو لیجاوے تو اپنی جورو تو ہمراہ نہ لیجاوے ۔ ۔ ۔

عمر سے حالت تقیہ میں ہوا ہے اور تقیہ کرنیکو بزدلی اور بیحمیائی اور دین کی سستی نہیں کہہ سکتے ہیں قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ نے تقیہ کیا اور عمار یاسر نے بھی تقیہ کیا چنانچہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے اور جناب رسولخدا صلعم عایشہ کے قوم کے انکار کرنیکے خوف سے کعبہ کو ڈھاکر درست نکر سکے چنانچہ جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے اور یہی تقیہ ہے اور جو کچھ کہتا ہے یہ شیخ بے سروپا کہتا ہے اور وہ کونسا جھوٹ ہے کہ جو مولوی صاحب اس مقدمہ میں بولے ہیں انکا تو کام ہی نہیں جھوٹ بولنے کا جھوٹا تو تو ہی ہے کہ بیفائدہ بکتا چلا جاتا ہے اور وہ تو ہمیشہ سے حق کو سمجھے ہوئے ہیں تو ہی حق کو نہیں سمجھتا ہے اور خارج از بحث گفتگو کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** ہمیں بھی لازم پڑا کہ کوئی اور روایت بھی بیان کریں کہ ایک تو اسمیں مولوی صاحب کا حضرت عمر پر غیظ و غضب کم ہو جائیگا دوسری کثرت روایات سے شرما کر شاید ان اور فرحان نہیں تو ملتی ہے زبان سے شاید ان جائیں وہ روایت یہ ہے، روی ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ فی قصۃ تزویج ام کلثوم فجاء عمر الی مجلس المہاجرین والروضۃ وقال اقنونی اقنونی قالوا بماذا یا امیر المومنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب حاصل یہ ہے کہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ حضرت ام کلثوم کے قصہ میں بیان کرتا ہے کہ جس جگہہ مہاجرین روضہ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر آئے اور یہ فرمایا مجھے مبارکباد دو انہوں نے کہا یا امیر المومنین کاہیکی مبارکباد حضرت عمر نے فرمایا کہ میں حضرت ام کلثوم علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کیا ہے فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اس نکاح سے بڑا افتخار تھا اہل انصاف کے نزدیک تو یہی بات کفایت کرتی ہے کہ حضرت عمر کے معتقد ہو جائے کیونکہ بظاہر افتخار اسوجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت حاصل ہو گئی اور کوئی یوں سمجھے تو ہم کونسی گلے پر چھری رکھے ہوئے ہیں **اقول** پہلے تمنے کونسی روایت ہماری کتاب سے بیان کی تھی کہ جواب بیان کروگے یا تو مجالس المومنین کے حوالہ سے ایک روایت لکھی ہے سو وہ روایت کتاب استغاثہ کی ہے کہ جو راوی اسکا زبیر بن بکار سنی ہے اور یا ایک روایت حضرت صادق علیہ السلام سے جو لکھی ہے وہ روایت ام کلثوم دختر اسمار کے مقدمہ میں ہے اور اب جو تم لکھوگے وہ روایت بھی اہل سنت کی ہو کثرت روایات لہاں سے ثابت ہوئی اور مولوی صاحب کا عمر پر کونسا غصہ ہے انہوں نے تو نکاح کے مقدمہ میں عمر کا نام بھی نہیں لیا کہ اس سے نکاح ہوا ہی یا نہیں ہوا ہی جسوقت اُن سے سائل نے پوچھا کہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کس سے نکاح ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ محمد بن جعفر سے اور یہ روایت ابن ابی الحدید کی جو بیان کی ہے ایسی ہے کہ گیدڑ اپنی دُم کو گواہ اپنا مقرر کرے اور ابن ابی الحدید گو معتزلی ہے لیکن ثلثہ کی حیثیت خلافت کا وہ قائل ہے چنانچہ اسی شرح میں اُس نے لکھا ہے ہمارے نزدیک اس مقابلہ میں معتزلی اور اہل سنت برابر ہیں سگ زرد برادر شغال اور جو کتب احادیث اہل سنت کی ہیں وہ ہی اُسکی ہیں اور یہ روایت اہل سنت کی اور کتابوں میں بھی ہے مثل تاریخ خمیس اور سیرت المحمدیہ وغیرہ یہ روایت ہمپر حجت نہیں ہو سکتی اور نہ ہمارے نزدیک اس روایت کا اعتبار ہے اور معلوم نہیں نفنونی کے معنی مبارکباد کہاں سے لئے میں نے لغت کی کتاب میں تو یہ معنی پائے ہی نہیں جاتے اور ہر ایک روایت میں ام کلثوم کو بنت علی لکھا ہے اور مراد اُس سے وہ ہی دختر اسماء بنت عمیس ہے اور جس کسی نے دختر فاطمہ زہرا اُسکو لکھا ہے اُس نے اتحاد نام کی وجہ سے دھوکا کھا کر لکھدیا ہے دختر اسمار کی جگہہ دختر فاطمہ زہرا کو اسواسطے کہ نام دونوں کا ایک تھا اور جسکی دختر حضرت فاطمہ دختر علی تھے وہ ہی دختر علی کہلاتی تھی گو حضرت علی کے نطفہ سے نہ تھی اور عمر کو افتخار اس نکاح سے تمہاری نزدیک ہوگا کہ تم ایسی روایتیں بیان کرتے ہو اور ہماری نزدیک تو نہیں ہے، اور عثمان کا تو نکاح تمہاری نزدیک جناب رسولخدا صلعم کے دو صاحبزادیوں سے ہوا تھا اُسکو تو کچھہ افتخار اسسے حاصل نہوا اور نہ کسی نے اس افتخار کو مانا بلکہ صحابہ نے اُس بیچارہ کو قتل کر ڈالا اور بعضے اُنکے قتل میں شریک ہوئے چنانچہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے بیان کر چکے ہیں اور جو بات کہ معقول ہو وہ سمجھہ میں آتی ہے اور نامعقول کو کوئی کیا سمجھے **قال الشیخ الاشعری** اب مناسب یوں ہے کہ اس بات کا خاتمہ کیجیے بطور تنبیہ ایک اور امر معروض خدمت ہے بعضے امامیوں نے سنیوں کے سامنے شرم اُتار کے لئے حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قصہ میں سے اخذ کرکے یوں بات بنائی ہے کہ حضرت عمر ام کلثوم پر قادر نہوئے اور وجہ یہ ہوئی کہ ایک جن بیچ میں حائل ہو جاتا تھا سو یہ اسجا جھوٹا ہونا اس روایت نامعقول سے بھی نکلتا ہے کہ جو حضرت امام جعفر صادق کیطرف سے بنالی ہے کہ انہمہ تواتر ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کے شکم مبارک سے حضرت عمر کے ایک بیٹا پیدا ہوا اُنکا نام زید کھا وہ جوان ہوئے آخر کو بیس برس کی عمر میں ہی عدی کے باہم کی خانہ جنگی میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون اور اُنکی والدہ بھی اُسی روز بیماری میں انتقال کر گئیں تھیں اور دونو جنازوں کو ایکدفعہ نکالا اور حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن عمر نے جنازہ کی نماز پڑھ کے دفن کیا اور یہ بھی نہیں یہ کیا جھوٹی بات بنائی ہے حضرت عمر کے پاس تو ہیں سارہ کسی ایسے کی نواسی نہیں تھیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انکو ایک دم میں چھوڑ دیا تو حضرت ام کلثوم کی تو زیادہ ہی قدر کرنی چاہئے **اقول** جن کے حائل ہو جانیکی روایت ہمارے یہاں نہیں آئی ہے اور وہ امامیہ مذہب کا آدمی ناواقف ہوگا جسنے ایسا کہا اور یا نقل کی روایت کو فرض و تسلیم کرکے ایسا کہا ہوگا اسواسطے کہ نکاح دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا عمر سے ہمارے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے اور جیسے کہ حضرت صادق علیہ السلام کی روایت ہے ایسے ہی تمہارے یہاں بھی ایک روایت ہے چنانچہ پہلے اس سے اُسکے جواب میں ہمنے بیان کی ہے وہ روایت زید کے اور اُسکے والدہ کے مرجانے اور بعد اُنکے حضرت امام حسین کے اور عبداللہ بن عمر کے اُنکے جنازہ پر نماز پڑھنے کی تحفہ مولوی عبدالعزیز صاحب سے جو نقل کرکے لکھی ہے یہ ہی بڑی دلیل ہے اس امر بیمعنی کو فرشتے حوض کوثر کا نکاح عمر سے نہیں ہوا سواسطے کہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا اپنی بہائی امام حسین کے

زندہ رہی ہیں اور آئندہ ماتم میں مرثیہ کہی ہیں چنانچہ اس بحث کی ابتدا میں مفصل ہمنے لکھا ہے اور ہماری کتابوں میں تو کئی مرثیہ آنکے لکھے ہیں اور مادر زید کا بھی نام جو ام کلثوم تھا اس اشتباہ میں اُسکی جگہہ دختر فاطمہ زہرا کو مقرر کردیا ہے اور عمر کے پاس رہنا دختر فاطمہ زہرا کا اُسوقت ثابت ہو کہ جب نکاح ہو عمر کا اُن سے ثابت ہوا اور نکاح تو ہمارے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے پاس رہنا کہاں اور ایسا ہی حال اسکے بعد کے فقرہ کا ہے **قال الشیخ الاشعری** الحمد للہ کہ مولوی عمار علی صاحب کی تمام افترا پردازیوں سے جواب سے فراغت پائی مگر انہوں نے جو کچھہ دربارہ فدک بیان درازیاں اور افترا پردازیاں کیں ہیں اُسکے مکافات میں حسب مثل مشہور جیسے کو تیسا اور جواب ترکی بترکی مناسب تو یوں تھا کہ ہم بھی کچھہ نظم و نثر سے پیش آتے اور مولوی صاحب کے جواب میں مولوی صاحب کو بے نقط سناتے مگر چونکہ ایسے خرافات کا بکنا یاجیوں کا کام ہے ہمکو کیا زیبا ہے کہ ایسی نازیبا باتوں میں مولوی صاحب کے ہمصفیر ہوں اور اپنی زبان کو گندہ کریں اور اہل حق اور ارباب حیا سے شرمندہ ہوں **اقول** مولوی صاحب نے ایک مقام میں بھی افترا پردازی نہیں کی ہے جو کچھہ لکھا ہے اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے خط مولوی صاحب کا اس رسالہ میں چھپا ہوا موجود ہے دیکھہ لو کہ کس جگہہ افترا پردازی کی ہے اور اپنی کتاب کے حوالہ سے کونسا مقدمہ لکھا ہے اور ایسے ہی فدک کی بحث کو دیکھہ لو کہ جو کچھہ لکھا ہے اہل سنت کی کتاب سے لکھا ہے وہ نالایق ایسا کیوں لکھ گئے کہ جس پر خصم کو گنجایش اعتراض کرنے اور حجت پکڑنیکی ہو ہی اُنپر تو لعنت کر کہ ایسا کیوں لکھا اور تو نے مولوی صاحب کی مذمت کرنے میں کیا کمی ہے اصل مطلب تو تھوڑا ہی ہے لیکن تمام کتاب کو مولوی صاحب کی ہجو سے تو نے پُر کردیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ ہم بھی کچھہ نظم اور نثر سے پیش آتے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ بے سبب و بے سند کسیکی ہجو کرنی کام یاجیوں کا ہے لیکن تبلا تو مولوی صاحب نے کسی مقدمہ میں ثلثہ پر تبرا کیا ہے یا علماء اہل سنت کے مذمت کی ہے جو تو اپنی کتاب کو اُنکی ہجو سے سیاہ کرتا چلا جاتا ہے البتہ افعال ثلثہ کے جو کہ اُن سے صادر ہوئے ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھی ہیں وہ اُنہوں نے نقل کی ہیں اور تو نے تو تمام کتاب کو اپنی ایسی نازیبا اور نالایق باتوں سے زبان کو گندہ کرکے پُر کیا ہے کہ دیکھنے والا اگر منصف ہوگا تو یہی کہیگا کہ بڑا یاجی تھا یہ شخص جس نے ایسا بیہودہ بکا ہے اور تجھہ میں شرم کہاں ہے اگر کچھہ تھوڑی سی بھی حیا تو رکھتا تو ایسی بیجا باتیں نہ لکھتا مطلب تو تھوڑا سا اور پھر اوہ نہایات کرتے ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا اصحاب ثلثہ کی اہانت کے انتقام میں مولوی عمار علی صاحب سے دست و گریبان ہوتا تو ایسا ہی جیسا چاند سورج پر تھوکنے کی یا آسمان کی طرف تھوکنے کی عوض میں کسی کم عقل نابینا کے منہ میں کوئی پیشاب کی دھار لگائی ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات نا شایستہ سے نقصان بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت مکان ہے دویم کجا شمس و قمر کجا سنگ و کم عقل سگ نژاد مساوات ہو تو ایک بات بھی ہو ورنہ سنگ اور سگ مزاجوں کے اتنے میں کچھہ عزت نہیں جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہے سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو مولوی عمار علیہ صاحب جیسونکی اہانت یا برا کہنے سے کیا نقصان بلکہ اُلٹا باعث رفعت شان ہے چاند سورج کی طرح وہ روشن ہوئے تو کتے اُنپر بھونکے اوروں پر کیوں بھونکے دویم کجا اصحاب ثلثہ کجا امثال مولوی عمار علی جو اُنکے برا کہنے کی عوض میں اُنکو برا کہکے جی ٹھنڈا ہوا اور دل کا بخار نکلے یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے سو مولوی عمار علیہ صاحب جیسونکی برا کہنے میں اُنکی تو کچھہ عزت نہیں جاتی جو قصاص تبرا یا اہانت اصحاب ہوہاں اپنی اوقات خرافات میں صرف ہوگی **اقول** - تجھکو چاہئے کہ اپنے عالموں سے انتقام لینے میں دست و گریبان ہو اور اُنکی قبروں پر جوتیاں مار کر کہہ کہ ای نالایقو تمنے اپنی کتابوں میں ایسی باتیں اہانت اصحاب ثلثہ کی کیوں لکھی ہیں کہ جسپر شیعہ اعتراض کرتے ہیں اور ہمکو اُنکا جواب دینا دشوار ہوگیا اور مولوی صاحب کو تو کیا کہنا وہ تو بیچارہ کاتب کے ہیں کہ تیری کتابوں میں سے وہ روایتیں نقل کردی ہیں اور تیرے ہی عالموں نے جو اصحاب ثلثہ کی اہانت کی روایتیں لکھی ہیں باوجودیکہ اُنکو بزرگ بھی جانتے ہیں تو اُنکے جواب دینے میں اہل سنت کو ایسا ہے کہ جیسا چاند سورج پر تھوکنے کی سزا میں کوئی تھپر لگائی یا آسمان کے تھوکنے کی عوض میں کسی کم عقل نابینا کے منہ میں کوئی پیشاب کی دھار لگائی ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات نا شایستہ سے کیا نقصان بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت مکان ہے دویم کجا شمس و قمر کجا سنگ و کم عقل سگ نژاد مساوات ہو تو ایک بات بھی ہے ورنہ سنگ اور سگ مزاجوں کے اتنے میں کچھہ عزت نہیں جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہے سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو اہل سنت کے عالموں کے عیبونکی لکھنے سے کیا نقصان بلکہ اُلٹا باعث رفعت شان ہے چاند سورج کی طرح وہ روشن ہوئے تو کتے اُنپر بھونکے اوروں پر کیوں بھونکے دویم کجا اصحاب ثلثہ کجا یہ علماء اہل سنت جو اُنکے عیبوں کے لکھنے کی عوض میں اُنکو برا کہکے جی اپنا ٹھنڈا ہو اور دل کا بخار نکلے یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے سو اہل سنت کے علما کے عیب ثلثہ لکھنے میں اُنکی تو کچھہ عزت نہیں جاتے جو قصاص عیب نویسی اور اہانت اصحاب ہو ہاں اپنی اوقات خرافات میں صرف ہوگی **قال الشیخ الاشعری** سو ہم کونسی مجتہد زمانی طوسی ثانی مولوی میرن صاحب کے چیلے چاٹوں میں ہیں جو عقل کے یہ شہادت دربارہ دشنام نسبتی دشنام بمذہبی کہ طاعت باشد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم اور دشنام کو عبادت سمجھکر مولوی عمار علیہ صاحب کو گالیاں دیکر اُنکی عزت بڑہائیں اور مولوی عمار علیہ صاحب امثال مولوی عمار علیہ صاحب کو چھوڑ کر کسی بڑے کو برا کہیں تو کسکو کہیں اے ۱۲ آبائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں ہمارے نزدیک اعتقاد اصحاب و اہل بیت دونوں کے دونوں ایمان کے لئے بمنزلہ دو پر کے ہیں ہوا تھا اور عمر حضرت کی ہے جیسے ایک پر سے طائر بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی نہیں ہی نہیں تقیہ کو تو اسو

اڑ سکتا ایسے ہی ایمان بھی بے ان دو پروں کے شہبازی کے موجب فوز مقصد جسکی طرف اولئک ھم الفائزون الفوز العظیم وغیرہ میں اشارہ ہی نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا ایمان ایسا ہی ایمان ہی جسکا آیت لا ینفع نفسا ایمانھا میں بیان ہی اگر قدم بقدم حضرات شیعہ مرتے تو بیشک انہوں نے موافق مثل مشہور بغیر دل کے بدشگنی کے لئے اپنی ناک کاٹ لے سینوں کے ضد میں اصحاب کرام کو برا کہکے اپنا ایمان تا زبان کیا تو بھی شیعہ نکی نہ بیں بد زبانی سے بیت رسول اللہ صلعم کو برا کہکر مثل خوارج اور نواصب کے اپنے ایمان کو خراب کرتے لیکن بحمد تو بابندی عقل و نقل ہی جاری ہی شیعہ تو نہیں کہ مثل شتر بے مہار پر آگندہ رفتار جائیں راہ کی بات تو یہ ہی کہ بحمود و توفیق منزل دو آنکھوں کے بیں کسکو پھوڑ دیں اپنا ہی نقصان ہی بلکہ جیسے کوئی حسین متناسب الاعضا ہو کہ اسکی آنکھ تا ک سب کی سب مناسب اور متناسب ہوں اور پھر اسکی ایک آنکھ بیٹھ جائے تو دوسری آنکھ کی زیب بھی جاتی رہیگی اور تسپر اگر بیٹھی ہوئی آنکھ کے حصہ کی فراخی بھی دوسرے ہی آنکھ میں آجائے اور اسمیں بجائے سفیدی بھی سیاہی ہی چھا جائے بجا حسن ایسا قبیح المنظر ہو جائیگا کہ دلدار دکان قدیمی اور عاشقان صمیمی بھی اسکی صورت پر لاحول پڑھنے لگیں غالب صکر دوسری آنکھ جو باقی رہی بسبب اسکے کہ اپنے اندازہ سے زیادہ فراخ اور کشادہ اور سفیدی کی جگہ بھی سیاہی ہو لی ہی ایسی بُری اور بدشکل ہو جائیگی کہ کچھ نہ پوچھو بلکہ اگر حشیم باقیماندہ کو شعور اختیار ہو تو اپنی اسی حالت اصلی پر آجائے اور دوسری آنکھ کو بھی بدستور قائم کر دکھلائے کیونکہ یا حسن بھی اصلی کیفیت اور دوسری آنکھ کی معیت میں ہے سو بعینہ یہی قصہ حضرات شیعہ کے ایمان کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہی اعتقاد صحابہ اور حب اہل بیت جو بمقتضا ارشادات کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلعم ایمان کے بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں چنانچہ رسالہ ہذا کے ملاحظہ کرنیوالوں پر پوشیدہ نہ رہیگا دونو آنکھوں میں سے شیعوں نے ایک آنکھ کو پھوڑ دیا اور اسکے حصہ کی فراخی اور کشادگی بھی بلکہ اس سے بھی زیادہ دوسری آنکھ کو دیکر اسکو خراب کر دیا یعنی اعتقاد صحابہ کو جو بمنزلہ حشیم ایمان ہی اپنے ہاتھوں کھو کر دوسری آنکھ یعنی حب اہل بیت کو اسقدر بڑھایا کہ صحابہ کے حصہ کی محبت بھی انہیں کے لئے صرف کر دی جسکی آنکھ میں سفیدی کی جا بھی سیاہی آجائے ان حضرات بزرگوار مسمی بشیعہ نے بھی ایسا ہی کیا وجہ اسکی یہ ہی کہ جیسے کہ آنکھ میں تل اور سیاہی اور سفیدی غرض چند قسمیں ہوتی ہیں ایسی ہی عترت میں بھی چند قسمیں تھیں اولاد ازواج اور سوا انکے اور اقربا کیونکہ باتفاق اہل لغت عترت کے معنے خویش و اقربا کے ہیں سو ان سب میں سے حضرات شیعہ نے فقط اولاد کو اور اولاد میں بھی فقط دس بارہ کو اور سوا اولاد ایک آدھ کسی اور کو تو مجدد و مکرم سمجھا باقی سب کے لیے تبرا ہی پر جنکو اپنا پیشوا اور مقتدا بنایا اور مخدوم اور مکرم ٹھیرایا انکے حق میں محبت کو کچھ اسا حد سے بڑھایا کہ گویا صحابہ باقی نا کان عترت کے حصہ کی محبت بھی انہیں کے نثار کی سو بعینہ وہی مثل ہی کہ آنکھ اپنے اندازہ سے زیادہ فراخ ہوئی سفیدی کے حصہ بھی سیاہ ہی ہو گئی **اقول** گالی دینی تو بالکل حرام ہی یہانتک کہ شیطان کو بھی گالی دینی جایز نہیں ہے اگر گالی سے مراد فحش ہی اور اگر دشنام سے مراد لعن و طعن ہے یہ تو قرآن شریف میں بہت مذکور ہی اور خدا تعالیٰ لعنۃ اللہ علی الظالمین اور لعنۃ اللہ علی الفاسقین فرماتا ہی اور صحیح مسلم میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم دعائے قنوت میں لعنت کیا کرتے تھے بعضے کفار پر انکا نام لیکر یعنی لعن کرنے سے ظالموں اور فاسقوں پر پیروی خدا اور رسولخدا صلعم کی ہی اور مروی ہے برا کہنے میں تو نے کیا کمی دی ہے جا انکی تجو لکھتا ہی اور اگر گالیاں دینے میں عزت بڑھتی تو ثلاثہ لوگ گالیاں دینے میں تو کیوں نہ پیش قدمی کرتے ہی اور اگر تو لحاظ عوام اہل بیت کو برا نہیں کہتا ہی تو تیری نرگ تو کاٹتے تھے اور حضرت علی لوگ گالیاں دیتے تھے جنکو تو خلیفہ حق اور امام صدق جانتا ہی اگر تو نے اپنی ناک کاٹی علی کی عداوت میں تیرے بڑوں نے اپنی ناک کاٹی علی کی عداوت میں تیری ناک پہلے کٹی چنانچہ پہلے اس سے ہم للہ کہنے میں اور زینہ الہنا کیا بلکہ اولاد رسول مقبول اور انکے دوستوں کو تو قتل کرنے چلے آئے ہیں دیکھو تب تو تیغ میں اپنی اور ہمارا اہل بیت سے ہرگز نہیں جلتا ہی نہ فروع میں اصول میں بلکہ انکے مخالفوں کا تمنی دامن پکڑا ہی اور حسب کے معنے یہ نہیں ہیں کہ زبان ہی کہدیا اور یہ ہم انکے دوست ہیں اور قولوں پر انکے عمل نہ کیا کہیں بھی تمہاری کتابوں میں انکے اقوال پر پیروی انکے اقوال کی مذکور ہی اور تم انکے دوست ہوتے تو انکے کہنے پر چلتے معلوم ہوا کہ تم انکے دوست نہیں ہو اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ہم انکے دوست ہیں قول تمہارا محض لسانی ہی اور یہ جو تو نے آنکھوں کی مثال دیکر دعوی ہی اور یہ بالکل غلط ہی اسلئے کہ ہم صحابہ رضوان اللہ علیہم سے ہرگز دشمنی نہیں رکھتے امام زین العابدین علیہ السلام تو انکے واسطے ہی دعا مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللھم باصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ چنانچہ صحیفہ کاملہ میں لکھا ہی اور بعضے صحابہ کو ہم اولیا کامل جانتے ہیں اور جن لوگوں نے کہ بعد رسولخدا صلعم کے بسبب تظلیم اور تخویف شیخین کے حضرت علی سے روگردانی کی تھی انہوں نے پھر حضرت علی کی طرف رجوع کی بعد ثلاثہ کے البتہ بعضے صحابہ کو کہ حق تجاوز کر گئے ہیں حقوق اہل بیت کے انہوں نے غضب کئے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے اور ایسے ہی بعضے اصحاب کو اہل سنت بھی اچھا نہیں جانتے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں سورہ توبہ کی ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم کی تفسیر میں لکھا ہی کہ یہ آیت ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جو بعد اسلام کے کافر ہو گئے اور تفسیر بغوی میں لکھا ہی سورہ توبہ کی ومنھم من یلمزک فی الصدقات کی تفسیر میں کہ آیت ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہی کہ جسوقت مال غنیمت پاتے تو رسولخدا صلعم سے خوش ہوتے اور جب نہ پاتے تو حضرت کا شکوہ کرتے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ سورہ توبہ کی آیت فرح المخلفون بمقعدھم خلاف رسول اللہ کے ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہی کہ جو حکم رسولخدا صلعم سے منحرف ہو گئے اور جہاد کرنے سے نفرت اور کراہت کی یہ آیتیں مذمت میں بعضے صحابہ کی ہیں کہ جنکو خدا تعالیٰ اچھا نہیں جانتا ہی سو اہل سنت بھی انکو اچھا نہ جانیں گے اور اگر اچھا جانیں گے تو خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرینگے اور اسکی مخالفت کو پسند کرینگے اور اہل بیت کی کتابوں میں لکھا ہی کہ بعد رسولخدا کے بہت سے آدمی مرتد ہو گئے اور صحابہ کے مرتد ہو جانے کی خبر جناب رسولخدا صلعم نے بھی دی ہی چنانچہ فرمایا ہی کہ قیامت کے روز کچھ آدمیوں کو فرشتے حوض کوثر پر سے ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے میں کہونگا کہ انکو کہاں لیجاتے ہو تو میری

اصحاب ہیں ملائکہ میرے جواب میں کہیں گے کہ تو نہیں جانتا ہی کہ انہوں نے بعد تیرے دین میں کیا احداث کیا ہی اور جسوقت تو مرا ہی اسوقت ہی سے یہ مرتد ہوگئے ہیں چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم و جمع بین الصحیحین میں لکھا ہی پس کل صحابہ اہل سنت کے نزدیک اچھے نہوی جیسے کہ کل صحابہ ہمارے نزدیک اچھے نہیں ہیں بلکہ صحابہ کے حق میں ہم اور وہ دونو برابر ہیں اور دو آنکھوں کی مثال دیکر جو یہ شیخ نوح اور رواہی بکا معاوہ باطل ہوا اور زیادہ محبت اہل بیت کی کیونکر نہو کہ خدا تعالیٰ نے محبت انکی قرآن میں واجب لکھی ہی چنانچہ فرمایا ہی کہ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى جسمیں قربے کا لفظ عام ہی کہ سب قریبوں کو شامل ہی لیکن مراد یہاں قربے سے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں چنانچہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہی کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسولخدا صلعم قریبے کون ہیں فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین پس سبب ہے انسے زیادہ محبت کرنی کا اگر کسی اور کے واسطے کوئی آیت نازل ہوئی ہوتو کہدو اور بعضی نالایق کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہی آیت اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے اس صورت میں جانا ہی کہ عداوت اہل بیت کی جایز ہو اور اسیواسطے بعضے علماء اہل سنت میں سے اہل بیت علیہم السلام سے عداوت رکھتے ہیں اور اہل بیت کے مناقب میں اور انسے دوستی رکھنی میں کثرت سے علماء اہل سنت نے کتابیں لکھی ہیں اور بڑی تاکید ہی روایتوں میں انسے دوستی رکھنے میں اسواسطے انسے زیادہ دوستی رکھتے ہیں اور جسطرح کہ تاکید انکی دوستی کی ہی اور جیسے کہ مناقب انکے ہیں وہ اور کسی کے نہیں ہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کو بھی ہم دوست رکھتے ہیں ہر ایک کو اسکے مرتبے کے موافق اور ازواج آنحضرت صلعم کو بھی ہم دوست رکھتے ہیں سوائے انکے کہ جنہوں نے حضرت علی سے عداوت کی ہی اور اولاد میں سے حضرت کی دس بارہ کو اسواسطے ہم زیادہ دوست رکھتے ہیں کہ فریقین کے علماء ان دس بارہ ہی کو حضرت کی اولاد میں سے زیادہ بزرگ اور مستجمع جمیع صفات حمیدہ کہتے ہیں انکے برابروں کو کیونکر سمجھیں مولوی عبدالعزیز صاحب نے دیکھو تفسیر عزیزی میں انکو کیا لکھا ہی اور جیسا کہ انکو لکھا ہی ایسا کسی اور کو بھی لکھا ہی اور لغت میں ہر چند عترت آدمی کے نزدیکوں اور خویشوں کو کہتے ہیں لیکن مراد عترت نبی سے اولاد حضرت ہی کی ہی جیسے کہ اہل بیت گھر کے سب باشندوں کو کہتے ہیں لیکن مراد اس سے یہی بزرگوار ہیں کہ رسولخدا صلعم نے انکو اپنی عبا میں لیکر فرمایا ہی کہ اَللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ اور آیت مودۃ القربیٰ میں بھی قربے کا لفظ عام ہی اور سب نزدیکوں کو شامل ہی لیکن حضرت سے پوچھا تو فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اور تم صحابہ کو حد سے زیادہ بڑھکر دوست رکھتے ہو باوجودیکہ تمہارے علماء لکھتے ہیں کہ بعضے صحابہ حق سے تجاوز کر گئے تھے اور بعضی خونریزی اور قتل کرتے تھے اور زنا کی سزا میں سنگسار ہوتے تھے اور شراب پیتے تھے اور ازواج پیغمبر خدا صلعم کو تہمت ناکی کرتے تھے اور جناب رسول اللہ صلعم کی ازواج کی طرف نظر رکھتے تھے کوئی تو کہتا تھا کہ اگر رسولخدا مرجائیں تو میں عائشہ سے نکاح کروں اور کوئی کہتا تھا کہ میں ام سلمہ سے نکاح کروں اور جناب رسولخدا صلعم کو یہ سنکر رنج ہوتا تھا چنانچہ اسباب میں آیت نازل ہوئی اور تعزیریں پاتے تھے اور آپسمیں حسد اور بغض رکھتے تھے اور پھر تم کہتے ہو کہ یہ سب عادل ہیں اور جسکی چاہو پیروی کرو ہدایت پاؤگے مثل معاویہ اور عمرو عاص وغیرہ کی اور انکی پیروی میں علی کو اور اسکے دوستوں کو قتل کرو اور علی کو گالیاں دو اور ہم ہر ایک کو اسکے مرتبے پر رکھتے ہیں اور بعضوں کو اولیا الکل جانتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ انکو مرتبہ میں اتنی کم جانتے ہیں اور بعضے انمیں ہی جو کہ حق سے تجاوز کر گئے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے یہ ہی ہمارا مذہب **قال الشیخ الاشعری** شاید اس اجمال میں واقعات شیعہ کو بحکم مثل مشہور المرء یقیس علی نفسہ کے احتمال جہل و تلبیس ہو اسلئے تفصیل اس اجمال کی کرنی ضرور پڑی تاکہ اپنی کتاب اور اہل کتاب کی مراجعت کرکے بآسانی تحقیق کرکے بعد تطبیق اس بیان کی تصدیق کریں سو تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ حضرات شیعہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرہ حضرت رسول کریم صلعم کو سرے سے حضرت رسول صلعم کی بیٹیاں ہی نہیں سمجھتے یہانتک کہ زبان زد خاص شیعہ یہ بات ہوگئی ہی عام تو درکنار یا خاص ہی اس حساب سے عام ہی ہیں بلکہ عام بھی پڑے اور تو کیا کہوں حالانکہ انہیں کی کتب معتبرہ سے ان دو مطہرات کا بنسبت رسول اللہ صلعم کی صاحبزادیاں ہونا ثابت ہوتا ہی چنانچہ قریب اسباب کے مفصل مرقوم ہوچکی اور حضرت عباس عم بزرگوار سید الابرار صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی اولاد اور ایسے ہی حضرت زبیر بن العوام کو بھی داخل عترت نہیں سمجھتے اور اس قرابت قریبہ کا بھی لحاظ نہیں کرتے حضرت عباس کی قرابت تو مشہود معروف ہی ہی پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی بسبب کثرت علاقہائی قرابت کو یا بمنزلہ برادر حقیقی کے تھے اول تو انکی والدہ حضرت صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ اور انکی دادی ہالہ بنت وہب بن عبد مناف رسول اللہ صلعم کی حقیقی خالہ اور انکے باپ کی پھوپی ام حبیب بنت اسد رسول اللہ صلعم کی دادی اور انکی حقیقی پھوپی ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رسول اللہ صلعم کی زوجہ مطہرہ پھر ان سب کے بعد حضرت کے شرف انکی بیوی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہا سو ان سب کے پانچویں پشت یعنی قصی بن کلاب میں رسول اللہ صلعم سے جاملتے ہیں علماء انساب نے لکھا ہی کہ اتنی کثرت سے قرابت کے علاقے سوا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اور کسیکو نصیب نہیں ہوئی لیکن آفریں ہے حضرات شیعہ کو کہ رسول اللہ صلعم کے اقربا کے دشمن ہوں تو ایسے ہوں کہ حضرت زبیر جیسے قریب عزیز کو باوجودیکہ مہاجرین اولین میں اور مجاہدین سابقین میں سے ہیں اور سینکڑوں بشارات و فرقانی اور وعدہائی قرآنی ان کو انکی خیر کی گواہ ہی از جملہ کفار نکوکار اور منافقین بدکردار سمجھتے ہیں **اقول** تیرا قول جہل اور تلبیس سے خالی کب ہے اور بیفائدہ طول دینی سے کیا حاصل ہی کاغذ کو لاطائل سے سیاہ کرنا چلا جاتا ہی اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا کئی مرتبہ اس نے ذکر کیا ہی ہاں ہمارے نزدیک انکا رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے نطفہ سے ہونا ثابت نہیں ہے اور ایک آیت میں انکا رسولخدا صلعم کے نطفہ سے ہونا آیا ہی سو اس روایت سے کیا کام چلتا ہی اور روایتیں کسکے مخالف بھی موجود ہیں کہ حضرت کے نطفہ سے یہ صاحبزادیاں نہیں اور ان روایتوں ہی کو ترجیح ہے اور جسوقت کہ روایتوں میں اختلاف ہوا اور اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق ہی تو اسکو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ

سرے سے ہی یہ صنا ہی بلکہ ایک روایت ہی کی موافق وہ بھی کہتا ہی اہل سنت کی کتابوں سے مثل بخاری اور مسلم وغیرہ کے جواز متعہ زنان نا بے لیکن اہل سنت اُن روایتوں پر عمل نہیں کرتے باوجودیکہ
اُنکی کتب معتبر ہی نا بے جو تم جواب دوگے وہ ہی ہم جواب دینگے اور اسکا جواب ہمنے سب جگہ اسکو دیا ہی پہلے اِس سے جس جگہ کہ اس نے اُنکا ذکر لکھا ہی اور دیکھ تو تیرے علما نے مناقب فاطمہ ہراء علیہا السلام
میں کتنے رسالے لکھے ہیں کوئی کتاب اُن صاحبزادیوں کے فضائل میں بھی لکھی ہی اگر وہ بھی جناب سولخدا صلعم کے لطفہ سے موتمیں تو اُنکے بھی بیشک فضائل ہوتے اور علما اُنکے فضائل میں کتابیں
لکھتے اور حضرت عباس کی قرابت میں اور اُنکی اولاد کی قرابت میں اور حضرت عباس کی بزرگی اور شرافت میں کیا کلام ہی اور زبیر کو بھی ہم حضرت صلعم کا قریب اور اُنکی پھپی کا فرزند سمجھتے
ہیں اسکا کون منکر ہی مگر بسبب عداوت رکھنے کے نفس رسول ہی اور اُنکی بیعت کو توڑ کر اُنکے ساتھ جنگ کرنے سے اُنکو اچھا نہیں جانتے کہ ہمارے تردیک حضرت علی سے قتال کرنا ایسا ہی کہ جیسے
جناب سولخدا صلعم سے محاربہ کیا اور استیعاب میں لکھا ہی کہ حضرت علی نے اُنکے حق میں بد دعا کی ہی چنانچہ فرمایا ہی کہ اللھم خذہ بقتلہا المسلمین اور پہلے اس سے ہم مفصل اسکو لکھ چکے ہیں
پس جبوقت کہ حضرت علی نے اُنکے حق میں دعاے بد کی تو ہم اُنکو کیونکر اچھا جانیں اور قرابت سے کیا ہوتا ہی جبتک کہ ایمان صحیح حاصل نہو اور ابولہب تو زبیر سے بھی زیادہ حضرت کا قریب تھا کہ چچا
حضرت کا لیکن قرابت نے اُسکے کافر ہونے کی جہت سے اُسکو کچھ فائدہ نبخشا اور زبیر اگرچہ مسلمان ہوگیا تھا لیکن علی سے عداوت کرنے کی جہت سے ایمان صحیح اُسمیں باقی نرہا حضرت نوح کے فرزند کنعان کو نوح
کی قرابت نے کیا فائدہ بخشا کہ جو زبیر کو حضرت کی قرابت سے فائدہ ہوتا خدا تعالی نے فرمایا کہ وہ تیری اہل میں سے نہیں ہی ایسے ہی زبیر وغیرہ شرف قرابت میں سے نکل گئے جس جس نے حضرت علی سے
عداوت کی بموجب ارشاد رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اور جبتک ایمان صحیح آدمی میں دم واپسیں تک باقی نہو تو ہجرت کیا فائدہ بخشتی ہی اور قرآن میں کسی جگہ زبیر کے نام سے کوئی بشارت مذکور نہیں ہی
جیسے کہ مجملا صحابہ میں آیتیں نازل ہوئی ہیں ایسے ہی مجملا اُنکی مدت میں بھی نازل ہوئی ہیں حال سے کیا کام چلتا ہی لیے مقام میں تفصیل نام بنام اور کار ہی قال الشیخ الاشعری باقی ہیں ازواج مطہرات جو امہات مومنین
یعنی سب مسلمانوں کی ماں ہیں اُنکی نسبت جو کچھ جناب شیعہ تناخواں ہیں سب ہی جانتے ہیں حالانکہ اصل اہل بیت وہی ہیں کیونکہ اہل تو اہل بیت کے معنی بعینہ اہل خانہ ہیں اتنی بات تو کوئی
کچھ نہ جانتے ہوں مولوی عما علی صاحب بھی جانتے ہونگے دوسرے لفظ اہل بیت جو کلام اللہ میں واقع ہوا ہی تو ازواج مطہرات ہی کی شان میں وارد ہوا ہی گو حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت
حسنین بھی بوجہ عموم لفظ یا بسبب التماس حضرت سالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت ہونے کی فضیلت میں داخل ہوگئے ہیں مزید تسکین کے لئے جس آیت میں یہ لفظ واقع ہی ماقبل اور مابعد آیت
لکھکر اُسکا ترجمہ لکھ دیتا ہوں تا کہ سب شیعہ سنی متنبہ ہوجائیں یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا
معروفا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی واقمن الصلوۃ واٰتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم
تطھیرا واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من اٰیات اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفا خبیرا یعنی اے نبی کی عورتو تم نہیں ہو جیسی ہر کوئی عورتیں اگر تم ڈر رکھتی ہو اب کہ یہ کہو بات بھید لایخ کرکے کہ کوئی جسکے دل میں روگ ہی
اور کہو بات معقول اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھلانا دستور تھا پہلے نادانی کے وقت میں اور کھڑی رکھو نماز اور دیتی رہو زکوۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اُسکے
رسول کی اللہ یہی چاہتا ہی کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو اور ستھرا کرے تمکو ایک ستھرائی سے اور یاد کرو اے پیغمبر کی بیبیو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں اور عقلمندی کی
بیشک اللہ ہی بھید جانتا ہی خبردار رہیا تک ترجمہ تمام عرض یہ ہی کہ شیعہ ہی اپنے علما سے پوچھیں کہ میں نے ترجمہ صحیح کیا یا غلط بہرحال ان آیات سے اول ہی سمجھ میں آتا ہے کہ اہل بیت ازواج ہی ہیں
اسیواسطے رسول اللہ صلعم نے حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک عبا میں لیکر یہ عالی کہ آلہی یہ میری اہل بیت ہیں وہ بھی اس فضیلت میں داخل ہوگئے یہ
یہ ایسی مثال ہی کہ جیسے کوئی بادشاہ قدرشناس خشم پوش اپنے وزیر سے یوں کہے کہ تمہارے گھر کے لوگوں کو سب نعمتہاے جدی جاگیر دینگے تو وہ وزیر موافق محاورہ کے یوں سمجھکر کہ ایسے موقع میں بیٹی
اور بیٹیا مراد ہوا کرتے ہیں اور بیٹی اور نواسے مراد نہیں ہوتے کیونکہ وہ دوسرے گھر کے ہوتے ہیں کچھ اپنے جی میں سوچ کر وقت بھیجکر بیٹی اور داماد اور نواسوں کو بھی بلیں کہ وہ بادشاہ آپ بھی
کہ یہ کون ہیں تو بایں لحاظ کہ بیٹی اور نواسے اور داماد بھی قرابت میں کچھ بیٹے اور پوتے اور بی بی سے کم نہیں ہیں جب حضور میرے گھر کے لوگ ہیں تو اس بادشاہ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ داماد اور نواسے اور بیٹیاں
ہیں اسکے گھر کے لوگ نہیں پر مقتضا اپنی چشم پوشی ذاتی کے اُنکو جاگیر دیگا یا لفظ اہل بیت اصل سے عام ہی ازواج اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں کو فقط ازواج
ہی کی شان میں نازل ہوا ہو جیسے دلی والا ایک لفظ عام ہی سب دلی والوں کی نسبت بول سکتے ہیں اگر دلی کے رہنے والوں کو دیں جاگیر دیتی ہے تب اسکے کوئی دلی والا نہیں سمجھتا کہ دلی والے فقط یہی ہیں اُنکے سوا اور کوئی دلی والا نہیں اس تقریر سے سب پر واضح ہو گیا کہ کلام اللہ سے جو ازواج کا اہل بیت ہونا اور حدیث سے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت
حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہی سب صحیح اور درست ہے اگرچہ شیعوں کی سمجھ میں آتا ہوتا بالجملہ ازواج مطہرات کو باوجودیکہ وہ اصلی اہل بیت ہیں و کلام اللہ اُنکی شان
میں نازل ہوا ہی واز واجہ امہاتہم یعنی رسول اللہ صلعم کی بیبیاں مومنوں کی مائیں ہیں پھر بھی جناب شیعہ اپنی زبان نہیں سنبھالتے اور لگام نہیں دیتے اگر دوسری آیت نا پڑھوں جو اب
دیکھیں وہ مومنوں کی مائیں ہیں ہماری تو نہیں ہیں تو سلمنا پر آیہ اول یعنی جس سے اُنکا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے کیا جواب دینگے اقول شیعہ بھی ازواج رسولخدا صلعم کو ام المومنین
سمجھتے ہیں اور یہ ایک شرافت ہی اُنکی اور مراد ام المومنین ہونے سے یہ ہی کہ کسی مومن کو نکاح اُنمیں سے کسی کے بعد رسولخدا صلعم کے جائز نہیں ہے اور یہ آیت اسوقت نازل ہوئی ہی جبوقت بیٹے

صحابہ نے کہا تھا کہ محمد مرجائیگا تو ہم اسکی بیبیوں سے نکاح کرینگے اور کہتی ہیں کہ طلحہ نے کہا تھا کہ جسوقت سولخدا صلعم مرجائینگے تو میں عائشہ سے نکاح کرونگا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ وازواجہ امہاتھم یعنی اور بیبیاں اسکی مائیں تمہاری ہیں تمہارا نکاح انسے کبھی جایز نہیں ہے اور ہم البتہ حضرت کی بیبیوں کے ثناخواں ہیں مگر جس نے انمیں سے حضرت علی سے عداوت کی ہے اسکو ہم اچھا نہیں جانتے بموجب ارشاد رسولخدا صلعم کے کہ فرمایا ہے حضرت نے یا علی لا یبغضک الا منافق اور عائشہ کی عداوت کو پہلے اس سے ہم بیان کر آئے ہیں اور عائشہ کو اسقدر عداوت تھی حضرت علی سے کہ نام علی کا زبان پر نہیں لاتی تھی چنانچہ صحیح بخاری میں احادیث کتاب الصلوۃ میں لکھا ہے کہ عائشہ نے وقت نکلنے حضرت صلعم کے حجرہ سے واسطے نماز کے طرف مسجد کے حالت مرض میں نام حضرت علی کا زبان سے نہ لیا بلکہ کہا کہ ایک مرد واسطے انکار کے ساتھ کہ مرد غیر مشہور پر دلالت کرے اس حدیث کے راوی نے ابن عباس کے روبرو اسکا ذکر کیا ابن عباس نے پوچھا کہ عائشہ نے اس مرد کا نام بھی لیا تھا کہا نہیں ابن عباس نے کہا کہ وہ علی بن ابیطالب ہے کہ اسکا نام نہیں لیتی ہے عائشہ اور ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں اس قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ لکن عائشۃ لا تطیب نفسا لہ بخیر یعنی ابن عباس نے بعد سننے قول مذکور کے کہا کہ عائشہ کا نفس خوش نہیں ہوتا ہے کہ ذکر علی کا بخیر کرے اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ عائشہ نے حضرت علی کا شہید ہونا سنا تو خوش اور سرخرو ظاہر کیا اس سے زیادہ کیا عداوت ہوگی جب کہ سکا یہ حال ہے تو پھر ہم اسکو اچھا کیونکر جانیں اور مادر مومنین ہونے سے کیا ہوتا ہے جسوقت افعال ناشایستہ عمل میں لائیگی البتہ مورد ملام ہوگی اور اہل بیت میں ازواج حضرت کی ہرگز داخل نہیں ہیں اول تو اسواسطے کہ یہ لفظ علی اور فاطمہ اور حسنین میں اس طرح کا مستعمل اور مشہور ہوا ہے کہ جس مسلمان سے پوچھو گے سنی ہو یا شیعہ ہو کہ اہل بیت پیغمبر کون ہیں تو وہ یہی کہیگا علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام ہیں اور ازواج کو حضرت کوئی بھی نہ کہیگا دوسرے یہ کہ اہل بیت کا لفظ عام ہے ازواج کو اور اولاد کو اور لونڈی اور غلام کو جو کہ گھر میں ہیں سب کو شامل ہے اور نساء کا لفظ خاص ازواج کے واسطے کہا جاتا ہے نہ اسکے غیر کے واسطے اگر کوئی کہے کہ فلانے کی عورت تو اس سے زوجہ اسکی مراد ہوگی پس جسوقت کہ لفظ نساء ہے کہ جو خاص واسطے زوجہ کے بولا جاتا ہے آیت نساءنا و نسائکم میں ازواج حضرت صلعم کی مراد نہوئیں بلکہ وہاں بھی حضرت زہرا ہی مراد ہوئیں تو لفظ عام اہل بیت سے کہ جو ازواج کو اور انکے غیر کو شامل ہے وہاں کس سے ازواج کیونکر مراد ہونگی یہ شرافت ان چار شخصوں ہی کی واسطے ہے کہ خدا تعالی انکی مع بیان کرتا ہے اور ازواج حضرت کی وہ ہیں کہ ذی آیتوں میں انپر عتاب ہوا ہے اور منع کرتا ہے انکو برے کاموں سے چنانچہ فرماتا ہے اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا اور اسکی تفسیر میں اہل سنت کی کتابوں میں ابن عباس سے روایت ہے کہ بیبیاں حضرت کی حضرت سے مقدور سے زیادہ طلب کرتی تھیں علی الخصوص حفصہ حضرت نے اس سے فرمایا کہ تو چاہتی ہے کہ تجھ میں اور اپنی میں حکم کروں اس نے کہا کہ ہاں اور حضرت نے عمر کو بلایا حفصہ نے حضرت کو کہا کہ سچ کہنا جھوٹ نہ کہنا عمر نے طمانچہ اٹھایا حفصہ کے مارنے کو اور کہا کہ پیغمبر کہیں جھوٹ بھی کہتا ہے اور حضرت رنج کھا کر ایک مہینے اپنی بیبیوں کے پاس نہ گئے تب آیت نازل ہوئی اور خدا تعالی نے فرمایا کہ آؤ تم کو مہر دیکر رخصت کریں سو تم انہوں نے ڈر کر خدا اور رسولخدا کو اختیار کیا یہ حال تھا حضرت کی بیبیوں کا اور فرماتا ہے خدا تعالی انکے حق میں کہ یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ اور فرماتا ہے وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى اور فرماتا ہے عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اور خاص عائشہ اور حفصہ کی شان میں ہے کہ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا اور حضرت علی اور فاطمہ پر کسی آیت میں عتاب نہیں ہے اور مسند احمد حنبل میں لکھا ہے کہ خدا تعالی نے کئی جگہ قرآن میں صحابہ پر عتاب کیا ہے اور علی پر کہیں عتاب نہیں کیا پس جو شرف کہ انکے واسطے ہے وہ اور کسیکو نہیں ہے اسلیئے خدا تعالی نے بخطاب اہل بیت انکی مدح بیان کی کہ یہ حضرت کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور حضرت فرماتے ہیں علی مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ اور اَلْفَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ اور زوجہ کا کیا ہے وہ اگر شوہر جائے باطلاق یہ تو وہ دوسرا شوہر کر لیتی ہے اور دوسرے کی اہل بیت میں سے ہو جاتی ہے یہ شرف زوجہ کے واسطے کہاں ہے کہ جو جگر کے ٹکڑوں کے واسطے ہے کہ وہ ہمیشہ کو اہل بیت ہیں اور زوجہ ایک وقت میں تو اہل بیت میں سے ہوتی ہے اور ایک وقت میں نہیں ہوتی اسکا اہل بیت میں ہونا عارضی ہے اور جگر کے ٹکڑوں کا اہل بیت میں ہونا اصلی ہے کہ وہ ہمیشہ کو اہل بیت میں سے ہیں اور اس شیخ کو اسقدر جو کہ ہے ازواج کی اہل بیت ثابت کرنے میں محض عائشہ اور حفصہ کی خاطر ہے ہے کہ کسیطرح یہ اہل بیت میں شمار کی جائیں اور سوائے انکے اور کسی بی بی سے حضرت کی اسکو غرض نہیں ہے اور قرآن شریف میں جو لفظ اہل بیت کا آیا ہے وہ ہرگز ازواج کے واسطے نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا اسواسطے کہ تفسیر قرآن کی موافق ارشاد جناب سولخدا صلعم کے چاہیئے نہ اپنی رائے سے اور جو کچھ حضرت نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور جس جگہ حضرت نے فرمایا ہے اہل بیتی وہاں ہرگز ازواج مراد نہیں ہیں بلکہ حضرت علی اور فاطمہ اور اولاد انکی مراد ہے نہ ازواج اور حضرت نے فرمایا ہے کہ انی تارک فیکم الثقلین کلام اللہ و عترتی اھلبیتی وہاں بھی حضرت علی اور اولاد رسولخدا صلعم مراد ہیں ازواج اور یہی علماء اہل سنت بھی لکھتے ہیں اور ازواج حضرت کو اہل بیت آیت تطہیر میں کوئی نہیں لکھتا سوای مولوی عبدالعزیز صاحب کے کہ انہوں نے تحفہ میں بسبب عداوت اور تعصب کے آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد موافق روایت عکرمہ خارجی کے ازواج مراد لی ہیں اور ان چار شخصوں کو دعاے رسولخدا صلعم اہل بیت میں داخل کیا ہے اور یہ امر بالکل مخالف تحریر جمہور علماء اہل سنت کے ہے اسواسطے کہ اہل سنت دو قسم کے ہیں اکثر علماء اہل سنت تو کہتے ہیں کہ آیت تطہیر چار شخصوں کے حق میں نازل ہوئی ہے علی اور فاطمہ اور حسنین کے حق میں یا پانچ کے حق میں اگر رسولخدا صلعم کو انمیں شریک کرو اور بعضی موافق روایت عکرمہ خارجی کے کہتے ہیں کہ آیت تطہیر چار شخصوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ آیت تو ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے اور آل عبا کو رسولخدا نے اپنی دعا سے اہل بیت میں داخل کیا ہے جیسے کہ مولوی عبدالعزیز کہتے ہیں اور یہ شیخ بھی انکی پیروی سے کہتا ہے اور حق کو مٹاتا ہے اور علماء اہل سنت حدیث کی کتابوں میں مناقب اہل بیت اور ازواج حضرت کے لکھتے ہیں کوئی فصل

اہل بیت کے مناقب کی ہے اور کوئی فصل ازواج کے مناقب کی ہے اور کوئی فصل اصحاب کے مناقب کی ہے اور جو فصل کہ اہل بیت کے مناقب کی ہے اسمیں فضائل جناب امیہ اور اولاد رسولخدا صلعم کے مذکور ہیں اور ازواج کے فضائل کا اسمیں کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ ازواج کے فضائل فصل علیحدہ میں مذکور ہیں جو کہ اُنکے فضائل کی فصل ہے اور اگر ازواج اہل بیت میں داخل ہوتیں تو اُنکے فضائل بھی اہل بیت کی فضائل کی فصل میں مذکور ہوتے علیحدہ کیوں مذکور ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ کسی مقام میں ازواج اہل بیت کے شریک نہیں ہیں بلکہ اہل بیت کا لفظ خاص واسطے آل عبا کے ہے اور یہ جو بعضی روایت میں آیا ہے کہ سوائے حضرت زہرا کے دو بیٹیاں بھی جناب رسولخدا صلعم کی تھیں ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسواسطے کہ اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اُنکو بھی حضرت اپنی چادر میں لیتے اور فرماتے کہ یہ میری اہل بیت ہیں اور گو اہل بیت کے معنی صاحبان خانہ کے ہیں ازواج کو اور اُنکے غیر کو شامل ہیں لیکن جبکہ حدیث میں آیا ہو کہ وہ علی اور اولاد رسولخدا صلعم ہیں تو خاص ہو گیا جیسے کہ قربے کا لفظ آیت مودۃ القربیٰ میں عام ہے اور سب قریبوں کو حضرت کے شامل ہے لیکن جسوقت رسولخدا صلعم سے پوچھا گیا کہ وہ قریب آپکے کون ہیں تو فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسنین ہیں جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں ہے، تو سب قریب بیحد کہ سوائے انکے تمام خارج ہو گئے ایسا ہی حال اہل بیت کے لفظ کا ہے اور آیۂ تطہیر کے مقدمہ میں جو لکھا ہے کہ اُسکے ماقبل اور مابعد کا ملحوظ رکھنا چاہیئے تاکہ سب شیعہ اور سنی متنبہ ہو جائیں اس جعلسازی اور دھوکہ دہی سے تیری کوئی دھوکہ میں نہیں آتا ہے اول تو یہ کہ ترتیب قرآن کی مطابق تنزیل کے نہیں ہے بعضے مکی سورہ میں مدنی آیت داخل ہو گئی ہے اور بعضی مدنی سورہ میں مکی آیت داخل ہو گئی ہے اور ایک مضمون کی آیت قرآن شریف میں شروع ہوئی اور بعد اسکے دوسرے مضمون کی آیت شروع ہوئی اور بعد اسکے پھر پہلے مضمون کی آیت شروع ہوئی جو کچھ کہ اسمیں باقی رہا تھا اس طرح سے کلام اللہ میں کئی جگہ آیا ہے جامع قرآن نے مشتبہ ہو جانے کے واسطے ازواج کے ذکر میں اسکو ڈالدیا ہے اور بطہیر کم میں ضمیر کم کی صریح دلالت اسپر ہے کہ مراد اہل بیت سے ازواج ہرگز نہیں ہیں اور اگر ازواج مراد ہوتیں تو جیسے کہ پہلی اور پچھلی آیتوں میں جمع مؤنث کی ضمیریں آئی ہیں یہاں بھی آتیں اور یہ کہنا کہ ضمیر کم کی ملحاظ لفظ اہل ہے یہ بھی بیجا ہے اور برخلاف تحریر جمیع مفسرین ہے اسواسطے کہ اکثر مفسرین اس کم کی ضمیر ہی کی ملاحظہ سے تو اہل عبا کے حق میں اس آیت کو کہتے ہیں اور ازواج کو خارج کرتے ہیں اور آیۂ التعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید میں عدول مؤنث واحد التعجبین سے طرف علیکم جمع مذکر کے نہیں ہے اور نہ مؤنث واحد کو جمع مذکر کے صیغہ میں بیان کیا ہے بلکہ علیکم میں خطاب طرف حضرت ابراہیم وغیرہ آنکے اہل بیت کے ہے اور حضرت سارہ بھی انمیں داخل ہے لیکن سارہ انکی اہل بیت میں اسواسطے داخل ہے کہ وہ انکے چچا یا خالہ کی بیٹی تھی نہ زوجہ ہونے کی جہت سے اور التعجبین میں خطاب صرف سارہ کی طرف ہے اور اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت پیغمبر آخرالزمان کی اہل بیت کی شان میں تھی جو کہ اہل عبا ہیں اور اصل آیۂ سورۂ ہود اسطرح تھی انہ حمید مجید لیکن جامع قرآن نے ملتبس ہو جانے کے واسطے آیت رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت کو حضرت سارہ کے ذکر میں ڈالدیا ہے جیسے کہ ازواج کے ذکر میں آیت تطہیر کو ڈالدیا ہے اور اہل سنت کی روایتوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مراد اہل بیت سے آیت تطہیر میں اہل عبا ہیں چنانچہ صحیح بخاری اور جمع بین الصحیحین میں عائشہ سے منقول ہے اور صحیح ابن داؤد اور موطا مالک میں انس سے اور مسند احمد حنبل میں ام سلمہ سے اور تفسیر ثعلبی میں ابوسعید خدری سے اور سوائے اسکے بہت کتابوں میں اہل سنت کی مذکور ہے کہ آیت شان میں علی اور فاطمہ اور حسنین کے نازل ہوئی ہے اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت شان میں علی اور فاطمہ اور حسنین کے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی صواعق محرقہ میں روایت ہے کہ پہلے رسولخدا صلعم نے ان چار کو اپنی چادر میں لیا اور دعا کی کہ خداوندا یہ میری اہل بیت ہیں انسے ناپاکی کو لیجا اور پاک کر بعد اسکے حضرت کی دعا کے مطابق آیت تطہیر نازل ہوئی اب تلاوۃ ازواج اہل بیت میں کیونکر داخل ہوئیں لیکن صواعق محرقہ میں بھی ہے کہ یہ آیت دو دفعہ نازل ہوئی ہوگی اور ترمذی میں مذکور ہے اور ابن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آیت تطہیر رسولخدا صلعم بر ام سلمہ کے گھر میں تو حضرت نے فاطمہ اور حسنین اور علی کو بلا کر اپنی چادر میں لیا اور بعد اسکو فرمایا ھؤلاء اہلی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا حضرت ام سلمہ نے کہا کہ یا رسولخدا میں بھی آنکے ہمراہ ہوں فرمایا کہ تو اپنی جگہ پر اور تو خیر پر ہے یعنے اہل بیت میں سے تو نہیں ہے اور مسلم نے حضرت علی کی مناقب میں عامر بن سعد سے اور مناقب حسنین میں صفیہ بنت شیبہ سے بھی یہی روایت کی ہے اور مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آپسے پوچھا کہ کون ہیں اہل بیت حضرت کے ازواج میں کہا کہ نہیں قسم ہے خدا کی عورت ہوتی ہے ہمراہ اپنے شوہر کے پھر طلاق دیتا ہے اسکو تو اپنے باپ کے گھر چلی جاتی ہے اور اہلبیت حضرت کے وہ ہیں کہ جنپر صدقہ حرام ہے اور نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ روایتوں میں زیادہ بزرگ روایت اسی سوائے مسلم کی یہ ہے کہ ازواج حضرت کی اہل بیت میں سے نہیں ہیں اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ جسوقت حضرت نے اہل عبا کو عبا میں داخل کر کے فرمایا کہ ھؤلاء اہل بیتی تو میں بھی چادر کا گوشہ پکڑ کر داخل ہوئی اور کہا میں نے کہ میں بھی تم میں سے ہوں حضرت نے میرے ہاتھ میں سے چادر کو کھینچ لیا اور فرمایا کہ تو خیر پر ہے لیکن اہل بیت میں سے نہیں ہے اور ایسی ہی زینب زوجہ ملوخدا سے روایت ہے اور ثعلبی نے عبداللہ بن جعفر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ انکے لیے کیونکر اسطے اہل ہوتے ہیں اور یہ چاروں اہل میری ہیں پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ثعلبی نے مجمع سے روایت کی ہے اور چادر میں لینے کا ذکر اور دعا کرنا رسولخدا کا سب لکھا ہے کہ حضرت نے ان چادروں کے سر پر چادر کو ڈالکر کہا کہ خداوندا یہ ہیں اہل بیت میری اور یگانہ میرے پس ناپاکی کو انسے دور کر اور انکو پاک اور پاکیزہ کر تو سعیدست سے عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسولخدا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں حضرت نے فرمایا کہ تو میری اہل بیت میں سے نہیں ہے اور ابوالقاسم حسکانی نے شواہد التنزیل میں جابر سے روایت کی ہے جنانچہ فرماتے ہیں جابر کہ آیۂ تطہیر جسوقت رسولخدا صلعم پر نازل ہوئی تھی اسوقت حضرت کی حجرہ میں حضرت کے پاس سوائے علی اور فاطمہ اور حسنین کے کوئی نہ تھا پس خطاب کا ان پانچوں سے ہے اور اسوقت یہی اہل بیت اور اہل خانہ تھے اور اسادۃ الغابہ میں لکھا ہے کہ اہل بیت ائمہ اثنا عشریہ ہیں ان روایتوں سے اہل سنت کے معلوم ہوا کہ اہل بیت آیت تطہیر میں اہل عبا ہیں یہ جمع داخل اہل بیت نہیں ہے

اور ترمذی اور صحیح ابو داود اور موطا مالک میں انس سے روایت ہے کہ جسوقت جناب رسولخدا صلعم نماز صبح کو نکلتے تو حضرت فاطمہ زہرا کے دروازہ آواز دیتے تھے بعد نازل ہونے اس آیت کے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے نماز صبح کو ادا کرو یہی اہل بیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا اور اگر ازواج اہل بیت میں داخل ہوتیں تو کبھی تو اُنکے دروازہ پر اسطرح سے آواز دیتے اور ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ جس میں مذکور ہو کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہو کہ ازواج میری اہل بیت میں سے ہیں اور یا یہ کہا ہو کہ یہ آیت ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے مگر عکرمہ خارجی سے روایت ہے کہ وہ بازار میں آواز دیتا ہوا پھرتا تھا کہ یہ آیت ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے اور عکرمہ ایک مرد خارجی تھا دشمن علی کا چنانچہ ملل نحل اور وفیات الاعیان میں لکھا ہے اور علی بن عبداللہ بن عباس کہتے ہے کہ عکرمہ میرے باپ ابن عباس کیطرف جھوٹی روایتیں منسوب کرتا ہے اور عکرمہ غلام تھا ابن عباس کا بجز بد ذاتی کے اُس سے اور کیا حاصل ہوا اور دوسری روایت جو ابن عباس کیطرف منسوب کرتے ہیں وہ بھی اُس غلام کی وضع کی ہوئی ہے لیکن تعجب ہے علماء اہل سنت سے کہ عایشہ اور ام سلمہ اور زینب ازواج رسولخدا اور انس اور زید ابن ارقم اور ابو سعید خدری وغیرہ کہ اصحاب آنحضرت سے ہیں اُنکی روایتوں سے چشم پوشی کرکے ایک غلام دشمن اہل بیت کے روایت پر عمل کرتے ہیں ان لوگوں کا دستور ہے کہ اگر ایک شخص معتبر اہل بیت کی فضیلت کو بیان کرے اور دوسرا اُسکے مقابلہ میں کہ نہایت غیر معتبر ہو اور اہل بیت سے عداوت بھی رکھتا ہو تو اُس غیر معتبر کی ضعیف روایت پر عمل ہوگا اور اُس معتبر کی روایت کا اعتبار نکرینگے اور ایک اور وجہ ازواج کی اہل بیت میں نہونیکی یہ ہے کہ مراد رجس سے اس آیت میں ناپاکی ظاہری ہے مثل گوہ اور پیشاب اور خون وغیرہ کی اور یا ناپاکی باطنی گناہونکی ہے اور ناپاکی ظاہری تو ہو نہیں سکتی اسواسطے کہ ازواج حضرت کچھ گوہ اور بیوت میں آلودہ نتھیں کہ خدا تعالیٰ اُنکو پاک کرتا پس مراد رجس سے ناپاکی باطنی ہے کہ وہ معاصی صغیرہ اور کبیرہ ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں یہی لکھا ہے چنانچہ بیضاوی اور تفسیر ابو السعود اور جنین وغیرہ میں لکھا ہے کہ مراد رجس سے معاصی ہیں اور تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے کہ یہاں استعارہ کیا ہے واسطے گناہوں کے ناپاکی کو اور واسطے تقوی کے تطہیر کو اور مجمل جو لغت کی کتاب ہے اُس میں لکھا ہے کہ تطہیر کے معنے پاک کرنا ہے ہر گناہ سے اور پاک ہونا گناہوں سے دلالت کرتا ہے معصوم ہونے پر اور ازواج رسولخدا صلعم کے معصوم ہونیکا مسلمانوں کے فرقوں میں سے کوئی بھی اقرار نہیں کرتا ہے اور کیونکر معصوم ہوں وہ عورتیں جو باغی ہوئی ہوں اور خروج کیا ہو انہوں نے امام زمانہ پر اور عداوت کی ہو اُس سے اور افشای راز رسولخدا صلعم کیا ہو کہ جسکے سبب سے سیاہ ہوگئی ہوں دل اُنکے پس ازواج حضرت کسی طرح سے مراد نہیں ہو سکتیں اس آیت سے اور نہیں ہیں وہ مگر اہل عبا اور اعمش جو راوی اہل سنت کا ہے بیان کرتا ہے کہ جسوقت عایشہ وقرن فی بیوتکن کو پڑھتی تھی تو اسقدر روتی تھی کہ اُسکا مقنعہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا اور کیونکر نہ روتے کہ اُس سے عمل نکیا گیا آیۂ وقرن فی بیوتکن پر اور حضرت علی سے جنگ کرنے گئی اونٹ پر سوار ہوکر اور ہزاروں آدمیونکو قتل کروایا اور حضرت سودہ زوجہ رسولخدا سے لوگوں نے کہا کہ تم حج کو کیوں نہیں جاتے ہو فرمایا کہ ایک رجو مجھ پر واجب تھا میں اُسکو بجا لائی اور بعد اسکے حج اور عمرہ میرا یہ ہے کہ بموجب حکم وقرن فی بیوتکن کے گھر سے نہ نکلوں یہانتک کہ مر جاؤں اور ایسا ہی ہوا پس جسوقت کہ اُن سے ایسے گناہ سخت صادر ہوں کہ جنکو یاد کرکے تمام عمر رویا کریں وہ کیونکر آیۂ تطہیر کے لائق ہوں اور یہ شیخ نجدی رجس کے معنے گندی بات لکھتا ہے اور اگر حضرت علی سے لڑنا گندی بات نہیں ہے تو پھر وہ قرن فی بیوتکن کو یاد کرکے کیوں روتے تھے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ گندی باتوں سے مراد فحش یا بدکاری ہو اسواسطے کہ ازواج آنحضرت سے بہت بعید ہے کہ ایسے افعال عمل میں لائیں تاکہ خدا اُنکو اُس سے پاک کرے اور یہ جو بعضے کہتے ہیں کہ آل عبا تو پاک تھی پاکونکو خدا کیا پاک کریگا سو تطہیر کے معنے وہ نہیں سمجھے ہیں اسواسطے کہ معنے اُسکے یہاں یہ ہیں کہ طہارت پر ثابت رکھے تمکو خدا جیسکہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں ہے کہ ثابت رکھ تو ہمکو راہ راست پر اور طہارت نجاست سے بھی ہوتی ہے اور معاصی سے بھی ہوتی ہے ایک معنی ہر جگہ مراد نہیں ہو سکتے اُس مقام کو دیکھنا چاہیے کہ وہاں کونسے معنی مناسب ہے اور بیت سے ازواج کا بیت مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ پہلی اور پچھلی آیتوں میں مونث کے ضمیر ہے جمع کا لفظ اگر ازواج کے گھر کے واسطے ہوتا تو جمع کا لفظ یہاں ہی ہوتا کہ مطابق ہوتا پہلی اور پچھلی آیتونکی پس بیت سے مراد بیت نبوت ہے نہ بیت گل و چوب اور یہ جو کہتے ہیں کہ آیۂ تطہیر تو ازواج کی شان میں ہے اور علی اور فاطمہ اور حسنین کو رسولخدا صلعم نے اپنی دعا سے اُس وعدہ میں داخل کیا ہے اور اس شیخ کا بھی یہی مقولہ ہے سو یہ قول نہایت پوچ ہے اسواسطے کہ دعا سے حضرت کے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہے دعا تو حضرت کی یہ ہے هٰؤُلَاءِ اَهْلِیْ یعنی یہ ہیں اہل بیت میری نہ اور کوئی اُنکے واسطے جو تو نے وعدہ کیا ہے وفا کر اور یہ دعا میں کہاں ہے کہ تو اُنکو بھی اہل بیت میں داخل کر اور صاحب قول مستحسن کہ وہ سنی ہے وہ بھی صاحب تحفہ پر اس قول کے لکھنے میں اعتراض کرتا ہے اور دعا حضرت کی تو نجاست کے دور کرنے میں ہے نہ واسطے داخل کرنے اُن چاروں بزرگواروں کے اہل بیت میں اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم نے علی اور فاطمہ اور حسنین کو اپنی عبا میں لیا اور بعد اُسکے کہا اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ یعنی خدا چاہتا ہے کہ لیجائے تمسے ناپاکی کو اے اہل بیت اس سے یہ معلوم ہوا کہ اہل بیت جو کلام اللہ میں مذکور ہیں وہ یہی چاروں اشخاص ہیں اور کوئی اسواسطے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا چاہتا ہے کہ تمسے نجاست کو لیجائے اور غیر کا انکے ذکر نہیں کیا دیکھو آیت میں اہل بیت سے مراد آل عبا ہی تو حضرت نے اُنکو چادر میں لیکر فرمایا کہ تمسے خدا نجاست کا لیجانا چاہتا ہے اور اگر ازواج مراد ہوتیں تو اُنکو بھی چادر میں لیکر ایسا ہی فرماتا اور یہ دعا میں کہاں ہے کہ تو انکو اہل بیت میں داخل کر اور یا حضرت کی دعا یہ ہے کہ هٰؤُلَاءِ اَهْلِیْ یعنی یہی اہل بیت میری ہیں اور بعضی روایت کتب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے دعا کی تھی اپنی عبا میں آنحضرت کو لیکر کہ خداوندا یہ اہل بیت میری ہیں انکو پاک کر بعد اسکے حضرت کی دعا کے مطابق آیۂ تطہیر انکی حق میں نازل ہوئی اور ازواج کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے لیکن بعد اسکے جو صاحب بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ دعا حضرت کی اس امر کا تقاضا نہیں کرتی ہے کہ سوائے انکے کوئی اور اہل بیت میں سے نہ ہو یہ تعصب کی راہ سے کہدیا ہے اسواسطے کہ اگر کوئی اور بھی اہل بیت میں سے ہوتا تو اسکو بھی ان میں شامل کرکے اسی طرح کہتے اور ام سلمہ کو جو حضرت نے چادر میں داخل نہیں کیا اسواسطے کہ وہ اہل بیت میں سے نہ تھی نہ اسواسطے کہ وہ اہل بیت میں سے نہ تھے لیکن اگر چادر میں داخل کرتے تو تحصیل حاصل کی لازم آتی اسواسطے کہ یہ تو اسوقت لازم آتا کہ جسوقت اس طرح سے دعا کرتے کہ الٰہی تو انکو بھی اہل بیت میں داخل کر اور بعضی روایت میں جو آیا ہے کہ حضرت نے ام سلمہ کو فرمایا کہ الگ ہو جاؤ اور چادر کو کھینچ لیا انکے ہاتھ میں سے تو ایسا کیوں کرتے بلکہ صاف صاف فرماتے کہ تم اہل بیت میں داخل ہو اور تمہارے ہی حق میں آیت نازل ہوئی ہے - تمہاری احتیاج چادر میں داخل ہونیکی نہیں ہے، اور چادر کو انکے ہاتھ سے کیوں کھینچتے وانت علیٰ خیر کیوں فرماتے پس آل عبا کا اہل بیت میں ہونا اور ازواج انحضرت کا اہل بیت میں نہ ہونا اور معصوم ہونا آل عبا کا ثابت ہوا اور باطل ہوا دعوی اس شیخ کا اور مثال جو ایک بادشاہ اور وزیر کے بے محل لایا ہے وہ بھی باطل ہوئی اسواسطے کہ ان حضرت صلعم نے یہ دعا ہی نہیں کی کہ ان چاروں کو تو اہل بیت میں داخل کر بلکہ حضرت نے تو دعا میں یوں کہا ہے کہ یہ اہل بیت میرے ہیں یعنی جن سے تو نے وعدہ کیا ہے بلفظ اہل بیت وہ یہ ہیں اور کوئی اور خدا تو جانتا تھا لیکن لوگوں کو بھی اس دعا سے معلوم ہو جائے کہ اہل بیت میں اور دعا کے حضرت نے نجاست سے پاک کرنیکی اور بلفظ اہل بیت ایسا عام بھی نہیں ہے کہ اہل عبا اور ازواج کو سب کو شامل ہو اور نہ ازواج کی شان میں نازل ہوا ہے جیسے کہ پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں بلکہ خاص آل عبا کے حق میں آیت نازل ہوئی ہے اہل سنت کے علماء کا دستور ہے کہ اہل بیت کے فضائل کی روایتوں کو ضعیف یا موضوع کہدیتے ہیں اور یا ایسی تاویل کرتے ہیں کہ وہ فضیلت سے گر جائیں اسواسطے کہ ایسا نہو کہ فضیلت انکی ثلثہ کی فضیلت پر بڑھ جاوے اور انکا اجماع جو بالدلیل اس امر پر ہے کہ افضل الناس بعد رسول خدا صلعم شیخین ہیں اسمیں شکست لازم آئی اور دنبی والی کی جو مثال دی ہے تو دنبی کے تو گھوڑی اور گدھے اور بیل وغیرہ کو بھی دلی والا کہتے ہیں اگر اہل بیت ایسے ہی ہیں تو چاہئے کہ حضرت کے غلام اور لونڈی اور بلی اور چوہے جو کہ گھر میں ہیں اور حضرت کے گھوڑے اور گدھے اور اونٹ سب یہ فضیلت شامل ہو تخصیص ازواج اور آل عبا کے نر ہی لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب عام اپنی عموم پر باقی رہے اور جسوقت کہ خود حضرت صلعم نے اسکی تخصیص کر دی ہو تو پھر عام کہاں باقی رہا اور قاعدہ اصول فقہ کا ہے کہ نہیں ہے کوئی عام مگر یہ کہ خاص کیا گیا ہے جیسے کہ آیت معرت قربی میں قربی کا لفظ سب رشتہ داروں کو شامل ہے اور رشتہ دار حضرت کے کثرت سے تھے لیکن علی اور فاطمہ اور حسنین ہی کے واسطے تخصیص ہوئی چنانچہ تفاسیر فریقین میں لکھا ہے اور کلام اللہ اور حدیث سے دونوں سے یہی ثابت ہوا ہے کہ اہل بیت سے مراد آل عبا ہیں ازواج حضرت کے اور نہ اور کوئی اور تو نے اسقدر طول دیا اور کہیں بھی ثابت نہ کیا کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہیں صرف اتنا ہی کہا ہے کہ حضرت کے گھر کے اہل خانہ انکی بیبیاں ہیں وہ ہی اہل بیت ہوں گے اور اسکی تفسیر براہ ارشاد رسول خدا اور قول علماء پر نظر نہ کی اور شیعہ وہ ہی کہتے ہیں کہ جو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ اہل بیت آل عبا میں کوئی دوسرا اور زوج کسی طرح سے اہل بیت میں داخل نہیں ہیں چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں اور اصلی ہونا تو امر ثانی ہے اور اہانت ہونیکو لازم نہیں ہے کہ کوئی اہانت خلاف شرع اُن سے صادر نہو اور شیعہ سب ازواج حضرت کو برا نہیں کہتے ہیں بلکہ اسکو کہتے ہیں کہ جس نے حکم خدا اور پیغمبر پر عمل نکیا اور حضرت کو رنج پہنچایا اور جناب رسالت مآب صلعم علیہ السلام سے عداوت کی چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے اور انکے امہات مومنین ہونیسے شیعوں کو انکار نہیں ہے اور شیعہ بیشک انکو اپنی امیں جانتے ہیں لیکن مادر نامہربان سے اہل بیت سے نکالتے ہیں ہم بخوبی جواب دے آئے ہیں دیکھیں انصاف کر تعصب دور کرکے **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ ازواج مطہرات کے اعتقاد کا اور محبت کا اہل مذہب میں حال ہی باقی رہی اولاد انکا حال بھی سنیئے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی اولاد کے حضرات شیعہ دشمن جانی ہیں اور برا کہتے ہیں منجملہ انکے حضرت زید شہید فرزند حضرت امام محمد باقر اور امام زین العابدین جو عالم اور متقی اور متورع تھے اور مروانیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور انکے بیٹے یحیی بن زید ہیں جو بزعم اثنا عشریہ مرتد ہوئے اور ایسے ہی ابراہیم بن موسی کاظم اور جعفر بن امام موسی کاظم جنکا لقب شیعوں نے کذاب رکھ چھوڑا ہے حالانکہ وہ اولیاء اللہ کبار میں سے ہیں اور بایزید بسطامی انہیں کے مذہب میں اور جعفر بن علی برادر امام حسن عسکری کہ شیعوں کے عرف میں انکا بھی لقب کذاب ہے اور حسن بن حسن مثنی اور انکے فرزند عبداللہ بن حسن اور انکے فرزند محمد نام کو جو ملقب بنفس زکیہ ہے کافر اور مرتد سمجھتے ہیں اور ابراہیم بن عبداللہ کو اور زکریا بن محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحیی بن عمر کو بھی جو حضرت زید شہید کے پوتوں میں سے تھے کافر اور مرتد جانتے ہیں اور جماعت کی جماعت سادات حسنیہ اور حسینیہ جو حضرت زید شہید کی امامت کی اور بزرگی کے قائل ہیں گمراہ اور اہل ضلالت میں سے سمجھتے ہیں حالانکہ کتب انساب اور کتب تواریخ سادات اسبات پر شاہد ہیں کہ اکثر سادات حسنی اور حسینی حضرت زید کی امامت کے اور فضیلت کے معتقد تھے حاصل یہ کہ اکثر اثنا عشریہ ان بزرگوار کو سخت کافر اور مرتد سمجھتے ہیں اور بزعم خود یوں کہتے ہیں کہ یہ سب جگر گوشہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور لخت جگر بتول ہمیشہ ہمیشہ بدالآباد تک جہنم میں ہیں گے اور اسکی وجہ یہی ظاہر ہے کیونکہ انکی نزدیک دوازدہ امام میں سے کسی امام کے امامت کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کسی نبی کی نبوت کا منکر اور سب جانتے ہیں کہ کافر ابدالآباد تک جہنم میں رہیگے الغرض قول اکثر اثنا عشریہ کا یہی ہے اور یہی انکی قواعد پر منطبق ہے کہ یہ بزرگوار مذکور کافر ہیں اور انکے لئے کبھی نجات نہوگی اگرچہ بعضی اسبات کے قائل ہیں کہ یہ گروہ مثل عباس عم

بزرگوار سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم اعراف میں رہیں گے اور بعضی کہتے ہیں کہ بعد عذاب شدید کے اپنے اباو اجداد کی شفاعت سے نجات پائیں گے لیکن ظاہر ہی کہ یہ دونوں قول پوچ ہیں کیونکہ جب منکر امامت کافر ہوا تو شفاعت کے ہونے اور اعراف میں رہنے کے کیا معنے شفاعت بالاجماع کافروں کے حق میں نہ کوئی کر سکے اور نہ مقبول ہو اور اعراف میں کافروں کا جانا خلاف قرآن ہی اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ یعنی مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئے اور کفر ہی پر مرے اُنپر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہی ہمیشہ اُس میں رہیں گے نہ اُن سے عذاب کم کیا جائے گا نہ اُنکو مہلت ملیگی **اقول** یہ شیخ جو کچھ لکھتا ہے بے سند اور جھوٹ لکھتا ہی اور مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے تحفہ میں سے ان دروغوں کو نقل کر کے لکھدیا ہی لیکن یہ نہ تحقیق کیا کہ شاہ صاحب نے راست لکھا ہے یا دروغ لکھا ہی اور تمام بے سند لکھا ہی بے حوالہ کتاب اسکا کیا اعتبار ہے اور ازواج مطہرات جناب سرور کائنات کا حال تو ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں اور باقی رہی اولاد فاطمہ زہرا علیہم السلام ہم اُنکو بھی بہتر جانتے ہیں اور اُن سے محبت رکھتے ہیں مگر بعضے آدمی سادات میں سے جو کہ سلاطین کے آگے ائمہ معصومین علیہم السلام کی جگلی کہلاتے تھے اور باعث اُنکے قید اور قتل کا ہوتے تھے ہم اُنکو اچھے نہیں جانتے اور کیونکر اچھا جانیں ایسی شخصوں کو کہ جو مثل یزید کے درپے آزار اور قتل ائمہ ہدا کے ہوں یزید اور شمر اور عمر سعد میں اور اُن میں کیا فرق ہی اور ہزاروں آدمی سادات کے جو کہ شیعہ ہیں کسیکو قتل نہیں کرتے ہیں مگر ثلثہ کے حق میں دعاے بد کرنے سے تم اُنکو کافر اور بدعتی جانتے ہو تم بھی کل اولاد رسول مقبول کو اچھا نہیں جانتے اور ماسوا اسکے تمہارے پیروں اور مرشدوں نے ہزاروں سادات کو قتل کروا ڈالا اور دیواروں میں چنوا دیا اور اب تک تمہارا یہی حال ہی اگر تمہارا اختیار ہو تو اُنکے قتل کرنے میں ہرگز دریغ نکرو تمہارے اور تمہارے بزرگوں اور پرکھوں کے خوف سے تقیہ میں بسر کرتے چلے آئے ہیں تم نے سادات کے ایذا رسانی میں کونسی چیز اُٹھا رکھی ہی برا کہنا تو درکنار رہا اور علماء امامیہ نے ایسے آدمیوں کا سادات میں سے تخطیہ اپنی کتابوں میں لکھا ہی کہ جو ائمہ ہدی کو قید اور قتل کرواتے تھے سلاطین اہل سنت کے ہاتھوں سے جیسے کہ زید بن الحسن کہ عبدالملک بن مروان کے روبرو جگلی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی کہا کر باعث اُنکی شہادت کا ہوا اور مانند علی بن اسمعیل بن جعفر کے کہ ہارون رشید کے روبرو امام موسی کاظم علیہ السلام کیطرف سے جھوٹی باتیں اور بے اصل بیان کر کے اُنکو مدینہ سے طلب کروایا اور دارالخلافہ میں قید کروایا اور ہارون رشید پلید سے کہا کہ ہمنے ایک عصر میں دو بادشاہ نہ دیکھے تھے اور اب تو یہاں دو شاہ ہیں اور موسی کاظم مدینہ میں دو شاہ ہیں اور اطراف سے لوگ خراج اُسکے واسطے لاتے ہیں ایک خزانہ اُس نے ہم بھیجا ہی اور ہتھیار جمع کرتا ہی یہ افترا ہارون رشید نے سنا تو اُنکو مدینہ سے دارالخلافہ میں طلب کر کے قید کیا اور آخر کو زہر دلوا کر اُنکو شہید کیا اور مثل جعفر بن علی ہادی کہ باوجود ارتکاب فسق و فجور و کلای ناجیہ مقدمہ جگلی خلیفہ عصر کے روبرو کہا تھا اور دعوی جھوٹا امامت کا کرتا تھا جعفر کذاب لقب اُسکا ہو گیا اور اس طرح کی شخصوں کو برا جاننے میں کچھ قباحت بھی نہیں ہے اہل سنت کی کتب جرح اور تعدیل میں اس قسم کے اُمور بہت ہیں کہ اکثر سادات صحیح النسب کے تکذیب اور تفسیق کرتے ہیں اہل سنت کی کتب رجال کو دیکھنا چاہئے کہ اس امر کے گواہ ہیں اور موافق قاعدہ کلیہ اہل سنت کے کہ سب الشیخین کفر و سب الختنین فسق بہتیروں کو سادات صحیح النسب میں سے جو کہ جناب رسولخدا صلعم سے قرابت قریبہ کہتے ہیں اور عترت میں حضرت کے داخل ہیں اہل سنت اُنکو کافر اور واجب القتل و التعذیر جانتے ہیں اب کہو کہ تم میں اور شیعوں میں سادات کے مقدمہ میں کیا فرق باقی رہا جیسے تم اکثر سادات کو بد جانتے ہو ایسی ہی وہ بھی بعضے سادات کو بد جانتے ہیں اور یہہ جو کہتا ہے بے سند کہ شیعہ حضرت زید شہید فرزند ارجمند امام ہمام امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کو اور اُنکے بیٹے یحیی بن زید کو دشمن رکھتے ہیں اور اُنکو بد جانتے ہیں یہ قول اسکا بالکل دروغ ہی اور افترا ہی شیعہ نیروہ ہرگز اُنکو ایسا نہیں جانتے بلکہ شیعہ تو اُن سے دوستی رکھتے ہیں اور اُنکو بہت نیک اور صالح اور متقی جانتے ہیں چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں حضرت زید کو لکھتے ہیں کہ کان زید بن علی بن الحسین عین اخوتہ بعد ابی جعفر و افضلہم و کان ورعا عابدا فقیہا شجاعا ماحاصل یہ ہے کہ زید بن علی بن حسین بعد حضرت امام ابوجعفر محمد باقر ع کے سب بھائیوں میں زیادہ بزرگ تھے اور عابد و پرہیزگار اور فقیہ و شجاع تھے اور اخوند ملا محمد تقی علیہ الرحمۃ رجال روضۃ المتقین میں لکھتے ہیں کہ زید بن علی بن حسین بعد حضرت امام ابوجعفر محمد باقر ع کے سب بھائیوں میں زیادہ بزرگ تھے اور عابد و پرہیزگار اور فقیہ و شجاع تھے اور اخوند ملا محمد تقی علیہ الرحمۃ رجال روضۃ المتقین میں لکھتے ہیں کہ روایت کی ہی مصنف نے اور غیر اُن کے نے کہ دلالت کرتی ہی وہ اُنکے مرتبہ کی بزرگی پر اور ظاہر ہوتا ہی اُس سے یہ امر کہ وہ اپنے واسطے دعوی امامت کا نہیں کرتا تھا بلکہ پسندیدہ آل محمد صلعم کے واسطے کرتا تھا کہ وہ حضرت امام جعفر صادق ع ہیں اور بعد اسکے لکھتے ہیں کہ تھا زیادہ بزرگ اپنے بھائیوں میں اور تھا پرہیزگار اور عابد اور فقیہ اور شجاع اور تلوار لیکر خروج کیا حکم کرتا تھا نہی کا امر منع کرتا تھا بدی سے اور انتقام لیتا تھا خون امام حسین ع کا اور حضرت صادق اُنکے خروج سے راضی تھے اور عدم رضا اُنکی تقیۃً ظاہر کرتے تھے اور ایسے ہی یحیی بن زید بن علی تھے کہ صالح اور متقی تھے اور دشمنی اُنکی شیعوں کی طرف منسوب کرنی دروغ اور باطل ہی اور تکذیب کرتی ہی اسکی عبارت دیباجہ صحیفہ کاملہ کی اور علماء رجال نے اُنکو حضرت صادق ع کے اصحاب میں سے لکھا ہی اور حضرت ابراہیم بن موسی کاظم کی بھی عداوت کو طرف شیعوں کے منسوب کرنا باطل ہی بلکہ شیعہ اُنکو بزرگ اور نیک جانتے ہیں چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام بڑے بزرگ اور کریم تھے اور جعفر بن موسی کو شیعہ ہرگز کاذب نہیں جانتے یہ لقب اُنکا شیعوں کی طرف منسوب کرنا افترائے محض ہی کتب امامیہ بلکہ کتب انساب میں اسکا کچھ ذکر نہیں ہی اور جعفر برادر امام حسن عسکری کو لقب کذاب ہونیکی وجہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ باوجود ارتکاب فسق و فجور کے وہ دعوی جھوٹا امامت کا اپنے واسطے

کرتا تھا اور عدلوت حسن بن حسن مثنی کی منسوب کرنی طرف شیعوں کے بھی اس شیخ کے دروغ میں سے ہی اسواسطے کہ شیعوں نے انکو اصحاب صادق علیہ السلام میں سے شمار کیا ہی چنانچہ فاضل استرآبادی اپنی کتب رجال میں لکھتے ہیں اور منسوب کرنا تکفیر اور ارتداد عبداللہ بن حسن اور محمد بن عبداللہ کا جو کہ ملقب بنفس زکیہ ہی طرف مامیکے باطل ہی اور ابراہیم بن عبداللہ اور زکریا بن محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن قاسم بن الحسن اور یحیی بن عمر کہ جو حضرت زید شہید کے پوتوں میں سے تھے ایسے نحوہر گز کافر اور مرتد نہیں جانتے انکے ارتداد کو شیعوں کی طرف منسوب کرنا افترائے محض ہی اسواسطے کہ کتب جرح اور تعدیل امامیہ میں انکا ذکر ہی نہیں چہ جائکہ جرح کرنا انکا اور محض پن حسن کا تو وجود ہی نہیں ہی معلوم نہیں کہ یہ کہانسے لکھا ہی اور بزرگی اور فضیلت زید شہید کی سب امامیہ معتقد ہیں لیکن امام انکو نہیں جانتے اور دعوی جو امامت کا وہ کرتے تھے اپنے واسطے نہیں کرتے تھے بلکہ واسطے برگزیدہ اور پسندیدہ آل محمد کے واسطے کرتے تھے جیسا کہ اوپر گزرا ہی اور بعضی روایت میں جو انکو اچھا نہیں لکھا ہی وہ روایت محمول بر تقیہ ہے کہ خلیفہ وقت سے تقیہ اسوقت تھا جس نے کہ انکو قتل کروا کے سولی دلوایا تھا اور اگر حضرت زید کی امامت اور بزرگی کے اعتقاد کرنیوالے سادات کو کوئی شیعوں میں سے کافر اور مرتد جانتا ہی تو اہل سنت ابوبکر کی خلافت اور فضیلت کے اعتقاد کرنیوالے سادات کو مرتد جانتے ہیں تمنی کونسی بزرگی ہی کہ قائم رکھتی ہی یہانتک کہ صادق حلوای مخشی قال اقول رسالہ منطوق کا لکھتا ہی کہ صاحب قال اقول نے جو آل رسول پر دیباچہ میں اپنے رسالہ کی درود نہیں لکھا ہی تو وجہ اسکی یہ ہی کہ آل رسول کی نوبت رفض میں یہانتک پہنچی ہی کہ وہ کافر ہو گئے ہیں اور حضرت زید کی امامت کی کوئی وجہ بھی ہو کہ جو بالاستقلال انکی امامت کا اعتقاد کیا جائے اور امام تو انکو اہل سنت بھی نہیں جانتے ہیں اور وہ جو بارہ خلیفہ ہیں اہل سنت کے نزدیک جنکی خبر جناب رسولخدا صلعم نے دی تھی وہ یہ ہیں ابوبکر عمر عثمان علی معاویہ یزید عبدالملک اور چاروں بیٹے عبدالملک کے اور عمر ابن العزیز اور حضرت زید انمیں بھی داخل نہیں ہیں انکو کیونکر امام لہا جائے اور جیسے کہ بعضے سادات کو شیعہ جہنمی جانتے ہیں ایسے ہی اہلسنت بھی بعضوں کو جہنمی جانتے ہیں ان لوگونکو کہ جگر گوشگان رسولخدا ہیں اگر بعضے سادات حسنی اور حسینی حضرت زید کی امامت کے معتقد ہیں تو اس سے کیا ہوتا ہی ابوبکر اور عمر اور عثمان کے امامت کے بھی تو بعضے سادات معتقد ہیں جیسا کہ ہم انکو جانتے ہیں ایسے ہی انکو جانتے ہیں اور اولاد رسول ہونیکو یہ لازم نہیں ہے کہ اسکی صحت ایمان میں کسطرح کا فرق آئے لیکن ہماری کسی کتاب میں نہیں ہے کہ انمیں سے کسی نے توبہ نہیں کی ہو اور ابدالآباد جہنم میں رہیگا جیسا کہ شیعوں کے نزدیک منکر امامت امام منکر نبوت ہے ایسے ہی اہل سنت کے نزدیک منکر خلافت ابوبکر ہی اور اگر کسی نے درصورت فرض تسلیم ان لوگونکو کافر کہا ہے تو کافر مشرک اور کافر متاول میں فرق ہی اور کافر مشرک کے ابدالآباد جہنم میں رہنے کے حکم سے اور نہ قبول ہونے شفاعت سے اسکے حق میں لازم نہیں آتا ہی کہ کافر متاول کے ہمیشہ دوزخ میں رہنیکا اور اسکے حق میں شفاعت کے قبول نہونیکا بھی حکم ہو اور کافر مشرک انکو کوئی شیعہ نہیں کہتا ہی ہو سکتا ہی کہ شفاعت سے یا بعد عذاب کے نجات پائیں حدیث میں وارد ہوا ہی کہ جو کوئی ایک نماز کو عمداً ترک کریگا وہ کافر ہی چنانچہ فرمایا ہی حضرت صلعم نے کہ من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر ایسے کافر کو کوئی بھی مسلمانوں میں سے نہیں کہتا ہی کہ ابدالآباد دوزخ میں رہیگا اور حضرت عباس کے اعراف میں رہنے کو یہ شیخ اور نہ اسکی بڑے کوئی سمجھا ہی نہیں ہی چنانچہ ہم پہلے اس سے اپنے جواب میں لکھ آئے ہیں کہ وہ ٹیلے ہیں درمیان جنت اور دوزخ کے قیامت کے روز ان ٹیلوں پر انبیاء اور اوصیاء ہونگے اور اپنے دوستونکو پہچانکر بہشت میں لیجائینگے اور ہماری کتابوں میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام ہونگے اور اہل سنت کے بعضی تفسیروں میں لکھا ہی کہ اعراف پر حضرت عباس اور حمزہ اور حضرت علی اور جعفر طیار ہونگے کہ اپنے دوستوں کو پہچانکر بہشت میں داخل کرینگے اور اگر بعضے آدمی جو کہ قابل دوزخ کے نہیں بسبب بعضی معاصی کے ان ٹیلوں پر ہمیشہ تو نہیں ہے تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے کہ وہاں تکلیف تو نہیں اور کافر متاول کے واسطے ضرور نہیں ہے کہ وہ ابدالآباد دوزخ میں ہو اور اعراف میں جانا ممنوع کافر مشرک کے واسطے ہی اور نہ اسکی شفاعت قبول ہونیکا حکم ہو اور آیت اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ مشرک کی حق میں ہی کہ جو بغیر توبہ کے مر گیا ہی **قال الشیخ الاشعری** الحاصل حضرت شیعہ کے دعوی محبت تو اسقدر اور پھر حضرت رسول اللہ صلعم کی اولاد اور اقربا اور ازواج رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اماموں کی اولاد اور انکے دوستوں کی ساتھ یہ سلوک خاک پڑے اس محبت پر انمیں اور ناصبیوں میں اس بارہ ہی میں فرق ہی فقط اتنا ہی تو ہی کہ شیعہ دوازدہ امام اور انکے بعض اقرباء کی بزرگی کے معتقد ہیں اور ناصبی معتقد نہیں سو اس اعتقاد سے تو انکی بے اعتقادی ہی پہلے اول تو یہ فرقہ محبت پردہ حضرات ائمہ کے ذمے صدہا عیب لگاتے ہیں اور پھر ان کفریات کو ہر کس و ناکس اپنی بکانے کے سامنے گاتی ہیں چنانچہ کچھ کچھ تو اس رسالہ کے دیکھنے والوں کو بھی معلوم ہو گیا ہو گا یہاں ہر چند اسباب کے لکھنے کا موقع ہی لیکن اس رسالہ مختصر کے مناسب نہیں اسلیے بطور نمونہ اغارہ کئے جاتا ہوں حضرت امام الائمہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے احوال کچھ ایسے تراش رکھے ہیں کہ جس سے ہر کوئی یہ سمجھ جائے کہ نعوذ باللہ وہ بڑے ہی غیرت نامرد جھوٹے کذاب تھے کہ اپنی بیٹی کافروں کے حوالہ کردی اور بخوف جان نہ اس مقدمہ میں کچھ چون وچرا کی نہ کسی اور بات میں دم مارا کافروں کے پیچھے ساری عمر نمازیں پڑھیں اور ہمیشہ انسے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہی اور انکی تعریفیں رہا ایسی کریں کہ مومنان باخلاص کی اسکے عشر عشیر کبھی ایک دفعہ بھی جب انکا حال ہی تو اور دنکا کیا ذکر ہے قیاس کن زگلستان من بہار مرا خارجی و ناصبی ہر چند حضرت علی کو برا سمجھتے ہیں پر اتنا نہیں سمجھتے **اقول** یہ شیخ بڑا بیہودہ ہے کہ ایک مضمون کو کئی مرتبہ بار بار لکھکر کتاب کو بڑھاتا ہی تاکہ لوگ جانیں کہ اس نے بہت کچھ لکھا ہی اور جو کچھ کہ اس نے اس قول میں لکھا ہی پہلے اس سے بھی اسکو لکھا ہی اور جواب سکا ہم لکھ آئے ہیں اور انکی بڑوں نے اہل بیت کو اور رسول مقبول کو بعد رسولخدا صلعم کے اسقدر رنج پہنچائے کہ حسوقت آدمی سنتا ہی تو ان آزار پہنچانیوالوں کو بجز لعنت کے یاد نہیں کرتا جگر گوشہ رسول مقبول کا حق غصب کیا اور اسکے گھر کے جلانے کو آ

اور لکڑیاں لیکنے اور اسکا دروازہ آرا یا اور انکے خلیفہ حق نے اسکے فرزند کو زہر دلوایا اور اسکے مرنے کی خبر سنکر تعمیر میں نہیں اور اسکے بیٹے یزید نے جسکو انکا امام غزالی اور ملا علی قاری مومن پاک کہتے ہیں اور بدہ شاہ عبدالعزیز اور شارح ترمذی اسکو خلیفہ حق لکھتے ہیں بھوکا اور پیاسا مع اقارب اسکے کی ذبح کیا اور اسکی حرم کو سر برہنہ در بدر پھرایا اور اسکی اولاد کو انکے اماموں نے جنکو یا امیر المومنین لکھتے ہیں زہر دلوا کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے تا حضرت امام حسن عسکری شہید کروایا اور اکثر سادات کو یہانتک کہ انکے بچوں کو انکے خلفاء اور اماموں نے جا بجا سے تلاش کر کے قتل کر دیا اور دیواروں میں انکو چن دیا اور انکے بڑوں نے ازواج رسولخدا صلعم پر نظر رکھی کسی نے تو کہا کہ اگر پیغمبر خدا مر جائیں تو میں ام سلمہ سے نکاح کروں اور طلحہ نے کہا کہ میں عائشہ سے نکاح کروں اور جناب رسولخدا صلعم کی زوجہ کو صفوان بن حنظلہ سے تہمت زنا کی لگائی اور معاذ اللہ جناب رسولخدا صلعم پر تہمت کی انہوں نے اور ایسی بے غیرتی کی بات حضرت کی طرف منسوب کر کی کہ جو کوئی سنتا ہے وہ توبہ توبہ کرتا ہی کہتے ہیں کہ رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عائشہ کو کاندھی پر چڑھا کر سنڈے مردوں نامحرموں کے ناچ کا تماشا دکھلانے کو لیگئے الحاصل اہل سنت کے دعوی محبت تو اسقدر اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کی اولاد اور ازواج رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اماموں کی اولاد اور انکی اولاد کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک خاک پڑے اس محبت پر انمیں اور ناصبیوں میں کچھ فرق نہیں ہے آتا ہی تو یہ ہے کہ یہ بلند سی تو کہتے ہیں کہ ہم رسول اور آل رسول سے دوستی رکھتے ہیں اگر یہ واقع میں دوست ہوں اور نواصب بات سے بھی قرار انکی دشمنی کا نہیں کرتے سو من بانی اقراری تو انکی بے اقراری ہی بلکہ کیونکر اول تو انہوں نے ثلاثہ سے اور عائشہ سے حد سے زیادہ محبت اختیار کی اور اس محبت عائشہ میں جناب رسولخدا کے ذمہ عیب لگایا کہ وہ اپنی زوجہ کو کاندھی پر چڑھا کر حبشیوں کا ناچ دکھلانے کو لیگئے اور اپنی بغل میں لیکر اسکو ناچ دکھلایا اور پھر یہ لوگ ان کفریات کو ہر کس و ناکس اپنے بہکانے کے سامنے گاتے ہیں یہانتک کہ ایک ہندو نے بھی اپنے رسالہ میں لکھکر مسلمانوں پر طعن کیا ہی ہر چند اسبات کی مفصل لکھنے کا موقع ہی لیکن اس رسالہ مختصر کے مناسب نہیں اسلیئے بطور نمونہ اشارہ کئی جاتا ہوں اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہی ہم سب کا جواب آئے ہیں مکرر لکھنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور ہم سب اولاد حضرت صلعم کو برا نہیں جانتے ہیں بلکہ ان لوگوں کو جو ائمہ ہدی کی جعلی بادشاہوں کے روبرو کھاکر انکو قید اور قتل کراتے تھے اور ازواج حضرت کو بھی برا جانتے تھے مگر اسکو کہ جو حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اور اگر ہم بعض سادات حاسدان اور دشمنان ائمہ ہدی کو اچھا نہیں جانتے ہیں تو اہل سنت تو ہم سے زیادہ کو اچھا نہیں جانتے ان لوگوں کو جو طائفہ سے بیزار ہیں اور ہم نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کے عمر سے قائل ہی نہیں ہیں تا کہ حضرت علی کا نامرد ہونا خیال کیا جائے اور نہ ہم عمر کو کافر جانتے ہیں تو ہی اسکو کافر کہتا ہی اور ثلاثہ کے ہمراہ انکے پیچھے نماز حضرت علی کی اور ہم نوالہ اور ہم پیالہ ان سے رہنا درصورت فرض و تسلیم موافق اس روایت مسلم ہے ہی کہ جو حضرت نے حذیفہ سے فرمایا تھا کہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ میری ہدایت اور سنت پر نہونگے تو انکی متابعت کر اگرچہ پشت تیری زخمی ہو اور مال تیرا لوٹ لیں جائے اور تعریفیں ثلاثہ کی حضرت علی نے اس طرح سے کبھی نہیں کی ہیں کہ جس سے انکی بزرگی دین ثابت ہو بلکہ ہمیشہ مذمت انکی کرتے رہے ہیں چنانچہ اہل سنت کی کتابوں سے اور نہج البلاغت سے ہم لکھ آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** پھر اس محبت نامعقول کو اتنا حد سے بڑھایا کہ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کو بھی گھٹایا چنانچہ مذہب اہل سنت بہ نسبت تمام ائمہ ہدی کے کہے ہی کہ وہ سب تمام انبیاء سے افضل ہیں حالانکہ کلام اللہ اور خود انکی کتابیں اسبات پر گواہ ہیں کہ انبیاء سب سے افضل ہیں کلام اللہ میں برابر انبیاء کی نسبت اصطفا اور اجتبا جو بمعنی چھانٹ لینے کے ہے مستعمل ہی اور ظاہر ہے کہ چھانٹی ہوئی چیز باقی سے افضل ہوتی ہی معہذا کل چار فرقوں کی خداوند کریم تعریف فرماتا ہی انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین سو ہر جگہ انبیاء ہی کو مقدم کیا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی باقی تین فرقوں سے افضل اور رتبے میں مقدم ہیں اور یہ بھی ظاہر ہی کہ ائمہ ہدی نبی تو ہی نہیں پھر ان تینوں فرقوں میں سے جونسے کو شیعہ پسند کریں اختیار ہی ہے بہت اماموں کو صدیق کہیں گے اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہی تبھی انبیاء سے بعد ہی ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ شیعہ کلام اللہ کی کاہیکو سنیں گے اسلیئے مناسب ہے کہ انہیں کی کتابوں سے انکو جھوٹا کیجے اور جتا دیجے کہ یہ جو مثل مشہور ہے درخ گورا حافظہ نباشد اور ایسے ہی یہ مثل کہ حق بر زبان جاری شود دروغ مے پختے ہیں پیشوایان شیعہ نے ہر چند اس روایات کے تراشنے میں جہد بلیغ کیا جس سے اماموں کا انبیاء سے افضل ہونا ثابت ہو جائے لیکن بمقتضاء مثل اول چوک کر بمقتضاء مفہوم مثل ثانی حق بات کہی گئی روی الکلینی عن هشام الاحول عن زید بن علی ان الانبیاء افضل من الائمة وان من قال انی انا فهو ضال یعنی کلینی بواسطہ ہشام احول کے زید بن علی سے روایت کرتا ہی کہ مقرر انبیاء اماموں سے افضل ہیں اور بیشک سوای اسکے جو کہے وہ گمراہ ہی اور ابن بابویہ کتاب الامالی میں بروایت صحیحہ ایک حدیث طویل کے ضمن میں جسمیں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا قصہ مندرج ہی اسطرح روایت فرماتے ہیں عن الصادق عن ابائه علیهم السلام ان الله تعالی قال لسکان الجنة من الملئکة وارواح الرسل ومن فیها انی زوجت احب النساء الی من احب الرجال الی بعد النبیین حضرت صادق اپنے باپ دادوں سے روایت کرتے ہیں کہ مقرر اللہ تعالی نے فرمایا ہی جنت کے رہنے والوں سے یعنی فرشتوں سے اور رسولوں کی ارواح سے اور جو سوا انکے جنت میں تھے انسے خداوند کریم نے فرمایا کہ خبردار ہو کہ میں نے اس عورت کا نکاح جو سب عورتوں سے زیادہ مجھ محبوب ہے اس مرد سے کر دیا ہے کہ جو سب مردوں سے زیادہ مجھ محبوب ہے بعد انبیاء کے فقط غور فرمانے کی جاے ہی یہ روایتیں باوازبلند یہی کہتی ہیں کہ حضرت امیر کا رتبہ بعد انبیاء کے ہی مگر ستم یہ ہی کہ باوجود ان روایات کے بھی ائمہ کو انبیاء سے افضل ہی بتلاتے جاتے ہیں ظاہر اسکا سبب یہ ہے کہ صحابہ کے حسد کی محبت اور نیز اکثر اہل بیت کے حصہ کا اعتقاد فقط انہی چند اشخاص معدودہ کے حق میں صرف کرتے ہیں سو سبب انضمام اور اجماع مجتہد سکنیہ کے محبت دوازدہ امام اپنی حد سے باہر نکل گئی اور فی المثل شیعوں کی وہی مثل ہو گئی جو نصرانیوں کی ہی کہ حضرت عیسے کے ساتھ اسقدر محبت کو بڑھایا کہ انکو خود عیسے

نکالکر معبودیت تک پہنچایا **اقول** تفضیل انبیار کی ائمہ پر یا تفضیل ائمہ کی انبیار پر اختلافی ہی بعضے علما کہتے ہیں کہ انبیار افضل ہیں ائمہ سے اور اکثر علما کہتے ہیں کہ ائمہ افضل ہیں انبیار سے اور یہ اختلاف بسبب اختلاف روایات کے ہی کہ جو ہماری کتابوں میں ائمہ علیہم السلام سے منقول ہیں اکثر روایات تو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ علیہم السلام افضل ہیں انبیار علیہم السلام سے اور بعضی روایتیں دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ انبیار افضل ہیں ائمہ معصومین علیہم السلام سے اور اختلافی مسئلہ محل طعن اور تشنیع نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ حضرت نے فرمایا ہی کہ اختلاف امتی یا اختلاف اصحابی رحمۃ اور اگر اختلاف محل طعن ہو تو اشاعرہ اور ماتریدیہ اور ابوحنیفہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اختلاف آپسمیں رکھتے ہیں چاہئے کہ سب باطل پر ہوں اور یہ شیخ جو امامیہ کو کہتا ہی کہ امامیہ ائمہ کو انبیار سے افضل جانتی ہیں غلط کہتا ہی دیکھو مولوی عبدالعزیز صاحب بھی اس مسئلہ میں اختلاف علمار امامیہ کا اپنے تحفہ میں لکھتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ایشانرا دریں مسئلہ باہم خرفشار بسیار است پس جبوقت کہ اس مسئلہ میں وہ مذہب ہوئے تو تفضیل انبیار کی ائمہ پر تحریر کرنے کی تو کچھ احتیاج نہیں ہے باقی رہا وہ سر مذہب کہ جن میں تفضیل ائمہ کی انبیار علیہم السلام پر ہے اور یہ ناصبی اس مذہب پر طعن کرتا ہی انکی طرف سے جواب دیتا ہوں کہ اول تو روایات ائمہ کی کثرت سے دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ ائمہ معصومین افضل ہیں انبیار سے اور سوائے اسکے آیت مباہلہ کہ وہ قل تعالوا ندع ابنآءنا وابنآءکم ونسآءنا ونسآءکم وانفسنا وانفسکم ہے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ کہہ تو آؤ تم بلائیں ہم بیٹوں اپنوں کو اور بیٹوں تمہارے کو اور عورتوں اپنیوں کو اور عورتوں تمہاریوں کو اور نفسوں اپنوں کو اور نفسوں تمہاروں کو آپسمیں خدا تعالی نے حضرت علی کو نفس رسول فرمایا ہی اور جناب سولخدا صلعم تو سب انبیار سے افضل ہیں تو حضرت علی کہ نفس ان حضرت کے ہیں وہ بھی سب انبیار سے افضل ہونگے چنانچہ تفسیر کبیر میں امام فخرالدین رازی نے قول محمود بن الحسین الحصی کا کہ وہ متکلمین امامیہ میں سے ہی نقل کیا ہی کہ معلوم ہے کہ مراد انفسنا سے نفس پیغمبر نہیں ہے اسواسطے کہ آدمی نفس اپنے کو نہیں بلاتا ہی کہ وہ تو آسکے پاس ہی پس مراد اس سے غیر حضرت کا ہوگا اور وہ سب کے نزدیک علی بن ابیطالب ہیں پس اس آیت سے دلالت کی اس امر پر کہ نفس علی نفس نبی ہے اور مساوات عین ہونا محالات میں سے ہے پس برابر ہونا بجمیع وجوہ مراد ہوگا مگر جس وجہ کو کہ دلیل نے نکالدیا ہی جیسے کہ نبوت کہ یہ علی میں نہ تھی و فضیلت جناب خاتم المرسلین صلعم کی تو سب انبیار پر اجماعی اور ضروریات دین اسلام میں سے ہے فضیلت علی بن ابیطالب کی بھی سب انبیار پر ثابت ہوگی اور ایک وجہ افضلیت ائمہ کی انبیار پر یہ ہی کہ خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہی کہ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ یعنی بے علم علما کے برابر نہیں ہیں اور ائمہ معصومین کو سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے علم پہنچا ہی چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی للہا ہی کہ جناب سولخدا صلعم نے نزدیک وفات کے حضرت علی کے کہ ان میں کچھ کہا کہ وہ لاکھ باب تھے اور ہر باب میں لاکھ مسئلے تھے اور حضرت علی نے فرمایا کرتے تھے جو چاہو مجھ سے پوچھو اور آنحضرت فرمایا کرتے تھے اپنی اہل بیت کے حق میں تم انکو مت سکھاؤ یہ تم سے زیادہ سیکھے ہوئے ہیں اور جناب سولخدا کا علم سب انبیار کے علم سے زیادہ تھا تو امت کا علم بھی انکے علم سے زیادہ ہوگا اور جب علم انکا انبیار کے علم سے زیادہ ہوا تو وہ انبیار سے افضل ہوئے اور اللہ تعالی فرماتا ہی فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ابن غازلی شافعی نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہی کہ رسولخدا صلعم سے پوچھا گیا کہ وہ کلمے کونسے ہیں کہ جنکے واسطے سے توبہ آدم کی قبول ہوئی فرمایا حضرت نے بحق محمد و علی و فاطمہ و الحسن و الحسین پس بسبب برکت اسماء پنجتن کے توبہ حضرت آدم کی قبول ہوئی تو وہ حضرت آدم سے افضل ہونگے و آیت وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ کی تفسیر میں ابن شیرویہ دیلمی نے فردوس میں اور صواعق محرقہ میں دیلمی اور واحدی نے روایت کی ہے کہ علی کی ولایت سے سوال کیا جائیگا اور ثابت ہے فضیلت کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہے ۱۲ آیت فَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا کی تفسیر میں ابن عبدالبر وغیرہ نے روایت کی ہی اور ابونعیم صحت نے بھی ذکر کیا ہی اور آیت قل ما کنت بدعا من الرسل میں بھی مذکور ہی اور مرزا معتمد خان بدخشی نے بھی مفتاح النجا میں عبدالرزاق سے روایت کی ہی کہ شب معراج آنحضرت صلعم کو اور جمیع انبیار کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے محمد صلعم پوچھ تو ان انبیار سے کہ تم کس امر پر مبعوث ہوئے ہو انبیار نے اسکے جواب میں کہا کہ ہم مبعوث ہوئے ہیں شہادت لا الہ الا اللہ پر اور اقرار کرنے نبوت تیری پر اور ولایت علی پر اور جو شخص ایسا ہی کہ اسکی ولایت کے اقرار پر انبیار مبعوث ہوئے ہوں تو بیشک انبیار سے وہ افضل ہوگا خواہ ولایت بمعنی خلافت ہو خواہ بمعنی محبت اور کمال مودۃ القربی میں سید علی ہمدانی نے بھی لکھا ہی اور حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہی کہ جناب سولخدا صلعم نے فرمایا کہ اگر جانتے آدمی کہ کسوقت علی امیرالمومنین نام رکھا گیا ہی تو اسکی فضیلت کا ولی الکار نہ کرتا نام رکھا گیا ہے وہ امیرالمومنین حضرت آدم و حوا کے درمیان روح اور جسد کے تھے اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ وقت اخذ میثاق کے ذریت آدم سے سب نے کہا کہ تو پروردگار ہمارا ہے اور ملائکہ نے بھی یہی کہا تو خدا تعالی نے فرمایا کہ میں پروردگار تمہارا ہوں محمد صلعم نبی تمہارا ہے اور علی امیر تمہارا ہے پس شخص کہ یہ مرتبہ رکھتا ہوگا تو البتہ انبیار سے افضل ہوگا سوائے جناب سرور کائنات کے اور جناب سولخدا صلعم نے حضرت علی کو فرمایا ہی کہ تو بھائی میرا ہی دنیا اور آخرت میں جیسا کہ ترمذی میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے اور صحابہ میں سے ہر ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیا اور علی کو اپنا بھائی مقرر کیا اور مسند احمد حنبل میں بھی ہی اور ابن مغازلی شافعی نے جابر سے روایت کی ہی کہ فرمایا جناب پیغمبر خدا نے کہ دروازہ ہر جنت کے مرقوم ہوا ہے لا الہ محمد رسول اللہ و علی اخو رسول اللہ دو ہزار برس پہلے آسمانوں کے پیدا کرنے سے اور فرمایا حضرت نے علی کو تو مجھ سے ہی اور میں اس سے ہوں چنانچہ ابن مغازلی شافعی نے لکھا ہی اور ترمذی میں بھی موجود ہی اور جناب سولخدا صلعم تو سب انبیار سے افضل ہیں پس حضرت علی کہ دنیا اور آخرت میں حضرت صلعم کے بھائی ہیں وہ بھی افضل ہونگے اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہی کہ فرمایا حضرت نے میں اور علی نور تھے آدم کے چودہ ہزار برس پیدا کرنے سے پہلے اور مناقب مغازلی اور فردوس دیلمی میں بھی اسکی طرف اشارہ ہے اور فرمایا کہ مجھ میں نبوت ہی اور علی میں خلافت اور یہ شرف کسی نبی میں نہیں ہے پس علی افضل ہوئے سب انبیار سے اور سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی میں لکھا ہی کہ معاذ نے عائشہ سے علی کی حال میں کہا

تو کہا کہ وہ خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہی اسمیں مگر کافر اور حضرت علی نے روایت کی ہی کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے اے علی تو خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہے اسمیں مگر کافر اور صاحب فردوس نے بھی روایت کی ہی اور مسند احمد حنبل میں لکھا ہی کہ جابر سے سوال کیا گیا علی کی حال ہی تو کہا کہ وہ خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہی اسمیں مگر منافق اور کتاب مناقب ابن مردویہ میں لکھا ہی اور جابر ہی روایت ہے کہ رسولخدا صلعم نے روبرو مہاجرین و انصار کے فرمایا کہ اے علی اگر کوئی عبادت کرے خدا کی جیسا کہ حق عبادت کا ہی اور پھر شک کرے تیری اور تیری اہل بیت کی افضل الناس ہونمیں تو آتش جہنم میں ہوگا دیکھو یہ روایتیں دلالت کرتی ہیں حضرت علی کی سب انبیا ہی افضل ہونے پر سوا خاتم المرسلین کے کہ علی نائب انجی ہیں اور نائب اپنی منوب سے افضل نہیں ہوسکتا اور اگر دوسرے اوصیا کی منوبوں سی افضل ہو تو مضائقہ بھی نہیں ہے اور محی الدین عربی کہ اولیا اللہ اہل سنت میں سے ہیں فصوص الحکم میں لکھتے ہیں کہ مرتبہ ولایت کا اشرف ہے مرتبہ نبوت سے چنانچہ عبارت فص حکمت نفسیہ فی کلمہ شیثیہ سے ظاہر ہوتا ہے اور حضرت علی سب کے نزدیک خاتم الاولیا ہیں پس افضل ہونگے انبیاء سے اور رسولوی روم اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں ؎ او خیواند است بر روی علی ✦ افتخار ہر نبی و ہر ولی ✦ اور اپنے اولیا کے حال میں تو اہل سنت ایسا کچھ لکھتے ہیں کہ مخلوقات خدا میں سے کسیکو وہ رتبہ حاصل نہیں ہی کہ جو اُنکو تھا چنانچہ فخر الاسلام نے بزدوی میں لکھا ہی رجب بلی کمال کو پہنچتا ہی تو اُسپر ناں اور دختر اور خواہر اور بھانجی اور بھتیجی سب محرمات حلال ہوجاتی ہیں جسکے ساتھ چاہی مجامعت کرے اور نماز اور روزہ وغیرہ کل تکلیفات شرعیہ اُس سے ساقط ہوجاتی ہیں سو یہ مرتبہ تو کسی پیغمبر کو بھی حاصل نہیں ہوا اس جہت سے اولیا اہل سنت سب انبیا سی بہانتک کہ جناب سید المرسلین سے بھی افضل ہوئے کہ یہ مرتبہ تو انکو بھی حاصل نہ تھا اور سنکے بھی بڑھکر سنئے کہ اہل سنت جنکے اولیا ہونے سے اپنا فخر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں اولیا ایسے ہوئے ہیں تو خدا ہی لکھتے ہیں چنانچہ فریدالدین عطار نے تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہی کہ بایزید بسطامی سفر مکہ میں ایک شہر میں پہنچا اور جسوقت اُس شہر سی نکلا تو لوگ اسکے پیچھے پیچھے گئے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ یہ میرے ہمراہ صحبت رکھینگے پس بایزید نے بعد اسکے کہ نماز صبح ادا کی تو اُنکی طرف منہ کرکے کہا کہ اِنّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ یعنی مقرر میں خدا ہوں نہیں ہی کوئی معبود سزاوار پرستش سوا میرے پس عبادت کرو تم میری اور اس حکایت کو مولوی رومی نے اپنی مثنوی میں اور طرح سی لکھا ہی اور بعضے اشعار اُس حکایت کے یہ ہیں ؎ بامریداں آں فقیرِ محتشم ✦ بایزید آمد کنک یزداں منم ✦ گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں ✦ لا الہ الا انا ہاں فاعبدوں ✦ اور بعد اسکے اور اشعار لکھے ہیں اور آخر میں یہ مضمون لکھا ہی کہ جسوقت بایزید شورش میں آیا تو کہا کہ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ یعنی نہیں ہی میرے جبہ کے اندر سوا خدا کے کہ میں ہی خدا ہوں رومی روم اسکا ترجمہ کرتے ہیں کہ اُسنے کہا ؎ نیست اندر جبہ ام غیر از خدا ✦ چند جوئی در زمین و در سما ✦ اور بایزید کہتا تھا سبحانی ما اعظم شانی یعنی پاک ہوں میں کیا بزرگ ہی شان میری اور منصور کہتا تھا انا الحق یعنی میں خدا ہوں اور بعضے اشعار تعریف میں شمس تبریزی کی جو لکھے ہیں وہ یہ ہیں ؎ ✦ بم سرمست شد انگشت بر رق میزند ✦ پردۂ عشاق را از دل بر ونق میزند ✦ انبیاء و اولیا حیران شدہ در حضرتش ✦ یحیی و یعقوب و یوسف چرخ مطلق میزند ✦ عیسی و موسی پیہ باشد پاکران حضرتش ✦ جبرئیل اند قبولش سحر مطلق میزند ✦ جان ابراہیم مجنوں گشت اندر عشق او ✦ تیغ را بر فرق اسمٰعیل اِسحٰق میزند ✦ کیست آنکس کش حنین مردی کند اندر جہاں شمس تبریزی کہ ماہ بدر را شق میزند ✦ ہر کہ نام شمس تبریزی شنید اندر جہاں ✦ روح او مقبول حضرت تند انا الحق میزند ✦ اور فریدالدین عطار نے جوہر ذات میں سوال و جواب بایزید و منصور حلاج کو نظم کیا ہی کہ بعضے اشعار سوال بایزید کے یہ ہیں کہ منصور حلاج کو بایزید زبان کھولکر کہتا ہی ؎ زباں بکشاد و گفت اے ذات مطلق ✦ بر حق میزنی اینجا انا الحق ✦ منم واقف زحالت اندر اینجا ✦ کرمے بینم ترا من ذات یکتا ✦ تو ذاتی و خدائے پاک ہستی ✦ بت صورت بیکرہ در شکستی ✦ اور جواب منصور کے بعض اشعار یہ ہیں ؎ جوابش داد آنکہ صاحب راز ✦ کہ آمد عشق را سوزے بساز ✦ فنا شو تا بقائی ما بیابی ✦ پس آنگہ سوی ما بے خود شتابی ✦ فنا شو تا کنم ایجاد و اصل ✦ ہمہ مقصود تو آرم بجا صل ✦ منم حق آمدہ اللہ مطلق ✦ درون جملہ امم آگاہ مطلق ✦ من آوردم ترا در دار دنیا ✦ منت بشنک برم در دار عقبی ✦ یہ ہیں اکابر اور پیر و مرشد اہل سنت کے کہ جو کلمات کفر و ضلالت اپنی زبانوں سی نکالتے ہیں اور خدا اپنے تئیں کہتے ہیں اور پھر اہل سنت انسے بڑا فخر اپنا بیان کرتے ہیں اور بعضی شیعہ کہ جو ائمہ ہدیٰ کو انبیا پر فضیلت دیتے ہیں تو اہل سنت اُنپر طعن کرتے ہیں لیکن وہ شیعہ ائمہ ہدیٰ کو خدا تو انبیا کا نہیں کہتے ہیں اور اولیا اہل سنت تو اپنے تئیں خدا انبیا علیہم السلام کا اور تمام مخلوقات کا کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کو اپنی چاکروں میں سی کہتے ہیں اور عبداللہ بن سبا جو حضرت علی کو خدا کہتا تھا اُسمیں اور اُنمیں کیا فرق ہی بلکہ وہ تو ایک ہی شخص کو خدا کہتا تھا اور اہل سنت کے مذہب میں تو بہت سے خدا ہیں اہل بیت کی پیروی کو ترک کرنیکا یہ نتیجہ ہے کہ اگر اہل سنت اُنکی طریقہ پر اصول اور فروع میں بعد رسولخدا صلعم کے اُنکو ہی اپنا ہادی قرار دیتے اور اُنکے اقوال پر عمل کرتے تو اس کفریات میں کاہیکو پڑتے اور جب ان قولوں پر کفر کے تشنیع کی جاتی ہی تو کہتے ہیں کہ اُنکے کلام کو کوئی سمجھتا ہی نہیں ہی تم دیا جانو یہ اور زیادہ کفر ہی کہ کلام خدا اور کلام رسولخدا سے بھی بڑھکر اُنکے اقوال ہوئے کہ وہ تو سمجھ میں آئیں اور یہ سمجھ میں نہ آئیں اور اگر باب تاویل ایسا ہی وسیع ہوجائے جاہی کہ قول کفر کا دنیا میں باقی نہ رہی تاویل کرکے درست کردیا جائے اب کوئی اس شیخ سی پوچھے کہ دیکھ تو شیعوں نے ائمہ ہدیٰ کی محبت کو حد سی زیادہ بڑہایا ہی اُنکو انبیا علیہم السلام پر فضیلت دینے سی یا اہل سنت نے اپنے اولیا کی محبت کو کہ باوجود صادر ہونے کلمات کفر کے اُنکو اپنا پیر و مرشد جانتی ہیں اور ائمہ ہدیٰ سی جو محبت ہم رکھتے ہیں اس محبت کو تو ہم قول کہتا ہے اور تو جو کافروں اور گمراہوں کو جو کلمہ کفر اپنی زبان سی نکالتے ہیں اپنا پیر و مرشد جانتا ہی اور میں پہلے اس سے لکھ چکا ہوں کہ یہ مسئلہ شیعوں میں اختلافی ہی اور اختلافی مسئلہ

دا. وگیر نہیں ہوسکتی اور جو دلیل کہ شیعوں میں سے ائمہ ہدیٰ کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیتے ہیں سوائے فضیلت نبوت کے اور فضائل میں فضیلت دیتے ہیں اور فضیلت نبوت کی انکی ہی واسطے مخصوص کہتے ہیں اور اصطفا اور اجتبا کا لفظ قرآن میں سوائے انبیاء کے اوروں کے واسطے بھی آیا ہی کچھ انبیاء ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ آل ابراہیم اور آل عمران کے واسطے بھی آیا ہی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اور خدا تعالیٰ قرآن میں سب انبیاء کو صالحین کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَکُلًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ اس صورت میں چاہیے کہ صدیقین اور شہدا انبیاء سے افضل ہوجائیں اور لفظ انبیاء کا جو صدیقین اور شہدا اور صالحین پر مقدم ہی اس تقدیم کو کوئی فضیلت متاخرین پر لازم نہیں ہے اور اگر یہ تقدیم فی الذکر باعث فضیلت کا ہو تو چاہیے کہ ملائکہ انبیاء سے افضل ہوں سواسطے کہ کلام اللہ کی اکثر آیتوں میں ملائکہ انبیاء سے پہلے مذکور ہوئے ہیں اور مذہب اہل سنت کا یہ ہی کہ انبیاء مرسل ملائکہ سے افضل ہیں اور ہمارے نزدیک تو یہ ہی کہ مراد نبیین سے جناب سولخدا صلعم ہیں اور صدیقین سے مراد حضرت علی ابن ابیطالب ہیں اور شہدا سے مراد حسنین علیہما السلام ہیں اور صالحین سے مراد باقی ائمہ علیہم السلام ہیں اور کلام اللہ تو ایمان شیعوں کا ہی لیکن کلام اللہ میں کوئی ایسی آیت مصرح نہیں ہے کہ جو دلالت کرتی ہو اس امر پر کہ انبیاء افضل ہیں ائمہ ہدیٰ سے بجز نبوت کے اور وہ حدیثیں فضیلت انبیاء کی ائمہ ہدیٰ پر جو لکھی ہیں مخالف ہیں روایات کثیرہ کے جو دلالت کرتی ہیں فضیلت ائمہ ہدیٰ کو انبیاء پر اور ان روایتوں کے اختلاف ہی سے علماء شیعہ میں اختلاف ہے اور جو علماء کہ ائمہ ہدیٰ کو افضل جانتے ہیں انبیاء سے وہ ان دو روایتوں کو تقیہ کی کہتے ہیں اور جو شخص کہ ایک روایت پر عمل کرے اور اسکے مخالف دوسری روایت پر عمل نکرے تو اسکو جھوٹا نہیں کہتے ہیں اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے ایسی روایتیں ہیں کہ ابوحنیفہ کا مذہب انکی موافق نہیں ہے اس صورت میں چاہیے کہ مذہب ابوحنیفہ کا باطل ہوجائے اور ان دو روایتوں پر کیونکر عمل ہو جسوقت کہ ان روایتوں کی مخالفت کثرت سے اور روایتیں موجود ہوں اور بخاری اور مسلم میں متعہ کی حلت کے روایتیں موجود ہیں اور بباعث خاطر عمر کے کہ اس نے متعہ کو حرام کیا تھا جسکی اباحت قرآن اور احادیث سے ثابت تھی تو ان روایات حلت پر عمل نہیں کرتا ہی اور ہم ائمہ معصومین علیہم السلام سے کیونکر محبت نرکھیں کہ محبت انکی قرآن اور احادیث سے ثابت ہے یہ لوگ اس حد سے زیادہ محبت نہیں رکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ انکو خدا کہنے لگیں بخلاف تمہارے ان اولیاء کے کہ جو تمہارے پیر و مرشد ہیں اور تم انسے اپنا فخر کرتے ہو وہ اپنے تئیں خدا کہتے ہیں تم بھی انکی پیروی سے انکو خدا جانتے ہو اور اگر خدا نہ جانو گے تو انکی مخالفت میں ہلاک ہوگے اپنے عقیدہ کی موافق اور جیسے کہ انہوں نے حضرت علی کو معبود اپنا ٹھیرایا ایسے ہی تمہارے پیروں نے اقرار اپنی خدائی کا لیا اور شیعہ تو اپنے اماموں کو بندگان خاص خدائے حقیقی کے اور مخلوق اسکی مانتے ہیں اور جو کوئی انمیں سے اسیکو خدا جانے یا صفت خاص خدائی کی انمیں سے ثابت کرے اسکو کافر سمجھتے ہیں بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا **قال الشیخ الاشعری** چونکہ یہ قصہ یعنی آنکھوں کی مثال کا ہی یعنی جیسے کسی حسین متناسب الاعضاء متناسق الاطراف کی ایک آنکھ بالکل پٹ ہوجائے اور اسکی وہ آنکھ میں آجائے اور اس ایک ہی کی مساحت دونو کی مساحت کے برابر ہوجائے اور چہرہ اس آنکھ میں بھی بجائے سفیدی سیاہی ہی چھا جائے ایسے ہی حضرات شیعہ نے حب اہل بیت اور سب اصحاب میں سے ایک کو لیا اور ایک کو نہ لیا اور جسکو لیا اسکو ایسا بڑھایا کہ دونو لے برابر اس ایک ہی کو کردیا اور جیسے آنکھ میں سفیدی کی جا بھی سیاہی ہی چھا جائے تو انہوں نے بھی تمام اہل بیت میں سے چند اشخاص معدود کو بزرگ سمجھا اور باقیوں کو مردود اور مرتد قرار دیا اور بایں جہہ کہ جسلیے ساتھ شیعہ محبت کرتے ہیں انکی محبت حد سے بڑھی ہوئی ہی یوں سمجھ میں آتا ہی کہ باقیوں کے حصہ کی محبت بھی انہی چند اشخاص معدود کے لیئے ہی تو اس صورت میں جیسے آنکھ مذکور خوبصورت معلوم ہوگی اور تمام چہرہ کو لیے زیبائی ایسے ہی حب اہل بیت اور حب اصحاب جو بمنزلہ دو آنکھوں ایمان کے ہیں انمیں سے اگر ایک جاتا ہے اور دوسرا بڑھ جائے تو دوسرا بھی نازیبا ہوجائیگا اور ایمان احسن کو بھی زیب کردینا اسلئے بالیقین یوں سمجھ میں آتا ہی کہ وہ دوازدہ امام بھی اس محبت سے خوش نہوں بلکہ متنفر ہوں اور اسباب کے خواستگار ہوں کہ انکی محبت اپنی اندازہ پر آجائے تاکہ بری معلوم ہو اور اسکے ساتھ اصحاب سے بھی اعتقاد اور محبت دل میں جمایا جائے تاکہ جیسی ایک آنکھ سے دوسری آنکھ کی زینت اور زینت ہوتی ہی چہرہ پر حسن آتا ہی ایسے ہی حب اصحاب سے حب اہل بیت کو زینت ہو اور دونو ہی ایمان و اسلام کی خوبصورتی ظاہر ہو سو چونکہ اہل سنت رضا اہل بیت میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں **اقول** یہ شیخ پوچ اور واہی بیتا چلا جاتا ہے اور مطلب کی بات تو بہت ہی کم لکھتا ہے اور ایسے واہی امور سے مشتمل رو سیاہ اپنے کیا اپنی اس پوتھی پر ملنے کو سیاہ کرتا ہے اور بار بار آنکھوں کی مثال دیتا ہے اور یہی مثال ہم اہل سنت پر جاری کرسکتے ہیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ کل اصحاب کو شیعہ دوست نہیں رکھتے ہیں یہ غلط لکھتا ہے بلکہ ہم اکثر اصحاب کو دوست رکھتے ہیں اور بعضوں کو اولیاء کمل میں سے جانتے ہیں لیکن چند اشخاص کو انمیں سے اچھا نہیں جانتے جو کہ غاصبان حقوق اہل بیت ہیں اور جنہوں نے وحی خدا کو نہ یاں قرار دیا اور فاطمہ زہرا کا گھر جلانے کو آگ اور لکڑیاں لگائیں اور شیعہ تو برا ہی کہتے ہیں کسیکو شیعوں نے قتل تو نہیں کیا اصحاب میں سے عثمان کیا تیرے نزدیک اصحاب میں سے تھا کہ جسکو طلحہ اور زبیر وغیرہ نے قتل کیا اور اسکو اور جنازہ کو اسکے تین روز تک منزل پر پڑا رہنے دیا اور نماز نہ پڑھی اسکے جنازہ پر اصحاب نے اور عائشہ اور معاویہ نے ہزاروں اصحاب سوا کو قتل کیا اور اوقات تک اصحاب تک کے تو تیرے نزدیک اچھے ہیں اور بروں کے برا کہنے والے تیرے نزدیک بری ہیں اور آنکھوں کی مثال تو کیا لاتا ہی مثال نیک یہ ہی کہ جناب سولخدا صلعم تو مثل آفتاب کے ہیں کہ تمام جہان کو روشن کرتے ہیں اور ائمہ ہدیٰ کہ جنکو دوازدہ امام کہتے ہیں مثل ماہ شب چہاردہم کے ہیں کہ شب تاریک جہالت سے باہر نکالتے ہیں اور جیسے کہ چاند روشنی کو آفتاب سے لیتا ہی ایسے ہی انکا علم جناب سولخدا صلعم سے ہی کہ سینہ بسینہ حضرت سے انکو پہنچا ہی اور

اصحاب مثل کواکب کے ہیں جیسا کہ اہل سنت ایک روایت بیان کرتے ہیں اصحابی کالنجوم لیکن کواکب سعد بھی ہیں اور نحس بھی ہیں ایسے ہی اصحاب حضرت کے ہیں اور جو کہ سعد ہیں مثل سلمان و ابوذر و مقداد اور عمار اور حذیفہ وغیرہ کے بیشک ہم انسے محبت رکھتے ہیں اور جو کہ نحس ہیں مثل ابوبکر اور عمر اور عثمان اور ابوعبیدہ اور طلحہ و زبیر وغیرہ کے لاریب ہم انسے محبت نہیں رکھتے اور کیونکر محبت رکھیں کہ جو بسبب حب جاہ اور عداوت علی بن ابیطالب کے حد شرع سے گزر گئے ہوں اور ہم اہل بیت علیہم السلام سے کیونکر محبت بڑھکے نہ رکھیں کہ خدا تعالیٰ نے محبت انکی ہمپر واجب کی ہے اور قرآن میں اسکا ذکر کیا ہے اور جناب سرور کائنات نے انکی محبت کی بڑی تاکید کی ہے اور ہماری محبت انسے قلبی ہے جیسے کہ تمہاری محبت انسے لسانی ہے لیکن انکو ہم مرتبہ خدائی اور نبوت میں نہیں جانتے زیادہ محبت رکھنی انسے مخالف شرع کی بھی نہیں ہے پھر کیا قیاس ہے انکی محبت میں اور اصحاب کی محبت انکی محبت کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتی کہاں آفتاب اور کہاں ذرہ وہ تو نفس اور پارہ جگر رسول اور یہ مثل ہواداروں اور پرستاروں کے وہ دیکھو کیونکر برابر ہو سکتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** تو یہ خاکپائے غلامان اہل بیت کے طرف سے بنا بہ تمام شیعوں کو عموماً اور مولوی عماد علی صاحب کے خصوصاً کان کھولدیتا ہے کہ اے مدعیان محبت اہل بیت یہ محبت نامعقول جبتک مقبول نہ ہوگی جبتک کہ حب اصحاب اسکے برابر نہ ہو اور انکے برابر کہنے میں تمہارا ہی برا ہوگا خصوصاً رفیق غار جاں نثار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت ابوبکر صدیق جنکے صحابی ہونیکا خدا خود گواہ ہے چنانچہ مرقوم ہو چکا اور جنکے سید تر ہونے کی اماموں نے شہادت دی ہے اور بمبالغہ تعریف کی ہے چنانچہ معلوم ہو چکا انکا برا کہنا خدا اور ائمہ کو جھٹلانا ہے ایسی صورت میں تو ہزار عیب بھی اگر آنکھوں سے نظر آتے تو یوں سمجھتے کہ ہو نہ ہو ہمارے نظر اور فہم کا قصور ہے خدا کا فرمایا اور ائمہ ہدیٰ کا کہا غلط نہیں ہو سکتا جنکو ہم عیب سمجھتے ہیں وہ ہنر ہی ہونگے ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو مت آؤ ہم تو ہم حضرت موسیٰ نے باوجود اس حالت قدر اور کمال علم و فضل کے اور نور نبوت اور وفور عقل کے حضرت خضر کی کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے قتل کرنے کو کہ وہ ظلم ہرگز نہ تھا عین مطابق مرضی خداوندی تھا ظلم عظیم سمجھا حالانکہ خداوند کریم کی ہدایت کے موافق گئی تھی اور جناب باری تعالیٰ نے پہلے ہی حضرت خضر کے علم اور بزرگی کی اطلاع کر دی تھی چنانچہ تمام قصہ سورہ کہف میں رکوع اِذْقَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ سے لیکر رکوع یَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ تک مذکور ہے پھر جب حضرت موسیٰ جیسا رسول جو مرسلین اولوالعزم میں سے بھی اکثروں سے زیادہ ہے آنے قرآن کے قریب انہیں کے ذکر ہی ہوگا حضرت خضر کے افعال کی حقیقت کو نہ سمجھے حالانکہ حضرت خضر محققین کے نزدیک ولی ہیں نبی نہیں ہیں اور اگر نبی بھی ہیں تو بالاتفاق اس رتبہ کے نہیں جو رتبہ کہ حضرت موسیٰ کو نصیب ہوا تو حضرات شیعہ تو نہ نبی ہیں نہ ولی نہ عقل و دانش سے انکو کچھ بہرہ چنانچہ اسلئے یہ مثل ہی ہو گئی ہے کہ الشیعۃ لسان بذہ الامۃ یعنی شیعہ اس امت کی عورتیں ہیں ایسے نادان اگر است مصطفوی کو سید الاولیاء کے فعل کی حقیقت سمجھیں تو کیا بعید ہے بلکہ عین مقتضائے قیاس ہے کیونکہ یہ امت اور امتوں سے افضل ہے اس امت کے اولیاء پہلی امتوں کے اولیاء سے افضل اور یہی نہیں تو جو امت میں ایسا ہو کہ خدا اور ائمہ ہدیٰ دونو اسکی تعریف کریں تو بیشک پہلی امتوں کے اولیاء سے افضل ہوگا ایسے شخص کے افعال کی حقیقت تو اگر ائمہ ہدیٰ ہی نہ سمجھیں اور ظلم و ستم کا گمان کریں تب بھی اہل عقل کے نزدیک کچھ حرج نہیں بہت ہو تو شیعوں کو یہ خلجان ہو کہ ائمہ ہدیٰ ہمارے عقیدہ موافق افضل الخلائق ہیں ابوبکر اگر بزرگ بھی ہوں تب انسے افضل یا انکے برابر نہیں ہو سکتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ خداوند کریم اور ائمہ ہدیٰ کی گواہی ابوبکر صدیق کی بزرگی کی باب میں قبول کرنی پھری۔ اسکا جواب ہم سے سنو اگر بالفرض والتقدیر ائمہ ہدیٰ ابوبکر صدیق کو افضل ہی ہوں اور خدا کا مہاجرین کو علی العموم باقی امت سے صراحۃً افضل بتلایا پھر انمیں سے ابوبکر صدیق کو اشارۃً سب سے افضل کہنا چنانچہ اول مفصل مرقوم ہو چکا تمہارے عقیدہ غلط کے موافق غلط ہو تب بھی کچھ شوار نہیں حضرت موسیٰ بھی تو حضرت خضر سے افضل تھے پھر انکے افعال کی حقیقت سمجھے اور انکا نقصان اور عدل کو ظلم سمجھکر ایسے مغلوب الغضب ہوئے کہ اپنے سب عہد و پیمان بھول گئے **اقول** یہ خاکپائی غلامان اہل بیت تمام اہل سنت کے عموماً اور اس شیخ فضلہ خواہ ثلاثہ کے خصوصاً کان کھولدیتا ہے کہ اے مدعیان محبت ثلاثہ اگرچہ محبت اصحاب بار رسول مقبول کی ضرور ہے مثل محبت اہل بیت کے لیکن محبت اصحاب کی ہرگز برابر محبت اہل بیت کے نہیں ہو سکتی چہ نسبت خاک را با عالم پاک کہ اہل بیت مثل ماہ چہاردہم کے ہیں اور اصحاب مثل نجوم کے ہیں ایسمیں کیونکر برابر ہو سکتے ہیں جب ان دونو میں فرق ہوا تو البتہ انکی محبت میں بھی فرق ہوگا یہ ذکر ان اصحاب کا ہے کہ جو اخیار ہیں اور جو کہ حد شرع سے تجاوز کرنیوالے تھے وہ اس سے مستثنے ہیں اور اگر ایسے لوگوں کے حق میں بددعا کرینگے تو ہمکو ثواب ہوگا نہ نقصان خصوصاً ثلاثہ کے حق میں مددعا کرنیسے کہ بانی مبانی فساد اس امت میں یہی تھے کہ جو کچھ خرابی اس امت میں واقع ہوئی ہے پہلے انسے ہی ہوئی ہے خصوصاً ابوبکر کہ بعد سولخدا کے خلافت کو کہ جو علی کا حق تھا عمر کے مشورہ سے انسے غصب کیا ہے اور قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے ابوبکر کو حضرت کا صاحب فرمایا ہے یہ بھی ایک دلیل ہے ابوبکر کے کفر کی سوا سطے کہ خدا تعالیٰ نے کافر کو مومن کا صاحب کہا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ یا صاحبی السجن یعنی اے دو صاحب جو میرے قید خانہ میں اور وہ دونو کافر تھے اگر ابوبکر کو حضرت صاحب کہا تو اس سے کچھ فضیلت ثابت نہوئی بلکہ مذمت ثابت ہوئی کہ جس لفظ سے خدا تعالیٰ نے کافر کو یاد کیا اسی لفظ سے ابوبکر کو یاد کیا اور اصل یہ ہے کہ ہمراہی کو صاحب کہتے ہیں خواہ وہ مومن ہو یا کافر ہو جو کوئی کسی کے ہمراہ ہوگا اسکو صاحب کہا جائیگا کچھ تعریف کی اور فضیلت اسمیں نہیں ہے ابوبکر جو غار میں ہمراہ حضرت کے تھے اسواسطے انکو حضرت کا صاحب کہا اور غار میں ہمراہ حضرت کے تھے اور جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر کا حافظ ہے لیکن کفار کے خوف سے اپنی جان کا نہایت رنج تھا اور قریب تھا کہ کثرت رنج سے ہائے ہائے کرنے لگیں اور کفار کو خبر ہو جائے نادان اور جاہل تھے اور نشیب و فراز کی کچھ خبر نہیں رکھتے تھے اسیواسطے کہتے ہیں کہ دوست نادان سے دشمن دانا بہتر ہے اور شیخ سعدی کی یہ بیت حضرت ابوبکر کے ہی حق میں ہے ؎ ترا ازدہا گر بود یار غار ازاں کہ جاہل بود غمگسار مرا اور اماموں نے جو ابوبکر کے صدیق ہونے کی شہادت نہیں دی ہے اور جو کچھ تو نے پہلے اس سے لکھا ہے سب باطل ہے اور انکو ہم برا جو کہتے ہیں موافق حکم کے کہتے ہیں

کہ وہ ظالم تھا اور خدا تعالیٰ نے اسکو کافر کہا تو اس سے کیا ہوتا ہے کافر کو بھی صاحب کہا ہے اور اماموں نے ہرگز اسکو صدیق نہیں کہا اور نہ تعریف اسکی کی ہے اور جو کچھ تو نے پہلے اس سے لکھا ہے ہمنے وہ سب باطل کردیا ہے اور خدا تعالیٰ اور ائمہ علیہم السلام کے حکم سے ہم انکو برا کہتے ہیں اور یہ طریقہ انکو برا کہنے کا ائمہ علیہم السلام کے وقت سے چلا آیا ہے چنانچہ حیوۃ الحیوان میں دمیری شافعی نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے حضرت صادق علیہ السلام کے دروازہ پر جاکر اندر جانے کی اجازت چاہی تو اسکو اجازت دی اور کوفہ سے ایک قافلہ آیا تو انکو اجازت دی اور انکے ہمراہ یہ بھی بلا اجازت اندر چلے گئے بعد گفتگو کے ابو حنیفہ نے کہا کہ میں کوفہ سے آتا ہوں اور ہزار آدمیوں سے زیادہ کو میں نے سنا ہے کہ خلفاء پر لعن کرتے ہیں انکو آپ منع کیجئے فرمایا کہ ہمارا کہنا کرتا ہے ابو حنیفہ نے کہا کہ کیونکر نہ مانیں گے آپ فرزند رسول ہیں امام نے فرمایا کہ ایک تو تو ہے کہ بے اجازت میرے گھر میں چلا آیا لیکن کوفیوں کو لعن کرنے سے منع نہ کیا اور ایسے ہی جواہر العقدین میں نور الدین سمہودی نے لکھا ہے مگر انہوں نے حضرت امام محمد باقر کا نام لکھا ہے اور لکھا ہے کہ انسے التماس کی اس امر کی کہ لوگ خلفاء کو برا کہتے ہیں اور آپکا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے ہی تو ہم کو حکم دیا ہے آپ ان کو لکھ بھیجئے کہ وہ اس حرکت سے باز آئیں اس امام نے بھی ایسا ہی عذر کیا اور ان کو منع نہ کیا پس جو کچھ کہ ہم کرتے ہیں وہ امام کے حکم سے کرتے ہیں نہ اپنی رائے سے اور ہمارا کام خدا اور امام علیہ السلام کے جھٹلانے کا نہیں ہے جھٹلانے کا وصف تمہارا ہے اور وہ روایت ابو بکر کے صدیق کہنے کی جو حضرت صادق علیہ السلام کیطرف منسوب کرتے ہیں وہ روایت اہل سنت کی ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم ثابت کرآئے ہیں اور اگر یہ امر ہو کہ آدمی کے ظلم کو ہم برا نہ جانا کریں اور یہ سمجھیں کہ انکے یہ افعال بہتر ہی ہونگے ہماری سمجھ کا قصور ہے کہ جو ہم انکے فعلوں کو برا کہتے ہیں تو اس صورت میں جہان میں کوئی ظلم ہی باقی نہ رہا جو کچھ کسی سے جہان میں بظاہر ظلم کے صورت صادر ہوتا ہے حقیقت میں وہ ظلم نہیں ہے بلکہ وہ ہنر ہے اور بعضے اہل سنت جو یزید کو مومن پاک جانتے ہیں مثل امام غزالی صاحب احیاء العلوم کے اور ملا علی قاری شارح مشکوۃ کے اور عمر سعد کو جو مومن جانتے ہیں اسی سبب سے کہ وہ حرکات انکی قتل کروانا اور قتل کرنا اولاد رسول کا اور انکی حرم کو سر برہنہ کوچہ و بازار میں پھرانا اور سر اقدس جگر گوشہ رسول مقبول نیزہ پر سوار کرکے شہر شہر پھرانا یہ سب تمہاری نزدیک ہنر ہے اور بظاہر جو یہ امر برا معلوم ہوتا ہے یہ فہم میں نہیں آیا ہے اور سمجھ کا اسمیں قصور ہے ورنہ یہ سب ہنر ہے جیسا وہاں ہے ویسا ہی یہاں ہے اور اگر بنظر انصاف دیکھو تو ثلثہ میں اور انکے ہوا اور دنیں کچھ فرق نہیں ہے کہ ثلثہ کے افعال میں تو یہ حکم جاری ہوا اور انکی اغیار میں قاعدہ جاری نہ ہوا اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا جو قصہ بیان کیا ہے بیضاوی میں لکھا ہے کہ بعد غرق ہونے قبطیوں کے حضرت موسیٰ نے بڑی فصاحت سے خطبہ پڑھا لوگوں نے کہا کہ اور کوئی کیا عالم میں مثل تمہارے نہیں ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ہاں یہ بات حضرت موسیٰ کی خدا تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور انکو حضرت خضر کے پاس بھیجا تاکہ موسیٰ کو معلوم ہو کہ مجھ سے زیادہ بعضی چیزوں کا علم اسکے بندہ رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے حضرت خضر کو تو تعلیم کردیا کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے گلا مروڑنے کا سبب اور حضرت موسیٰ پر پوشیدہ رکھا اس جہت سے حضرت موسیٰ بسبب لاعلمی کے حضرت خضر پر اعتراض کرنے ہی اسکی رمز سے واقف نہ تھے اب فرمائیے کہ ابو بکر نے جو خلافت کو دبایا کیا حضرت جبرئیل خدا تعالیٰ کا حکم انپر لائے تھے خلافت کے دبالینیکو اور فاطمہ زہرا کا گھر جلانیکو اور لکڑیاں بھیجنے اور دروازہ کو گرانا جیسے کہ کنز العمال میں ہے کہ ابو بکر وقت مرنیکے افسوس کرتا تھا کہ کاش میں دروازہ فاطمہ نکھولتا کیا کوئی حکم خدا کا انکو آیا تھا یا خدا تعالیٰ نے انکو تعلیم کیا تھا جیسا کہ حضرت خضر کو تعلیم کیا تھا کہ تم ایسے حرکات عمل میں لاؤ اور اب ہم بھی مثل تمہارے کہتے ہیں کہ ہم جو ثلثہ کو کہتے ہیں موافق خدا اور ارشاد ائمہ ہدی علیہم السلام کے کہتے ہیں اور تم جو ہمارے ان حرکات کو ظاہر میں برا جانتے ہو یہ تمہاری ذہن کی خوبی ہے کہ تم سمجھتے نہیں ہو اور تمہاری سمجھ کا قصور ہے حضرت موسیٰ جو پیغمبر اولوالعزم تھے اور مرتبہ میں حضرت خضر سے زیادہ تھے وہ تو حضرت خضر کے افعال کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں تم ہماری رموز کو جو کہ ثلثہ کے برا کہنے میں ہیں کیا سمجھو گے کہ تمکو تو عقل و دانش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ہے اس لئے یہ مثل مشہور ہو گئی کہ اہل السنۃ نسوان ہذہ الامۃ یعنی اہل سنت عورتیں اس امت کی ہیں ایسے نادان اگر امت مصطفوی کے فرقہ حقہ کے کسی فعل کی حقیقت نہ سمجھیں تو کیا بعید ہے بلکہ عین مقتضای قیاس ہے اور معلوم نہیں یہ شیخ سید الاولیا کسکو کہتا ہے اگر ابو بکر کو یا عمر کو کہتا ہے وہ تو دونو جاہل تھے اور احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور یہ اہل بیت کی طرف رجوع کرتے تھے یہانتک کہ عورتوں سے الرعلم کہاتے تھے سبحان اللہ کیا اولیا ہیں اہل سنت کے ایسوں کو ولی البتہ ایسے ہی چاہئیں اور بعد اسکے جو کچھ بکا ہے بالکل یوہیں ہے کہ قابل جواب کے نہیں ہے اور مہاجرین کے افضل امت ہونیکا جواب ہم پہلے اس سے دی آئے ہیں اور ابو بکر کی فضیلت کا اشارہ بھی کہیں نہیں ہے بلکہ مذمت اسکی صراحۃً قرآن میں موجود ہے چنانچہ فرماتا ہے تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا جسوقت جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا خلیفہ صاحب نے اسوقت انکی حق میں آیت نازل ہوئی **قال الشیخ الاشعری** القصہ مقتضای ایمان خدا اور آداب ائمہ ہدی تو یوں تھا کہ اگر بالفرض والتقدیر حضرت ابو بکر صدیق بظاہر ملحد و زندیق ہی شیعوں کو نظر آتی تو خدا کی گواہی اور ائمہ کی شہادت کے بعد جو انکی بزرگی کی تصدیق میں اور اوسط میں اس سالک کے مرقوم ہو چکی ہے اپنی ہٹ سنتی اور اپنی عقل نارسا کی تکذیب کرتے اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کو پیش نظر کرکے تسکین خاطر پریشان اور تسلی ملبج کج کرلیتی کیونکہ جناب باری تعالیٰ نے اس قصہ کو ایسے ہی دنوں کے واسطے بیان فرمایا ہے حضرت شیعہ جیسے عقل کے دشمن اپنی کج فہمی کے باعث خدا کی مقربوں اور دوستوں سے بدگمان ہو کر خدا کو اپنا دشمن بنالیں قربان جائیے خدا علیم کے کتنی دور کی سوجھتی ہے کرآفریں ہے

شیعونکی بہی عقل پر کہ اسپر بہی نہ سمجہے خیر خدا انہیں سمجہی لیکن مقتضاے ایمان و ادب تو یہہ تہا اور اگر بحکم چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر یہ بات انکو دشوار تہی -

اقول ہمتو ابو بکر کو ملحد اور زندیق نہیں کہتے اور نہ صدیق کہتے ہیں تم انکو صدیق کہتے ہو زندیق کہنے لگو ہم تو انکو مسلمان جانتے ہیں لیکن وہ بسبب حب جاہ کے اور طمع حکومت اور مال دنیا کے حد شرع سے تجاوز بہی کر کے ایمان صحیح سے خارج ہو گئے تہے اور بالخصوص انکی بزرگی کی نسبت ہم کوئی خدا کی گواہی بہی اور خاتمہ بہی کی شہادت نہیں اور اول اور اوسط میں اس سازکے جو کچہہ اس شیخ نے موافق اپنی اعتقاد فاسد کے لکہا ہی ہم اسکو باطل کر آئے ہیں اور ہم اوپر لکہ چکے ہیں کہ ہم جو ثلاثہ کو موافق حکم خدا اور ارشاد ائمہ ہدی کے نہیں جانتے ہیں اور بسبب انکے افعال ناشائستہ کے بد دعا کرتے ہیں اہل سنت اپنی کج فہمی کے سبب اسکو سمجہتے نہیں ہیں اور اس امر میں ہم پر طعن کرتے ہیں باوجودیکہ ثلثہ کے افعال ناشائستہ سے کتابیں انہی بہری ہوئی ہیں اور یہ کیا سمجہیں گے حضرت موسی تو حضرت خضر کے افعال کے حقیقت کو سمجہی نہیں تہے جواب میں مطابق قول اس شیخ کے اہل سنت کو کہتا ہوں کہ القصہ مقتضا ایمان خدا اور ادب با ائمہ ہدی تو یوں تہا کہ اگر بالفرض التقدیر ابو بکر بن ابی قحافہ بظاہر اچہی ہی سیرت نظر آتی تو خدا کی گواہی بد افعالونکی مذمت میں کہ جن میں سے ایک یہ بہی ہیں اور ائمہ کی شہادت کے بعد جو انکی طعن اور تشنیع کی نسبت اول میں اور اوسط میں اس جواب کے مرقوم ہو چکی ہے اپنی ہی سنتی اور اپنی عقل نارسا کی تکذیب کرتے اور حضرت موسی اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کو پیش نظر کر کے تسکین خاطر پریشان اور تسلی طبع کج کر لیتے کیونکہ جناب باریتعالی نے اس قصہ کو ایسے ہی دنوں کے واسطے بیان فرمایا حضرات اہل سنت جیسے عقل کے دشمن اپنی کج فہمی کے باعث خدا کے دشمنوں سے نیک گمان ہو کر خدا کو اپنا دشمن بنا لیں قربان جائیے خدائی علیم کے کتنی دور کی سوجہتی ہے مگر آفرین ہے اہل سنت کی ہی عقل پر کہ اسپر ہی نہ سمجہے خیر خدا انہیں سمجہی القصہ مقتضا ایمان و ادب تو یہہ تہا اور اگر بحکم چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر یہ بات انکو دشوار ہی تہی **قال الشیخ الاشعری** تو یہ تو شیعہ خواہ مخواہ مانیں ہی گے کہ قیامت کو بعضی گنہگارونکی اعمال بد کو حسنہ بنا دینگے کیونکہ کلام اللہ وجود ہی دیکہو کیا فرماتے ہیں اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ یعنی جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچہے عمل کئے تو انکے گناہوں کو بہی خدا نیکیاں بنا دیگا فقط اور اگر خوردہ بینان شیعہ کو یہ خلجان ہو کہ اس آیت میں جن گناہونکی نیکیاں بنا لینے کی طرف اشارہ ہی ظاہر وہ ہی گناہ معلوم ہتے ہیں جنکا سیاق میں ذکر ہے اور وہ ظاہر ایام کفر کے گناہ ہیں سو ابو بکر صدیق کا کوئی گناہ نبی کا بہی تو وہی کا جو ایام جاہلیت کے گناہوں میں کا ہوگا ہمیں تو بہت سی ایسی باتیں نمیں کلام ہی جو بعد ایمان اُن سے صادر ہوئے مثلاً غضب فدک کہ وہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات اُن سے ظہور میں آیا تو اسکا جواب اول تو یہ ہی کہ ایسا شبہہ انہیں لوگوں کا کام ہے کہ جنکا دل شبہہ میں پڑا ہوا ہے اور اب تک درجہ یقین اور ایمان تک نہیں پہنچا اگر ما سبق میں گناہان زمانہ کفر ہی کا ذکر ہو اور انہیں کی نسبت تبدیل کا یعنی نیکی بنا دینے کا اشارہ ہو تب بہی اتنی بات ثابت ہو گئی کہ خدا کو گناہونکی نیکی بنا دینا آتا ہے پہر جب کفر کے زمانہ کی گناہوں کو کہ وہ بہ نسبت گناہان ایام ایمان کے گناہوں میں زیادہ ہی ہوتی ہیں خدا کو نیکی بنا دینا آتا ہو تو ایام ایمان کے گناہوں کا نیکی بنا دینا تو سہل ہی ہوگا پہر جسکی خدا اور ائمہ ہدی تعریف فرمائیں انکی ایمان کیا بزرگی میں اسی ہی کو شک ہو سکتا ہے جسکو خدا اور ائمہ ہدی کی بات میں شک ہو غرض جب ایمان و صلاحیت اعمال ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت خداوندی اور بگواہی ائمہ ہدی ثابت ہو گئی تو اسبات میں کیوں تامل ہے کہ انکے گناہ نیکیاں ہو جائیں اور اگر یوں کہئے کہ گناہونکا نیکیاں بنجانا توبہ کے ساتھ متعلق ہے ابو بکر صدیق کا ہی سے معلوم ہو کہ توبہ کر کے مرے ہیں تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ اگر متعلق ہو بہی تو لنا مومنی نیکیاں بنا دینے کا وعدہ معلق ہوگا کچہہ امکان تو معلق نہیں پہر جب خداوند کریم اور ائمہ دین انکی تعریف فرمائیں تو اگر اُن سے یہ خطا ہوئی بہی تہی تب بجز اسکے انکی تعریف اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ انکی خطا کو بہی جناب باریتعالی نے نیکی بنا دیا ہوگا انہوں نے توبہ نکی ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر توبہ بہی پر تبدیل سیئات بحسنات موقوف ہے تو خداوند متین اور ائمہ دین کی تعریف خود اسبات کی گواہ ہے کہ وہ توبہ کر کے اس عالم سے تشریف لیگئے ہیں تو وہ قابل تعریف تو کجا البتہ لائق ہجو اور مستوجب سزا تہی ہاں اگر شیعہ یہ گرفت کریں کہ خداوند علیم نے تو تعریف پہلے کی تہی یہ خطا اُن سے بعد میں سرزد ہوئی تو اسکا جواب ہماری پاس بجز اسکے کچہہ نہیں کہ البتہ شیعونکا خدا ایسا ہی ہوگا جسے چار دن کے بعد بہی خبر نہو ہمارا خدا عالم الغیب ہے ازل سے ابد تک سب اسکے پیش نظر ہے اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حسب گمان شیعہ برے نہیں ہوتے تو خداوند کریم ہرگز تعریف نفرماتا اسکو کیا ضرورت تہی کہ ایک غلط بات کہہ کے آج شیعوں سے شرماتا اگر خدا کی نہیں مانتے تو نعوذ باللہ تو ائمہ ہدی تو بزعم شیعہ خدا سے بہی بڑھکر ہیں خدا کو تو بدا بہی واقع ہوئے ائمہ کو تو بدا بہی نہیں ہوتا پہر یہ علم ما کان او علم ما یکون انکو حاصل انکی تعریف کا تو بجز اسکے جواب ہی نہیں کہ حضرت ابو بکر کے گناہ ہی نیکیاں ہی بن گئی ہوں - **اقول** اس بیہودہ بکنے سے کیا فائدہ کہ ایک امر کو بار بار بیان کرتا ہی آدمی کو چاہئے کہ جب ایک بات لکہلے تو بعد اسکے دوسری لکہنے پہ ہو کہ ایک ہی بات کو گاتا چلا جائے اور کتاب کو لغو اور بیہودہ باتوں سے سیاہ کر کے لوگونکو یہ جتلانا ہی کہ قیامت کے روز گناہ نیکیوں سے بدلے جائیں گے یہ سب درست ہے لیکن بشرطیکہ ایمان صحیح اور خاتمہ بالخیر کہ ایمان درست پر مرا ہو اور اعمال صحیحہ بجالایا ہو اور ارشاد دین میں بیگانہ بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اگر یہ شرط نہیں ہے اور ہم جو ثلثہ کو برا کہتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک یہ ہمارا کہنا برا ہی تو یہ برائی ہماری نیکی بنجائیگی پس معلوم ہوا کہ برائیوں کا

نیکیاں بنجانا بشرط ایمان وہم اعمال صالحہ ہی اور ابوبکر کا وقت مرنیکے نہ ایمان صحیح تھا اور نہ زندگی میں اعمال صحیحہ خلیفہ صاحب سے صادر ہوئے تھے بلکہ دین میں احداث کرکے سر تا پا اعمال بد اُن سے صادر ہوئے ہیں احداث دین میں کرنا تو موافق ارشاد رسولخدا صلعم کے ہی چنانچہ جامع الاصول میں اور تیسیر الوصول میں اور جذب القلوب میں بھی ظرف اُسکے اشارہ ہی قال رسول اللہ صلعم لشہداء احد ھؤلاء اشھد علیہم فقال ابوبکر الصدیق الستا یا رسول اللہ باخوانہم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال النبی صلعم بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال وانا کائنون بعدک یعنی تحقیق رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا وسطی شہدا اولہا کہ یہ وہ ملک میں گواہی دینا ہوں میں انکی نمامتہ جزیہ پس کہا ابوبکر صدیق نے کہ کیا ہم نہیں ہیں یا رسولخدا بھائی انکے اسلام لائے ہم جیسے کہ اسلام قبول کیا انہوں نے اور جہاد کیا ہمنے جیسے کہ جہاد کیا انہوں نے پس فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ ہاں اور لیکن نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کروگے تم بعد میرے پس رویا ابوبکر بہر رویا پس کہا کہ اور تحقیق ہم ہونیوالے ہیں ایسے ہی بعد تیرے اب اس روایت کو ملاحظہ کرنا چاہیے کہ ابوبکر کو خاتمہ بالخیر ہونیمیں مثل شہدا احد کے نقرر فرمایا اور اگر حضرت کو ابوبکر وغیرہ کے خاتمہ کی خبر نہیں تو فرماتے کہ نہیں جانتا میں کہ تمہارا کیسا انجام ہوگا اسمیں کیوں فرماتے کہ معلوم نہیں تم کیا احداث کروگے بعد میرے حضرت کو اُنکے احداث کی خبر نہیں تو ایسا فرمایا اور اگر اعمال اچھے ہوتے تو وقت مرنیکے ابوبکر افسوس کرکے کیوں کہتے کہ یالیتنی ترکت بیت فاطمۃ ولم اکشفہ چنانچہ کنز العمال میں ہے یعنے اے کاشکے ترک کرتا میں خانہ فاطمہ کو اور نہ کھولتا میں اُسکو اور اگر اُسکے اعمال اچھے ہوتے تو حضرت علی اور عباس عم رسول قبول سے میاں عمر کیوں کہتے کہ تم دونوں ابوبکر کو خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اور مجھکو بھی ایسا ہی جانتی ہو اور ایسے ہی تھے وہ کہ جناب رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑکر میدان کارزار سے بھاگ جاتے تھے اور جماعت نماز میں سے حضرت کو اکیلا چھوڑکر وسطے تماشے لہو کے کہسک جاتے تھے چنانچہ قرآن میں ہے اور گناہ خواہ قبل ایمان ہوں خواہ بعد ایمان ہوں وہی گناہ نیکیاں بنجائیں گی کہ جن گناہوں کا کرنیوالا ایمان صحیح پر مرا ہو اور دین میں جس نے احداث نکیا ہو اور اعمال نیک صحیحہ بجالایا ہو اور ابوبکر دین میں احداث کرکے اور اعمال سخت عمل میں لاکر مرا ہو اُسکے گناہ اس قابل نہیں ہیں کہ نیکیاں بنجائیں اور آیت اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ اُن صحابہ کی شان میں ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کیطرف رجوع کی تھی بعد منحرف ہونیکی اور اُنکی ہمراہ ہوکر ناکثین اور مارقین اور قاسطین سے لڑے ہیں اور فدک کے غصب کرنیکا گناہ مثل کفر کے ہی کہ اس میں جناب رسولخدا صلعم کی کچھ قدر نجانی بلکہ حضرت کو مثل عوام الناس کے مثل دینے اور جو لاہے کی سمجھا اور حضرت کی کچھ عظمت نجانے کہ ایسے کے جگر گوشہ کا حق ظلم اور تعدی سے غصب کیا اسی لئے حکیم سنائی کہتے ہیں کہ ؎ مرا با و نیاید روا اعتقاد ۔ حق زہرا خوردن و دین پیمبر اشتن ۔ خدا کرے البتہ گناہ ہونکا نیکی بنا دینا آتا ہی لیکن مومنین صالحین کے گناہ ہونگا نہ ابوبکر اور عمر کے گناہ ہونگا کہ وہ مومنین صالحین میں سے تھے بلکہ تھے کفار الایمان اور فساق و فجار میں سے تھے انکی گناہ کیونکر نیکیاں بن جائیں گے اور یہ جو بار بار کہتا ہی کہ خدا تعالی نے اور ائمہ ہدی نے ابوبکر کی تعریف کی ہی یہ سب غلط ہی خدا تعالی نے قرآن میں بالخصوص کسی جگہ ابوبکر کی تعریف نہیں کی ہے اور علی العموم جیسے کہ سب اصحاب کی تعریف کی ہی ایسے ہی علی العموم انکی مذمت بھی قرآن میں کی ہی جیسے کہ فرماتا ہی وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا اور فرماتا ہی کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ اور فرماتا ہی کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اور فرماتا ہے کہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ اور فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا اور سوا اسکے بہت سی آیتیں علی العموم مذمت میں ہیں اور ائمہ ہدی نے بھی ابوبکر کی تعریف کی ہی بلکہ اکثر روایتیں اُن سے اُنکی مذمت اور لعن طعن میں ہیں اور جس روایت کو یہ ابوبکر کی تعریف میں کہتا ہی وہ ہماری روایت نہیں ہے بلکہ اہل سنت کی روایت ہے اور دار قطنی نے اُسکی تخریج کی ہی پس شیخ جو دعوی کرتا ہے خدا کی اور ائمہ ہدا کی گواہی کا ابوبکر کی بھلائی میں بالکل باطل ہوا اور توبہ کرنا ابوبکر کا کناہوں سے ہرگز ثابت نہیں ہے کیا اُسنے خلافت اور فدک کو واپس کرکے حضرت علی کو اور حضرت فاطمہ زہرا کو دیدیا تھا کہ توبہ اُسکی ثابت ہو اور بار بار یہی کہتا ہے کہ خدا نے اور ائمہ ہدی نے اُسکی تعریف کی ہی اس بار بار کہنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلط کہتا ہی اور ہرگز تعریف اُسکی نہیں کی ہے بلکہ ائمہ ہدی نے جو اُسکی کی ہی اور خدا تعالی تو ازل کے روسے اسکا دین میں احداث کرنا جانتا تھا اسواسطے کہ یہ ازل سے ابتک پیچھے کا عالم ہی پھر وہ کیوں تعریف اُسکی کرتا تو ہی کہتا ہی کہ تعریف اُسکی خدا نے کی دیدون دلیل کے اور بے بار کہتا جاتا ہی باوجودیکہ خدا تعالی نے بالخصوص کسی جگہ ابوبکر کی تعریف نہیں کی ہی ابلیس نے اس شیخ کو اغوا کیا ہے کہ جو بار بار ایسا کہتا ہی اسواسطے کہ انکے نزدیک ابلیس خدا سے بڑا کہے اسواسطے کہ پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور ابلیس ہی نے انکا مذہب ایجاد کیا ہی کہ جسکے سب سے ابلیس نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی چنانچہ حضرت صادق سے روایت ہے اور جس چیز کو ہم بدا کہتے ہیں اسمیں کچھ قباحت نہیں ہی اور جس بدا کو تم ہماری طرف منسوب کرتے ہو وہ ہمارا مذہب نہیں ہے اور اُسکے معتقد کو ہم کافر جانتے ہیں اور ازل سے ابتک خدا تعالی ہر چیز کا ظاہر کا باطن کا ہمارے نزدیک عالم ہی اور ائمہ ہدی کو ہمارے نزدیک علم ماکان ومایکون اس طرح سے نہیں ہے کہ اُنکو بالفعل سب جانتے ہو بلکہ ممکن اُسپر ہیں کہ جسوقت وہ چاہیں خدا تعالی اُنکو الہام کردیتا ہی یہ مراد ہی علم ماکان ومایکون سے اور قریبین کی کتابوں سے ثابت ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام ہرگز بندہ اولاد رسول مقبول تھے اور اُن حضرت سے بمنزلہ سینہ بسینہ انکو علم پہنچا تھا لیکن تم تو ہر دہنے اور جلاہے ہماری اور پیرو میں علم ماکان ومایکون بیان کرتے ہو دیکھ لے تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس جامی وغیرہ اپنے اولیاء کی حال کی کتابوں کو کہ اُنمیں لکھا ہی یا نہیں اور ہمارے مطاہرین کو تو علم ماکان وعلم مایکون ہونا اہل سنت کی کتابوں سے

ثابت ہے چنانچہ مولوی جامی نے شواہد النبوت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے فرمایا کہ عندنا علم ما کان و ما یکون والا لمام الخ اور گناہوں کو نیکیاں کر دینے سے مقصود اس شیخ کا یہ ہے کہ دشمنان اہل بیت یہانتک کہ مروان اور معاویہ اور عمرو عاص اور یزید اور شمر اور عمر سعد اور عبد الملک اور حجاج اور کل بنی عباس سب بخشے جائینگے اور بہشت میں داخل ہونگے اور یزید کو انکے علماء مثل امام غزالی اور ملا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ مومن تھا اور حسین کو جو اس نے قتل کروایا ہے اس سے اسکی ایمان میں کچھ نقصان نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اما یہ بھی نہ سہی ہم اور جواب لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ روایات شیعہ سے ثابت کی شاہد ہیں کہ ابو بکر صدیق گناہ غصب فدک سے تائب ہو کر مرے ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ قریب ہی بحوالہ روایات کتب شیعہ یہ مضمون مرقوم ہوگا کہ حضرت فاطمہ انسے راضی ہو گئیں اب فرمایئے توبہ کسے کہتے ہیں اسیکا نام توبہ ہے اور اگر اسپر بھی شیعوں کے دل کا کفر نہ جائے تو اسکی بھی تدبیر ہے **اقول** ابو بکر ہرگز ہرگز فدک کے گناہ سے توبہ کر کے نہیں مرے ہیں یہ دعوی تیرا بالکل دروغ ہے اور شیعہ کی کسی کتاب میں یہ مضمون نہیں لکھا ہے اور نہ ابو بکر نے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو نادم و اسپر فدک کو واپس کیا ہے اور فاطمہ زہرا تمام عمر ابو بکر سے کبھی راضی نہیں ہوئیں صحیح بخاری میں تو لکھا ہے کہ فاطمہ ابو بکر پر غضب میں ہوئیں اور نہ کلام کیا ابو بکر سے کبھی یہانتک کہ مر گئیں کیا دھوکا دیتا ہے یہ شیخ کہتا ہے کہ اور توبہ کسکو کہتے ہیں ارے پہلے توبہ کرنے کو ثابت کرلے اور بعد اسکے کہہ کہ اور توبہ کسکو کہتے ہیں اگر ابو بکر توبہ کرتے اور فدک فاطمہ کو دیدیتے تو پھر کیا جھگڑا تھا اور کافر تو اہل سنت ہیں کہ کفر کی باتیں کرنے والوں کو اپنا پیر و مرشد جانتے ہیں اور بڑا فخر اور ناز اسپر کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** آخر شیعوں کے نزدیک بھی اتنی بات مسلم تھی کہ قیامت کو حساب کتاب کے بعد جسکے اچھے عمل زیادہ نکلیں گے وہ جنت میں جائیگا جسکے برے عمل زیادہ ہونگے وہ دوزخ میں اور اگر بنظر دور اندیشی اسوقت اس عقیدہ میں کچھ شک بھی آجائے تو لیجیے یہ کلام اللہ کی آیت موجود ہے اور کلام اللہ میں سے علم ہی کی سیپارہ اسمیں سے ہے اول ہی کی سورتوں میں کی چونکہ اسکی یاد بھی نہیں مغل یاد تو ضرور ہی ہونگی وہ آیت یہ ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ یعنی جنکے عمل تول میں بھاری ہونگے تو وہ اچھی میں اور جنکے عمل ہلکے نکلیں گے اونکا ٹھکانا ہاویہ ہے اور تجھکو کیا معلوم وہ کیا ہے وہ ایک آگ ہے گرم دہکتی فقط اب تو کچھ تکرار کی بات باقی نہیں سو اس صورت میں خداوند علیم اور ائمہ جسکی تعریف فرمائیں وہ اگر خطاوار بھی تھا تب بھی معلوم ہوا کہ اسکی اچھے عمل زیادہ تھے پھر ان خطاؤں کے باعث انسے رنجیدہ رہنا تو ایسا ہے جیسا کسی نے کہا ہے مدعی سست گواہ چست یا عربی کی مثل ہے رضی الخصمان بما رضی القاضی یعنی مدعی مدعا علیہ تو راضی ہو گئے پر قاضی جی راضی نہ ہوئے خداوند کریم اور ائمہ دین تو راضی ہو جائیں پر شیعہ راضی نہ ہوں اور اسپر بھی خاک ڈالو ابو بکر صدیق کی اچھے عملوں کا زیادہ ہونا بھی شیعوں کو ناگوار ہو تو اسمیں تو کچھ دھوکا ہی نہیں کہ وہ مہاجرین اولین اور مصاحبان سرور انام صلعم میں سے تھے سو مہاجرین اولین اور ہمراہیان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال آیت وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الآیہ کی شرح کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے کہ خدا انسے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی اور اللہ تعالیٰ نے انکے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں اور اللہ نے انسے وعدہ مغفرت گناہاں اور وعدہ اجر عظیم کا کر لیا ہے سو اگر بالفرض والتقدیر ابو بکر صدیق رضی کے گناہ ہی زیادہ تھے یا فرض کرو کہ وہ سراپا گناہ اور ہمہ تن ظلم و جفا ہی تھے تب اس صورت میں جائے طعن باقی نہ رہی کیونکہ خداوند کریم اپنی وعدہ کا سچا اور بات کا پکا ہے مثل حضرات شیعہ نہیں جنکے دین کی باتوں میں جہل ہے دنیا کا تو کیا ذکر سو ہمکو یقین ہے کہ خدا انسے راضی ہے کہ شیعہ ناراض ہوں وہ ناراض ہونگے خدا کو ناراض اور اہل بیت کو بھی ناراض کرینگے کیونکہ اہل بیت تو ایسے نہیں کہ گوشۂ عنایت خداوندی کسی طرف کو دیکھیں پھر اس طرف کو نہ جھکیں بلکہ انکی سعادت ازلی اور ہدایت لم یزلی ہے یوں یقین کامل ہے کہ اگر بفرض محال حسب مقال شیعہ ابو بکر صدیق رضی نے کچھ ظلم اور تعدی بھی کی ہو تب اپنی حقوق سے درگزریں اور بلحاظ رضای خداوندی حسب مثل مشہور ہر عیب کہ سلطاں بپسندد ہنرست پس اور پرچا کو وفا سمجھیں مثل مشہور ہے جد صد رنگ و ہر سہ اور اہل بیت اپنی حقوق سے آپ کیا درگزرینگے اور کیا راضی ہونگے خداوند کریم جب راضی ہوگا سب کو راضی کر دیگا **اقول** بالبتہ جسکے اعمال نیک کا پلہ بھاری ہوگا وہ بہشت میں جائیگا اور یہ بھی درست ہے کہ جسکی تعریف خدا تعالیٰ اور ائمہ ہدیٰ فرمائیں اسکے اعمال اچھے زیادہ ہونگے لیکن خاص خلفاء ثلاثہ کی تعریف نہ تو خدا تعالیٰ نے کی ہے نہ ائمہ ہدیٰ نے اور ائمہ ہدیٰ ہمیشہ انکی مذمت کرتے رہے ہیں اور انسے رنجیدہ رہے ہیں اور خدا تعالیٰ اور ائمہ ہدیٰ ہرگز انسے راضی نہیں ہیں اور جب کہ خدا تعالیٰ اور ائمہ ہدیٰ انسے راضی نہیں ہیں تو شیعہ بھی انسے راضی نہیں ہیں اور ابو بکر ہرگز مہاجرین اولین میں سے نہیں ہے اول تو آیت والسابقون الاولون سے سبقت ہجرت مراد نہیں ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے اور بالفرض سبقت ہجرت اس سے مراد لیجائے تو ابو بکر ... مہاجرین اولین میں سے ہونگے بلکہ مہاجرین اولین میں وہ ہیں کہ جنہوں نے طرف حبشہ کے ہجرت کی ہے اسواسطے کہ پہلی ہجرت وہ ہی ہے اور ہجرت طرف مدینہ کے بعد اسکے ہے اور صاحب سو لخدا صلعم کے تو منافقین بھی تھے چنانچہ قرآن اسکا گواہ ہے اور ابو بکر کے اچھے اعمال کونسے تھے کہ جو شیعوں کو ناگوار ہوں سبب بے علمی کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اپنی رائے سے احکام جاری کر کے اور اگر بفرض اعمال اچھے بھی ہوئے تو اس سے کیا ہوتا ہے ایک گناہ بدعتا ایسا ہوتا ہے کہ سب اعمال نیک کو نابود کر دیتا ہے ابلیس لعین کا عابد تھا اور معلم الملکوت کہلاتا تھا ایک گناہ ہی کی سزا میں کہ وہ سجدہ کرنا آدم کا تھا ملعون ہو گیا اور آیت والسابقون الاولون اور آیت محمد رسول اللہ کا جواب پہلے اس سے ہو چکا ہے اور خدا تعالیٰ تو سب مومنین سے راضی ہے کچھ مہاجرین پر منحصر نہیں ہے چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ یعنی تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے یہی لوگ بہتر خلقت کے ہیں جزا اُنکے نزدیک پروردگار اُنکے کی بہشتیں ہیں عدن کی کہ جاری ہیں بیچ محلوں اُنکی کے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اُن بہشتوں میں دائم راضی ہے خدا اُن سے اور راضی ہیں وہ خدا سے وہ واسطے اُس شخص کے ہے کہ ڈرے پروردگار اپنے سے یہ ہیں جنتیں اور مغفرت گناہان سلامتی ایمان پر موقوف ہے کہ وقت مرنیکے ایمان سلامت ہو اور وعدہ اجر عظیم بھی انہیں لوگوں سے ہے کہ جو ایمان پر مرے ہیں اسواسطے کہ خدا تعالیٰ ان مہاجرین و انصار اور جمیع مومنین کیطرف خطاب کرتا ہے کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون اور جو شخص کہ مرتد ہو جائے اور پھر جاوے تم میں سے دین اپنے سے پس مرجاوے اور حال یہ ہے کہ وہ کافر ہے پس لوگ وہ ہیں کہ نابود ہو گئی ہیں اعمال اُنکے دنیا اور آخرت میں اور یہی ہیں صاحبان آتش دوزخ کہ وہ آتش دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور خدا تعالیٰ بے شک اپنے وعدہ کا سچا ہے اور بات کا پکا ہے مومنین کو جو کہ ایمان پر مرے ہیں اُنکے گناہ بخشیگا اور جنت انکو عطا کریگا لیکن گناہ ابوبکر کا ایسا نہیں ہے کہ قابل مغفرت ہو اور خدا تعالیٰ نے سب مومنین سے وعدہ بہشت میں داخل کرنیکا کیا ہے اور اُن سے راضی ہے اور اُنکی تعریف کرتا ہے لیکن بعد رسول خدا صلعم کے سیکڑوں مومنین مرتد ہو گئے چنانچہ کتب اہل سنت اسپر گواہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وعدہ خدا مغفرت و بہشت کا انہیں مومنین سے ہے کہ جو ایمان پر مرے ہیں اور ایسے ہی مہاجرین و انصار کہ جو ایمان پر مرے ہیں اور شیعوں کے دین کی باتوں میں ہرگز جہل نہیں ہے اسواسطے کہ شیعہ اُن عالموں کی پیروی ہیں کہ جو وارثان علم رسول مقبول ہیں اور سینہ بسینہ اُنکو اُن سے علم پہنچا ہے اور جہالت اہل سنت کے دین میں ہے کہ وہ جاہلوں کی پیروی کرتے ہیں لوگ کہ جو عورتوں کے الزام کہا تھا اپنی جہالت کا اقرار کرتے ہے اور خدا تعالیٰ اُن لوگوں سے ہرگز راضی نہیں ہے اسیواسطے شیعہ بھی اُن سے راضی نہیں ہیں اور شیعہ جو اُن سے ناراض ہیں تو اسی جہت سے خدا اور ائمہ ہدیٰ بھی شیعوں سے راضی ہیں اور جو لوگ کہ اُن سے راضی ہیں تو خدا تعالیٰ اور ائمہ ہدیٰ دونوں اُن لوگوں سے رنجیدہ ہیں اور اہل بیت گوشہ غضب خداوندی کو اُنکی طرف دیکھ کر طرف اُنکی نہیں جھکتی ہیں اور اپنی حقوق سے اہل بیت ہرگز درگزر نکرینگے کہ اکثر اُنکی مذمت فرماتے رہی ہیں اور خدا تعالیٰ ہرگز اُن سے راضی نہیں ہے کہ اُنہوں نے بڑے ستم کئی ہیں اور دین خدا میں احداث کیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور بات اُن ظالموں کی طرف ہرگز نہیں ہے بلکہ اُن سے ناراض ہے اور جو کہ اُن سے راضی ہے اور اُنکو اچھا جانتا ہے اور اُنکی پیروی کرتا ہے خدا تعالیٰ اُنکو بھی اپنے غضب میں گرفتار کریگا اور اُن سے راضی ہونیکا تو کچھ دخل ہی نہیں ہے اور تو جو کہتا ہے کہ ہر جیب کہ سلطان پسند و ہر دست کہ تیرا و ہر مذہب کہ ظالموں کا اعتقاد ہے اور ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ عیب پسند ہرگز نہیں ہے خدا تعالیٰ کو بھی تو نے مثل سلاطین دنیا کر دیا قال الشیخ الاشعری آخر کلام اللہ میں موجود ہے ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین یعنی جنتیوں کے حق میں فرماتے ہیں اور نکالڈالی ہمنے جو کچھ اُنکے دلوں میں بغض تھے بھائی ہو گئے تختوں پر بیٹھے ہوئے فقط اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ بعضے جنتی ایسے بھی ہوں گے کہ اُنکے باہم دنیا میں بغض و عداوتیں تھی پر جب خداوند کریم اُنکو جنت میں داخل کریگا اُن بغضوں کو اُنکے دلوں سے نکالڈالیگا سو اسی طرح یہاں بھی تصور فرما لینا چاہئے آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بشہادت کلام خدا اور کلام ائمہ ہدیٰ شیعوں کو جبراً کرنا تسلیم کرنا پڑا ہے اور اہل بیت کے جنتی ہونیکا پہلے ہی سنیوں اور شیعوں کو باتفاق یقین ہے اور اگر شیعہ سنیوں کی ضد میں اُنکی جنتی ہونیمیں کلام کرنے لگیں تو اُنکی ہٹ دھرمی سے کچھ بعید نہیں غرض جب دونوں فریق جنتی ہوئے تو اُنکے کینے اور عداوتیں خداوند کریم آپ نکالدیگا اور اگر بالتبعہ فہمائش مبلغ سبحان عبداللہ بن سبا کو کچھ اثر نہوا جیسے سامری کے ایک کرشمے پر بنی اسرائیل بہک گئی اور حضرت موسیٰ کے ہزار معجزوں پر کسی ڈھب سر راہ پر نہ آئی اُس دغاباز کے سخن بے سروپا پر ایسے جمیں کہ میرے اس لائل محکم اور مستحکم سے بھی اکھڑ جائیں تو جیسے موسیٰ نے دستاویز ضلالت امیز سامری کو باطل کر دیا یعنے اُس سونیکی بچھڑیکو جو ببرکت خاکپائی جبرئیل علیہ السلام بولنے لگا تھا اور بنی اسرائیل اُسے پوجنے لگے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ کر کے بہا دیا تاکہ ہر کس و ناکس سمجھ جائے کہ اگر یہ معبود برحق اور خدا برحق ہوتا تو بندوں کے ہاتھوں سے یوں کیوں ذلیل ہوتا اسیطرح میں بھی تحت نامی مولوی عمار علی صاحب کو کہ موجب طرز و انداز میں عبداللہ بن سبا ثانی اور دغا تازہ کی بانی مبانی ہیں بلکہ انکی جہتیں اُسی سر کردہ شقاوت پژوہ کی تراشی ہوئی باتیں ہیں اور اُسی کی پرانی خرافاتیں ہیں ہاں الاقل فالاقل سے قطع کر کے سلوی صاحب کے ہاتھ کاٹے دیتا ہوں تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ محتان پریشان ہو لوی صاحب اگر قابل پذیرائی اہل انصاف ہوتی تو یوں مثل کوہ ستبر ہو کے سہار نہ جاتے **اقول** اولاً خدا تعالیٰ مومنین کے سینوں سے جو کہ جنتی ہیں اور دنیا میں باہم عداوت اور بغض رکھتے تھے جنت میں اُن بغضوں اور عداوتوں کو اُنکے سینوں سے نکالڈالیگا لیکن پہلے ابوبکر کا جنتی ہونا ثابت کرو تب ایسا کلام کرو اور خدا تعالیٰ نے کسی آیت میں نہیں فرمایا ہے کہ ابوبکر جنتی ہے اور نہ ائمہ ہدیٰ کے کلام سے ایسا ثابت ہے اور اگر ابوبکر کا جنتی ہونا ثابت ہو تو یہ بات شیعہ و سنی کو اسقدر بتکرار لوریحت کے واسطے ہوتی بڑا بہبودہ ہے یہ شیخ کہ جو کہتا ہے شیعوں کو تو ابوبکر کا جنتی ہونا تسلیم کرنا ہی پڑیگا اور کلام اللہ میں جیسے کہ علی العموم آیات مدح صحابہ مذکور ہیں ایسی آیات مذمت بھی مذکور ہیں تاکہ کسیکا مرقوم نہیں ہے اور ان لوگوں ہی کو خدا تعالیٰ خطاب کر کے فرماتا ہے ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون اور ابوبکر کیونکر جنتی ہو جبوقت کہ رسول خدا صلعم نے اسکو خطاب کر کے فرمایا ہو کہ لا تدری ما احدثت من بعدی جیسا کہ جامع الاصول میں ہے یعنی نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کرو گے تم بعد

میرے اور یہ مطابق ہے اُس روایت کے کہ جو کتب صحاح اہل سنت میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے روز ملائکہ کچھ آدمیوں کو حوض کوثر پر سے ہنکاتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے میں کہونگا کہ انکو کہاں لیجاتے ہو تو اصحاب بے دین فرشتے حضرت سے کہینگے کہ تو نہیں جانتا ہے جو کچھ انہوں نے احداث کیا ہے بعد تیرے اور ہمیشہ مرتد ہی ہیں جب سے کہ تو نے اُنسے مفارقت کی ہے اور جو کچھ اُنہوں نے احداث کئے ہیں وہ اہل سنت کی بہی کتابوں میں مرقوم ہیں اور اُنکی عیبوں کو ایسا چھپاتے ہیں کہ جیسے بلی گوہ کو چھپاتی ہے اور واہی اور سست تاویلیں اُسمیں کرتے ہیں لیکن ہم نے بڑی مستحکم دلیلوں سے اور اہل سنت کی کتابوں کی سند سے اُنکی تاویلوں کو باطل کردیا ہے اور جابجا ہم اُنکے احداث کو اور حد شرع سے تجاوز کرنیکو لکھ چکے ہیں اور اہل سنت پر ظاہر کرچکے ہیں اور اگرچہ باایں ہمہ فہمائش بلیغ ان متبعان ابلیس خبیث کو کچھ اثر نہوا اور جیسے سامری کے ایک کرشمے پر بنی اسرائیل بہک گئے اور حضرت موسیٰ کے ہزار معجزوں پر بھی سر راہ پر نہ آئے اُس دغاباز کے فن بے سر و پا پر ایسے جمے تو میرے اس اظہار اور بیان واقعی سے بھی اُکھڑ جائیں تو جیسے حضرت موسیٰ نے دستاویز ضلالت آمیز سامری کو باطل کردیا یعنی اُس سونے کے بچھڑے کو جو بر کت حضرت جبرئیل بولنے لگا تھا اور بنی اسرائیل جو سجدے میں گر گئے تھے حضرت موسیٰ نے جلاکر دریا میں ریزہ ریزہ کرکے بہیرا تھا تاکہ ہر کس و ناکس سمجھ جائے کہ اگر یہ گوسالہ بحق اور خدا برحق ہوتا تو بندوں کے ہاتھوں سے یوں کیونکر ذلیل ہوتا اسی طرح میں بھی حیلہائے حجت تمام اور تاویلہائے باطلہ اس شیخ نجدی کو کہ جو بہوبہو طرز انداز میں ابلیس ثانی اور دعاہائے تازہ کا بانی مبانی ہے بلکہ اسکی حجتیں اُسی سرکردہ شقاوت پژوہ کی تراشی ہوئی باتیں ہیں اور اُسی کی پرانی خرافاتیں ہیں سو ہاں لائل قاطعہ سے قطع کرکے اس شیخ نجدی کے ہاتھ کاٹے دیتا ہوں تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ سخنان پریشان شیخ نجدی اگر قابل پذیرائی اہل انصاف ہوتی تو یوں مثل گوسالہ سامری نہ اُڑائی جاتی **قال الشیخ الاشعری** سو گوش گزاران مولوی صاحب کو یہ بات یاد رہے کہ دربارہ غصب فدک جو کچھ مکاری کرکے زیب قلم فرمایا ہے بزعم خود بہت ہی چالاکی کی تھی لیکن جنکا خدا حافظ ہو اُنکو ایسے دھونکوں سے کیا اندیشہ ؎ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ہاں ایسے عقل کے اندھے جیسے ملازمان مولوی صاحب البتہ اس جال میں پھنس جاتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی صاحب اپنے نامہ موسومہ میزان علی صاحب میں کہ مشتمل نامہ سیاہ مولوی صاحب کی خوبی کا اُسمیں نام و نشان نہیں یوں رقم فرماتے ہیں کہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اور شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اور صاحب صحاح جمع النبوت نے اور سوا اسکے اور علماء اہل سنت نے روایت کی ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آت ذالقربے حقہ یعنی دے تو اے محمد صلعم قریبوں کو حق اُنکا تو اُسوقت پیغمبر خدا صلعم نے جبرئیل سے پوچھا کہ قریب میرے کون ہیں اور حق اُنکا کیا ہے جبرئیل نے عرض کی کہ قریب تمہارے فاطمہ ہے اور حق اُسکا فدک ہے فدک اُسکو دیدو اُسوقت رسولخدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علماء کی ثابت ہوا کہ رسولخدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیدیا اور فاطمہ مالک فدک کی تھی جب سولخدا صلعم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو فدک کو فاطمہ سے چھین لیا اور اُنکا قبضہ اُٹھا دیا اب فرمایئے کہ یہ غصب نہیں تو کیا ہے انتہی یہانتک مولوی صاحب کی عبارت تہی **اقول** مولوی صاحب نے اِس غصب فدک میں کچھ مکاری نہیں کی ہے اور نہ کچھ دھوکا دیا ہے اہل سنت کی کتابوں میں جو کچھ فدک کے مقدمہ میں لکھا ہے وہ اُنہوں نے نقل کردیا ہے اور اپنی کتاب سے کچھ نہیں لکھا ہے بلکہ جو کچھ لکھا ہے وہ سب اقوال علماء اہل سنت کے ہیں تو اُن علماء پر اپنی لعنت کر کہ تمنے ایسی باتیں کیوں لکھیں ہیں فدک کے مقدمہ میں کہ جسمیں شیعوں کو ایک تناویز ہوگئی اور اُنکو اعتراض کرنیکی گنجائش ہوگئی جو کچھ قصور ہے اس مقدمہ میں تیرے علماء کا ہے اور وہ ہی مکاریاں ہیں اور وہ ہی اپنے عوام کو دھوکا دیتے ہیں ایسی عبارتیں لکھکر اور وہ ہی عقل کے اندھے ہیں کہ ایسی باتیں لکھکر اعتراض کراتے ہیں لیکن جو کچھ حق ہے وہ بے تامل اُنکے قلم سے نکلجاتا ہے اور ہر چند جانتے ہیں کہ حق کو چھپائیں مگر پھر بھی ظاہر ہی ہوجاتا ہے اور مولوی صاحب نے تو میرے نادر علی صاحب کو خط لکھا تھا کہ وہ اُنکے ہم مذہب ہیں تجھ کو تو نہیں لکھا اور نہ اور کسی سنی کو لکھا ہے تجھ کو کسواسطے ناگوار ہوا اور تو نے اُنکے درپے ہوکر کسلئے رسوائی دنیا اور آخرت کی اختیار کی **قال الشیخ الاشعری** اب ہماری سنئے کہ یہ اعتراض غصب فدک ایک پرانی بات ہے کچھ ملازمان مولوی صاحب ہی کو نہیں سو بھی سارے شیعہ اسی بات کو کہتے رہے ہیں لقصہ مولوی صاحب ہی پرانی قے چاٹتے ہیں جو اگلے اگلتے چلے آئے ہیں پر افسوس یہ ہے کہ ابتدا میں کسی نے یہ دروغ بے فروغ زبان سے نکالا تھا تو نکالا تھا جبتک علماء اہل سنت کو اسکی خبر بھی نتہی لیکن جسوقت علماء اہل سنت نے جوابات دندان شکن سے شیعوں کے دانت توڑ دیئے ہوں تب تو غیرت کی بات یہ تھی کہ اس بات کو منہ پر بھی نہ لاتے اگر صواعق اور صواعق محرقہ نہتی تو بفضلہ تعالیٰ تحفہ اثنا عشریہ تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ و منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مناظرے بدل مولوی حیدر علی سلمہ ربہ کہ علماء لکھنؤ بھی اُنکی سامنے بولنے نہتی کثرت سے موجود ہیں اُنمیں اس دروغ بے فروغ کے جو کچھ جواب لکھے ہیں پہلے اُنکو ورد کرنا تھا جب کہیں اسبات کو زبان پر لانا تھا کیا اگر شرم خدا سے نہتی غیرت دنیاوی کو بھی طاق میں اُٹھا دھرا کیسا ہی نامعقول کیوں نہو پر اپنی بات کا جواب مسکر ایک فقہ تو چپ ہی ہو رہا کرتا ہے ہاں نامرد بیحیا کا یہ کام ہے کہ اگر دلاوران شجاعت نژاد کسی نامرد کی سزا میں کچھ سرزنش کرتے ہیں اور ہاتھ پاؤں ہی معقول کرتے ہیں تو وہ چونکہ ہاتھ پاؤں سے مارا ہوا ہوتا ہے اپنی زبان چلانے سے باز نہیں آتا اور اپنے وہی مرغے کے ایک ٹانگ گائی جایا کرتا ہے مثل مشہور ہے مرد کی ہاتھ چلیپر نامرد کی زبان سو یہی وتیرہ حضرات شیعہ کا ہے کہ اہل سنت کے جوابات دندان شکن سے سنکر بھی منہ بند نہیں کرتے اور وہی بکے جاتے ہیں اس موقع پر مناسب تھا یوں کہتا کہ ہم بھی جوابات سابقہ پر اکتفا کرتے لیکن چونکہ مولوی عمار علی صاحب نے اپنی عندیہ میں میدان خالی دیکھکر یہ ہاتھ پاؤں ہلائے ہیں تو ہمکو بھی لازم ہے کہ اُنکو اُنکی حقیقت دکھلادیجے **اقول** اگر تیرے نزدیک اعتراض غصب فدک پرانا ہے تو دین محمدی بھی پرانا ہی ہے اگر اسکو پسند نہیں کرتا ہے تو اسکو بھی پسند نہ کر سولخدا صلعم کی وفات کے قریب یہ اعتراض پرانا ہی ابتدا سے

ایسا جلا آتا ہی کہ اہل سنت سے آجتک جواب ۔۔۔ اسکا درست نہیں ہوسکا واہی اور پوچ تاویلیں اسمیں کرتے ہیں اور اعتراض جدید کا تو کیا جواب دینگے اور قدیمی اگلی ہوئی علماء کی توجیہات ہی کہ مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ کی عبارت کا تو نے ترجمہ ہو بہو کردیا ہی اپنے گھر سے تو نے کیا لکھا ہی اور ہمیشہ سے قاضی عبدالجبار وغیرہ علماء اہل سنت اسکا جواب لکھتے چلے آئے ہیں لیکن کسی سے اسکا جواب معقول نہیں ہوسکا اور علماء شیعہ نے اس مقدمہ میں علماء اہل سنت کا ایسا سر توڑا ہی کہ سر نہیں اٹھا سکتے اور اسکے جواب سے عاجز ہیں اور نصر اللہ کابلی صاحب صواقع بڑا مفتری اور دروغ گو ہی صدہا دروغ اس نے شیعوں پر باندھے ہیں اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے اسی کی کتاب صواقع کا فارسی میں ترجمہ کرکے کتاب تحفہ لکھی ہی اور حیدر علی کفش فروش بھی انکا ہی خوشہ چین ہی اور ہمارے علماء نے ان سب کا نقض کیا ہی اگر تجھ کو اسکی خبر نہیں ہی تو اب خبر ہوجائیگی دیکھ تو کہ میں انکے قولوں کو جو کچھ تو نے انکی کتابوں سے لکھے ہیں کیسا رد کرتا ہوں اور مثل غبار کے پراگندہ کرتا ہوں اور بے غیرت تو اہل سنت ہیں کہ اکثر کتابیں انکی علی الخصوص ابواب تحفہ رد کئی ہوئے پڑی ہیں اور کسی شقی نے انکا جواب نہیں لکھا اور منتہی الکلام کے جواب کی کیا تجھ کو خبر نہیں ہی کہ وہ کبھی کا رد ہوگیا ہی اور حیدر علی کفش فروش ہی علماء لکھنؤ کے سامنے بول گیا ہی اور تحفہ کے جواب اور منتہی الکلام کا جواب جو کثرت سے موجود ہی اور چھپ گیا ہے انمیں تیری دروغ بے فروغ کے جو کچھ جواب لکھے ہیں پہلے انکو رد کرنا تھا جب کہیں ہمارے مولوی صاحب کے جواب لکھنا تھا اگر شرم خدا سے تجھ کو غیرت دینا وی کو بھی طاق میں رکھ ادھر کیسا ہی نامعقول کیوں نہو پر اپنی مات کا جواب معقول سنکر ایک دفعہ تو چپ ہی ہو رہا کرتا ہی ہاں نامرد بیحیا کا یہ کام ہی کہ اگر دلاور ان شجاعت نژاد کسی نامرد کی سزا میں کچھ سرزنش کرتے ہیں اور ہاتھ پاؤں سے معقول کرتے ہیں تو ہاتھ پاؤں سے مارا ہوا ہونے اپنی زبان چلانے سے باز نہیں آتا اور اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ کا ہی جایا کرتا ہی مثل مشہور ہے مرد کے ہاتھ چلیں نامرد کی زبان تو یہی حضرات اہل سنت کا ہی کہ شیعوں کی جوابات دندان شکن سنکر بھی منہ بند نہیں کرتے اور وہی بکے جاتے ہیں اس موقع میں مناسب تو یوں تھا کہ ہم بھی جوابات سابقہ پر اکتفا کرتے لیکن چونکہ اس شیخ نے اپنی عندیہ میں میدان خالی دیکھکر یہ ہاتھ پاؤں ہلائے تو ہمکو بھی لازم ہی کہ اسکو اسکی حقیقت دکھلا دیجے **قال الشیخ الاشعری** سو عرض یہ ہی کہ ملازمان مولوی صاحب کو تو کلام اللہ نہ یاد ہی نہ یاد ہو اگر یقین نہو تو کوئی صاحب بھی پوچھ دیکھیں کہ یہ آیت کونسے سیپارہ میں ہی بالجملہ اگر مولوی صاحب اور ہم مذہبان مولوی صاحب کو کلام اللہ یاد ہوتا تو اس آیت کو فدک کے باب میں زبان پر بھی نہ لاتے بلکہ اگر ہم بھی کہتے جب بھی نہ مانتے وجہ اس سخن کی یہ ہی کہ یہ آیت کل دو جا کلام اللہ میں آئی ہی ایک سورہ بنی اسرائیل میں دوسرے سورہ روم میں سو دونو کی دونو خیر سے مکہ میں نازل ہوئی تھیں **اقول** مولوی صاحب کو تو قرآن خویا دہی تجھکو بھی یاد نہوگا اور سنیوں میں اکثر آدمی حافظ قرآن ہیں لیکن اچھا تو بعضوں ہی کو یاد ہوگا اور شیعوں میں جو کوئی حافظ ہی وہ بہت اچھا حافظ ہی اور اسکو خوب یاد ہی چنانچہ ایک مرتبہ متہرا میں اور دوسری مرتبہ امرتسر میں سنیوں اور شیعوں کی حافظوں کا مقابلہ ہوا تو شیعوں کے حافظ غالب آئے اور تو جو بار بار لکھتا ہی کہ شیعوں کو قرآن یاد نہیں ہوتا تو جھوٹ بولکر لعنت خدا میں گرفتار کیوں ہوتا ہی کیا تو نہیں جانتا ہی کہ خدا تعالیٰ قرآن میں کاذب پر لعنت کرتا ہی اور قرآن تو تیری رگ رگ کو یاد نہیں ہوتا تھا بارہ برس میں ایک سورہ بقر یاد ہوا تھا تو اسکی خوشی میں گائے ذبح کی تھی دیکھ لے اپنی کتابوں میں لکھا ہی کہ نہیں اور عورتوں سے الزام کھاتا تھا بسبب یاد نہونے قرآن کے چنانچہ تیری اکثر کتابوں میں لکھا ہی کہ حکم دیا عمر نے کہ جو کوئی عورت اپنا مہر مہر سنتی سے زیادہ مقرر کریگی تو میں وہ مہر اس سے لیکر بیت المال میں داخل کرونگا عورتیں یہ سنکر عمر کے پاس آئیں اور کہا کہ یا تجھ کو قرآن یاد نہیں ہی خدا تعالیٰ تو قنطارا یعنی مال کثیر کا حکم کرتا ہی مہر کے مقدمہ میں اور تو منع کرتا ہی اسوقت عمر نے عورتوں سے سنکر کہا کہ کُلُّ النَّاسِ اَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ حَتَّى الْمُخَدَّرَاتِ فِي الْحِجَالِ یعنی کل آدمی زیادہ عالم ہیں مسائل میں عمر سے یہانتک کہ زنان پردہ نشین اور خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہی کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ یعنی تو اے پیغمبر مرنیوالا ہے اور تحقیق کہ وہ سب مرنیوالے ہیں اور جسوقت کہ سولخذا نے وفات پائی تو عمر نے کہا رسولخدا مرے نہیں ہیں کہیں پیغمبر بھی مرتا ہی اسوقت ابوبکر نے سمجھایا اور کہا کہ حضرت نے وفات پائی ہی اور یہی آیت کہ سامنے پڑھی تو یقین ہوا اگر عمر کو یہ آیت یاد ہوتی تو کیوں کہتے کہ پیغمبر نہیں مرتا اور احکام قرآنی میں جسوقت غلطیاں کرتے تھے اور حضرت علی انکو غلطی پر متنبہ کرتے تھے تو کہتے تھے کہ لَوْلَا علی لَهَلَكَ عمر اور ایسے ہی حضرت ابوبکر غلطیاں کرتے تھے اگر قرآن یاد ہوتا تو کیوں غلطی کرتے یہ شیخ شیعوں پر طعن کرتا ہی یہ موضع واقع کہ انکو قرآن یاد نہیں ہوتا اور اپنے پرکھوں کی خبر نہیں لیتا اور آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حقہ کے مقدمہ فدک میں ہونیکا کچھ شک نہیں ہے اور جس سورت میں یہ آیت ہے اس سورت کے مکی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ یہ آیت بھی مکی ہو اسواسطے کہ اکثر سورتیں مکی ایسی ہیں کہ انمیں مدنی آیتیں داخل ہیں اور اکثر سورتیں مدنی ایسی ہیں کہ انمیں مکی آیتیں داخل ہیں پس ان دو سورتوں کا مکی ہونا ہمارے مقصود کو باطل نہیں کرتا ہی اور اگر یہ آیت مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے کہ بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی ہو اور سوا اسکے یہ ہی کہ مولوی صاحب نے اپنی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہی یہ سب تیرے ہی مذہب کے علماء ہیں جو کہ ایسا لکھتے ہیں علی الخصوص جلال الدین سیوطی کہ جنکی تفسیریں قرآن کی ہیں دنیا میں اور اتقان تجھ سے تو وہ زیادہ ہی واقف ہے کیا وہ مثل تیرے دیوانہ تھے جنکی آیت کو مدنی مقرر کرنے **قال الشیخ الاشعری** علماء تو اسبات کو جانتے ہی ہیں پر عوام کی تفہیم اور تسکین کے لئے اتنا اشارہ بہت ہے کہ دنیا میں ہزاروں کلام اللہ موجود ہیں کھولکر دیکھ لیں ان دو سورتوں کے اول میں مکیہ لکھا ہوا ہوگا اور اگر کوئی انکا سمجھنے والا رمصاحف کا باعتبار اس وجہ کے کہ کلام اللہ تو سینکڑوں ہی لی سی کہیگا تو یہ بھی شیعوں کی گواہی موجود ہی طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہی سورۃ الروم مکیۃ الا قولہ فسبحان اللہ الخ یعنی علامہ طبرسی جسکے حوالہ کا یہ مذکور ہوگا کہ حسبیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فدک حضرت

فاطمہ کو عطا فرمایا وہی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ سورۂ روم سوائے آیت فسبحان اللہ الخ سب مکی ہی اب کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ مکہ میں فدک کہاں تھا فدک تو ہجرت سے چھٹے ساتویں سال بعد رسول اللہ صلعم کے قبضہ میں آیا تھا اس صورت میں تو سنیوں کی معتبر کتابوں میں یہی اگر تبصرہ یوں لکھ دیتے کہ یہ آیت بعد خیبر کے فتح کے نازل ہوئی ہی تب بھی اعتبار بخرنا تھا بالجملہ پیشوایان مذہب شیعہ کی بات تو بنائی نہیں لیکن کیا کریں کلیہ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد تقدیر سے چوک گئے **اقول** ہمارا کلام آیت وآتِ ذا القربیٰ حصہ میں ہے نہ ان دونو سورتوں میں اگر یہ دونو سورہ کی مکی ہوا کرو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ سورۂ مکیہ میں آیات مدنیہ بھی داخل ہوتی ہیں اور ان دونو سورہ کا نام مکیہ کثرت آیات مکیہ کے سبب سے ہوا ہے کہ اکثر آیتیں انکی مکیہ ہیں لہذا انکا سورۂ مکیہ ہونا بعض آیات کے مدنیہ ہونے کو مانع نہیں ہے اور یہ بھی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ آیت مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے کہ بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو اور ہم سے کیا کہتا ہی اپنے علماء سے کہہ کہ تمنے ایسا کیوں لکھا ہی کہ شیعہ ہمکو تنگ کرتے ہیں اور جو امر معقول ہم سے کچھ نہیں بن پڑتا اور کلام اللہ تو موافق مذہب شیعوں کے کہتا ہی جو کچھ کہتا ہی اور سنیوں کے مذہب کے موافق قرآن ہرگز نہیں ہے اہل سنت وضو میں مسح پاکو جایز نہیں جانتی ہیں کسی ہندو یا نصرانی عربی داں کے آگے آیت وضو کو پیش کرو دیکھو تو وہ وضو میں پاؤں کے دھونے کو کہتا ہی یا مسح کرنیکو اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں اکثر اقوال مفسرین اہل سنت لکھتی ہیں مثل فتاوی اور ضحاک اور حسن اور مجاہد وغیرہ کے اور تمام کتاب انکے قولوں سے بھری ہوئی ہی اور انکے مذہب کے موافق تو وہ روایت ہے کہ جو کسی امام علیہ السلام سے منقول ہی لیکن سورۂ بنی اسرائیل کو نہ لکھا اسمیں بھی تو آیت ہے اور سورہ بنی اسرائیل اگرچہ سورہ مکیہ ہے لیکن اسمیں پانچ آیتیں مدنی ہیں چنانچہ بعضے مفسرین نے لکھا ہی اور وہ آیتیں ہیں وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ اور وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اور اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ اور اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اور وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ پھر اسے یہ ہی کہ ترتیب کلام اللہ کی موافق تنزیل کے نہیں ہے ترتیب میں اکثر سورتیں مدنیہ قرآن شریف میں مکی سورتوں پر مقدم ہیں اور مکی آیتیں مدنی سورتوں میں داخل ہیں اور مدنی آیتیں مکی سورتوں میں داخل ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے اور اس آیت وآتِ ذا القربیٰ حصہ کی آیت مدنیہ ہونیکی شہادت ہمارے پاس موجود ہی کہ علماء اہل سنت اسکو مدنی کہتی ہیں اور لکھتی ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی پر سو لخدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیا اور اگر ہم فرض کریں کہ یہ آیت مکی ہی ہو تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہو سکتا ہی اسواسطے کہ یہ آیت اگرچہ مکہ میں یا نواح مکہ میں نازل ہوئی پر بعد ہجرت کے نازل ہوئی اور اگر پہلے تو بھی ہو سکتا ہی کہ اگرچہ فدک مکہ میں نتھا لیکن خدا تعالیٰ جو علم ازلی اپنے سے جانتا تھا کہ بعد ہجرت سو لخدا صلعم کے مکہ معظمہ سے طرف مدینہ منورہ کے خیبر جو امیر المومنین علی بن ابیطالب کے ہاتھ سے فتح ہوگا اور فدک ہاتھ آئیگا تو حکم اسکا پہلے ہی سے نازل کر دیا اور نازل کرنیمیں اس لمبے کے حکم کے کہ آیندہ کو وقوع میں آئیگا کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نہ اسمیں کچھ ممانعت ہے اور ایسا بہت ہوا ہی چنانچہ تفسیر کبیر میں آیت ماجعلنا الرؤیا التی ارینٰک کی تفسیر میں لکھا ہی کہ حضرت صلعم نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے منبر پر بندر کودتے ہیں اور یہ آیت مکہ ہے اور یکایک حضرت کے واسطے کوئی منبر نتھا اور اسکا جواب یہ ہو سکتا ہی کہ مکہ میں دکھلائی ہو حضرت کو وہ چیز کہ جو انکے واسطے مدینہ میں ہوگی اور شیعوں نے تو کچھ بات اس مقدمہ میں اپنی طرف سے نہیں بنائی ہی جو کچھ علماء اہل سنت لکھتی ہیں انکے مطابق وہ بھی لکھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی کسیکو یہ شبہ ہو کہ کی اسے بھی کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ یا نواح مکہ میں نازل ہوئی خواہ قبل ہجرت ہو یا بعد ہجرت سو ہو سکتی ہی کہ غزوۂ فتح میں سورتیں نازل ہوئی ہوں اور اس سبب انکو مکی کہتے ہوں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو سورۂ بنی اسرائیل کی اس آیت ولا تجہر بصلوتک الخ اور سورۂ روم کی پہلی آیت کے شان نزول خود سببات پر شاہد ہی کہ انکا نزول ہجرت سے پیشتر ہی علاوہ بریں مولوی دلدار علی صاحب صاحب صارم ضیغمیہ میں سنیوں کے اس استدلال کہ آیت اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِہِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ حرمت متعہ پر دلالت کرتی ہی جو اعتراض کرتے ہیں لو یہ کرتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہی سو یہ اعتراض جبھی وارد ہو سکتا ہی کہ مکی سے بھی مشہور اصطلاح مراد ہو یعنی مکی وہ ہی جو قبل ہجرت نازل ہوئی ہو اور مدنی وہ جو بعد ہجرت نازل ہوئی ہو اور مولوی دلدار علی صاحب اسباب میں ہمارے موافق ہوں مگر ظاہر ہی کہ اس صورت میں آیت وآتِ ذا القربیٰ حقہ کہ بتفسیر جو مولوی عمار علی صاحب اور سوا انکے اور شیعہ کرتے ہیں سراسر غلط ہوگی **اقول** میں نے تسلیم کیا کہ یہ دونو سورہ مکیہ ہیں چنانچہ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں اور یہ دونو آیتیں ولا تجہر بصلوتک اور سورۂ روم کی پہلی آیت بھی مکی ہی لیکن کل آیتیں انکی مکی نہیں ہیں بلکہ بعضے انکی مدنی بھی ہیں اور اکثر آیتیں جو انکی مکی ہیں اسواسطے انکا نام مکی ہوا اور رسالہ ضیغمیہ میں جو کچھ لکھا ہی وہ بھی درست ہے اسواسطے کہ آیت اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِہِمْ مکی ہی اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہی یہ آیت آیۂ متعہ کو جو کہ مدنی ہی کلیۃً نسخ کر چکی لیکن آیت وآتِ ذا القربیٰ حقہ مکی نہیں ہی اب دیکھو مولوی دلدار علی صاحب کا قول میرے قول کے موافق ہی یا اہل سنت کے قول کے موافق اور جو کچھ ہمارے مولوی صاحب نے آیت وآتِ ذا القربیٰ کی تفسیر کی ہی وہ صحیح اور درست ہوئی اور قول اس شیخ کا باطل اور غلط ہوا اور اگر آیت وآتِ ذا القربیٰ حقہ مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں کہ بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی ہو اور اسمیں حکم فدک کے ہبہ کرنیکا ہو اسواسطے کہ روایتوں میں یہ حکم آیا ہی اور آیت الا علیٰ ازواجہم وہ مکی ہی کہ جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہی چنانچہ سب تفسیروں سے ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** ماسوا اسکے اہل فہم و دانش ہی یہ التماس ہے کہ خدارا میری رو رعایت نخریں پر انصاف کرنا بھی تو کچھ اہل بیت پر ظلم کے برابر نہیں جو اتنا پر نہیں ہے کیا ذا القربیٰ کے یہی معنی ہیں اور حقہ کا یہی ترجمہ ہے جو اس روایت میں مذکور ہی بھلا سنیوں کو اول تو یہ ایمان دوسرے یہ خبر بھی ہی کہ یہ روایت ساختہ و پرداختہ حضرات شیعہ ہی پر جیسے یہودی نصرانی ہندو عربی خواں کہ نہ انکو یہ خبر ہی کہ یہ خبر سراسر غلط ہی اور نہ کچھ پاس عزت و عظمت رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس آیت کو دیکھیں گے تو کیا کہیں گے سو بدولت عنایات حضرات شیعہ بجز اسکے اور کیا ہوگا کہ دشمنان

رسول صلعم کو بہ تہمت دنیا طلبی اور حیلہ پردازی متہم کرکے یوں کہیں کہ یہ جبرئیل کا حوالہ فقط اسلئے گھڑ لیا تھا کہ اپنی بیٹی کو دینے میں کوئی تکرار نکرے ورنہ کلام اللہ کے الفاظ سے اس تفسیر کو کیا اس نہیں ذا القربیٰ ایک لفظ کلی ہی بمعنی قریب فقط حضرت فاطمہ میں کیونکر منحصر ہوجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے قرابتی کچھ ایک دو تھے ہزاروں تھے خاصکر حضرت زینب اور حضرت رقیہ اور حضرت کلثوم جو شہادت قرآن اور اصح الکتب شیعہ کافی کلینی قرابتہ حضرت فاطمہ ہی کی برابر تھیں کچھ کم نتھیں چنانچہ اسکے اوپر مرقوم ہوچکی اور اگر یوں کہئے کہ یہ دونو صاحبزادیاں اس آیت کے نزول سے پہلے وفات پاچکی تھیں تو یہ تو غلط کیونکہ یہ مکی ہی اور اُن دونو کا مدینہ میں انتقال ہوا اور سلمنا حضرت علی اور عباس اور حسنین اور حضرت جعفر وغیرہ تو فدک کے آنیکے وقت موجود تھے اور یہ سب باتفاق عالم رسول اللہ صلعم کے قرابتی ہیں تو اس صورت میں حضرت فاطمہ کو حق کیا دیا اور سب قرابتیوں کا حق تلف کردیا اور اگر ہمارا یقین نہو تو ان معنوں کی تصدیق کے لیے تم مولوی عمار علی صاحب کو ہی شاہد لاتے ہیں دیکھ لیجے وہ خود اس آیت کے معنی بھی لکھتی ہیں کہ دے تو اے محمد قریبو نکو حق اُنکا دوسرے حصہ کی تفسیر میں فدک کا کہنا بعینہٖ ایسا ہی مہمل جواب ہے جیسا کسی نے اپنا نام ہجوں سے تبلایا تھا ع ف زبر عف غ ف زبر غ میرا نام محمد یوسف ہے بھلا ایسی پوچ باتیں اللہ اور رسول کی طرف نسبت کرنے میں انہیں اتنا بھی خیال نہیں آتا کہ ہمیں کسی نے کہہ لیا تو کہہ لیا پر خدا اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی کیا کہیگا شاید ان اقرار بازیوں سے یہ غرض ہو کہ ہم سے اگر خدا و رسول کی موافق نہیں ہوا جاتا تو آؤ جتنا ہوسکے خدا اور رسول ہی ہمیں موافق کرلیں **اقول** اے اہل دانش و فہم خدا را میری روی و رعایت نکرو اور انصاف سے نظر کرو کہ یہ شیخ نجدی دشمن اہل بیت حضرت فاطمہ زہرا سے کسقدر عداوت رکھتا ہی اور اس معصومہ مظلومہ کے حق کو مٹاتا ہی اور ابو بکر کی رعایت سے اُس نے حق فاطمہ زہرا کا غصب کیا تھا اپنے عالموں اور اپنی کتابوں کو جھوٹا ٹھیراتا ہے اور اُنکو مفتری اور دروغگو کہتا ہی اسواسطے کہ مولوی صاحب نے جو لکھا ہی اسکے علماء کی کتابوں سے لکھا ہی اور اپنے مذہب کے کسی کتاب سے نہیں لکھا اور نہ اپنی طرف سے کچھ لکھا ہی اور باوجود اسکے کہ مولوی صاحب نے تو اسکی کتابوں سے لکھا ہی اور پھر کہتا ہی کہ یہ روایت ساختہ اور پرداختہ حضرات شیعہ ہی یہ ایسا ہی ہے کہ اگر مسلمان نصرانیوں سے کہیں کہ انجیل میں لکھا ہی کہ خدا تین ہیں اور نصرانی اسکے جواب میں کہیں کہ یہ سب ساختہ اور پرداختہ مسلمانوں کا ہی اور از برائے خدا دیکھو تو ترجمہ اس آیت مذکورہ کا بھی ہی یا نہیں جسوقت روایات مذکورہ اہل سنت کی موافق اسکے ہم تفسیر کریں اور اگر مراد اسکی یہ ترجمہ ہے کہ فدک اور فاطمہ کا لفظ اس آیت میں نہیں ہے تو ایسی آیتیں مجمل تو قرآن میں بہت ہیں لیکن جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اسکی تفسیر بیان کرکے تفصیل کردی ہی اور اگر مجمل لفظوں کا لحاظ ہو تو اسکی تفسیر پر نظر ہو تو تمام شریعت لغو اور بیکار ہوجائے یہ ایسا ہی جیسے کہ قرآن میں خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ نماز کو پڑھو اور لوگ ظہر اور عصر اور عشا کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور صبح کی دو رکعت پڑھتے ہیں کوئی شخص عقل کا دشمن مثل اس شیخ نجدی کے کہنے لگے کہ قرآن میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کا اور بعضی نماز کے چار رکعت ہونیکا اور بعضے کی تین رکعت ہونیکا اور بعضی کی دو رکعت ہونیکا ذکر کہاں ہے تو اسوجہ سے چاہئے کہ نماز کا پڑھنا چھوڑ دیں اور اہل سنت کو تو یاس کا اسوقت ہوتا کہ جسوقت انکو ایمان صحیح حاصل ہوتا انہوں نے تو محبت میں دشمنان اہل بیت کے اپنے ایمان کو خاک میں ملا دیا اور یہودی اور نصرانی اور ہندو جسوقت اس آیت کو مع تفسیر اہل بیت کی دیکھیں گے تو انکو تعین ہوجائیگا کہ جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہی یہ مطابق مذہب مسلمانوں کے ہی اور اگر بدون تفسیر کے آیت کو دیکھیں گے تو انکی سمجھ میں کچھ نہ آئیگا اور مسلمانوں پر اعتراض کرینگے اور اس دشمن اہل بیت کی شرارت اور بدنیتی کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا دختر نیک اختر اپنی کو جو فدک دیا تو یہ بدترین بنی آدم اسکو دنیا طلبی اور حیلہ پردازی قرار دیتا ہی اور سوا اس شیخ نجدی کے اور اسلے ہم مذہبوں کے اور کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو حضرت کو متہم بہ تہمت دنیا طلبی اور حیلہ پردازی کرے اس پر وہ میں یہ بدترین بنی آدم جناب سرور کائنات پر طعن کرتا ہی کہ فاطمہ زہرا کو کسواسطے فدک دیا کہ ابو بکر اسلئے غصب کے عذاب میں گرفتار ہوا اور یہ جو کہتا ہی کہ لوگ حضرت کو متہم کرینگے یہ ایک بناوٹ اسکی ہی اور جبرئیل ہی پوچھنا بھی اسکی کتابوں میں لکھا ہی اُن لوگوں پر اپنے مذہب کے اسلئے نفرین کرنا چاہئے کہ انہوں نے ایسا کیوں لکھا اور تکرار کرنا لوگوں کا فدک کے مقدمہ میں درکنار ہا ابو بکر نے تو بلا تامل اُسکو غصب کرلیا بے تکرار اور ہمنے تسلیم کیا کہ ذا القربیٰ کا لفظ کلی ہی لیکن جسوقت کہ حضرت جبرئیل نے اسکو خاص کردیا موافق روایات فریقین کے تو کلیت اُسمیں کہاں باقی رہی اور آیہ قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی میں جو قربی کا لفظ ہی یہ بھی تو عام ہے اور سب قریبوں کو شامل ہے پھر حضرت رسولخدا صلعم نے کسواسطے اسکو خاص کردیا اور فرمایا کہ مراد قربے سے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اور سب قریبوں کو سوا اُنکے خارج کردیا جیسا کہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہی اور آیہ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ میں بھی اُولُوا الفضل کا لفظ عام ہی پھر تم اُس لفظ سے ابو بکر کسواسطے مراد لیتے ہو اور آیہ مباہلہ نِسَاءَنَا وَنِسَاءَکُمْ میں نساءنا کا لفظ حضرت کی سب بیبیوں اور بیٹیوں کو تمہارے مذہب کے موافق شامل ہی فاطمہ تنہا کو تم کسواسطے کہتے ہو اور کسواسطے نساء کو فاطمہ تنہا میں منحصر کرتے ہو باوجودیکہ وہ لفظ جمع کا ہی اور حضرت زینب اور رقیہ اور ام کلثوم جناب رسولخدا صلعم کے قریبوں میں سے نہیں اگر قریبوں میں سے ہوتیں تو آیت اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی اور آیہ تطہیر میں یہ بھی داخل ہوتیں اگر حضرت کے لفظ سے یہ ہوتیں اور شہادت قرآن اور روایت کافی کا جواب پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں انکے ذکر میں جو مولوی صاحب کے خط کے ابتدا میں گزرا ہی اور حضرت علی اور حضرت عباس وغیرہ گو حضرت صلعم کے قریبوں میں تھے لیکن خدا تعالیٰ نے ان سب میں سے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو خاص کردیا اور زبانی حضرت جبرئیل کی خبر کردی اور بموجب حکم خدا کے یہ حق خاص فاطمہ زہرا ہی کا تھا اور کسیکا نتھا اسواسطے حضرت نے فدک فاطمہ ہی کو دیا حق کسیکا تلف نہیں کیا اور مولوی صاحب نے ترجمہ اسکا درست کیا ہی لیکن جبرئیل کے بیان سے فاطمہ زہرا سب قریبوں میں سے خاص ہوگئیں جیسے کہ نساءنا کے لفظ میں خاص ہوگئیں اور اولوا الفضل کے لفظ میں ابو بکر خاص ہوگئے اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہی وہ ایک زٹل ہی اسکا جواب کیا ہو اور بیام رعینی جو کچھ کہ مولوی

صاحب نے لکھا ہی یہ ہرگز سچ نہیں ہے اور کلام اللہ میں ایسا بہت آیا ہی چنانچہ ہم کہہ چکے ہیں اور خدا اور رسولخدا کی طرف اس امر کی نسبت کرنے میں کچھ قباحت نہیں ہے جیسا کہ ہم اسکو بیان کر چکے البتہ حضرت ابوبکر کے واسطے خرابی ہی کہ وہ غاصب اسکے تھے اور اسیواسطے تو سوختہ ہو کر انکی حمایت میں ایسی سچ باتیں لکھتا ہی اور اگر اسمیں کچھ افترا پردازی ہی تو تیرے علماء کی ہی انپر نفرین کر کہ انہوں نے ایسا کیوں لکھا اور اس امر میں کہ خدا اور رسولخدا کے موافق ہیں اور وہ ہمارے موافق ہیں اور مخالف انکا تو ہی کہ انکے حکم میں چون و چرا کرتا ہے

قال الشیخ الاشعری سبحان اللہ ان تیرہ درونوں سے یہ تو نہوا کہ اعجاز کلام اللہ اور شرف رسول اللہ صلعم کو آب و تاب دیں اور ظاہر کر دکھلائیں بلکہ ایسی باتیں کر کے دونو کو چھپا لیا بلکہ ایسی باتیں کہ جنکو سنکر ناواقفوں کی تو ایک دفعہ کو کان کھڑے ہو جائیں اور جی میں متردد ہوں کہ یہ بلاغت اور فصاحت کلام اللہ کا شہرہ اسی خوبی پر ہی تو بلاغت اور فصاحت معلوم اس چیستاں لاحل بوجھنے سے کیا حاصل تھا

اقول کوئی ان تیرہ درونان دشمنان اہلبیت مطیعان خلفار ثلاثہ سے پوچھے کہ آب و تاب اعجاز کلام اللہ اور شرف رسول اللہ صلعم کو ہمنے دے رکھی ہی یا تمنے ارے ہم معانی کلام اللہ کو انسے لیتے ہیں کہ جو وارثان علم نبی کریم تھے اور تم پیروی انکی کرتے ہو کہ جو احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور اپنے کئے اور کہے پر نادم ہوتے تھے تمہاری یا من مضمون صحیح اور درست کلام خدا کا کہاں ہی اور یا جو کہتے ہو اپنی رائے ناقص سے ایجاد کر کے کہتے ہو تم فصاحت اور بلاغت کو کیا جانو اور چیستاں تمہارا کلام ہی کہ مخالف تفسیر صحیح کے کہتے ہو اور یہ غر ہو سکتا ہی کہ جو کچھ تیری مرضی کے موافق کوئی کہی تو وہ درست ہو اور اسی میں اعجاز قرآن کا اور فصاحت اور بلاغت اسکی باقی رہے اور جو کوئی مضمون واقعی قرآن کا اور مطابق قول علماء سلف کے بیان کرے وہ صحیح نہو اور نہ فصاحت اور بلاغت قرآن کی باقی رہی اور جلال الدین سیوطی کہ جسنے دو تفسیریں لکھی ہیں اور علماء اہل سنت اسی کے کلام کی فضلہ خوار ہیں وہ تو اعجاز قرآن اور شرف رسول اللہ صلعم کو کچھ آب و تاب نہ دے سکا اور اسنے قرآن کی تفسیر غلط لکھدی اور تو ایک شخص کندہ ناتراش قرآن کو خوب سمجھا ہو ہی

قال الشیخ الاشعری اگر آیت فاطمہ فدک فرمادیتی تو لفظ مختصر اور معنی واضح ہو جاتے ہاں اگر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ غیرہ ہی حضرت فاطمہ زہرا کی ملکیت فدک وغیرہ میں ثابت ہو جاتی اور رسول اللہ صلعم سے اسکے دینے میں کسیوجہ سے نعوذ باللہ کچھ تقصیر ہوئی ہوتی تو البتہ اس صورت میں فدک کی جگہ حقہ کہنا موقع پر تھا کیونکہ اگر کوئی کسیکی کوئی خاص چیز دبا لیتا ہی تو اسکو کہا کرتے ہیں کہ فلانے کا حق دیدو القصہ جہاں مخاطب کے پاس کوئی کسیکی خاص چیز دبی ہوئی ہوتی ہی یا کسیکے ذمہ کوئی حق معلوم ہوتا ہی تو وہاں البتہ اس چیز کا یا اس حق کا لفظ حصہ سے تعبیر کرنا بجا خود ہوتا ہی چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں کم فہم نہ سمجھیں تو بلا سے نہ سمجھیں سو اگر مولوی صاحب کا کہنا سچ بھی ہو اور پھر رسول صلعم کی طرف یہ احتمال محال ہو بھی سکے تب بھی کام نہیں چلتا کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہی کہ فدک اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے حضرت فاطمہ کی ملک میں ہو حالانکہ یہ بات خلاف مزعوم شیعہ ہے کیونکہ بیع کے انعقاد سے تو شیعہ کو بھی انکار ہی باقی رہا ہبہ سو انکے اعتقاد موافق بعد نزول اس آیت ہی کے واقع ہوا اسلئے کہ وہ اس آیت ہی کو قبالہ ہبہ سمجھتے ہیں چنانچہ اس آیت مذکورہ سے صاف ظاہر ہی اور ظاہر ہی کہ شئے موہوب قبل از ہبہ اب ہی کی ملک ہوتی ہی تو پھر فدک کو حصہ کی تفسیر میں کہنا سننا والے کی کمال خوش فہمی پر دلالت کرتا ہی کسی نے سچ کہا ہی عیب کرنے کو ہنر چاہئے

اقول اکثر آیات قرانیہ مجمل ہیں اور مطلب انکا شارع کی تفسیر سے واضح ہوتا ہی اور اگر ایسا نہو تو معنی قرآن خدا ہی کی پاس ہوا اور بندوں کو کچھ علم اسکا حاصل نہو اب میں اس نامعنی سے پوچھتا ہوں کہ کلام اللہ میں تو صرف اسیقدر حکم ہی کہ نماز پڑھو لیکن تو ظہر اور عصر اور عشاء کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور صبح کی دو رکعت پڑھتا ہی یہ تو کلام اللہ میں نہیں ہی اور کلام اللہ میں اسیقدر ہی کہ زکوۃ دو تم لیکن یہ اسمیں نہیں ہی کہ کس کس چیز میں زکوۃ ہی اور ہر چیز کی کیا نصاب ہی خدا تعالی کو چاہئے تھا کہ مفصل بیان کرتا اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کی بیان پر موقوف نہ رکھتا تاکہ بندے قرآن ہی کو دیکھ کر سمجھ جاتے اور دوسرے سے پوچھنے کی احتیاج نہ ہوتی اور فدک فاطمہ کا حق ہونا تو خدا تعالی کے نزدیک و ازل سے ثابت ہی کہ اسنے ہی اسکو حق فاطمہ اپنے نزدیک مقرر کیا ہی کسیکے بیع کرنے پر موقوف نہیں ہی اور مجازا بھی اسکو حق فاطمہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالی اپنے علم ازلی سے جانتا تھا کہ رسولخدا صلعم فاطمہ زہرا کو فدک دینگے اور وہ حق اسکا ہو جائیگا اسواسطے پہلے ہی سے اسکو حق فاطمہ فرمایا جیسے کہ من قتل قتیلا فلہ سلبہ کا حال ہی اور ہو سکتا ہی کہ خدا تعالی نے وحی کی ہو حضرت کو فدک کے دینے کی اور بعد اسکے اسکا حکم آیت میں نازل کیا ہو اور بعد اسکے مسکین اور ابن سبیل جو ہی وہ بھی حضرت ہی کی قریبوں سے ہی کہ حق اسکا خمس سے ہی چنانچہ دوسری آیت سے ثابت ہے اور یہ ناصبی لکھتا ہی کہ حق جو کسیکا ثابت ہوتا ہی یا تو بیع سے ہوتا ہی کہ وہ خرید کرے یا کوئی شخص اسکو ہبہ کرے اور فاطمہ زہرا نے نہ تو فدک کو خرید کیا تھا اور نہ کسی نے پہلے سے انکو ہبہ کیا تھا تاکہ وہ ملک فاطمہ کی ہوتی اور فاطمہ کا حق اسکو کہتے اس صورت میں فدک فاطمہ کا حق کیونکر کہلائیگا اب میں پوچھتا ہوں کہ تمہاری تفسیروں میں کیا لکھا ہی تمہارے یہاں بھی تو یہی ترجمہ لکھا ہی اس آیت کا کہ دے تو قرابت والے کو حق اسکا اور محتاج کو اور مسافر کو سو مراد حق سے زکوۃ ہی یا اور کچھ فی سبیل اللہ سے اب میں مطابق قول اس شیخ بخدی کے کہتا ہوں کہ اگر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ وغیرہ سے قرابت والے یا محتاج یا مسافر کی ملکیت زکوۃ وغیرہ فی سبیل اللہ میں ثابت ہو جاتی اور رسول اللہ صلعم سے اسکے دینے میں کسیوجہ سے نعوذ باللہ کچھ تقصیر ہوئی ہوتی تو البتہ اس صورت میں مال زکوۃ کی جگہ حقہ کہنا موقع پر تھا کیونکہ اگر کوئی کسیکی کوئی چیز خاص دبا لیتا ہی تو اسکو کہا کرتے ہیں کہ فلانے کا حق دیدو چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں کم فہم نہ سمجھیں تو بلا سے نہ سمجھیں سو اگر اہل سنت کا کہنا سچ بھی ہو اور پھر رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ کیطرف یہ احتمال محال ہو بھی سکے تب بھی کام نہیں چلتا کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہی کہ مال زکوۃ وغیرہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے قرابت والے اور محتاج اور مسافر کی ملک میں ہو حالانکہ یہ بات خلاف عموم اہل سنت ہے کیونکہ بیع کے انعقاد سے تو اہل سنت بھی انکار ہی باقی رہا ہبہ سو انکے اعتقاد موافق بعد نزول اس آیت ہی کے واقع ہوا اور ظاہر ہی کہ شئے موہوب قبل از ہبہ واہب ہی کے ملک میں ہوتی ہی تو پھر مال زکوۃ وغیرہ حقہ کی تفسیر میں کہنا کمال خوش فہمی

علمائے اہل سنت پر دلالت کرتا ہی کسی نے سچ کہا ہی عیب کرنیکو ہنر چاہئے اور اگر خطاب تو جناب سولخدا صلعم سی ہو اور مراد تمام امت ہو تو بھی یہی حاصل ہی اور اگر حقہ سی مراد مال فی سبیل اللہ زکوۃ وغیرہ نہو بلکہ قرض بندیکا یا بطور وراثت کے ہو یا غصب کیا ہوا ہو تو ہمیں تخصیص قرابت والے اور مسافر اور محتاج کے کیا ہی بلکہ ہر شخص کے چیز کسیکے پاس ہے یا اسکے ذمہ کچھ کسیکا ہی تو اسکو ادا کرنا لازم ہی اور ردا بت کی بنانے والے علمائے اہل سنت ہیں انکو ملامت کرنا چاہئے کچھ شیعہ ہی تو اس میں متفرد نہیں ہیں جلال الدین سیوطی وغیرہ کی گو پر جا کر جوتیاں ارکہ تمنے ایسا کیوں لکھا قال الشیخ ابا الاشعری اور اگر ہم بپاس خاطر حضرات شیعہ مولوی صاحب کی بات کے بنانیکے لئے موافق موافق نقل مشہور قدروغی راجزا باشد دروغی ہم یوں کہنے لگیں کہ ہاں سچ ہی یہ روایت سچ ہی اور ذالقربی سے مراد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حقہ کے معنی فدک ہی ہیں تو مولوی صاحب سکا کیا جواب دینگے کہ اس صورت میں فحیا ان کلام اللہ میں سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کا ذکر بلفظ ذالقربی ہوگا تو لازم ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی مراد ہوں اور جب قرار پایا تو بعد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی کسی اور کو بنی ہاشم میں سے خمس کا حصہ لینا درست نہو اور وجہ اس نادرستی کے در صورتیکہ مرقومہ یہ ہے کہ آیت وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ کا یہ ترجمہ ہی اور جان رکھو کہ جو کچھ تم غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کے واسطے ہی اس میں سے پانچواں حصہ رسول کے واسطے اور قرابت والیکے واسطے اور محتاج کے لئے اور مسافر کے لئے فقط آیت خمس کے تقسیم جو اس آیت میں مذکور ہی ہماری تمہاری مقرر کی ہوئی نہیں خدا کی مقرر کی ہوئی ہی اس میں کمی بیشی مسلمانوں سی تو ہوئی نہیں سکتی پھر جب کہ ذالقربی حضرت فاطمہ زہرا تھیں تو بعد انکے انکے اولاد میں سے یا بنی ہاشم میں سے انکی خمس کیسے لینا درست نہو حالانکہ مذہب شیعہ اسمامیہ کا یہ ہی کہ نصف خمس امام وقت کا اور نصف باقی یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کی اور ظاہر ہی کہ امام شیعوں کے نزدیک سوا ان کے اور کوئی نہیں سو وہ سب کے سب باتفاق شیعہ معصوم ہیں سو شیعوں کی تقسیم کے موافق علی نے اپنی خلافت میں خمس میں سے لیا حضرت امام مہدی لینگے بفتوا ر روایت مرقومہ بالا ظلم اور حرام ہوگا اور اگر کوئی شیعہ مذہب جو دت طبع کو کار فرما کر یوں کہیں کہ ہر چند ذالقربی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی ہیں اور خمس اصل میں انہیں کے لئے ہے لیکن ائمہ کو بوجہ میراث خمس کا لینا جائز ہے تو میری یہ عرض ہی کہ اول تو میراث بقدر حصہ وارث بیاتے ہو کیا بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا امامونکی وقت میں سوا امامون کے سادات میں سے حضرت فاطمہ زہرا کا اور کوئی وارث ہی نتھا جو نصف خمس کا سارا امام کے لئے تجویز ہوا اور سلمنا کہ حضرت زہرا کی میراث انہیں اثنا عشر امامون کے لئے ہی لیکن جو چیز کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مہدی رضی کے زمانہ میں غنیمت میں آئی یا آئیگی وہ حضرت فاطمہ کی ملک ہی میں نہیں ملک ہونیکے لئے حیات نہ ہوئی تو اس صورت میں اول تو خداوند علیم حکیم کے اس فرمانیکے کیا معنی ہوں کہ جو کچھ غنیمت لاؤ اسکا خمس ذالقربی یعنی حضرت فاطمہ و یتامی وغیرہ کے لئے ہے دوسرے جب وہ حضرت فاطمہ کے ملک ہی نہوئی تو بوجہ وراثت اماموں نے کیوں لیا اور یہ ہی سہی خمس وراثت میں نہ آیا ہو بلکہ استحقاق خمس وراثت میں آیا ہو لیکن کیا انصاف ہی کہ ذالقربی یعنی حضرت فاطمہ زہرا کا استحقاق خمس تو بطور وراثت اولاد میں منتقل ہو جائے پیر رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے یتیموں اور مساکین اور مسافروں کا استحقاق خمس بطور وراثت انکی اولاد میں منتقل نہو اگر یہی تورت ہی تو اس زمانہ کے یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل کی اولاد جہی ہر چند بادا باد یتیم ہوں کہ نہوا اور مساکین ہوں کہ غنی مسافر ہوں یا مقیم مصروف خمس ہوں اور اماموں کے زمانہ کے یتیم اور مساکین اور ابناء سبیل کو اسمیں سے دینا درست نہو وہ یوں ہی خاک پھانکتے پھریں **اقول** اہل سنت جو معانی قرآن اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں اول تو قفیہ قرآن کی کہ شارع سے منقول ہی اور جناب سولخدا صلعم اور وارث انکے علم کے بیان کرتے ہیں اسطے طرف لحاظ نہیں کرتے سوا سطے وہدایہ حق کو نہیں پاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ذالقربی سی مراد کسی جگہ تو کچھ ہی اور کسی جگہ کچھ ہی یہ ہم کب کہتے ہیں کہ جگہ ذالقربی سے مراد حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہی ہیں اگر ہم اپنی رائے سے کہیں تو البتہ ہر جگہ ذالقربی سی مراد فاطمہ زہرا لی سکتے ہیں لیکن جناب سولخدا صلعم نے کسی جگہ تو فرمایا ہی کہ مراد اس سے فاطمہ زہرا ہی چنانچہ اس آیت میں اور کسی جگہ فرمایا ہی کہ مراد قریبوں سے حضرت کے بنی ہاشم ہیں جیسکہ خمس کے آیت میں اور آیت اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ میں مراد قربی سی علی و حسن و حسین ہیں چنانچہ حضرت صلعم نے فرمایا ہی پس مراد قربی سی ہر آیت میں وہ ہی کہ جو حضرت نے فرمایا ہی اور جسوقت کہ حضرت نے ہر آیت میں قربی کی تفسیر کر دی ہو تو ہر کسیکو نہیں پہنچتا ہے کہ اپنی رائے کو خلاف کر کے اپنی رائے سے کوئی معنی بیان کرے پس جسوقت حضرت نے ایسا فرمایا ہو تو اس صورت میں تو ہمسے کیا کہتا ہی اپنی علماء پر نفرین کر اور کہہ کہ ای بیچارہ تو نے ذالقربی سے مراد فاطمہ تنہا کسواسطے لی ہی بیان تمہارا درست نہیں ہو سکتا میرے نزدیک ہر جگہ حضرت فاطمہ زہرا تنہا مراد نہیں ہو سکتے ہیں اگر تنہا مراد ہیں تو آیۃ ذالقربی حقہ میں مراد ہیں اور آیت خمس میں معشوق ہی مراد ہیں قرابت والوں سے اور سوا انکے اور بھی ہیں حضرت کے فرمونیں سے جن پر صدقہ حرام ہی اور قربی کا حصہ کچھ مخصوص حضرت فاطمہ زہرا ہی کے واسطے نہیں خمس میں سے اس میں بھی شریک ہیں بعد انکے جو کچھ اس پر متفرع کر کے لکھا ہی سب باطل ہی اور حضرت کی فرمونیں سی فاطمہ زہرا علیہا السلام تنہا حصہ مثلی خمس میں سے اور سوا انکے جو قریب حضرت کا ذوی القربی ہاشم میں سے وہ تنہا حصہ پائیگا اور تقسیم خمس کی رسولخدا صلعم کے زمانہ میں اسطرح سے ہوتے تھے سو خمس کے پنج حصہ ہوتے تھے ایک حصہ خدا کا اور ایک پیغمبر خدا کا اور ایک پیغمبر کے قریبوں کا اور تین حصے تو رسولخدا صلعم لیتے تھے ورایک حصہ بنی ہاشم کے یتیموں کو اور ایک حصہ انکے مسکینوں کو اور ایک انکے مسافروں کو دیتے تھے اور بعد رسولخدا صلعم کے حصہ خدا کا اور پیغمبر کا اور قریبوں کا امام کو پہنچتا ہی اس جہت سے کہ وہ قائم مقام پیغمبر کے ہی لیکن بعد رسولخدا صلعم کے دشمنان آل رسول نے قرابتی حصہ کو موقوف کر دیا اور رسولخدا صلعم کے قریبوں کو ندیا پس امام علیہ السلام کو جو ادا ہا خمس خدا اور پیغمبر خدا اور

اقرار پیغمبر خدا کے حصہ کا پہنچتا ہی اس جہت سے کہ وہ قایم مقام پیغمبر کے ہی نہ اور کسی جہت سے کہ وہ سارا حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ہو اور امام کے تصرف اس میں سے لیا ہوا ہو اور اثۂ فاطمہ زہرا کا حق امام کو پہنچا ہوا ایسا نہیں ہے اور جو کچھ امام کو پہنچتا ہی وہ حضرت فاطمہ کی ملک نہیں ہی کہ انکی حیات کی ضرورت ہو اور نہ بطور وراثت کے امام کو انسے پہنچتا ہی اور رسول خدا صلعم اپنی زمانہ میں یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو بنی ہاشم کے دیا کرتے تھے اور اب بھی شیعوں میں سے جو کوئی خمس دیتا ہی سوا اس مال غنیمت کہ وہ اب نہیں ہی سب کو دیتا رہا ہے جسقدر آدمیوں کو چاہی مثل زکوٰۃ کے یہ لوگ مستحقان خمس اب بھی خاک پھانکتے نہیں پھرتے اور فاطمہ زہرا جیسے کہ فدک کی مالک ہوئیں ایسی ہی خمس میں بھی شریک ہیں اس میں سے بھی اپنا حصہ پائیں گے اور یہ تقسیم خدا تعالے کی بہت درست ہی اور موافق استحقاق کے ہر ایک کو پہنچا ہے نہ زیادہ والیکو کم نہ کم والیکو زیادہ **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی صاحب یوں ارشاد فرمائیں کہ یہ روایت سنیوں کی کتابوں کی حوالوں سے مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہی اگر غلط ہو تو شیعوں کو کیا نقصان ہی سنیوں کو الزام کے لئے اتنا بھی بہت ہے کہ انکی کتابوں میں روایت موجود ہے تو اسکا جواب ہمکو بھی یہی ہے کہ روایت شیعوں کی نہیں کیونکہ مجمع البیان طبرسی میں حضرت ابو سعید خدری سے اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق کے حوالہ سے یہ روایت موجود ہی کہ جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک عطا فرمایا اور اسکو انکی سپرد کر دیا باقی رہا سنیوں کی کتابوں میں روایت پائی جاتی ہی تو اسکا جواب معقول ہمسے سنیئے جناب متن روایت پر مرفوعہ ساقط پر واضحہ حضرت شیعہ ہے چنانچہ تقریر سابق میں بخوبی اسبات کی تحقیق مندرج ہو چکی ہی لیکن مزید تسکین کے لئے اتنا اور بھی سنیئے کہ سنی اول تو ایسے بھول نہیں کہ جھوٹ سچ کی تمیز انکو نہ آتی ہو تیسرے کلام اللہ کے حرف حرف کے اکثر سنی حافظ اور محافظ انکو ہر آیت کے سیاق اور سباق پر نظر رہتی ہی اور ایک مضمون کی جتنی آیتیں ہوتی ہیں انکی خبر رکھتے ہیں جیسے شیعہ اپنی تیرہ دروغی اور کجی عقلی اور کلام اللہ کی محفوظ نہونے اور موقعہ استدلال کے سیاق سباق کی یاد نہونیکی باعث صحیح مطلب کے جگہ غلط سمجھ جاتے ہیں سنی غلط نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وہ بفضلہ تعالی ان عیوب سے کسوٹی پر چاندی سونیکو لگا کر کہرا کھوٹا پرکھ لیتے ہیں سنی روایت کو کلام اللہ پر مطابق کر کے صحیح ضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں سو وہ کیونکر ایسی روایت بے سند کو کہ قطع نظر بے سند ہونیکے اس آیت کا سیاق سباق بلکہ خود اس روایت کے لفظ اور معنی غلط ہونیکے گواہ ہوں اپنی کتب میں درج کرینگے سب معتدایان شیعہ کے چالاکی ہی تا عوام اہل سنت کو اس تلبیس ابلیس سے جادہ مستقیم سے برطرف کر دیں **اقول** اس دروغ گوئی اور اپنے منہ میاں مٹھو کہنے سے کہ ہم ایسے ہیں اور ایسے ہیں کیا فائدہ ہی اس دروغ بیفروغ کو کہ جو بے سند و بے دلیل ہی کون پسند کرتا ہی اور یہ کون کہتا ہی کہ شیعوں کی کتابوں میں یہ روایت نہیں ہے لیکن سنیوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے اور اسیواسطے اس روایت میں زیادہ متانت و استحکام ہی کہ یہ روایت دونوں فرقوں میں موجود ہی اس روایت کا انکار کرنا ایسا ہی جیسا قرآن کی آیت کا انکار کرنا اور یہ روایت غلط کیونکر ہو سکتی ہی کہ جسوقت دونوں مذہبوں میں پائی جائی اور سنیوں کی ایک کتاب میں روایت نہیں ہے بلکہ بہت سی کتابوں میں ہی مثل تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور مسند ابو یعلی موصلی اور ابن مردویہ اور تاریخ حاکم اور معارج النبوت اور تاریخ آل عباس اور مقصد اقصے وغیرہ کے اور اس شیخ کے نزدیک تقیہ کرنا بھی جائز نہیں ہے کہ از راہ تقیہ کسی سنی نے یہ روایت درج کتاب کی ہو اب ہم ان علماء کثیرہ کا اعتبار کریں یا اس شیخ نجدیکا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ روایت کو بنائیں تو شیعہ اور چاکو دیں وہ روایت سنیوں کی کتابوں میں اور اگر شیعہ داخل کرتا تو کسی ایک شخص کی کتاب میں داخل کرتا نہ کہ اسقدر علماء کی کتابوں میں اور شیعہ کے داخل کرنے سے پہلے کوئی ایسی کتاب بھی تو ہوگی کہ جس میں یہ روایت نہو اس کتاب کو دکھلاؤ یا یہہ کہ وہ شیعہ وقت تالیف کے ہمیشہ اس مولف کی پاس ہی بیٹھا رہتا تھا کہ اسکے مسودہ میں یہ روایت داخل کر دی اور اگر داخل کی ہوگی تو اس شخص کی کتاب میں داخل ہوگی جو ان سب سے پہلے گزرا ہی لیکن اسکے بعد جو علماء گزرے ہیں انہوں نے اس روایت کو نقل کر کے اپنی کتابوں میں کس واسطے درج کیا انکو کیا خبر نہوئی کہ کسی شیعہ نے یہ روایت داخل کر دی ہی صرف مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کو اور انکے پیروی سے تجھکو ہی اسکا علم ہوا ہے **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ** اور جو کچھ پہلے اسکے جواب میں لکھا ہی وہ سب بے سر و پا ہی اور جو کچھ اب لکھتے ہیں وہ بھی یوں ہی کہ اپنی موہنہ میاں مٹھو بنتے ہیں اور اگر اہل سنت عقلمند ہوتے تو ہرگز خلفاء ثلثہ کے دشمنان اہل بیت کی پیروی کرتے انکی برابر کون بے عقل ہوگا کہ سچ کو جھوٹ سے تمیز ہی نہیں کرتے ہیں اور کلام اللہ کے لفظوں کو طوطے کی طرح حفظ کرنے سے کیا فائدہ ہی کلام اللہ کے مضمون کو تو نہیں پہونچتے ہیں نہ اسکے سیاق اور سباق پر نظر ہے اور تیرہ درون شیعہ ہرگز نہیں ہیں تیرہ درون تو تیرہ بڑے ہیں کہ جو احکام خدا میں غلطیاں کہاتے ہیں اور قرآن کی آیتوں سے جبر لازم آتے ہیں اور اسی جہت سے زن و مرد سے الزام کہاتے ہیں اور صحیح مطلب کی جگہ غلط بوتے ہیں بسبب یاد نہونے قرآن کے اور اہل سنت جو انکی پیروی کرتے ہیں اسیواسطے صحیح مطلب کی جگہ غلطیاں کرتے ہیں اور جو کہ صحیح ہے اسکو غلط سمجھتے ہیں کہ ایسی عیوب انکی ذہنوں میں تلثہ کی پیروی کی جہت سے راسخ ہو رہی ہیں اور سنی ہرگز تمیز صحیح اور ضعیف کی نہیں کرتے ہیں وہ شیعہ ہی ہیں کہ بسبب پیروی معصومین اور وارثان علم نبی کریم کی جہت سے جیسے کسوٹی پر چاندی سونیکو لگا کر کہرا کھوٹا پرکھ لیتے ہیں ایسی ہی روایت کو کلام اللہ کے مطابق کر کے صحیح ضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں جیسے کہ یہ روایت کہ مطابق ہی کلام اللہ الٰہی کے بعضے سنی جاہل نیم ملا کو اس شیخ نجدی کے اور اگر اسقدر تمیز ہوتی تو وہ کیونکر ایسی روایت اور بڑے سند والے کہ جو دونوں فرقوں میں موجود ہے غلط کہتے اور اس روایت کے الفاظ سحابی جو بہت صحیح اور درست ہیں اسیواسطے اہل سنت کے علماء کبار نے اپنی کتابوں میں اسکو درج کیا ہے اور معتدایان شیعہ تو جناب رسولخدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام میں سوا انکے اور کسیکی پیروی انکو قبول نہیں ہے اور یہ روایت جو ان سے منقول ہی اسیواسطے اسکو صحیح اور معتبر جانتے ہیں اور جھوٹ بولکر یہ شیخ لعنتہ اللہ میں

گرفتار ہوتا ہی دیکھو تو اسقدر کتب اہل سنت میں روایت موجود ہی اور بعد اسکے خود بھی اقرار کریگا اور پھر کہتا ہی کہ ایسی روایت کو اپنی کتابو نمیں اہل سنت کیونکر درج کریں اور کتابو نمیں اسکو یہ روایت موجود ہی اور شیعوں کو لکھتا ہی کہ یہہ انکی چالاکی ہی تاکہ عوام اہل سنت کو اس تلبیس ابلیس سے جادہ مستقیم سے برطرف کردیں اور اپنی علمار کو نہیں کہتا ہی کہ انہوں نے اس روایت کو اپنی کتابو نمیں لکھا ہی اگر تلبیس ہی تو انکی ہی **قال الشیخ الاشعری** اول تو سیاق سباق آیت سے مخالفت تفسیر مذکور سی گوش گزار اہل انصاف ہی خدارا غور سے سنیں میں نہیں کہتا کہ میری رعایت کریں بلکہ انصاف کا خواہاں ہو سورہ بنی اسرائیل میں رکوع وقضی ربک سے لیکر بعد تک آیت وآت ذالقربی حصہ کے ملاحظہ فرماکر دیکھیں کہ حروف خطاب سے مقصود حفظ نفس نفیس رسول اللہ صلعم ہیں یا تمام امت سو اہل فہم جانتے ہیں کہ مقصود خطاب سے تمام امت کا خطاب ہی کیونکہ لاتعبدوا اور ربکم اعلم بما فی نفوسکم اور ولاتقتلوا اولادکم وغیرہ میں تو ضمائر جمع ہی کی ہیں یا قولہ اما یبلغن عندک الکبر وآت ذالقربی حقہ وغیرہ میں ہرچند بظاہر بوجہ وحدت خطاب اور بقرینہ وقضی ربک جس میں ظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی جانب معلوم ہوتا ہی یوں معلوم ہوتا ہی کہ وات ذالقربی وغیرہ میں خطاب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی طرف ہی مگر نظر بعموم حکم ولحاظ قرینہ لاتعبدوا وغیرہ یوں معلوم ہوتا ہی کہ خطاب ہر شخص کے لئے ہی اور اسکا مخاطب ہر خاص وعام ہی اسمیں اور لاتعبدوا میں اگر فرق ہی تو یہی ہی کہ وہاں اعنی لاتعبدوا وغیرہ میں مخاطب متعدد پر خطاب ایک اور یہاں دونوں متعدد ہیں یعنی خاطب تنہی خطاب رہی یہ بات کہ بقرینہ وقضی ربک خطاب بجانب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی الہ الکرام معلوم ہوتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ جملہ وقضی ربک اس امر کے لئی جہی قرینہ ہوسکتا ہی کہ جملہ وآت ذالقربی وغیرہ اس پر معطوف ہو سو اس بات کو اہل معانی اور بیان سی دریافت کرنا چاہئی کہ اشارہ کا عطف خبر پر اور اضی کا عطف امر پر درست ہی کہ نہیں حق یہی ہی کہ جملہ وآت ذالقربی اگر معطوف ہی تو لاتعبدوا پر معطوف ہی اور اگر یوں کہئے کہ وقضی ربک اگرچہ بظاہر خبر ہی پر حقیقت میں معنی امر ہی قرینہ لاتعبدوا موجود ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس صورت میں بھی لاتعبدوا کا قرینہ اس بات پر بھی شاہد ہی کہ اگر یہ جملہ خبر بمعنی امر ہی تو خطاب بھی عام ہی ہاں بات اس صورت میں قابل استفسار ہی کہ جب دونوں جا میں مخاطب تمام امت ہی تھی تو نظم ونسق عبارت یوں مختلف کیوں ہوا یا دونوں جا میں ضمیر جمع ہوتی یا دونوں جگہ ضمیر واحد آتی سو وجہ اس تغیر وتبدیل کے بظاہر یہ معلوم ہوتی ہی کہ جب کوئی حکم احکام متعددہ میں سے جو ایک ساتھ صادر فرمایا جاتا ہی بہ نسبت اور احکام کے زیادہ تر عظیم الشان ہوتا ہی یا بہ نسبت کسی حکم خاص کے مخاطبوں کی طرف سی قاعدہ وتکاسل کا گمان ہوتا ہی تو ایسی صورت میں حکام والاشان بنظر مزید تاکید ہر فرد بشر کی طرف خطاب کرکے حکم کیا کرتے ہیں سو یہاں بھی باین لحاظ کہ شرک کی برائی اور والدین کی بھلائی ہر عاقل کی عقل میں خود بخود جمی ہوئی ہی اسکی ضرورت نہ سمجھی کہ تہدید منع فرمائیں اور تاکید راہ پر لائیں فقط تقدیم ذکر ہی پر کہ یہ بھی ایک قسم کی تاکید ہی اکتفا فرمایا ہاں وآت حقوق ذوی القربی علی ہذا القیاس لحاظ صرف بجا میں اکثر بسبب قاصد اور نا قل نظر آئی مناسب مقام یہ ہوا کہ زیادہ تر اہتمام کیا جاتی علاوہ بریں امر ونہی درباری توحید وشرک سی یہ مطلب ہوتا ہی کہ خالق سے کیونکر معاملہ کہنا چاہئے اور ادا حقوق اہل حقوق اور نواہی اسکے اور تبذیر سے بہہ غرض ہوتی ہی کہ خلایق کے ساتھہ کیونکر رہنا چاہئے غرض معاملات کی دو قسمیں ہیں ایک خالق کے ساتھہ ایک مخلوق کے ساتھہ علی ہذا القیاس امر ونواہی بھی منقسم بدو قسم ہیں اصلاح معاملات منظور ہے اور ہر معاملہ دو شخصوں سے تمام ہوتا ہی سو معاملہ خالق میں تو تمام مخلوقات برابر ہیں ایک ہی خالق اور بہ سبکے ساتھہ ایک ہی نسبت اسکو تو ایک ہی معاملہ تصور کیجئے اور معاملہ مخلوق میں ہر شخص کا حال جدا کیونکہ اول تو ہر ایک کو اقربا جدی پر اقربا میں سے بھی ہر شخص سے جدی قرابت اس ہر قرابتی کے ساتھہ ایک جدا ہی معاملہ ہوگا جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سنیئے کہ اول صورت میں تو بلحاظ وحدت معاملہ ایک ہی خطاب مناسب ہے اور صورت ثانی میں بنظر تعدد معاملہ خطاب بھی جدا جدا چاہئے **اقول** اس تطویل لاطائل سی کیا فائدہ اول تو ترتیب سور اور آیات کے موافق تنزیل کے نہیں ہے اکثر مدنی سورتیں ہر مقدم ہیں اور مدنی سورتوں میں آیات مکیہ داخل ہی اور مکی سورتوں میں آیات مدنیہ داخل ہیں اور یہ تطویل لاطائل تو اسوقت فائدہ بخشے جسوقت کہ آیت وات ذالقربی حقہ آیت مکیہ ہو اور ہمارا دعوی تو یہ ہی کہ آیت مدنی ہی اور جسوقت کہ آیت مدنی ہونا بھی تو اسکو آیات کیسے وقضی ربک اور اما یبلغن عندک الکبر ولاتعبدوا وغیرہ سی کیطرح سے ربط ہی نہیں سکتا وہ آیت کہیں نازل ہوئی اور یہ آیتیں کہیں نازل ہوئیں اور تسلیم کیا ہے کہ خطاب جناب رسولخدا صلعم کیطرف ہو اور مراد اس سے سب امت ہو یہ سب درست ہے لیکن یہ قاعدہ سب جگہہ اور ہر ایک آیت میں جاری نہیں ہے اکثر آیتیں ایسی بھی ہیں کہ وہاں خطاب سے مراد خاص جناب رسول اللہ صلعم ہی ہیں اور امت اس خطاب میں شریک نہیں ہو علی الخصوص جس آیت کی تفسیر میں روایت ہو کہ یہاں خطاب خاص رسول اللہ صلعم ہی کیطرف ہی تو اس صورت میں امت اس خطاب سے خارج ہو جائیگی اور وہاں صرف رسولخدا صلعم ہی مخاطب ہونگے جیسے آیت وات ذالقربی حقہ میں پس بعد اسکے جو کچھہ اس شیخ نے لکھا ہی وہ سب داخل ہو گیا اور لاتعبدوا کا قرینہ باقی نرہا اور وقضی ربک سی بھی کچھہ بحث نہیں ہے کہ وہ آیات مکیہ ہیں ان آیات میں بحث کرنیسے کیا فائدہ ہمارا کلام تو صرف آیت وات ذالقربی حقہ میں ہے کہ وہ مدنی آیت بدر اور کی سورہ میں اتفاق سی داخل ہو گئی ہی اور جو کچھہ بعد اسکے لکھا ہی ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں لیکن اسکے بیان کرنے سی کچھہ فائدہ نہیں ہے یہ تو اسوقت درست ہوتا کہ جسوقت آیت وات ذالقربی بھی مکی ہوتی اور خطاب بطرف تمام امت کے مراد ہوتا ہمنے پہلے ہی اسکو دفع کردیا **قال الشیخ الاشعری** اور اگر اب بھی کسیکے دل سے خلجان نجائے تو یہہ بیجا اسکے ورکیا کہا جائے کہ یہ تعصب بیجا ہی مگر تاہم ہمارا مطلب کہیں نہیں گیا اگر خطاب خاص رسول اللہ صلعم ہی کیطرف ہوگا تب بھی صحیح یہی ہی کہ مخاطب ساری امت ہیگی وجہ اسکی یہ ہی کہ

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا الخ معنی یہی ہیں کہ اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑھاپے کو ماں باپ میں سے ایک یا دونوں تو نہ کہہ انکو ہوں اور نہ جھڑک انکو اور کہہ انکو بات ادب کی الخ فقط اب پوچھتا ہوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد چالیس برس کے کلام اللہ نازل ہونا شروع ہوا اور والدین آپکی بچپن ہی میں گزر گئی تھی پھر جو آپ کو یہ حکم سنایا گیا بجز اسکے اور بھی کچھ معنی ہیں کہ انتیسوں کو سنا سنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے ہیں سو اسیطرح لفظ آت ذالقربی کو سمجھنا چاہئے اور بیشتر اس قسم کے خطاب کہ سب سے بڑیکو سونپہ پر دہرایا وہاں کہا کرتے ہیں کہ کسی کام کا زیادہ تر اہتمام ہوا اور عوام کی طرف سے اُس میں کسیطرح کا تقاعد ظہور میں آیا ہو یا تقاعد کا گمان ہو تو ایسے میں بڑی محبوبوں اور مقربوں اور افسروں کو سونپہ پر دہر کے کہا کرتے ہیں تاکہ سب سمجھ جائیں کہ جب ایسی محبوب اور مقرب کو اس حکم کی تاکید میں ہیں تو ہمارا تو کیا ذکر ہے ہمکو بدرجہ اولے اُس حکم کی رعایت چاہئے بالجملہ اما یبلغن کے قرینہ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ گو مخاطب خاص ہے پر خطاب عام ہے چنانچہ لا تنذر تبذیر بھی فی الجملہ اسکے طرف اشارہ کرے ہے کیونکہ تبذیر سے منع کرنا کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھہ مخصوص نہیں اور نیز یہ بات بھی قرینہ مذکورہ سے واضح ہو گئی کہ ماں باپ بھی ذالقربی میں داخل ہیں بلکہ اس آیت میں زیادہ تر لحاظ اُنہیں کیطرف ہے لیکن خطاب عام جس ہو سکتا ہے کہ لفظ حقہ مطلقاً صلہ جسی مراد ہو چنانچہ ظاہر اور متبادر بھی یہی ہے ورنہ حقہ کا مصداق اگر فدک ہی ہو تو پھر کس کس مومن کے پاس فدک ہے جو اقربا کے حوالہ کرے **اقول** پہلے اس سے میں بیان کر چکا ہوں کہ اس آیت میں خطاب رسول خدا صلعم کی طرف ہے اور وہ حضرت ہی اس خطاب سے مراد ہیں موافق روایات اہل سنت کی اُمت کے آدمی اسوسطے کہ روایات سے ثابت ہے کہ مراد حقہ سے فدک ہے اور ساری اُمت کے پاس فدک کہاں تھا کہ جو وہ کسیکو دیتے اور بڑی دلیل فدک کو فاطمہ زہرا علیہا السلام کے دینے کے اور مراد حقہ سے فدک ہونیکی اور سب قریبوں میں سے فاطمہ کے خاص ہونیکی یہ ہے کہ بعد رسول خدا صلعم کے حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا ہے اور یہ دعوی کرنا پچیس کتابوں میں اہل سنت کی لکھا ہے جسکو تو مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے انکار کر کے پچیس تیس کتابوں کو نگل گیا ہے اور ہم بعد اسکے اُن کتابوں کے نام لکھینگے اور اسکا کچھ جواب نہیں ہے سوا اسکے کہ کہو کہ فاطمہ زہرا نے جھوٹا دعوی کیا تھا وسطے طلب دنیا کے اور اپنے باپ پر تہمت بہ کی کی تھی لیکن ہم سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ایسا کہیں تم بر عایت ابوبکر جو چاہو سو اُنکو کہو اور آیت اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ پر اسکا قیاس نہیں ہو سکتا کہ یہ آیت مکی ہے اور مراد اُس سے اُمت کے آدمی ہیں اور وہ آیت مدنی ہے اور البتہ بیشتر اس قسم کے خطاب سب سے بڑیکو ہوا کرتے ہیں اور مراد اُس سے سب لوگ ہوتے ہیں لیکن اس جگہ یہ بات نہیں ہے کہ یہاں تخصیص ہو گئی ہے اور ایسے ہی لا تبذر تبذیرا کا حال ہے مثل اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ کے کہ خطاب حضرت کی طرف ہے اور مراد اُمت کے آدمی ہیں لہذا آیہ وآت ذالقربی حقہ میں بات نہیں ہے اور اگر ماں باپ ذالقربی میں داخل ہوں تو ہوا کرو اس سے کیا ہوتا ہے روایتوں نے تو ذالقربی کو خاص کر دیا ہے **قال الشیخ الاشعری** سیاق سباق آیہ وآت ذالقربی الخ مندرجہ سورہ بنی اسرائیل تو بشہادت وجوہ مذکورہ اس تفسیر سے انکار کرتا ہے علی ہذا القیاس سورہ روم کو خیال فرمائے اللہ یبسط الرزق سے لفظ آت ذالقربی کے ما بعد تک اگر بغور تامل کیا جائے تو صاف واضح ہو جائے کہ یہاں بھی گو مخاطب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن خطاب عام ہے کیونکہ پہلے تو یہ مضمون ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے جس پر چاہے تنگ کر دے اسی پر تفریع کر کے فرماتے ہیں کہ تو قریبوں اور مسکینوں اور مسافروں کو اُنکا حق دیتا رہ یعنی ہمنے اپنی بے نیازی سے کسی کسی کو مفلس اور تنگدست بنا دیا سو تو اُنمیں سے اُس ترتیب کے موافق خبر لیتا رہ پھر اسکے بعد یہ مضمون ہے کہ یہ بات بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور وہی لوگ فلاح کے پہنچنے والے ہیں اور اُسکے بعد اور بھی ایسے ہی مضمون عام ہیں الغرض جو لفظ ذلک کا اشارہ ہے یعنی ارشاد ہوا کہ یہ بات بہتر ہے یا اُسی قرابتیوں کے حقوق اور مساکین اور ابناء سبیل کے حقوق کے ادا کرنیکی طرف اشارہ ہے سو اسطرح سے اشارہ فرما کر کہنا کہ یہ بات بہتر ہے ایمان والونکی لئے جبھی صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی حکم علم ہو سو درصورتیکہ فدک مراد ہو تو اس تفسیر کا حال ہمتو نہیں کہہ سکتے ایسا ہو جائیگا جیسے نعوذ باللہ مشہور ہے من چہ گویم وطنبور من چہ میگوید الغرض دستاویز ہبہ فدک و فرمان عطاء فدک شیعونکی نزدیک سورہ روم کی آیت ہی سو اسکے سیاق سباق کا بھی حال معلوم ہو گیا **اقول** سیاق سباق نفس آیہ وآت ذالقربی کا جو سورہ بنی اسرائیل میں ہی ہرگز اس تفسیر کا انکار نہیں ہے کرتا ہے جیسے کہ ہم لکھ چکے ہیں اور ایسی ہی حال سورہ روم کے اس آیت کا ہے اسوسطے کہ ہمارا کلام نفس آیہ وآت ذالقربی حقہ میں ہے اور اُسکے ماقبل اور مابعد سے ہمکو کچھ بحث نہیں ہے کہ یہ ترتیب آیات کی اور سورتوں کے موافق تنزیل کی نہیں ہے کہیں کی آیت کہیں جمع کر دی ہے اور کہیں کے کہیں اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت علیحدہ ہی نازل ہوئی ہے اور سورہ بنی اسرائیل اور سورہ روم میں داخل ہو کر نازل نہیں ہوئی ہے جامع قرآن نے ان دونوں سورتوں میں اُسکو جمع کر دیا ہے چنانچہ تفسیر درمنثور اور کنز العمال وغیرہ میں لکھا ہے کہ جسوقت آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو فدک دیا اور یہ نہیں لکھا ہے کہ جسوقت یہ سورت نازل ہوئی تو فاطمہ کو فدک دیا اگر یہ آیت وقت نزول کے کسی سورت کے اندر ہوتی تو اُس سورت کا نام لکھتے اور ہمنے تسلیم کیا کہ خطاب اس آیت میں عام ہے اور خطاب سے مراد جناب رسول خدا صلعم اور تمام اُمت ہے اور حکم ہے سب کو قریبونکے حقوق کے دینے کا ہے تو اس صورت میں ہر آدمی اپنے قریب کو حق اُسکا دیوے اور رسول خدا صلعم فاطمہ کو فدک دیوے کہ وہ حق اُس کا ہے اور اس حق کے واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ ملک موہوب کے ہو جیسے کہ اور آدمیونکی قریبونکے حقوق اُنکی املاک پہلے سے نہیں ہوتی اور حقہ سے مراد فدک کے ہونے سے کوئی قباحت لازم نہ آئی اور دستاویز ہبہ فدک شیعونکی نزدیک آیہ وآت ذالقربی حقہ ہے نہ کل سورہ بنی اسرائیل اور سورہ روم گو آیت مذکورہ

ان دو سورتوں میں مندرج کر دیگئی ہی اور مطلب شیعوں کا بہر نہج ثابت اور متحقق ہی قال الشیخ الاشعری معہذا حصہ کی تفسیر فدک ہی ہو تو دو حال سی خالی نہیں یا معنی حقیقی ہو یا معنی
ایک کا فرد ہو اور جیسے کوئی شخص گھوڑی کو نہ جانتا ہو اور وہ کسی سی پوچھے کہ گھوڑا کیا شے ہوتا ہی اور اتفاق سی کوئی گھوڑا اوسوقت سامنے آجائے تو وہ دوسرا کہنے لگے کہ دیکھو یہ ہی گھوڑا تو یہ جواب بیان معنے
اور تفسیر حقیقت نہیں بلکہ حقیقت اسکی ایک فرد کو بتا کر گویا یوں سمجھا دینا ہی کہ باقی افراد بھی اسی پر قیاس کر کے حقیقت مشترک کو سمجھ لو ایسے ہی رسول اللہ صلعم حقیقت حق ذی القربیٰ کو بخانتے ہوں
اور حضرت جبرئیل نے ایک فرد کو افراد حقوق ذی القربیٰ میں سے بتلا کر مطلب کا راہ نکالدیا ہو یوں کہی کہ نہ یہ معنی لغوی ہیں اور نہ کوئی فرد معین منجملہ افراد کے بلکہ جناب سرور کائنات فقط
مقدار حق ذی القربیٰ کی بخانتے ہوں سو اسیکا سوال کیا اور حضرت جبرئیل نے اس مقدار ہی کا بیان فرمایا بالجملہ ان تین احتمال سی زیادہ اور کوئی احتمال نہیں جسکو غرض اصلی تفسیر مذکورہ کی
قرار دیجئے اور حقیقت میں دیکھئے تو ایک بھی احتمال نہیں مطلب آیت کا ظاہر ہی تفسیر کی کچھ حاجت نہیں سو خیر اگر اس معنی کو معنی لغوی قرار دیجئے تو ظاہر ہی کہ ظاہر الصلات ہے کونسا کون یوں کہیگا کہ اس لفظ
کی معنی لغوی اور موضوع لہ مطابقی یہ معنی ہیں اور اگر یوں کہئے کہ مدینۃ العلم اور معدن حکمت یعنی سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوٰت واتسلیمات حقیقت حق ذا القربیٰ کو بخانتے تھے اور جبرئیل نے ایک فرد کا بیان فرما
حقیقۃ الامر سے مطلع فرمادیا تو یہ جرأت مولوی عمار علی صاحب جیسے صاحبوں سے ہو سکتی ہی اہل فہم کی زبان تو ایسی باتوں کے لئے نہیں اٹھتی عاقل چھوڑ دیوانے بھی اتنا جانتے ہیں کہ حقیقت حق ذا القربیٰ ہی بنا دلالتا ہی چنانچہ
لفظ آیت خود صاف یہی کہتا ہی پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ دینی دلانیکا اتفاق ہوگا وہی ایک فرد اس حقیقت کا ہو جائیگا باقی رہا تیسرا احتمال تو وہ بھی بالبداہۃ فی الجملہ کچھ آیت مذکورہ کے پاس پاس کو پھٹکتا ہی لیکن غور کیجئے تو جواب جہ اول سے یہ بھی بعید ہے
کیونکہ اول تو اقربا کی کوئی حد نہیں شیعہ سنیوں کا سب کا اسپر اتفاق ہی کہ جتنا کوئی قریب تر ہو اتنا ہی دوسرا سبب میں لازم تہا کہ بھیجوں سے یا جریبوں سے مثلاً یا باعتبار ربع مال یا ثلث مال کی تعیین منقول ہوتی اس صورت میں اس سوال جواب
کی وہی مثل ہو جائیگی سوال از آسمان جواب از ریسمان نعوذ باللہ اگر اس احتمال پر حضرات امامیہ ہیں تو غرابت کے اس عقیدہ کو بھی منظور فرمالیں کہ خداوند کریم کے لطف سے حکم حضرت علی
پاس وحی کے بھیجانیکا ہوا تھا پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کے باعث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچا دی کیونکہ اس جواب سے بھی حضرت جبرئیل کی خوش فہمی
کچھ اس خوش فہمی سے جو غرابت کے طور پر دوبارہ وحی رسانی ان سے ظہور میں آئی ہی کم نہیں اقول جو کچھ اس شیخ نجدی نے بیان کیا ہی اور احتمالات نکالے ہیں سب لچر اور واہی ہیں
یہاں اپنی رائے کو کیا دخل ہی جسوقت کہ تفسیر اسکی شارع کیجانب سے منقول ہو گئی ہو اسی طرح سے اپنی رائے کو دخل دینا گمراہ ہو جاتے ہیں اور جو کچھ شارع سے منقول ہی اس پر نظر نہیں
کرتے ابو حنیفہ نے اکثر احادیث کو رد کیا ہے دیکھو صحاح ستہ میں بہت سی حدیثیں ایسی ہیں کہ مذہب ابو حنیفہ کا انکے مخالف ہی اور یہ شیخ بھی پیروی ابو حنیفہ کی کرتا ہی اور شہر دہلی کے
چاندنی چوک میں ایک شخص مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے گروہ میں سے کھڑا ہو کر برملا کہتا ہی کہ ابو حنیفہ گمراہ تہا اور جو کوئی اسکے پیروی کریگا وہ بھی گمراہ ہی اور جناب رسول خدا صلعم
عالم الغیب تہے اور بدون وحی کے ایک امر کو نہیں جان سکتے تہے اور بعض مراتب ایسا ہوتا تہا کہ اگر کوئی پوچھتا تہا تو حضرت ساکت ہو جاتے تہے کچھ جواب نہیں ارشاد فرماتے تہے بلکہ منتظر وحی
رہتے تہے جب اس امر میں کچھ نازل ہوتا تہا تو اطلاع فرماتے ہی جیسے کہ طرفین کی تفاسیر میں مرقوم ہی اور حق طرح طرح کے ہوتے ہیں جسوقت حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ فاطمہ کا حق اسکو
دے تو حضرت کو کیا معلوم تہا پہلے سے حق کا حال کہ وہ کیا ہی اور حقوق تو فریبوں کی اور صلہ رحمی انکی ظاہر ہی اسکے پوچھنے کی کچھ احتیاج ہی نہیں ہے لیکن حضرت جبرئیل نے جو کہا جناب
رسالتمآب صلعم سے کہ تو حق فاطمہ کا دی تو اسوقت حضرت صلعم متردد ہوئے کہ حق فاطمہ زہرا کا وہ کونسا ہی کہ جسکے دینے کو جبرئیل کہتا ہی اسوقت آپنے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ حق فاطمہ کا کیا ہی اس لفظ
جبرئیل نے اسکا جواب دیا اور حضرت نے اس حق کو پوچھا تہا کہ وہ کیا چیز ہے اسکی حقیقت کو نہیں پوچھا تہا کہ لازم آئی کہ حضرت حق کی حقیقت سے کیا ناواقف تہے اور اسمیں کیا قباحت ہے کہ جو نہ جانتے ہوں
کہ مولوی عمار علی صاحب جیسوں کی جرأت ہی حضرت صلعم تو اکثر باتیں حضرت جبرئیل سے پوچھا کرتے تہے کیا تجھکو خبر نہیں ہے اپنی کتابوں کو تو کھولکر دیکھ اور دیوانہ تو تو ہی کہ ایسی پوچ باتیں
لکھتا ہی کہ جنکو سنکر لڑکے بھی ہنستے ہیں اور یہاں حقیقت سے حق کے کیا مطلب ہے اور حضرت اسکی حقیقت کو کیوں پوچھتے تو اس حق کو پوچھتے تہے کہ وہ کیا شی ہے جسکے دینے کو تم کہتے ہو حضرت
جبرئیل نے اس سے آگاہ کر دیا اور اسیواسطے تو حضرت نے پوچھا کہ حق کی تو کچھ حد نہیں ہے جسقدر دیجئے تھوڑا ہے کہیں تم جو مجہول حق کے دینے کو کہتے ہو وہ کیا حق ہی کہ میں فاطمہ کو دوں اور جسوقت
جواب میں ایک شی معین کر دی کہ فلانا گاؤں دو تو پھر پیمائش اور حصوں کے مقرر کرنیکی کیا احتیاج ہے جواب مطابق سوال کی ہو گیا اور جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت جبرئیل کو علی کے پاس
وحی کے پہنچانیکا حکم ہوا تھا اور جبرئیل غلطی سے محمد صلعم کے پاس وحی لیگئے شیعہ ایسے شخص کو کافر جانتے ہیں اور یہ اعتقاد تو تمہارے ہی بزرگوں کا ہی شمس تبریز کے نظم کا شعر ہی کہ ؎ جبریل کز آمد
زیر خالق بیچوں ؎ در پیش محمد شدہ مقصود علی بود ؎ اور ایسے ہی بدلکی تہمت شیعوں پر کی ہی کہ وہ تو کچھ کہتے ہیں اور یہ اپنی طرف سے اقرار کرکے اور طرح سے انکی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جس سے
شیعہ کوسوں بھاگتے ہیں اور یہ شیخ نجدی تو کہتا ہی کہ شیعہ واردات امام کو خدا سے زیادہ جانتے ہیں یہ لوگ انہیں ایسے افترا پر لوگوں کے گمراہ کرنے کیواسطے کرتے ہیں قال الشیخ الاشعری
القصہ یہ تینوں احتمال اس تفسیر کے ابطال سی بالا مال ہیں ہاں اگر فدک پہلے سے مملوک حضرت فاطمہ زہرا ہوتا اور بوجہ غلطی شلا رسول اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں نہ ہوتا تو البتہ یہ تفسیر باعتبار ظاہر
ٹھیک ہو جاتی لیکن اسکو کیا کیجے کہ اتنی بات کے سنی تو درکنار شیعہ بھی قائل نہیں بلکہ باتفاق شیعہ فدک مملوک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تہا پر بعد نزول اس آیت کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حوالہ کر دیا علے ہذا القیاس ذا القربیٰ کی تفسیر میں جو حضرت زہرا کا نام ہے اسمیں بھی ان تینوں احتمالوں کا بطلان سمجھئے

اقول ہمکو ان احتمالوں سے کچھ سروکار نہیں ہے اگر باطل ہیں تو ہوا کرو جو کہ حق ہے اور روایات شیعہ اور سنی اسکے باب میں وارد ہوئی ہیں ہم اسکو بیان کر چکے اور اگر یہی امر ہے جسکو کوئی کچھ دیا کرے تو وہ موہوب لہ کی پہلے ہی سے ملک ہو واہب کی یا اس صورت میں کسیکو بخشش کرنی درست نہوا سواسطے کہ جو کچھ واہب کے پاس ہے وہ موہوب لہ کی ملک نہیں ہے اور جہاں کہیں کہ خدا تعالے نے قرآن میں فرمایا ہے کہ قریبوں اور مسکینوں کو اور مسافروں کو حق انکا دو یہ سب بیجا ہوا سواسطے کہ دینے والے کے پاس ان لوگوں کی ملک نہیں ہے کہ وہ حق انکو دیویں ایسا ہی حال فدک کا ہے اسمیں اور اسمیں کچھ فرق نہیں ہے اب ہم بھی مثل اس شیخ کی کہتے ہیں کہ اگر پہلے ہی سے عطیہ مملوک ان لوگوں کا ہوتا اور بوجہ غلطی مثلاً دینے والیکے قبضہ میں ہوتا تو البتہ یہ تقریر باعتبار ظاہر بجا ہو جاتی لیکن اسکو کیا کیجے کہ اتنی بات کے شیعہ تو درکنار سنی بھی قائل نہیں بلکہ باتفاق اہل سنت عطیہ مملوک رسول اللہ صلعم تھا پر بعد نزول اس آیت کے رسول اللہ صلعم نے ان لوگوں کو ہبہ کیلئے حوالہ کر دیا اب جو جواب تم اسکا دوگے وہی جواب ہم فدک کا دینگے اور ذا القربی کی تفسیر میں جو حضرت زہرا کا نام ہے اسکی وجہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور ان سب باتوں کو جانے دیجے اگر ذا القربی اور حقہ کے معنی رسول اللہ صلعم کو معلوم نتھے تو لفظ مسکین اور ابن سبیل بھی اس طرح کے اشکال اور اخفا معنی میں کچھ ذا القربی اور حقہ سے کم نتھا علے الخصوص تعین مقدار حق مسکین اور حق ابن سبیل کہ ان دونوکا عرف میں بھی کوئی قانون نہیں بخلاف قرابتیوں کے کہ انکے دینے لینے کا ہر قوم میں ایک دستور بندھا ہوا ہے پھر کیا وجہ کہ رسول اللہ صلعم نے اقربا اور اقربا کے حقوق کو تو حضرت جبرئیل سے پوچھا اور مسکین اور ابن سبیل بیچاروں کی بات بھی نہ پوچھی اگر یہ عذر ہے کہ اس روایت میں نسبھی کسی اور روایت میں سہی تو مسلم لیکن کسی دوسری ہی روایت سے مثل ذا القربی کے مسکین اور ابن سبیل کا شخاص معین کیجیے اور تعین مقدار حق مسکین اور ابن سبیل بیان فرمایئے اور قطع نظر اسبات کے جناب باریتعالی اس آیت میں ایک ساتھ تینوں کو ذکر فرماتا ہے آیت واعلموا انما غنمتم وغیرہ کے ملاحظہ سے بھی یوں سمجھ میں آتا ہے کہ مسکین اور ابن سبیل استحقاق میں ذا القربی کے ہم پلہ ہیں جیسا کہ انکا دینا ضروری ہے ویسا ہی انکا پہنچا دینا ضروری ہے ویسا ہی انکا پہنچا دینا واجب ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کو ذا القربی کے حق کے ادا کرنیکا تو فکر ہوا اور اسبات میں کنجی کاوا اور تفتیش اور استفسار فرمایا اور دربارہ مسکین اور بیچارہ ذلیل ابن سبیل کچھ لب کشا نہوئے **اقول** پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جسوقت تفسیر آیت کی روایتوں سے معلوم ہو گئی تو ہمکو ان احتمالات واہیہ کے جواب دینے سے کچھ کام نہیں ہے اور ذا القربی اور حقہ کے معنی بیشک رسول صلعم جانتے تھے اور معنی میں انکی کچھ کلام بھی تو نہیں ہے اور نہ کچھ معنی سے انکے بحث ہے اور نہ کچھ معنی سے مسکین اور ابن سبیل کے بحث ہے کیا جناب رسولخدا ان لفظوں کے معنے آنسے پوچھتے ہے جو ایسی واہی باتیں لکھتا ہے حضرت کے قریب جو متعدد تھے اسواسطے حضرت نے قریب کو پوچھا کہ وہ قریب میرا کون ہے جسکو میں دوں قریب کے معنی کو نہیں پوچھا تھا اور قریب حضرت کے جو معین اور منحصر تھے اور معلوم نتھا کہ قریبوں میں سے کس قریب کو دینا چاہیئے اسواسطے حضرت نے پوچھا کہ وہ قریب کون ہے جسکو میں دوں اور حضرت فاطمہ جو سب قریبوں سے زیادہ تھیں انکا ہی نام حضرت جبرئیل نے لیا اور مسکین اور ابن سبیل غیر منحصر تھے انمیں سے کسیکو دینے کی خصوصیت نہیں ہے جو کوئی کہ ہو اسکو دینا چاہیئے اور جسقدر چاہے دیوے اسواسطے انسے سوال نہیں کیا اور مسکین کے حق کی مقدار کچھ معین نہیں ہے جسقدر چاہے دیوے اسکے پوچھنے کی کیا احتیاج تھی اور مسافر کا دینا بھی معلوم ہے اسکو اسقدر دیوے کہ وہ وطن کو اپنے پہنچ جائے اسکے پوچھنے کی بھی احتیاج نہیں تھی اور قریبوں کے دینے کا بھی کوئی قانون مقرر نہیں ہے جسقدر چاہے دیوے لیکن حضرت جبرئیل نے قریب کو خاص کر کے جو حضرت صلعم سے کہا کہ اسکا حق دے اور مسکین اور مسافر کے واسطے نکہا کہ انکا حق دی جیسے کہ روایتوں میں ہے اسواسطے حضرت صلعم نے قریب ہی کو حضرت جبرئیل سے پوچھا اور مسکین اور مسافر کو نہ پوچھا یہی وجہ قریب کے پوچھنے کی اور مسکین مسافر کے نہ پوچھنے کی اور ایسے ہی حق کا حال ہے کہ قریب کے حق کو جو حضرت جبرئیل نے کہا تھا کہ اسکا دے اسواسطے حضرت نے پوچھا کہ اسکا حق کیا ہے اور مسکین اور مسافر کے حق کے دینے کو نہ حضرت جبرئیل نے کہا نہ حضرت صلعم نے اسکو پوچھا اور بیشک ذوی القربی اور مساکین اور ابناء سبیل تینوں مستحق ہیں دینے میں لیکن مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ تینوں کو برابر دیوے بلکہ دینے والے کو اختیار ہے جسقدر جسکو چاہے دیوے اور نہ یہ مراد ہے کہ جو چیز کہ ایک قسم کو دیوے اسیطرح کی دوسری قسم کو دیوے ان تینوں قسموں میں سے بلکہ ہو سکتا ہے کہ کسیکو نقد دیوے اور کسیکو غلہ دیوے اور کسیکو زمین دیوے اور کسیکو کپڑا دیوے اور کسیکو گھر دیوے اور حضرت کو ذا القربی کے حق کی ادا کرنیکا فکر اسواسطے ہوا کہ حضرت جبرئیل نے اسکے ہی حق کے دینے کو کہا تھا اور مسکین اور مسافر کے حق کے دینے کو نہیں کہا تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ان دونو کا حق ندیا جاوے اور ذا القربی کے ذکر کا اسواسطے زیادہ اہتمام ہوا کہ خدا تعالی کو منظور تھا ایک شے خاص کا حضرت فاطمہ زہرا کو دینا جیسے کہ اور فضائل اس معصومہ مظلومہ کے ہیں یہ بھی ایک فضیلت انکی ہے **ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ** لیکن تم کیوں سوختہ ہوتے ہو حضرت زہرا کے دینے سے اور قرآن میں بیجا تاویلیں اور زکار کرتے ہو تمکو اسبات کا بخ ہے کہ حضرت عائشہ کو کوئی جاگیر کیوں نہ عطا ہوئی اگر فاطمہ زہرا کو جاگیر ملی تھی تو عائشہ کو بھی ملتی **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی روایات طرفین کی جو در باب فضیلت خدمتگزاری مساکین اور ابناء سبیل کے وارد ہیں سو ایسی روایتیں صلہ رحمی کی فضائل میں بھی بہت مشہور معروف ہیں اگر مساکین اور ابن سبیل اور انکے حقوق کی تفصیل اور تحقیق کا پہلے سے معلوم ہونا اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے تو ذا القربی اور انکے حقوق کی تفصیل اور تحقیق کا معلوم ہونا بھی صلہ رحمی کے فضائل روایات سے معلوم ہوتا ہے مساکین اور ابن سبیل کے باب میں اگر پوچھنے کی حاجت نتھی تو یہاں بھی نتھی اور اگر احادیث فضائل صلہ رحمی میں یہ احتمال ہے کہ شاید بعد اس آیت کے نزول کے لب مبارک نبوی سے صادر ہوئی ہوں تو یہاں بھی وہی احتمال نہ انکے کہنے کے پہلے اس تاریخ لکھی ہوئی نہ انکی یہ سب ردوکد تو

تو اس صورت میں ہے کہ جیسا تمام امت خاصکر شیعہ اس آیت کو مکی کہتے ہیں کہیں اور اگر سارے جہان کے برخلاف جیسے مولوی عماد علی صاحب نے واقدی اور بشیر بن ولید کے حوالہ سے اس آیت کا مدنی کیا بعد خیبر کے نازل ہونا بیان فرمایا ہے ہم بھی اسکے بعد خیبر کے فتح کے قائل ہوں تب ایک بات میں جھگڑا ہو چکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ آیت بعد خیبر کے نازل ہوئی تو آیت واعلموا انما غنمتم پہلے نازل ہوئی ہے کیونکہ یہ تقسیم آیت واعلموا میں ہے اُسی تقسیم کے موافق فتح خیبر سے پہلے ہمیشہ غنیمتیں تقسیم ہوتی رہیں سو اس صورت میں کیا حاجت تھی کہ رسول صلعم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کیونکہ ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر آیہ آتِ ذا القربےٰ حصہ میں تقسیم مذکور کی طرف اشارہ ہوگا اور چونکہ اس تقدیر پر بھی ذا القربےٰ اور مسکین اور ابن سبیل تینوں کے حق کی شرح مشرح معلوم ہو جاتی تو جو جو خرابیاں بر تقدیر صحت روایت معلومہ معلوم ہوتی تھیں سب کی طرف اطمینان حاصل ہو جائیگا **اقول** - البتہ روایات فضائل خدمتگزاری مساکین و ابن سبیل اور ذا القربےٰ کی سب سے تفصیل اور تحقیق اُنکے حقوق کی معلوم ہو گئی ہے لیکن آیہ ذا القربیٰ میں جو جناب رسولخدا صلعم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا تو اسواسطے پوچھا کہ حضرت جبرئیل نے حضرت صلعم سے کہا تھا کہ تو ذا القربیٰ کا حق دے از خود اپنی طرف سے حضرت نے ابتدا نہیں کی تھی اور حضرت جبرئیل نے صرف ذا القربےٰ کا حق دینے کو کہا تھا اور مسکین و ابن سبیل کا کچھ ذکر نہیں کیا اسواسطے حضرت صلعم نے اُنکے حق کو پوچھا اور اُنکے حق کو نہ پوچھا خواہ احادیث فضائل صلۂ رحمی کے بعد نزول آیت مذکورہ کے صادر ہوئے ہوں خواہ پہلے اُس سے اور شیعہ اس آیت کو مکی نہیں کہتے ہیں بلکہ مدنی کہتے ہیں اور بعضے اہل سنت جو اسکو مکی کہتے ہیں اس جہت سے کہتے ہیں کہ یہ آیت سورۂ مکی میں داخل ہو گئی ہے اور وہ سورہ جو مکی ہے تو اس آیت کو بھی مکی کہتے ہیں ورنہ واقع میں نزول اس آیت کا دونو سورتوں بنی اسرائیل اور روم سے علیحدہ ہے اور یہ آیت تنہا ہی نازل ہوئی ہے جیسے کہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے اور اسکے نزول کی روایت واقدی اور بشیر بن ولید ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ راوی اسکے اور اشخاص بھی ہیں اور آیہ واعلموا انما غنمتم گو آیہ مذکورہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے غنیمتیں تقسیم ہوتی رہیں اور حضرت بھی اس تقسیم سے واقف تھے اور اُسیطرح تقسیم کرتے تھے لیکن جناب رسولخدا صلعم سے جو حضرت جبرئیل نے کہا کہ تو ذا القربےٰ کا حق دے تو حضرت نے یہ تصور کر کے کہ ذا القربےٰ کا تو میں حق دیتا رہتا ہوں پھر مجھ سے جبرئیل حق کر دینے کو کیوں کہتا ہے شاید کوئی امر جدید ہوا سواسطے حضرت نے پوچھا حضرت جبرئیل سے کہ قریب میرا کون ہے اور حق اُسکا کیا ہے اور یہ گفتگو حضرت صلعم کی اور حضرت جبرئیل کی اسواسطے ہوئی کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ فدک کا فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ملنا اور روایات جو دینے کے مقدمہ میں آئی ہیں وہ بہت صحیح اور درست ہیں کوئی خرابی اُنسے لازم نہیں آتی ہے ہر چند ہم خاک پھانکا کرو **قال الشیخ الاشعری** بہرحال چار طرف وجوہات متعددہ اور قرائن داخلی اور خارجی اسبات پر شاہد ہیں کہ یہ روایت محض دروغ اور سراسر بہتان ہے بالجملہ باعتبار روایت کے تو سنیوں کو اس روایت کے غیر معتبر ہونے میں ان وجوہ سے تامل نہیں اور بے تامل یہ سمجھتے ہیں کہ مطلب اس آیت کا یہ ہو کہ مومنو اقربا اور مساکین اور مسافروں سے سلوک کرتے رہو اور اقربا میں سے ہر ایک کے ساتھ درجہ بدرجہ احسان اور محبت اور ادب اور تواضع سے پیش آؤ ماں باپ کے ساتھ خدمتگزاری اور اولاد کے ساتھ محبت اور برادر کے اور بھائی بند کے ساتھ اخلاق اور مدد گاری سے ملتے رہو علیٰ العموم سب مومنوں کو یہ حکم ہے گو مخاطب فقط رسول اللہ صلعم ہی ہیں یہ کہ فقط رسول اللہ صلعم ایک حضرت فاطمہ زہرا کو فقط فدک حوالہ کر کے اس بار حکم سے سبکدوش ہو کر فارغ البال ہو جائیں **اقول** اس روایت کے دروغ ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ کوئی قرینہ ہے اور پہلے اس سے جو کچھ اس شیخ نے اپنی رائے ناقص سے احتمالات ملا بنا کر لکھا ہے سب ہیچ ہے اور ہمنے اُن سب احتمالوں کو رد کر دیا ہے اور اگر کوئی شخص سوائے اہل سنت کے ایسی روایت کو کہ مخالف مذہب اہل سنت کے ہو لکھتی تو اہل سنت تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ دروغ اور افترا ہے اور جسوقت کہ ایک جماعت اہل سنت کی کسی روایت کو اپنی کتابوں میں لکھیں تو اہل سنت اسکو دروغ اور افترا نہیں کہہ سکتے ہیں کیا کوئی اپنے مذہب کو افترا کہیگا اور سب اہل سنت اس روایت کو غیر معتبر نہیں جانتے بلکہ ایک جماعت علماء اہل سنت اسکی تصدیق کرتی ہے اور اپنی کتابوں میں درج کرتی ہے اور ایک دو شخص کے لکھنے پر تو احتمال کر سکتے ہیں اور ایک جماعت کے لکھنے پر ایسا گمان نہیں ہو سکتا اور جو وجوہ کہ اس روایت کے ابطال میں لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور جو کچھ بعضے اہل سنت مثل اس شیخ نجدی کے اس آیت سے سمجھتے ہیں ہرگز اس سے متبادر نہیں ہے اسواسطے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کے ظاہر پر عمل کرنا چاہئے اور ظاہر معنی اس آیت کے یہی ہیں کہ خطاب اس آیت میں خاص رسول اللہ صلعم کیطرف ہے اور وہ حضرت ہی اس خطاب سے مراد ہیں اور بعینک ظاہر پر عمل ہو سکتا ہے دوسرے معنے کی طرف رجوع نہیں کر سکتے اور اگر حضرت ہی اس آیت کے خطاب سے مراد ہوں تو اسمیں کچھ قباحت بھی نہیں ہے اسواسطے کہ دینا اقارب و مساکین اور ابنا سبیل کا حضرت - خالف نہیں ہے ہاں اگر جو امر کہ حضرت کی شان کے مخالف ہے اور خطاب ہاں حضرت کیطرف ہے جیسے کہ ولا تبذر تبذیرا میں ہاں تو البتہ اس خطاب سے مراد امت کے آدمی ہونگے اسواسطے اسراف اور بیجا خرچ کرنا مخالف حضرت کی شان کے ہے اور اگر آیت وآت ذا القربےٰ حقہ میں حضرت ہی مراد ہوں تو اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے پھر تم ظاہر کو چھوڑ کر بے معنے کیطرف جائیں کہ خطاب کی حضرت کی طرف ہو اور مراد اُس سے ہم کل مومنین ہیویں اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے بجز اسکے کہ قرآن کے معنے کو بگاڑنا اور اسمیں تحریف کرنی پس معلوم ہوا کہ اس آیت کے خطاب سے خاص جناب رسولخدا صلعم مراد ہیں اور آتینہ حق دینے اور احسان کرنیکی ہیں اُس سے اور مومنین مراد ہیں اور اس آیت میں حضرت کو قریبوں میں سے صرف حضرت فاطمہ کے دینے کا حکم ہوا اور سوا اسکے اور آیتوں میں حضرت کو علی العموم سب قریبوں سے دینے کا حکم ہوا اسمیں کیطرح کی قباحت نہیں ہے اور ہمنے تسلیم کیا کہ اس آیت مذکورہ میں خطاب سے مراد جمیع مومنین ہیں اور سب مومنین کو اپنے قریبوں اور مسکینوں اور مسافروں کے دینے کا حکم ہوا اور رسولخدا صلعم جو مومنین میں سے ہیں تو اُن حضرت کو بھی حکم ہے دینے کا لیکن حضرت کو اس آیت میں قریبوں میں سے حضرت فاطمہ زہرا کے دینے کا حکم ہے اور سوا اس آیت کے اور آیتوں میں حضرت کو سب قریبوں کے دینے کا حکم ہے اور حضرت ہدیہ و تحفہ بھیج رہے ہیں کچھ فاطمہ زہرا علیہا السلام ہی کو فدک دینے سے اس بار حکم سے سبکدوش ہو کر فارغ البال نہیں ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا بعد تو اتر

روایت کے اس روایت کا غلط ہونا سو اول تو اس روایت کے غلط ہونے میں اسوجہ سے شک و شبہ نہیں کہ مولوی عمار علی صاحب اسباب کے ناقل ہیں کہ یہ روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں ہے اس سے زیادہ اس روایت کے غلط ہونیکی اور کیا نشانی ہوگی کیونکہ مولوی صاحب کا صدق مقال اور دینی گفتار دربارۂ نقلیات اُن تحریروں سے جو قریب ہے حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام کلثوم جگر گوشہ حضرت بتول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدمہ میں گزری ہیں بلکہ سوا اسکے اور تحریروں سے بھی واضح ہو چکا ہی پھر جب مولوی صاحب روایت میں ایسی امانت دار ٹھیرے کہ شیعوں کی سند میں انہے علما اور اپنی معتبر کتابوں کی طرف جھوٹ کی نسبت کردی ہو اور سب دین اور دین کا اعتبار کھو دیا ہو سنیوں کے ذمہ ایسے بہتان باندھنے مولوی صاحب کو کیا اندیشہ رہگیا ہی ایسے باتوں میں یا خدا کا ڈر ہوتا ہی یا دنیا کی شرم ہوتی ہی سو قربان جایئے تقیہ کے اُسکے صدقہ سے دونو کو بغل میں مارا **اقول** مولوی صاحب مما یدل علی النقل سے ٹھیرے راست گو ہیں اور مستند اہل سنت کی معتبر کتابوں میں یہ روایت لکھی ہی اور تبرا و رونگو تو ہی جو ان روایتوں کا انکار کرتا ہی اور حضرت ام کلثوم اور رقیہ کے مقدمہ میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے سب سچ ہی اور جو کچھ تو نے اُسکے لکھنے پر اعتراض کیا ہی ہم اسکو دفع کر آئے ہیں اور انہوں نے کسی عالم شیعہ اور کتاب شیعہ کو جھوٹا نہیں کہا ہی تو اُنپر تہمت کرتا ہی اور اُنکے برابر انصاف سے دور ہے تو کون امانت دار ٹھیرا اور خائن تو ہی کہ جو حق تو چھپاتا ہی اور اپنے دین کا اعتبار کھوتا ہی اور سنیوں پر انہوں نے کچھ بہتان نہیں باندھا ہی اپنی کتابوں میں دیکھ لے جو کچھ انہوں نے لکھا ہی راست لکھا ہی یہاں تقیہ پر تو کیا طعن کرتا ہے تقیہ تو شعار انبیا کا ہی اور کثرت سے روایتیں تقیہ کرنے کی اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں اور اس شیخ نجدی کی شرارت کو دیکھنا کہ یہاں تو لکھتا ہی کہ یہ روایت جھوٹی ہی کسی کتاب میں نہیں ہے اور بعد اسکے اقرار کریگا اور کہیگا کہ یہ روایت تو ہی لیکن ایسی روایتیں تو بطور بیاض کے جمع کر لیا ہی اور جہاں چھاپ سکتی نہیں کی ہی اس شیخ کو نہ خدا کا خوف ہے نہ دنیا سے اسکو شرم ہی اور لہیں لکھتا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے پیرو ہی کہ اس روایت کو شیعوں نے ہماری کتابوں میں داخل کر دیا ہی کبھی انکار کرتا ہی اس روایت کا کبھی اقرار کرتا ہی اگر راست کو ہوتا تو ایک بات کہتا لیکن جب اقرار کیا تو مولوی صاحب ہماری جھوٹ لکھنے سے بری ہوگئے اور جب جواب نہیں آتا ہی تو ایسے ایسے مضامین پوچ اپنے جی سے تراشتا ہی کہ جسکو اطفال بھی پسند نکریں **قال الشیخ الاشعری** مگر انہیں منتظروں کے اطمینان خاطر اور ناظرین کے دفع خذلان کے لیے لازم ہی کہ کچھ مفصل ہی بیان کیا جاے تاکہ یہ جوابالاجمال مولوی صاحب کا جھوٹا ہونا ثابت ہو اور اہل فہم کو اہل سنت کی حمایت اور شیعوں کا بطلان کالعیان ہو جاے مگر شاید مولوی صاحب کے اپنی اہانت کی شکایت ہو سو ملازمان مولوی صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ معاذ اللہ سنت کب ایسا ہو سکتا ہی آپ دین کو دروغ ہی سے فروغ دیتے ہیں سو فروغ کی باتوں میں اگر آپکی استقامت ہماری تقریر یا تحریر سے ثابت ہو جاے تو ہمارا ممنون احسان ہونا چاہیے بالجملہ مزید اطمینان کے لیے اسباب ہیں کچھ دل لگا کر پڑھیے ہے مگر اول بطور تنبیہ یہ گزارش ہی کہ کتابیں آدمیوں ہی کی تصنیف ہوتی ہیں جیسے آدمی سنی شیعہ کی ہوتے ہیں جھوٹے سچے معتبر غیر معتبر ہندی غیر ہندی ہوتے ہیں ہی سب شیعہ سنی ہوتی ہیں ملحدان بے دین نے بہت سی کتابیں تصنیف کر کے اچھے اچھے بزرگوں کے نام لگا دیے ہیں اور اُسمیں اپنی واہیات سینکڑوں بھری ہیں اور یہ آتا ہیں کہ یہ اہل سنت کی تصنیف ہیں ہے سنی بھی بہت سی کتابیں اسی طرح کی ہیں کہ لوگوں کی فہمیر سانی کے لئے تصنیف نہیں ہوئیں بلکہ بطور بیاض کے جمع کی گئیں تاکہ نظر ثانی کر کے اسکی روایات کا حال معلوم کریں اور اتفاق سے نظر ثانی کا اتفاق نہ ہوا ہو اور کسیوجہ سے وہ بیاضیں لوگوں کے ہاتھ پڑ گئیں اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ وہ بہت کمیاب اور بدرجہ غایت نادر الوجود بلکہ بمنزلہ مفقود ہیں اور ملحدوں اور مبتدعوں کے وہ ہاتھ لگ گئیں انہوں نے اپنی گھڑی ہوئی روایتیں اسمیں داخل کر دی ہیں تاکہ اہل سنت کے مقابلہ کے وقت کسی روایت کو اُن کتابوں کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ اہل سنت خاموش ہو جائیں سو اہل تشیع اکثر ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور ایسی کتابوں کا حوالہ دیا کرتے ہیں اسلئے اہل حق کو لازم ہی کہ جب کسی شیعہ سے کسی کتاب کا حوالہ سنے تو اول تو یہ دریافت کرے کہ یہ روایت اس کتاب میں ہے کہ نہیں دوسرے اس کتاب کا حال تحقیق کرے کہ معتبر ہی کہ نہیں اور معتبر ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی کتاب کی روایات کے معتبر ہونے میں چند باتیں ضروری ہیں اول تو یہ کہ اس کتاب کے مصنف کو تصریح طبل خزو کے لئے فقط قصہ گوئی اور افسانہ حوالی مدنظر نہو بلکہ واقعات واقعی کے مشتاقوں کی تسکین کے لئے اُس کتاب کو تصنیف کیا ہو ورنہ چاہیے کہ بہار دانش اور بوستان خیال کی افسانے اور چہار درویش اور بکاؤلی کی کہانیاں اور افسانہ عجائب اور افسانہ غرائب کے طوفان سب کے سب دستاویز خاص و عام ہو جائیں دوسرے یہ کہ مصنف کتاب کسی کی رو رعایت اور کسیکی بغض و عداوت نرکھتا ہو اور اُسکا حفظ اخبار اور صدق گفتار مندرجہ کو مشہور سحر کہ اُسکی تحریر کی نسبت کسیکے دلمیں شک و شبہ نہو ورنہ طومار کے طومار اخباروں کے لڑکیوں کی زبانوں میں اجر تکرزیوں کی شجاعت اور اُنکے غنیموں کی بزدلی سے مشحون ہوا کرتے ہیں بالاتفاق مسلم ہو جائیں اور یہ جو زبانزد خاص و عام ہی کہ اخباروں کا کیا اعتبار ایک حرف بیجا اور عقیدہ ناسزا ہو جاے اور شیعہ سنیوں کی اور سنی شیعوں کی نقلیات کو بر سر خشم رکھنے لگیں اور ہر کس و ناکس کی بات قبول کرنے لگیں اور یہ فرق قوت و ضعف حفظ و تفاوت صدق و کذب میں بالقیاس یہ تہمت روے و رعایت اور کینہ و عداوت ہر کس قابل لحاظ نہو تیسرے یہ کہ مصنف کتاب باوجود صدق و دیانت اور حفظ عدالت کے اس فن میں جس فن کی وہ کتاب ہے دستگاہ کامل اور ملکۂ کما لاینبغی رکھتا ہو نہ یہ کہ دین میں مثلاً نیم ملا ہو جس سے خطرۂ ایمان ہو یا طب میں مثلاً نیم طبیب ہو کہ بیماروں کو خطرۂ جان ہو چوتھے یہ کہ وہ کتاب باوجود شرائط مذکورہ کے قدیم سے مشہور معروف اور ایسی قسم کے لوگوں کے واسطے سے جو مجموعہ اوصاف مرقومہ تک دست بدست ہم تک پہنچی ہو ورنہ لازم کیا الزم تھا کہ انجیل اور تورات جو کلام ربانی ہیں اور اُس خدا کی تصنیف ہیں جو بوجہ اتم جامع اوصاف مذکورہ کیا مجموعہ جمیع صفات کمال اور معدن جملہ کمالات جلال و جمال ہی اعتبار اور اعتماد میں ہم پلہ قرآن مجید اور فرقان حمید کی ہو سکے پانچویں یہ کہ روایت کی کتاب میں اعتبار کرنے کے لئے ضرور ہی کہ مصنف کتاب نے

اول سے التزام اسبات کا بھی کیا ہو کہ بجز صحیح روایتوں اور محقق حکایتوں کے اور اپنی کتاب میں درج نکرونگا جیسے صحاح ستہ کہ انکے مصنفوں نے یہ شرط کرلی ہی کہ بجز صحیح روایت کے اپنی کتابمیں درج نکرینگے اسیواسطے انکا نام صحاح ستہ مشہور ہوگیا سو اگر کوئی کتاب ایسی بیاض ہو کہ اسنے اسمیں ہر قسم کی رطب و یابس روایتیں اور صحیح غلط حکایتیں اس غرض سے فراہم کرلی ہیں کہ بعد میں نظر ثانی کرکے صحیح صحیح کو قائم رکھکر باقیوں کو نقل کے وقت حذف کردونگا جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے کیا یا صحیح کو صحیح بتلاکر موضوع یعنی بنائی ہوئی باتوں اور گھڑی ہوئی حکایتوں اور ضعیف وغیرہ کو لکھکر اسکے بعد لکھ جاؤنگا کہ یہ موضوع ہی یا ضعیف ہے مثلاً جیسے امام ترمذی نے کیا لیکن اتفاقات تقدیر سے انکا یہ ارادہ پورا نہیں ہوگیا اور یہ آرزو پوری نہونے پائی تیسری جی کی جی ہی میں رہی کہ اجل نے آدبایا تو ایسی کتاب کی روایات کا ہرگز اعتبار نہوگا ورنہ کونسا مصنف نہیں کہ اول اس نے ایک مجموعۂ بیاض بطور کلیات کے فراہم نہیں کیا امام بخاری سے بہت سندوں سے منقول ہی کہ انہوں نے چھ لاکھ حدیثوں سے پھانٹ کر بخاری شریف کی حدیثیں نکالی ہیں اور عبدالرزاق بخاری کی بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ امام بخاری نے کوئی تین سو حدیثوں کی بیاض اکٹھی کی تھی پھانٹ کر بخاری شریف کا مسودہ کیا تھا چنانچہ یہ مضمون بخاری شریف معبوعہ دہلی مطبع احمدی کے مقدمہ کی دوسری و تیسری فصل میں مندرج ہی بہرحال ایسی بیاضوں کا جمع کرنا ایسے ایسے ائمہ حدیث کی نسبت بھی ثابت ہے سو اگر اتفاق سے امام بخاری مثلاً بعد فراہمی بیاض قبل سے کہ فلانی شریف کی حدیثیں اسمیں سے پھانٹ کر بخاری تصنیف کریں اس دار فانی سے کوچ کرجائے تو وہ گروہ بیاض امام بخاری ہی کی تصنیف سمجھی جاتی لیکن کوئی بتائے تو کیا وہ تو با اعتبار سے ہوجاتی میں کہتا ہوں اگر وہ ایسے ہوتے تو امام بخاری کو چھانٹنے ہی کی کیا ضرورت تھی تو اس صورت میں خود امام بخاری اسبات کے گواہ ہیں کہ وہ میری بیاض قابل اعتبار نہیں ہے خود کہیو فقط ہے بیٹے کا ستارا نے لگیں کہ وہ ایسے بڑے محدث اور علم الحدیثین کی تصنیف سے کہ جہان میں کوئی انکا ثانی نہو اسی غرض سے کوئی کتاب اس قسم کی کسیکو میسر آئی اور اسکے مصنف کو تمنا ہی بڑی نہیں بلکہ تہذیب و تالیف کا اتفاق ہوا ہو تو وہ کتاب سیطرح علماء کیا جہاں کے نزدیک بھی بشہادت عقل اطمینان نہیں ہاں مولوی عماد علی صاحب جیسے اہل حدیث کا دعوی نہیں کہ وہ سنی کے موہن ہا میں وہ اگر ایسی بات نامعقول لکھ پڑیں چنانچہ انکا خط اسی باتوں سے مشحون ہی تو اسکا جواب بجز اسکے کچھ نہوگا کہ اضافۃ لمصدر الی المفعول کسی نے کہا ہی جواب حاباں مانند خوشی بہرحال یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ سبب اسکے بہتیرے اکثر عالم نام ہے قاصر اوہام ہوجاتے ہیں چہ جائیکہ جاہل **اقول** بڑا دعوی ہی تو کرچکا ہی کہ میں نے مولوی صاحب کے مدعا سابق بالاجمال ثابت کیا ہی سو کہاں ثابت کیا ہی کونسی جگہ ثابت نہیں کیا نہ باجمال نہ بتفصیل بلکہ مولوی صاحب نے راست بیان کیا ہی جس سے شیعوں کی حقانیت اور اہل سنت کا بطلان ثابت ہوگیا اور جیسا کہ مولوی صاحب کی مذہب سے اپنی کتاب کو پرکھ لیا ہی یہ طریقہ نہ فلاں کا نہیں ہے لیکن کیا مضائقہ ہی تیرا دادا معاویہ ابن ابی سفیان کہ کہا کرتا تھا اپنے دادا علی ابن ابطالب علیہ السلام کو کہ بات تو اچھی کہتا ہی اور جھوٹی باتیں لکھکر اپنے دین کو فروغ دیتا ہی اور تمہارے بڑے بڑے علماء کا بھی یہی طریقہ ہی کہ شیعوں پر بہتان و افترا کرکے اپنے دین کو فروغ دیتے ہیں چنانچہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے اس مقدمہ میں کوئی دروغ گو نہوگا اپنی کتاب تحفہ میں اسقدر جھوٹ لکھے ہیں اور تہمتیں لی ہیں آیا وہ دروغ اپنے دین کو فروغ دینے کو جائز تھا اور تمہارے نزدیک بھی ہے یا نہیں اور یہ کتابیں جھوٹی اور افترا کی ہیں یا نہیں اور یہ بھی دریافت کرلے کہ مصنف ان کتابوں کے صادق القول ہیں یا نہیں اور یہ کتابیں انہوں نے واسطے ہدایت اور ولایت کے لکھی ہیں یا کسی کی رو رعایت اور بغض عداوت کے واسطے اور یہ بھی دریافت کرلے کہ جس فن میں انہوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں اسمیں دستگاہ رکھتے تھے یا نہیں اور جو چھ متقدمین اسباب میں لکھے ہیں اور معتبر کو غیر معتبر سے جدا کرگئے ہیں انکی اطلاع بھی اتنی تھی یا نہیں یا مثل تیری نیم ملا تھی کہ جس سے خطرۂ ایمان ہو اور یہ بھی دریافت کرلے کہ باوجود ہونے ترالط مذکورہ کے حسن ظن کرکے یہ کتابیں تالیف ہوئی ہیں یا نہیں وہ سبھی مشہور و معروف اور آبتک سند میں چلی آتی ہیں یا نہیں اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایسے ایسے بڑے علماء مثل جلال الدین سیوطی وغیرہ کے باوجود علم جمیع ترالط احادیث معتبرہ اپنی کتابوں میں غیر معتبر روایتوں کو درج کرلیا مانند میں ہرگز انصاف نہیں ہے اگر انصاف کریں تو ہرگز اپنی مذہب پر نہیں جسوقت کہ شیعوں سے الزام کھاتے ہیں تو کیسے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور اپنی احادیث صحاح کو موضوع اور ضعیف کہنے لگتے ہیں جسوقت شیعہ انکی کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے اور اگر صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیحین میں نہیں ہے

اور جسوقت صحیح مسلم کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصح الکتب صحیح بخاری میں روایت نہیں ہے اور جب صحیح بخاری کا حوالہ دیتے ہیں تو پھر نو طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں یہانتک کہ اسکی روایتوں کو بھی موضوع اور ضعیف کہنے لگتے ہیں چنانچہ مولوی حیدر علی کہ اس شیخ کے نزدیک بڑے مناظر ہیں اس بہت سے کہ صحیحین میں روایتیں قرطاس اور فدک کی آئی ہیں اپنی کتاب ازالۃ العین میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں دو سو اور دس حدیثیں ضعیف ہیں انتہی تو بخاری میں اور ایک سو مسلم میں اور تیس میں دونو بزرگ شریک ہیں حیث حال اصح الکتب اور مسلم کا ہے تو اور کتابوں کا تو کیا ذکر ہے اب کس کتاب پر اعتماد رہا باوجودیکہ احادیث بخاری کی صحت پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے اسکی احادیث کے روایت کرنیکی اجازت دی ہے اور یہ شیخ بھی اسکی سب احادیث کو صحیح کہتا ہے لیکن شیعوں کے مقابلہ میں تو بھی اسکی روایتوں کو ضعیف اور موضوع کہدیتے تو بعید نہیں اب یہیں سے ان لوگوں کا حال دریافت کر لینا چاہئے کہ اگر شیعہ انکی کسی کتاب کا حوالہ دیویں اور یہ اسکو غیر معتبر کہیں تو یہ عادت ہی انکی ہے کچھ راست راست اور موافق تحقیق کے نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ جسوقت انہوں نے بخاری اور مسلم کو کہدیا ہو شیعوں کے مقابلہ میں کہ یہ کتابیں ضعیف روایتوں پر شامل ہیں تو اور کتابوں کا تو کیا ذکر ہے اور مولوی صاحب نے ہبۂ فدک میں روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے لکھی ہیں اور یہ شیخ انمیں قدح کرتا ہے تو یہ قدح کرنا اسکا صحیح اور معتبر نہیں ہے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں قدح کیا کہ جسکی صحت پر اتفاق اہل سنت کا تھا تو ان کتابوں کے قدح کرنیمیں کب دریغ کرینگے باوجودیکہ روایت ان کتابوں کی صحیح اور معتبر ہے اور جو کچھ اس نے شرائط لکھی ہیں روایت کے صحیح ہونے میں یہ سب بیجا ہیں یہ لوگ ازراہ تعصب ان شرائط کا بھی اعتبار نہیں کرتے ہیں اور نہ پابند نہیں ہیں اگر کوئی روایت انکی مطلب کے موافق ہو تو اسکو تسلیم کرینگے گو یہ شرائط اسمیں نہ پائی جائیں اور اگر انکے مطلب کے موافق نہو تو ہرگز اسکو تسلیم نہ کرینگے گو اسمیں سب شرائط پائی جائیں دیکھو یہ شیخ امام بخاری کو بخاری شریف لکھتا جاتا ہے اور بڑے ادب سے انکا نام لیتا ہے لیکن جب شیعوں سے مقابلہ ہوا اور شیعہ اسکا حوالہ دیں تو اسکی بھی قدر و منزلت انکے نزدیک باقی نہ رہی اور جمع کرنا روایتوں کا کام متقدمین کا تھا کہ وہ معتبر اور غیر معتبر کو واضح کر گئے ہیں اور متاخرین کا عمل انکے لکھنے پر ہے اور متاخرین میں سے جس کسی نے کوئی کتاب لکھی ہے اسکو معتبر اور غیر معتبر روایت کا حال پہلے علماء کے لکھنے سے سب معلوم تھا انہوں نے روایت غیر معتبر اپنی کتابوں میں ہرگز درج نہیں کی ہے اور اگر درج بھی کی ہے تو اس روایت کے حال سے اطلاع کر دی ہے اور مولوی صاحب نے ہماری جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے وہ ایسی قسم کی ہیں اور متاخرین کی کتابیں ہیں اور مولوی صاحب محدث تو نہیں ہیں لیکن محدثین کے اقوال کو انہوں نے نقل کیا ہے اور تجربہ سے اسکا جواب معقول نہیں ہو سکا اسواسطے تو بے سر و پا بکتا ہے اس سے تو تیری خاموشی ہی بہتر تھی اسواسطے کہ آدمی زبان فصیحہ کند جو بمیرد از سخنہائے او ان حوالوں کو ہمارے مولوی صاحب کے دیکھکر جو کہ منصف ہیں بیشک طرف مذہب حق کی کہ وہ مذہب شیعہ ہے رجوع کر جاتے ہیں اور جو کہ بے انصاف اور متعصب ہیں وہ ایسا لحاظ نہیں کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** چھٹے یہ کہ اگر چند روایتیں باہم مختلف ہوں اور پھر اختلاف بھی حد تضاد یا تناقض کو پہنچ جائے دونو کا صحیح ہونا تو فقط مستبعد ہی نہو تو پھر مرجح باعتبار قوت سند ہی کی ہوگی ورنہ لازم ہے کہ شیعوں کے نزدیک روایات شیعہ اور روایات اہل سنت جو مخالف روایات شیعہ ہیں دونو صحیح ہوں ایسے ہی کلینی کی یہ روایت کہ کلام اللہ کی ستر ہزار آیتیں تھی لیکن اب سوا سو سندرجہ مصاحف متداولہ کے سب جمع کر لیں اور ابن بابویہ صدوق کی روایت کہ کلام اللہ اتنا ہی تھا جتنا اب ہے دونو صحیح ہو جائیں جب جانتے ہیں کہ اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین دونو محال ہیں جب بات مقرر ہو چکی تو گوش گزار اہل انصاف ہو کہ اول تو یہ روایت اور نیز باقی روایتیں جو الزام اہل سنت کے لیے اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے مولوی عمار علی صاحب نے اپنے رقیمہ میں درج فرمائی ہیں ان کتب میں پہنچنے چاہئیں کیونکہ اعتبار کے ساقط ہو جانیکے لئے آدمی کا ایک جھوٹ بھی بہت ہے مولوی صاحب کا دروغ تو امور متعددہ میں متحقق ہو چکا چنانچہ ناطران ابحاث متعلقہ نکاح حضرت ام کلثوم جگر گوشہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور ملاحظہ کنان تقریر نسب حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم بنات مطہرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جانتے ہیں کہ گزارش کرنی کچھ حاجت نہیں اگر اوپر کا پانچ سات ورق پلٹ کر ملاحظہ فرمالیں معلوم ہو جائیگا کہ جسمیں مولوی عمار علی صاحب نے اپنی کتب مشہورہ معتبرہ کی مرویات سے چشم پوشی کر کے ایک غرض خفیف یعنی سنیوں کی بات بنا کر کے واسطے رقیمہ موسومہ میزان علی صاحب میں بہت سا کچھ خلاف واقع لکھدیا اور پھر جرات کر کے یہ کہدیا کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جائے اور یہ خیال نہ فرمایا کہ ہماری صحیح روایتیں غلط ہوئی جاتی ہیں اگر سنیوں کے سر پر ایک طوفان بہہ دیں تو یہ بھی مذبذبہ نہیں اور بڑی دلیل اسبات کی یہ ہے کہ جن کتابوں کی حوالہ سے یہ روایت درج رقیمہ مولویصاحب نے خود انہیں کتب کے مصنفوں کی مشہور کتابیں درکرتے ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالی آیندہ مذکور ہوگا **اقول** جسوقت دو روایتیں باہم مختلف ہونگی تو اسی روایت کا اعتبار ہوگا کہ جسپر اتفاق دونو فریق کا ہے اور دوسری روایت کہ اسکے مخالف ہے متروک ہوگی اور یہی قوت سند ہی اور کلینی کی روایت قرآن کے ناقص ہو جانیکی کہ جو مخالف روایت ابن بابویہ علیہ الرحمۃ کی ہے اس پر عمل نہوگا اور ابن بابویہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی روایت کہ جو موافق اکثر اہل اسلام کے ہے اس پر عمل ہوگا اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی روایات ناقص ہو جانے قرآن کے کثرت سے ہیں لیکن اتفاق علماء کا عدم نقصان پر ہے یہی حال شیعوں کا ہے اور مولوی صاحب نے جسقدر روایتیں اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے لکھی ہیں اگر کوئی روایت ان روایتوں کی مخالف پائی جائے تو وہ معتبر نہوگی اسواسطے کہ معتبر وہ ہے کہ جسپر اتفاق فریقین کا ہے اور مولوی صاحب نے کسی جگہ جھوٹ نہیں لکھا ہے یہ شیخ اوپر تہمت کرتا ہے اور حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام اور حضرت خدیجہ کبری کی صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم کے حال میں مولوی صاحب نے کوئی دروغ تحریر نہیں فرمایا ہے

حضرت ام کلثوم دختر حضرت فاطمہ کا ذکر یہ حال ہی کہ ایک شخص نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ ام کلثوم دختر فاطمہ ہر کا کس سے نکاح ہوا تھا اُنہوں نے اسکے جواب میں فرمایا کہ محمد بن جعفر طیار رض اور عمر کا کچھ ذکر نہ لکھا نہ تو یہہ کہ اُس سے نکاح ہوا تھا اور نہ یہہ کہ اُس سے نکاح ہوا تھا اسمیں اُنہوں نے جھوٹ کیا لکھا اور عمر کا کچھ ذکر جو نہیں لکھا ہی اسواسطے کہ اس مقدمہ میں شیعوں میں باہم اختلاف ہی کوئی تو کہتا ہی کہ عمر سے نکاح ہوا تھا اور کوئی کہتا ہی کہ عمر سے دختر فاطمہ کا نکاح ہونا ثابت نہیں اور مولوی صاحب ممدوح کے نزدیک بھی ثابت نہیں ہے چنانچہ ہم عدم ثبوت کے وجوہ اس شیخ مکے جواب میں بیان کر آئے ہیں اور رقیہ اور ام کلثوم کے مقدمہ میں بھی اختلاف ہی کہ یہہ دونوں صاحبزادیاں جناب رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں یا نہیں سو مولوی صاحب کے نزدیک ترجیح اُسی روایت کو تھی کہ جسمیں حضرت کے نطفہ سے اُنکا نہونا ہی اور ترجیح کی وجہ بھی ہم اس شیخ کے جواب میں لکھ آئے ہیں اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہی اور دوسری روایت جو مخالف اسکے ہی اُسکے موافق نہ کہی تو اُسکو جھوٹا نہیں کہتے ہیں یہ نہیں جانتا ہی کہ اس صورت میں مذہب ابوحنیفہ کا باطل ہوجاتا ہی اسواسطے کہ اُسکا مذہب مخالف اکثر احادیث صحاح کے ہی پس چاہیئے کہ مذہب ابوحنیفہ بھی خلاف واقع ہوجاوے اور اپنی خبر لیتا نہیں کہ صحیح صحیح روایتوں کا جو کہ مولوی صاحب نے انکی کتابوں کے حوالے لکھی ہیں انکار کرکے خلاف واقع بیان کرتا ہی اور ایک امر کو پانچ پانچ چھ چھ بار لکھتا ہی اور اس مقدمہ کو کئی مرتبہ لکھ چکا ہی اور پھر لکھا ہی اور ہمکو بھی ہر بار جواب کے دینی کی احتیاج ہوتی ہی اور مولوی صاحب نے جو لکھا ہی کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کردی جائے بیشک ایسا ہی ہی اور سبھوں کی کتابوں میں موجود ہی اور میں بھی کہتا ہوں کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کردی جائے اسواسطے کہ ہمارے علماء غلط نہیں لکھتے ہیں جیسے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے سیکڑوں افترا شیعوں پر اپنے تحفہ میں لکھے ہیں یہانتک کہ کتابوں کے نام ایجاد کرکے شیعوں کی طرف منسوب کردیئے ہیں جیسے کہ نصراللہ کابلی نے مواقع میں منہاج السالکین کتاب کا نام تجویز کرکے لکھدیا ہی کہ شیعوں کی منہاج السالکین میں ایسا لکھا ہی اور مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہ تحقیق نکیا کہ نصراللہ کابلی نے یہ راست لکھا ہی یا دروغ اور واقع میں کوئی کتاب منہاج السالکین ہے یا نہیں اُنہوں نے بھی تحفہ میں اپنی لکھدیا کہ منہاج السالکین میں ایسا لکھدیا ہی اور جو کچھ اُن حوالہ دی گئی کتابوں مصنفوں کے اقوال مولوی صاحب کے تحریر کے خلاف میں شیخ لکھیگا ہم اسکو انشاء اللہ تعالے رد کرینگے **قال الشیخ الاشعری** اور سلمنا کہ یہہ روایتیں سنیوں کی بعضی کتابوں میں ملتی ہیں لیکن وہ کتابیں ایسی غیر مشہور ہیں کہ کمیابی میں بمنزلہ عنقا کے کم نہیں سنیوں کو اُن کتابوں کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا حفظ اور ضبط تو درکنار سو یہ روایتیں اُن کتابوں میں ہوں بھی تو بیش بریں نیست کہ جیسے بعض سیہ کاران قبیلہ یہود نے منافقانہ نصرانی بنکر انجیل میں بہت سے خرافات خلاف عقل صریح اور مناقض نقل صحیح درج کردیں ہیں ایسے ہی مقتدیان عبداللہ بن سبا یہودی منافق یعنی حضرات شیعہ بھی کر بالیقین تبدیل و تحریف میں کوچک بدال یہود اور موافق نقل مشہور سنگ زرد برادر شغال تیرہ درونی اُنکے ہمرنگ اور قساوت قلبی اور سنگدلی میں اُنکے ہمسنگ ہیں قدیم سے درپے تخریب دین احمدی اور ہمہ تن مصروف تحریف آئین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام رہے ہیں اور اہل سنت جماعت پر دانت پیستے چلے آئے ہیں لیکن باین وجہ کہ اتیان مسیح علیہ السلام کو نہ حفظ و محافظت انجیل سے کچھ کام تھا اور نہ اُسکے تلاوت اور یاددشت میں چنداں اہتمام تھا یہود مردود کا انجیل پر بھی داؤ چل گیا حیہ جائیکہ دیگر کتب زائد غیر مشہور لیکن یہاں یہ حال ہی کہ ایک حرف قرآن پر لکھو کہا سنیوں نے جھوٹ پڑا باندھ رکھا ہی اور ہر ہر روایت صحاح ستہ وغیرہ کتب صحاح پر ہزاروں محدثات بیدار مغز نے تفحص اور تفتیش اور حفظ اور ضبط کی یہ نوبت پہنچادی کہ کسی ملحد بیدین کو مجال زیادہ کم کرنیکی باقی نہ رہی چنانچہ کثرت حفاظ قرآن اور شیوع محدثین زبانی فرقہ اہل سنت میں اس درجہ کو پہنچی ہی کہ مابہ الامتیاز اور مابہ الافتراق اہل سنت اور شیعہ ایک یہ بات ہی ہوگئی ہی الغرض اسوجہ سے کتاب اللہ و صحاح ستہ وغیرہ کتب مشہورہ اہل سنت تک تو ان تیرہ درونوں کا دست تطاول نہ پہنچا گو بہت سے کچھ ہاتھ باؤں مارے اور ان وعدہ ہی اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ نے ان نابکاروں کی سعی بیجا کو انجام تک نہ پہنچادیا لیکن نقل مشہور ہے اصل بدازخطا نکند قیاس اسبات سے ہاری ہے جھکمار کر چپ ہورہتے **اقول** کبھی تو یہہ شیخ نجدی کتابوں کا انکار کرتا ہی اور کبھی کہتا ہی کہ یہہ کتابیں ایسی ہیں کہ اہل سنت نے انکو دیکھا نہیں ہے اور کبھی کہتا ہے کہ یہہ روایتیں اُن میں نہیں ہیں اور کبھی کہتا ہی کہ شیعوں نے یہہ روایتیں ہماری کتابوں میں داخل کردی ہیں عجب حال ہی ان لوگوں کا کہ جب شیعوں کی مقابلہ میں انکو جواب نہیں آتا ہی تو طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اور یہ جو لکھتا ہی یہ شیخ کہ جن کتابوں میں یہہ روایتیں ہیں وہ کتابیں غیر مشہور ہیں ہم کہتے ہیں کہ لعنت خدا کی جھوٹے پر بلا دیکھو تو تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور معارج النبوت اور سوائے انکے جن کتابوں میں روایت ہے کیا وہ کتابیں غیر مشہور ہیں اور حضرت فاطمہ رض نے جو ابوبکر سے یہہ کا دعوی کیا تھا کہ میرے باپ رسولخدا صلعم نے مجھکو یہ دیا ہے تو یا تو یہہ کہو کہ فاطمہ نے جو دعوی یہہ کا کیا تھا وہ اس دعوی میں جھوٹی تھیں اور یا کہو کہ وہ سچی تھیں اور اگر وہ سچی تھیں تو معلوم ہوا کہ یہ روایتیں کہ جو کیفیت یہہ کرنیکی ہیں اور مولوی صاحب نے تفسیر درمنثور وغیرہ سے لکھی ہیں سب سچی اور واقعی ہیں یا کوئی اور صورت ہو یہہ کرنیکی کہ کس طرح سے حضرت نے یہہ کیا تھا وہ بیان کرو یا حضرت فاطمہ کو اس دعوی میں جھوٹی کہو اور دعوی کرنا یہہ کا تو اہل سنت کی بڑی معتبر کتابوں سے ثابت ہی کہ وہ کتابیں بہت مشہور و معروف ہیں جیسے کہ مغنی قاضی القضات اور ملل و نحل شہرستانی اور معجم البلدان اور تفسیر کبیر اور نہایت العقول امام رازی اور ریاض نضرۃ اور فصل خطاب اور مواقف اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور معارج النبوت اور سیف اللہ اور روضۃ الصفا اور جواہر العقدین اور حاشیہ صلاح الدین مدنی بر شرح عقائد نسفی وغیرہ بہت کتابوں میں لکھا ہی پس معلوم ہوا کہ یہہ ثابت ہی اور دیکھنا چاہیئے اس شیخ نجدی کو کہ جواب سے عاجز ہوا ہی تو کہتا ہی کہ شیعوں

ہماری کتابوں میں داخل کردی ہیں بھلا کسیکی عقل میں یہ بات بھی آتی ہی اور اگر ایسا ہوتا تو پہلے سے کسی کتاب میں تو لکھا ہوا ہوتا کہ فلانی روایت فلانی کتاب میں شیعوں نے داخل کردی ہے یہ تہمت کسیکو نہیں سوجھتی تھی سوای نصراللہ کابلی کے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے اُس کی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کرکے تحفہ اُسکا نام رکھا ہی ایسی ہی ہزلیات اُنہوں نے لکھی ہیں اور یہ شیخ پیرو اُنکلے اور کوچک بدال یہود کے برابر تو حضرت عمر ہیں کہ یہود کے اقوال کو پسند کرتے تھے اور جناب رسول خدا صلعم ان حرکات سے اُنکی ناراض ہوتے تھے چنانچہ مشکوۃ کے کتاب الاعتصام میں مذکور ہی اور ترجمہ اُسکا یہ ہی کہ آیا جناب رسولخدا صلعم کے پاس عمر پس کہا حضرت سے کہ ہم سنتے ہیں احادیث کی یہود سے پس تعجب کیا ہمنے کیا مناسب ہے کہ لکھیں میں حدیثوں کو اُنمیں سے حضرت نے یہ سنکر فرمایا کہ کیا متحیر ہوئے ہو تم جیسے کہ متحیر ہوئے ہیں یہود اور نصاری تحقیق کہ لایا ہوں میں واسطے تمہارے شریعت روشن اور اگر زندہ ہوتا موسی تو نہ گنجایش رکھتی اُسکو مگر پیروی میری روایت کیا ہی اسکو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں انتہی لیکن حضرت کے ارشاد پر عمر نے عمل نکیا آخر کو نسخہ توریت کا لکھکر لایا ہی اور حضرت کے سامنے اُسکو پڑہا چنانچہ مشکوۃ کی کتاب الاعتصام میں لکھا ہی اور ترجمہ اُسکا یہ ہی کہ جابر سے روایت ہی کہ تحقیق عمر بن خطاب لایا رسولخدا صلعم کے پاس نسخہ توریت کا پس کہا کہ یارسولخدا یہ نسخہ توریت کا ہی پس خاموش ہوئے حضرت اور شروع کیا عمر نے پڑہنا توریت کا اور چہرہ مبارک جناب رسولخدا صلعم سنکر متغیر ہوتا تہا پس کہا ابوبکر نے حق ہے کہ روئیں تجھکو عورتیں تیرے نیوالیاں کیا نہیں دیکھتا تو تو روئے مبارک رسولخدا صلعم کو پس کہا عمر نے کہ پناہ لیجاتا ہوں ساتھہ خدا کے سے اور غضب رسول اُسکے سے راضی ہوتے ہم ساتھہ خدا کے ساتھہ پروردگاری کے اور ساتھہ محمد کے ساتھہ پیغمبری کے پس کہا رسولخدا صلعم نے قسم ہی اُس شخص کی کہ جان محمد کی اُسکے دست قدرت میں ہی اگر ظاہر ہوتا موسی واسطے تمہارے تو البتہ پیروی کرتے تم اُسکی اور ترک کردیتے تم مجھکو پس گمراہ ہوجاتے راہ راست سے اور اگر زندہ ہوتا موسی اور پاتا وہ مجھکو تو البتہ پیروی کرتا وہ میری اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں بھی اسی طرح سے لکھا ہی اس روایت سے ایماندار حضرت عمر وغیرہ کی معلوم ہوگئی کہ حضرت نے فرمایا تم مجھکو ترک کرتے اب دیکھو یہود کے موافق لوگ ہیں کہ جو یہود نے تحریف کتابوں کی طرف رغبت کرتا ہی اور سگ زرد برادر شغال کسیطرح صادق آتا ہی جسوقت اہل سنت کو منظور ہوتا ہے اپنی پر کہونکی عیبوں کا ظاہر کروانا تو جھوٹے جھوٹے فقرے بناکر شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں تاکہ شیعہ اُنکے بزرگان خاص کے عیوب ظاہر کریں اور غالب ہی کہ اہل سنت اپنی مذہب کے موافق اس امر میں گنہگار بھی ہونگے اور بڑی قسمی تعلب اور سنگدل بھی حضرت عمر ہی تھے اور ایسے بدمزاج تھے کہ صحابہ ابوبکر کو طعن کرتے تھے عمر کے خلیفہ کرنے پر اور کہتے تھے کہ اگر تو ایسی قسم غلیظ کو ہمپر خلیفہ کریگا تو اپنے پروردگار کو کیا جواب دیگا چنانچہ ازالۃ الخفاء میں ولی اللہ محدث بدر مولوی عبدالعزیز صاحب نے ترمذی اور مستدرک سے روایت نقل کی ہی ان ابابکر اذا حضرہ الموت ارسل الی عمر لیستخلف فقال الناس استخلف علینا فظا وغلیظا ولو قد ولیتنا کان افض واغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ وقد استخلف علینا عمر

یعنی تحقیق ابوبکر نے جسوقت کہ قریب ہوئی اُسکو موت بھیجا طرف عمر کے کسیکو تاکہ خلیفہ کری اُسکو پس کہا آدمیوں نے کہ کیا خلیفہ کرتا ہی تو ہمپر تند خو اور بدمزاج کو اور اگر خلیفہ کریگا تو ہمپر تو ہوجائیگا وہ تند خو زیادہ اور بدمزاج زیادہ پس کیا کہیگا تو پروردگار اپنے کے جواب میں جسوقت ملاقات کریگا تو اُس سے اور حال یہ ہے کہ خلیفہ کیا ہی تو نے ہمپر عمر کو اور ریاض النضرۃ میں بھی لکھا ہی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ایک جماعت داخل ہوئی ابوبکر پر جسوقت کہ ارادہ کیا اُس نے خلیفہ کرنے عمر کا اور کہنے والے نے کہا اُنمیں سے کہ کیا کہنے والا ہی تو پروردگار اپنے کو جسوقت پوچھیگا وہ تجھ سے خلیفہ کیا تو نے عمر کے سے اور حال یہ ہے کہ دیکھتا ہی تو بدمزاجی اُسکی کو اور تاریخ خمیس میں لکھا ہی کہ یہ اعتراض ابوبکر پر عمر کے خلیفہ کرنے میں طلحہ اور زبیر نے کیا تھا اور کنز العمال میں لکھا ہی کہ علی مرتضی اور طلحہ نے انکار کیا تھا لیکن ابوبکر نے کہنا نہ مانا اور عمر کو بعد اپنے خلیفہ کردیا اس عوض میں کہ عمر نے ابوبکر کو خلیفہ کیا تھا اور پہلے سے یہی مشورہ تھا ان دونوں کا کہ بعد رسولخدا کے تو ابوبکر خلیفہ ہو اور عمر اس میں سعی کرے اور ابوبکر بعد اپنے عمر کو خلیفہ کرے اور سوائے سنگدل ہونیکے یہ بھی ثابت ہوا ان روایتوں سے کہ صحابہ عمر کے خلیفہ ہونے سے راضی نتھے اور تحریف اور تبدیل میں بڑا استاد عثمان تھا کہ جس نے کلام اللہ میں تحریف کی اور جلوا دیا قرآنوں کو اور سیکڑوں آیتیں کلام اللہ میں سے کم کردیں چنانچہ کثرت سے روایات اہل سنت اسپر دلالت کرتی ہیں اور بعضی روایت اہل سنت کی آیت کے زیادہ ہونے پر بھی دلالت کرتی ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم قرآن کے ذکر میں مفصل بیان کرچکے ہیں اور دین محمدی کے ان تین خلفا ہی نے تخریب کی ہی بسبب بے علمی اور جہالت کے کہ اپنی رائے سے بھی تجویز کرکے احکام جاری کرتے تھے اور لوگونکو گمراہ کرتے تھے چنانچہ پہلے اس سے ہم مسلم سے نقل کرآئے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میری ائمہ ہونگے کہ وہ میری سنت اور ہدایت پر نہ ہونگے اور اہل سنت نے بعد تحریف کے قرآن حفظ کئے تو کیا فائدہ ہی کہ عثمان کی تحریف سے صدہا احکام کم ہوگئے ہیں بلکہ صحیح بخاری میں بھی تحریف معلوم ہوتی ہی چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہی کہ بخاری میں لکھا تھا کہ حضرت صلعم نے فرمایا ال ابی طالب لیسوا لی باولیاء یہ روایت اسمعیل بخاری ناصبی نے اپنی کتاب میں علی بن ابی طالب کی عداوت سے لکھی تھی اور اس عداوت ہی کی جہت سے خوارج کی روایتیں اپنی کتاب میں داخل کی ہیں لیکن بعد اسکے لوگوں نے ایسی ایسی روایتوں کو بخاری میں سے نکال ڈالا تاکہ لوگ اسمعیل بخاری پر طعن نکریں اور اُسکو ناصبی قرار نہ دیں اور ما بہ الامتیاز اور افتراق شیعہ اور سنی میں ہرگز یہ بات نہیں ہے کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتا

کو جھوٹ لکھتا ہی اور لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہی بسبب دروغگوئی کے اور حافظ قرآن شیعوں میں بہت ہیں اگر تجھ کو کسی شیعہ سے قرآن کا حفظ سننا منظور خاطر ہی تو یہاں بہتیرے ہیں
چلا آیا امروہہ کو چلا جا اور تیری عمر ہی کو قرآن یاد نہیں ہوتا تھا کہ اکثر قرآن کی آیتوں میں غلطی کرتا تھا چنانچہ اسے ہم لکھ چکے اور کوئی اس شیخ نجدی سے پوچھے کہ صواعق محرقہ
اور مواقف اور شرح مواقف اور تفسیر کبیر وغیرہ جنمیں لکھا ہی کہ فاطمہ نے دعوی ہبۂ فدک کا کیا تھا ابوبکر سے کیا یہ کتابیں غیر مشہور ہیں اور کیا ان کتابوں میں شیعوں نے
ہبہ کی روایت کو داخل کر دیا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین اگر اہل سنت کے مذہب میں دروغ نہوتا تو انکے مذہب کو ہرگز رونق نہوتی اور سب شیعہ ہو جاتے اور یہ ہبہ فدک کی روایت وہ ہے
کہ اہل سنت سے اسکا جواب نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ کہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں ۔ ۔ ۔ واتیں داخل کر دی ہیں جیسے ہم تھے جسکا خاموش ہو رہتے لیکن ٹال مٹول کئے
جاتی ہیں اور اپنی کتابوں کو غیر مشہور کہکر اپنے دل کی پھپولے پھوڑتے ہیں اور اہل سنت ہمیشہ سے زبردست رہے ہیں اور شیعہ عاجز اور دبے ہوئے بسبب اپنی قلت کے اور سینوں نے
ازراہ زبردستی بعضی بعضی روایتیں جو ہمارے مذہب کے مخالف ہیں ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں کہ جیسے بعض سیہ کار ان قبیلہ یہود نے منافقانہ نصرانی بنکر انجیل میں
بہت خرافات خلاف عقل صریح اور مناقض نقل صحیح کر دی ہیں ایسے ہی مقتدایان ابلیس لعین فرقۂ نواصب دشمنان آل رسول یعنی حضرت اہل سنت بھی کہ بالیقین تبدیل
و تحریف میں مثل مقتدا اپنے عثمان بن عفان کے کوچک ابدال یہود مردود اور موافق نقل مشہور سگ زرد برادر شغال تیرہ روی ہیں انکے ہمرنگ اور قساوت قلبی اور سنگدلی میں انکے
ہمسنگ ہیں قدیم سے دیرے تحریف دین محمدی اور ہمہ تن مصروف تحریف آئین احمدی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام رہتے ہیں اور دوستان اور شیعیان علی بن ابیطالب پر دانت پیستے
ہیں اس جہت سے کہ شیعہ جو عیوب کہ دشمنان آل رسول کی ظاہر کرتے ہیں انکو ناگوار معلوم ہوتا ہی اور بسبب ہمیشہ سے شیعوں کے درپے ایذا اور آزار دہی رہتے ہیں اور انکو انکے اکابر بنی امیہ
اور بنی عباس قتل کرتے چلے آئے ہیں یہانتک کہ انکے بزرگوں نے اولاد رسول مقبول کو دیواروں میں چنوا دیا ہی اور ان تیرہ دونوں اور نابکاروں نے ہر چند کوشش کی
اپنی کثرت اور قوت کے وسیلے سے دین حق کے مٹانے اور بجھانے میں لیکن مقتضاء وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ خدا تعالی انکی سعی کو پورا نکیا اور دین حق
کو زمین پر باقی رکھا گو بعضوں نے تقیہ ہی میں گزارہ کیا **قال الشیخ الاشعری** اور بہت سے طوفان ایسے جھوٹے کہ عوام لیا بعض علما ساده لوح بھی ایک نوع کو بھیے سو منجملہ انکی
روایات مندرجہ رقیمہ مذکور بھی ہیں لیکن بحمد اللہ فرقۂ اہل سنت جماعت کہ ایک جماعت کلان ہی محققین سے کبھی خالی نہیں ہا انکو خداوند کریم جزاء خیر دے وہ اول انکے دھوکے بازیوں کو سمجھکر
اور بامداد خداوندی انمیں سے علامات اور امارات کذب و دروغ انکا عاقلوں کو متنبہ کر دیا اور غافلوں کو طرفۂ تمیز حق و باطل کا بتلا دیا چنانچہ اس روایات کی ابطال کی
تقریر کو دیکھکر انشاء اللہ یہ دعوی مدلل ہو جائیگا القصہ غازان شیعہ کی یہ چالاکی کتب غیر مشہورہ میں چل گئی اسیواسطے علماء اہل سنت اُن کتب کو ہمرنگ توراۃ و انجیل سمجھتے ہیں اور
انکی روایات کو معتبر نہیں سمجھتے ہاں انکی روایات کو روایات صحاح ستہ و دیگر کتب صحاح مشہورہ پر پیش کرتے جو مطابق نکلا اسکو بسر و چشم رکھتے ہیں اور جو مخالف نکلا اسکو ان عبارت کثیرہ
دروغ پیشہ شیعہ و خوارج وغیرہ کے سر مارتے ہیں اور جو روایت خلاف وفاق کسی طرف ہو اگر دلائل عقلیہ کے مخالف ہو تو اسکا بھی یہی حال ہی ورنہ اگر تکذیب نہیں کرتے تو تصدیق بھی
نہیں کرتے بہرحال جو روایت کہ ان کتب میں بلا شرکت غیر بھی پائے جائے اگر روایت صحاح کے مخالف بھی نہو تب بھی قابل تمسک اور لایق حجت نہیں سمجھتے اور مثل مردہ اہل کتاب
بلکہ خود انجیل اور توراۃ نہ انکی تصدیق کرتی ہیں نہ تکذیب **اقول** یہاں سے اہل سنت کی عاجزی جواب میں شیعوں کے ملاحظہ کرنی چاہیے کہ کیسا انکار کرتا ہی اپنی عداوتیوں کا اور اپنے
عالموں کو جھوٹا کرتا ہی بھلا یہ بات عقل میں بھی آتی ہی کہ علمای اہل سنت تو اپنے مذہب میں کتابیں تصنیف کریں اور شیعہ انکی کتابوں میں اپنی روایتیں داخل کر دیں ایسا تو یہود و نصاری بھی
جسوقت کہ مسلمانوں کے جواب میں عاجز ہوں تو کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کر دی ہیں اور ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں جو روایتیں ہمارے مذہب کے
مخالف ہیں اہل سنت نے داخل کر دی ہیں اب موقع گفتگو کا کچھ نرہا بہت آسان جواب ہاتھ لگ گیا اور خلاصی نجات حاصل ہو گئی کہ ہماری کتابوں میں تو اپنی روایتیں داخل کرتی ہیں
آجتک کسی نے ایسا جواب نہیں دیا تھا بسقدر کہ اس نے اپنے قول میں لکھا ہی سوائے بطلے کے کوئی بات نہیں ہے اور اس دروغ توپیں سے کوئی پوچھے کہ اگر کسی شیعہ نے تمہاری کتاب میں اپنی
روایت ملا دی تو ایک دو نسخہ میں ملائی ہوگی آخر کوئی نسخہ تو صحیح بھی باقی رہا ہوگا اسکو کھلا دیا کہ مصنف کے سودہی میں ملا دی کوئی بھی عقل کی بات یہ لکھتا ہی اور اپنے محققین نے
کچھ ثابت نہیں کیا ہی مگر یہ لکھا ہی کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں اپنے مطلب کی روایتیں داخل کر دی ہیں ۔ ۔ یہ لکھا ہی کہ ہماری کتابوں کے مصنفوں نے رطب و یابس سب جمع کر دیا ہی بنوجیکہ
نہ پائے تھے کہ مر گئے اور یہ شیخ بھی یہی لکھتا ہی اور ہمنے سب کو رد کیا ہی اور روایتوں میں سے علامات کذب و دروغ کسی نے نہیں نکالی یہ شیخ جھوٹ لکھتا ہی واسطے دھوکا دینے کے اور جس کسی نے
اُن روایتوں کو دیکھکر انصاف کیا اور مذہب حق کو اختیار کیا وہ انکے نزدیک سادہ لوح ہی اور بچلا ہوا ہی جیسے کہ قرآن کی آیتوں کو سنکر آدمی حضرت کے زمانہ میں یا ان لاتا ہی اور کفار
انکو سادہ لوح اور بچلا ہوا کہتے تھے ایسے ہی یہ کہتے ہیں اور علماء محققین انکو خوب سمجھتے ہیں کہ جسوقت جواب انکو نہ آیا تو کہدیا کہ یہ روایتیں ہماری کتابوں میں شیعوں نے داخل کر دی ہیں
کیا ہی عقلمندی ہی علماء محققین کی اور جو کچھ تو ان روایات میں قباحت لگا لیگا ہم اسکو رد کر دینگے اور بڑے غضب کی بات ہے کہ ایسی معتبر اور مشہور کتابوں کو غیر مشہور کہتا ہی اگر علماء اہل سنت

اسبات کو سنیں گے تو اسکے منہ پر کیا تھوکیں گے کہ جو ایسی کتابوں کو غیر مشہور کہتا ہی اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور معارج النبوت وغیرہ کہ جنمیں ہبہ کرنا فدک کا لکھا ہی اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور ریاض النضرت اور معجم البلدان اور معارج النبوت اور فصل الخطاب وغیرہ کہ جنمیں دعوی ہبہ فدک کرنا فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ابوبکر سے لکھا ہی کیا یہ کتابیں مشہور نہیں ہیں اور کونسی کتاب ہے اہل سنت کی کہ جسمیں شیعوں کا مطلب کچھ نہ کچھ نہیں لکھا ہی اس حیثیت سے تو کوئی کتاب اہل سنت کی معتبر نہو، اور سب لغو اور مہمل ہو جائیں پس معلوم ہوا کہ انکی سب کتابیں مثل تورات اور انجیل کے ہیں کوئی کتاب قابل اعتبار نہیں ہی اور جبکہ انکی کتابیں قابل اعتبار نہوئیں کہ جن پر انکا اعتماد تہا تو انکا مذہب بہی باطل ہی اور اس شیخ نجدی سے زیادہ کون ملحد اور بے دین ہوگا کہ شیعوں کی ضد میں اپنے دین کو باطل کرتا ہی اور اپنی کتابوں کو مثل تورات اور انجیل کی ثابت کرتا ہی اور یا جوجوں کی سی گفتگو کرتا ہی اور اولاد رسول مقبول کو ایسی گفتگو نالایق سے یاد کرتا ہی ؎ اے زادۂ زیاد نکردست ہیچ کہ ؎ نمرود این عمل کہ تو شتد او کردۂ ؎ با دشمنان دیں نتواں کرد آنچہ تو ؎ با مصطفا حمید اولاد کردۂ ؎ اور یہ جو کہتا ہی کہ صحاح ستہ اور دیگر کتب صحاح پر ان روایتوں کو پیش کرتے ہیں سو سننا چاہئے کہ سب کتابوں میں زیادہ انکے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور آنمیں جو روایتیں قرطاس اور فدک کی آئی ہیں تو اسواسطے انکا اعتبار بہی انہوں نے کھو دیا چنانچہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ العین میں لکھا ہی کہ دو سو اور دس روایتیں اسمیں ضعیف ہیں اور اشارۃ العین میں لکھتے ہیں کہ بخاری میں اکاذیب اور افتراءات اور موضوعات اور مجعولات ہیں اور باوجودیکہ تمام اہل سنت کا اجماع انکی صحت پر ہے اور اپنے مذہب کی حقیت اسی پر جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں احادیث صحاح آئی ہیں اور پھر مولوی حیدر علی ہی کسی جگہ لکھتے ہیں کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہی عجب حال ہی ان لوگوں کا کہ سچ جہوٹ کی کچھ خبر نہیں رکھتے اور جو چاہتے ہیں بے سر و پا کہہ دیتے ہیں اور جب شیعوں سے مقابلہ ہوتا ہی تو اپنی کتب صحاح کو غیر معتبر لکھدیتے ہیں اور جب یہ کتابیں بہی مہمل ٹہہریں تو انکا مذہب کہ جسکا مدار ان کتابوں پر تہا وہ بہی مہمل اور باطل ہوا اور کوئی کتاب انکے نزدیک معتبر نہوئی اور ان کتابوں پر کہ جن میں غیر معتبر روایتیں ہیں اور کتابوں کی روایتوں کو یہ شیخ نجدی کسوجہ سے پیش کرتا ہی اس شیخ نجدی کے قول سے کہ یہ مولوی حیدر علی کے بیان سے تو معلوم ہوا کہ اہل سنت کی سب کتابیں مثل تورات اور انجیل کے ہیں اور بخاری اور مسلم بہی مثل تورات اور انجیل کے ہیں اسواسطے کہ جیسی کہ انمیں تحریف ہوئی ہی ایسے ہی انمیں تحریف ہوئی ہی کہ بقول مولوی حیدر علی شیعوں نے قرطاس اور فدک کی روایتیں انمیں داخل کردی ہیں اور اہل سنت کے علماء میں سے پہلے اس سے کسیکو یہ مضمون نہ سوجھا تہا کہ سنیوں کی کتابوں میں شیعوں نے اپنی مطلب کی روایتیں داخل کردی ہیں سید مرتضی علم الہدی کہ انکو نو سو برس کا زمانہ ہوا انکو قاضی القضات سے گفتگو رہتی تہی اور علامہ حلی کو سات سو برس ہوئے ہونگے کہ اہل سنت کے علماء سے انکی گفتگو رہی ہی اور بعد انکے مدفین سے رسائل تصنیف کئے تہے لیکن کسی عالم نے اہل سنت کے علماء میں سے یہ نہیں لکھا کہ سنیوں کی کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں لکھدی ہیں سنیوں کو دیکھو گا دیکھ مگر نصر اللہ کابلی اسکے موجد ہیں کہ جو صواعق میں انہوں نے یہ لکھا ہی اور مولوی عبد العزیز صاحب اور مولوی حیدر علی نے انکی پیروی کی ہی مگر اس شیخ نجدی دشمن فاطمہ زہرا کو یہی کہنا چاہئے کہ اس معصومہ کے حق کو کیسا مٹاتا ہی کہ اس حق کو مٹانے کو اسقدر مبالغہ کیا کہ اپنی کتابوں کو بہی غیر معتبر مقرر کردیا اور اپنے مذہب کا کہ جسکا مدار ان کتابوں پر تہا وہ بہی مہمل اور باطل ہوا قال الشیخ الاشعری سو اگر کسی خلیفہ کم فہم کو ان کتب کے معتبر ہونیمیں اسقدر وثوق ہوا کہ ان کتب کے مصنف منجملہ متدینان اہل سنت ہیں تو کوئی انسے پوچھے کہ انجیل اور تورات کے مصنف کو خداوند اکرم الاکرمین ہیں اگر مصنف کا معتبر ہونا موجب اعتبار کتاب ہوجاتی تو قرآن انجیل و تورات شیعوں کے نزدیک معتبر ہوجائیں اور لازم آئی کہ نعوذ باللہ جناب خداوند تعالی کا شیعوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہو کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ شیعوں کو اس الزام سے کچھ اندیشہ نہو کیونکہ وہ کسی خدا کا اعتبار کرتے ہیں اس سخریلیہ و دیکیاعیہ کی خدا کی رائی اور علم کو قابل اعتبار نہیں سمجہتے اور بدا کے قائل ہوگئے لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب بہرحال اہل سنت جماعت کتب غیر مشہورہ مستدلہ کو ہرگز قابل اعتماد نہیں جانتے اور بلاحظہ عداوت اور بتجربہ عادت اور بزرگوار ان شیعہ اس سے مطمئن نہیں کہ جیسے انجیل و تورات کو دشمنان دین نے تحریف کردیا کتب غیر مشہورہ کو ان حضرات نے حسب مطلب بدل دیا ہو اقول حاشا و کلا کہ جو شیعہ اہل سنت کی کتابوں کو معتبر جانتے ہوں البتہ وہ روایات انمیں کی کہ جو شیعہ کی موافق ہیں انکو معتبر جانتے ہیں اور جو روایتیں انمیں کی موافق شیعوں کے نہیں ہیں انکو نوچ اور نژل جانتے ہیں اور اسکے مصنف کا کچھ لحاظ نہیں رکھتے اگرچہ کوئی ہو اور مصنف کا اعتبار اسوقت کرتے کہ جسوقت اہل سنت کی کوئی بہی کتاب تحریف سے خالی ہوتی موافق انکے اعتقاد کے اسواسطے کہ جب بخاری اور مسلم ہی محرف ہوگئیں انکے نزدیک تو پہر کس مصنف کا اعتبار کریں اور خدا تو شیعوں کا ایک ہی اور اسکی رای اور علم شیعوں کے نزدیک سب معتبر ہی اور جس بدا کو شیعہ قائل ہیں اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے اور جس بدا کو کہ اہل سنت شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اسکے قائل کو شیعہ کافر جانتے ہیں اور تو جو کہتا ہی کہ کونسے خدا کے قائل ہیں یہ مذہب تیرا ہی ہی تعدد خدا کا اور ہر سنگ و خوک کو تم خدا کہتے ہو مشہور ہے کہ مولوی عبد الرحمن صوفی لکہنوی کی مسجد کا چراغ ایک کتا گل کرگیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ لو اپنے گھر کا چراغ آپ ہی گل کردیا اور فرید الدین عطار نے بایزید بسطامی کا حال لکھا ہی کہ وہ سبحانی ما اعظم شانی اور لا الہ الا انا کہا کرتا تھا اور ایک شعر اسکے اشعار میں سے یہ ہی آنہا کہ طلبگار خدائید خدائید حاجت بطلب نیست شمائید شمائید اور منصور انا الحق کہتا ہی تہا غرض یہ ہی کہ ہر چیز کو یہ خدا کہتے ہیں لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب اور اہل سنت تو کسی کتاب کو اپنی معتبر نہیں جانتے نہ مشہور کو نہ غیر مشہور کو اسواسطے کہ شیعوں نے اپنی مطلب کی روایتیں اہل سنت کی سب کتابوں میں داخل کردی ہیں سب سے زیادہ مشہور بخاری اور مسلم ہیں جب انمیں ہی شیعوں نے اکاذیب اور افترارات داخل کردیے تو اور کتابوں کیا ذکر ہی جب یہ کتابیں صحیح نہ ٹہہریں تو اہل سنت کا مذہب بہی باطل ہوگیا اسواسطے کہ انکے مذہب کا مدار ان کتابوں پر تہا جب کتابیں موضوعات کو شامل ہوئیں تو انکا مذہب بہی باطل ہوا

قال الشیخ الاشعری اور اگر کوئی سادہ لوح میری اس بات کو دون کی بات اور واہیات سمجھے تو بڑوں کی بات تو بڑی ہوتی ہے دیکھئے شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جو شیعوں سے بھی زیادہ شیعوں کی عادات اور اصول و فروع مذہب سے واقف ہیں تحفہ اثنا عشریہ میں باب مکاید شیعہ میں جو دوسرا باب ہے کیا فرماتے ہیں حیاطاً بعینہا انہیں کی عبارت بلاغت آمیز نقل کرتا ہوں کید سی و دوم آنکہ جمعے کثیر از علماء ایشاں سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب اہل سنت خصوصاً تفاسیر کہ بیشتر دستمال علماء و طلبا رہی باشد و بعضی از کتب احادیث کہ شہرت ندارند و نسخہ آں کتب بدست نیاید مواضعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیاں باشد الحاق نمایند چنانچہ قصہ ہبۂ فدک در بعض تفاسیر داخل نمودہ اند کہ سیاق آں حدیث چنیں روایت نمودہ کہ لما نزلت و آت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ و اعطاہا فدک ما بحکم آنکہ دروغ گو احافظہ نمیباشد بیاد شاں نماند کہ این آیت مکی است و در مکہ فدک کجا بود و نیز جائیکہ این السبیل نیز چیزے وقف میکرد تا عمل بر تمام آیہ میسر شود و نیز اعطاہا فدک دلالت صریح بر ہبہ و تملیک نمیکند پس لفظ وہبہا بایستے وضع کرد و علی ہذا القیاس در تفاسیر و سیر جستہ الحاقات ایشاں یافتہ میشود و دریں کید ہم اکثر مغفلاں از علماء اہل سنت خبط میکنند و تشویش میکشند در شہر دہلی در عہد بادشاہ محمد شاہ دوکس بود ند از امراء این فرقہ کہ کتب اہل سنت را مثل صحاح ستہ و مشکوۃ و بعض تفاسیر بخط خوش می نویسانیدند و در آں حدیث مطلب خود را از کتب امامیہ برآوردہ داخل می نمودند و آں نسخ را مجدول و مطلا و مذہب نمودہ بقیمت سہل برگذری میفروختند و در اصفہان آغا علی ابراہیم بن علی شاہ کہ یکے از امراء کبار سلاطین صفویہ بود ہمیں اسلوب عمل کردہ لیکن بایں کید ایشاں حاصل نشد زیرا کہ کتب مشہورہ اہل سنت بحمد اللہ بکمال شہرت و کثرت نسخ قابل تحریف نیستند و کتب غیر مشہورہ را اعتبارے نہ و معہذا محققین اہل سنت غیر کتب مشہورہ نقل را جائز ندانستہ اند مگر در ترغیب و ترہیب و در حکم صحائف انبیاء پیشش ہمیشمارند کہ بیچ عقیدہ و عمل را از آں اخذ نتواں کرد بجہت احتمال تحریف انتہی کلامہ الشریف اور اگر ہم پاس خاطر مولوی عمار علی صاحب اور بھی چشم پوشی کریں اور انکے اور انکے بزرگوں کے ذمہ لعنات کی نسبت نہ کریں کہ انہوں نے اپنے مطلب کے موافق سنی روایتیں سنیوں کی غیر مشہور کتابوں میں لا ملا دیں ہیں تب بھی مولوی عمار علی صاحب کی بات کا بننا معلوم **اقول** بڑے دعوے تو مولوی شاہ عبد العزیز صاحب ہی ہیں کہ انہوں نے یہ افترا شیعوں پر کیا ہے اور علماء اہل سنت میں مثل شاہ عبد العزیز صاحب کے کاذب کوئی نہوگا کاذب کیا بلکہ اکذب الکاذبین ہیں کہ اپنی کتاب تحفہ کو دروغوں سے پُر کر دیا ہے اور وہ شیعوں کے اصول و فروع سے کیا واقف ہیں بانی ان دروغوں کے نصیر الدین کابلی ہیں کہ اول انہوں نے اپنی کتاب صواقع محرقہ میں دروغوں سے پُر کیا ہے اور طرح طرح کے افترا شیعوں پر کئے ہیں اور مولوی عبد العزیز صاحب نے اسکی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کرکے نام اسکا تحفہ رکھا ہے اور کچھ اکاذیب و افترا ات اپنی طرف سے اسمیں اضافہ کئے ہیں اور تو نے جو کچھ دروغ لکھا ہے انہی کی پیروی سے لکھا ہے اور ہم سر دست جواب پہلے اس سے لکھ چکے ہیں شاہ صاحب تفسیر و زشوہر میں روایت ہبۂ فدک کو دیکھکر سوختہ ہوئے ہیں اسواسطے لفظ خصوصاً تفاسیر کا لکھتے ہیں اور مولوی اسکا و کتابوں کی انکو خبر نہیں ہے کہ اور کتابوں میں بھی ہے چنانچہ شاہ صاحب ہیں کہ جنہوں نے دعوی ہبۂ فدک کی مقدمہ میں پچیس تیس کتابوں کی روایت کا انکار کیا ہے کہ جو کتابیں مشہور ہیں علماء اہل سنت میں اور جو کتابیں انکا وجود دنیا میں نہیں ہے شیعوں کی طرف منسوب کردی ہیں جسوقت کہ جواب نہ دے سکے عاجز ہوئے یہ مقدمہ فدک وہ ہے کہ اہل سنت کے علماء سے جواب اسکا نہیں بن پڑتا اور آیت کے مدنی ہونے کو بھی ہم لکھ چکے اور اگر آیت مدنی نہوتی تو فاطمہ علیہا السلام ہبۂ کا دعوی ابوبکر سے کیونکر کرتے جیسا کہ صواعق محرقہ اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہ میں لکھا ہے اسواسطے کہ اگر ہبہ ہوا ہوگا تو مدینہ میں ہوا ہوگا اور آیت بھی مدینہ میں نازل ہوئی ہوگی یا اور کوئی وجہ ہبہ کی بیان کرو اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جسکی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے وہ عمداً اپنے باپ پر ہرگز ہرگز افترا نہ کرتے کہ زیرا باپنے مجھکو ہبہ کیا ہے اور تمام آیت پر عمل کرتا ہی ہم نکھ چکے ہیں کہ فاطمہ زہرا کو فدک دیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ مسکین اور ابن سبیل کو کچھ نہ دیا ہوگا اگر فاطمہ کو فدک دیا تو مسکین اور ابن سبیل کو اور کچھ دیا ہوگا اور ذکر فدک کو دینے کا اسواسطے ہوا کہ خدا تعالی کو منظور تھا فاطمہ زہرا کو خاص فدک کا دینا اور مسکین اور ابن سبیل کو اسواسطے خاص شے دینی منظور نہتی بلکہ جو چاہیں یوں اسواسطے اُنکے دینے کا ذکر نہوا اور یہ جو لکھا ہے اس شیخ نجدی نے مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کی پیروی ہے کہ اعطاہا کا لفظ لکھا ہے وہبہا کا لفظ چاہیے تھا کوئی پوچھے کہ معنی میں ہبہ اور عطا کے کیا فرق ہے لغت میں تو دونوں کے معنی دادن اور بخشیدن کو لکھے ہیں لفظ تو دونوں معنی انکے ایک ہیں جیسے کہ قعود اور جلوس اور فتاوی جمادیہ کی کتاب الشہادت میں کشف الغوامض سے نقل کی ہے کہ انما تختلف الخالفۃ بینہما باللفظ دون المعنی تقبل الشہادۃ وذالک بخلاف ما یشہد احدہما علی الہبۃ والآخر علی العطیۃ یعنی اگر ہو ہے مخالفت درمیان اُن دونو گواہوں کے ساتھ لفظ کے سو معنی کی تو قبول کی جائیگی گواہی اور وہ اسطرح ہے کہ گواہی دے ایک ان گواہوں کا ہبہ کی اور دوسرا عطیہ کے پس معلوم ہوا کہ ان دونو لفظوں سے ایک ہی مراد ہے اور شرح وقایہ کی کتاب المہر میں لکھا ہے کہ صحیح ہے اگر کہے ذہبت و نکاحت و اعطیت معلوم ہوا کہ ان لفظوں کے ایک معنی ہیں اور سوائے اسکے یہ بات ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے دینے کو جو حضرت نے کہا تھا تو اس سے ہبہ نہیں تو اور کیا مراد ہے کچھ حضرت فاطمہ کے پاس امانت رکھنی تو یا مستعار دینے کو فدک کے تو کہا ہی نہتا اور یہ جو لکھا ہے کہ در تفاسیر و سیر جستہ الحاق ایشاں یافتہ میشود سوائے نصیر الدین کابلی اور اسکے پیرو مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے یہ افترا کسی نے نہیں کیا تھا پہلے اس سے اور یہ بہتان اسواسطے باندھا ہے کہ شیعہ سنیوں کو گفتگوی مذہبی میں تنگ و لاجواب کیا کرتے ہو جب آپسے بچنے کی کسی طرح سے نہ بنی اور آپسے پیچھا چھڑانا محال جانا تو یہ تجویز کیا کہ ہماری کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں داخل کردی ہیں تاکہ شیعہ ان روایتوں سے ہمپر حجت پکڑیں اور دین میں ہمارے خرابی آئی بھلا یہ بات کہیں عقل میں بھی آتی ہے کہ کوئی اپنی روایت دوسروں کی کتابوں میں داخل کرے اور اگر داخل کردی ہے تو کوئی ایسا نسخہ بھی تو ہوگا ان نسخوں میں سے کہ جسمیں داخل کرنے کی نوبت پہنچی ہو اسکو دکھلاؤ ان نسخوں میں سے مثل تفسیر وزشوہر اور کنز العمال اور معارج النبوت کی کہ جسمیں الحاق ہوا اور اگر ایسا

نسخہ تم نہ دکھلاؤ گے تو واقع میں بڑے مفتری ہو یا یہ کہ جسوقت مصنفوں نے تصنیف اور تالیف کی تھی اُنکی وقت تصنیف ہی کی یہ باتیں الحاق کر دی تھیں کہ وقت تصنیف ہی یہ کتابیں تم تک پہنچی اور پھر مصنفوں کو اُنکی دیکھنے کی نوبت پہنچی اور بڑا بہتان جس سے آسمان شق ہو جاتا ہے یہ ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ شہر دہلی میں محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں دو شخص صحاح ستہ میں الحاق کر کے گذرے ہیں فرخت کیا کرتے ہیں اول تو یہ کہ صحاح ستہ کے سینکڑوں نسخے دنیا میں اُسوقت میں تھے یہ جعل کیونکر رونق پکڑتا ایسا کون عقل کا دشمن تھا کہ ایسا بیہودہ کام کرتا اور اگر ایسا امر وقوع میں آتا تو مشہور ہو جاتا اور ہر شخص کو خبر ہو جاتی کیا شاہ صاحب ہی کو اسکی خبر ہوئی اور سوائے اُنکے اور کسیکو خبر نہ ہوئی اور اگر ایسا اُنہوں نے کیا تھا اور لوگوں نے اُن نسخوں کو خریدا تھا تو اب بھی تو کوئی نسخہ موجود ہو گا اور شاہ صاحب نے وہ دیکھا ہو گا اُسکو دکھلانا چاہئے تاکہ صدق اور کذب شاہ صاحب کا معلوم ہو بڑا تعجب ہے ایسے نامی ملا سے کہ ایسا صریح بے سر و پا اپنی قلم سے لکھے اور ایسا ہی بہتان ابراہیم بن علی شاہ پر باندھا ہے اور ایسے ہی ہم بھی کہتے ہیں کہ شاہ عالم بادشاہ نے اپنے زمانہ میں کتب شیعہ کو زر کثیر صرف کر کے خرید کیا اور علماء اہل سنت کو جمع کر کے اپنے مذہب کی تائید کی روایتیں اُنمیں داخل کروائیں اور پھر شیعوں پر اعتراض کرنے لگے کہ تمہاری کتابوں میں ایسا لکھا ہے جواب باب گفتگو مسدود ہوا تم الحاق کہتے ہو ہم بھی الحاق کہتے ہیں اور معلوم نہیں وہ کتب غیر مشہورہ کونسے ہیں جنکی نقل کو منع کیا ہے جن کتابوں میں کلام ہے وہ تو غیر مشہور نہیں ہیں سینکڑوں پائی جاتی ہیں اور علماء اہل سنت کتابوں کے اقوال کو سند پکڑتے ہیں اور اگر مراد غیر مشہور سے یہ ہے کہ جسمیں الحاق ہوا ہے وہ کتب غیر مشہورہ میں سے ہیں تو الحاق تو بخاری اور مسلم میں بھی ہوا ہے جیسا کہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین اور اثارۃ الغین میں لکھا ہے غرض یہ ہے کہ اہل سنت کو اپنی کسی کتاب کا اعتبار نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ جن کتابوں کا حوالہ مولوی صاحب نے درج رقیمہ کر سیفرمایا ہے تین چوتھائی کتابیں تو ایسی ہیں کہ سنیوں میں سے کسی نے اُنکا نام بھی نہیں سنا اور نہ اُنکے مصنفوں کا اہل سنت میں سے کوئی نام و نشان جانتے مثل تاریخ آل عباس کے علماء اہل سنت نے اِس کتاب کو شاید کبھی سنا بھی نہ ہو بلکہ اِس قسم کی کتابیں ہیں جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کید بست و یکم آنکہ کتابے را نسبت کنند بکیے از کبراء اہل سنت و در آں مطاعن صحابہ و مبطلات مذہب اہل سنت درج نمایند الی آخرہ اگر یہ کتاب موجود بھی ہو تب بھی کسی شیعہ مکار کی ہو گی **اقول** غلط کہتا ہے تو کہ سنیوں میں سے کسی نے تاریخ آل عباس کا نام نہیں سنا تو نے ہی نہ سنا ہو گا اور اگر تو نے نہیں سنا تو یہ لازم نہیں ہے کہ کسی اور نے بھی نہ سنا ہو سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں سنیوں کی کیا تو نے اُن سب کا اور اُنکے مصنفوں کا نام سنا ہے اور تیرے نہ سننے کو یہ لازم نہیں ہے کہ کوئی اور بھی نہ سنے اور شاہ صاحب نے جو اپنے اکیسویں کید میں لکھا ہے کہ شیعہ بعضی کتاب کو کبراء اہل سنت کی طرف نسبت کر دیتے ہیں جسمیں مطاعن صحابہ کے ہوتے ہیں مراد شاہ صاحب کی اُس کتاب سے سر العالمین ہے کہ جو تصنیف امام غزالی کی ہے اُس کتاب کو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکو امام غزالی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کتاب تصنیف امام غزالی کی ہے اور حال یہ ہے کہ وہ کتاب اُنکی تصنیف نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ بیشک وہ کتاب تصنیف امام غزالی کی ہے اسواسطے کہ علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور اُسکی عبارت کو نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام غزالی نے سر العالمین میں ایسا لکھا ہے چنانچہ ذہبی نے میزان ذہبی میں ترجمہ حسن بن صباح میں لکھا ہے کہ **قال ابو حامد الغزالی فی کتاب سر العلمین شاهدت قصة الحسن بن صباح لما ترقت تحت حصن الموت** اِس قول سے ذہبی کے معلوم ہوا کہ کتاب العالمین تصنیف امام غزالی کی ہے اور شاہ صاحب جو انکار کرتے ہیں کہ اُنکی طرف شیعہ اُسکو منسوب کرتے ہیں اور تصنیف اُنکی وہ کتاب نہیں ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ اُسمیں امام غزالی نے حدیث غدیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے علی بن ابیطالب کو بر روز غدیر خلیفہ کر دیا تھا لیکن بعد اُسکے جو حسب یاست اور طمع حکومت ہوئی لوگوں نے علی سے وہ منصب چھین کر نامزد اپنے کر لیا اس مضمون کو دیکھکر شاہ صاحب خفا ہوئے ہیں لیکن کتاب کی انکار کیوں کرتے ہیں کہ اُنکی نہیں ہے یہی کیوں نہیں کہتے کہ وہ آخر عمر میں شیعہ ہو گئے تھے تب یہ کتاب لکھی ہے اور تاریخ آل عباس کسی شیعہ کی نہیں ہے بلکہ کسی سنی دغاباز ہی کی ہے اور عقل بھی نہیں چاہتی کہ شیعہ کی تصنیف ہو اسواسطے کہ شیعہ تو آل عباس کو دشمن کہتے ہیں اس جہت سے کہ وہ دشمنان اور قاتلان اولاد رسول مقبول ہیں اور اہل سنت کے وہ امام تھے کہ اہل سنت اُنکو امیر المومنین لکھتے ہیں پس شیعہ ایسے لوگوں کی تواریخ کہ جو دشمنان آل رسول میں کاہے کو لکھیں گے بلکہ سنی ہی لکھینگے کہ اُنکے وہ امام مشرب اور پیشوا تھے اور یہ کتاب ایسی ہے کہ جیسی تاریخ الخلفاء شیخ جلال الدین سیوطی کی اور جھوٹ کہنا کام اہل سنت کا ہے جیسے کہ نصر اللہ کابلی نے کہدیا کہ منہج الصادقین شیعوں کی کتاب ہے اور اُسمیں یہ لکھا ہے اور حال یہ ہے کہ اُس کتاب کا وجود ہی دنیا میں نہیں ہے اور تاریخ آل عباس ایسی نہیں بلکہ جو روایت کہ اُسمیں ہے وہ روایت اور کتابوں میں بھی اہل سنت کے پائی جاتی ہے **قال الشیخ الاشعری** اور بعضی کتابیں اس قسم کی ہیں کہ کتنے مصنفوں کو فن حدیث اور فن تاریخ میں دستگاہ کامل اور تمیز صحیح و غلط ہرگز نہ تھی جیسے معارج النبوت ہاں مدارج النبوت کا حوالہ اگر زیب قلم ہوتا تو ہماری بر سر و چشم تھا لیکن ایسی معتبر کتابوں میں سے مولوی صاحب کے ہاتھوں میں کیا آتا اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ ہر چند اُنکی مصنف فن حدیث میں مہارت کامل اور مشق کما ینبغی اور بہرہ وافر رکھتے تھے جیسے شیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ لیکن اُنہوں نے اپنی اُن کتابوں میں جنکا حوالہ مولوی صاحب کے رقیمہ میں مندرج ہے یہ التزام نہیں کیا کہ بجز روایات صحیحہ اور کچھ داخل نہ کرینگے بلکہ رطب و یابس بطور بیاض کے جمع کر لیا ہے جیسے جمع الجوامع کہ اسکا نام ہی مسبات پر شاہد ہے اور نیز اسکا حال شہرت علماء آفاق ہے یا بغرض تفریق و تمیز صحیح و غلط جمع کیا ہے جیسے تفسیر در منثور اور علی ہذا القیاس موضوعات ابن جوزی کہ ان دونو کتابوں میں اگرچہ ہر قسم کی مخالف موافق روایتیں پائی جاتی

ہیں لیکن اُن راویوں کے ساتھ اُسمیں بھی ساتھ ہی لگا سوا ہی کہ یہ روایات غلط ہیں و اسواسطے کیا ہی کہ کل کو مولوی عمار علی صاحب جیسے مکار و غباز ان روایتوں کو بہروسے کسی سادہ لوح کو دھوکہ نہ دی بیٹھیں اور اسی غرض کے لئے متقدمین محدثین بھی ایسا کرتے ہیں چنانچہ ترمذی اور امام ابوداؤد اکثر جگہ لکھ جاتے ہیں **ھذا حدیث ضعیف** اور بعضی کتابیں ایسی کمیاب ہیں کہ اگر مولوی عمار علی صاحب یوں فرمانے لگیں کہ اُسکی تمام نہیں ہو بہو مطابق مذہب شیعہ و اصول فروع شیعہ تماماً اُسکی روایات کے مطابق ہے تو بوجہ کمیابی اُن کتب کے مولوی صاحب کی کسی سے زبان نہ پکڑی جاسکے تو خدا سے ڈرے جھوٹے کو کسکا ڈر اُسکی زبان کو تو لگام ہی نہیں ہوتا مگر جتنا اس خط میں مولوی صاحب نے کیا ہی وہ بھی کچھ کم نہیں اور انہوں نے کیا کیا **اقول** اگر بعضے علماء کو فن حدیث میں مہارت کامل نہ تھی تو نہ ہو لیکن انہوں نے اُن روایتوں کو اپنی کتاب میں درج کیا ہی کہ جن روایتوں کو متقدمین صحیح کرکے لکھ گئے تھے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ روایات غیر معتبرہ کو اپنی کتابوں میں وہ داخل کرتے اور ایسے ہی معارج النبوت ہے اور مدارج النبوت میں کچھ فرق نہیں ہی دونو کے مصنف سنی معتبر ہیں اہل سنت کے نزدیک بلکہ علم صاحب معارج النبوت کا مدارج النبوت کے مولف کے علم سے زیادہ تھا اور اس جگہ معارج النبوت کو پسند کرتا ہی اور دوسری جگہ ہم اسکے مصنف کے قول کو ذکر کرینگے تو وہاں تاویلیں کرینگا اور اُسکو بھی ضعیف کہیگا اور بطور ریاض کے حدیث کی کتاب اول دفعہ میں لکھی جاتی ہی اور بعد اسکے روایات میں تمیز کی جاتی ہی اور تفسیر مثل یہ نہیں ہوتی ہی اور نہ وہ بطور ریاض کے جمع ہوتی ہی جمع الجوامع اور موضوعات ابن جوزی کہ وہ احادیث کی کتابیں ہیں ایسی ہونگی اور تفسیر زمخشر ہرگز ایسی نہیں ہے اسواسطے کہ تفسیر میں روایات ضعیفہ نہیں لکھ سکتی اس جہت سے کہ وہ راجع طرف تحریف قرآن کی ہوتی ہی اور مرگئے بول کو وبال جان ہی اس اندیشہ سے جو کچھ کہ اپنے نزدیک معتبر ہی وہ لکھتے ہیں اور صاحب زمخشر کا مشہور ہی کہ اگر کوئی روایت ضعیف لکھتے ہیں تو بعد اسکے یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے چنانچہ آیت **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** کے تفسیر میں یہ روایت لکھی ہی کہ مراد اس اکمال دین سے خلافت علی ہی اور بعد اسکے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور روایت ہبۂ فدک کو لکھکر یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت انکے نزدیک نہایت معتبر ہی اور جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہے کہ بے سند مکاری اور دغابازی ہی ایک بات مہمل لکھ دی اور دیکھو مولوی عبدالعزیز صاحب تو لکھتے ہیں کہ یہ روایت تفسیر میں اہل سنت کی شیعوں نے ملحق کردی ہی اور یہ لکھتا ہی کہ مثل بیاض کے ہے کہ رطب و یابس اسمیں سب ہے اگر یہ سچ ہوتا تو دونو کی ایک بات ہوتی اور جب جھوٹ بولنا مقرر کیا تو پھر کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہی کہ اہل سنت کی کتاب ہو بہو شیعوں کے موافق ہو اور اسکو کون کہیگا البتہ بعضی روایتیں اہل سنت کی کتابوں کی شیعوں کے مذہب کے موافق ہیں اور وہ کثرت سے پائی جاتی ہیں کمیاب نہیں ہیں اور جو کچھ مولوی صاحب نے قیمہ میں اپنی درج فرمایا ہے سب حق ہی اور اہل سنت کی مشہور کتابوں میں موجود ہی اور مکار اور دغاباز اہل سنت ہیں کہ جو ایسی کتابوں کو کمیاب کہتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** یہ مکاریاں اور دغابازیاں تو میراث شیعہ ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز قسم فرماتے ہیں کہ بست و دویم آنکہ مطاعن صحابہ و سقطات اہل سنت از کتب نادر الوجود کمیاب ایشاں نقل نمایند حالانکہ در آں کتب ترے از آں نباشد و سبب آنکہ آں کتب پیش ہر کس و در ہر وقت و ہر مکان موجود نمیشود اکثر ناظران در شبہ و شک افتند و بخاطر شاں رسد کہ اگر ایں نقل صحیح نباشد تطبیق درمیان او و در روایات اہل سنت چہ قسم خواہد بود حالانکہ ایں ہمہ بارہا بہت در دسر میکشند و نمی فہمند کہ اگر بالفرض نقل صحیح ہم باشد محتاج تطبیق و قتے خواہیم باشد کہ ہر دو روایت در یک درجہ باشند از شہرت و صحت ماخذ و صحت دلالت و کمیت و الخ و چوں ایں امور در آں نقل مفقود و مستور است مقابل روایات مشہورہ صحیحۃ الماخذ صحیحۃ الدلالت چرا باید کرد و کتابہائے کہ از آں فرقہ شیعہ بر الزام اہل سنت نقل میکنند ہمہ ایں قبیل است کہ نادر الوجود کمیاب می باشند و علی تقدیر الوجدان مصنف آں کتب التزام صحت جمیع مافیہا نکردہ بلکہ بطریق بیاض رطب یابس در آں جمع نمودہ محتاج نظر ثانی گزاشتہ انداز دہلی صاحب کشف الغمہ و علی صاحب الفین از ہمیں قبیل دفتر دفتر نقل کنند و بزعم خود گوئی از میدان مناظرہ بمدوا بن عطاؤس نیز در مؤلفات خود از ہمیں قبیل بسیار ہا پر کردہ و باعتقاد خود اہل سنت را الزام دادہ انتہی کلامہ الشریف بہرحال جب ان بزرگواروں کی ایسی ایسی بزرگیاں تجربہ معلوم ہو چکی ہوں تو پھر کتب کیا کے حوالہ کا کیا اعتبار رہگیا اول تو یہی یقین کرنا چاہئے کہ ان کتب میں اصل سے ان روایات کا نام و نشان بھی نہیں نہ ابوں کی تر تی ہوئی ہیں پھر تیسرا گریہ کتابیں بطور ریاض کے مجموعہ رطب و یابس میں انکے مصنفوں کو نظر ثانی کا اتفاق نہوا جو تلخیص کرکے صحیح صحیح روایتیں جدی کرکے باقیوں کو حذف کردیتے یا لکھ جاتے کہ یہ روایتیں موضوع ہیں یا ضعیف ہیں **اقول** مکار اور دغاباز تو اہل سنت ہیں کہ جو ان روایتوں کے مقدمہ میں طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں و ہست زیادہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے کہ جو ان روایتوں کو اپنی کتاب میں لکھ جاتے ہیں اور مطاعن صحابہ کو پر کرتے ہیں اور مطاعن صحابہ کو کتب نادر الوجود اور کمیاب کہتے ہیں تسبند لمطاعن جواب باب مطاعن تحفہ کو دیکھنا چاہئے کہ مطاعن و مساخ ستہ اور جمع بین الصحیحین اور جامع الاصول اور فتح الباری اور کرمانی اور مسند احمد بن حنبل اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر نیشاپوری اور تفسیر بغوی اور معالم التنزیل اور مدارک اور تاریخ طبری اور تاریخ خمیس اور حبیب السیر اور کنز العمال وغیرہ کتب مشہورہ احادیث اور تفاسیر اور تواریخ سے ثابت کیا ہی یا نہیں کیا ایسی کتابیں بھی نادر الوجود اور کمیاب ہیں اور جن روایتوں سے شیعوں نے حجت پکڑی ہی وہ سب معتبر ہیں اور معتبر اور مشہور کتابوں میں موجود ہیں اور جو کچھ روایتوں کے عذر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں سب بجا ہی اور قبیل ہذا یات سے ہی اور اگر بعضی کتاب میں بطور ریاض کے ہی اس سے

کیا ہوتا ہے ہمکو حجت پکڑنیکے واسطے کفایت کرتے ہیں کہ سنیونکی کتابوں میں ہے اور راوی بھی انکے سنی ہیں اور تقیہ کا انمیں وہم بھی نہیں ہے کہ یہ لوگ اسکو مذموم جانتے ہیں اور صحبوت اربلی صاحب کشف الغمہ اور علامہ حلی علیہما الرحمہ نے یہ روایتیں لکھی تہیں اُس وقت کتابیں اُن روایتونکی مشہور ہونگی اور یہ کتابیں اگر ہندوستان میں مشہور نہوں تو کیا ضرور ہے کہ اُس ملک میں بھی مشہور نہوں اِس سے کوئی کتابوں سے الزام دینا ثابت ہے اور اب ہندوستان میں تو شیعہ اُن کتابوں سے سنیونکی حجت پکڑتے ہیں کہ جو بہت مشہور ہیں اور ہندوستان میں موجود ہیں اور یہ شیخ عجیب و غریب گفتگو کرتا ہے کبھی تو کہتا ہے کہ ان روایتوں کا اُن کتابوں میں نام و نشان نہیں ہے اور پھر کبھی کہتا ہے کہ وہ کتابیں بطور بیاض کے ہیں یہاں اُن روایتوں کا اقرار کرتا ہے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہے اگر راست گو ہوتا تو ایک بات کہتا اس گفتگو سے یقین ثابت ہو گیا کہ یہ روایتیں موجود ہیں اور معتبر ہیں لیکن احتمالات بے سروپا ایجاد کرکے عذر نامعقول پیش کرتا ہے اور اربلی کو اردبیلی لکھا ہے غلطی سے یہ لفظ اردبیلی نہیں ہے بلکہ اربلی ہے اور اردبیلی وہ لوگ ہیں کہ جو اردبیل میں رہتے ہیں اور یہ غلطی اس شیخ ہی کی نہیں ہے بلکہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی ہے اور اس نے اُنکی پیروی سے اردبیلی لکھا ہے

قال الشیخ الاشعری معہذا مولوی صاحب نے بعضے ایسے کتابونکا حوالہ لکھ دیا ہے نہ اُن کتابونکو کوئی جانے نہ اُسکے مصنف کو کوئی پہچانے جیسے تاریخ آل عباس پھر جرات تو دیکھو کس دلیری سے کہتے ہیں کہ تاریخ آل عباس اہل سنت کی معتبر کتابوں میں سے ہے پھر تعجب اُس کتاب میں یہ روایت بھی ہے تو واقدی کی روایت سے جنکی جھوٹی تو جھوٹی سچی بات بھی جھوٹی سمجھی جاتی ہے اُنکی تعریف میں جو کچھ محدثین نے لکھا ہے دیکھئے پیش نظر کرتا ہوں مجمع البحار میں امام نسائی کے حوالہ سے جو فن حدیث میں امام ہیں اور اُنکی کتاب منجملہ صحاح ستہ ہے یوں لکھا ہے کہ امام نسائی نے فرمایا ہے کہ ایسے کذاب کہ جو حدیثوں کے بنانے میں معروف ہوں چار ہیں ابن ابی یحیی مدینہ میں واقدی بغداد میں مقاتل بن سلیمان خراسان میں محمد بن سعید مصلوب شام میں اور پھر زیدے شرح الشفا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ واقدی کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے بعد ازاں امام شافعی کا قول واقدی کے شان میں مقاصد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ واقدی کی کتابیں جھوٹی ہیں اب کوئی صاحب انصاف فرمائیں کہ جب تاریخ آل عباس کا تو یہ حال ہو کہ علماء اہل سنت میں سے کوئی اُسے جانتا ہی نہیں اور پھر اُنکے راوی ایسے نور علی نور وزیری چنیں شہریار چنیں پھر اہل سنت کیونکر ان روایت پر اعتماد کریں اگر شیعونکی طرح سنیونکے دین کا جھوٹ پر دارمدار ہوتا تو البتہ مضایقہ نتھا سو ایسی کتابونکا ناواقفان اہل سنت کے سامنے حوالہ دینا کمال بددیانتی اور دغابازی اور بیحیائی کی بات ہے اہل فہم پر مثل آفتاب روشن ہے کہ یہ کتاب اگر ہے بھی تو کسی شیعہ دغاباز کی تصنیف ہے پر اس دغاباز کا حوصلہ مولوی صاحب کا تو معلوم نہیں ہے تاہم البتہ کسی پاجی البلیس ملعنت کے کرتوت ہیں ورنہ اس استعداد اور اس سلیقہ پر کہ ماموں عباسی کے نام پر لفظ رشید بھی بڑھا دیا یہ فتنہ گری ممکن معلوم نہیں ہوتی کیونکہ عیب کرنیکو ہنر چاہئے فلک کاموں نہ نہیں اس فتنہ کے اٹھانے شگر ایک تیر انداز ہے زمانہ کا ؛ سبحان اللہ مولوی صاحب کی اس تبحر اور اس علم و فضول پر کہ اب تک یہ بھی نہیں جانتے ملقب رشید ہارون تہا یا ماموں تہا دربارہ غصب فدک یہ یقین ہو گیا ہے کہ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا شاید آپکو اتنا یقین نہو اور تنہائی میں سنیوں پر یہ جوش و خروش ہیں کہ جامہ سے باہر نکلے جاتے ہیں **اقول** یہ شیخ ایک امر کو کئی مرتبہ لکھ کر کتاب کو بڑہاتا ہے اور تاریخ آل عباس کا حال تو ہم بھی لکھ چکے ہیں کہ وہ کتاب کسی سنی دغاباز کی ہے اور اگر اس شیخ نے اُسکو دیکھا نہیں ہے یا سنا نہیں ہے تو اس پر لازم نہیں آتا ہے اس لئے کہ کسی اور نے بھی اُسکو نہ دیکھا ہو اور روایت ہبہ فدک کا ہونا منحصر اُسی میں نہیں ہے اُس سے سوا اور پانچ چھ کتابوں میں ہے اور راوی اسکا کچھ ایک واقدی نہیں ہے اُسکے سوا اور بھی راوی اس روایت کے ہیں کہ ہر ایک کتاب میں راوی علیحدہ کا نام لکھا ہے اور واقدی کو یہ شیخ کاذب لکھتا ہے اور حال یہ ہے کہ علماء اہل سنت نے اُسکی توثیق کی ہے چنانچہ خطبہ استیعاب میں اُسکے توثیق موجود ہے اور شیخ عبدالحق دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں اُسکو مرتبہ میں مثل بخاری اور مسلم کے لکھا ہے چنانچہ روایت حدیث غدیر کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ روایت نکردہ اند آنرا از اہل حفظ و اتقان کہ در طلب حدیث طواف بلاد و سیر امصار کردہ اند مثل بخاری و مسلم و واقدی و غیرایشان از نظائر اہل حدیث اور صاحب مجمع البحار کا قول محدث دہلوی کے قول کے برابر نہوگا کہ اُسنے نسائی کے قول کا حوالہ دیا ہے اور نہ شارح شفا کا ایسا قول ہے اور اگر نسائی کے قول کا اعتبار ہے تو اُسکے اس قول کو بھی معتبر جانو کہ اُسنے لکھا ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی روایت نہیں ہے البتہ یہ روایت تو ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ زبردار خدا اُسکی شکم کو چنانچہ وفیات الاعیان میں لکھا ہے اور امام شافعی تو تمہاری ابوحنیفہ کو بھی جھوٹا کہتے ہے دیکھو تفسیر کبیر میں جا بجا ابوحنیفہ پر اور اُسکے مذہب پر طعن اور تشنیع لکھی ہے اور تم اُسکی پیروی کرتے ہو اور ہم لکھ چکے ہیں کہ سوائے تاریخ آل عباس کے اور کتابوں میں بھی ہے اہل سنت کو سوائے تسلیم اس روایت کے اور کوئی مفر نہیں ہے ہر چند تاویلیں کریں اور جھوٹ پر دار تو اہل سنت کے مذہب کا ہے شاہ عبدالعزیز صاحب نے صدہا دروغ تحفہ میں لکھ کر اپنے مذہب کے غنی فقط کر رکھی ہے اور بے حیا اور دغاباز اور البلیس ملعنت تو تو ہے کہ ایسی ظاہر روایتوں کی تکذیب کرتا ہے بر رعایت ابوبکر جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام جگر گوشہ رسول خدا کا حق مٹانیکو اور اس معصومہ کے جھوٹا ثابت کرنیکو کہ اُس معصومہ نے دعوی ہبہ کا ابوبکر سے کیا تہا اور ہم کیونکر یقین کریں اس روایت کا جسکو قریب یقین میں روایت منقول ہوا اور ماموں کو رشید لکھنے میں کیا قباحت ہے کہ تو اسقدر بیہودہ بکتا ہے کیا ماموں رشید کا بیٹا تہا اور باپ کا لقب اُسکے بیٹے کے واسطے لکھا تو کیا خلاف محاورہ کیا اکثر باپ کا لقب بیٹے کے واسطے بولتے ہیں اور تجھے اپنی کتابونکی اور اپنے علماء کی تحریر کی تو خبر ہی نہیں ہے اور شیعوں کا جواب لکھنے کو تیار ہوتا ہے دیکھ تیرے علماء ہی ماموں کو رشید لکھتے ہیں چنانچہ جامع الاصول میں صاحب جامع الاصول اختلاف مذاہب کے ذکر میں لکھتے ہیں وامامن کان علی راس المائۃ الثانیۃ فی ایام المامون الرشید عن الفقہاء الشافعی و المحسن اور مولوی صاحب کیا جامہ میں سے نکلے ہیں اہل سنت کی کتابونکی روایتیں اُنہوں نے نقل کر دی ہیں اور کسیکی مذمت نہیں لکھی ہے اور جامہ میں سے تو تو نکلا پڑتا ہے کہ برابر مذمت کرتا ہوا اور

یہ کہتا ہوا چلا جاتا ہی لیکن اسکا ہمکو کچھ رنج نہیں ہے اسواسطے کہ تیرا پیرو مرشد معلوم یہ اپنے دادا علی بن ابیطالب کو گالیاں بکتا تھا تو جو کری وہ تھوڑا ہی اپنی دادا کی پیروی ہے **قال الشیخ الاشعری** کوئی مولوی صاحب کو تہامی تو ہم مولوی صاحب کو یہ ساری مراتب سمجھا کر اتنا اور سمجھائیں کہ اگر ہمان سب مراتب ہی درگزریں تو ہمیں ابھی اور بہت گنجایش باقی ہی کیونکہ اول تو آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ جو سورہ حشر میں واقع ہی اس بات پر شاہد ہے کہ قریہ فدک جو بالاتفاق از قسم فی تھا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا چنانچہ انشاء اللہ تعالی بحث میراث میں جو حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ سے متعلق ہی معلوم ہوجائیگا یہہ ہبہ ہونیکی کونسی صورت ہی جو روایت ہبہ فدک کو صحیح سمجھے بلکہ بالیقین غلط ہوگی کیونکہ اس صورت میں روایت ہبہ کلام اللہ کی مخالفت ہو وہ بالاجماع بالیقین غلط ہے **اقول** تو ابوبکر کی تکذیب کرتا ہی کہ جو کہتا ہی کہ فدک مملوک رسول خدا صلعم کا تھا اسواسطے کہ ابوبکر نے تو فدک کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک مقرر کرکے بحکم معاشر الانبیاء کی روایت گھڑی تھی ہمتو خلیفہ صاحب کو جھوٹا جانتے تھی تو نے بھی انکو جھوٹا سمجھا اور جو کچھ تو بعد اسکے اس مقدمہ میں لکھیگا ہم اسکو رد کرینگے اور یہ روایت ہرگز مخالف کلام اللہ کے نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** معہذا مشہور کتابوں میں جو تمام علماء کے دستمال رہتے ہیں اور اعتبار میں قریب قریب کلام اللہ کے ہیں روایتیں موجود ہیں کہ وہ فدک کے ہبہ ہونے پر ایسی واضح دلالت کرتے ہیں کہ مولوی صاحب نے جو روایتیں اپنی صحیفہ میں مندرج فرمائی ہیں وہ فدک کی ہبہ ہونے پر اتنی دلالت نہیں کرتیں اُن روایتوں کی شہرت اور صحت اور صراحت دلالت کو چھوڑ کر ایسا کون نادان ہوگا کہ مولوی صاحب کی ان ہذیانات پر کان لگائیگا اور سوائے مولوی صاحب ایسا کون ہے کہ ان افسانہائے بے سند پر تکیہ جمائیگا اگر ہاور نہو تو ملاحظہ فرمائی مشکوۃ شریف جو شہر کتب اہل سنت ہے اسمیں روایت موجود ہے ابوداود کی روایت ہے حضرت مغیرہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مروان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مروانیوں کو جمع کیا اور یہ کہا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی ہاشم ویزوج منہا ایمہم وان فاطمۃ سألتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی ابوبکر عمل بہا بما عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حیوتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عمل فیہا بما عملا حتی مضی لسبیلہ ثم اقطعہا مروان ثم صارت لعمر بن العزیز فرأیت امرہ شعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہا فلبث لیجز وانی اشہدکم انی رددتہا علی ما کانت علیہ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر ما حاصل اسکا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فدک تھا سو اسمیں سے خرچ کیا کرتے تھے اور دیتے رہتے تھے اور بنی ہاشم میں کی بیشوہ عورتوں کے عقاح اسمیں سے کرادیا کرتے تھے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے یہ درخواست کی کہ فدک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو عنایت فرماویں اور ہبہ کردیں سو آپنے اسبات سے انکار فرمایا اور بدستور مذکور اسمیں سے آپ اس میں سے خرچ مادام حیات باقی رہتے رہے یہانتک کہ آپ اس عالم سے تشریف لیگئے بعد میں جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی جیسا جیسا یہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی واصل بحق ہوئے پھر جب حضرت عمر والی ہوئے تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کے موافق عمل کرتے رہے یہانتک کہ وہ بھی چلدیئے پھر جب مروان کا یعنے اپنے وقت میں قابو چڑھا تو اُس نے اُسی اپنی جاگیر کرلیا پھر رفتہ رفتہ مجھتک نوبت پہنچی اور یہ چیز میرے قبضہ میں آئی سو میری رائے میں یوں آتا ہی کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو بندی ہو مجھے سزاوار نہیں اور میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فدک کو اُسی انداز پر کردیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں تھا فقط یہانتک حاصل مطلب روایت تھا اب اول تو عرض یہ ہی کہ اس روایت میں جو بعد حضرت عمر کے ذکر کیے مروان کی جاگیر بنا لینی ذکر ہے تو مولوی صاحب کوئی انکا ہمرنگ ہمسنگ نسب چاہیے کہ حضرت عمر کے بعد متصل ہی فدک پر اُسکا قبض و تصرف ہوگیا تھا بلکہ یہاں قصہ کو مختصر کرکے یوں کہدیا ہے کہ انجام کار مروان کے قبض و تصرف میں آگیا اور نہ باتفاق اہل تواریخ حضرت عثمان کے زمانہ میں بھی بدستور سابق ہی رہا اور قصہ کے مختصر کرنیکی بڑی دلیل یہ ہے اول تو لفظ اقطعہا اسبات کو تقاضا کرتا ہے کہ یہ کام اُسنے اپنی خلافت میں کیا چنانچہ عربی دان جانتے ہیں کہ اقطاع کے معنی جاگیر کردینیکے ہیں سو جاگیر کردینیکا اختیار بجز خلیفہ اور کسیکو نہیں ہوتا دوسرے اگر قصہ مختصر نہو تو یہ معنی ہوں کہ بعد حضرت عمر کے متصل ہی مروان قابض ہوگیا اور علی الاتصال قابض رہا پھر بعد اُسکے متصل ہی حضرت عمر بن العزیز کے قبضہ میں آگیا سو اتفاق فن تاریخ پر روشن ہے کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں بعد حضرت عمر کے حضرت عثمان کے اختیار میں تھا اور انکے بعد باتفاق شیعہ سنے حضرت علی کے اختیار میں تھا پھر جب کبھی مروان کا زمانہ ہوا تو البتہ اُس نے اُسکو اپنی جاگیر کرلیا پھر اُسکے مرنیکے بعد کئی خلیفہ ہوئے اُنکے بعد پھر کہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نوبت آئی اور یہ قصہ کا مختصر کرنا کلام اللہ میں بیشمار موجود ہے حضرت موسی اور حضرت یوسف کے قصہ کو ملاحظہ فرماویکہیں بہرحال قصہ مختصر ہے باجماع اہل سیر تواریخ و علماء۔ حدیث ثابت اور متحقق ہی کہ فدک وغیرہ متروکہ نبوی حضرت عمر کی خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں تھا پھر حضرت علی ہی کا قبضہ ہا حضرت عباس کا دخل اُٹھ گیا حضرت علی کے بعد حضرت حسن حضرت حسن کے بعد حضرت امام حسین پھر امام زین العابدین اور حسن بن حسن کا قبضہ رہا اُسکے بعد زید بن حسن برادر حسن بن حسن کا قبضہ رہا رضی اللہ عنہم اجمعین یہانتک تو انکا جبر خیر بدستور رہا ان سب کے بعد مروان کے پنجوں میں پھنس گیا یہانتک کہ نوبت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے آئی انہوں نے بسبب کمال عدل کے پھر بدستور قدیم کردیا **اقول**

یہ روایت ساختہ و پرداختہ دشمنان فاطمہ سلام اللہ علیہا کے کہ جو تمہارے کہنے سے کہ جو تم اپنے گھر میں رہنے دو کہ یہ روایت کہ تمہاری کتاب کی ہے ہمپر حجت نہیں ہو سکتی بڑی بے حیائی اور بد دیانتی کی بات ہے پھر یہ روایت موضوعہ شیعہ کے مقابلہ میں سند لانا تمہاری روایت تمپر حجت ہو سکتی ہے اور ہمپر ہرگز حجت نہیں ہو سکتی اور یہ روایت ایک کتاب کے اسقدر کتابوں کا مقابلہ کیونکر کرسکتی جسوقت کہ علماء کثیر نے روایت دعوی فدک کو اپنی کتابوں میں لکھا ہو پانچہ مغنی قاضی القضاۃ اور ملل نحل اور معجم البلدان اور تفسیر کبیر اور نہایت العقول امام رازی اور فصل الخطاب محمد پارسا اور مواقف اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور جواہر العقدین اور حاشیہ صلاح الدین رومی اور شرح عقاید نسفی اور برہان قاطع اور مقصد اقصی اور معارج النبوت اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور ریاض النضرت اور سوائے اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا اسقدر علماء کی شہادت دعوی ہبہ میں معتبر ہو یا ایک روایت مشکوۃ کے راوی سے جو وضع کے اسمیں سے آتی ہے اسطے کہ جسوقت کہ ۱۲ اور روایت مشکوۃ کی موضوع ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ روایت کہ جو ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں لکھی ہے اور وہ یہ ہے فلما ولی عمر بن العزیز الخلافۃ کانت اول ظلامۃ ردھا دعا الحسن بن الحسن بن علی بیطالب وقیل بل دعا محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب فدفعھا الیہ فکانت بیدہ او لاد فاطمہ پس جسوقت والی ہوا عمر بن عبد العزیز خلافت کا تو ہی پہلی دادخواہی یعنی پہلا حق کہ رد کیا اسکو بلایا حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب کو اور کہا گیا ہے کہ بلکہ بلایا محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب کو پس دفع کیا اسکو طرف اسکے پس تھا وہ اولاد فاطمہ کے ہاتھہ میں سو فدک اسنے حق اولاد فاطمہ کا جانکر اولاد فاطمہ کو دیا یا حق کل بنی ہاشم کا تھا اور ان سب پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہلو صرف کرتے تہے تو تنہا فاطمہ سلام اللہ علیہا سب حق کو کاہیکو طلب کرتی اور راویوں میں بہی اس روایت کے خلل ہے اسواسطے کہ ابوداؤد نے جن راویوں سے روایت کی ہے ان میں عبد اللہ بن الجراح ہے اور دوسرا جدیر ہے اور اس نے مغیرہ سے روایت کی ہے اور عبد اللہ بن الجراح جو کہ راوی اول ہے وہ کثیر الخطا ہے چنانچہ ذہبی نے حاشیہ کاشف میں لکھا ہے وقال ابو حاتم کان کثیر الخطاء اور جدیر راوی دوم ہے وہ سوء حفظ کے طرف منسوب تھا چنانچہ میزان ذہبی میں ہے اور بیہقی نے اپنی سنن میں لکھا ہے پس جسوقت کہ حال اس روایت کے راویوں کا ایسا ہو تو وہ کیونکر معتبر ہو مقابلہ میں اس روایت کے کہ جسکو جم غفیر نے اور شہرت اور اعتبار میں صحیح بخاری سے زیادہ نہیں ہے مشکوۃ اور قریب کلام اللہ کے بہی زیادہ صحیح بخاری ہی ہے اہل سنت کے نزدیک کہ وہ اسکو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہتے ہیں پس جسہت کہ وہ اکاذیب اور ضعاف کو شامل ہو جیسا کہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین اور انارۃ الغین میں لکھا ہے تو بیچاری مشکوۃ کی کیا حقیقت ہے اور اسکے روایتوں کے موضوع اور کاذب ہونے میں کیا شبہ ہے اور اگر ایسے ہی اعتبار میں قریب کلام اللہ کے ہے مشکوۃ اور بہت مشہور ہے تو چاہیے کہ اسکی سب ہی روایتیں معتبر اور صحیح ہوں و گنجایش تاویل کی انمیں نہو بقول شاہ عبد العزیز صاحب کہ عمل قرآن اور حدیث کے ظاہر کرنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جناب عایشہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رمضان میں دن کو مجھ سے مباشرت کیا کرتے تہے اور عمر کے فضائل میں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عایشہ کو حبشیوں کا ناچ کہانیکو لیکے اور اپنی بغل میں کہڑا کرکے اسکو ناچ دکھلایا کہ وہ شانہ پر سے مونہہ نکالکر ان حبشیوں نامحرموں سنڈوں کا تماشا دیکہتی تہے اور جسوقت کہ حضرت سے کہتی تہی کہ میں ابہی سیر نہیں ہوئی ہوں ناچ دیکہنے سے تو حضرت فرماتے تہے ان حبشیوں کو کہ ناچی جاؤ ابہی حمیرا تمہارا تماشا دیکہتی ہے اگر یہ روایتیں صحیح اور واقعی ہیں تو بڑی بے دینی اور بے ایمانی کی بات ہے اور بڑی تہمت ہے رسولخدا صلعم پر کہ ماہ رمضان میں دن کو اپنی زوجہ سے مباشرت کریں اور بڑی بے غیرت اور بے شرم اور بے حیا تہی عایشہ کہ اپنی زبان سے لوگوں کے سامنے بیان کرے کہ رسولخدا مجھ سے یوں یوں کیا کرتے تہے اور ایسے ہی اپنی زوجہ کو بغل میں لیکر نامحرموں کا ناچ دکھلانا یہ بہی بڑا افترا ہے اس جناب پر اسواسطے کہ یہ فعل بڑا رذیل اور رذیل ہے کہ جسکو خاکروب اور چمار بہی منظور نکرے چہ جائیکہ پیغمبر عظیم الشان افضل المخلوقات پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں روایتیں دروغ ہیں اور عایشہ پر تہمت کی ہے جس شخص نے کہ ایسی روایت بے غیرتی کی عایشہ کیطرف منسوب کی ہے کہ وہ کہتی تہی کہ ماہ رمضان میں رسول خدا صلعم دن کو مجھ سے یوں یوں کیا کرتے تہے اور جب یہ روایتیں جہوٹی ہوئیں تو وہ روایت عمر بن عبد العزیز کی بہی جہوٹی ہوگی کہ ابوبکر کی خاطر سے یہ روایت بنائی ہے اور کیونکر جہوٹی نہو کہ ایک جماعت کثیر کی روایت کے برخلاف ہے اور اس جماعت کی روایت تو نہایت معتبر اور صحیح ہے کہ انکی کتابیں بطور بیاض کے نہیں ہیں جیسے کہ احادیث کی کتابیں ہوتی ہیں انہوں نے تو اپنی کتابوں میں وہی روایت لکھی ہے کہ جسکو محدثین نے صحیح اور معتبر قرار دیا ہے اور مشکوۃ حدیث کی کتاب ہے اس میں طب یا بس سب کچھ ہے پس اس ایک روایت سے کہ سراسر موضوع ہے عدم ہبہ ثابت نہیں ہو سکتا اور ہم تو کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رمضان میں دن میں اپنی کسی زوجہ سے کبہی مباشرت نہیں کرتے تہے اور نہ اپنی زوجہ کو بغل میں لیکر حبشیوں کا ناچ دکھلاتے تہے اور اگر تم اسلے جواب میں کہو کہ مشہور کتابوں میں جو دستمال تمام علماء کے رہتی ہیں اور بہت میں قریب کلام اللہ کے ہیں وہ روایتیں ہیں کہ جو مباشرت اور ناچ دکھلانے پر ایسی واضح الدلالت ہیں کہ جو تم بیان کرتے ہو عدم مباشرت اور عدم ارادت رقص کو یہ انمیں دلالت نہیں کرتی اور مشکوۃ شریف جو اشہر کتب اہل سنت ہے اسمیں روایت موجود ہے سو یہ تمہارا ہی ایمان ہے کہ جو تمہارا گمان جناب رسولخدا اور عایشہ کیطرف ایسا ہے اور مولوی صاحب کے ارشاد کو جو تو ہذیانات کہتا ہے کیا مضایقہ ہے اور کچہہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ تیری پیرو مرشد عمر بن خطاب نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو ہذیان کہا تھا جسوقت حضرت نے دوات و قلم طلب کیا تہا اگر تو عمر کی پیروی سے ان حضرت کی اولاد میں سے کیونکر کہے کہ یہ ہذیان بولتا ہے تو اسکا

تعجب نہیں ہے اور اس روایت میں جو لکھا ہو کہ کانت لہ فدک فکان ینفق منہا الخ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ فدک جناب سولخدا صلعم کی ملک تھا اور بنی ہاشم پر اسکو تقسیم کرتے تھے دلالت کرتا ہو بیرام کا جو واسطے تخصیص کے ہے اور یہ شیخ نجدی لکھتا ہو کہ فدک رسولخدا صلعم کی ملک نتھا اور یہ جو لکھا ہو کہ ثم اقطعها مروان سو مروان نے خود تو قطیعہ اور جاگیر بنا بعد میں کیا تھا موافق روایات اہل سنت کے اور پہلے تو عثمان نے ہی اپنی خلافت میں فدک مروان کو دیا تھا اور اسکے ساتھ اسکو مخصوص کیا تھا چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں شرح حدیث فدک میں ایک عبارت لکھی ہو مثل روایت عمر بن عبد العزیز کے اور اسمیں ہو کہ ثم اقطعها مروان یعنی فی ایام عثمان یعنی پھر قطیعہ کیا اسکو مروان نے یعنی بیچ زمانہ عثمان کے اور بعد اسکے لکھا ہو کقال الخطابی انما اقطع عثمان فدک لمروان لانه تاول ان الذی یختص بالنبی صلی الله علیه وسلم انما یکون للخلیفة بعده یعنی کہا خطابی نے جزایں نیست کہ جاگیر کر دیا عثمان نے فدک کو واسطے مروان کے بسبب واسطے کہ تاویل کی اس نے کہ تحقیق جو چیز کہ خاص ہوتی ہو ساتھ پیغمبر صلعم کے ہوتی ہو وہ واسطے خلیفہ کے جو بعد اسکے ہو اور یہی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہو کہ عثمان نے مروان کو قطیعہ کر دیا تھا اور شرح مؤطا میں یہی ملا علی قاری نے یہی لکھا ہو کہ عثمان نے مختص کر دیا فدک کو واسطے مروان کے اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر روایت لا نورث ما ترکناہ صدقة سچی تھی اور فدک مال سب فقراء مومنین کا تھا تو عثمان نے اسکو مروان کے واسطے کیسے خاص کر دیا وہ تو جمیع فقراء کا حق تھا افسوس ہے کہ عثمان نے تو اپنی قرابت کا پاس کر کے مروان کو فدک دیا اور ابوبکر نے ملاحظہ قرابت رسول مقبول کا نکیا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو فدک سے محروم رکھا اور اگر عثمان کو اختیار تھا کہ فدک جسکو چاہے دیوے تو ابوبکر کو بھی اختیار تھا اگر چاہتا فاطمہ کو دے ڈالتا اور اگر ابوبکر کو مثل عثمان کے اختیار نتھا تو برعایت قرابت رسولخدا صلعم کہ وہ ان حضرت کی جگر گوشہ تھی مسلمانوں ہی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے واسطے بحل کر دیتا جیسا کہ جناب سولخدا صلعم نے قلادہ زینب بنت خدیجہ کبری کا سب مسلمانوں سے معاف کرا لیا تھا یقین ہے کہ بپاس خاطر اور محبت رسول خدا صلعم کوئی مسلمان عمل کرنے فاطمہ سے انکار نکرتا اور بطیب خاطر فدک کے حاصل ہی دست بردار ہو جاتے اور ابوبکر اس تہمت سے بری بھی ہو جاتے لیکن ابوبکر کو تو منظور ہی نتھا کہ حضرت فاطمہ فدک سے متمتع ہو اور نہ بحل کرنیکی مثل زینب کے لیاقت رکھتی تھیں ابوبکر کے نزدیک اور بعد عثمان کے علی کے تصرف میں آکر فدک آیا اور مثل سابق کے اسمیں عملدرآمد کرتے رہے اس جہت سے کہ جتنے امور تھے سب بدستور تھے اور بعد رسولخدا صلعم کے جو کچھ تغیر اور تبدل ہو گیا اسمیں کسی طرح سے حضرت علی دستانداز نہوئے تھے منتظر تھے کہ خلافت کو میری استقلال ہو جاوے اور سب مسلمان میرے متعلق ہو جائیں تو میں کچھ کروں لیکن دشمنوں نے مہلت ندی مسلمان ہی سے لڑتے رہے یہانتک کہ اس دار فانی سے رحلت کر گئے اور فدک کا حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں رہنا عمر کی خلافت میں ثابت نہیں ہے بلکہ غلط ہو اور اگر انکے قبضہ میں رہتا تو عمر کی خلافت میں عمر سے دعوے فدک کا کیسکو کرتے اور عمر انکو کیوں کہتے کہ تم دونوں کو کاذب و خائن و غادر اور آثم جانتا ہوں اور ابوبکر کو بھی ایسا ہی جانتے ہیں اور جو کچھ کہ بعد اسکے لکھا ہو وہ بھی ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے بلکہ مخالف تحریر دلیل تواریخ ہو چنانچہ شرح مقاصد میں محقق تفتازانی لکھتے ہیں کہ مذکور کتب تواریخ میں ہو کہ فدک جس طرح سے کہ ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک تھا بعد اسکے مروان نے اسکو قطیعہ کیا اور مروان نے اپنی بیٹی عبد العزیز اور عبد الملک کو ہبہ کیا بعد اسکے جب ولید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو عمر بن عبد العزیز نے اپنا حصہ ولید کو ہبہ کیا اور ایسے ہی سلیمان بن عبد الملک نے پس سارے کا سارا فدک ولید کے پاس ہو گیا بعد اسکے عمر بن عبد العزیز نے اپنی ایام خلافت میں رد کیا فدک کو اس حال کو کہ جیسے پہلے تھا اور بعد اسکے سال دو سو بیس میں مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک کو اولاد فاطمہ پر صدقہ کر دے اس نے رفع کیا اسکو عن محمد بن الحسن بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کے اور محمد بن عبد الله بن زید بن الحسین بن زید کی الخ **قال الشیخ الاشعری** جب یہ گزارش ہو چکی تو اب یہ التماس ہے کہ مشکوۃ تو شہرہ آفاق ہی ہو اور صحاح ستہ میں سے ہے تو جو روایت کہ ایسی کتابوں میں ہو اسکی صحت اور شہرت کو خیال کرنا چاہیے کہ کسقدر اور کس مرتبہ کو ہوگی معہذا یہ روایت کتنی صاف اسبات پر دلالت کرتی ہو کہ تا دم واپسیں فدک جناب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰت اکمل التحیات کے قبضہ میں رہا اور باوجود استدعا حضرت زہرا رضی الله عنہا کے آپنے اسکو فدک عنایت نفرمایا بلکہ جیسے حکیم بیمار دار بیمار سے ان چیزوں کے دینے سے انکار کیا کرتا ہو جو اسکو خلل کریں اپنی ہی حضرت رسول اکرم صلے الله علیہ وسلم نے خلاصہ اہل بیت سے فدک دینے ہی جو مال دنیا تھا انکار فرمایا اور کیونکر انکار نفرماتیں آیہ انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا جسکا حال ہو کہ الله کا ارادہ ہی اہل بیت کہ تم سے ناپاکی دور کرے اور تم کو خوب پاک کرے اس مال دنیا سے کی طلبگاری کی مقدسہ مینا زیبا ہو بہرحال یہ روایت فی الجملہ منتہا نے بمثل آفتاب روشن دلالت کرتی ہو اور وہ روایت جو بزعم شیعہ دستاویز ہبہ ہونے پر صراحۃً دلالت نہیں کرتی کیونکہ عربی کی روایت میں جسکا ترجمہ مولوی صاحب نے زیب قلم فرمایا ہو لفظ اعطا ہو سو یہ لفظ عام ہبہ میں بھی بولا جاتا ہو اور عاریت میں بھی استعمال کرتے ہیں سر موقعہ میں نو موقع میں بلا تفاوت بولتے ہیں اور بڑی دلیل اسکے عموم کی یہ ہو کہ اعطاء کا ترجمہ ہندی زبان میں بنا دینا ہو سب جانتے ہیں ایسا اوقات عاریت کے کہا کرتے ہیں کہ فلانی خیمہ فلانے شخص کو دیا ہو یا نے دیا ہو پس اعطاء ہبہ ثابت نہیں ہو سکتا **اقول** پہلے اس سے گزر گیا ہو کہ روایت مشکوۃ کی موضوع اور علی دشمنان فاطمہ زہرا علیہا السلام نے وضع کی ہو اگر مشکوۃ کو شہرت ہے تو اس سے کیا ہوتا ہو اسواسطے کہ اسکی شہرت کو یہ لازم نہیں ہے کہ اسکی سب روایتیں بھی راست ہوں اور اگر یہی ہو تو ہم بھی کہتے ہیں کہ کافی جو بہت مشہور کتاب ہے اسمیں لکھا ہو کہ حضرت امام جعفر صادق نے خلفاء ثلاثہ کے حقوق کو غاصب تھے ائمہ ہمارے مشکوۃ کی روایت صدق کا اقرار کرتے ہو تو تم کافی کی روایت کے صدق کا اقرار کرو اور صراحۃً تو مشکوۃ سے زیادہ مشہور ہے اسمیں لکھا ہو کہ خلیفہ حق و امام صدیق ہو کہاں ہو کہنے لگو گے کہ معاویہ کو خلیفہ حق جاننا چاہیے تمہاری

کتاب کی روایت ہمپر حجت نہیں ہو سکتی اور اس سے ہمارے اعتراض کا جواب نہیں ہو سکتا اور آیۂ انما یرید اللہ کے خوب معنی تراشے ہیں کہ جو کسی تفسیر میں نہیں ہیں مفسرین تو مراد حسب کے لفظ سے معاصی لیتے ہیں اور یہ شیخ مال دنیا مراد لیتا ہے اور کوئی پوچھے کہ مال میں کیا قباحت ہے جب راہ خدا میں صرف کیا جائے اور محتاجوں کی اس سے خبر لی جائے بلکہ وہ تو افضل العبادات ہے اور حضرت زہرا اور جناب امیر علیہما السلام کا تو یہی حال تھا کہ جو کچھ انکے پاس ہوتا تھا اسکو راہ خدا میں صرف کر کے فقیر ہو جاتے تھے چنانچہ مشہور ہے کہ چادر کو فاطمہ علیہا السلام کے پیوند لگا کرتے تھے ایسے شخصوں کے پاس مال کا آنا بہت مناسب اور افضل ہے اور جیسی کہ یہ ایک روایت موضوعہ مشکوۃ کی ہے ایسے ہی ہماری کتابوں میں بہت روایتیں ہیں کہ وہ فدک کو ہبہ پر دلالت کرتی ہیں اور نہایت معتبر اور صحیح ہیں اور مثل آفتاب کے دلالت کرتے ہیں ہبہ پر اور وہ روایت کہ جو مشکوۃ میں ہے وضعی اور بنائی ہوئی ہے اور لفظ اعطا کا اگرچہ دینے کے معنی میں ہے لیکن ہبہ میں بھی دینا ہی ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے اور فتاوی جمادیہ اور شرح وقایہ سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہبہ کی جگہ اعطاء کا لفظ بھی بولا جاتا ہے اور منتخب اللغات میں ہبہ کے معنی بھی دینے اور بخشنے کے لکھے ہیں یہ دونو لفظ مرادف سے ہیں اور اعطاء کا لفظ گو عاریت کے واسطے بھی بولا جاتا ہے لیکن قرینہ کو دیکھنا چاہئے کہ کس پر دلالت کرتا ہے حضرت جبرئیل نے جو جناب مسرور کائنات سے کہا تھا کہ فاطمہ کو فدک دے کیا عاریۃ دینے کو کہا تھا اگر عاریۃ دینے کو کہا تھا تو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ہبہ و نحلہ کا دعوی ابو بکر سے کسواسطے کیا تھا عاریۃ کا دعوی کیا تھا اور اگر عاریۃ ہوتا تو ابو بکر جواب میں دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہتے کہ تیرے پاس عاریۃ تھا اب میں اسکو تجھ سے واپس کرتا ہوں گواہ کیوں طلب کرتے حضرت فاطمہ سے بخشش کے پس معلوم ہوا کہ یہاں اعطاء کے لفظ سے ہبہ مراد ہے **قال الشیخ الاشعری** سو اب روایت مشکوۃ کو تو ایک طرف دھریے اور اس روایت کو جو مولوی صاحب نے درج صحیفہ شریفہ فرمایا ہے ایک طرف رکھئے اور پھر اسکی صحت اور شہرت اور صراحت دلالت کو اس روایت کے ضعف اور اضطراب اور عدم دلالت مقصود سے موازنہ فرمائیے اور پھر فرمائیے کہ کسطرف پلہ جھکتا ہے سو اگر مولوی صاحب عقل کو کار فرمائیں گے تو بیشک اس بات کو تسلیم فرمائینگے کہ واقعی قابل اطمینان اور لائق اعتماد روایت تلوہ ہی ہے **اقول** مشکوۃ کو تو البتہ شہرت ہے کہ وہ ایک کتاب احادیث کی ہے اہل سنت کے مذہب میں اور اس روایت کو نہ شہرت ہے اور نہ صحت ہے اسمیں بلکہ ایک روایت موضوع ہے اور جب روایت کا بنانا ہی ٹھہرا تو اپنی مرضی اور مطلب کے موافق بنائی تا کہ صراحۃ مقصود پر دلالت کرے اور مولوی صاحب کو کیا غرض ہے کہ ایسی جھوٹی روایت مشکوۃ پر اعتماد کر کے مطمئن ہو جائیں **قال الشیخ الاشعری** اس روایت مندرج مشکوۃ سے صاف واضح ہو گیا کہ بفرض محال روایت ہبہ فدک کتب مذکورہ میں ہو بھی اور یہ کتابیں ہی سب کی سب ایسے لوگوں کی تصنیف ہوں جو موصوف بشرائط اعتبار روایت یعنی صدق و صلاح و فہم و فراست حفظ و دیانت ہوں اور پھر سکے بعد اعطاء سے مراد بھی ہبہ ہی ہو تو بیش بریں نیست کہ ان کتب کے مصنفوں نے یہ کتابیں بطور بیاض کے اکٹھی کر لی تھیں اور رطب یابس غلط صحیح سب انمیں جمع کر لیا تھا تا کہ بعد انفراغ جمع نظر ثانی کر کے تلخیص کرینگے چنانچہ سب مصنفین کرتے ہیں لیکن اتفاقات تقدیر سے انکی عمر نے وفا کی یا فرصت نہ ملی ہو اسلئے بہت سی روایتیں شیعوں کی بنائی ہوئی انکی کتب میں درج ہو گئیں اور کم فہم نے غلط فہم سے ان روایات کو اکابر محدثین کی تصنیفات میں دیکھکر بھول سے چنانچہ شاہد اسکا موجود ہے شاہ عبد العزیز صاحب جو عمدۃ المحدثین اور زبدۃ المورخین میں تحفہ میں رقم فرماتے ہیں کہ صاحب جامع الاصول نے نقل کیا ہے کہ خطیب نے جو متاخرین محدثین اہل سنت سے ہیں شرف مرتضی سے جو اجلہ علماء شیعہ میں سے ہے اور علامہ حلی شیعہ مذہب کا بھائی ہے شیعوں کی حدیثیں اسی غرض سے نقل کیں کہ بعد جمع و تالیف کے انمیں نظر کریں کہ انکی کچھ اصل بھی ہے کہ نہیں ہے اور اس سے اول شاہ صاحب عمدۃ المحدثین شاہ عبد العزیز صاحب ہی رقم فرماتے ہیں کہ جو محدثین کہ فرقہ اہل سنت میں آخر میں پیدا ہوئے انہوں نے دیکھا کہ پہلے محدث روایات صحیحہ اور حسنہ کو تو خوب ضبط کر گئے ہیں اور انمیں سعی کی گنجائش نہیں تو وہ ایسی حدیثوں کی طرف جنکی سندیں ضعیف ہیں یا وہ جھوٹی بنائی ہوئی ہیں یا غلطی سے کسی حدیث کی سند متن کے ساتھ لگ گئی ہے ایسے متوجہ ہوئے تا کہ سب کو بطور میاض کے ایک جا فراہم کر کے نظر ثانی کریں اور موضوعات کو حسان لغیرہا سے جدا کر دیں لیکن بسبب کوتاہی عمر اور قلت فرصت کے یہ مہم انسے تمام نہ ہو سکی مگر جو محدث کہ انکو بھی بعد پیدا ہوئے انہوں نے انکی بیاضوں کی حدیثوں میں باہم امتیاز کر دی چنانچہ ابن جوزی نے جسکا حوالہ مولوی صاحب بھی اپنی رقیمہ میں رقم فرماتے ہیں موضوعات کو جدا کر دیا اور اسکے مقابل میں حسان لغیرہا کو مقاصد سنہ میں جدا لکھدیا اور ایسے ہی سیوطی نے تفسیر درمنثور میں کیا اور خود ان محدثوں نے اپنی کتابوں کے مقدموں میں جو بطور بیاض کے ہیں اس غرض کو کھولکر لکھدیا ہے انتہی اس نقل سے ہر کس و ناکس سمجھ جائیگا کہ جن کتب کا حوالہ مولوی صاحب نے اپنے خط میں درج کیا ہے وہ اکثر ایسے ہیں کہ ایسی ایسی روایتوں کے درج کرنے اور حقیقت حال کو تبلا نیکے واسطے جمع کی گئیں تھی جن روایتوں کو مولوی عمار علی صاحب اور انکے شیوخ کاتے پھرتے ہیں لیکن اتفاقات سے انکے مصنفوں کو اجل نے آدبایا **اقول** ایک مرکوبہ فیخ پانچ پانچ چھ چھ مرتبہ لکھتا ہے اور اس بیاض کے ڈھکوسلے کو کئی مرتبہ لکھا ہے اور ہم جواب اسکا لکھتے جاتے ہیں لیکن یہ وہی لکھوجاتا ہے اور روایت مشکوۃ تو موضوع اور جھوٹی ہی اور جو روایتیں کہ ہمارے مولوی صاحب نے صحیح فرمائی ہیں وہ سب ساقط اور واقع ہیں اور ان روایتوں ہبہ کے مؤلفوں نے ہرگز بطور بیاض کے ان روایتوں کو جمع نہیں کیا ہے بلکہ وہ متقدمین تھے کہ جو ایسا کرتے تھے اور بعد انکے جو محدثین ہوئے اور انہوں نے بعضی کتاب حدیث کو دیکھا کہ اسکی روایتوں میں تمیز صحیح اور ضعیف کی نہیں ہوئی ہے تو انہوں نے تمیز انمیں کر دی اور یہ روایتیں ہبہ کی وہ ہیں کہ جو بعد تمیز حق اور باطل کی انکے مؤلفوں نے صحیح اور معتبر جانکر لکھے ہیں اور ایسے وہ پیرایہ ہے کہ کتاب کو تو واسطے فائدہ علم کے لکھیں اور روایتیں انمیں غیر معتبر درج کریں اسواسطے کہ انکی غرض بطور بیاض کی جمع کرنا تھا بلکہ واسطے فائدہ لوگوں کے لکھتے تھے اور جو لوگ کہ بطور بیاض کے لکھتے تھے وہ پہلے آئے تھے اور ایسا کیا انکو ضبط ہوا تھا کہ کتاب تو لکھیں اپنے مذہب میں اور روایتیں داخل کریں انمیں شیعوں کی اور شیعوں کی روایتیں انکی کتاب میں کیونکر داخل ہو گئیں اگر کوئی کتاب لکھتا ہے تو اپنی کتاب کی روایتیں انمیں داخل کرتا ہے یا دوسرے مذہب کی روایتیں یہ بات کہیں عقل میں

بھی آتی ہی کیسے لاجواب ہوتے ہیں ہل سنت مقابلہ میں شیعوں کے کہ کیسے کیسے جھوٹ تراشتے ہیں اپنے مذہب کی محافظت کے واسطے اور کس جرأت سے حق کو مٹاتے ہیں ابوبکر کی خاطر سے کبھی کہتے نہیں کہ سنیوں نے تحامل میں جو کبھی ہیں تو انھیں شیعوں کی روایتیں درج ہوگئیں یا تو ان مصنفوں نے داخل کیں یا شیعوں نے داخل کردیں اور کبھی کہتے ہیں ان روایتوں کا ہماری کتب میں نشان ہی نہیں ہے اور جو کچھ کہتے ہیں سب غلط اور بے سند کہتے ہیں اسواسطے کہ اگر یہی تھا تو نصر اللہ کابلی سے بیگانہ دہریہ اور نصرانی ہی وہ اور اسکو گزرے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہی کوئی اور سنی بھی ایسا کہتا لیکن ایسا کسی نے نہیں کہا یہ سب ایجاد نصر اللہ کابلی صاحب صورتاقع کا ہی اور مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی حیدر علی کفش فروش اسکے پیرو ہیں لیکن ہمکو اس سے کیا یہ روایتیں سنیوں کی کتابوں میں موجود ہیں اور اوی بھی انکے سنی ہیں ہمکو واسطے محبت کے کفایت کرتا ہی اور یہ عذر اہل سنت کا پیش نہیں چلتا اگر ایسا ہی ہو تو کل کو یہود اور نصاریٰ اور مجوس کہنے لگیں گے کہ ہماری کتابوں پر مسلمانوں نے اپنی روایتیں داخل کردی ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب تو بڑا کذاب لکاذبین ہیں سینکڑوں دروغ تحفہ میں اپنے انہوں نے داخل کئی ہیں ہمارے مولوی صاحب تحفہ کو دیکھکر سنی ہوگئی ہیں اور بعد اسکے جو شاہ صاحب کی تلبیسات اور تدلیسات کا حال واضح ہوا تو پھر اپنے اصلی مذہب کی طرف رجوع کے اور صاحب جامع الاصول کی اور خطیب کی نقل ہمارے نزدیک کب معتبر ہی سنگ زیر بار و شغال اور اگر ہم تسلیم بھی کریں اس سے کیا ہوا بیشک خطیب نے جمع کی ہونگی شیعوں کی روایتیں لیکن یہ بھی تو لکھا ہوگا کہ یہ شیعوں کی روایتیں ہیں اور انکے راویوں سے بھی معلوم ہوتا ہوگا کہ انکے راوی سنیوں کے راوی ہیں یا شیعوں کے ان روایتوں کا حال تو ہرگز پوشیدہ نہ ہوگا اور سب جانتے ہونگے کہ یہ روایتیں خطیب نے اغراض سے جمع کی تھیں کہ آپ نظر کرونگا اور وہ سب روایتیں کہنی ہی ایک جگہ ہونگی کچھ التباس کی صورت نہیں ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ سنیوں کی روایتوں میں وہ ملکر گڈبڈ ہوگئی ہونگی اور خطیب نے اپنی روایتوں میں انکو مخلوط کرلیا ہوگا لیکن روایات ہبۂ فدک کو کسی نے نقل ہی نہیں کیا ہی اسکے ذکر سے کیا فائدہ ہی اور جو محدثین کہ روایتوں کو جمع کرکے بدون نظر ثانی کی چھوڑ گئے ہیں اور انکے بعد لوگوں نے انمیں نظر کرکے صحیح کو غلط اور ضعیف سے جدا کردیا ہی تو یہ روایتیں ہبۂ فدک کی انمیں صحاح میں سے ہیں کہ مؤلف جنکے بعد انکے ہوئے ہیں اور بعضی ایسی ہیں کہ انہوں نے فارسی میں ترجمہ کرکے کتابیں لکھی ہیں جیسے صاحب مقصد اقصیٰ اور صاحب ابو النجا کہ یہ غیر معتبر روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کرتے اور دعوی ہبہ کی روایتیں کہ جو فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابوبکر سے کیا تھا بڑے علماء محققین اور معتبروں نے لکھی ہیں جیسے کہ محقق سید شریف کہ انہوں نے شرح مواقف میں لکھا ہی اور امام رازی کہ انہوں نے تفسیر کبیر اور نہایۃ العقول میں لکھا ہی اور محمد پارسا کہ جسکے قول کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے اسی بحث میں سند پکڑا ہی انہوں نے فصل الخطاب میں لکھا ہی اور ابن حجر کہ جو تعصب میں تجھ سے زیادہ سخت ہی انہوں نے صواعق محرقہ میں لکھا ہی اور سوائے انکے یہ لوگ ایسے نہیں ہیں کہ اپنی کتابوں کو غیر معتبر روایتوں سے پُر کرتے اور یہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے بطور ریاض کی کتابیں نہیں لکھی ہیں بلکہ اپنے نزدیک واسطے فائدہ کے صحیح اور معتبر روایتیں اپنی کتابوں میں درج کی ہیں اور ابن جوزی نے موضوعات کا رسالہ علیحدہ لکھا ہی اور لکھدیا ہی کہ فلانی فلانی روایت موضوع ہی لیکن ہبہ کی روایت کو اس نے موضوع نہیں لکھا ہی اور تفسیر درمنثور تو تفسیر قرآن کی ہی وہ تو بطریق بیاض ہو ہی نہیں سکتی انمیں تو جو روایت ہے وہ انہوں نے معتبر جانکر لکھی ہی کہ تفسیر میں ایسا احتمال ہو ہی نہیں سکتا یہ احتمال بیاض تو احادیث کی کتب میں ہی سو وہ بھی متقدمین کی کتابوں میں شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے مرح طرح کی مضامین کھڑتے ہیں لیکن اسکو کون تسلیم کرتا ہی کہ جو بے سند ہی اور دفع تو انکا اکثر مقامات تحفہ سے ظاہر ہو گیا ہی دعوی ہبۂ فدک کی روایت انمیں بیشک تو نہیں آئی ہوگی بلکہ اس سے زیادہ میں چنانچہ ہم کچھ لکھ بھی چکے ہیں اور شاہ صاحب تحفہ میں کہتے ہیں دعوی ہبہ کے اور گواہی دینے کے جواب میں کہ جواب ہیں طعن آنکہ دعوی ہبہ حضرت بہ شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن جواب آں طلبیدن کمال سفاہت است اور مفتی محمد قلی خانصاحب اعلی اللہ مقامہ نے بچیس کتابوں کا اہل سنت کی نام لکھا ہی جنمیں روایت دعوی ہبہ فدک کی ہی کیا شاہ صاحب کی نظر سے انمیں سے کوئی کتاب بھی نگزری ہوگی بھلا عقل میں ہی آتا ہی کوئی ایسا ہی دروغگو ہوگا جیسے کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب ہیں اور تمہارے مولوی صاحب نے سقیفہ اور ام کلثوم دختران خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی نسبت موافق ایک روایت کے اور علماء شیعہ کے حکم کے موافق لکھا تھا کہ یہ دونو صاحبزادیاں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی نطفہ سے نہیں اور ایک روایت انہی حضرت کے نطفہ سے ہونیکی جو کافی میں ہی اور تقیہ کی وہ روایت اور اسپر انکی نظر بھی نہیں اسکے موافق نہیں لکھا لیکن اس روایت کا انکا بھی نہیں لکھا اور نہ یہ لکھا کہ اس مضمون کی کوئی روایت ہماے یہاں آئی ہی نہیں ہے بلکہ ایک روایت اور شہرت کے موافق یہ لکھا تھا کہ دو بیٹیاں آنحضرت کی اہل سنت شہرہ کرتی ہیں دونو حضرت کے نطفہ سے نہیں اور وجوہ بھی ترجیح کی لکھدی تو پھر اس شیخ نجدی کا یہ حال ہی کہ جا بجا للہنا جاتا ہی کہ بڑا دروغ لکھا ہی اور شاہ صاحب نے جو بیچتے بوں کا انکار کیا ہی اسپر نظر ہی نہیں ہے اور جو کچھ یہ شیخ لکھتا ہی شاہ صاحب کی پیروی سے لکھتا ہے اور شاہ صاحب کی راستی اور دروغ کا حال معلوم ہوگیا ہی اسپر اس شیخ کی تحریر کا بھی قیاس کرلینا چاہئے **قال الشیخ الاشعری** اور بھی ایسی کتابیں ہیں جیسے تفسیر درمنثور اور کتاب ابن جوزی کہ انمیں اکثر ایسی روایتیں ہیں بھی جنمیں شیعہ شک کرتے ہیں تو وہ اس طور پر ہیں جیسے تحفہ اور منتہی الکلام اور صواعق محرقہ فیہ میں ہبۂ فدک کی روایت مندرج ہی تو ایسا کون بیوقوف ہی جو کہہ سکتا کہ تحفہ میں اس روایت کو لکھکر یہ لکھدیا ہی کہ یہ روایت بنائی ہوئی ہی سو مولوی اسماعیل صاحب چوکے کہ تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام وغیرہ تصنیفات مولوی حیدر علی کا نام نہ لکھا انمیں تو فائدہ تھے ایک تو کتابوں کی تعداد زیادہ ہوجاتی جس سے ہر ایک فرقہ کو گمان کثرت ہوجاتا دوسرے عوام اور جہال اہل سنت شاہ عبدالعزیز صاحب مولوی حیدر علی صاحب کو جسقدر جانتے ہیں اتنا مصنفین کو نہیں جانتے اور پھر تیسرے شہرہ ہی کہ ان دونو صاحبوں نے معدن فضل پر کر چیت بادر کھیلی ہی سو اگر ان صاحبوں کا نام بھی ہوتا تو چنداں مفید بھی نہ تھا اور عوام کو ایکبار تو یہ بھی ہو جاتا کہ جناب شاہ

عبدالعزیز صاحب نے باوجود شہرت علم و فضل و تبحر فن حدیث و باایں ہمہ صرف بہت رواروی میں روایت کو اپنی کتاب میں درج کر دیا تو سو نہ ہو تو یہ روایت صحیح ہی ہوگی اگر شاید یہ اندیشہ ہو کہ یہ کتاب فارسی زبان میں اور بہر کثیر الوجود اور فارسی خواں بکثرت مبادا قلعی کھل جائے بہر حال روافض ہے اس تیاری اور اس پرہیزگاری پر اگر شیوۂ دغابازی اختیار ہی کرنا تھا تو اسکے لئے دنیا بہت ہی دین کو کیوں ٹھکانا یا اور دین احمدی کو خراب کرنیکا ارادہ کیا لیکن پھر بھی خیر گزری کہ جو اپنے سنیوں کی دغادہی کا ارادہ کیا جو ایسے ایسوں کو لاحول میں اڑا دیتے ہیں اور ایسے ویسے دام میں نہیں آتے لیکن شیعوں کی خیر نظر نہیں آتی کیونکہ جب انکے مقصد کا یہ دماغ ہی نہیں کہ فلانی روایت فلانی کتاب میں کس غرض سے بیان کی ہے آیا بطور رد کے یا بطور اعتبار کے اور اعتماد کے تو لاجرم عنقریب ہے مولوی صاحب اسبات کو تشہیر کریں کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلعم کو خداوند کریم ساحر اور مجنوں اور کاہن اور مفتری فرماتا ہے اور پھر شیعونکی اوندھی عقل سے یقین ہے کہ اسکو تسلیم کر جائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ کلام اللہ میں کفار کا قول منقول ہے اور وہ بھی بایں غرض کہ انکی قول کو رد فرماتے ہیں بہر حال مولوی صاحب کی یہ بیجا لاکھیاں دیکھکر محبان نبی اور دینداران یقینی کی خدمت میں عرض ہے کہ ان مکاریوں پر بجائیں ایسی ہی جاہلوں نے دین میں رخنہ ڈالا ہے اس علم کو پردہ میں انہوں نے جاہلوں کے نام کو بھی عیب لگایا عالم تو درکنار **اقول** تفسیر درمنثور وغیرہ میں اگر روایت ہبۂ فدک کو اس طرح سے نہیں لکھا ہے جس طرح سے کہ تحفہ اور منتہی الکلام میں لکھا ہے اسواسطے کہ یہ تو اس روایت کو نقل کرکے کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایت داخل کر دی ہے اور تفسیر درمنثور وغیرہ میں اس طرح سے نہیں ہے یہ شیخ جھوٹ لکھتا ہے بلکہ درمنثور میں تو ہبہ کرنیکی روایت کو نقل کر دیا ہے کہ یہ روایت اس طرح سے آئی ہے جیسے کہ اور علماء نقل کرتے ہیں اور پھر اسکا کچھ تعرض نہیں کیا انکا لکھنا انکے لکھنے کی مثل کیونکر ہوگا اور بعد اسکے جو اس شیخ نے لکھا ہے کہ قرآن میں آنحضرت صلعم کو کاہن و مجنون اور ساحر لکھا ہے تو یہ قول کفار کا نقل کیا ہے یہ کہنا اس شیخ کا اس جگہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ روایت ہبۂ فدک کی جیسی اہل سنت کی کتابوں میں تفسیر درمنثور وغیرہ میں آئی ہے وہ اس طرح سے نہیں ہے بلکہ بطور خبر کرنیکے ہے کہ حضرت کے زمانہ میں ایسا ہوا ہے اور حضرت نے جناب فاطمہ زہرا کو فدک بخشا ہے اور مولوی صاحب تحفہ اور منتہی الکلام کا حوالہ جو بیٹی آدمیوں کی کتابونکا کہ وہ تو بے ایمانی کی راہ ہے سچ کو دروغ لکھتے ہیں اور دروغ کو سچ سمجھتے ہیں کیوں تیہ مولوی صاحب نے تو ان کتابونکا حوالہ دیا ہے کہ جنکے مصنف اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں اور مسلم ہیں اور عوام اہل سنت مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب سے تو البتہ اعتقاد رکھتے ہیں اور انکو معتبر جانتے ہیں اور مولوی حیدر علی کو یہاں کون جانتا ہے اور نہ انکا کوئی اعتبار کرتا ہے اور جلال الدین سیوطی کا دستور ہے کہ درمنثور میں روایت کو بیان کرکے اگر موضوع یا ضعیف ہوتی ہے وہ روایت تو بعد اسکے لکھ دیتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے یا ضعیف ہے اور اس روایت ہبہ کو ایسا نہیں لکھا ہے یہ روایت انکے نزدیک بہت معتبر ہے اور وہابی تو شاید صاحب ہی اعتراض کرتے ہیں اور بعضے انکو بھی بدعتیوں کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور اگر وہ دونو شیعوں کے حق اور راست باتونکا جواب لکھتے ہیں تو شیعہ انکی کتابونکو رد کرتے ہیں اور رد کر دینے کے بڑی ہیں اور اگر وہ شیعوں کے قولونکو رد کرتے ہیں تو کونسی فضیلت انکو حاصل ہوتی ہے نصاریٰ بھی تو قرآن کو اپنے زعم میں رد کرتے ہیں اور رد القرآن نام رکھتے ہیں شمنا دین ہمیشہ سے بے آزار اہل حق کی چلے آئے ہیں اور اہل حق انکو ایسا دندان شکن جواب دیتے ہیں کہ وہ پھر سر نہیں اٹھاتے اور شاہ عبدالعزیز صاحب باوجود اس فضل اور شہرت علم کے ایسے دروغگو ہیں کہ ان کو رات لکھتے ہیں اور باوجودیکہ انکے مذہب کی کتابوں سے ہبۂ فدک کا ثابت ہے لیکن وہ اسکا دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہیں اور غضب تو یہ ہے کہ دعوی ہبۂ فدک کا بیچیں کتابونمیں لکھا ہے کہ حضرت زہرا نے ابوبکر سے دعوی کیا کہ میرے باپ نے مجکو فدک بخشش کیا تھا اور ہر چند علماء اہل سنت اس دعوی کا جواب نامعقول دیتے ہیں مگر اس دعوے کرنیکا انکار نہیں کرتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو یہ ستم کیا ہے اور ایسا حق کو مٹایا ہے لوگوں کے گمراہ کرنیکو کہ بیچیں کتابونکا نوالہ گرئی اور تحفہ میں لکھا کہ حضرت زہرا نے دعوے ہی ہبہ نہیں کیا زہے اس دینداری اور اس پرہیزگاری پر اگر شیوۂ دغابازی اختیار ہی کرنا تھا تو اسکے لیے یہی دنیا بہت تھی دین کو کیوں ٹھکانا یا ایسا جھوٹ لکھکر اور دین احمدی کو خراب کرنیکا ارادہ کیا لیکن پھر بھی خیر گزری کہ انہوں نے شیعوں کے دغادہی کا ارادہ کیا جو ایسے ایسونکو لاحول میں اڑا دیتے ہیں اور ایسے ویسے دام میں نہیں آتے لیکن سنیونکی خیر نظر نہیں آتی کیونکہ جب انکے مقصد کا یہ دماغ ہی نہیں کہ یہ روایت فلانی کتاب میں جو تصریح فدک کے ہبہ نہیں ہے اور دیدہ و دانستہ میں اسکا انکار کرونگا تو لوگ کیا کہینگے اور یہ روایت جو ہماری کتابو نہیں آئی ہے کس غرض سے بیان کی ہے بطور اسکے کہ ہم اسکو رد کر دیں یا اسپر اعتماد کر دیں لاجرم عنقریب ہے شیخ نجدی اسبات کو تشہیر کریں کہ معاذ اللہ قرآن میں جن ظالموں اور کاذبوں پر لعنت آئی ہے اور لوگوں کے حقوق غصب کرنیوالوں پر جو عتاب ہے یہ ایسا ہے جیسے خداوند کریم آنحضرت صلعم کو ساحر اور مجنوں اور کاہن اور مفتری فرماتا ہے اور پھر سنیونکی اوندھی عقل سے یقین ہے کہ اسکو تسلیم کر جائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ کلام اللہ میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اور وہ ہی بایں غرض کہ اسپر اعتماد کرکے عمل کرو بہر حال اس شیخ نجدی کی یہ بیجا لاکھیاں دیکھکر محبان نبی اور دینداران یقینی کی خدمت میں عرض ہے کہ ان مکاریوں پر بجائیں اس شیخ نجدی کی خبائیں ایسی ہی جاہلوں نے دین میں رخنہ ڈالا ہے اس علم کی پردہ میں انہوں نے جاہلوں کے نام کو بھی عیب لگایا عالم تو درکنار **قال الشیخ الاشعری** آگے عرض ہے کہ مجملاً تو اس روایت کا ہونا نہونا بہ نسبت سب کتابوں کے معلوم ہو گیا لیکن اگر مفصل بھی کچھ بیان کیا جائے تو اچھا ہے اسلئے ایک دو کتابونکو بالخصوص ذکر کرکے انمیں اس روایت کا ہونا نہونا بیان کرتا ہوں تاکہ موافق مثل مشہور مشتی نمونہ خروارے مولوی صاحب کے سب جواب کا حال معلوم ہو جائے مگر چونکہ ان سب کتابونمیں سے تفسیر درمنثور کا حوالہ عوام تو عوام بعض علماء ساده لوح کو بھی بیدد کر دیگا کیونکہ مصنف جلال الدین سیوطی خاتمۃ المحدثین اور خلاصۃ المفسرین ہیں اور بسبب کثرت تصانیف اور رواج جلالین وغیرہ کے انکا نام شہرہ آفاق ہو گیا ہے تو اسلئے میں پہلے انہیں کے کتابونکی نسبت اس روایت کے ہونے نہونے کی تحقیق کرتا ہوں سو اسلیے گوش گزار اہل انصاف ہوں کہ تفسیر درمنثور میں اس روایت کے ہونیکا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ موضوعات وغیرہ کے امتیاز کیلئے تصنیف ہوئی ہے سو اسمیں یہ روایت بھی موضوع روایتوں میں لیکن موقع سند میں اسکا نام لینا مولوی صاحب کی کمال حیا اور خوبی ذہن و ذکا پر لاکت کرتا ہے سو گریہی استدلال ہے تو کل کو کہنی لگیں گے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے جیسے خداوند کریم آنحضرت صلعم کو ساحر اور مجنوں اور کاہن اور مفتری فرماتا ہے اور پھر سنیونکی اوندھی عقل سے یقین ہے کہ اسکو تسلیم کر جائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ کلام اللہ میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اور وہ ہی بایں غرض کہ اسپر اعتماد کرکے عمل کرو بہر حال اس شیخ نجدی کی یہ بیجا لاکھیاں دیکھکر محبان نبی اور دینداران یقینی کی خدمت میں عرض ہے کہ ان مکاریوں پر بجائیں اس شیخ نجدی کی خبائیں ایسی ہی جاہلوں نے دین میں رخنہ ڈالا ہے اس علم کی پردہ میں انہوں نے جاہلوں کے نام کو بھی عیب لگایا عالم تو درکنار **قال الشیخ الاشعری** آگے عرض ہے کہ مجملاً تو اس روایت کا ہونا نہونا بہ نسبت سب کتابوں کے معلوم ہو گیا لیکن اگر مفصل بھی کچھ بیان کیا جائے تو اچھا ہے اسلئے ایک دو کتابونکو بالخصوص ذکر کرکے انمیں اس روایت کا ہونا نہونا بیان کرتا ہوں تاکہ موافق مثل مشہور مشتی نمونہ خروارے مولوی صاحب کے سب جواب کا حال معلوم ہو جائے مگر چونکہ ان سب کتابونمیں سے تفسیر درمنثور کا حوالہ عوام تو عوام بعض علماء ساده لوح کو بھی بیدد کر دیگا کیونکہ مصنف جلال الدین سیوطی خاتمۃ المحدثین اور خلاصۃ المفسرین ہیں اور بسبب کثرت تصانیف اور رواج جلالین وغیرہ کے انکا نام شہرہ آفاق ہو گیا ہے تو اسلئے میں پہلے انہیں کے کتابونکی نسبت اس روایت کے ہونے نہونے کی تحقیق کرتا ہوں سو اسلیے گوش گزار اہل انصاف ہوں کہ تفسیر درمنثور میں اس روایت کے ہونیکا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ موضوعات وغیرہ کے امتیاز کیلئے تصنیف ہوئی ہے سو اسمیں یہ روایت بھی موضوع روایتوں میں لیکن موقع سند میں اسکا نام لینا مولوی صاحب کی کمال حیا اور خوبی ذہن و ذکا پر لاکت کرتا ہے سو گریہی استدلال ہے تو کل کو کہنی لگیں گے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے

بیٹی ہیں کیونکہ کلام اللہ میں موجود ہی اور اگر بجہ کمیابی در منثور اسبات کی تسلیم میں تامل ہو تو جلالین اور اتقان تو کثیر الوجود ہیں یہانتک کہ دونوں چھپ گئے ہیں خصوصاً جلالین کہ تفسیر وں میں میزان الصرف کا حکم رکھتی ہی بلکہ تفاسیر کی ام الکتب کہئے سو اس میں ملاحظہ فرما دیکھیں کہ آیہ وآت ذالقربی کی تفسیر میں ذالقربی اور حقہ کی کیا تفسیر کی ہی اگر انکے نزدیک روایت متنازع فیہا معتبر اور صحیح ہوتی تو اول تو مع حوالہ اس حوالہ کو لکھتی نہیں اختصار ہی کرتے تب بھی اس میں کیا دریغ تھا کہ ذالقربی کے بعد حضرت فاطمہ زہرا کا نام اور حقہ کے بعد لفظ فدک لکھ جاتے حالانکہ اور جا ایسا ہی کیا کہ جو تفسیر کسی لفظ کی کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوئی ہو وہی بعینہ لکھدی ہی بلکہ حدیثوں کی حوالہ تک لکھدیے ہیں معہذا اتقان کے مضامین سے صاف واضح ہوتا ہی کہ یہہ روایت جھوٹی بنائی ہوئی ہی کیونکہ اس میں اول ہی نوع میں اسانید متعددہ سے کہ جن میں سے بعضی سندونکو اپنی آپ جید لکھتی ہیں سورہ روم اور سورہ بنی اسرائیل کا مکی ہونا مرقوم ہوا اور پھر بعد اسکے سور قرانی کی تفصیل کی ہی کہ فلانے فلانی سورتوں میں اختلاف ہی کہ مکی ہی یا مدنی اور فلانی فلانی میں اتفاق ہی کہ یہ مکی ہی یا مدنی اور پھر اس سورہ روم اور سورہ بنی اسرائیل کو اُن میں داخل رکھا ہی جو باتفاق کی ہیں کسی متنفس کو بھی اُسکی مکی ہونے میں خلاف نہیں اور اسی اثنا میں یہ بھی تحقیق کی ہی کہ فلانی سورہ اگر مکی ہی تو اُس میں فلانی فلانی آیت مدنی ہی پر اُن دونوں سورتوں میں سے کسی آیت کا استثنا نہیں اور اس آیت کی سند بھی وہی سند ہے جسکو وہ جید لکھتی ہیں اور اگر بعضے علماء کے اقوال کے موافق ان دونوں سورتوں میں سے کسی آیت کا استثنا کیا بھی ہے تو اور ہی آیتوں کا استثنا کیا ہی پر اس آیت کو کسی نے یوں نہیں کہا کہ یہ مدنی ہی الغرض اتقان کی عبارت بآواز بلند یوں کہتی ہی کہ یہ دونوں سورتیں خاص کر یہ دونوں آیتیں باتفاق اہل ملت مکی ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہی کہ شیعہ بھی اس بات میں سنیوں کے موافق ہیں چنانچہ طبرسی صاحب مجمع البیان کا قول پہلی مرقوم ہو چکا ہی کہ سورہ روم سوا آیت فسبحان اللہ کے سب مکی ہی الغرض اول تو اتقان کے اس تحقیق سے محقق ہو گیا کہ آیہ وآت ذالقربی مکہ ہی میں نازل ہو چکی تھی تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال جواب میں حضرت جبرئیل کا یوں کہنا کہ ذالقربی حضرت فاطمہ ہیں انکا حق فدک ہی ہرگز درست نہیں ہو سکتا ہاں اگر حضرت جبرئیل شیعہ مذہب ہوتے تو البتہ کم فہمی کا احتمال ہو سکتا تھا دوسرے اٹھارویں نوع میں جو دربارہ معرفت شروط مفسر ہے فضل اختلاف تفسیر میں یوں رقم فرماتے ہیں کہ ایسی تفسیریں جنکی سند صحیح ہو بہت کم ہیں اور پھر اس میں بھی ایسی جنکی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور بھی کم ہیں اور پھر وعدہ کیا کہ میں اُن سب کو بہ ترتیب وار بیان کرونگا چنانچہ اپنے وعدہ کی ترتیب سوہ تا الی اُن تفاسیر کو مع بیان ماخذ بیان کیا اور تپہ نہ سورہ بنی اسرائیل میں اس روایت متنازع فیہا کو بیان کیا اور نہ سورہ روم میں جسکی آیت کو شیعہ دستاویز بہ فدک سمجھتے ہیں بلکہ والناس کے متعلق کے جو روایت تھی اسکو لکھ کر اخیر میں لکھا کہ یہ ہے جو پتہ بچے معلوم ہی اور حاضر ہے تفاسیر مرفوعہ میں سے جنکے مرفوع ہونے پر لوگوں نے تصریح کی ہی خواہ صحیح ہیں خواہ حسن ہیں خواہ ضعیف خواہ مرسل خواہ معضل لیکن موضوع اور باطیل نہیں لیا اب عرض یہ ہی کہ اس وعدہ اور یا وعدہ کے قرینہ سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ جو روایت لکھی ہی وہ سمجھ کر لکھی ہی اور جو باوجود معلوم ہونیکے چھوڑ دی ہی وہ مے چوڑے نہیں جھوٹی سو یہ روایت متنازع فیہا جو نہیں لکھی تو دیدہ و دانستہ نہیں لکھی اسکو موضوعات اور اباطیل میں سمجھا ہوگا جو نہیں لکھا اور نہ اس کتاب میں ضعیف اور مرسل اور معضل تک نہیں چھوڑا تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کی کتابوں میں کسی ضعیف طریق اور ضعیف روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نزول آیت مذکورہ کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کیا ہی جو روایت اس بات پر دلالت کرے وہ لاریب موضوع ہی بلکہ صحیح یہی ہی کہ فدک تا دم واپسین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھا چنانچہ یہ روایت صحیحہ اس مضمون کی گذر چکی اور قطع نظر قوت سند اس روایت کی بڑی دلیل اسکی صحت کی اور دلیل ہی جسکو شیعہ بھی مان جائیں یہ ہی کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بھی موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے فدک میں عمل کیا اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وارثوں کو اسکو تقسیم نہ کیا بلکہ بدستور قدیم فقراء اور مساکین ابن سبیل میں تقسیم کرتے رہے اگر اپنا حصہ راہ خدا میں دیا تھا تو سب وارثوں کو کیوں محروم رکھا اور یہ بات بھی شیعوں کے نزدیک مسلم ہی اسلئے اسکے چار جواب دیتا ہوں اُن جوابوں کو مع انکی تردید کے پیش نظر کرتا ہوں تاکہ خوش فہمی و انصاف پرستی علماء شیعہ پر کس و ناکس پر آشکارا ہو جائے **اقول** اس قطع بالا بطال سے کیا فائدہ ہی کہ تھوڑی سی بات کو بڑا کر کے مذکور کیا ہی اور در منثور کی روایت کا ہم جواب لکھ چکے ہیں پہلے اس سے کہ یہہ روایت اسمیں موضوع نہیں ہے اور موضوع ہونیکا دعوی بلا سند مقبول نہیں ہو سکتا اور نصر اللہ کابلی اور شاہ عبد العزیز صاحب اپنی رائے سے جسکو موضوع کہتے ہیں بڑی دروغ گو ہیں کہ بے سند اس روایت کو موضوع کہتی ہیں اور پہلے اُن سے کسینے یہ بات اپنی قلم سے لکھی تھی اور در منثور نہ ہر گز موضوعات و غیرہا کی تمیز کے لئے تصنیف نہیں ہوئی یہ افترا ہی جلال الدین سیوطی پر و رگار اسکے بہت سے موضوع روایتیں بیچ ہی کو اس سے یا نقصانات ہے لیکن یہ روایت موضوع نہیں ہی کہ بہت علماء نے اسکو لکھا ہی اور مولوی صاحب اسکو خبط موقع سند پر لاتے ہیں در کلام اللہ میں عیسیٰ کا بیٹا ہونا نصاریٰ کا قول نقل کیا ہی اور در منثور میں اس روایت کو کسی غیر مذہب کا قول تو نہیں دیا ہی یا اپنے مذہب کے راوی سے اسکی روایت کی ہی پس یہ مثل قول نصاریٰ کے کیونکر ہوگی اور در منثور ہرگز کمیاب نہیں ہی اکثر نسخے اسکے موجود ہیں اور جلال الدین سیوطی کا دستور ہی کہ اول روایت کو بیان کر دیتے ہیں اور اگر وہ روایت موضوع یا ضعیف ہوتی ہی تو بعد اسکے لکھ دیتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہی یا ضعیف ہی جیسے کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھا ہی کہ یہ کامل از ماد ین کا اور تمام از انعمت کا جو اس آیت میں ہی مراد اس سے خلافت علی ہی لیکن بعد اسکے یہ لکھا ہی کہ یہہ روایت ضعیف ہے اور سبہ فدک کی روایت کو بیان کیے نہ اسلو موضوع لکھا ہی نہ ضعیف اسسے معلوم ہوا کہ یہ روایت جلال الدین سیوطی

نزدیک بڑی معتبر ہو اور تو بالسند اور بے دلیل کہاں سے اسکو موضوع کہتا ہو اور جلالین و اتقان کا جو حوالہ دیا ہو کہ ان میں روایت نہیں ہو اول تو ہمارا یہ دعوی ہی نہیں ہو کہ جلال الدین سیوطی کی سب کتابوں میں روایت ہو اور دوسری یہ کہ یہ کیا ضرور ہو کہ اگر کوئی دو تین کتابیں تصنیف کرے تو جو روایت کہ ایک کتاب میں لکھی ہو تو ضرور ہو کہ وہ روایت دوسری کتاب میں بھی ہو یہ بات تو ظاہر ہو اور سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دو تین کتابیں لکھتا ہو تو کسی کتاب میں تو اسکی ایک روایت ایسی ہوتی ہو کہ وہ روایت اسکی دوسری کتاب میں نہیں ہوتی اور اگر یہی بات ہے تو سوا اس روایت ہبۂ فدک کی بہت سی روایتیں معتبر در منثور میں ایسی موجود ہیں کہ وہ نہ تو جلالین میں ہیں اور نہ اتقان میں ہیں تو اسوجہ سے جایز ہو کہ وہ سب روایتیں جو کہ در منثور میں ہیں اور ان دونوں میں نہیں ہو موضوع اور غیر معتبر ہو جائیں و حال یہ ہو کہ اہل سنت ان روایتوں کا ہرگز انکار نہیں کر سکتے پس ایک کتاب میں ایک شخص کی ایک روایت خاص کا نہ ہونا باطل نہیں کرتا ہو اس روایت کو جو وہ دوسری کتاب میں اسکی پائی جائے اور سوا اسکے تالیف میں بھی ان تینوں تفسیروں کے فرق ہو جلالین تو نہایت مختصر ہو کہ اکثر روایتوں سے خالی ہو اور تالیف اتقان کی قرآن کے انقاظ کے اور آیتوں اور سورتوں کے اور فصاحت و بلاغت و معانی اور بیان اور محکم اور متشابہ وغیرہ کی بیان میں ہے اور تفسیر در منثور میں شان نزول اور قصص اور احکام وغیرہ کا بیان ہے اس صورت میں ایک تفسیر کی روایت دوسری تفسیر میں نہ ہونی تو کیا منافقہ ہو بلکہ عقل اسی کی مقتضی ہو کہ اکثر روایتیں ایک تفسیر کی دوسری تفسیر میں نہوں ہر چند وہ سب تفسیریں قرآن ہی کی ہیں لیکن جو مقصود کہ در منثور کی تالیف سے ہو وہ اتقان کی تالیف سے نہیں ہے البتہ اگر جلالین یا اتقان میں جلال الدین سیوطی نے تصریح یہ لکھدیا ہو کہ در منثور میں جو ہمنے فلانی روایت لکھی ہو وہ موضوع ہے یا ضعیف تو جا بحا گفتگو تھی لیکن یہ کہاں ہے اور ایسا بھی ہو سکتا ہو کہ جلالین اور اتقان پہلے لکھی ہوں اور در منثور بعد اسکے لکھی اور اسوقت روایت ہبۂ فدک کی دریافت ہوئی ہو تو اسمیں دو بات کردی ہو اور وقت تصنیف جلالین و اتقان کے وہ روایت معلوم نہوئی ہو اور در منثور اگر ان دونوں کے پہلے تصنیف ہوئی تھی تو جلال الدین کو لکھنا چاہئے تھا جلالین یا اتقان میں کہ در منثور میں جو ہمنے فلانی روایت لکھی ہو وہ روایت وضعی ہو اور جسوقت کہ انہوں نے ایسا نہ لکھا تو معلوم ہوا کہ وہ روایت در منثور کی صحیح ہو گو ایک کتاب میں لکھا اور دوسری میں نہ لکھا اور سوا اسکے یہ بات ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی کا مذہب سنی تھا جس کتاب میں اسکی بابت مطلب کے روایت ہوگی ہم اس سے اہل سنت پر حجت پکڑینگے گو دوسری کتاب میں اسکی وہ روایت نہو پس ظاہر ہو جو کچھ اس شخص نے لکھا ہو اور سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ روم کہ حقیقت آیت انکی مکی ہونے کا جواب ہم کئی جگہ پہلے اس سے دے آئے ہیں تو بار بار ایک مطلب کے لکھنا ہمکو کون ضرور ہے ہر بار جواب نہ دینے کی اور مجمع البیان میں اگر آیۂ وآت ذا القربی کو مدنی نہیں لکھا ہو تو سورۂ بنی اسرائیل میں تو لکھا ہو اور بعضے مفسر نے سورۂ بنی اسرائیل کی پانچ آیتیں مدنی لکھی ہیں انمیں سے آیۂ وآت ذا القربی حقہ بھی ہو چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور اگر یہ دونو سورتیں مکی ہیں تو مضائقہ نہیں کہ انمیں اکثر آیتیں مدنی ہوں کی ہیں اسواسطے ان دونوں کا نام مکی ہوا ہو اور یہی حال اکثر سورتوں کا ہو کہ جنمیں اکثر آیتیں مکی ہوں انکو مکی کہتے ہیں گو بعضی آیتیں انمیں مدنی ہوں اور جنمیں اکثر آیتیں مدنی ہوں انکو مدنی کہتے ہیں گو بعضی آیتیں انمیں مکی ہوں اور آیۂ وآت ذا القربی بھی مدنی ہو لیکن سورۂ مدنی میں داخل ہو گئی ہو اور اگر آیۂ وآت ذا القربی حقہ مکی ہو تو بھی کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ مکی ہو جو مکہ میں یا نواح مکہ میں نازل ہوئی ہو گو بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو یہ آیت بھی ایسی ہی ہو کہ بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی ہو اور اتقان میں بالفرض اگر اسکو مکی آیتوں میں استثنا نہیں کیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہو کہ مکی آیت تھی اسکو استثنا نہیں کیا اور مولوی لدار علی صاحب علیہ الرحمۃ کا قول جو پہلے اس سے اس شیخ نے اسکے مکی ہونے میں لکھا ہو اسکا جواب ہم اسی جگہ لکھ آئے ہیں اس صورت میں حضرت جبرئیل کا کہنا کہ ذا القربی حضرت فاطمہ ہیں انکا حق فدک کی سب سے درست اور صحیح ہو گیا اور اس شیخ کا کہنا باطل ہو گیا اور حضرت جبرئیل کی شیعہ ہونے میں کیا تردد ہو کہ وہ شیعوں کیطرف ہیں اور انکے حامی اور مددگار ہیں اور جسطرح سے سورتوں کی اتقان میں ترتیب ہو اسطرح سے سب آیتوں کی نہیں ہے اور کیونکر کرتے کہ آیتوں کے نزول کا تو حال معلوم ہی نہیں ہے نازل تو ہوئی کسی طرح اور مرتب کیا انکو جامع قرآن نے کسی طرح اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں اسی قول میں کہ روایت ہبۂ فدک جو اتقان میں نہیں لکھی ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہو کہ یہ روایت اور دوسری روایتیں در منثور کی جو اتقان میں نہیں ہیں وہ سب کی سب باطل ہو جائیں اگرچہ بعد اتقان میں یہ روایت نہیں لکھی ہو اسواسطے کہ دونو تفسیروں سے مقصود ہی علیحدہ علیحدہ ہو جو روایت کہ اتقان سے تعلق رکھتی تھی اسکو لکھا اگرچہ ضعیف ہو اور جو روایت اس سے تعلق نہیں رکھتی تھی اسکو نہیں لکھا اگرچہ وہ در منثور میں پائی جائے اور دیکھ لے تیری ہی کتابوں میں لکھا ہو کہ بعد نزول اس آیت کے حضرت فاطمہ کو فدک دیا اور دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے ہبۂ فدک کا تو بڑے بڑے محققین اور معتبرین علماء اہل سنت نے لکھا ہو تیرے کہنے سے کیونکر باطل ہو جائیگا اور روایت جو اس مضمون کی گزری ہو کہ فدک ہبہ نہیں کیا وہ روایت موضوع مشکوک کی ہو اسکو ہم کب معتبر لکھتے ہیں اور حضرت علی نے جو اپنی خلافت میں فدک متروک رکھا اور حضرت فاطمہ کے وارثوں پر تقسیم نہیں کیا وجہ اسکی یہ تھی کہ خلافت انکی بہ نور مستقل نہ ہوئی تھی اور دشمنان دین سے لڑائی جنگ کرتے تھے انکو مہمت کب ملی تھی کہ فدک کی بدعتوں کو دفع کرتے اور جو کہ حق ہو اسکو اسکے موقع پر کرتے اسواسطے فدک کے مقدمہ میں بھی ست اندازی نہ ہوئی منتظر تھے کہ سب مسلمان متفق میرے ہو جائیں تو مطمئن ہو کر سب امور کو درست کروں لیکن دشمنوں نے چین سے بیٹھنے دیا یہانتک کہ اجل آگئی چنانچہ اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہو کہ جسوقت حضرت علی خلیفہ ہوئے تو قاضیوں نے ہر مقام کے حضرت علی کو لکھا کہ ہمکو کیا حکم ہو سب امور کو بدستور رکھیں یا کچھ اور ارشاد ہو آپنے انکے جواب میں لکھا کہ بدستور کام کرو یہانتک کہ سب میرے متفق ہو جائیں یا میں جاؤں جیسے کہ میرے اصحاب مر گئے اور جو اب صحیح بھی ہو اور سوا اسکے جو اور کسی نے جواب دیا ہو وہ بعضے بعضے شیعوں نے اپنی رائے سے تجویز کر کے دیا ہو سب شیعوں کا جواب نہیں ہے جواب صحیح وہ ہو کہ جو میں لکھ چکا اور اہل سنت کے مسلمہ سے اسلئے تو

یہ جواب ہے کہ اہل سنت کی معتبر کتابوں میں لکھا ہی کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی ہبۂ فدک کا کیا اور حضرت علی نے گواہی دی پس جسوقت کہ حضرت علی کی گواہی دیک فدک فاطمہ کا حق تھا اور اسکی گواہی دی تو اپنی خلافت میں فاطمہ کے وارثوں کو فدک کیوں نہ دیا جو جواب تم دوگے اسکا وہ ہی جواب ہم دینگے اور یہ جو لکھا ہی کہ علی موافق رسولخدا صلعم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان کے فدک میں عمل کرتے تھے اور فقرا اور مساکین پر تقسیم کرتے تھے یہ عثمان کا نام غلط لکھا ہی اسواسطے کہ اُسنے تو فقرا اور مساکین پر تقسیم کی نہیں کیا بلکہ مروان نابکار کو فدک دیدیا تھا اور اسمیں عثمان نے نہ رسولخدا صلعم کی پیروی کی نہ ابوبکر اور عمر کی باوجودیکہ خلافت کو اسی شرط پر لیا تھا کہ میں انکی پیروی کرونگا اور جو کچھ یہ شیخ اجو یہ مذکور ہوا اسکے باب میں لکھینگے تم سکو انشاء اللہ تعالے رد کرینگے تاکہ اُس سے خوش فہمی شیعوں کی معلوم ہوجاے **قال الشیخ الاشعری** اول تو یہ کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم غصب کی ہوئی چیز کو نہیں لیا کرتے چنانچہ حضرت رسولخدا صلعم نے اپنے گھر کو جو بعد ہجرت کے کفار نے دبالیا تھا کفار سے نہ لیا یہ اسی قسم کا جواب ہے جیسا مثل مشہور ہے کہ مرد کے ہاتھ چلیں اور نامرد کے زبان چلے جناب من رسول اللہ صلعم کا اول تو مکان ہی بدقت ثابت ہوگا کیونکہ اول تو آپکی والدہ آپکے والد کے آگے مرگئی تھی دوسرے نبی کے وارث ہونیمیں کلام ہاں حضرت علی کی مکان کی نسبت کہیئے اور اگر بوجہ وصیت عبدالمطلب کوئی مکان آپکا بذات خود مملوک بھی ہو جیسے بعض علماء کی تحریر سے ثابت ہوتا ہی یا کوئی اور وجہ فرض کیجئے تو اس صورت میں البتہ رسول اللہ صلعم کا اپنے گھر کو لینا تو مسلم لیکن آپکا ہی شیعوں کو حق ہوگیا کہ آپنے اسوجہ سے نہیں لیا نہ لینے کی کئی سبب سے احتمال ہوسکتی ہیں اول تو یہ کہ کسیوقت اپنی چیز چور کو یا غاصب کو معاف کردیتا ہی اور معاف کرنا وہاں ہی ہوتا ہی جہاں آدمی اپنے آپ ہی لے سکتا ہی اور اگر اسکو اسکا لینا درست نہو تو پھر معافی کی کیا معنی سو رسول اللہ صلعم نے بھی معاف کردیا ہو پھر معاف کرنا اپنے حق کا تو صحیح ہوسکتا ہی دوسرے کے حق معاف کرنیکے کیا معنی سو حضرت علیؑ کو اگر فدک کا لینا درست نہ تھا تو ہبہ کو اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا اور اگر بوجہ معافی نہیں لیا تو اپنا حق معاف کیا ہو تو حسنین کا اور اوروں کا بھی نہ ہونگا حق کیوں معاف کردیا معہذا معاف کرنیکے تو یہ معنی ہیں کہ غاصب یا اسکی اولاد کو چھوڑدے نہ یہ کہ اپنے قبضہ میں کبھی اور اوروں کو دیا کرے دوسرا احتمال یہ ہی اور یہی صحیح ہی کہ جب کسی چیز پر کفار کا غلبہ و تسلط ہوجاے اور مسلمانوں کی حکومت باقی نہ رہی اور نہ اور کوئی ایسا حاکم رہے کہ جس سے مظلوم فریاد کرکے اپنی داد کو پہنچے ملکہ حکام کفر ہی اسکو دبالیں تو وہ چیز کفار کی ملک میں آجاتی ہے اور انکے سب تصرفات بیع شراء وغیرہ اسمیں جاری ہوجاتے ہیں اور مشتریوں کو وہ چیز حلال طیب ہوجاتی ہی اور یہ حکم اسلئے جاری کیا گیا کہ اگر یوں نہ جاری کیا جاتا تو ایک عالم کی مصیبت جاتی اور سب کے سب حرام خور ٹھہریں یا ہزاروں تکلیفیں اُٹھائیں کیونکہ ایک لایت والوں کو دوسری ولایتوں کی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہی سو جس لایت کے چیز کی ضرورت ہو اگر اسکو کفار فتح کرلیں اور وہانکے متاع اور اسباب کو لوٹ کر لیلام کرنے لگیں تو دوسری ولایت والے اگر خریدیں اور استعمال کریں تو ظالم اور مرتکب حرام کے ٹھہریں اور اگر نہ خریدیں یا خریدیں اور استعمال نہ کریں بلکہ اصل مالکوں کو ٹہکا کردیدیں تو یہ سخت دشوار ہی ہر چیز میں اور ہر شخص سے نہیں ہوسکتا اس حکمت کے لئے یہ حکم شارع نے تجویز کیا چنانچہ علماء اہل سنت نے کلام اللہ ہی میں سے اسکی طرف اشارے پائے ہیں اور رسول اللہ صلعم کے گھر نہ لینے کو اسی پر محمول کیا ہی ورنہ اگر گھر کی نہ لینے کی یہ وجہ ہو کہ اہل بیت شیے مغصوب کو نہیں لیا کرتے جیسے شیعہ فرماتے ہیں تو یہ تو بشہادت مولوی عاشق علی صاحب بلکہ بشہادت عام اسلاف شیعہ غلط ہی کیونکہ مولوی عاشق علی صاحب اپنی رقیمہ کریمہ میں رقم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کی خلافت میں بلکہ حضرت عثمان کی خلافت میں بھی حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے دعوی فدک کا کیا سو اگر شیے مغصوب اہل بیت نہیں لیا کرتے تو حضرت علی نے کس لئے یہ دعوی کیا تھا اور اگر یوں کہیئے کہ ان دونو خلافتوں میں دعوی کیا سنیوں کی روایتوں کے حوالہ سے بیان کیا ہی انکو اس سے الزام نہیں دیا جاسکتا تو یہ شیعوں کے نزدیک بھی مسلم ہی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے فدک کو غصب کیا اور حضرت زہرا کا دعوی بہ بشہادت ام ایمن ثابت ہوا تو حضرت زہرا کا دعوی کیا سو اگر اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم شیے مغصوب کو نہیں لیا کرتے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے پھر کیوں فدک کی طلب کی **اقول** یہ اور اسی سے سمجھا جاتا ہی کہ رسولخدا صلعم کی کوئی گھر ہی نہ تھا کیسی عقل میں آتا ہی کہ وہ حضرت ایسے بے ٹھکانے تھے کہ انکے رہنے کو کوئی مکان ہی نہ تھا اور ایک گھر تو حضرت کا ابتک مکہ معظمہ میں موجود ہی اور حاجی جب حج کرنے جاتے ہیں تو اسکی زیارت کرتے ہیں اور اگر والد ماجد حضرت کے اپنے باپ کے سامنے مرگئے تھے تو حضرت کو کیا اسقدر قدرت کبھی نہوئی تھی کہ اپنے رہنے کو کوئی مکان خرید کرتے یا لوگوں ہی کے گھر میں گزارا کرتے تھے ایسا کلمہ تو حضرت کی شان میں بڑی ہی گستاخی ہی اور یہ کہنا کہ انبیاء وارث کسی چیز کے نہیں ہوتے یہ بھی غلط ہی اہل کتاب سے دریافت کرو جن لوگوں نے کتب سابقہ پڑھی ہیں انمیں یہ لکھا ہی کہ پیغمبر خود وارث ہوتے ہیں اور انکے بھی لوگ وارث ہوتے ہیں اور روایت لانورث ولانورث کی بالکل موضوع ہی اور بالفرض حضرت کا اپنے مکان کو غصب کے سبب سے ثابت ہی تو اسوجہ سے کہتے ہیں کہ اس وجہ کو کون کہتا اور حضرت علی نے جو خود نہیں لیا اور فقرا کو دیتے رہے یہ معاف کرنا نہیں ہے بلکہ اسکو ترک کردیا ہی اور آپ اسمیں سے نہیں لیا ہی اسکو کہ وہ جانکر اور برسبیل جاری کیا ہی اسکو فقرا پر کہ وہ اپنا مال تھا اور اسمیں مختار تھا اور نہ غصب ہوسکی خود تو اُس سے منتفع نہوئی لیکن بھوکوں پر تقسیم کردیا اور حسنین نے اور انکی بہنوں نے بھی خود ہی بزرگوار سے نہیں لیا کہ وہ بھی شیے مغصوب کا لینا مکروہ جانتی تھیں نہ یہ کہ حضرت علی نے جو خود نہیں لیا اور فقرا میں پھر حضرت علی اور حضرت عباس نے عمر کی خلافت میں دعوی فدک کا کس واسطے کیا تھا ہرچند یہ روایت اہل سنت کے موافق ہی لیکن جواب سکا یہ ہی کہ جو کہتے ہیں کہ اہل بیت شیے مغصوب کو نہیں لیتے ہیں اس سے یہ نہیں سمجھتے کہ اپنی اختیار اور مقابو ہی خود نہیں لیتے ہیں جیسے کہ جناب رسولخدا صلعم کو بعد فتح مکہ اختیار تھا اسکے لینے کا اور پھر اپنے مکان کو نہ لیا اور اسکے لینے میں سعی کرنیکا کچھ معاملہ نہیں ہے اگر کسی غاصب برسبیل قبضہ میں آگیا ہو اور اگر کوئی آپسے دیدے تو لینے ہی ہیں چنانچہ مغصوب کے نہ لینے کی روایت سے ثابت ہوتا ہی نہ کہ شیے مغصوب کو کسی وجہ سے نہیں لیتے اسواسطے کہ اگر مغصوب کے نہ لینے کی جو روایت ہے اسپر دلالت کرتی ہو کہ اپنی اپنی اختیار سے اسکو اپنی طرف جو عود نہیں کرتے اور یہی حکم اب اسکا ہی جو فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا کہ اپنی چیز کی طلب کی کوشش میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور شیے مغصوب کو اسوقت نہیں لیتے ہیں کہ جسوقت اپنی اختیار میں ہو جاے

قال الشیخ الاشعری اور اگر عقلائے شیعہ سنیونکی مندمیں عقل و انصاف کو طاق میں دھر کر یوں فرمانے لگیں کہ یہ دونوں دعوی اگرچہ بصورت دو ہیں لیکن چونکہ متصل بالفصل واقع ہوئے ہیں ہم ایک ہی دعوی اسے قرار دیتے ہیں بعد گفت و شنود کے ختم ہو جانیکے غصب متحقق ہوا اور پہلے غصب تھا ہی نہیں جو کچھ خرابی لازم آوی تو اسکا جواب تو یہ ہے کہ یہ ہمارا احسان ہی کہ ہم ایسے ایسے فرقوں میں درگزر جاتے ہیں ورنہ اسی بات سی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا فدک مغصوب کی نسبت دعوی کرنا ثابت کیا مثل آفتاب روشن ہی لیکن علماء شیعہ خصوصاً مولوی عمار علیصاحب کے عقل کی رسائی معلوم ہی اس لئے اس بات سی چشم پوشی کرکے ہم اور جواب دیتے ہیں وہ یہ ہی کہ یہی فدک عمر بن عبدالعزیز کے وقت میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے لیا اور وہ انہیں کے ہاتھ میں رہا پھر خلفاء عباسیہ اسپر متصرف ہوتے رہے یہانتک کہ سنہ دو سو بیس میں ماموں عباسی نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کے حوالہ کردی سو اسوقت امام علی رضا نے لیا پھر متوکل عباسی اسپر متصرف ہو گیا بعدازاں معتضد نے پھر ہٹا دیا چنانچہ یہ سب قصہ مفصل قاضی نوراللہ نے مجالس المومنین میں لکھا ہی اگر کوئی سنی لکھتا تو شیعوں کے نزدیک اعتبار کے قابل بھی نہوتا اور اسکو بھی جانے دیجو مجالس المومنین کا حال تو پڑھے لکھے یا صحبت یافتہ علما جانتے ہونگے یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت حضرت عثمان کی خلافت مغصوبہ قبول کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خلافت مغصوبہ کے طالب ہوئے یہانتک کہ نوبت شہادت کی پہنچی اور اگر ان امور میں سے ایک بھی ظہور میں آتا تو شے مغصوبہ کے لینے کے جواز میں اور دلانیکے وجوب میں عقلاؤ اولوالالباب کے نزدیک پھر بھی کچھ تامل تھا کیونکہ سابق میں محقق ہو چکا ہی کہ آیہ وات ذالقربی میں گو مخاطب خاص ہے لیکن خطاب عام ہی اگر ذالقربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذاتی مراد ہوں تو انکے حق کا دلانا سب کے ذمہ واجب ہوا و نیز وجوب عدل و انصاف کے فرضیت سے کلام اللہ بھرا ہوا ہی اور عدل و انصاف اسے ہی کہتے ہیں کہ اہل حق کو حقوق دلائے جائیں سو بعد غصب کے اگر مالک کا حق باقی رہتا ہی تو حضرت علی کے ذمہ فدک کا حضرت زہرا کے وارثوں کو پہنچانا فرض تھا اور اگر بعد غصب اہل بیت کا حق ساقط ہو گیا تو اسمیں اور غصب میں کیا فرق ہی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باب میں زبان دراز زبان میں **اقول** محض ہبہ کے رد کنے سی غصب کامل ثابت نہیں ہوا اسواسطے کہ سب دعوی حضرت زہرا علیہا السلام کے تمام نہیں ہوئی جب سب دعوی ختم ہو جائیں اور رد ہو جائیں تو اسوقت غصب متحقق ہو اور جب سب دعوی حضرت فاطمہ نے کر لئے اور ابوبکر نے نہ دیا تو غصب ثابت ہو گیا اور بعد اسکے حضرت زہرا نے دعوی نکیا اسمیں تمہارا کیا احسان ہی احسان اپنا تم اپنے گھر رکھو اور سوا اسکے یہ ہے کہ اپنی چیز مغصوب کی طلب کی کوشش میں مضایقہ بھی نہیں جیسی کہ ہم اوپر لکھ چکے اور یہ جو لکھا ہی کہ عمر بن عبدالعزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فدک دیا اور وہ انہیں کے ہاتھ میں رہا پھر خلفاء عباسیہ اسپر متصرف ہوتے رہے تا نکہ جو کچھ لکھا ہی کہ یہ سب مفصل مجالس المومنین میں لکھا ہی سو میں کہتا ہوں کہ مجالس المومنین میں تو یہ قصہ اس تفصیل سے مذکور نہیں ہی البتہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو دینا لکھا ہی اور حضرت امام علی بن موسی الرضا کو دینا بھی اس میں نہیں لکھا ہی اور یہ روایت منافی ہی اس روایت کے جو شاہ عبدالعزیز صاحب نے حاشیہ میں تحفہ کی شرح مقاصد سے نقل کی ہی اور ہم بھی اسکو پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ترجمہ اسکا یہ ہی کہ تواریخ کی کتابوں میں مذکور ہی کہ فدک کو جسطرح سے ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک ہا پھر قطیعہ کیا اسکو مروان بن حکم نے اور ہبہ کیا اسکو اپنی بیٹی عبدالعزیز اور عبدالملک کو اور ولید بن عبدالملک حاکم ہوا تو عمر بن عبدالعزیز نے اپنا حصہ ولید کو بخشا اور ایسے ہی سلیمان بن عبدالملک نے پس سارا ولید کے قبضہ میں ہو گیا پھر رد کیا اسکو عمر بن عبدالعزیز نے اپنی خلافت میں طرف اس دستور کے جو پہلے تھا اور دو سو دس ہجری میں ماموں نے اپنی عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک کو اولاد فاطمہ کو دیدی اس نے محمد بن الحسن بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب کو اور محمد بن عبداللہ بن زید بن الحسین بن زید کو دیدیا اور شمار کیا گیا یا موں کے تشیع میں سے اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فدک حق حضرت فاطمہ کا تھا اسواسطے انکی اولاد کو دیا اور وہ روایت مخالف ہی اس روایت کی بھی جو اس شیخ نے مشکوۃ سی بروایت عمر بن العزیز لکھی ہی اور اگر امام محمد باقر علیہ السلام نے لیا تو اسکا مضایقہ بھی نہیں ہی چنانچہ مغصوب کے نہ لینے کی روایت سے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ خود اپنے اختیار سے نہیں لیتے ہیں اور اگر کوئی غیر دیوی تو لینے کا مضایقہ بھی نہیں ہی اور اگر عمر بن عبدالعزیز نے فدک حضرت امام محمد باقر کو دیا تو اس شیخ کا اس میں کیا فائدہ ہی اسواسطے کہ اگر حضرت امام محمد باقر کو دیا تو از روی استحقاق دیا کہ فدک حضرت فاطمہ کا حق تھا اور امام علیہ السلام انکے وارث تھے اس صورت میں ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ کا جنکے پاس فدک رہا ظلم ثابت ہوا ہی اور اگر بطریق تولیت دیا تھا تا کہ اسکو صرف کریں وہ اسطرح کہ جسطرح خلفاء ثلثہ صرف کرتے تھے تو یہ تولیت لینا فدک کا بطور تملک کے نہیں ہے اور بحث بطور تملک کے لینے میں ہے اور یہ جو لکھا ہی کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے بعد عثمان کے خلافت مغصوبہ قبول کی اور امام حسین علیہ السلام خلافت مغصوبہ کے طالب ہوئے جواب اسکا یہ ہی کہ کلام اعیان اور اموال میں ہے اور خلافت اس قبیل سی نہیں ہے اسواسطے کہ خلافت وہ امر ہے کہ مصالح دین اور دنیا کے اسکے ساتھ متعلق ہیں اور منتشر کرنا احکام دین کا اور رواج شریعت جناب سید المرسلین صلعم کا اسپر موقوف ہی اور ترجمہ اس حدیث کا کہ قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں اس بحث میں ذکر کیا ہی اسمیں تصریح کی ہی کہ ما ازان اہل بیتیم کہ مالی را کہ از ما بظلم گرفتہ شود باں رجوع نمیکنیم اور ظاہر ہی کہ خلافت مال کی اقسام میں سے نہیں ہے کہ لینا اسکا اس قول شریف کے منافی ہو اور شے مغصوب اپنی کا لینا سب کو جائز ہے اور دلانا اسکا مالک کو اگر وہ طالب اسکا ہو تو واجب ہے اور اہل بیت پر بھی لینا شے مغصوب کا حرام نہیں ہی لیکن خاصہ انکا ہی کہ وہ اسکی جو عرف نہیں کرتے ہیں اور جو امور کہ دعوی کر لینے اور فدک کے لینے کے بیان کئے ہیں انکی وجہ ہم بیان کر چکے اور آیہ وات ذالقربی کے متعلق ہیں

ہم مفصل پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ مراد ذالقربی سے خاص حضرت فاطمہ ہرا ہیں اور آیۂ وآت ذالقربی میں قریب حضرت کے مراد ہوتا نہیں حق تو ہر ایک شخص کا ادا کیا واجب ہے اگر مالک طالب نہ سکا ہو اور بعد غصب کے حق کیوں باقی نہیں رہتا ہے اور فدک میں حضرت فاطمہ کے وارثوں کا حق ہمیشہ باقی رہا ہے مگر جو کہ انکے دوست اور شیعہ ہیں انکو وہ حق انکا مباح ہے اور جو کہ انکے دشمن اور انکے دشمنوں کے دوست ہیں انکے لئے وہ حق انکا حرام ہے اور حضرت علی حضرت فاطمہ کے وارثوں کو تو اسوقت دیتے کہ جبوقت وارث اسکے طالب اسکے ہوتے وارثوں نے تو اسوقت خود ہی نہیں لیا حضرت علی پر اسمیں اعتراض بیجا اور بے موقع ہے اور ابوبکر کو اس سے کیونکر نجات ہو کہ غاصب تو دراصل وہ ہی ہیں بعد غصب کے حق انکا باقی رہی یا نہ رہی یہ امر دوسرا ہے مگر گناہ غصب کا انکے ذمہ سے کیونکر جائیگا **قال الشیخ الاشعری** دوسرا جواب علماء شیعہ نے حضرت علی کے فدک میں تصرف نہ کرنیکا اسطرح دیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا وقف کیا یعنی جیسے انہوں نے فدک سے کچھ انتفاع نہیں اٹھایا اس جواب پر تو مناسب یوں ہے کہ علماء شیعہ کے قربان ہو جائے سبحان اللہ کیا فہم کی رسائی ہے خیر فہمیدہ لوگوں کی لئے تو اس جواب کی تردید کے کچھ ضرورت نہیں کیونکہ عقل خود اس جواب کے مضمون کو ایسی اگلتی ہے جیسے کہنی کو معدہ چونکہ سب ایک قسم کے نہیں ہوتے تو اس لیے یہ گزارش ہے کہ جن اماموں نے بعد حضرت علی کے باقرار سرکردہ شیعہ قاضی نوراللہ فدک کو لیا چنانچہ ابھی مذکور ہوا ہے انہوں نے حضرت فاطمہ بلکہ حضرت امیر کا بھی کیلئے اقتدا نکیا اور یہ اقتدا فرض تھا یا نفل اگر فرض تھا تو اور اماموں نے کیوں نکیا اور اگر نفل تھا تو اول تو ائمہ اہل بیت کی ایسی سنت معمول بہا حضرت علی اور حضرت فاطمہ بلکہ معمول بہا حسنین اور معمول بہا حضرت امام زین العابدین کا ترک کرنا مستبعد ہے اور معمول بہا حسنین اور امام زین العابدین کا خود ظاہر ہے کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسے ناچاری فدک سے منتفع نہوئیں تھیں ایسی ہی یہ بزرگوار بھی ناچاری منتفع نہو سکی دوسرے حضرت امیر المومنین نے اس نفل کیواسطے حقداروں کے حق پہنچانیکو جو انکے ذمہ فرض تھا کیوں ترک کیا اور نیز کسیکا اقتدا افعال اختیاریہ میں مواکرنا فعال اضطراریہ میں کسیکا اقتدا نہیں کیا کرتا اور نہ لازم آئی کہ حضرت امام مہدی حضرت ائمہ ماضین کا اقتدا تقیہ میں جو بوجہ ناچاری وہ کیا کرتے ہیں کریں اور ایسی ہی حضرت امام حسین تقیہ میں اتباع حضرت امیر کہتے سو حضرت زہرا کیسیکے ظلم وستم کے باعث فدک سے منتفع نہو سکیں تو ناچار تھیں حضرت علی کو اپنے وقت خلافت میں اس مظلومیت کے اقتدا کے کیا معنی اور نہ اگر حضرت امیر حضرت زہرا کا اقتدا ہی کرتا تو اپنی حصہ میں کیا ہوتا حضرت حسنین اور انکی بہنوں کو کیوں محروم المیراث کر دیا **اقول** اس شیخ کو اگر سلیقہ گفتگو کا ہوتا تو کاہیکو کاغذ اور سیاہی کو برباد کیا جو کچھ چاہتا ہے بیہودہ بکتا جاتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں یعنی نہیں جانتا کہ یہاں اقتدا سے کیا مراد ہے اور اقتدا اس جگہ کون بولتا ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ فاطمہ رضی علیہا السلام نے جو فدک سے فائدہ نہیں اٹھایا اور حضرت علی نے بھی انکی پیروی کر کے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور اصل مطلب کو ترک کر دیا بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو اسکی جہت سے رنج اٹھایا اور آزردہ ہو کر اس جہان سے رخصت ہوئیں تھی تو حضرت علی نے انکا رنج یاد کر کے کہ جو حضرت فاطمہ کو اس فدک سے رنج پہنچا تھا اور اسکی وجہ سے بیحد ہو کر رحلت فرمائی تھی تو حضرت علی نے انکا رنج یاد کر کے خود بھی اس سے منتفع نہوئی اور اسکو ترک کیا اور اگر فہمیدہ لوگوں کے نزدیک اسکی تردید کی ضرورت نہیں تو تو نے اپنی حماقت کیوں ظاہر کی اسکا جواب لکھ کر اور یہ جو لکھا ہے کہ اور اماموں نے حضرت زہرا اور علی کا اقتدا کیوں نکیا انہوں نے تو فدک کو لیلیا جیسا کہ قاضی نوراللہ نے لکھا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ہمارا دعوی یہ نہیں ہے کہ اقتدا فاطمہ زہرا علیہا السلام کا واجب اور لازم تھا تاکہ یہ اعتراض وارد ہو بلکہ فدک حضرت فاطمہ کے وارثوں کا تھا اور وہ اسکے لینے نہ لینے میں اختیار رکھتے ہے بعضے وارثوں نے مثل جناب امیر اور حسنین کے بسبب بعض مصلحتوں کے اسکو نہ لیا ازانجملہ ایک امر تھا یعنی موافقت حضرت فاطمہ کے تصرف نکرنے میں اور دردناک موقبض کرنیمیں اس چیز کے کہ جسکو اس معصومہ نے بپایا اور بعضے وارثوں نے واسطے اتمام حجت کے مخالفین پر اور ظاہر کرنے ظلم خلفاء متقدمین کے متاخرین کے فعل اسکے کو لیلیا اور ہم اوپر لکھ چکے کہ اقتدا واجب اور لازم نتھا اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ نقل بھی نتھا بلکہ وارثوں کو اختیار تھا لینے نہ لینے کا بعضوں نے بعضی مصلحت سے نہ لیا اور بعضوں نے کسی مصلحت سے لیلیا پس کچھ ضرور نتھا اقتدا کرنا ایک کا دوسرے کو اور یہ جو لکھا ہے کہ اقتدا افعال اضطراریہ میں نہیں ہوتا یہاں مراد اقتدا سے موافقت اور مشارکت ہے حال فاطمہ رضی علیہا السلام فدک کے ترک کرنیمیں اور ہم لکھ چکے کہ اقتدا لازم نہیں ہے پس امام مہدی کو اقتدا اور ائمہ معصومین علیہا السلام کا لازم پکڑیں اور کیوں حضرت امام حسین تقیہ میں اقتدا حضرت علی کا کریں انکو اختیار تھا اور تکلیف ہر امام کی علیحدہ ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے بسبب ظہور علامت عدم تقیہ تقیہ نکیا اور حضرت علی نے بموجب وصیت رسولخدا صلعم کے اپنے حق کے جاتے رہنے میں صبر کیا اور احتمال امداد قوم سے معرکہ آرائی نکی اور حضرت فاطمہ کا رنج یاد کر کے انکے حال میں شریک ہوئے اور موافقت کی انکی اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی پر کوئی صدمہ ہوتا ہے تو اسکے دوست اس میں موافقت کرتے ہیں مثلاً اگر کوئی کسی حاکم جابر کی تعدی سے قید میں ہو جائے اور اسکو ایک روز دو روز کہانا نملے تو اسکے بڑے دوست جیسے ماں اور باپ زوجہ اور سوائے اسکے وہ بھی کہانا اسکے موافقت سے ایک دو دن نہیں کہاتے ہیں تو اس میں کچھ مضایقہ نہیں ہے جناب رسولخدا صلعم کے دندان مبارک احد میں شہید ہوئے تو حضرت اویس قرنی نے حضرت کے شریک حال ہونیکی جہت سے اپنے دانت توڑ ڈالے ہے کیا رسولخدا صلعم نے اپنی ہاتھ سے وہ دانت توڑے ہے جو اویس قرنی نے اپنے دانت توڑے اور جیسے کہ حضرت علی نے حضرت زہرا کے حال کے موافقت کی ایسے ہی حضرت حسنین نے اور انکی بہنوں نے موافقت کی اور انہوں نے خود اپنے ارادہ سے حصہ نہیں لیا تھا اور حضرت علی نے انکو محروم المیراث نہیں کیا تھا کہ انکے بدون

مرضی کی لوگونکو دیدیا ہو اور انکو نہ دیا ہو **قال الشیخ الاشعری** تیسرا جواب جو شیعوں نے اعتراض معلوم کا دیا ہی وہ یہ ہے کہ حضرت امیر اسلئے فدک سے منتفع نہوئے تاکہ لوگونکو متحقق ہوجائے کہ حضرت امیر کی گواہی دربارہ ہبۂ فدک حسبۃ للہ تھی اپنے نفع کی امید پر نتھی یہ جواب بھی مثل جوابہائے سابق سرتا پا خلل ہی اول تو جو لوگ اس مقدمہ میں حضرت امیر کیطرف سے گمان فاسد رکھتے تھے وہی لوگ ہونگے جنہوں نے حضرت امیر کی گواہی کو قبول نکیا سو وہ لوگ پہلے ہی اس جہان سے چلدیئے تھے انکی خلافت میں انمیں سے کون تھا جو اسکے جتلانے کو لیئے آپنے فدک نہ لیا اور اگر مردونکا جتلانا مدنظر تھا تو اول تو انکو اطلاع نہیں ہوسکتی دوسرے اپنے مرنیکے بعد انکو خود حضرت امیر کی حقانیت اور اپنا ظالم معلوم ہوگیا ہوگا سو یہ لینا یوں ہی رائیگاں گیا بیوجہ حضرت امیر نے مال حلال کو ہاتھ سے کھویا نہ نفع دین نہ نفع دنیا اور اگر یوں کہئے کہ خلفاء ثلاثہ مرگئے تھے تو کیا ہوا انکے معتقد اور نواصب تو موجود تھے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یوں تو یہ احتمال پھر بھی باقی رہا جب آپکی اولاد نے لیا خصوصاً مامون کے زمانہ میں کہ وہ مائل بہ تشیع تھا اور فدک کو حق اہل بیت ہی سمجھکر حضرت امام علی رضا کے حوالہ کیا جب بھی آخر نواصب کو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ حضرت امیر کی گواہی اس پیشبندی کے لیئے تھی بلکہ بیشتر اولاد ہی کے لیئے ایسی ایسی تدبیریں اور درازکیا کرتے ہیں سو نواصب بحکم تقیس الامر علی نفسہ کے بالضرور سمجھے ہونگے کہ حضرت امیر کی گواہی فقط اسلئے تھی کہ اگر یہ تیر ہمارے زمانہ میں نشانہ پر نہ بیٹھا تو کبھی نہ کبھی تو کارگر ہوہی گا سو اگر یہی نفع تہمت مدنظر تھا تو لازم تھا کہ اپنی اولاد کو وصیت کرجاتے کہ ہرگز ہرگز اس مال کو نہ لینا تو میری شہادت میں خلل آجائیگا **اقول** یہ جواب سب شیعوں کے نزدیک نہیں ہے کسی بعضی شیعہ نے دیا ہوگا لیکن ہم اسکا بھی جواب لکھتے ہیں کہ یہ جو حصر کیا ہی اسکے جواب میں یہ باطل ہی بھلا مردوں کو کیا جتلائینگے ہاں انکے معتقدین کو تو بجا ہی کہ جیسے انکے تعلق گمان بد حضرت امیر کیطرف کہتے تھے تو انکے معتقد یونکو بھی یہ گمان بد و تہمت حضرت امیر کی نسبت ہوگی اور جسوقت کہ عمر نے وقت گواہی کے ابوبکر سے کہا ہو کہ علی تجر نفع کے لیئے گواہی دیتا ہی تو معتقدین انکے ایسا گمان حضرت علی کیطرف کیونکر نکرینگے اور اولاد کے لینے میں جو احتمال نکالا ہی یہ احتمال باطل ہی اسواسطے کہ یہ احتمال تو اسوقت متصور تھا کہ جسوقت حضرت علی کی گواہی کو لیجاکر اولاد کے پہنچنے میں اور ظاہر ہے کہ انکی گواہی نے اولاد کے پہنچنے میں کچھ اثر نکیا تو یہ احتمال باطل ہی اور حضرت امیر کے لینے اور اور اماموں کے لینے کا باعث یہ ہی کہ مصلحتیں باعتبار اختلاف اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتے ہیں اور اماموں کے زمانہ میں جو اماموں نے فدک کو اماموں کی دینے سے لیا اسوقت ایک مصلحت عظیم یہ تھی کہ لوگوں پر ظلم خلفاء ثلاثہ کا واضح ہوجائے کہ انکو جو اماموں نے اولاد نبی سمجھکر دیا ہی تو بیشک یہ حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا تھا اور خلفاء ثلاثہ اسکے منع کرنیمیں غاصب و ظالم تھے چنانچہ مجالس المؤمنین میں لکھا ہی کہ جسوقت عمر بن عبدالعزیز نے انکو فدک دیا تو معاندان قریش اور منافقان شام نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اسکے دینے میں طعن کیا تو نے شیخین پر کہ شیخین نے تو فاطمہ کو فدک نہ دیا تھا اور تو نے اسکی اولاد کو دیا اسواسطے ان حضرات نے اسکے لینے کو ترجیح دی اور حضرت امیر اور حضرت حسنین کے لینے میں مصلحت یہ تھی اسواسطے انہوں نے اسکو نہ لیا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی موافقت اختیار کی اور حضرت امیر اولاد کو اپنے نہ لینے کی وصیت کیونکر کرتے کہ اولاد کے لینے میں تو مصلحت ہے اور تھی چنانچہ ابھی گزرا ہی **قال الشیخ الاشعری** چوتھا جواب شیعوں کیطرف سے یہ ہی کہ یہ سب پرہیزگاری اور فدک سے دست برداری تقیہ کی وجہ سے تھی لقصہ شیعہ لاجار ہر کہیں پر آگئے لیکن دیر و غکور احافظہ نباشد علماء شیعہ کو اس جواب کے وقت یہ یاد نرہا کہ سب آدمیونکا مذہب تقیہ میں یہ ہے کہ جب امام جہاد کے لیئے تیار ہو اور قتل و قتال میں مشغول ہو پھر اسپر تقیہ حرام ہوجاتا ہی اسلئے حضرت امام حسین نے ہرگز تقیہ نکیا سو حضرت امیر اگر اپنی خلافت کے زمانہ میں تقیہ کرتے اور لڑتے مرتکب فعل حرام ہوتے نعوذ باللہ اس جواب والوں نے حضرت علی کی مثل کردی ہی جیسے کہا کرتے ہیں کہ نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ مال کا مال گیا وبال گناہ پلہ بندصاحب نادانوں کی باہ بنیاد نہ ڈالے کسی نے سچ کہا ہی دشمن دانا بہتر از نادان دوست معہذا اگر یہ تقیہ خلفاء ثلاثہ سے تھا تو وہ خود پہلے ہی اس جہان سے چلدیئے تھے اور مردوں سے تو نامردونکو بھی مدنیہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ یا بافیاندوں سے سو وہ یا تو آپکے لشکری تھے اور شیعہ مخلص یا منجملہ رعیت سو رعیت میں سے ایسے امور میں اگر مدنیہ ہوتا ہی تو اتنے سے ہوتا ہی جنکی آمدنی کم ہوجاتی ہی سو یہاں فقراء اور مساکین و ابن سبیل تھے آنسے ڈرنا ہی ہموزن خوف مردگان ہے، سو انکے اور کسیکو بلاکو کیا غرض تھی کہ فدک کے سبب حضرت علی کے مقابل ہوکر اپنی جان کو خطر میں ڈالتا اور اگر بفرض محال یہ صورت ظہور بھی پکڑتی تو اول تو حضرت امیر کے برابر کسی میں زور و بل اور شجاعت اور لشکر تھا اور اگر کچھ گمان ہو بھی تو امیر معاویہ اور حضرت عائشہ کیطرف ہو ہی سو انہوں نے اب کونسی کمی کی دوسرے ایسے مفسدین بجز اسکے کہ رعیت بادشاہ کی مقابلہ پر مجتمع ہوجائیں تصور میں نہیں آتی حضرت ابوبکر صدیق جب خلیفہ ہوئے تو زیر حکم اسلام سوا ملک عرب اور کچھ نتھا سو وہ بھی بمجرد وفات رسول صلعم سب کے سب منحرف ہوگئے چنانچہ مختصر اسکا بیان ہوچکا ہی لیکن ابوبکر صدیق باایمہ تنہائی کہ سوا سکان مدینہ اور کوئی انکا یار اور مددگار نتھا اور لشکر عظیم حضرت اسامہ کے ساتھ بنی غسان کی طرف بھیج چکے تھے ہرگز نہ ڈرے اور مانعین زکوۃ کی نسبت باوجودیکہ اکثر صحابہ بسبب قلت اعوان و انصار کے انپر جہاد کرنیسے مذبذب تھے یوں فرمایا کہ واللہ اگر وہ ایک رسی بھی جو راہ خدا میں دیا کرتے تھے نہ دینگے تو میں انسے جہاد کرونگا بلکہ یوں کہا کہ اگر اور کوئی نہ جائیگا تو میں تن تنہا جاؤنگا جب ابوبکر باوجود اس بے سروسامانی اور کثرت اعداء کے ایسی ناچیز چیزوں پر تن تنہا جہاد کرنے پر تیار ہوجائیں تو حضرت امیر تو اشجع الناس تھے اور لشکر کثیر جسمیں سے اکثر وہ لوگ جنہوں نے ایک نبی بنائی خلافت کو درہم برہم کردیا انکے ہمراہ اور جس مال پر بکر اور وہ مالیت فراواں اور حق بھی ایسی مظلومونکا کہ انپر ظلم ہوا دوسری قیامت پھر نجانے کہ حضرت علی کی تقیہ ہونیکے کیا معنی بہرحال جواباً شیعہ جیسے ہیں سب جانگئے ان جوابوں سے حصول مطلب شیعہ بھی معلوم ہوگیا **اقول** مراد تقیہ سے مصلحت ہے اور جو کام کہ بے مصلحت ہوتا ہی وہ خراب ہوتا ہی اور تقیہ کی تخصیص کچھ شیعوں کے لیئے ہی نہیں ہے اہل سنت کے یہاں بھی تقیہ ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں لیکن زبان سے انکار ہی کرینگے اور یہ جو لکھا ہی کہ جسوقت امام جہاد کے واسطے تیار ہو اور قتل و قتال میں مشغول ہو تو تقیہ حرام

یہ بالکل غلط اور بیجا ہے اور کہیں ثابت نہیں ہے شیعوں کے نزدیک اور حضرت امام حسین کیونکر تقیہ کرتے کہ شرط تقیہ موجود نہ تھی اور قرائن سے معلوم تھا کہ یزید جو بیعت طلب کرتا ہے ایک بہانہ ہے اسکا فقط سبب عداوت کے میرے خون کا پیاسا ہے حضرت امام حسنؑ نے باوجودیکہ معاویہ سے صلح کرلی تھی پھر بھی نہ چھوڑا انہ نے آخر کو زہر دلوایا اور انکے مرنے کی خبر سنی تو معاویہ نے تکبیر کہی چنانچہ پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ آئے ہیں اگر امام حسین بیعت بھی یزید کی کرتے تو بھی کچھ فائدہ نہ تھا آخر کو کسی بہانہ سے قتل کرتا جیسے امام حسنؑ کو معاویہ نے زہر دلوایا اور یزید کے اشعار معروف و مشہور ہیں جو وقت حضرت امام حسین کا سر مبارک اسکے سامنے گیا تو اسنے چند شعر پڑھے اور مضمون انکا یہ ہے کہ کہاں ہیں وہ اشیاخ جو بدر اور احد میں علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے آج میں نے اُنکے قاتل کی اولاد سے کیسا انتقام لیا ہے اور یزید خطاب ہاشمیوں کا بھی تھا جب ایسا حال تھا تو پھر کیا صورت بیعت کرنیکی تھی کہ وہ تو دشمن جانی تھا اور اہل کوفہ نے سینکڑوں خط حضرت امام حسینؑ کی طلب میں لکھے اور لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لائیں کہ ہم بیعت امام ہیں اور آپکے ہم مطیع اور فرمانبردار ہیں اس جہت سے حضرت امام حسینؑ نے اپنے برادر عم زادہ مسلم بن عقیل کو پہلے اپنی طرف سے کوفہ کو روانہ کیا اُنکے ہاتھ پر کئے ہزار کوفیوں نے بیعت کی چنانچہ سنکر حضرت امام حسینؑ کوفہ کو روانہ ہوئے کہ اسوقت مصلحت یہی تھی راہ میں حضرت مسلم کی شہادت کی خبر سنی وہاں سے واپس ہو جانیکا ارادہ کیا حر بن یاحی نے روکا اور جانے نہ دیا آخر میں عمر سعد لشکر لیکر آپہنچا اور حضرت امام حسینؑ نے عمر سعد سے فرمایا کہ تم مجھکو یزید کے پاس بھیج دو وہ چاہے سو کرے اس نے ابن زیاد کو لکھا ابن زیاد نے اجازت نہ دی اور جنگ کرنے پر آمادہ ہوا آخر کو شہید کیا پہلی صورت تقیہ کی تھی یہ صورت خواہ مخواہ درپے قتل ہونے کی ہے حضرت امام حسین جو عراق کو روانہ ہوئے میں تو ایک وجہ یہ بھی تھی چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی نے تحصیل الکمال میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے امام حسینؑ کو عراق کے جانے سے منع کیا تو فرمایا کہ میں نے اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا ہے جسکو عراق کو جانیکا حکم دیا ہے لہذا مجبور ہوں یہاں یہ بھی ذکر کر آیا ہوں کہ امام کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے کہ اسکے موافق وہ عمل کرتا ہے اور اس صحیفہ میں حکم ترک تقیہ کا ہوگا اور حضرت امیر پر تقیہ حرام ہی تھا کہ اسکے ترک میں مرتکب فعل حرام ہوتے اور حضرت علی نے تقیہ کچھ خوف سے کیا نہیں کیا اور اس مقام میں کچھ بہادری اور کثرت لشکر کو دخل نہیں تھا بلکہ جو کچھ تھا مصلحت کی وجہ سے تھا اسواسطے اکثر آدمی جو حضرت علی کے ہمراہ تھے شیخین کے تابعین تھے ہیں اور خلافت کو علی کی مبنی بر خلاف شیخین جانتے تھے اور محدثات اور مخترعات شیخین طبیعت اور مقبول خاطر انکی کو جو تھی خیر کرنا اُن امور کا نہایت شوار تھا ایک مرتبہ تراویح کی جماعت کا موقوف آنا پایا تھا واعماہ واعماہ کی فریاد لوگ کرنے لگے اور اگر زیادہ اراده کرتے تو سخت گیری کرتے تو لوگ مرتد ہو جاتے اور کشت خون ہوتا چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں اور عقیلی کے قول کو لکھا ہے کہ حضرت علی نے یہی عذر کیا اور صبر کرکے بیٹھ رہے اور بدستور جاری رکھا جو کچھ پہلے سے تھا سو یہ صحت کی اور یہ تھا نہ کہ کمک یا خوف ہو اور شجاعت اور کثرت لشکر کو یہاں کیا دخل ہے یہاں کو مصلحت ہی اور نہیں یہ تقیہ علی کا اُسوقت میں اور رسوم جاہلیت جیسی کہ مطبوع طبائع اصحاب سول مقبول کی تھی ایسے ہی مخترعات شیخین کے اُنکے تابعین کے دلوں میں راسخ اور متطبع ہو رہی تھی اور کرنا اُنکا مشکل تھا جناب سالتمآب اصحاب کے دلوں سے رسوم جاہلیت کو محو کرکے باوجود کثرت اہل اسلام کے بسبب مصلحت کے ایسے ہی حضرت علی نے چشم پوشی کی اور بدستور جاری رکھا اور یہ ہم لکھ چکے ہیں اور اب بھی میں لکھتا ہوں اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جمع بین الصحیحین وغیرہ صحاح اہل سنت میں مسند عائشہ میں لکھا ہے اور شارح وقایہ نے بھی تحریر اسکی کی ہے کہ جناب سولخذ اصلعم نے عائشہ سے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تیری قوم کے آدمی مسلمان جدید نہ ہوتے اور خوف کرتا ہوں میں انکار کریں اُنکی تو حکم کرتا میں کہ خانہ کعبہ ڈھایا جائے اور داخل کی جائے اُسمیں چیز کہ خارج ہو گئی ہے اور اُسکے دو دروازے کرتا شرقی اور غربی پس جبوقت کہ جناب سولخذ اصلعم باوجود کثرت اعوان انصار اور اتفاق باہم کے رسوم جاہلیت کو نہ توڑ سکے اور سبب تقیہ کیا تو علی مرتضیٰ کہ جو قدم قدم پیرو حضرت کے تھے باوجود اختلاف کثیر اور انحراف وجوہ ناس محدثات شیخین سے اگر از روے مصلحت اغماض فرمائیں تو کون محل طعن ہے اور ابوبکر کا حال لکھا ہے باوجود کثرت تابعین کے سب ابوبکر سے متفق تھے اور ابوبکر کے کہنے پر چلتے تھے اور حضرت علی کے لشکر کا یہ حال تھا کہ معاویہ و عمرو عاص نے فریب کرکے کلام اللہ اپنے لشکر کے آدمیوں کے نیزوں میں لٹکوا کر حضرت علی کے لشکر کے مقابلہ میں کھڑے کئے حضرت علی نے اپنے ہمراہیوں سے ہر چند فرمایا کہ یہ حیلہ انکا ہے مارو انکو میں تمکو حکم کرتا ہوں کہ یہ کلام صامت ہے اور میں کلام ناطق ہوں کسی نے حضرت علی کا کہنا نہ مانا اور کہا کہ ہم کیونکر قرآن کو نہ مانیں اور ابوبکر کے ہمراہیوں کا یہ حال نہ تھا بلکہ سب کہتے تھے اور تن تنہا حضرت ابوبکر کیا لڑتے کو جناب سالتمآب کے زمانہ میں تو ہمیشہ جہاد میں سے بھاگتے ہی رہے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں تو ایک مرتبہ بھی جہاد کیواسطے گھر سے باہر نکلے لوگوں کو بھیجدیا کرتے تھے لوگ ترقی اسلام اور طمع غنیمت کے واسطے لڑتے تھے اور انکی یاست مفت میں قائم بیٹھتی تھی اور لشکر کثیر حضرت علی کی طرف کا ہیکو تھا خلیفہ ہوتے ہی جو لوگ کہ انکی طرف تھے باوجود بیعت کے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کو توڑ کر عائشہ کیطرف چلے گئے اور بعد اُسکے سعادت کے ہمراہ ہو کر حضرت علی سے لڑائی کی اور جو کچھ کہ ہمراہ علی کے تھے صحابہ میں سے اُنکے دلوں میں محبت شیخین کی جمی ہوئی تھی اور جو کہ خالص تھے وہ تو بہت ہی تھوڑے تھے اور جنہوں نے عثمان کی خلافت کو بگاڑا وہ بھی بسبب عدم قدرت اور خلافت کو جو انہوں نے بگاڑا اُنکی تو کیا طاقت تھی لیکن اصحاب رسول مقبول صلعم کی ترغیب اور اعانت سے بگاڑا جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور حق جن مظلوموں کا تھا وہ خود جانتے تھے اور مصلحت کے سبب سے خود دست بردار ہو رہے تھے اور جو صورت تقیہ کی تھی ہمنے بیان کر دی اور جواب جو کچھ ہمنے دیے ہیں یہ سب کا یہ جواب دیے ہیں اور اصل مطلب تو وہ ہے کہ جسکا جواب اہل سنت سے کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ جواب جو بعض شیعہ نے دیے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن نہیں ان جوابوں سے نفع ہو کہ ہمنے لکھا یہ فائدہ حاصل ہو گیا اگر حضرت علی کا فدک میں تصرف مالکانہ نکرنا اور بدستور سابق رہنے دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلعم نے تا دم وفات کسیکو سپرد نہیں کیا تھا اور پیمبر سے ترکہ انبیا میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی چنانچہ عنقریب انشاء اللہ مشروحاً مفصلاً اسکا اثبات آتا ہے جب بات محقق ہو چکی تو پھر وہ نادان کو محقق ہو گیا کہ روایت منافی فیہا جو مستند شیعہ ہے سراسر بہتان اور دروغ ترا شیدہ شیعہ ہے اور جیسی حسب روایت اُسکا غلط ہونا صحیح ہو گیا تھا باعتبار قوانین روایت بھی یکبارگی فنا ہے بے اصل نکلا **اقول** شیعوں کو بیشک ان جوابوں سے نفع حاصل ہے اور سنیوں کو کچھ حاصل

نہیں ہے اور حضرت علی کا فدک کو بدستور سابق رہنے دینا اور تصرف مالکانہ اسمیں نکرنا ہم لکھ چکے کہ اسوجہ تھا جیسے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خانکہ کو بحالت خود رکھا اور اسکو گرا کر درست کرنا چاہتے تھے لیکن ڈھا سکے چنانچہ جمع بین الصحیحین وغیرہ میں لکھا ہی اور اگر حضرت علی کا بدستور سابق فدک کو رہنے دینا اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ رسولخدا صلعم نے اسکو ہبہ نہیں کیا تھا جسکا یہ کہ حضرت علی نے عثمان کی کمک جو نہ کی تھی اور اسکے جنازہ پر نماز نہ پڑہی تھی اور اسکو دفن نہ کیا تھا یہانتک کہ لاش اسکی تین رات تک مزبلہ پر پڑی رہی اور اسکے قاتلوں کو ہمراہ لیا رکھا اور حوالہ عائشہ اور معاویہ کے نکیا یہانتک کہ ہزاروں آدمیوں کا خون کرایا تو چاہئے کہ اسبات پر دلالت کرے کہ عثمان مسلمان نہ تھا بلکہ مرتد ہو گیا تھا کہ اسکی نماز جنازہ اور دفن کیطرف متوجہ نہ ہوئے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی کہ حضرت فاطمہ نے جو ابوبکر پر دعوی ہبہ فدک کا کیا تو حضرت علی نے فدک کے ہبہ ہونیکی گواہی نہیں لیکن علماء اہل سنت اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ نصاب بینہ کی پوری نہوئی تھی کہ ایک حضرت علی ہی گواہ تھے اور دوسرا کوئی مرد گواہ نہتا اسواسطے ابوبکر نے فاطمہ کو فدک نہ دیا سو حضرت علی کو ہبہ ہو جانے کا یقین تھا تو انہوں نے گواہی ہی نہ دی رنگو اہی کیوں تیز پیش ستور سابق رہنے دینے سے یہ نہیں لازم آتا ہی کہ ہبہ نہوا ہو ورنہ حضرت علی جھوٹے ٹھہرتے ہیں کہ وہ گواہی ہبہ نہ ہونیکی دیچکے ہیں سو بدستور رہنے دینے کی کوئی وجہ ہوگی نہ یہ کہ ہبہ ہوا ہو اور حضرت علی کی گواہی کو جو ابوبکر نے قبول نہیں کیا ہی تو اسکی وجہ اہل سنت کے نزدیک یہی ہی کہ نصاب کو اہ پورا نہوئی تھی نہ یہ کہ حضرت علی نے جھوٹی گواہی دی ہو اور حقیقت کہ حضرت علی راست گو تھے اور حق جانکر گواہی دی تھی کہ فدک فاطمہ کا حق ہی تو پھر جو اپنی خلافت میں بدستور رکھا اور باوجود علم حق فاطمہ ہونیکے فاطمہ کی اولاد کو نہ دیا اسکا کیا جواب ہے جو تم جواب دو وہ ہی ہمارا جواب ہے اور حضرت علی کے فدک کو بدستور سابق رکھنے کا جواب ہے کہ جو منہج لکھا ہی اور وہ چار جواب جو تم نے شیعوں کیطرف سے نقل کرکے انکار دکیا ہی وہ حقیقت میں بعضے شیعہ نے اپنی رائے سے تجویز کرکے جواب دیے ہیں اور وہ شیعوں کی طرف سے وہ جواب نہیں ہیں اور سب کیطرف سے تو یہی جواب ہے جو منہج لکھا ہی فدک ہبہ کی گواہی حضرت علی کو اور جو کچھ کہ تو نے ان چاروں جوابوں کی تردید کی تھی اسکا جواب بھی ہمنے لکھدیا ہی اب جو کوئی ہماری تحریر کو دیکھیگا تو وہ جان جائیگا کہ جو کچھ اس شیخ نے تردید کی وہ وہ باطل ہی اور جھوٹ ہی سے کام لیا ہی اور بیشک سو لخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فدک کو ہبہ کیا تھا اور آئندہ سے جو کچھ اس شیخ کے جواب میں ہم لکھیں گے اس سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ غیر خدا صلعم کے ترکہ میں وراثت جاری ہو سکتی ہی جسپر بات محقق ہو گئی اور غرض جو کچھ ہم لکھیں گے اس سے ہر دانا اور نادان کو معلوم ہو جائیگا کہ روایت متنازع فیہا بہت رہت اور واقعی ہی کہ اہل سنت کے اکابر محققین نے اسکو روایت کیا ہی اور باعتبار درایت اور باعتبار قوانین روایت وہ روایت بہت صحیح اور درست ہے اور انکار اس شیخ نجدی کا اس سے بیجا ہی **قال الشیخ الاشعری** علی بذالقیاس مامون عباسی کے زمانہ میں اولاد حسنین کا بہ نسبت فدک دعوی کرنا اور اسکا دو سو علماء اہل سنت کو جمع کرکے دربارہ فدک استفسار کرنا الی غیر ذالک بیمزہ خیالات بوستان خیال اور حکایات باغ بیبا ہی اگر سر سر غلط نہیں تو مثل مرویات صحیحہ بالکل صحیح بھی نہیں اتنی بات بیشک ظہور میں آئی کہ مامون عباسی نے بوجہ میلان تشیع فدک اولاد حسنین کو حوالہ کر دیا القصہ جب ان فسانوں کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا تو دعوی ثبوت ہبہ جسپر مولوی عمار علی صاحب نے بیڑا اٹھا کر عزم اثبات غصب کیا تھا مثل خانہ شیخ بلی کہ سوای خیال اور کچھ تھا بنایا ڈھگیا اور بعد ازیں ہمکو کچھ ضرورت تردید نہی کہ اہل انصاف کے لیے فدک کے غصب ہونے میں اتنی ہی سامان علم الیقین ہی اور حضرات شیعہ جنہیں انصافوں کے لیے اسقدر جواب نادان نکلے اور قطع جو بر بہین کہہ دیا ہے **اقول** مامون عباسی نے دو سو علماء اہل سنت کو جمع کرکے جو فدک کے حال سے استفسار کیا تھا اور انہوں نے بیان کیا کہ جناب رسولخدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو فدک دیا جیسا کہ تاریخ آل عباس میں ہے یہ سب سنت اور درست ہے اور اسمیں کسیطرح شبہ نہیں ہے اسواسطے کہ یہ بات کرتی ہی اسکو روایت دوسری کتب معتبرہ اہل سنت کی کہ سوائے اسکے اور بہت سی کتابوں میں موجود ہی ایسی روایت کہ جسکو کثرت سے علماء اہل سنت بیان کرتے ہوں گے (مثلاً) بوستان خیال کی ہو جائیگی ہاں اگر یہ روایت شیعوں کی کتابوں میں ہوتی اور اہل سنت کی کتابوں میں نہ ہوتی تو کہہ سکتے تھے کہ شیعوں نے یہ روایت بنالی ہوگی اور جبوقت شیعوں کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہوئی تو پھر کیا وجہ اسکے انکار کی ہے اور مامون نے جو اولاد فاطمہ زہرا کو فدک حوالہ کر دیا تھا تو یہی وجہ ہی کہ علماء اہل سنت کے بیان سے اسکو معلوم ہو گیا تھا کہ فدک حق حضرت فاطمہ کا ہی نہ میلان تشیع سے اور اگر تشیع کی میلان کی تہمت دیتا تو علماء اہل سنت سے پوچھنے کی کیا احتیاج تھی شیعہ تو کہتے ہی ہیں کہ فدک حق فاطمہ زہرا کا ہی اور ایسا امر واقعی افسانہ کیونکر ہو جائیگا جسکو اسقدر علماء اہل سنت لکھتے ہوں پس معلوم ہوا کہ بنیاد غصب کی بڑی مستحکم ہی کہ اسمیں کسیطرح سے نزاع نہیں ہے اور جو کچھ اس شیخ نے بیچ اور واہی اسکے جواب میں لکھا ہی ہمنے وہ سب رد کر دیا ہے اور اہل سنت پر کہ ناانصاف ہیں کہ ایسے جواب نادان نکلنے پر بھی تعصب مذہب کو ہاتھ سے نہیں دیتے اور پھر باز نہیں آتے اور مرثیہ کی ایک ٹانک ہی کہے جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن باینہمہ زیادہ اور طریق تنزل مناظرہ میں علامت حقانیت ہی اسلیے بطور تنزل مرقوم ہوا کہ اہل سنت کے کتابوں میں سند ضعیف سے بھی یہ روایت نہیں کہ بعد وفات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوت واکمل التحیات حضرت فاطمہ زہرا نے دعوی فدک کیا اور حضرت ابوبکر نے انکا دعوی نہ سنا اور گواہ نہ مانگے اور حضرت زہرا حضرت علی اور حضرت ام ایمن یا حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کو علی اختلاف الروایات گواہ لائیں اور حضرت ابوبکر صدیق بسبب ہونے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے انکی گواہی کو رد کیا یہ سب بیاصل اور بزرگی انہیں بزرگوار ان شیعہ کی ہی کہ ان روایات کو گھڑ کر زادراہ جہنم تیار کیا اور سرمایہ لعنت ابدی بہم پہنچایا اور پھر جرات تو دیکھو کہ علماء اہل سنت سے جواب طلب ہے محبان دین کی خدمت میں التماس ہے کہ اہلسنت کا شیوہ نہیں کہ وقت پر بے ثبوت جھوٹ بول جائیں انکے مذہب میں تقیہ کے جواز کی بھی کوئی صورت ہوتی ہو مضائقہ نہ تھا اسلیے جو امور واقعی ہیں اگر چہ ظاہر میں جائے گرفت اور محل طعن ہو اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں مثلاً حضرت فاطمہ زہرا کا میراث کا دعوی کرنا اور حضرت ابوبکر صدیق کا نہ دینا اور قصہ طاس وغیرہ طاس کہ یہ سب امور واقعی ہیں انکے جواب معقول رکھتے ہیں اگر جھوٹ ہی بولتے تو جیسے شیعہ وقت پر بے پر جا بولتے ہیں سنی بھی ایسے امور سے انکار کیا کرتے لیکن جو بات اصل سے بے اصل ہو سکو کیونکر سر پر دھر لیں یہ اس عداوت اور بغض کو دیکھئے کہ سنیوں کے دین کی خوبی کی حسد میں مقتدایان اور پیشوایان امامیہ اپنے دین کو بھی خراب کرنے لگے اور جھوٹی روایتیں تراش کر سنیوں سے گریباں گیر ہونے لگے سو موقع پسند کو جھوٹی باتیں ہی سنکر اطمینان ہوتا ہی ایسی ہم ہی انکی خوبی

اگر یہی کہتے کہ جو کچھ شیعہ نے امیں سب سچ ہی دروغ اخبر اباشد در دعوے اقول تمہارے اقوال سنبچ اور صحیح ہیں تمہاری دلیلی سے کچھ فائدہ نہ تنزل ہی شیعہ کو تمہارے اعتراض سے ہرگز دفع نہیں ہو سکتا اور جو یہ لکھا ہی کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی فدک نہیں کیا لا رنہ حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن نے گواہی دی ہی بلکہ یہ ان بزرگوران شیعہ کا تراشا ہوا ہی یہ لکھنا انکا بالکل غلط اور جھوٹ ہی اور یہ ایسا ہی جیسے کہ کوئی دن کہے کہ رات ہی اور یہ شیخ دروغگو جو کچھ لکھتا ہی مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے لکھتا ہی کہ جو کچھ خرابیاں مذہب میں اہل سنت ہند کے جھوٹ لکھ کر ڈالگئی میں باعث اُن خرابیوں کے مولوی عبدالعزیز صاحب دروغ نویس ہیں کہ انہوں نے یہ دروغ صریح لکھا ہی اپنے دین کی حفاظت کے واسطے چنانچہ تحفہ میں لکھتی ہیں کہ جواب ازیں طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا رضہ و شہادت ندادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی باختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ ست در مقام الزام اہل سنت آوردن جواب آں طلبیدن کمال سفاہت ست انتہی اگر اس شیخ نجدی نے جھوٹ لکھا تو اسکا کچھ تعجب نہیں ہی کہ یہ کس شامیں ہے لیکن تعجب ہی شاہ عبدالعزیز صاحب سے کہ اتنا بڑا نامی ہو کر ایسا جھوٹ لکھی کہ جس سے آسمان پھٹ جاوے کہ اہل سنت کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے اور حال یہ ہی کہ یہ روایت دعوی ہبہ فدک کے اہل سنت کے بہت کتابوں میں موجود ہی از انجملہ چند کتابوں کا نام لکھتا ہوں کہ جن کو جناب مفتی محمد قلی خانصاحب علے الرحمۃ مقامہ نے تشیید المطاعن میں جو باب ۱۲ مطاعن تحفہ میں لکھا ہی تصانیف عمر بن شیبہ ۲ اور محمد سورخ ۳ اور ابوبکر جوہری ۴ اور مغنی قاضی القضات ۵ اور ملل نحل شہرستانی ۶ اور کتاب الموافقت ابن السلمان ۷ اور معجم البلدان یاقوت حموی ۸ اور محلی ابن حزم ۹ اور نہایت العقول امام رازی ۱۰ اور تفسیر کبیر ۱۱ اور ریاض النضرۃ ۱۲ اور کتاب الاکتفاء ۱۳ اور فصل الخطاب ۱۴ اور مواقف اور شرح مواقف ۱۵ اور جواہر العقدین ۱۶ اور وفاء الوفا ۱۷ اور خلاصۃ الوفا ۱۸ اور سیرۃ نورالدین سمہودی ۱۹ اور حاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقائد نسفی ۲۰ اور صواعق محرقہ ۲۱ اور براہین قاطعہ ۲۲ اور مقصد اقصے ۲۳ اور معارج النبوت ۲۴ اور حبیب السیر ۲۵ اور روضۃ الصفا ۲۶ اور سوائے اسکے بہت سی کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت دعوی فدک کی موجود ہی اور بعضی کتابیں تو انمیں سے بہت مشہور اور معروف ہیں کیا شاہ صاحب کی نظر انمیں سے کسی کتاب پر بھی نگذری ہوگی کیا کسیکی عقل میں آتا ہی ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایسا محقق اپنی کسی کتاب میں اس روایت کو نہ دیکھی دیدہ دانستہ شاہ صاحب نے یہ دروغ لکھا ہی اور شاہ صاحب کے پیروی سے اس شیخ نجدی نے یہ دروغ لکھا ہی اور نصر اللہ کابلی جسکی کتاب صواعق کا ترجمہ کرکے شاہ صاحب نے کتاب لکھی ہی اور نام اُسکا تحفہ رکھا ہی اُس نے بھی انکار اس روایت کا نہیں کیا ہی بلکہ اُسکو تسلیم کرکے جو بیہودہ کیا وقت ترجمہ کرنے اُسکی کتاب کے شاہ صاحب کے نظر سے یہ روایت نگذری ہوگی معاذ اللہ کیسا جھوٹ لکھا ہی شاہ صاحب نے تعجب ہے کہ شاہ صاحب نے اُسکی ساری کتاب کا ترجمہ کرکے ایک کتاب اپنے نام سے نامزد کی اور اس امر کی اُسکی تقلید نکی اور صواعق میں نصر اللہ کابلی نے لکھا ہی کہ ساتواں طعن یہ ہے کہ منع کیا فاطمہ کو فدک سے اور حال یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا کہ میرے باپ نے مجھکو فدک ہبہ کیا ہی پس ابوبکر نے تصدیق نکی فاطمہ زہرا کی پس لائیں وہ گواہ اس ہبہ کے پر علی اور ام ایمن کو پس رد کیا شہادت اُنکی کو پس غضب میں ہوئیں فاطمہ ازاسوقت اور حال یہ ہی کہ فرمایا تھا رسولخدا صلعم نے اُسکے حق میں کہ فاطمہ جگر پارہ میری ہی جو کوئی اُسکو غضب میں لایا لمحہ وہ مجھکو غضب میں لایا اور صاحب صواعق اس اعتراض کو باطل کہتی ہیں اور اُسکے جواب میں لکھتی ہیں کہ شے موہوب موہوب لہ کی ملک نہیں ہوتی مگر بعد تصرف موہوب لہ کے کہ اُسکے قبضہ میں ہو اور رسولخدا کے تصرف میں رہا صرف کرتے تھے جسطرح چاہتے تھے یہانتک کہ وفات پائی سو دیکھئے کہ صاحب صواعق نے جواب تو اسکا لکھا مگر انکار دعوی فدک کا نہیں کیا اور شاہ صاحب کس جرأت سے لکھتے ہیں کہ دعوی ہبہ فدک کسی کتاب میں نہیں اور جن کتابوں کا ہمنے حوالہ دیا ہے اُن سب روایتوں کے نقل کرنیمیں تو بہت طول ہوتا ہے مگر بعضی کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں عبدالکریم شہرستانی نے کتاب ملل نحل میں لکھا ہی کہ الخلاف الثالث فی امر فدک والتوارث عن النبی ودعوی فاطمۃ علی نبینا وعلیہا السلام وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری حاصل یہ کہ خلاف تیسرا فدک کے مقدمہ میں اور وراثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں اور دعوی فاطمہ کا ہمارے پیغمبر پر اور اُسپر سلام وراثت میں کبھی اور تملیک میں کبھی اور قاضی القضاۃ نے مغنی میں لکھا ہے لسنا ننکر صحۃ ما روی من ادعائہا فدک فانہا کانت بیدہا غیر مسلم ان لو کانت فی یدہا لکان الظاہر انہا ملکہا فاذا کانت فی جملۃ الترکۃ فالظاہر انہا میراث واذا کان کذلک فغیر جائز لابی بکر قبول دعواہا حاصل یہ ہے کہ ہمیں انکار کرتے ہیں ہم صحیح ہونے اس دعوی فاطمہ کا کہ فدک اُسکے قبضہ میں تھا لیکن فاطمہ کے قبضہ میں اُسکا ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ اگر فاطمہ کے ہاتھہ میں ہوتا تو ظاہر یہ تھا کہ وہ اُسکا ہی ہے پس جبوقت وہ جملہ ترکہ میں حضرت صاحب کے ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ میراث ہی اور جبوقت ایسا ہوا تو ابوبکر کو جائز نہیں ہے قبول کرنا دعوی فاطمہ کا اور اسجگہ قاضی مغنی نے لکھا ہے کہ حضرت کا میراث ہی اور ابوبکر نے روایت بنائی کہ پیغمبر کا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا اور ترکہ حضرت کا میراث نہیں اور اسیطرح یہ شیخ نجدی نے لکھا ہی کہ ترکہ حضرت کا میراث نہیں ہے بلکہ صدقہ ہے اور ابن حجر جو کہ تعصب میں پتھر سے زیادہ سخت ہی صواعق محرقہ میں لکھتا ہی کہ ودعوی ہا انہ نحلہا فلم تقم علیہا اقامۃ علے وام لم فلم یحل بقضاء السنۃ علے انہا فی قبول نحلۃ الزوج لزوجتہ خلافا بین العلماء یعنی اور دعوی اُس فاطمہ کا کہ تحقیق بخشا ہے رسولخدا نے اُسکو فدک لائی وہ اس پر گواہ مگر علی اور ام ایمن کو پیش کا مل ہوئی مقدار گواہی کی کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں علاوہ اسکے یہ ہی کہ تحقیق قضا کی نہیں کہ ہمارے شریعت کی اسطرح پر بخلاف بعضے میان علماء کے اور اسکے بعد لکھتا ہی کہ گمان کرنا اس امر کا کہ حسن و حسین اور ام کلثوم نے گواہی دی یہ باطل ہی علاوہ اسکے یہ ہی کہ گواہی دینا قبول نہیں ہوا اور بعد اسکے لکھتا ہی کہ زید بن علی نے الوجہ حکم کو بہت پسند کیا اور کہا کہ اگر میں ابوبکر کی جگہہ ہوتا تو یہی حکم کرتا کہ اُسنے بسبب ہونے ید کے دعوی کو رد کیا اور یہ قول زید کا بہت واہی ہے اور ریاض النضرۃ میں کہ جسکے

قول سے شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس طعن میں تمسک کیا ہی اس میں لکھا ہی عن عبداللہ ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیہ قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وھبھا لی فقال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکن رایت رسول اللہ یقسمھا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منھا قوتکم فما تصنعین بھا یعنی عبداللہ سے روایت ہی کہ ای فاطمہ طرف ابوبکر کے پس کہا کہ دی تو مجھکو فدک کہ رسولخدا صلعم نے ہبہ کیا ہی مجھکو کہا ابوبکر نے کہ سچ کہتی ہی تو ای دختر رسولخدا اور لیکن دیکھا ہی میں رسولخدا کو کہ تقسیم کرتے تھے اسکو پس دیتے تھے فقیروں اور مسکینوں اور مسافروں کو بعد اسکے کہ دیتے تھے تمکو اس میں سے کھانا تمہارا تو کیا کریگی اسکو اور تفسیر کبیر میں تفسیر آیہ وما افاء اللہ علی رسولہ منہم میں لکھا ہے کہ فلما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادعت فاطمۃ رضی اللہ عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان نحلھا فذلک فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ انت اعز الناس علی فقرا واجبھم الی غنی ولکنی لا اعرف صحۃ قولک ولا یجوز ان احکم بذلک فشھد لھا ام ایمن و مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل یہہ کہ جسوقت وفات پائی رسولخدا صلعم نے تو دعوی کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہ تحقیق بخشا تہا رسولخدا صلعم نے اسکو فدک پس کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ سے کہ تو زیادہ عزیز ہے مجھکو فقیری میں اور زیادہ دوست ہے مجھکو تونگری میں لیکن نہیں جانتا میں تیری قول کی صحت کو اور مجھکو جائز نہیں ہی کہ حکم کروں میں اسپر تجھکو پس گواہی دو واسطے فاطمہ کے ام ایمن نے اور رسولخدا صلعم کے چیلی نے اور بعد اسکے لکھا ہی کہ ابوبکر نے دوسرا گواہ طلب کیا کہ جسکی گواہی شرع میں جائز ہو جیسے نہو دوسرا گواہ تو ابوبکر نے جاری کیا جسطرح سے کہ رسولخدا صلعم جاری کرتے تھے اور شرح مواقف میں لکھا ہی فان قیل ادعت فاطمۃ انہ نحلھا ای اعطاھا فدک نحلۃ وعطیۃ وشھد علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابوبکر شھادتھم فیکون ظالما قلنا اما الحسن والحسین فللفرعیۃ لان شھادۃ الولد لا یقبل لاحد ابویہ وجدہ عند اکثر اھل العلم وایضا کان متھما فی ذلک لانہ واما علی وام ایمن فلقصورھما لکن نصاب البینۃ رجلان او رجل وامرأتان حاصل یہہ کہ اگر کہا جاوے کہ دعوی کیا فاطمہ نے اسکا کہ رسولخدا صلعم نے بخشا اسکو یعنی دیا ہی اسکو فدک بطور بخشش کے اور گواہی دی علی نے اور حسن نے اور حسین نے اور ام کلثوم نے اور صحیح یہہ ہی ام ایمن نے گواہی دی پس رد کیا ابوبکر نے گواہی انکی کو پس ہوگا ابوبکر ظالم کہیں گے ہم جواب میں کہ لیکن حسن اور حسین رد کئی وقع ہونیکی جہت سے کہ وہ فرزند فاطمہ کی تہی واسطے کہ گواہی فرزند کی نہیں قبول کیجاتی واسطے باپ اور ماں اور دادا دادی اسکے نزدیک اکثر صاحبان علم کے اور یہ بھی ہی کہ وہ صغیر السن تہی اسوقت میں اور لیکن علی اور ام ایمن رد ہوئی گواہی انکی واسطے کم ہونے مقدار گواہ ہونکے کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں اور صلاح الدین رومی نے حاشیہ میں شرح عقاید نسفی کے لکھا ہی کہ ممنع الارث وفدک بالنحلۃ وقع بین فاطمۃ وابی بکر بغض وتشاجر ولم تتکلم معہ مدۃ حیاتھا حاصل یہہ کہ منع کرنے ارث اور بخشش فدک سے واقع ہوا درمیان فاطمہ اور ابوبکر بغض اور نزاع ابوبکر سے اور نہ کلام کیا فاطمہ نے ہمراہ ابوبکر کے اپنی زندگی کے مدت میں اب اہل انصاف انصاف فرمائیں اور دیکھیں کہ اہل سنت کی کتابوں سے دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا ہبہ فدک کا ثابت ہی یا نہیں اور کسقدر کتابوں میں لکھا ہی اور یہ شیخ بالکل انکار کرتا ہی اسی طرح سے اسکی سب تحریروں کو قیاس کرنا چاہیئے کہ ہر جگہ یہ ایسا ہی دروغ لکھتا ہی اب دیکھو جہنم کس نے اپنے واسطے تیار کیا ہی اس روایت کو لکھکر کہ وہ علماء اہل سنت سے ہیں جنہوں نے روایت لکھی ہی اور یہ شیخ نجدی لکھتا ہی کہ یہ روایت شیعوں نے لکھی ہی اب کوئی اسکی منہ پر تہوکے اور کہے کہ ای نامعقول یہ روایت تیری کتابوں کی کیا نہیں ہی ان لوگوں کی نفرین کر کہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں روایت لکھی ہی اور شیعوں کو دلیر کر دیا ہی اعتراض کرنے پر کیا ان سب کتابوں میں بھی شیعوں نے یہ روایت داخل کر دی ہی یا یہ سب کتابیں بھی بطور بیاض کے تصنیف ہوئی ہیں کسیکو عاجز ہیں اہل سنت شیعوں کے مقابلہ میں کہ کچھ جواب شافی انسے نہیں بن پڑتا بجز اسکے کہ کہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایت داخل کر دی ہی یا اپنی سب کتابوں کو بیاض مقرر کریں بہلا یہ عقل میں بھی آتا ہی کہ شیعہ اہل سنت کی تمام کتابوں میں اپنی روایت کو داخل کر دیں اور اہل سنت کو اس روایت کے نکالنے کی ان کتابوں سے قدرت اور مہلت نہو اور اسطرح سے داخل کریں کہ صاف نسخہ کوئی بھی باقی نہ رہی اور جسوقت کہ اہل سنت کی کتابوں میں یہ موجود ہو تو اسکا جواب ہم ان سے طلب نکریں تو کیا ہو اور نصارا سے طلب کریں اور دیکھو وقت پڑی پر اہل سنت جھوٹ بول پڑی یا نہیں کہ اسقدر کتابونکا انکار کیا اور تقیہ کر گئے تو اہل سنت کی بہت کتابوں میں لکھا ہی زبان ہی سے انکار کرتے ہیں مغنی محمد قلی خاں صاحب اعلی اللہ مقامہ نے رسالہ تقیہ میں بیاس دلیلیں تقیہ کی اہل سنت کی کتابوں سے لکھی ہیں اور وہ چھپ گیا ہی جو چاہے دیکھ لے اور تقیہ سے انکار کیا تو کیا ایک اور بات جی جوڑی کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں اور دعوی میراث اور قضیہ قرطاس سے بھی تو انکار کرتے ہیں کہ اسکی کچھ اصل نہیں ہے ملاحظہ کر ازالۃ الغینن وانارۃ العینن کو مولوی حبیب الحق کے اور اسی لئے مولوی حیدر علی کفش فروش نے بخاری اور مسلم کو غیر معتبر ٹھیرایا ہی کہ انمیں روایتیں فدک اور قرطاس کے لکھی ہیں اور لکھا ہی کہ ان دونوں کتابوں میں اور دس روایتیں ضعیف داخل ہیں اور اکاذیب اور دروغ کو شامل ہیں اور جواب تم کیا دوگے ایسی ہی تمہاری جواب ہیں کہ جو جواب دیں ہی ہو کہ اپنی کتابوں کی روایتوں کا انکار کرتے ہو اور اب دیکھو شیعہ جھوٹ بولتے ہیں یا سنی جھوٹ بول رہا ہی کہ اسقدر کتابونکی روایت کا انکار کرتا ہی یہ تو بتلاؤ کہ کسی شیعہ نے انکار کونسی روایت کا اپنی کتاب کی کیا ہی اس طرح سے کہ ہماری کتابوں میں یہ روایت نہیں لکھی ہی البتہ جسکی اصل نہو اسکا انکار کرینگے جیسے کہ کتاب منہاج السالکین کہ مصنف اسکا بلی نے جی جوڑ کر شیعوں کی طرف منسوب کر دی ہی اور شاہ صاحب نے اسکی پیروی کی ہی اور یہ روایت بے اصل کیونکر ہے جسوقت کہ اسقدر اور ایسے ایسے محققین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہو اور یہ کام اہل سنت ہی کا ہی کہ اور فریب کا کہ انکی مقتدا اور پیشوا تورہ اتیونکو اپنی کتابوں میں لکھیں اور وہ ان روایتوں کو جھوٹ مقرر کر کے شیعوں سے گریبان گیر ہوں اب دیکھو تو میں سچا ہوں یا تو سچا ہی اس مقدمہ میں اب جھوٹے پر لعنت کر اور کہہ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور دیکھ تو اطمینان اپنا جھوٹ سے تو نے کیا ہی یا سچے سے معلوم ہوا کہ تمہاری

نہیں کو دروغ ہی سہی فروغ ہی اگر دروغ تمہارے مذہب میں نہ ہوتا تو اکثر اہل سنت جو کہ منصف ہیں شیعہ ہو جاتے **قال الشیخ الاشعری** مگر ہیہات خاطر اہل صدق اس روایت سے غلط ہونیکی دو دلیلیں بیان کرتا ہوں ایک سنیوں کی طرف سے ایک شیعوں کی طرف سے سنیوں کی طرف کی دلیل تو ایسی ہے کہ جس سے اپنے دل کا تردد رفع ہو جاوے اور دشمن کا اعتراض دفع ہو جاوے سو وہ یہی روایت مشکوٰۃ ہے جسمیں عمر بن عبد العزیز کا فدک کو بدستور سابق کو دینا مذکور ہے اس روایت کے صحت اور شہرت کیطرف پہلے بھی اشارہ گزرا اور اب بھی کہنا پڑا کہ مشکوٰۃ کی شہرت تو سبھی کو معلوم ہے اور ابو داؤد جو اس روایت کا ماخذ ہے وہ خود صحاح ستہ میں سے ہے بالجملہ یہ روایت صحیح سنیوں کے کتابوں میں سے ہے جو حدیث ہیر حدیث اس روایت کے مخالف ہے اور بھی ایسی کہ نہ اسکی سند اسکی سند کے برابر اور نہ اسکا اخذ اسکے اخذ کے برابر ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی پھر اسکے بعد اگر کوئی کہے کہ سنیوں کی کتابوں میں بطریق صحیح ایسی حدیث موجود ہے جس سے ہبہ ہونا فدک کا ثابت ہوتا ہے تو ناداں یہی سنکر یقین کر لیگا کہ یہ بات غلط ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ ہو سکتی ہے کہ بطور تردید کے یعنے اسبات کے تبلانیکے لیے کہ یہ روایت غلط ہے اس روایت کو کسی کتاب میں داخل کیا ہوگا یا کسی نے اپنی بیاض میں اور بعد طبع یا اس کے ساتھ اس روایت کو بھی داخل کر دیا ہوگا بعد میں نظر ثانی کر کے صحیح غلط میں امتیاز کر دی جاگی سو علماء شیعہ نے بوجہ جہالت کی اور غلط اندازی ایسے مواقع سے اس قسم کی روایات کو چن لیا ہے **اقول** یہ روایت مشکوٰۃ کی جو سراسر موضوع ہے پہلے اس سے لکھ چکے اور ہم اسکو رد کر آئے ہیں اور ثابت کر آئے ہیں اہل سنت کے کتابوں سے کہ راوی اسکا جو عبد اللہ بن البراج ہے وہ کثیر الخطاء ہے اور کمال دانشمندی اہل سنت کی ہے کہ جو شیعوں کے مقابلہ میں اپنی کتاب کی روایت موضوع کو پیش کریں کل کو کوئی اور روایت اس مضمون کی پیش کرینگے کہ خلفاء ثلاثہ حق پر تھے تو ہم اسکو کیونکر تسلیم کرینگے اور اگر یہی دستور ہو کہ مناظرہ میں اپنی روایت کو پیش کریں تو ہم کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں خلفاء ثلاثہ سے برا کرنا آیا ہے تم اسکو تسلیم کرو اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک کتاب کی روایت کتب کثیرہ کا مقابلہ کرے بڑے بڑے محققین امام رازی اور محقق شریف اور ابن حجر وغیرہ کیا اس روایت کو نہیں جانتے تھے جو انہوں نے برخلاف اسکے لکھا اور اس روایت موضوع پر نظر نہ کی یہی سبب ہے کہ جو یہ روایت موضوع تھی اسواسطے انہوں نے اسکی طرف توجہ نہ کی ایک عبد اللہ بن البراج کثیر الخطاء کی روایت کو کوئی پہر تا ہے اور بڑے بڑے موثقین نے مثل حاکم اور ابن نجار اور بزار اور ابو یعلی اور ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم وغیرہ کی جو ابو سعید خدری سے بسبب نکی روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے بموجب حکم خدا فاطمہ زہرا کو فدک دیا اسپر نظر ہی نہیں ہے اور ایسا کون بیوقوف ہوگا کہ اتنی کتابوں کی روایت کو چھوڑ کر ایک کتاب کی روایت موضوع پر عمل کریگا اور انجیل تو مشکوٰۃ سے بھی زیادہ مشہور ہے کل کو نصرانی کہنے لگیں کہ اسمیں تین خدا لکھے ہیں اور اسکے برابر کسی کی سند صحیح ہوگی کہ وہ خدا کا کلام ہے پس چاہیے کہ مسلمان اسکو تسلیم کریں اور فقرا کسیطرح سے اس شیخ کو نہیں سے جب جواب بن نہیں پڑتا ہے تو ایسے ایسے دروغ تراشتا ہے کہ کسی طرح مخلصی ہو جائے اور مخلصی ہو نہیں سکتی اسواسطے کہ اگر کچھ جواب معقول ہو تو مخلصی ہو اب یہ کہتا ہے کہ اگر صحیح بھی ہو تو بطور تردید کے ہو یہ مضمون اسنے کئی مرتبہ لکھا ہے اور ہم اسکو رد کر آئے ہیں لیکن صاحبان انصاف ملاحظہ کریں ان کتابوں کو اور کئی کتابوں کی عبارت میں نے نقل بھی کی ہے دیکھیں کہ یہ روایت دعوی ہبہ کی کیا بطور تردید کے بھی ہے اور کیا کسی نے لکھا ہے کہ یہ روایت غلط ہے بلکہ بجز تسلیم دعوی ہبہ کے اور کچھ نہیں لکھا لیکن تسلیم کر کے دعوے کو جواب اسکا البتہ دیا ہے اور یہ کتابیں ایسی بھی نہیں ہیں کہ بطور بیاض کے لکھی ہوں اور کسی مصنفوں نے یہ ارادہ کیا ہو کہ بعد اسکے نظر ثانی کر کے صحیح غلط میں امتیاز کرینگے جو کچھ کہتا ہے شاہ عبد العزیز صاحب کی پیروی سے بے تدبر بے دلیل کہتا ہے اگر یہی بات ہو تو اہل سنت کی کسی کتاب کا اعتبار نہ ہو تورات اور انجیل کا بھی ہو جائیگا اور ہر روایت میں احتمال نسخ اور غلطی کا ہو اور اہل سنت کا عمل کرنا ان کتابوں پر باطل ہو **قال الشیخ الاشعری** دوسری دلیل شیعوں کیطرف سے جس سے وہ الٹی الزام کھائیں اور خاموش بیٹھیں سو وہ یہی علی کا فدک کو بدستور سابق فقرا اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم کرنا اور آپ نہ لینا اور حضرت زہرا کے وارثوں کو نہ دینا جسکو شیعہ بسر و چشم رکھتے ہیں اور کسے واقعی موجب سے انکار نہیں کرتے چنانچہ اسکی تحقیق اوپر گزر چکی ہے اور یہ بھی گزر چکا کہ شیعوں نے اسکے عذر میں ہر چند بہت سست بکا ہے لیکن سب بیجا گئے بالجملہ اس قضیہ مسلم الثبوت طرفین اور نیز روایت مشکوٰۃ سے یہ کا مستحق ہونا سراسر بہتان اور غلط ہے پھر بھی امکان کہ دیدہ انسان جگر کو خشہ رسول اللہ صلعم سے جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں ایسا دعوی دروغ بایں بزرگی سرزد ہوا اور پھر حضرت علی اور حضرت حسنین جو باعتبار طرفین یا معصوم ہیں یا محفوظ شہادت زور جو بمسلک کفر ہے اسطرح پر علی الاعلان ادا کریں

اقول یہ دلیل کونسی ہے شیعوں کی طرف سے کیا شیعوں کی کتابوں میں کوئی ایسی روایت ہے مشکوٰۃ کی سی جس سے ثابت ہو کہ ہبہ نہیں کیا اور یہ مقدمہ بدستور سابق باقی رکھنے کا متنازع فیہا ہے اور یہ مقدمہ باطل نہیں کرتا ہے اس روایت کو جو کہ کتب کثیرہ میں آئی ہے ہبہ کرنیکی اور اگر حضرت علی نے بدستور سابق باقی رکھا ہو تو کسی مصلحت سے باقی رکھا ہے جیسے کہ رسولخدا صلعم نے خانہ کعبہ کو ڈھا نہیں اور بدستور باقی رکھا ایک مصلحت سے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور شیعہ ہرگز الزام کھا کر خاموش نہیں ہوتے ہیں بلکہ جواب معقول دیتے ہیں مثل تمہارے کہ جب جواب نہیں آتا ہے تو اپنی صحیح روایتوں کا انکار کرتے ہو اور جواب تو ہم سبھوں کا لکھ آئے ہیں لیکن ایک مقدمہ کو یہ شخص بار بار لکھتا ہے اسکا کیا علاج اور کتنا بار جواب دیا ہے لیکن ہم پھر بھی بالجمال یا بتفصیل اسکی خبر لیتے ہیں اور مسلم الطرفین تو یہ کیا بہت امور سوائے اسکے ہیں عمر کا جناب رسولخدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہنا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا اپنے باپ کی میراث طلب کرنا اور ابوبکر کا رد کرنا اور اکثر صحابہ کا عائشہ اور معاویہ کیطرف ہو کر حضرت علی کے درپے قتل ہونا اور سوائے اسکے بہت امور ہیں اور مشکوٰۃ کی روایت تو بالکل غلط اور موضوع ہے اسلئے اس ہبہ کا وقوع میں آنا بروایت اکثر کتب اہل سنت صحیح اور محقق اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے وہ باطل اور غیر معتبر ہے اور فاطمہ زہرا کے دعوی دروغ نہیں کہا ہے انکے دعوے اور شہادت دا کرنے علی اور حسنین اور ام ایمن کو بڑے بڑے محققین نے لکھا ہے مثل امام رازی اور محقق سید شریف اور ابن حجر اور محمد پارسا اور سید نور الدین سمہودی اور محب طبری وغیرہ محققین اہل سنت کے اور اگر حضرت فاطمہ کو دروغ دعوی کرنے والی کہتا ہے کل کو

جناب سولخد اصلعم کو کہنا اور شہادت زور کہ جو صریح کفر ہی وہ اُنکے واسطے مقرر کرنا اسواسطے کہ اس دعوی میں تو شبہ نہیں ہے کہ اکثر علماء اسکو لکھتے ہیں اسکا انکار کرنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن کی آیت کا انکار کرنا جب ایسے امر کا آدمی انکار کرے تو پیغمبر کو دروغگو کہنے میں بھی تامل نکریگا اگر تو اپنے علماء کو جنہوں نے یہ روایت لکھی ہی دروغگو اور شہادت زور دینے والا لکھتا تو بہتر تھا اس سے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کو جھوٹا دعوی کرنیوالی اور حضرت علی اور حسنین کو شہادت زور ادا کرنیوالا کہی **قال الشیخ الاشعری** بہرحال یہ روایت سنیوں کی کتابوں میں صلا موجود نہیں ہے شیعوں کا افترا اور بہتان ہے پھر ایسی روایتوں سے سنیوں کے الزام کی دور ہے تو اور اُنسے اُسکا جواب طلب کرنا کمال غباوت اور عین حماقت کی دلیل ہی باقی یہ جو مولوی صاحب نے نو دس کتابوں کے نام لیے ہیں وہی قدیمی کلید ہی مدت پرانی دغا اور فریب کی بات ہے جو مولوی صاحب کو سینہ بسینہ پہنچی ہی اور ہمنے بحوالہ تحفہ اشارہ کیا جسکا یہ مضمون ہے کہ شیعہ اکثر بے مطلب کی باتیں کہیا یا نادر الوجود کتابوں سے نقل کر دیتے ہیں حالانکہ اُن کتابوں میں اُسبات کا نشان بھی نہیں ہوتا اور اگر ایک دو نسخہ میں کسی کتاب کی یہ روایت ہوئی بھی تو وہ مثل کلید ہی غاباز دغبی دغا کی ہے کیونکہ انکی ایک یہ بھی عادت ہے کہ کتب غیر مشہورہ میں جو خال خال ملتی ہیں اکثر روایات اپنی مذہب کے یا اپنی آپ تراش کر داخل کر دیتی ہیں چنانچہ تحفہ ہی کی حوالہ سے یہ بات بھی مفصل مرقوم ہو چکی ہی اور اگر فرض کیجیے کہ ان سب کتابوں کے سبھی نسخوں میں یہ روایت ہے تو ہمیں اسبات کا اثبات چاہئی کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے التزام کر لیا ہی کہ جو کچھ ہم ان کتابوں میں درج کرینگے صحیح صحیح درج کرینگے ضعیف اور موضوع درج نکرینگے سو اسبات کا ثابت ہونا تو معلوم البتہ معاملہ برعکس ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی سالا اصول حدیث کی آخر میں جو مشکوۃ مطبوعہ مطبع دہلی کے اوپر میں لگا ہوا ہی یوں رقم فرماتے ہیں کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں کوئی پچاس کتابوں سے زیادہ کتابوں کی حدیثیں جمع کی ہیں اور پھر اُسمیں صحیح حسن ضعیف ہر قسم کی حدیثیں لائی ہیں اسی پر اور کتابوں کو بھی قیاس کر لیجیے مشتے نمونہ خروارے قیاس کن زگلستان من بہار مرا الغرض ان کتابوں کے مصنفوں نے یہ التزام نہیں کیا کہ انمیں جو صحاح کی ضعیف حدیثیں داخل کر دینگے یہ بات ویسی ہی تو ظاہر ہے اگر یوں بات ہوتی تو ہمیں کو بھی منزلہ صحاح ستہ سمجھتے اور صحاح میں داخل رکھتے اور اگر فرض کیجیے کہ انکے مصنفوں نے اپنی طرف سے التزام ہی کیا تھا کہ بجز صحیح اور قسم کی روایت انمیں درج نکرینگے تب بھی اطمینان کی قابل نہیں کیونکہ اہل سنت کے نزدیک صحت و ضعف حدیث کے باب میں ایک آدمی کا کہا نہیں چلتا کیونکہ بسا اوقات ہوتا ہے کہ آدمی غلطی کہا جاتا ہے اسلیے ان امور میں ضرور ہے کہ اگر سب محدثین کا اتفاق بھی نہو تو اکثر تو اسکی صحت کے یا ضعف کے قائل ہوں اور یہ بات تو بشہادت عقل ضروری ہے دوئم ہمیشہ شیعہ خبیث باطن نے بوجہ تقیہ متورع اور متقی بنکر اول تو اپنا اعتبار پیدا کیا اور پھر محدثین اہل سنت کی خدمت میں پہنچکر انسے صحیح حدیثیں روایت کیں اور انہیں سندوں سے اپنی مطلب کی باتیں بھی انکے ساتھ ملا کر عالم میں پھیلا دیں اور بوجہ تقوی ظاہر اور پردہ تقیہ میں پیچ انکا چل گیا اکثر ثقات نے بھی انکو متورع اور متقی گمان کر کے انکی روایتیں قبول کر لیں اور بوجہ حسن ظن استاد کو ثقہ سمجھا اور سوا اسکے اوپر کے اساتذہ کو ائمہ حدیث پایا اسوجہ سے انکی روایات کو منجملہ صحاح سمجھا اور اس غامیں آگئی اگر متاخرین نے بامداد خداوندی اس دغا کو سمجھا اور اُن حدیثوں کو موضوع قرار دیا اور مردود و متروک ٹھیرایا **اقول** دیکھو جواب نہیں آتا ہی تو یہ شیخ کیسے ہاتھ پاؤں مارتا ہی اور کیسی جھوٹی باتیں اڑاتا ہی اگر راست گو ہوتا تو ایک بات کہتا کبھی تو کہتا ہی کہ ہماری کتابوں میں روایت اصلا موجود نہیں ہے اسوقت تو حکم لگا دیا نہونیکا چاہئے تھا کہ اسی پر مدار رکھا ہوتا اور اسپر اطمینان نہیں تو کہتا ہی شیعوں نے ہماری نادر الوجود کتابوں میں روایت داخل کر دی ہی اور اسپر بھی اطمینان نہیں تو اس روایت کا اقرار کر کے کہتا ہی کہ ہماری کتابوں بطور بیاض کے ہیں اور کبھی کچھ کہتا ہی اور کبھی کچھ کہتا ہی اور فہمید آدمی یہیں سے دریافت کر سکتا ہی کہ جواب اس سے کچھ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ طرح طرح کی باتیں بناتا ہی اور یہ جو کہتا ہے کہ ہماری کتابوں میں روایت اصلا موجود نہیں ہے اسکا جواب تو ہم دے آئے ہیں اور پھر پیس کتابوں کا حوالہ ہمنے دیا ہی جب اسقدر کتابوں میں موجود ہی تو ہمارا مطلب ثابت ہے اور اسکا جواب ہم اہل سنت سے نہ پوچھیں تو اور کس سے پوچھیں کتابوں کو نکالنے والے بھی یہ روایت اور پھر جو لکھتا ہی کہ ہمسے کیوں پوچھتے ہیں تو بڑی سفید و احمق ہیں اور بڑی مکار اور فریبی ہیں لوگ کہ جو ایسی باتیں لکھتے ہیں اور مولوی صاحب نے جو نو دس کتابوں کا نام لکھا تھا یہ مرتحقق ہے اور اُن کتابوں میں موجود ہی کتابوں کا حوالہ دینے والے کو دغاباز اور مکار نہیں کہتے ہیں اور مکار اور دغاباز تو ہی کہ جو ایسی کتابوں کی روایت کا انکار کرتا ہی اور جواب دینے سے عاجز ہوتا ہی تو بیحیا اور بے شرم کرنے لگتا ہی تیرے برابر بھی بیحیا دنیا میں کوئی نہوگا اور مولوی صاحب نے تو دس کتابوں کا نام لکھا تھا میں نے پچیس کتابوں کا حوالہ دیا ہی اور تو بھی بے شرم ہی اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی دروغگو ہیں کہ ایسی بے سروپا باتیں لکھکر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور میں نے نادر الوجود کتابوں سے نہیں لکھا ہی وہ کتابیں بہت مشہور ہیں جیسے کہ تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ وغیرہ اور دیکھ لے اُن نسخوں کو کھولکر یہ روایت ہے یا نہیں ہے کہ نہیں اور وہ ایک دو نسخہ نہیں ہیں پچیس کا تو حوالہ میں نے دیا ہی اور سوا اسکے اور بہت ہیں اور غیر مشہورہ نہیں ہیں وہ سب ہیں موجود ہیں اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں ایسی مفصل ہو کتابوں میں شیعہ اپنی روایت کیونکر داخل کر دینگے لو نسخہ کا حوالہ دینا نہایت غلط ہی اسواسطے کہ اسکے مصنف شاہ عبد العزیز صاحب جو بڑی کاذب ہیں اُنکا امتحان ہو چکا ہی انکی تحریر کا ہرگز اعتبار نہیں ہی لیکن کثرت کا اُنہوں نے انکار کیا یہ روایت انمیں نہیں اگر کہتے کہ یہ روایت معتبر نہیں ہے تو بھی گنجائش تھی لیکن اُنہوں نے تو ایسا دروغ لکھا ہی کہ جسکی انتہا ہی نہیں ہے کہ اہل سنت کے کتابوں سے صاف انکار کیا کہ اصلا کسی کتاب میں روایت موجود نہیں ہی اور حال یہ ہی کہ بہت کتابوں میں روایت موجود ہی انکی کسی تحریر کا اعتبار نہیں ہے یہیں سے انکی سب اقوال کا قیاس کرنا چاہیے قیاس

گلستان من بہار او اور ہمارے نزدیک تو واسطے حجت پکڑنے کے اہل سنت کی سب روایتیں صحیح ہیں واسطے کہ جامع انکے سنی ہیں اور راوی بھی انکے سنی ہیں اور تقیہ کو واسطے شیخ کے نزدیک گنجائش نہیں ہے اور ہمکو اس سے کیا غرض ہے کہ مصنفوں نے التزام صحیح صحیح روایتوں کے اپنی کتابوں میں درج کرنیکا کیا ہے یا نہیں اور صحاح ستہ میں کیا خوبی ہے استفصار الافہام جواب ابتہاج الکلام کو دیکھ کہ کسقدر قرح صحاح ستہ کا اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے اور جمع الجوامع میں اگر سب طرح کی روایتیں ہیں تو ہوا کرو ہم تو گرفت ہی کرینگے کہ جلال الدین سیوطی کی وہ کتاب ہے اور جن کتابوں میں روایت متنازع فیہا ہے وہ کتابیں اس قسم کی نہیں ہیں کہ جنمیں سب طرح کی روایتیں ہوں انمیں تو سب روایتیں معتبر اور صحیح ہیں اور انکے مصنفوں نے وہ روایتیں درج کی ہیں کہ جنکو متقدمین نے صحیح کرکے لکھا ہے سب روایتوں میں سے مستثنے کرکے جمع الجوامع پر انکا قیاس نہیں ہو سکتا اور فرض کیا ہمنے کہ کتب بیاضیہ بھی ہوتی ہیں لیکن متاخرین نے صحیح کو غلط روایت سے تمیز کردی ہے اور اس روایت متنازع فیہا کو کسی نے غلط نہیں لکھا ہے اگر لکھا ہے تو کہدو کہ کس نے لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب کا تو اعتبار نہیں ہے کہ وہ بڑے دروغگو ہیں کہ اسقدر کتابوں کا انہوں نے انکار کیا ہے اور موجد تو اس طمطراق کے وہی ہیں جنکی پیروی سے یہ شیخ لکھتا ہے اور جن کتابوں میں یہ روایت ہے انکے مصنفوں نے بیشک صحیح اور معتبر روایتوں کے لکھنے کا التزام کیا ہے کہ یہ لوگ متاخرین میں سے ہیں اور ان روایتوں کو اپنی کتابوں میں داخل کرتے ہیں کہ جنکو علماء سلف صحیح کرکے لکھ گئے ہیں اور اس روایت کے لکھنے والے ایک دو آدمی نہیں ہیں بلکہ وہ جماعت بزرگ ہے کہ جنہوں نے یہ روایت لکھی ہے اور شیعہ جنبث نہیں ہیں خبیث وہ شخص ہے کہ جو حق فاطمہ علیہا السلام کے باطل کرنیکو اسقدر کتابوں کا انکار کرے اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جو جناب سولخدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی شیعہ سنیوں کا محدث بنکر سنیوں کو دھوکا دیوے اور اپنی روایت انکی کتابوں میں داخل کرے جو علماء شیعہ کہ ایسے امر کی قدرت رکھتے تھے وہ تو مشہور اور معروف تھے وہ ہرگز تقیہ کرکے سنی نہیں بن سکتے تھے کہ اس سبب جانے جاتے تھے اور جو کہ نامی اور مشہور نہیں انمیں یہ لیاقت اسقدر نہیں ہو سکتی کہ محدث ہو سکیں سب مولوی عبدالعزیز صاحب کا افترا ہے اپنے مذہب کے حفاظت کے واسطے کہ انسے جواب شیعوں کا نہیں ہو سکتا اور جو شیعہ اہل سنت کی کتابوں میں راوی ہیں انکی احادیث کو وہ مشہور اور معروف ہیں اور علماء اہل سنت انکو جانتے ہیں اور انکی ثقاہت و صدق کو لکھتے ہیں چنانچہ بعد اسکے مولوی عبدالعزیز کے کلام کے جواب میں تقلیب المکائد سے مرقوم ہوگا لیکن یہ شیعہ تقیہ میں تھے بلا جرح تعدیل انکے تشیع سے واقف تھے مگر روایت متنازع فیہا انسے مروی نہیں ہے اسکے راوی تو اہل سنت ہی ہیں اور ہمنے سبب تو انکو فرض کیا لیکن یہ بتلاؤ کہ متاخرین نے شیعوں کی داخل کی ہوئی روایتوں کو موضوع ٹھہرایا تو کسی نے اس روایت کو بھی موضوع ٹھہرایا ہے یا نہیں مولوی عبدالعزیز صاحب نے کس کتاب سے لکھی ہے علماء سلف کی کتابوں میں سے اور مفصل جواب انشاء اللہ تعالیٰ بعد اسکے آئیگا **قال الشیخ الاشعری** چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں باب مکائد میں ان شیعہ کی شان میں رقم فرماتے ہیں کید شنا زدہم آنکہ جماعت از علماء ایشان خود از محدثین اہل سنت وانمودہ بعلم حدیث مشغول شدند و از ثقات محدثین اہل سنت سماع حدیث حاصل کردند و اسانید صحیحہ آنرا یاد گرفتند و بظاہر بجادہ تقوی و ورع متحلی گشتند تا طالبان را اعتقاد صادق در حق آنہا بہم رسید و اخذ علم حدیث از آنہا شروع نمودند احادیث صحاح وحسان روایت کردند در اثنار روایت بہمان اسانید صحیحہ موضوعات را کہ مطابق مذہب ساختہ بودند نیز در جملہ مرویات مجمع نمودند و ایں کید ایشاں راہ بسیار از خواص اہل سنت زدہ است چہ جاہل عوام نمیداند کہ تمیز در میان احادیث موضوعہ و صحیحہ بر حال ہند است و چوں حال بسبب ایں دخل و تلبیس متجد شد تمیز مشکل افتاد و بابالامتیاز مفقود گشت لاجرم عنایت الٰہی شامل علوم اہل سنت بود ائمہ این فن بعد از تحقیق و تفتیش این دخل را دریافتند و متنبہ شدند و بعد از انکشاف حلیہ حال طائفہ از ایشاں بوضع اقرار نمودند و طائفہ صریح اقرار ننمودند لیکن امارات اقرار در آنہا قائم شد و حال آں احادیث در معاجم و مصنفات اجزاء دائر و سائر است اکثر تفضیلیہ و متشیعین بہماں احادیث تمسک کنند اول کسیکہ این دخل را موجد شد جابر جعفی است کہ بعد از تحقیق حال او بخاری و مسلم بنا بر احتیاط مطلق مرویات او را از درجہ اعتبار ساقط و مطروح ساختند ترمذی و ابوداؤد و نسائی بامتابعات و شواہد قبول کنند و آنچہ او بدان متفرد است روایت نمایند و ابوالقاسم سعد بن عبداللہ ابی خلف قمی نیز در ایں باب سنادہا کہ اکثر آنہا رجال اہل سنت بجہت تلبیس اسانید او گمان بردہ از رجال معتبرین ہاست حالانکہ چنیں نیست نجاشی کہ صاحب نقد رجال شیعہ است او را فقیہ طائفہ و وجیہ طائفہ قرار دادہ **اقول** محض افترا ہے شیعوں پر اور جن لوگوں کا حال بیان کیا ہے علماء اہل سنت نے تشیع سے ہرگز غالی نہ تھے اور انکو صادق جانتے تھے اور باوجود انکے تشیع کے قول کو انکے معتبر جانتے اور جو عبارت کہ یہ شیخ اور شاہ صاحب شیعوں سے کہتے ہیں وہ ترکتے ہیں اہل سنت کی روایتوں کے شیعہ راوی تو ہوئے ہیں اور علماء اہل سنت نے انکی روایتوں کو بہر وجہ معتبر رکھا ہے لیکن کسی شیعہ نے باطن میں شیعہ اور ظاہر میں سنی محدث بنکر اپنی روایتوں کو سنیوں کی کتابوں میں داخل نہیں کیا ہے یہ محض افترا ہے شاہ صاحب کا اور قبول کرنا انکی روایتوں کا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے میزان اعتدال میں ترجمہ میں ابان بن تغلب کے لکھا ہے کہ وہ شیعہ سخت تھا لیکن بہت راست گو تھا پس صدق اسکا واسطے ہمارے ہے اور بدعت اسکی واسطے اسکے ہے یہی کہا احمد بن حنبل اور ابن معین اور ابوحاتم نے کہ تحقیق وہ ثقہ تھا اور ذکر کیا ہے ابن عدی نے کہ وہ غالی تھا تشیع میں پھر کہا اگر کہا جائے کہ کیونکر حکم کیا جائے مبتدع کی فقاہت کا باوجودیکہ عدالت نفی کرتی ہے واسطے بدعت کے کہی گئی ہے تعریف میں ثقہ کے کہینگے ہم جواب میں کہ غلو تشیع میں اور تشیع بلا غلو بہت تھا تابعین میں باوجود اسکے کہ کل انکے صاحب دین اور صدق اور ورع تھے پس اگر رد کی جائے حدیث ان لوگوں کی باوجود کثرت انکے

ضائع ہو جائیں احادیث نبوی اور یہ فساد ظاہر ہے اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ التعقب الحریر فیمن ذم ابی بکر و عمر میں لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں اور آخر انمیں سے ذہبی ہے کہ اپنی میزان میں کہتا ہے بدعت دو قسم کی ہے ایک تو صغری ہے مثل تشیع کے اور یہ بہت تابعین میں اور اُنکے تابعین میں باوجود دین اور صدق کے اور نہیں رد کی جاتی حدیث اُنکی اور شیخ عبدالحق دہلوی نے خاتمہ شرح کتاب سفر السعادت میں لکھا ہے کہ ابو الصلت شیعہ ہے لیکن صادق ہے اور بخاری نے اٹھارہ شیعوں سے روایت کی ہے چنانچہ مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اور اُن سب کے نام لکھے ہیں اور اسی طرح بہت کتابوں میں شیعوں کا روایت کرنا لکھا ہے لیکن یہ کسی نے نہیں لکھا کہ اپنے تئیں کسی نے محدثین اہل سنت میں سے ظاہر کیا ہو اور در پردہ تقیہ کر کے اور محدث بنکر اپنے مذہب کے مفید کوئی روایت داخل کر دی ہو بلکہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ محدثین اُنکے روایت کے سننے سے انکار نہیں کرتے تھے اور یہ جو لکھا ہے کہ بعضوں نے اقرار وضع روایت کا کیا اِس جہت سے تھا کہ قاضی اسمٰعیل ناصبی نے مقید کیا حب علی کی روایت کرنے سے جابر کو تو اُس نے اپنی نجات کے لئے اقرار وضع کا کیا اور عبدالحق دہلوی نے شرح خاتمہ سفر السعادت میں لکھا ہے کہ اقرار کرنا وضع کا مفید یقین وضع کا نہیں ہوتا لیکن یہ ذکر بخاری کے زمانہ سے پہلے کا ہے اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی نے جو مرویات جابر جعفی کو قبول کیا اُنمیں اسقدر تعصب اور عداوت نہ تھی اور بخاری نے اپنے نصب و عداوت کی جہت سے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے دوستی رکھتا تھا اور اُنکے فضائل کی روایتوں کو بیان کرتا تھا اُسکی روایتوں کو قبول نکیا اور اسی جہت سے اپنی کتاب میں خارجیوں سے روایت کرتا ہے اور اس تشدد نسب کے جہت سے بخاری اہل سنت کے نزدیک زیادہ معتبر ہے غرض یہ ہے کہ کلام تو ہمارا روایت متنازع فیہا میں ہے اور وہ نہ جابر ہے مروی ہے نہ ابو القاسم سے اُسکے راوی تو روات اہل سنت ہیں اور کسی نے اِس روایت کو وضعی نہیں لکھا ہے اور جن راویوں نے یہ فرماتے ہیں کہ متشیعین اور تفضیلیہ اُنسے تمسک کرتے ہیں وہ روایتیں فضائل اہل بیت کی ہیں باوجود یکہ اُنکی صحت میں کسیطرح کا وغدغہ نہیں ہے لیکن عداوت کی راہ سے کہتے ہیں اور شاہ صاحب نے بھی بہت روایتوں کو اُنکے فضائل کی وضعی یا ضعیف لکھا ہے اور اب ہم بھی مثل شاہ صاحب کے کہتے ہیں کہ مکاشفہ تحفہ اثنا عشریہ میں یہ ہے کہ اوائل اُنکی صحاح ستہ کے جمع کرنیمیں جو مشغول ہوئے وقت جمع کرنے احادیث صحیحہ کے احادیث موضوعہ متضمن مناقب خلفاء ثلاثہ اور امثال اُنکے اور مشروع ہونا احکام مبتدعہ کا مثل غسل رجلین اور جواز مسح خفین وغیرہ اور سنت ہونا صلوۃ ضحی کا اور سوائے اسکے روایت کیا اور بظاہر اپنے تئیں صلاح اور تقوی سے آراستہ کیا تاکہ عوام گمان کریں کہ جو کچھ نقل کرتے ہیں تدلیس اور تلبیس نہیں کرتے ہیں اور اس جہت سے حقیت خلفاء ثلاثہ کی اور مشروع ہونا احکام مبتدعہ کا اُنکے دلونمیں متمکن ہو جائے اور اس کید نے اُنکی بہت آدمیوں کو جو کہ حقیقت حال سے غافل تھے گمراہ کر دیا **قال الشیخ الاشعری** اعرض یہ ہے کہ شاہ صاحب کا لکھنا تو آنکھوں کے دیکھنے کی برابر ہے شیعہ سنی سب اُنکے علم اور تاریخ دانی اور تبحر مذہب طرفین کے قائل ہیں حتی کہ علم اہل سنت تو اپنا علم تھا علم مذہب شیعہ ہی اسقدر کہتے ہیں کہ علماء شیعہ کو بھی میسر نہیں چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ اسکے لئے گواہ موجود ہے لیکن اگر شاہ صاحب نقد فرماتے کہ بھی اور کہتا تب بھی رسالت کا شیعوں کی نسبت یقین بے ساختہ ہو جاتا کیونکہ اس تقیہ کی بچہ نے جھوٹ کو اُنکے لئے حلال طیب کیا واجب اور فرض تک کر دیا ہے لسان المیزان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بہت سے شیعیان نابکار نے کیا منجملہ حارث بن عضیمین ہے جو اعمش سے روایت کرتا ہے اور اسی قبیل سے حارث بن محمد معکوک ہے اور از انجملہ حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابو سعید عدوی مصری ہے جو ثقات کے نام سے جھوٹی باتیں روایت کرتا ہے خیر کہاں تک بزرگواران شیعہ کی بزرگی کی تعریف اور مدح میں رطب اللسان ہے کہ اس قسم کے مضمون بہت سی تھوڑی بہت پر رفع استبعاد اور تسکین خاطر سادہ لوحان کے لیے معروض ہوا کہ آیہ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا سے جسکا یہ ترجمہ ہے کہ اُنسے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جنہوں نے اللہ کے ذمہ بھی بہتان لگا دیے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں جو اللہ کے ذمہ طوفان جوڑ لیا کرتے ہیں اور کم عقلوں اور سادہ لوحوں کو بہکا دیتے ہیں سو اس امت میں اس فن میں حضرات شیعہ سے زیادہ اور کوئی جالاک معلوم نہیں ہوتا اور کیوں نہ جھوٹ سے اُنکے دین کا قیام ہے اگر یہ جھوٹ نہ بولیں تو اور کون بولے سو اُنکی نسبت جتنا کچھ کہئے تھوڑا ہے بالجملہ کتب رجال میں روایت جو کی قدح ہو بھی تو بوجہ حسن ظن علماء اہل سنت اور تقیہ کاران مذہب شیعہ اول تو حدیث اُنکی کم ہوتی ہے پھر جسکی ہوتی ہے اُسکے پیچھے سے محققین نے گو اُسکے بطلان کا اشتہار کر دیا لیکن تاہم کہاں تک پھیلی ہوئی بات کا سمیٹنا چھوٹے تیر کے ہٹانے کی برابر ہے بہرحال وہ روایتیں مشہور ہو گئیں اور مغفلین کو سرسبز کر دیا اور متشیعین اور مردمان تفضیلی کے لئے سامان اضلال ہو گئیں جیسے کہ تورات و انجیل کی تحریفات باعث ضلال و اضلال عالم ہو گئیں پر جیسے قرآن مجید نے تورات و انجیل کی غلطیوں کی اصلاح کر دی اور قسمت انکو ظلمات سے نکالکر نور میں پہنچا دیا ایسے ہی روایات صحاح اور تحقیقات محققین اولوالالباب نے ان تحریفات کا تدارک کر دیا اور جنکا مادہ قابل اصلاح تھا اُنکو ہدایت کر دی اور ضلالت سے نکالدیا باقی مولوی عمار علی صاحب یا اُنکے اقران امثال کے اگر اصلاح نہو تو کیا بعید ہے جنکے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اُنکے لیے قرآن جیسی حقانی کتاب سے اصلاح نہوئی بلکہ تحریفات آبائی اور تبدیلات اسلاف کے پابند ہیں ایسے ہی مولوی عمار علی صاحب بھی اسباب میں اُنہیں کے قدم بقدم ہیں اور موافق نقل مشہور ہے کہ کند ہمجنس باہمجنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز کذابوں کی روایات پر جم گئے اور اہل صدق کی بات کو نہ مانا سو وہ کیا کریں مَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ **اقول** شاہ صاحب کے لکھنے کا ہرگز اعتبار نہیں ہے اُنکا استحان ہو لیا ہے وہ بڑے کاذب ہیں اور اُنکا لکھنا آنکھوں کے دیکھنے کے برابر اُسوقت ہو کہ جسوقت وہ راست بیان کریں لیکن انہوں نے

بڑے بڑے جھوٹ لکھی ہیں جیسے کوئی دنکورات کہدی چنانچہ کچھ پہلے بھی گزرلیا ہی اور اُنکے علم و فضل کا ہمکو انکار نہیں ہے لیکن اس علم و فضل پر ایسا الزام زیب نہیں دیتا اور شیعوں کے مذہب سے تو وہ کیا آگاہ ہوتے نصر اللہ کابلی کی کتاب صواقع کو دیکھکر کچھ واقف ہوگئے ہیں اور اسکی کتاب کا انہوں نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کرکے ایک کتاب لکھی ہی اور نام اسکا انہوں نے تحفۂ اثنا عشریہ رکھا ہی لیکن انہوں نے یہ تحقیق نکیا کہ صواقع میں جو کچھ لکھا ہی نصر اللہ کابلی نے یہ سب سچ ہی یا جھوٹ بھی ہی اور بھال یہ ہی کہ اکثر اسمیں دروغ ہی اور جھوٹی نسبتیں شیعوں کیطرف کی ہیں چنانچہ یہ تحفہ اسکا گواہ ہی اور شیعہ ہرمقام پر تقیہ نہیں کرتے ہیں اور فرض ہونا تقیہ کا بعضے مقام پر قرآن سے ثابت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور فرماتا ہی کہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ اور اہل سنت کی کتابوں سے تقیہ ثابت ہے اور جو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور قول لسان المیزان کا مثل بول کی ہی ہمیہ حجت نہیں ہوسکتا کہ عداوت کی راہ سے وہ لکھا ہی اور جن لوگونکا نام لکھا ہی وہ بیچارہ فضائل علی بن ابیطالب کے روایتیں بیان کرتے تھے اسواسطے مجروح ہوگئے چنانچہ حاشیہ میں تحفہ کے مولوی عبدالعزیز صاحب نے خلاصۂ لسان المیزان سے لکھا ہی اور یہ شیخ جو کچھ کہتا ہی اُنکی ہی پیروی سے کہتا ہی اسمیں لکھا ہی کہ اُنمیں سے ایک حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابوسعید العدوی البصری ہی جو ثقات سے جھوٹی باتیں روایت آتا ہی اور وہ کیا ہی کہا کہ روایت کی ہی ہمکو صباح بن عبداللہ نے اور اُس نے شیعہ سے اور اُسنے اعمش سے اور اُسنے ابن ابیصالح سے اور اُس نے ابوہریرہ سے کہ النظر الی وجہ علی عبادۃ یعنی دیکھنا طرف روے مبارک علی کے عبادت ہے اور دوسری روایت اسی طرح کئی راویوں سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے انا وعلی نور ان سبح اللہ ونقدسہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ آلاف عام یعنی تھا میں اور علی نور کہ تسبیح کرتے تھے ہم خدا کی اور پاکی بیان کرتے تھے ہم اسکی پہلے اس سے کہ پیدا کرے خدا آدم کو چار ہزار برس یعنی چار ہزار برس پہلے آدم کے پیدا کرنے سے ہمارا نور پیدا کیا تھا اور بعد اسکے اسی طرح سے جابر سے روایت کی ہی کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا ہمکو کہ عرض کریں ہم اپنی اولاد پر دوستی علی بن ابیطالب کو اور بعد اسکے لکھا ہی حبان سے کہ شاید اُس نے ثقات سے ایک ہزار موضوعات روایت کی ہی اور قاضی اسمٰعیل نے اُسکو اس جہت سے قید کیا اُسنے اُسکے خوف سے اقرار روایات کے وضع کا کیا یہ وجہ تھی کہ وہ فضائل اہل بیت کی روایتیں بیان کرتے تھے اور لوگ بغض عداوت علی کے اُنکو تنگ اور قید کرکے اقرار وضع کا کرواتے تھے اور حالانکہ یہ روایتیں جنکو تعصب عداوت کی جہت سے باطل اور موضوع کہتے ہیں اُنکو بڑے معتبروں نے مثل طبرانی اور حاکم کے اپنی کتابوں میں لیا ہے اور ابن حجر جو بڑا متعصب ہے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھتا ہی فضائل علی بن ابیطالب میں الحدیث الخامس عشر اخرج الطبرانی والحاکم عن ابن مسعود ان النبی صلعم قال النظر الی وجہ علی عبادۃ اسناد حسن اور ایک اور روایت میں بھی لکھا ہی اور عائشہ سے روایت کی ہی اور حدیث کنت انا وعلی نورا الخ کتاب فردوس دیلمی اور مناقب ابن مغازلی اور مسند احمد حنبل میں موجود ہی پھر ان روایتوں کے موضوع اور باطل کہنے کی کیا وجہ ہے مگر عداوت علی ہی اس اندیشہ سے کہ ایسا نہو کہ فضیلت علی کی ثلاثہ کی فضیلت سے بڑھجائے اور ایسے ہی روایت اولاد پر عرض کرنی محبت علی بن ابیطالب کی ہی وہ بھی صواعق محرقہ میں بیان کرنے میں آیہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ کے لکھا ہی کہ اخرج الدیلمی انہ قال اوصانا ربنا بثلاث خصال حب نبیکم وحب اھل بیتہ وعلی قراءۃ القرآن یعنی وصیت کی ہمکو ہمارے پروردگار نے تین خصلتوں پر دوستی پیغمبر اپنے کی اور دوستی اہل بیت اسکی پر اور پڑھنے قرآن پر اور امیرالمومنین علی بن ابیطالب اہل بیت میں داخل ہیں بلکہ امام انکے ہیں پس جو کوئی قید کرے راہ عداوت سے حضرت علی کی فضائل کو بیان کرنیوالے کو اور اسکو کہے کہ اقرار کر کہ جو کچھ میں نے فضائل علی کی بیان کئی ہیں وہ سب موضوع ہیں اور وہ شخص اپنی حفاظت جان اور آرام کے واسطے اقرار کرے موضوع ہونیکا تو وہ روایتیں واقع میں موضوع نہیں ہوجاتیں ہیں وہ روایتیں اور مثل انکے کہ جنکو شاہ صاحب نے لکھا ہی اور شیعوں کا کید مقرر کیا ہی کہ ثقات محدثین اہل سنت سے سماعت کی اور اُنکے اسانید کو یاد کیا اور تقوی اور پرہیزگاری کرکے اپنا اعتبار بڑھایا اور احادیث صحاح کو روایت کیا اور اتنا روایت میں اپنی موضوعات کو درج کردیا اور یہ شیخ بھی اُنہی پر بھروسہ کرتا ہی حارث اور حسن کو کہ فضائل علی کی روایتیں بیان کرتے تھے دیکھا چاہئے کہ کیا عداوت ہے ان لوگونکو علی بن ابیطالب سے اور وہ ایسی ہی روایتیں تھیں جنکو بخاری نے قبول نکیا لیکن حسن روایت میں گفتگو ہی اسکو کسی نے موضوع نہیں لکھا ہی اسکی صحت پر اتفاق ہی محققین اہل سنت کا اور جو لوگ کہ خدا پر افترا کرتے ہیں وہ اہل سنت ہیں شیعہ ہرگز ایسے نہیں ہیں اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی کہ ایک روز حضرت جبرئیل لباس پشمینہ پہن کر آئے رسولخدا صلعم نے پوچھا کہ آج تم خلاف عادت ایسا لباس پہن کر کیوں آئے ہو کہا کہ تعجب مت کرو کہ سب ملائکہ نے لباس پشمینہ پہنا ہی اسواسطے کہ آج ابوبکر نے لباس پشمینہ پہنا ہی اس شادی میں ابوبکر بھی آئے اسی نسبت سے لباس پشمینہ پہنے ہوئے جبرئیل نے سلام حق کا ابوبکر کو پہنچایا اور کہا کہ حقتعالیٰ فرماتا ہی تو مجھسے راضی ہی اے ابوبکر ابوبکر نے تین دفعہ جواب دیا کہ میں راضی ہوں جبرئیل چلے گئے تاکہ جواب پہنچائیں منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یا رسولخدا اگر خدا سے ابوبکر راضی نہوتا تو دیا ہوتا اسیوقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ منافقین سے کہدو کہ راضی ہوتو اٹھارہ ہزار عالم کے آدمیونکو بھیجتا سفارش کرنے واسطے یہانتک کہ ابوبکر راضی ہوجائے پھر اقرار خدا پر کہ ابوبکر کی رضامندی کے واسطے خدا تعالیٰ ایسا کرے سو وہ اہل سنت ہیں اس امت میں خلفاء ثلاثہ کی مدح میں ایسے ایسے اقرار خدا پر باندھتے ہیں اور سادہ لوحوں کو بمنزلہ شیاطین راہ سے بے راہ کردیتے ہیں اور اس امت میں ایسے فرقے کے آدمی حضرات اہل سنت میں اسسے زیادہ اور کوئی جاہل کا معلوم نہیں ہوتا اور کیوں نہو جھوٹ انکے دین کا قوام ہی شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے دین کی محافظت کے واسطے بیچیں کتابوں سے زیادہ کا انکار کیا اور خلفاء ثلاثہ کی مدح میں بڑے بڑے جھوٹی معاویہ کے کہنے سے انکے علماء نے بنائیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہی سو یہ جھوٹ نہ بولیں اور کون بولے انکی نسبت جتنا کہئے تھوڑا ہے

اور روایت مذکورہ ان روایتوں میں سے نہیں ہے جو کہ دائر اور سائر ہوگئی ہیں یہ روایتیں حضرت علی کی فضائل کی ہیں جنکو اہل سنت موضوع کہتے ہیں اور شیعین اور مردان تفضیلی حجت پکڑتے ہیں حضرت علی کی فضائل میں اسواسطے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب ان تفضیلی کو اہل سنت میں سے لکھتے ہیں اس صورت میں وہ انہیں روایتوں سے تمسک کرینگے جو کہ حضرت علی کی فضائل کی میں ملعن ثلاثہ کی روایتوں سے چنانچہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اور اسی روایت کو موضوع کسی نے نہیں لکھا ہے بلکہ اسکو سر و چشم رکھتے ہیں اور قرآن نے گو اصلاح تورات اور انجیل کی کی لیکن حضرت عمر کا اعتقاد تورات ہی پر جما ہوا تھا کہ وہ اسکو لکھ کر لائے اور جناب سرور کائنات بہت ناراض اور رضا ہوئے چنانچہ کتب صحاح اہل سنت کے حوالہ سے پہلے اس سے ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور اس شیخ کے لکھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انکی کتابیں مثل تورات اور انجیل کو تحریف ہیں کہ بعضے شیعونکی روایتوں سے وہ معرف ہوگئی ہیں اور انکا مذہب جو ان کتابوں پر ہے وہ بھی باطل ہے کہ وہ کتابیں انکی مثل تورات اور انجیل کو انکی گمراہی کا باعث ہوگئیں اور اگر علماء نے انکی تحریفات کا تدارک کردیا اور لکھدیا کہ یہ روایت صحیح ہے اور یہ روایت موضوع ہے تو ہمارا مطلب اس سے ثابت ہوگیا اسواسطے کہ روایت مذکورہ ہی کو کسی نے علماء سلف میں سے موضوع نہیں لکھا اور شیعہ تو ہر طرح سے صحیحین پر ہیں کہ اپنی روایات کو سر و چشم رکھتے ہیں اور اہل سنت بھی کہ صلاحیت نصیب نہیں ہے کہ صدہا میں شیعوں کی اپنی صحیح صحیح روایتونکا انکار کرتے ہیں اور اپنے راویوں کو کاذب قرار دیتے ہیں اور کیونکر انکار نکریں کہ انکے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور جھوٹی روایتونکا جو کہ خلفاء ثلاثہ کی فضایل میں ہیں اعتقاد رکھتے ہیں انکے لئے قرآن جیسی حقانی کتاب سے اصلاح نہوئی بلکہ تحریفات آبائی اور تبدیلات اسلاف کے پابند رہے ایسے ہی شاہ عبدالعزیز صاحب اور یہ شیخ انکی پیروی اسبات میں انہیں کے قدم بقدم ہیں اور موافق مثل مشہور کہ کند ہمجنس باہمجنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با کذابوں کی روایات پر جم گئے اور اہل صدق کی بات کو سنا اسنا کردیا من یضلل اللہ فلا ہادی لہ **وقال الشیخ الاشعری** اگر ہم تسلیم کریں اور مناظرہ میں شیعوں سے نرمی ہی برتیں اور اسبات کے قائل ہوں کہ اس روایت میں کسیطرح کا قصور نہیں ہے تب بھی شیعوں کی آنکھوں میں خاک ہی رہیگی کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو مشکوۃ کی روایت اصح ہے اور یقینی ہے تو وہ روایت اقوی ہے اسکو ترجیح نہیں ہوسکتی وہی بہرطور مرجح رہیگی اور یہ باتیں ہمیں نہیں کرتے کہ اصح اور اقوی کو صحیح اور قوی پر مقدم کہتے ہیں تمام عالم ہی کرتا ہے عقل اسی بات کی شاہد ہے شیعہ ہر چند عقل سے کچھ غرض نہیں رکھتے اسی طریق پر چلتے ہیں اور اگر یہ نکریں تو پھر دین سے دست بردار ہوں کیونکہ انکی یہاں اختلاف کے برابر کسی مذہب میں اختلاف ہی نہیں چنانچہ ناظران تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام و غیرہ مصنفات مولانا حیدر علی پر پوشیدہ نہ رہیگا اور قدر قلیل اسکا کچھ پتا اس رسالہ میں سے بھی ملیگا اور دور کیوں جائے مولوی عمار علی صاحب تو یوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی صرف حضرت فاطمہ زہرا کی اور کوئی بیٹی ہی نہیں اور کلینی نے احتجاج اور نہج البلاغت بلکہ خود کلام ربانی تعدد بنات نبوی پر شاہد ہیں چنانچہ اوپر مفصل مذکور ہوا تو اب ہم مولوی صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ آپ اگر جھوٹے ہیں پر بزعم خود تو سچے ہیں اور معتقدوں کے نزدیک تو آپ کی بات سے پہلے خدا کی بات سے پہلے تو آپکی روایت ہی خواہ مخواہ آپکو صحیح ماننی پڑی اور کافی کلینی خود اصح الکتب ہے اور نہج البلاغت بمنزلہ وحی آسمانی اور قرآن خود وحی آسمانی ہی پھر آپنے باینوجہ کہ خدا کی فرمودہ میں تو بدا کا احتمال ہے اور کافی اور نہج البلاغت میں ائمہ کا قول اسباب میں منقول ہے اور انکے علوم علم خداوندی اور علم نبی کا خود نبی صلعم خدا ہی سے لیتے ہیں تو اس صورت میں بھی انکی اقوال میں بھی یہی احتمال رہا اور آپکو نہ خدا ہی واسطہ اور نہ رسول اللہ صلعم سے واسطہ آپنے جو اپنی زبان اور قلم سے کافی کی روایت کو حضرت امیر اور خدا کی شہادت سے اصح سمجھکر مقدم رکھا یہ ترجیح آپکے نزدیک صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو فبہا المراد ورنہ چشم ما روشن دل ما شاد یہ بات تو آپ نہیں کہیں گے کہ ہاں سوا یہ قول کہ سوا حضرت فاطمہ کے رسول اللہ صلعم کے اور کوئی بیٹی ہی نہیں غلط ہے باقی اس ترجیح کو صحیح اصح پر راجح ہے حضرت علی کے اس قول سے ہم مرجح کردینگے جو نہج البلاغۃ میں مندرج ہے الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذیب یعنی گروہ اعظم کے ساتھ رہو اسلئے کہ اللہ کا ہاتھ بڑی جماعت کے اوپر ہے اور دیکھو مجمع سے الگ مت ہو اسلئے کہ مجمع سے نکلا ہوا آدمی شیطان کے لئے ہے جیسا کہ ریوڑ سے الگ رہی ہوئی بکری بھیڑیے کے لئے ہوتی ہے فقط سو بالفرض بالفرض محال مولوی صاحب کی جھوٹی بات یعنے حضرت زینب ہلوی کا بیٹی ہونا اگر سچ بھی ہو تب مرتبہ صحت سے تو آگے چلنے ہی کی نہیں پھر اسکو اصح الاقوال پر ترجیح دینے میں تمام عالم سے علیحدہ ہونا ہے سو سوجھے شیطان کے زمرہ میں داخل ہونا مولوی صاحب کو مبارک سبحان اللہ ہر یکے را بہر کارے ساختند مہر او اندر دلش انداختند شیعو نکو خداوند کریم نے غلطی ہی جی ہنسی کے لیے پیدا کیا ہے جو ایسی ایسی براہین قاطعہ سنکر بھی باز نہیں آتے اور جسے از صادق کو بھی نور آفتاب سے فیضیاب نہیں ہونا یہ کوران مین بھی ان لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور جو مثل آفتاب روشن و روشن ہیں مستفیض نہیں ہوتے **اقول** خاک سینوں کی آنکھوں میں ہے جو اپنی موضوع روایت سے شیعوں پر حجت پکڑتے ہیں اور اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں ارے نامعقول ہم اپنی روایت سے کیا تجھپر حجت پکڑینگے جو تو اپنی روایت صحیح کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے مجھکو شرم نہیں آتی اور یہ روایت ایک کتاب کی جماعت کثیرہ کی کتابونکی روایت کا کیونکر مقابلہ کریگی اور اپنی خوشی تو اسکو اصح کہتا ہے ہم تو اسکو ضعیف بھی نہیں کہتے بلکہ موضوع کہتے ہیں پہلے تو اسکا صحیح ہونا ثابت کر تب دوسری اصح ہونیکا کیجو اور عالم جو ترجیح دیتا ہے تو صحیح روایتوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے اور ہم تو اسکا صحیح ہونا تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں اور ہنسی فرض کیا کہ وہ روایت مشکوۃ کی بھی صحیح ہے لیکن اصح کیونکر ہوگی ایک کتاب کی روایت بلکہ اصح وہ روایت ہے کہ جسکو ایک جماعت نے نقل کیا ہے اس صورت میں بھی ترجیح ہماری ہی روایت کو ہوگی مشکوۃ کی روایت پر اور عقل سینوں ہی میں نہیں ہوتی ہے اگر عقل ہوتی تو موضوع روایت کو صحیح پر ترجیح نہ دیتے اور اختلاف اہل سنت میں کیا کم ہے اسقدر اختلاف ہے کہ ایک کتابے اس قدر

میں تصنیف ہوئی ہے اختلاف الائمہ رحمۃ لامۃ اور اس اختلاف کو رحمت مقرر کیا ہے اور جناب رسولخدا صلعم سے منقول ہے سنیونکی تا بونمیں کہ فرمایا حضرت نے اختلاف امتی رحمۃ اور تو اختلاف پر طعن کرتا ہے
اور مولویصاحب نے ترجیح دی ہے کلینی کی روایت پر اس روایت کو کہ جسسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوائے حضرت فاطمہ زہرا کے اور کوئی صاحبزادی حضرت کے نطفہ سے نتھی اور کلینی کی روایت کا انکار نہیں
کیا ہے کہ کلینی میں روایت نہیں ہے بلکہ ترجیح دیکر دوسرے کے موافق لکھا ہے کہ اور کوئی دختر سوائے فاطمہ زہرا کے حضرت کے نطفہ سے نتھی نہیں وہ دونو روایتوں کو صحیح جانتے ہیں اور تو موضوع روایت
کو صحیح روایت پر کیونکر ترجیح دیگا اور نہج البلاغت سے بصراحت یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے نطفہ سے کئی بیٹیاں تھیں اور کلام ربانی میں جمع کا لفظ اگرچہ آیا ہے لیکن جسوقت یہ آیت نازل ہوئی
تھی اسوقت سوائے فاطمہ کے انمیں سے کون نزدیکی روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ رقیہ تو سنہ دو ہجری میں پیدا ہوئی تھیں اور یہ آیت نازل ہوئی سنہ پانچ میں اور اسکو جانے دیجے باعتبار عرف کے بتنے
اور نہ دوجہ کی بیٹیاں بھی اپنی ہی بیٹیاں کہلاتی ہیں عرف کے اعتبار سے فرمایا ہے اور پہلے اس سے ہم جواب اسکا تفصیل سے لکھ چکے ہیں دیکھلو اور جھوٹے تو تم ہو اور شاہصاحب ہیں جنہوں نے اسقدر کتابوں کا
انکار کیا اور وہ تو اپنی زعم میں ہی جھوٹے ہیں انہوں نے جان بوجھکر اسقدر کتابوں کا انکار کیا ہے اور یہ بھی تو تمہارا ہی اعتقاد ہے کہ اپنی سلف کی جھوٹے کلام کو خدا کے کلام سے زیادہ جانتے ہو اور انکے
کلام سے پھرنا خدا کی بات سے پھرنا جانتے ہو اور کافی تمہارے نزدیک اصح الکتب نہیں ہے بلکہ تمہارے نزدیک سب کتب احادیث باطل ہیں اور روایتیں ہمکی نہیں سب طرح کی ہیں اور وہ تم ہی ہو کہ بخاری کو اصح الکتب
کہتے ہو اور پھر اسمیں قدح کرتے ہو اور اکاذیب پر شامل جتلاتے ہو اور نہ تمہارے نزدیک نہج البلاغت وحی آسمانی ہے جناب امیر علیہ السلام کے طرف اسکے قولوں کو منسوب کرتے ہیں اور قول اسکے موافقین اور
مخالفین سب لیکر جمع کئے ہیں اور علماء اہل سنت بھی اقرار کرتے ہیں کہ وہ کلام جناب امیر علیہ السلام کا ہے اور قرآن تو ہمارا ایمان ہے اور بدا میں کسیطرح کی خرابی نہیں ہے وہ مثل ناسخ اور منسوخ کے ہے اور جسکو
تو بدا کہتا ہے اسکے ہم قایل نہیں ہیں اور جو قول امام ہے ہم برسر وچشم اسکو تسلیم کرتے ہیں لیکن اقوال ائمہ معصومین مثل اقوال سولخدا ہیں کہ آپسمیں مختلف ہوتے ہیں بحسب اختلاف رواۃ اور ایک قول کو
دوسرے قول پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں ہم کہ مولویصاحب نے کافی کی روایت کا انکار تو کیا ہی نہیں ہے بلکہ اسکے مخالف دوسرے روایت کے موافق ترجیح دیکر لیا ہے
اور وہ روایت کافی کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور جو کچھ نہج البلاغت یا اور کتابوں میں ہے کہ حضرت کی کئی بیٹیاں تھیں تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ہاں وہ سب حضرت ہی کی نطفہ سے تھیں ہمنے اب تسلیم کیا اور ہمنے جو
یہ قرار کیا تو تمہارے مذہب میں اس سے کیا قباحت لازم آئی لیکن اب تمکو چاہئے کہ تم بھی اس روایت دعوی ہبہ کے قایل ہو کر اس روایت کو جماعت کثیرہ نے لکھا ہے ہمنے تو ایک جماعت کو ترک کرکے ایک کتاب کافی
کی روایت پر عمل کیا اور تم ایک کتاب کے روایت کو ترک کرکے جماعت کثیرہ کی کتابوں کی بھی روایت پر کیا عمل نکروگے اب تمکو لازم ہے کہ جماعت کی روایت پر عمل کرو اور خلفاء ثلاثہ کی غاصبیت کے
قایل ہو اور واسطہ خدا اور رسولخدا سے تو تمکو نہیں ہے اور ہم تو وہی کہتے ہیں جو خدا اور اسکے پیغمبر نے فرمایا ہے اور اگر تو نے مولویصاحب کے قول کو بذیان اور بیہودہ اس لیے کہا ہے کہ حضرت عمر نے تو رسولخدا
کے ارشاد کو بذیان اور بیہودہ کہا تھا اور ترجیح دینے کو کافی کی روایت پر تو ہم پہلے اس سے لکھ چکے کہ وہ غلط نہیں ہے اور صحیح کو اصح پر ترجیح دینا تو اسوقت تم مرجوح کہو کہ جب کوئی اس اصح کو ضعیف
بھی کہتا ہو چہ جائیکہ صحیح یہاں تو اسکو موضوع کہتے ہیں پھر تم کسکو ترجیح دیتے ہو اور یہ قول جناب امیر کا الزموا السواد الاعظم مراد سواد اعظم سے حضرت امیر نے اپنی جماعت مراد لی ہے اور خطاب کے
اپنی طرف الحاق کرنیمیں اور بعضے کتب اہلسنت سے مثل تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر کے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جناب سولخدا صلعم نے حضرت علی مرتضی کو سواد اعظم فرمایا ہے اور یہاں حضرت امیر نے اپنی ذات یا اپنی جماعت کو
سواد اعظم فرمایا ہے اور ہر سواد اعظم مراد نہیں ہو سکتا کہ بعضے سواد اعظم احتمال ضلالت کا رکھتے ہیں اسواسطے کہ حضرت امیر نے دوسرے خطبہ میں معاویہ کو بھی سواد اعظم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا کہ علیکم بہذا السواد الاعظم اور اگر ہر سواد
اعظم حق پر ہو تو چاہئے کہ یزید اور یزیدیان حق پر ہوں اور دست خدا انہی جماعت پر ہو اور حضرت امام حسین مع فرزندوں میں داخل ہوں اور قتل ہوا اہل مدینہ کا اور تاراجی مدینہ کی اور بے ادبی روضہ مقدسہ
اور مسجد حضرت کے جو یزیدیوں کے عمل سے وقوع میں آیا ہے سب حق اور صواب ہو اور جو سواد اعظم حق پر ہو ہم اس سے علیحدہ نہیں ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں تو اسوقت کہنا چاہئے کہ جسوقت ہم انکے
قول کو نہ مانتے ہوں لیکن وہ اقوال انکے ہمارے مطلب کو باطل نہیں کرتے ہیں سیمیں مولویصاحب کا کچھ جھوٹ نہیں ہے جھوٹے تم ہو جو سچ کو جھوٹا کہتے ہو اور اگر ہم اسمیں تمہارے موافق نہ کہیں تو اسمیں ہی ہمارے کچھ
قباحت نہیں ہے اور یہ قول جناب امیر کا جو ہے الزموا السواد الاعظم روایت دعوی ہبہ فدک میں ہمارے قول کی تائید کرتا ہے کہ اسکو ایک جماعت کثیرہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور تم ایک مشکوۃ کی روایت کو لیے بیٹھے ہو اور بالفرض
بفرض محال تمہاری جھوٹی بات یعنی فدک کا ہبہ بخیال اگر سچ بھی ہو تب مرتبہ صحت سے تو آگے چلتی ہی نہیں ہے اسکو اصح قول پر کہ جو جماعت کی جماعت کے قول میں ترجیح دینے میں تمام عالم سے علیحدہ ہوتا ہے سو وجہ سے
شیطان کے زمرہ میں داخل ہوا اس شیخ نجدی کو مبارک سبحان اللہ ہر یک راہبر کارے ساختند مہر او اندر دلش انداختند سنیونکو خدا و مدار نے غلطی پر جمع ہونے کے لیے پیدا کیا ہے جو ایسی ایسی برہمن قاطعہ
سنکر بھی باز نہیں آتے اور جیسے اندھا دنکو بھی نور آفتاب سے فیضیاب نہیں ہوتا یہ کو ان میں بھی ان دلایل ہے جو مثل آفتاب روشن ہیں مستفیض نہیں ہوتے قال الشیخ الاشعری الغرض روایت مشکوۃ کی صحیح ہو
یا نہ ہو ہمکو تامل ہے جو دن کو آفتاب کے ہوتے میں متردد ہوتا ہے لیکن ایسی حجتی الا محبتونکی حجت جوا بھی ہمنے تمکو تسلیم کر دی ہے اسلئے ہم کہتے ہیں کہ سلمنا علماء شیعہ کے اس فقرہ کی تصحیح بھی اور روایت مشکوۃ کو روایت
تصحیح نہ بھی لیکن جھوٹی بات کسیطرح پانو نہیں جلتی اب بھی جو تمہارا مطلب اس روایت سے نہیں ہو سکتی کیونکہ جو حدیث اس مضمون کی شیعونکی چار یا پانچ کتابونمیں داخل ہو گئی تب اتنی بات سے ثابت ہو جائیگا بلکہ لفظ اعلی ملقح ہے جو اہل عربیت زمین استعمال کرتے ہیں دفع تردد کے لیے اس روایت ہی کو بعینہ نقل کئے دیتا ہوں حق فرقہ میں در باب رد فدک تصنیف ہوئی ہے اور حجج کی فصلنامہ میں ابوبکر پر
کے اس روایت سے اگرچہ شیعونکی گہری ہوئی ہے ابوبکر صدیق کی فضیلت ہی نکلتی ہے اور شیعوں نے ہر چند طعن کی بات گہڑی تھی پر خوبی قسمت سے تعریف ہو گئی ہے گو مولویصاحب اور انکے اتباع کو یہ بھی نظر نہ آیا

چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نمایدہنرش در نظر وہ روایت ہی اخرج الحافظ بن شیبتان زید الامام الجلیل قیل لہ ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ فقال انہ کان رحیما وکان یکرہ
ان یغیر شیئا قولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک فقال ھل لک فیشھد لھا علی ذلک ام ایمن فقال لھا فبرھل والتوہ
فتحقیقہا قال اللہ لم یرجع الامر فیھا الکفیقضا ابوبکر حاصل یہ ہی کہ حافظ عمر بن شیبہ نے کسی سند سے بیان کیا ہی کہ حضرت زید سے جو امام جلیل القدر ہیں یعنی زید بن امام زین العابدین سے کسی نے کہا کہ ابوبکر صدیق
نے حضرت فاطمہ سے فدک چھین لیا تہا انہوں نے فرمایا وہ بڑی رحم دل ہی یعنی انسے ایسا کام کب ہو سکتا ہی یہ تو سنگدلوں کا کام ہی وہ تو بڑی رحم دل تہی پر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے
کسی انداز کے بدلنے کو انکا جی نہیں چاہتا تھا اور اسکے بدلنے سے انکو کراہت آتی تہی سو فاطمہ انکے پاس تشریف لائیں اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجہکو فدک دیا تھا
سو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا کوئی گواہ ہی اسپر حضرت علی اور ام ایمن نے گواہی دی انہوں نے فرمایا کہ ایک مرد اور ایک عورت سے تو حق ثابت نہیں ہو سکتا اسکے بعد حضرت زید فرماتے ہیں کہ والد اگر
یہ مقدمہ میرے یہاں رجوع ہو تو میں اسمیں وہی حکم دوں جو ابوبکر نے حکم دیا فقط **اقول** روایت مشکوۃ کی جو ایک کتاب میں ہی مخالف ہی اس روایت کی جو کتب کثیرہ میں ہی اور ایک
جماعت نے وہ روایت نقل کی ہے اس صورت میں روایت مشکوۃ کی موضوع ہونیمیں وہی متردد ہو سکتا ہی جو دن کو آفتاب کے ہونیمیں متردد ہوتا ہی اور روایت مشکوۃ کی موضوع ہونیکی
ایک وجہ یہ ہی کہ ابوبکر جوہری نے جو کتاب سقیفہ میں صاف لکھا ہی کہ عمر ابن عبد العزیز نے اولاد فاطمہ سے انکا حق سمجہکر دیدیا تہا اور اسی شیعونکی ہرگز غلط نہیں ہے بلکہ صحیح ہی کہ جو کچھ
کہتے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہتے ہیں اپنی کتابوں سے جیسے کہ یہ شیخ اپنی کتاب سے لکھتا ہی اور مشکوۃ کی روایت کو بار بار بیان کرتا ہی اسی غلطی پر ہی اور شیعونکی ہر طرح سے مطلب براری
ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور یہ روایت ہبہ کرنے فدک کی اہل سنت کی بڑی معتبر کتابونمیں مندرج ہے جو کہ بہت مشہور ہیں اور وہ ایسی کتابیں کہ وہم بہی نہیں ہو سکتا کہ شیعوں نے اپنی
روایت انمیں داخل کر دی ہوگی اور نہ کسی عالم سنی نے اسکی طرف کسی کتاب میں اشارہ کیا ہی یہ شیخ نجدی جو چاہتا ہی سو کہتا ہی اور روایتونمیں اہل سنت کی کتابوں کے ہبہ اور نحلہ کا لفظ
موجود ہے اور اگر اعطا کا لفظ کسی روایت میں تو اسمیں ہبہ ہی مراد ہی اور عاریت کو وہاں کچھ دخل نہیں ہے لیکن اس جھوٹے دغاباز کی چالاکی کو دیکھنا چاہئے کہ جو صحیح روایت دعوی
ہبہ کی صواعق محرقہ میں موجود ہی اور اسکے لکھے ہوئی روایت کے اوپر چند سطر وں کی فاصلہ سے وہ بہی لکھی ہوئی ہی اسکو تو لکھا نہیں ہی اور ایک روایت موضوع گھڑی ہوئی دشمنان فاطمہ
زہرا علیہا السلام کو لکھ دیا ہی اور جو روایت صحیح دعوی ہبہ فدک کی اسکو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں وہ یہ ہی وہ دعواہا انہ نحلہا فدک الزوجات علیہا الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ
علی ان فی قبول شہادۃ الزوج لزوجتہ خلافا بین العلماء یعنی اور دعوی کرنا فاطمہ کا ابوبکر سے کہ تحقیق اس رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے بخشا ہی اس فاطمہ کو فدک لاہی وہ فاطمہ اس دعوی
پر گواہ مگر علی کو اور ام ایمن کو پس کامل ہوئی مقدار گواہونکی اور وہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں علاوہ اسکے یہ ہی کہ قبول ہونے گواہی شوہر میں اسلئے زوجہ اسکی کے اختلاف ہے
درمیان علما کے دیکھو صواعق محرقہ ہی میں نحلہ کا لفظ جو بخشش کے معنے میں ہے موجود ہی اور اس شیخ نجدی نے اس روایت کو ترک کیا اور ایک اور روایت گھڑی ہوئی نواصب کے ذکر کی
اور سوا اسکے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ ادعت فاطمۃ انہ نحلہا ابوہا فدک نحلۃ وعطیۃ حاصل یہ کہ دعوی کیا فاطمہ نے یہ کہ تحقیق اس رسولخدا صلعم نے بخشا ہی اسکو یعنی دیا ہی اسکو از روے
بخشش اور بخشش کے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی فلما مات رسول اللہ صلعم ادعت فاطمۃ رضہ انہ کان نحلہا فدک یعنی پس جسوقت فوت پائی رسولخدا صلعم نے تو دعوی کیا فاطمہ زہرا نے کہ تحقیق اس رسولخدا
صلعم نے بخشا تہا اسکو فدک اور ریاض النضرۃ میں لکھا ہی کہ جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعط فدک فان رسول اللہ صلعم وہبہا لی یعنی آئی فاطمہ رضہ طرف ابوبکر کے پس
کہا کہ دیدے تو مجہکو فدک کہ تحقیق رسولخدا صلعم نے ہبہ کیا ہی اسکو واسطے میرے اور ملل نحل میں لکھا ہی کہ ودعوی فاطمۃ وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری یعنی اور دعوی کرنا فاطمہ کا وراثت کا کبہی اور
ملکیت کا کبہی اسی طرح سب کتابونمیں لکھا ہی اور اس روایت میں صواعق محرقہ کے جو زید بن علی کیطرف منسوب ہے مراد اعطا سے بہی ہبہ ہے نہ عاریت اسواسطے کہ سب کتابونمیں تو دعوی ہبہ
کا لکھا ہی یہاں اعطا سے مراد عاریت کیونکر ہوگی اور عاریت کے واسطے گواہونکے طلب کرنیکی کیا حاجت تہی جو چیز کہ عاریت ہوئی اسکو جب چاہا لیلیا اور حضرت فاطمہ عاریت کا دعوی
کیوں کرتے جو کہ حق مساکین اور فقرا کا تہا اہل سنت کی نزدیک اور یہ روایت جو حضرت زید سے بیان کی ہی بالکل موضوع ہی وہ ایسا کیوں کہتے اور پہر کہتا ہی کہ شیعونکی گھڑی ہوئی ہی شیعہ
تو لعنت کرتے اوپر جسنے یہ روایت زید کیطرف منسوب کی ہی تم بہی لعنت کرو اوپر اسکے ہم مذہبوں پر اور دیکھو صواعق محرقہ کیسی مشہور کتاب ہی اسکو کہتا ہی کہ گمنام کتاب اور کیا اب
اور خود ہی کہتا ہی کہ اعطا کا لفظ ہبہ اور عاریت میں دونوں میں مستعمل ہوتا ہی اور اسکے قرائن کو نہیں دیکھتا ہی کہ یہاں کونسی معنی ہے ہاں ہیں صواعق محرقہ کے دوسری روایت ہی کو دیکھ لیا
ہوتا جس میں صاف ہبہ پایا جاتا ہی اسی کو دیکھ کر سمجہ گیا ہوتا کہ مراد اعطا سے ہبہ ہے لیکن وہ روایت صواعق محرقہ کے ہبہ کے کہ جو زید کی روایت کے قریب ہی ہی ضرور اسنے دیکھی ہوگی لیکن
ازراہ تعصب اس روایت کا تو انکار کیا اور ایک روایت موضوع کا جو کہ زید کی روایت ہی کے واسطے دہوکا دینیکے ذکر کر دیا کوئی بہی ڈھنگ ہی انکا کیسے عاجز ہیں شیعونکی جواب دینیمیں کہ کچھ نہیں بن
پڑتا ہی انسے اور یہ جو لکھتا ہی کہ صواعق رد رفض کے واسطے تصنیف ہوئی ہی رد تو وہ کیا کریگا کہ وہ اس رد سے ہنگ کی نہیں ہیں اور ایسا بیان کرتے ہیں کہ لوگ انکو کہتے ہیں ابن حجر جو مادہ نر لیکن
قاضی نور اللہ شوستری کے نواسہ نے کار عجیب اور غریب کیا ہی کہ صواعق محرقہ کا رد صواعق محرقہ ہی سے کیا ہی اور جو روایت وہ اسکے رد میں لائی ہیں اسی کتاب کے روایت لائی ہیں کسی دوسری کتاب سے

قال الشیخ الاشعری اب غور فرمایئے کہ ہر چند افترا گردہ کذابان شیعہ ہی جو بظاہر بحیلۂ تقیہ متقی اور بباطن مدکرد اند تھے لیکن موافق مثل مشہور حق برزبان جاری شود لفظ وہبہا جو صریح ہبہ اور تملیک پر دلالت کرتا تھا واضعان روایت کو نہ سوجھا لیکن تعریف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہنی پڑی اور پھر تعریف بھی کیسی کچھ اور وہ بھی امام زادہ سی اور امام زادہ بھی کون جو خود بھی جلیل القدر اور والد ماجد تلامین ہی خیر مصنفوں کی خدمت میں عرض ہی کہ اگر یہ روایت منجملہ عیوب قادح اعتبار سی بری ہو اور پھر ہر رتبہ روایت متروکہ بھی ہو تب اعطا سی بدو وجہ ہبہ ثابت نہیں ہوتا ہی اول تو یہ کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا یہ جواب از قبیل مماشاۃ مع الخصم یعنی بطور تنزل اور تسلیم ہی یعنی اگر تسلیم کیجے کہ ہبہ ہی لیا تھا تو اسکی فلانی وجہ تھی مگر ظاہر ہی کہ اس صورت میں اس روایت سے ہبہ کا ثبوت نہوگا بلکہ انکار تملیک کا دوسرے کہ اردو میں اعطاء کا ترجمہ دینا ہی سو جیسے ہبہ میں دینا اور عطا بولتے ہیں ایسے ہی عاریۃ میں بھی یہ دونو لفظ دونو زبانوں میں مستعمل ہوتے ہیں اور سند اسکی حدیث صحیح مقبول الطرفین ہے، وہ حدیث یہ ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ وسمعوا اللہ ورسولہ مطلب ہی کہ غزوۂ خیبر میں حضرت علی کو جھنڈا عنایت کرنے سی ایکروز پہلے رسول اللہ صلعم نے یہ شاد فرمایا کہ کل کو لشکر کا جھنڈا ایسے شخص کو دونگا جو خدا اور رسول اللہ صلعم کا محب اور خدا اور رسول اللہ صلعم محبوب ہے فقط اب غور فرمائیے کہ اس حدیث میں بھی اعطاء کا مادہ موجود ہی پر کسی نادان کو بھی یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ جھنڈا ہبہ کیا دیا بلکہ جیسا دستور ہی کہ جرنیل سپاہیوں کو اور وزیر وزارت وزیروں کو اور خزانہ کی کنجیاں خزانچیوں کو دیدیا کرتے ہیں اور وہ دینا بطور امانت ہوتا ہی اسی لئے جب اسکو معزول یا موقوف کر دیتے ہیں تو یہ سب شیا جو ہبہ نہیں لیتے ہیں ایسے ہی سپہ سالار کو جھنڈی کا دینا بھی بوجہ یہ ثابت ہوتا ہی خصوصا رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کہ اس زمانہ میں بلکہ اصحاب کرام کے زمانہ میں بھی ہر لڑائی کا ایک جدا ہی افسر ہوتا تھا اس لڑائی میں تو خود سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات ہی سپہ سالار تھے فقط لڑائی کے وقت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو اسقدر انبوہ کا افسر کر دیا تھا جو مقابلہ پر بھی بھیجے گئے تھے الغرض جھنڈا ہی عطا کرنا بطور امانت تھا **اقول** یہ روایت بدکی دشمنان اہل بیت کی وضع کی ہوئی ہی اور شیعہ اس روایت کے بنانیوالے پر لعنت کرتے ہیں اور جواب تو اسکا ہم دیچکے کہ اس روایت موضوعہ میں اعطاء سے مراد ہبہ ہے اور ہبہ کے رد تمہیں اہل سنت کی کتابوں سے بیان کر دیں یہانتک کہ خود صواعق محرقہ ہی جسمیں یہ روایت ہے بیان کر دیا کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعوی کیا تھا اور اعطاء کی لفظ کو یہ کہتا ہی کہ ہبہ اور عاریت میں دونو میں مستعمل ہوتا ہی ہاں ہم بھی تسلیم کیا لیکن یہاں اعطاء سے مراد ہبہ ہے اور عاریت مراد نہیں ہے اور اسکی تائید کو ہمنے روائتیں ہبہ کے بیان کر دیں اگر تو سچا ہی اور کہتا ہی کہ مراد اعطاء یہاں عاریت ہے تو ایک روایت عاریت کی تو بیان کر دی جیسے کہ ہمنے کئی روائتیں ہبہ کے بیان کی ہیں اور منصف آدمی انصاف کریں اور ملاحظہ فرمائیں کہ اس مقدمہ میں ہم تو حوالہ انکی کتابوں کا دیتے ہیں اور یہ اپنی کتاب کا حوالہ دیتا ہے یکونہ حق پر ہو جائیگا اور دوسرے کے بطلان کی یہ دلیل ہی کہ اس شیخ نے پہلے اس سے کئی مرتبہ انکار کیا ہی اور لکھا ہی کہ ہماری کسی کتاب میں دعوی ہبہ کی روایت نہیں آئی اور اب اس ایک روایت موضوعہ سے ہمارے مطلب کی ثابت کرنیوالی کو لایا اگرچہ اسمیں احتمال وضع عاریت کا لکھتا ہی لیکن یہ دعوی کرنا حضرت زہرا کا اور گواہی دینی حضرت علی اور ام ایمن کی اس روایت موضوعہ سے بھی ثابت ہو گئی اور وہ احتمال عاریت کا باطل ہی کسی نادان کی بھی عقل میں نہ آئیگا کہ کوئی عاریت کا دعوی بھی کیا کرتا ہی اگر کوئی دعوی کرتا ہی تو اپنی ملک کا دعوی کرتا ہی اور ہمارا اعتراض اس روایت کے موافق نہیں ہے بلکہ صواعق محرقہ کی دوسری روایت کے سند ہی اور سوا اسکے اور کتابوں کی روایت کی سند ہی اور شیعوں کی بنائی ہوئی یہ روایت نہیں ہے جسکو تو کہتا ہی کہ افترا کذابان شیعہ ہی ہم اس روایت کے بنانیوالے پر لعنت کرتے ہیں اگر تو راست گو ہی اپنے قول میں تو بھی لعنت کر اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ زید شہید نے ہرگز ایسا نہیں کہا اور جو لفظ اعطاء صحت ہبہ پر دلالت کرتا ہی وہ اور روائتوں میں موجود ہی یہانتک کہ صواعق محرقہ میں بھی موجود ہی اسیواسطے اس روایت میں جو اعطاء کا لفظ آیا ہی اس سے بھی مراد ہبہ ہی ہی اور وہ اضعان روایت اہل سنت ہی ہیں کہ جنہوں نے ابوبکر کو رحیم لکھا ہی اور امام جلیل القدر نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا ہی اور ہمارے نزدیک تو یہ روایت عیوب سے بھری ہوئی ہی کہ ابوبکر قسی القلب کو رحیم لکھا ہی اور روایت متروکہ کی تو سراسر موضوع ہی اسکا یہاں کیا ذکر ہی اور ہم تو حضرت زید کے اس قول کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ بطور تنزل وتسلیم کے اسکو تو کہتا ہے اور ہبہ اس روایت سے بھی ثابت ہے جیسے کہ ہم کہہ چکے اور ہمنے تسلیم کیا کہ اعطاء دینے کے معنی میں ہے لیکن مراد اس سے ہبہ ہے اور ہبہ میں بھی دینا ہی ہوتا ہی اور عاریت یہاں ہرگز مراد نہیں ہے جیسے کہ اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور جو حدیث کہ سند میں لایا ہی اسکا قیاس اسپر نہیں ہو سکتا اگر اس حدیث میں بالفرض اعطاء سے مراد عاریت ہو تو اس روایت میں مراد عاریت نہیں ہو سکتی کہ اسمیں سب قرائن ہبہ کے موجود ہیں اور اب ہم اس حدیث کو مفصل بیان کرتے ہیں تا کہ دیندار لوگوں کو اسپر اطلاع ہو لکھا ہی کہ جب خیبر کی لڑائی درپیش ہوئی تو رسول خدا صلعم نے اپنا نشان ابوبکر کو دیا اور ہمراہ انکے جماعت صحابہ کی واسطے فتح خیبر کے روانہ کی خلیفہ صاحب روانہ ہوئے اور جب مخالفین سے مقابلہ ہوا تو تاب انکی جنگ کی نلاکر مع ہمراہیوں کے بھاگ کر چلے آئے اور دوسرے روز حضرت نے نشان اپنا عمر کو دیکر اور ایک جماعت کو ہمراہ اکے مخالفین سے لڑنیکو بھیجا وہ بھی مثل اول کے بھاگ کر چلے آئے تب چال حضرت نے دیکھا تو فرمایا حضرت نے کہ لاعطین الرایۃ رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ یعنی البتہ دونگا میں نشان اپنا کل کو ایسے مرد کو کہ حملہ کرنیوالا ہو نہ بھاگنے والا ہو کہ دوست رکھتا ہو خدا کو اور پیغمبر اسکے کو اور دوست رکھتا ہو اسکو خدا اور پیغمبر اسکا فتح کریگا خدا ہاتھ اسکے پر جب حضرت نے ایسا فرمایا تو ہر ایک شخص ہتھیار لگا کر حضرت کے روبرو آتا تھا اور آرزو کرتا تھا کہ وہ شخص میں ہی جاؤں اور یہ منصب مجھی کو تفویض ہو لیکن حضرت کسیکی طرف توجہ نکرتے تھے اور حضرت علی کو کہتے تھے کہ وہ تو اس سے مراد ہوگا اسواسطے کہ اسکی آنکھیں دکھتی ہیں اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ مجھکو بھی تمنا منصب کی نہوئی تھی لیکن اس منصب کے آرزو مجھکو بھی ہوئی اور میں حضرت کے سامنے ہتھیار لگا کر گیا تو میری طرف بھی حضرت نے توجہ نفرمائی مگر تعجب ہے خلیفہ صاحب سے کہ خیال نکیا

کہ کل کو تو ہیں جاکر آیا ہوں یہ مجکو نشان کیونکر عنایت ہوگا اور اسکی آزمایش میں حضرت کے سامنے چلے گئے خلاصہ یہ ہے کہ وہ نشان اپنا حضرت نے حضرت علی کو دیا اور حضرت علی نے خیبر کو فتح کیا اب اس حدیث کو ملاحظہ فرمانا چاہئے کہ جب دونو صاحب بھاگ کر آئے تو انسے پھر بنا کر کے حضرت نے فرمایا کہ کل کو میں ایسے شخص کو نشان دونگا کہ مکرر جانے والا اور حملہ کرنیوالا ہوا اور بھاگے نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ بھاگنے والے تھے کہ بھاگ کر چلے آئے تھے اور فرمایا حضرت نے کہ ایسے شخص کو نشان دوں کہ جو دوست رکھے خدا کو اور اسکے رسول کو اور خدا اور رسول اسکا اسکو دوست رکھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دونو خدا کو اور اسکے رسول کو دوست نہیں رکھتے تھے اور نہ خدا اور رسول اسکا اسکو دوست رکھتے تھے اس شیخ نے حدیث خیبر کا ذکر کرکے ابوبکر اور عمر کے اوصاف ظاہر کردیئے اور اگر اس حدیث میں اعطا سے مراد عاریت ہے سمجھیں تو اس روایت میں مراد عاریت نہیں ہوسکتی چنانچہ ہم کہہ چکے اور جیسے کہ کوئی اس حدیث میں اعطا سے ہبہ نہیں سمجھ سکتا ایسے ہی اس روایت میں کوئی اعطا کے لفظ سے عاریت بھی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ معنی وہاں ہرگز درست نہیں ہوسکتے اور حدیث خیبر میں اگر اعطا سے ہبہ مراد لیویں تو کیا تعجب ہے حضرت صلعم نے وہ نشان حضرت علی کو نے ڈالا ہو اور خزانچیوں اور چپراسیوں اور فوج والوں پر اسکا قیاس نہیں ہوسکتا کہ دینداروں کو دنیا داروں سے کیا نسبت ہے یہ کیا ضرور ہے کہ کنجیاں سپاہیوں کے پاس اور چپراس چپراسیوں کے پاس اور جنڈا فوج کا نشانچیوں کے پاس امانت ہو تو حضرت علی کے پاس بھی نشان امانت ہو **قال الشیخ الاشعری** اور جب عطا اور اعطا امانت میں بھی مستعمل ہوتو ہوسکتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کا یہ فرمانا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک یعنی رسول اللہ صلعم نے مجکو فدک عطا فرمایا ہے بانچنے ہو کہ فدک مجکو رسول اللہ صلعم نے کہانے پینے کو لئے مستعار دیا رکھا ہے اور معاملہ اسکا میرے لئے معاف تھا سو گو اسکو اپنا مملوک نہیں سمجھتی آخر تم کسی کیلئے اسکو یا اسکے محصول کو دو ہی گے سو مناسب یہ ہے کہ ہمارے ہی پاس رہے کیونکہ ہمارے پاس اور بہت سے بنی ہاشم اور اہل بیت کے محصول کو ہم مدت سے کھاتے ہیں تم اسکے محصول کو مثل محصول دیگر متروکہ نبوی علی صاحبہا وآلہ الف الف صلوٰۃ وسلم فقرا اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم کرو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گواہوں کا طلب کرنا باوجودیکہ دلی رحیم تھے چنانچہ حضرت زید نے فرمایا ہے اور رحمدلوں کا یہ کام نہیں کہ ایسی سنگدلی برتیں اور وہ بھی حضرت فاطمہ زہرا بنت رحمۃ للعالمین صلعم سے کہ جنہ پر مکافات حمیت پدری تمام عالم کو رحم کرنا چاہئے چہ جائیکہ ابوبکر صدیق جیسا بانیاز رحمدل اسوجہ سے تصور فرمانا چاہئے کہ مثلاً قریب وفات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰت واکمل التسلیمات نے فدک حضرت فاطمہ زہرا کو بر اے چند سے مستعار عطا فرمایا ہو پر حضرت ابوبکر صدیق رضی کو یہ قصہ معلوم نہ ہوا ہو بلکہ یا ین نظر کہ دام فدک میں تصرف مالکانہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو کرتے ہوئے دیکھا بنا بجانب خود یہ بھی ہوئے ہیں کہ فدک بھی بحسب ایما حدیث ماترکناہ صدقہ کے جسکا ذکر عنقریب آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وقف عام ہے اسلئے جانکہ حضرت فاطمہ زہرا سے یہ بات سنکر اسوقت جان صدیق اکبر عجب شکنجہ میں آگئی کہ نہ اور ہے نہ ہو بنے بہ رعایت رضا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ایک طرف اور پابندی اتباع سنت نبوی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام جسکی طرف حضرت زید نے یا ین لفظ اشارہ فرمایا وکان یحرہ ان یغیر الخ ایکطرف اور دونو جانبین واجب الرعایت مگر چونکہ رعایت جانب حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بھی بنی بوجوب اتباع نبوی اور اقتدا بمصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر تھی اور پاسداری قرابت رسول اللہ صلعم کی ضرورت اور فرضیت ہر چند بمراتب مؤکد ہے لیکن اسکی بھی جیسا کہ مشہور ہے بمرگ پدر گریہ تا بت نشنوی تو جیسا آیہ لا تقل لھما اف ولا تنھرھما میں ممانعت تو بظاہر ہوں کہنے اور جھڑکنے ہی کی ہے لیکن مطلب یہ ہے کہ جب ہوں کہنے اور جھڑکنے کی رکیں گے تو گالی گفتار اور جھڑکی پیرایہ بدرجہ اولی ہوگی تو ایسے ہی پاسداری قرابت سے بھی مقصود یہی ہے کہ جب امور دنیوی میں بھی رسول اللہ صلعم کی ناخوشی گوارا نہ کرینگے تو امور آخرویہ میں بدرجہ بالا اولی مطیع اور منقاد رہینگے کیونکہ رسول اللہ صلعم کا رسول کرکے بھیجا اصل امور دینی کی اصلاح کے لئے ہے خصوصاً حقوق مالی میں اور وہ بھی فدک کہ بشہادت ستور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی حق تلفی کافی الجملہ خلجان سا تھا لگا ہوا کیونکہ تا دم آخر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ لوگ مصرف فدک رہے معہذا اہل حق موقع رعایت میں رعایت الونکو زیادہ دیا کرتے ہیں اسلئے انصاف والے آپ بھی رعایت نہیں کرتے تو ان وجوہ سے مرجح اور موئید بھی تھا کہ محاصل فدک میں دستور نبوی صلعم کو ہر چہ بادا باد دستور العمل رکھئے لیکن بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے حضرت صدیق اکبر بسبب کمال اخلاص اور نہایت پاس نیاز کی اسباب کے جو ہوئے کہ تا مقدور دلداری حضرت زہرا کیجائے اور جسقدر رہین سبکے خاطر مبارک حضرت زہرا پر میل نہ آنے دیجے یا اپنی غلط فہمی کا احتمال اسلیے طالب شنید ہوئے تاکہ شاید کسی گواہ کی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اسبات کیطرف پایا جائے کہ گو متروکہ رسول اللہ علیہ وسلم وقف عام ہے لیکن پھر بھی مستعیر یا اقربا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولی واقدم ہیں چونکہ حضرت ابوبکر صدیق بوجہ پاسداری قرابت نبوی حضرت فاطمہ زہرا کے سامنے دو ٹوک بات کہنے میں متامل اور متردد تھے اور اپنا مافی الضمیر بات کہ میں وہ ہی کرونگا جو رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے بلحاظ دلشکنی جگر گوشہ رسول اللہ صلعم آشکارا نہیں کہہ سکتے تھے تو خدا ساز غیب سے مدارک ہوا اور بحکم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا یعنی جو شخص خدا سے ڈرے خدا اسکے لیے بلاؤں سے نکلنے کی صورت کردیتا ہے وہ لطیفہ غیبی پیدا ہوا کہ جس سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رنجش کا کھٹکا بھی جاتا رہا یعنی گواہ ملے تو ایک مرد اور ایک عورت ہی ملی نصاب شہادت پورا نہ ہوا جو کسیکو کچھ بھی گنجائش باقی رہے بلکہ ایک عذر معقول ہاتھ آیا اور عذر معقول اہل عقل اور دینداروں کے نزدیک مقبول ہی ہوتا ہے والعذر عند کرام الناس مقبول **اقول** جواب تو ہم ایسا دیچکے ہیں کہ جس سے اسکا پوچ اور واہی بکمال نحو ہوگیا اور مبفائدہ ہی لیکن اب کچھ بھی کہنا چاہئے کہ عطا اور اعطا کو امانت میں بھی مستعمل ہونا ہی لیکن یہاں کیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فدک کو حضرت فاطمہ کے پاس امانت رکھا تھا اور امانت میں تو کیسکے تصرف نہیں کرسکتے ہیں پھر کھانا پینا کیسا اور اگر کھانے پینے کی حضرت نے اجازت دیدی تھی تو حضرت

تو کسی چیز کے مالک ہی نہی موافق تیری قول کی پھر حضرت کا فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی کون تہی کہ ایک گروہ اعظم کا حق اپنی بیٹی کو دیدیا اور ابوبکر کو کیا دخل تہا کہ ایک گروہ کا حق خاص ایک شخص کو دیدے فاطمہ زہرا علیہا السلام ابوبکر سے اسکی طالب ہوتیں اور فاطمہ زہرا تنہا کیسے طالب ہوتیں اسکی کہ جو حق ایک جماعت کثیرہ کا تھا اور ابوبکر کے ذمہ تو دینا سب کا تہا فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کا پھر حضرت فاطمہ کس لئے کہتیں کہ تم کسی کسیکو دو گے مجھ اکیلی ہی کو دیدو اور ابوبکر ہرگز رحمدل نہی بلکہ بڑے سنگدل تہے کہ پہلے فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کا دروازہ گرا چکے تھے اور وقت مرنے کے افسوس کرتے تہے کہ کاش میں فاطمہ کا دروازہ نکہولتا چنانچہ استیعاب اور تاریخ طبری میں لکہا ہی اور نہ حضرت زید نے ابوبکر کو رحمدل کہا ہی یہ ایک افترا ہی پر ہے ہاں تمام عالم کو حضرت فاطمہ پر رحم کرنا چاہئے لیکن ابوبکر نے اوپر رحم نکیا یہانتک کہ آزردہ اس جہان سی رحلت کر گئیں اور فدک ہرگز مستعار نتہا بلکہ مملوک تہا حضرت فاطمہ کا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور تصرف مالکانہ ابوبکر نے کرتے ہوئے حضرت کو کیونکر دیکھا تصرف مالکانہ تو یہ ہی کہ اپنی ذات کے صرف میں لائے اور بیع اور ہبہ کر سکے اور حضرت تو تیری نزدیک کسی چیز کے مالک ہی نتہی بڑا بہتان ہے کہیں کچھ کہتا ہی اور کہیں کچھ کہتا ہی اور اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر نے حضرت کو فقرا اور مساکین پر تقسیم کرتے ہوئے دیکہا لیکن جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تہا تو یہہ خیال کیا ہوتا کہ میں نے حضرت کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے دیکہا ہی مگر فاطمہ زہرا جو دعوی کرتی ہیں واقع میں انکو دیا ہوگا اور مجھکو اس دینے کی خبر نہوئی ہو سو واسطے کہ جسکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوا اور رسولخدا صلعم اسکے حق میں فرمائیں سیدۃ نساء العالمین سیدۃ نساء اہل الجنۃ وہ جہوٹ ہرگز نہ کہیگی اور اپنے باپ پر اس مال حرام دنیا کیواسطے عمدا افترا نکریگی یہ سمجہا دیدیتے جیسا کہ حضرت جابر کو بمجرد دعوی کے دیدیا تہا اور گواہ طلب کئی جابر سے لیکن ابوبکر کو تو منظور ہی نتہا کہ فاطمہ زہرا فدک سے متمتع ہو کسی حیلہ سی اسکو دفع کرنا چاہئے اور وراثت کا دعوی کیا تو جہوٹی روایت لانورث کی بنائی اور اسوقت ابوبکر شکنجہ میں کیا ہونگے کہ حکومت اور مال سی دونوسے منقطع ہو رہے تہے شکنجہ میں تو اب ہونگے اپنی افعال اور کردار کے کیفر میں اور حضرت زید نے ہرگز کچہہ نہیں فرمایا یہ اوپر افترا ہے اور رعایت حضرت زہرا اور انکے پدر عالیمقدار کی انکے باب میں کسی کی نہیں کی اور نہ کچہہ حضرت کی قرابت کا پاس کیا اور ابوبکر کو رعایت منظور ہوتی تو گو وہ مال فقرا تہا لیکن مومنین سے حضرت فاطمہ کے واسطے معاف کروالیتا جیسے کہ رسولخدا صلعم نے زینب دختر خدیجۃ الکبری کا بہجا ہوا فدیہ شوہر کے واسطے سب مومنین سے معاف کروالیا تہا اور ابوبکر کیونکر معاف کراتے انکو تو یہ غدغہ تہا کہ اگر میں فاطمہ کو دیدوں تو ایسا نہو کہ قوت بہم پہنچا کر خلافت کا دعوی کریں اور دلداری حضرت زہرا کی تو اسوقت مہنگی جسوقت انکو فدک دی ڈالتے اور ملال تو حضرت زہرا کو ابوبکر سے ایسا ہوا کہ تا دم مرگ انہوں نے ابوبکر سے کلام نکیا اور غلط فہمی ابوبکر کی ہرگز نہ تہی جو کچہہ کرتے تہے اپنے ارادہ اور اختیار سی عمدا کرتے تہے اور گواہ ہونکی طلب کرنیکی کچہہ احتیاج نتہی ایک حیلہ تلاش کرتے تہے ضبط کرنیکے واسطے اور یہہ ظاہر ہی کہ وہ حضرت فاطمہ کو جہوٹا نہ جانتی ہونگے لیکن یہ چاہتی تہے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو کہ جسکے بہانہ سی فاطمہ زہرا کو جواب دیدوں کہ وہ ساکت ہو جاے اور گواہ وہاں طلب کرتی ہیں کہ جہاں مدعی کو جہوٹا دعوی کرنیکا احتمال رکہتی ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا ایسے مدعیوں میں سے نتہی کیا جابر سے بہی حضرت فاطمہ کا مرتبہ کم تہا کہ اسکو راست گو جان کر دیدیا اور حضرت فاطمہ سی گواہ طلب کئے اور علی سے صدق نے گواہی دی اور جب گواہی ادا ہوئی تو کہا کہ نصاب بیّنہ کی پوری نہوئی یہاں تو حضرت علی اور فاطمہ دونکا قول معتبر نہوا اور جابر نے دعوی کیا تو بدون گواہوں کے اس تنہا ہی کا قول معتبر ہو گیا ان ہذا لشئی عجاب خوب قرابت کا رسولخدا صلعم کی ابوبکر نے پاس کیا اور خوب فارسیت اولیت کو سمجہا اور ہرگز ابوبکر کو دل شکنی حضرت فاطمہ زہرا کا خیال نتہا بلکہ حیلہ تلاش کرتے تہے فاطمہ کو صاف جواب دینے کا اسواسطے گواہ طلب کئے اور یہہ عذر نامعقول گواہونکا حضرت فاطمہ کے واسطے ہرگز نتہا یعند بدتر از گناہ ہی اگر نصاب بیّنہ کی بہی پوری ہو جاتی تو کوئی اور حیلہ کھڑا کرتے اور عجیب تر یہہ ہی کہ شہادت عمر بن عبد العزیز کی ہبہ نخلہ میں جو کہ منفرد میں ہے وہ تو معتبر ہو جاے جسکو شیخ بار بار پیش کرتا ہی اور شہادت علی اور فاطمہ اور حسن حسین علیہم السلام اور ام ایمن کے جو کہ ہبہ کرنیکے بارہ میں ہے وہ معتبر نہو اور بلکہ یہاں ہبہ بہی پوری ہو گئی تہے اکثر کتابوں میں تو یہہ ہی کہ علی و ام ایمن نے گواہی دی اور تفسیر کبیر میں ہی کہ مولا رسولخدا صلعم اور ام ایمن نے گواہی دی دیکہو مرد حضرت علی اور مولا جناب رسولخدا صلعم اور ایک عورت ام ایمن تین گواہ ہوئے نصاب البیّنہ سی بہی زیادہ ہو گئی اور ایک شاہد کی شہادت پر بہی حکم ہو سکتا ہی جسوقت شہادت اسکی مفید یقین کے ہو چنانچہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس باب میں روایت کی ہی کہ جسوقت حاکم صدق شہادت شاہد واحد کا جانے تو موافق اسکے حکم کر سکتا ہی اسمیں لکہا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم نے شہادت خزیمہ کے بمنزلہ دو مرد کی شہادت کے رکہی اور تفسیر منتہا پوری اور کشاف میں بہی لکہا ہی اور اسیواسطے تمام اسکا ذو الشہادتین ہوا کیا حضرت علی کی شہادت خزیمہ بن ثابت کے شہادت کے برابر بہی نتہی اور سوا اسکے یہہ ہی کہ اتباع اہل بیت کا بموجب حدیث ثقلین واجب ہی اور نصر اللہ کابلی نے باوجود اس تعصب کے کہ سو جدان خرافات کا وہ بہی ہی موقع میں لکہا ہی کہ کذلک حدیث مثل اہلبیتی مثل سفینۃ نوح ومن تمسک بہا نجی ومن تخلف عنہا ہلک لایدل علی ہذا المدعی یعنی الامامۃ لان الفلاح منوط بہدایتہم وہدیہم والہلاک بالتخلف عنہم کان الخلفاء الصحابۃ یعرفون الافضل فالافضل فیما اشکل علیہم من المسائل وذلک کاف لوجوب اتباعہم ہدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اور ایسی ہی حدیث مثل اہل بیتی الخ نہیں دلالت کرتی ہے اس پر یعنی امامت پر اور نہیں شک ہے اسمیں کہ تحقیق فلاح منحصر ہوئی ہے انکی دوستی اور ہدایت پر اور ہلاکت انسی بیٹہ رہنے میں ہے اور اسیواسطے خلفاء اور صحابہ جو رجوع کرتے تہے انسے افضل کیطرف کہ وہ علی ہے اس امر میں جو مشکل ہوتا تہا اوپر مسائل میں سے اسواسطے کہ دوستی انکی واجب ہے اور ہدایت انکی ہدایت رسولخدا صلعم کی ہے اب دیکہو کہ ابوبکر نے تخلف کیا انسی کہنے سی اور انکا اتباع نکیا کہ ہدایت انکی ہدایت رسولخدا صلعم کی تہی اور انکے قول پر عمل نکیا تو ہلاک اور گمراہ ہوا یا نہیں اور حدیث ثقلین میں انسی تمسک کرنیکا حکم ہی اور یہاں ابوبکر نے تمسک کیا کہ تمسک کے عوض تخلف کیا اور فاطمہ زہرا کے کہنے پر عمل نکیا اور اسکو جہوٹا گمان کر کے گویا اس سے طلب گواہ کئے

قال الشیخ الاشعری اسلئے ہم بالیقین جانتے ہیں کہ یہ بات موجب مزید اقتدار حضرت ابوبکر صدیق نہیں باعث رفع رنج قلب پاک حضرت زہرا تو ضرور ہی ہوا ہوگا چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہوجانا جو شیعوں کی کتابوں کے حوالہ سے عنقریب ان شاء اللہ مذکور ہوگا اسبات پر شاہد ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول واللہ لو رجع الامر الی فیھا یعنی واللہ اگر یہ معاملہ میرے پاس رجوع ہوتا تو میں وہی حکم کرتا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا بآواز بلند کہتا ہے کہ حضرت زہرا کو حضرت ابوبکر سے کچھ ملال نہ تھا اور تمہارا یہ خیال باقی نہیں رہا بلکہ مبدل بخوشی ہوگیا تھا ورنہ اگر ابوبکر سے حضرت فاطمہ زہرا اس جہان سے ناخوش تشریف لیجاتے اہلبیت میں سے ایک بھی ابوبکر بھلائی سے یاد نکرتا چہ جائیکہ ایسی بڑھکی تعریف العصمہ اگر علماء شیعہ کو ہمارا یہ کہنا کہ یہ روایت صحیح ہے مسلم ہو تو فبہا ورنہ اس روایت میں کوئی بات خلاف اہل مذہب ثابت کو نہیں پہنچتی جو علماء شیعہ بن دیدہ ہوکر زبان دراز کریں اور الزام اہل سنت کے لیے اس روایت کو زبان پر لائیں ہاں اگر توجیہ جو مذکور ہوئی بن پڑی تو البتہ شیعوں کی البتہ فی الجملہ بن پڑی مگر شاید علماء شیعہ بہ تجسس بسیار و جد و جہد بسیار یوں بات بنانے لگیں کہ ہر چند عاریت کے موقع میں اعارہ کا لفظ مستعمل ہونا مسلم لیکن یہ معنی حقیقی ہیں اور عاریت معنی مجازی اسلیے استعمال میں جبتک کوئی قرینہ صارفہ معنی ہبہ سے نہ پایا جائے تب تک معنی عاریت کے مفہوم نہیں ہوسکتے سو اول تو یہ بات ہی غیر مسلم مستدل و مدعی کو لازم ہے کہ دعوی کرے دلیل زبان پر نہ لائے ورنہ ایک حرف خفیف لانسلم میں وہ دعوی مسترد ہوجائیگا اور یہ بھی نہ سہی جیسے علماء شیعہ ایک دعوی بے دلیل پیش کرکے بزعم خود اہل سنت کے سامنے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں ہم بھی ایک بے دلیل دعوی کرتے ہیں کہ یہ لفظان دونو فردوں میں مشترک معنوی ہے یا ان دونو معنی میں مشترک لفظی ہے اور یہ دعوی ایک وجہ سے بہ نسبت دعوے علماء شیعہ معقول بھی ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع لہ میں مستعمل ہو سو اس صورت میں ہر ایک معنی کی لئے کوئی قرینہ چاہئے جو دوسرے معنی سے صارف ہو سو ہذا یہ کچھ ضرورت نہیں کہ قرینہ مذکور لفظی ہی ہوا کرے اور وہ بھی لفظ کثیر الستعمل کی پیش پڑا ہوا ہو بلکہ قرینہ کبھی ضرورت اسلئے ہوتی ہے کہ مخاطب کو فہم مطلب میں غلطی نہ پڑے سو ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے بعد ریب و شک مسند خلافت اسبات کی تحقیق کی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ترکہ مملوکہ کیا تھا سو اس تحقیقات میں یہی متحقق ہوگیا ہو کہ فدک تا دم واپسیں مملوکہ مقبوضہ رسول اللہ صلعم رہی تھا ہو بلکہ خود حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کے اقراروں سے یہ بات ثابت ہوگئی ہو و ظاہر یہی ہے کیونکہ ایسی بات گھر ہی کے لوگ جانا کرتے ہیں لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق نے بطور خود اسکا بندوبست اور اسکا جمع خرچ کرنا چاہا تب حضرت فاطمہ زہرا نے بانیوجہ کہ مجھکو رسول اللہ صلعم نے دی رکھا ہے مزاحم حال ہوئی ہوں اور اس حجت سے یہ غرض ہو کہ فدک ہمارا مملوک نہیں لیکن اولی یہ ہے کہ یہ ہمارے پاس رہے اور اسکی آمدنی ہمارے ہی پاس آیا کرے اب منصفان شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ بشہادت قواعد علم مناظرہ مدعی کو خصم کے لیے بھی احتمالات ممکنہ خلاف دعوی مدعی کے کفایت کرتے ہیں سو اس احتمال کو امکان میں اہل عقل تو کیا امکان ہی جو انکار کریں اور ایسے ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ بعد وقوع اس امر کے حضرت زہرا کا یہ فرمانا کہ مجھکو رسول اللہ صلعم نے دیا ہے بجز عاریت اور کسی معنی پر محمول نہیں ہوسکتا بعد باوجود مملوک نہونے کے اتنا تحکم بوجہ ناز اہل بیت نیاز صدیق اکبر ہو خصوصاً اس موقع میں کہ عاریت بھی رسول اللہ صلعم کی دی ہوئی ہو کیونکہ رسول اللہ صلعم کے کئی اور کہے کی بہر سے ہر صحابی خلفاء پر تحکم کرلیا تھا چہ جائیکہ اہل بیت اور انمیں سے بھی حضرت فاطمہ زہرا سو وہ بھی حضرت صدیق اکبر پر کہ نیاز خاص اہل بیت تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمر کا بوجہ قرب مسجد حضرت عباس کے پرنالہ کا توڑ ڈالنا اور انکا یہ تحکم کہ یہ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا تمنی کیوں توڑا اور پھر حضرت عمر کا اس پرنالہ کو اپنے ہاتھ سے درست کرنا کتابوں میں مذکور ہے لیکن ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد حضرت ابوبکر کا یہ تحکم بر سر لیکن حضرت ابوبکر صدیق بوجہ باز کشاہ صدقہ جسکا ذکر قریب ہے انشاء اللہ تعالی آتا ہی مجبور تھے اور پھر گواہوں کی تقریر سے بھی کچھ عقدہ کشائی نہوئی کوئی اشارہ کسی قسم کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس نہ تھا دینے پر گواہوں کی تقریر سے ظاہر نہوا سہذا گواہی بھی بہ مقدار معین کو نہ پہنچی اور اسپر بشہادت دستور نبوی شرکت فقراء اور مساکین اور ابن سبیل کی جس قسم اور جس مرتبہ کی کہی جاتی اس مال میں ثابت اقول حضرت زہرا کا رنج ہرگز ابوبکر سے رفع نہیں ہوا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے مثل بخاری اور مسلم کے اور شیعوں کی ایسی کوئی کتاب نہیں ہے جسمیں لکھا ہو کہ حضرت زہرا ابوبکر سے راضی ہوگئی ہوں اگر مجاج السالکین کو کہتا ہے اسکا تو وجود ہی دنیا میں نہیں ہے نصر اللہ کابلی نے اپنی جی سے جوڑ کر لکھدیا ہے کہ شیعوں کی کتاب مجاج السالکین میں ایسا لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی اسکی پیروی سے لکھدیا ہے اور حضرت سید نے بھی کچھ نہیں فرمایا ہے لیکن اس روایت سے یہ ثابت بھی نہیں ہے کہ حضرت زہرا کا رنج بخوشی مبدل ہوگیا ہو اور اہل بیت میں سے کون ابوبکر کو بھلائی سے یاد کرتا ہے بلکہ شکایت کرتے ہیں نہج البلاغہ کو جسکا اقرار علماء اہل سنت کرتے ہیں کہ حضرت امیر کا کلام ہے اسمیں فدک کے جاتے رہنے کا افسوس کرنا لکھا ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ زیر آسمان ہمارے پاس یہی فدک تھا سو لوگوں نے اسمیں بخل کیا اور ہمکو ندیا اور اس روایت زید کو تو ہم موضوع ہی کہتے ہیں کہ اسکے آخر میں حضرت زید کا قول وضع کرکے لگا دیا ہے اور اول میں اسکو جو دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا لکھا ہے اس سے ہمارا مطلب ثابت ہے جسکا انکار کرتا تھا اور عطا سے مراد وہاں یہ ہے کہ اور روایتوں سے بھی ثابت ہے اور دعوے کرنا ہبہ کا ہم ثابت کرآئے ہیں کہ وہ سراسر خلاف تیرے دعوے کے ہے اور علماء شیعہ غلط نہیں کہتے ہیں بلکہ موافق روایات کتب اہل سنت کے کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ فدک کا ابوبکر سے کیا اور یہ روایت بہت کتابوں میں ہے اور وہ وہ کتابیں تیری اس روایت موضوعہ کے سوا اور غیر ہیں لہذا الزام اہل سنت کے واسطے بھی وہ اور ہی روایتیں ہیں جنکو ہم پہلے اس سے لکھ چکے نہ یہی روایت اور عطا کا لفظ اس جگہ ہرگز عاریت کے واسطے نہیں ہے بلکہ مراد اس سے ہبہ ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور قرینہ گواہ طلب کرنیکا اور عاریت کے واسطے ہبہ کے موجود نہیں اور عاریت کے واسطے گواہوں کے طلب کرنیکی احتیاج نہیں ہوتی ہے

عاریت کو جب چاہا واپس کر لیا اور عاریت جناب سولخد اصلعم دی ہی نہیں سکتے ہے کہ وہ مال فقرا تنہا بیگانہ حق اپنی دختر کے حوالہ وہ کس وجہ سے کر دیتے اور حضرت کا تو وہ مال ہی تھا
موافق مذہب اس شیخ ابن شیعوں کا دعوی تو بے دلیل ہر گز نہیں ہے اہل سنت کی کتابوں سے شیعہ ہمیشہ سنیوں کو الزام دیتے چلے آئے ہیں اور ابو بکر نے کس طرح تحقیق کر لیا ہوگا مملوک حضرت
کی اس چیز کو کہ وہ موافق مذہب اہل سنت کے حضرت کی چیز ہی نہیں ہے اسواسطے کہ تو لکھ چکا ہی کہ رسول اللہ صلعم کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے تھے اور یہ بات کہ تا دم واپسین فدک حضرت کا مملوک رہا تھا معہ
رہا ہوگا اور اہل سنت کے اقراروں سے بھی ثابت ہو گیا ہوگا یہ احتمال نہایت پوچ اور بیہودہ ہوا اسواسطے کہ اہل بیت میں بعد حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کے علی و فاطمہ اور حسنین علیہم السلام ہیں حضرت
فاطمہ نے تو دعوی ہبۂ فدک کا کیا اور حضرت علی نے گواہی دی جیسا کہ اکثر کتب اہل سنت میں لکھا ہی اور کئی کتابوں میں تو یہی لکھا ہی کہ حسنین نے بھی ہبۂ فدک کی گواہی دی اہل بیت تو کا حال
ہے پھر یقینی بات کے مقابلہ میں احتمال پوچ نکالنا کام عقلمندوں کا نہیں ہے بلکہ باؤلوں کی بڑ ہی ہاں گھر کے لوگ اہل بیت تھے سو انہوں نے دعوی ہبہ کا کیا جسوقت ابو بکر نے کا زمد حضرت فاطمہ کے
فدک پر سے اٹھا لیے اگر فدک فاطمہ زہرا کا مملوک نہ تھا تو فاطمہ کا زمد خود بخود کیسے دخیل و قابض ہو گئے ہوں گے اور اگر حق فقرا تنہا کا تھا تو بھی ابو بکر کا یا عمر کا حق ہو جاتا اور یہ احتمالات ہبۂ مدعی کے خصم کے مقابلہ میں
نصوص متظافرہ مدعی کو کفایت نہیں کر سکتے ہیں اور اہل عقل کیا نادان بھی پسند نہیں کر سکتا ہے اور حضرت ہرا کا فرمانا کہ مجکو فدک یا ہی ہرگز عادت پر محمول نہیں ہو سکتا روایات کثیرہ کی صاف
سے اور عاریت ہونے کو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے ہیں یا بار عاریت کیسے چلتا ہی اور حضرت فاطمہ نے دعوی اپنی ملک ہونیکا کیا تھا پھر مملوک کیونکر نہ ہوتا اور ابو بکر ایسے ہی نیازمند تھے کہ ایک جملہ حق فاطمہ
زہرا کا دبا بیٹھے اور حضرت عمر کا پرتالہ کو اپنے ہاتھ سے لگانا یہ بھی انکا ایک یا تھا اور شاہ و شاہزادوں کو ایسے کاموں کو اپنے ہاتھوں سے کرنا نہایت بے موقع ہی اور روایت ماترکناہ صدقۃ کی بالکل باطل ہے
اور گواہوں کی حضرت نے ہرگز کے واسطے کچھ احتیاج نہ تھی **قال الشیخ للاشعری** القصہ اگر روایت متنازع فیہا اگر بالفرض خاطر شیعہ ہم تسلیم ہی کریں تو کوئی بات خلاف مذہب اہل سنت
اور مناقض حدیث مشکوۃ اس روایت سے نہیں نکلتی بلکہ الٹی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین نکلتی ہی سو علماء شیعہ اس روایت کو موضوع سمجھیں تو فیہا اور اگر تسلیم کریں بھی تو اجزاء ہبہ کا
تسلیم کریں اور اگر غیر زنا معقول پیش کریں کہ ہر چند یہ روایت صحیح ہی لیکن حضرت یدہا کے عقیدہ کے موافق نعوذ باللہ منہا کافر مری ہیں کیونکہ امام برحق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا
تہا کہ وہ امام وقت ہیں اور امام ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہی پھر جو انہوں نے جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو امام سمجھتے تھے اور جو شخص کہ امام نہ ہو اور بایں دعوی امامت کا کرے تو وہ بعینہ ایسا ہے جیسا کوئی
نبی نہ ہو اور پھر دعوی نبوت کا کرے سو جیسا وہ کافر ہی بلکہ کافروں میں بھی اشد ایسا ہی یہ بھی پھر انکی بات کا اپنے مذہب کی تائید میں کیا اعتبار ہاں ہبۂ فدک کا جو مخالف مذہب حضرت یدہا یعنی
مذہب اہل سنت ہے البتہ مقبول ہوتا لیکن اسکو تو جیہ عاریت نے چلنے دیا تو اسکا جواب قاضی نور اللہ صاحب سنیوں کی طرف سے آپ دیجئے ہمیں اسلئے ہمکو کیا ضرورت کہ حضرت زید کی بزرگی کے اثبات میں دوسرے کمائیں
انکی روایت نقل کئے دیتا ہوں کہ انکا لکھا شیعوں کے نزدیک بھی آسمانی سی بھی زیادہ ہی مثل نوشتہ تقدیر کے کوئی اسکو مٹا نہیں سکتا قاضی نور اللہ صاحب مجالس المومنین میں فضیل بن یسار کے احوال میں
امالی شیخ ابن بابویہ سے نقل کر کے بروایت فضیل بن یسار ہی رقم فرماتے ہیں کہ گفت زمانیکہ زید بن علی باطاعنیان لشکر مشام باو ہمراہ بودم چوں بعد از شہادت زید بمدینہ رفتم و خدمت
امام جعفر صادق رسیدم آنحضرت از من پرسید کہ ای فضیل با عم من در قتال اہل شام حاضر بودی گفتم بلے آنگاہ پرسید کہ چند کس را از ایشاں کشتی گفتم شش کس را فرمود مبادا تو انکے در خلال
خون ایشاں باشد گفتم اگر چنیں کے در آں میدانشتم چرا ایشاں را میکشتم آنگاہ شنیدم کہ آنحضرت گفت اشرکنی اللہ فی تلک الدماء واللہ زیدنی ھو واصحابہ شھداء مثل ما مضی
علی بن ابیطالب واصحابہ انتہی بلفظہ فارسی کا ترجمہ تو اکثر جانتے ہیں پر عربی کا ترجمہ لکھنا پڑا وہ یوں ہے خدا مجکو ان خونوں کے ثواب میں شریک کرے واللہ حضرت زید میرے چچا اور انکے اصحاب
سب شہید ہیں یہ سب قصہ ایسا ہے جیسا حضرت علی اور انکے یاروں پر گزرا فقط اب حضرت امام ناطق بحق امام جعفر صادق کی اس تمنا اور تشبیہ کو دیکھنا چاہئے امام سے جو لفظ نکلے دوسرا صحیح ہے
سو تشبیہ اگر صحیح ہو تو یہ معنی ہوں کہ حضرت زید کا حال حضرت امیر المومنین کے حال کے ہم پلہ تہا تو اس صورت میں زید کا کافر ہونا تو البتہ بے پر و لیا اور عمدۂ انبیا میں سے ہونگے ورنہ شہید ہونا کیا اور یہ حضرت
امیر حال کا انکے حال کی مماثل ہونا تو محال ہی ہوگا یہ بات جیسی ہو سکتی ہی کہ عقیدۃً اور عملاً اور حالاً حضرت زید قبیح و مطابق حضرت امیر کی ہوں فرق ہو تو مقدار ہی کا ہو یعنی جیسی چھوٹی تصویر انکے
بڑی تصویر کی ہر بات میں سوا مقدار کی مطابق ہی حضرت یدہا بھی حضرت علی کی سوا عظمت اور زیادتی مرتبہ کے ہر بات میں مطابق ہوں سو یہ فرق ائمہ میں بھی ہی حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر
صادق وغیرہما علیہم رضوان اللہ علیہم اجمعین و سبھم میں کونسی حضرت علی کے برابر ہیں بہرحال حضرت زید کی بات باون تولے پاؤ رتی ہوگی خصوصاً ایسی اختلافی بات کہ جسمیں بے غور رکشا نی نہیں
کی جاتی کیونکہ سنی شیعہ دونوں کے **قول** موافق بالاتفاق اس خلاف ایک طرف جنت اور ایک طرف جہنم ہی **اقول** ہمارا نزاع اس ایک روایت میں نہیں ہے اسکو تو ہم پہلے ہی موضوع کہہ آئے ہیں ہمارا
نزاع تو احادیث و روایتوں میں ہی کہ وہ صواعق محرقہ اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہ میں ہیں اور آنکو ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ بالکل مناقض روایت مشکوۃ کی ہیں اور انمیں تو ہمیں ابو بکر کی بات پائی جاتی ہی اور
اور موضوع سمجھتے ہیں ہم اس روایت کو جو اس شیخ نے پیش کی ہے گو باوجود موضوع ہونے کے دعوی کرتا حضرت فاطمہ کا اسمیں بھی پایا جاتا ہی اور یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہے اور فضائل میں
سو تشبیہ اگر صحیح ہو تو یہ معنی ہوں کہ حضرت زید کا حال حضرت امیر المومنین کے حال کے ہم پلہ تہا تو اس صورت میں زید کا کافر ہونا تو البتہ بے پر و لیا اور عمدۂ انبیا میں سے ہونگے ورنہ شہید ہونا کیا اور یہ حضرت
امیر حال کا انکے حال کی مماثل ہونا تو محال ہی ہوگا یہ بات جیسی ہو سکتی ہی کہ عقیدۃً اور عملاً اور حالاً حضرت زید قبیح و مطابق حضرت امیر کی ہوں فرق ہو تو مقدار ہی کا ہو یعنی جیسی چھوٹی تصویر انکے بڑی
تصویر کی ہر بات میں سوا مقدار کی مطابق ہی حضرت یدہا بھی حضرت علی کی سوا عظمت اور زیادتی مرتبہ کے ہر بات میں مطابق ہوں سو یہ فرق ائمہ میں بھی ہی حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر
صادق وغیرہما علیہم رضوان اللہ علیہم اجمعین و سبھم میں کونسی حضرت علی کے برابر ہیں بہرحال حضرت زید کی بات باون تولے پاؤ رتی ہوگی خصوصاً ایسی اختلافی بات کہ جسمیں بے غور رکشا نی نہیں
کی جاتی کیونکہ سنی شیعہ دونوں کے **قول** موافق بالاتفاق اس خلاف ایک طرف جنت اور ایک طرف جہنم ہی **اقول** ہمارا نزاع اس ایک روایت میں نہیں ہے اسکو تو ہم پہلے ہی موضوع کہہ آئے ہیں ہمارا
نزاع تو احادیث و روایتوں میں ہی کہ وہ صواعق محرقہ اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہ میں ہیں اور آنکو ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ بالکل مناقض روایت مشکوۃ کی ہیں اور انمیں تو ہمیں ابو بکر کی بات پائی جاتی ہی اور
اور موضوع سمجھتے ہیں ہم اس روایت کو جو اس شیخ نے پیش کی ہے گو باوجود موضوع ہونے کے دعوی کرتا حضرت فاطمہ کا اسمیں بھی پایا جاتا ہی اور یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہے اور فضائل میں
ابو بکر کی اس روایت کو ڈالدیا ہی صواعق محرقہ والے نے ہمیں اسکی کیا حجت ہے اور حضرت زید کو ہم بزرگان دین میں سے جانتے ہیں چنانچہ ہم پہلے اسے انکے ذکر میں بیان کر آئے ہیں اور تائید کرتی ہی اسکو یہ
روایت مجالس المومنین کی جو اس شیخ نے بیان کی ہی اور دعوی امامت کا نہ اپنی ذات کے واسطے نہیں کرتے تھے اور جہاد بھی امام اصل کی امامت کے واسطے کرتے تھے اور انکے کفر کی نسبت شیعوں کی طرف

کرتی محض افترا ہی لیکن جو روایت کہ حضرت زید سے گھڑ کر تم اپنی کتابوں میں درج کروا سکا کیا اعتبار ہی اور حضرت زید تو کیا بلکہ حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے جو بہت سی روایتیں اپنے مطلب کے موافق بنا کر اپنی کتابوں میں درج کی ہیں انکو ہم کب تسلیم کرتے ہیں اور ہبۂ فدک مخالف مذہب زید کی ہرگز نہیں ہے یہ مخالفت تمنے اپنے جی سے جوڑی ہی اور زید کی طرف منسوب کی ہی اور عاریت کو تو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے اور جو کچھ مجالس المومنین سے لکھا ہی وہ صحیح اور درست ہے اور زید کی یہ بات باون تولے پاؤ رتی ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ سراسر خانہ ساز اور بر ساختہ تمہاری ہے اور حضرت زید نے ایسا نہیں فرمایا ہی **قال الشیخ ابو الاشعری** بالجملہ روایت متنازع فیہا بالیقین موضوع ہی اور باایں ہمہ وضعیت جو سنیوں کی بعضی کتابوں میں پائی جاتی ہی تو اول تو اسکا حال مفصل معلوم ہو چکا دوسرے اس روایت کو بغرض الزام شیعہ بھی درج کرتے ہیں کہ جو روایت تمہاری بنائی ہوئی اور تمہاری ستاوینرا معترض ہی ہماری روایت ہمارے مفید مطلب ہے چنانچہ صواعق محرقہ میں حضرت ابو بکر صدیق کی فضائل ہی میں اسکو لکھا ہی پر جو انکی سمجھ میں باریک بات ہی وہ الٹی ہی سمجھتے ہیں اور بے سوچے سمجھے ایسے مواقع میں سے ہی لوگوں کے دھوکا دینے کو جیسا مولوی صاحب نے کیا ہی نقل کر دیتے ہیں چنانچہ مولوی عمار علی صاحب نے ایسا ہی کیا ہی اور پھر ہرگز شرم و حیا کی باس کو بھی نہیں پہنچتے اور اسپر بھی علماء شیعہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں اور شرم کی آنکھیں بند کر کے یوں فرمانے لگیں کہ گو اعطا بمعنی عاریت بھی آتا ہی لیکن تاہم قبادر معنی ہبہ ہی ہیں خصوصاً اس روایت میں تو اسکا جواب اول تو یہ ہی کہ تبادر ہونا بلفظ اعطا اسی روایت میں مسلم لیکن اول تو شیعہ ملفوظات ائمہ خصوصاً کلمات مرتضوی کے جو صحابہ کرام اور حضرت ابو بکر اور عمر کی مدح میں صادر ہوئی ہیں اور انمیں سے کچھ اس سارہ میں ہی منقول ہوئے ہیں معنی مبادر ہونے سے دست بردار ہوں اور ایسے ہی آیات قرآنی جو صحابہ کی مدح میں وارد ہوئی ہیں انکو اپنے معنی تبادر ہی پر رکھکر بل و جان معتقد ہو جائیں اسوقت ہم اس قسم کی درخواست کریں فی الجملہ بجا بھی ہی اگر وہاں مان جائیں تو خیر جوں توں ہم یہاں مان جائیں دوسرے اگر معنی تبادر ہی ہر کلام میں لئے جایا کریں تو یہ فرق باریک فہمی وغیرہ سراسر لغو ہو جائے اور اکثر غلط فہمیاں درست ہو جائیں کیونکہ بیشتر سب غلط فہمی کا یہ تباہ رفہم ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہے اور اختلافات ائمہ اہل سنت اور ایسی ہی اختلافات باہمی مجتہدین شیعہ مبنی اس حمل پر ہیں جملہ اصولیوں و اخباریوں کا اختلافات جو شیعوں میں باہم پیدا ہوا ہے اسکی وجہ یہی ہی کہ اخباری ظاہر خبر پر عمل کرتے ہیں اور جو معنی تبادر ہوتے ہیں اسی کو پیش نظر رکھتے ہیں اور اصولی اپنے عقیدہ میں مورد کے معنی مقصود شارع پر عمل کرتے ہیں اور تبادر معنی ظاہر اخبار کا لحاظ نہیں کرتے ہیں سو حضرت مولوی عمار علی صاحب اگر اس روایت میں بوجہ تبادر معنی ہبہ ہمارے سمجھنے کو تیار ہوتے ہیں تو پہلے اپنے مذہب اصولیین سے دست بردار ہوا اخباری بن جائیں پھر ہمسے وچار ہوں اسوقت ہم بھی ناچار بحکم کلموا الناس علی قدر عقولہم اس دوکدی کے عامل کو بہ حکمہ معنی تبادر ہی لحوظ رکھنی چاہئیں جیسی عوام کا کام ہے یا معنی محقق کی تحقیق ضروری ہی جیسے محققین کا شیوہ ہی اعراض کر کے دوسری طرح مولوی صاحب کے کان کھولیں گے **اقول** ہمارا کلام اس روایت میں نہیں ہے اگر موضوع ہی تو ہوا کرے بلکہ وہ روایتیں ہیں جو ہمنے لکھی ہیں اور دعوے ہبۂ فدک پر تصریح دلالت کرتی ہیں اور وہ روایتیں بغرض الزام شیعہ ہرگز نہیں لکھی ہیں اور بغرض الزام تو یہ روایت بھی نہیں دلیل کی ہی اور اس روایت کے وضع کرنیوالے پر تم بھی لعنت کرو اور ہم بھی لعنت کریں اور ابو بکر کی فضایل میں اسکو کیا ہمنے لکھا ہی جو اسکی حجت ہمپر ہو ابو بکر کے فضائل میں داخل کرنیوالوں پر بھی لعنت کرو کہ کس شقی نے اسکو اسمیں داخل کر دیا ہی اور الٹی سمجھنے والے تم ہو کہ اسقدر روایتیں دعوی ہبہ میں وجود ہیں اور پھر نہیں سمجھتے اور الٹی ہی کہی جاتے ہو اور مولوی صاحب ہو کا نہیں دیتے ہیں نو دس کتابوں سے تمہاری تو انہوں نے سند پکڑی ہی اور بیس کتابوں کا میں نے حوالہ دیا ہی پھر وہ کاہینہ ہوا جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہی دیکھا تو ہوگا یہ روایت انمیں موجود ہی یا نہیں اور شرم و حیا تجھکو نہیں ہے کہ تو اتنی کتابوں کا انکار کرتا ہی اور ہٹ دھرمی ہماری سند نہیں ہے جو کچھ ہم لکھتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے لکھتے ہیں اور تجھسے جواب نہیں بن پڑتا ہے تو ہٹ دھرمی کرتا ہی اور اس روایت میں بھی ہم محض قبادر ہونے کی وجہ سے ہبہ نہیں کہتے ہیں کہ سب جگہ قبادر ہی کہنا پڑی بلکہ اور روایتوں کی تائید سے کہتے ہیں جو کہ بتصریح ہبہ پر دلالت کرتی ہیں اور کلام جناب امیر علیہ السلام کا ابو بکر اور عمر کی مدح میں انکی فضیلت دینے پر دلالت نہیں کرتا ہی اگر انکی مدح دینا کرنا ہی تو کیا ہوتا ہی جناب سولخدا صلعم نوشیرواں کی تعریف کیا کرتے تھے باوجودیکہ وہ کافر تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں تو لکھا ہی کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ نے بتوں کی مدح میں فرمایا ہے کہ ان شفاعتہم لترجی یعنی تحقیق شفاعت انکی البتہ امید رکھی گئی ہی اور جو کچھ اپنے اس سارہ میں لکھا ہی وہ سب کر دیا ہی اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ سب جگہ معانی قبادر ہی مراد ہوتے ہیں اور اول تو اس روایت میں ہماری گفتگو ہی نہیں ہے اور اس روایت میں اگر ہم اعطا سے عطا ہبہ مراد لیویں تو اور روایتوں کی شرح کرنے سے لیوینگے اور ہمارے مجتہدوں میں جو اختلاف ہوتا ہی وہ اختلاف انکا روایتوں کے اختلاف سے ہے اور اخباریوں و اصولیوں میں یہی فرق ہی اور ایک یہ فرق ہی کہ اخباری تو ہر ایک خبر پر عمل کرتے اور اصولی جو روایت کہ اصول مذہب کے مخالف ہو اسکو اول یا مطرح کرتے ہیں اور اگر ہم اخباری ہو جائیں تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور ہم تو کہتے ہیں کہ ہر جگہ معنی تبادر مراد نہیں ہوتے بلکہ بعضے مقام میں تاویل کرنیکی احتیاج ہوتی ہی اور اس روایت میں جو ہم ہبہ مراد لیتے ہیں وہ اس سبب سے کہ اور روایتوں میں تصریح ہبہ کی ہوئی ہے **قال الشیخ الاشعری** اچھا مانا کہ لفظ اعطا کے معنی روایت متنازع فیہا میں یہی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ہبہ ہی کر دیا تھا لیکن مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام علماء شیعہ اسمیں کیا ارشاد کرینگے کہ یہ روایت منقطع ہی حضرت زید اس زمانہ میں کہاں تھے جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق سے دعوے ہبۂ فدک کیا یہ بات اگر بالفرض واقع میں ہوئی ہے تو قریب وفات حضرت سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوت و التسلیمات ظہور میں آئی ہی بلکہ متصل بعد وفات ہی چنانچہ ثابت ہے اور جو کچھ اپنے اس سارہ میں لکھا ہی وہ سب کر دیا ہی اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ سب جگہ معانی قبادر ہی مراد ہوتے ہیں اور اول تو اس روایت میں ہماری گفتگو ہی نہیں ہے اور اس روایت میں اگر ہم اعطا سے عطا ہبہ مراد لیویں تو اور روایتوں کی شرح کرنے سے لیوینگے اور ہمارے مجتہدوں میں جو اختلاف ہوتا ہی وہ اختلاف انکا روایتوں کے اختلاف سے ہے اور اخباریوں و اصولیوں میں یہی فرق ہی اور ایک یہ فرق ہی کہ اخباری تو ہر ایک خبر پر عمل کرتے اور اصولی جو روایت کہ اصول مذہب کے مخالف ہو اسکو اول یا مطرح کرتے ہیں اور اگر ہم اخباری ہو جائیں تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور ہم تو کہتے ہیں کہ ہر جگہ معنی تبادر مراد نہیں ہوتے بلکہ بعضے مقام میں تاویل کرنیکی احتیاج ہوتی ہی اور اس روایت میں جو ہم ہبہ مراد لیتے ہیں وہ اس سبب سے کہ اور روایتوں میں تصریح ہبہ کی ہوئی ہے **قال الشیخ الاشعری** اچھا مانا کہ لفظ اعطا کے معنی روایت متنازع فیہا میں یہی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ہبہ ہی کر دیا تھا لیکن مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام علماء شیعہ اسمیں کیا ارشاد کرینگے کہ یہ روایت منقطع ہی حضرت زید اس زمانہ میں کہاں تھے جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق سے دعوے ہبۂ فدک کیا یہ بات اگر بالفرض واقع میں ہوئی ہے تو قریب وفات حضرت سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوت و التسلیمات ظہور میں آئی ہی بلکہ متصل بعد وفات ہی چنانچہ ثابت ہے

سوسن مانہ کہ وقائع کا مشاہدہ اور انکی روایت اور شہادت بجز صحابہ اور کسیکا کام نہیں القصہ حضرت زید کا یہ قول ایک قول بے سند ہی کوئی بات بے سند متصل لائق اعتبار نہیں ہاں حضرت زید اگر شیعوں کے امام ہوتے تو علم غیب کی وجہ سے سنیونکو نہیں تو شیعوں ہی کے نزدیک اسکا قول حجت ہوجاتا پر شیعوں کے نزدیک تو مومن بھی نہیں چہ جائیکہ علم غیب اور امامت ہاں منکر امامت امام وقت ہے جس سے ولی بھی کافر ہوجاے اور سنیوں کے نزدیک گو حضرت زید کا بزرگوں میں سے ہوں لیکن تاہم آدمی ہیں جبتک سند نہ ہو کیونکر معلوم ہو کہ انہوں نے جس سے یہ بات سنی ہی وہ معتبر ہی کہ نہیں صحابی کی ملاقات میں تو احتمال ہے باقی تابعین سو انمیں جھوٹے سچے نیک بد سب طرح کے ہیں اور اگر بالفرض کسی ہمعصر صحابی سے انکی ملاقات ہوئی بھی تو یہ کیا لازم ہی کہ وہ صحابی اسوقت حاضر ہی تھا یا انکو کسی دوسرے صحابی سے یہ بات پہنچی ہی تھی اور پھر حضرت زید نے بھی انہیں سے سنا ہو احتمال ہی کہ جس صحابی سے انکی ملاقات ہوئی ہو انکو یہ بات معلوم نہ ہو اور اگر معلوم بھی ہو تو انہوں نے انسے نہ سنا ہو بلکہ کسی تابعی ہی سے سنا ہو بلکہ زبان زد عوام ایک بات دیکھکر اسی کے موافق نقل کردیا ہو یا بطور تسلیم قول معترضین یہ بات فرمائی ہو بہرحال احتمالات چند در چند قادح اعتبار روایت موجود ہیں پھر بالبنا بر احتمالات کوئی کیونکر اس آیت کو دربارہ دعوی ہبۂ فدک قبول کرلی خصوصاً درصورتیکہ آیت اور روایت صحیح متصل بلکہ مرفوع یعنی روایت مشکوۃ اسکے مخالف موجود ہو **اقول** اس روایت کو ہم ہرگز سند نہیں گردانتے یہ روایت تو دشمنان اہل بیت کی وضع کی ہوئی ہی ہمارا کلام تو ان روایتوں پر ہی جو پہلے اس سے ہم لکھ چکے تو اس روایت کو بار بار کسواسطے ذکر کرتا ہی ہم تو اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں اور اس روایت کے منقطع ہونے سے ہمکو کیا بحسوقت کہ ایک جماعت علماء اہل سنت نے اس روایت ہبہ کو تسلیم کرکے نقل کیا ہو ہمکو تو واسطے حجت پکڑنے کے کافی ہی اور سوائے اسکے تفسیر درمنثور میں ابو سعید خدری سے ہبہ کی روایت لکھی ہوئی ہی اور بزاز اور ابو یعلی اور ابو حاتم اور ابن مردویہ نے سلسلہ اسکا ابو سعید خدری تک پہنچایا ہی اور ریاض النضرت میں عبداللہ ابن ابی بکر بن عمرو بن حزم سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہی کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابو بکر سے دعوی ہبہ کیا اور یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ حضرت یہ کہ جو اہل سنت کے نزدیک امام ہیں غیر معتبر روایت کا اعتبار کریں اگر یہی احتمال ہی اس روایت میں تو کیا تو تیرے برابر بھی نہیں جانتی ہے کہ ایسے احتمالات کی روایت کو انہوں نے قبول کرکے کہا کہ اگر میرے پاس تحقیق مقدمات تو میں ہی ایسا کرتا جیسا کہ ابو بکر نے کیا ہی اور اس طرح کے احتمال جو تو نے نکالے ہیں تو سب روایتوں میں جاری ہوسکتے ہیں اسی روایت پر منحصر نہیں ہے اسواسطے کہ راویوں کے سلسلہ میں سے جو کسی نے اپنے اوپر والے سے روایت کی ہی معلوم نہیں کہ وہ معتبر ہی یا نہیں اور اگر معتبر ہی تو معلوم نہیں کہ اسنے جو سنا ہی اسی طرح سنا ہی جیسے کہ پہلے نے کہا تھا یا کچھ فرق ہوگیا ہی اسواسطے کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ کوئی کہتا ہی کچھ اور سننے والا سمجھتا ہی کچھ اور اگر اسیطرح اسوقت سمجھا تو بعد اسکے بعینہ یاد نہیں رہتا ہی انسان کو سہو و نسیان بھی عارض ہوتا ہی اور جھوٹے سچے بھی ہوتے ہیں اور جس صحابی تک یہ روایت پہنچی ہی معلوم نہیں اسنے خود سنا تھا یا دوسرے صحابی سے سنا ہو بلکہ زبان زد عوام ایک بات سنکر اسی کے موافق کہدیا ہو اور اکثر روایتیں ایسی ہیں کہ کتاب تفسیر ابن ابی حاتم اور بزاز اور بیہقی اور دارقطنی اور ابو یعلی وغیرہ میں یہ روایت ہے اور اوپر کا سلسلہ راویوں کا بیان نہیں کیا ہی پس جبکہ یہ حال ہو اور چند در چند احتمالات نکلتے ہوں تو چاہئے کہ ایک روایت بھی سنیونکی معتبر نہ ہو اور روایت مشکوۃ کی تو موضوع ہی کہ مخالف ہے اکثر کتابوں کی روایت کے اور معلوم نہیں وہ آیت کونسی ہی جسکی طرف اشارہ ہی یا وہ بھی روایت مشکوۃ ہی اور روایت مشکوۃ کی تو معلوم ہی جیسی کہ ہم بارہا اسکا ذکر کیوں کرتا جاتا ہی **قال الشیخ الاشعری** کہ بیان کوئی کم فہم اسکے وقوع ہونیمیں سوجہ سے کلام کرے کہ روایت مشکوۃ میں ہی عمر بن عبدالعزیز سے جو تابعی ہیں ایک روایت بے سند منقول ہی کیونکہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں موجود نہ تھے سو ہمکو بعد غیر معتبر ہوجانے روایت متنازع فیہا کے اس روایت کا غیر معتبر ہونا مضر نہیں لیکن تاہم بپاس خاطر شیعہ اس سے کو بھی مٹائے دیتے ہیں واضح ہو کہ یہ روایت مشکوۃ میں بہ خیبر جعفت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہی لیکن اس قول کو مغیرہ بن شعبہ جو صحابی ہیں نقل کرتے ہیں و صحابی کا بیان نہیں آتا جو رسول اللہ صلعم سے نہ سنا ہو یا ایسا ہی حکما مرفوع ہی دنیا بخبہ وافغان من قال حدیث جانتے ہیں معہذا قرینہ نقلیہ بھی اس بات کو تقاضا کرتا ہی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ فرمانا صحیح ہو کیونکہ اس قول کو حجت لینے فدک کی قوت نہیں کوئی بات ثابت نہیں کرتے اور نہ لینے کے لیے جیسے رسول اللہ صلعم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کا دینا حجت ہوسکتا ہی اس سے بڑھکر رسول اللہ صلعم کا ہبہ کردینا ہوسکتا ہی پھر یہ قضیہ اسسے ثابت نہوتا بلکہ الٹا ہبہ کا کرنا صحیح ہوتا تو انکو کیا ضرورت تھی کہ نقصان دینا تو یوں کرتے کہ فدک کو دیدیا اور نقصان دین یوں کرتے کہ جھوٹ بولا اور جھوٹ بھی کس پر رسول اللہ صلعم پر جھوٹی بات میں جہنمی ہونیکا وعدہ ہی اور عمدہ بھی متواتر کیونکہ حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار جسکا ترجمہ یہ ہی جو شخص جان بوجھکر میرے اوپر کوئی جھوٹ بات لگادی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کرلے بالاتفاق محدثین کے نزدیک متواتر ہی بلکہ متواتر باللفظ اگر ہی تو یہی ہی بہرحال اگر روایت حضرت زید بن علی بن الحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہم موضوع نہ کہیں و حضرت یہ کہکر یوں تسلیم ہی کرلیں کہ واقعی یہ بات حضرت زید ہی کی فرمائی ہوئی ہی تب اسکے آگے رسول اللہ صلعم تک سند کیا ہی **اقول** لم فہم تو اسبات کو لاکا مبہ کہیگا کوئی فہمیدہ بھی کہیگا کہ بنیاد عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں تھا اور جو احتمالات کہ زید کی روایت میں جاری کئے ہیں وہ ہی عمر بن عبدالعزیز کی روایت میں جاری ہوتے ہیں و روایت زید کو ہم کب معتبر جانتے ہیں سوائے اس فقرہ کی جو اول میں ہی اور سب روایتوں کے مطابق ہی اور مغیرہ تو راوی ہی عمر بن عبدالعزیز کے کہنے کا ما بن عبدالعزیز نے اوپر ہی سے روایت کو لیا ہو اور اگر حضرت کے اصحاب میں سے ہیں تو وہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں کہاں تھے جو اسکے قول کی روایت کرتے اور اگر حضرت کے صحابہ ہی میں سے تھے تو یہ کہتے کہ میرے روبرو حضرت فاطمہ نے ہبہ فدک کی چاہا اور رسول خدا نے ہبہ نکیا یہ تو وہ نہیں کہتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ بیشک اسکی گواہی دیتے لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا بلکہ عمر بن عبدالعزیز کے قول کو نقل کردیا ہی ایسے صحابی اور غیر صحابی دونوں برابر ہیں

اور سوائے اسکے یہ ہی جو کہ راوی اس روایت کے ہیں وہ معتبر نہیں ہیں اول راوی اسکی جو عبداللہ بن الجراح ہیں وہ کثیر الخطا ہیں چنانچہ حافظہ کاشف میں جو ذہبی ہی نے لکھا ہی کہ قال ابو حاتم کان کثیر الخطاء اور جریر کہ جو راوی دوسرا ہی وہ منسوب ہی ف سوحفظ تھا جیسا کہ میزان ذہبی میں لکھا ہی اور تدلیس بھی کرتا تھا اور یہ جو لکھا ہی کہ عمر بن عبدالعزیز نے لینے کے لئے یہ حجت بڑی تھی اول تو ہم اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ اسنے ایسا کہا تھا اسواسطے کہ یہ روایت سراسر موضوع ہی اور اگر ہم فرض کریں کہ اسنے کہا تھا تو بیاس خاطر حضرت ابوبکر ایسا کہا تھا کہ لوگ جان جائیں کہ ابوبکر کو جو بدنام کرتے ہیں کہ انہوں نے فاطمہ زہرا علیہا السلام سے فدک کو چھین لیا ہی یہ بات صحیح نہیں ہے اور جھوٹ کا سرزد ہونا عمر بن العزیز سے محال تھا علماء اہل سنت نے سینکڑوں اتہیں تراش کر جناب سولخدا صلعم کے ذمہ ہری ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے جبکہ معتقد حقیت خلافت خلفاء ثلاثہ کا اور انکے مرید ہیں سے تھا شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہی کہ معاویہ نے خلفاء کی شان میں بہت سی حدیثیں ہوائیں اور امرا کی خوشامد میں جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ابو یوسف کا حال لکھا ہی زمانہ میں ہارون رشید کے علماء کا یہ حال ہی اور عمر بن العزیز نگر چہ اور بنی امیہ سے اچھا تھا لیکن پھر دنیا دار آدمی تھا اور عمر عبدالعزیز سے جناب سولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولنا ایسا بعید جانا اور ابوبکر کی جو حضرت فاطمہ زہرا نے دعوی ہبہ فدک کا کیا جسکو کثرت سے علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں ہیں ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو جھوٹا جانکر گواہ طلب کئے اور وعید من کذب علی الخ حدیث کی داخل کیا اور مسئلہ فقہیہ اسپر جاری کیا اور یہ خیال نکیا کہ کیا فاطمہ زہرا اپنے باپ پر افترا کریگی کہ انہوں نے مجکو فدک ہبہ کیا ہی اسکا کچھ منافقہ نہیں اہل سنت کے نزدیک اور مذہب کی رو سے جیسے مقدمہ میں تیس ہم کہہ چکے جو کچھ کہنا تھا قال الشیخ الاشعری معہذا جیسے علامات صحت روایت مشکوۃ میں ظاہر ہیں چنانچہ ذکر ہو چکا ایسے ہی روایت متنازع فیہا کی علاوہ سند ہونیکے امارات کذب بھی ظاہر ہیں کیونکہ باتفاق مورخین فدک تا دم آخر سول اللہ صلعم ہی کے تصرف و قبضہ میں تھا اور بے قبض ہبہ ملک موہوب نہیں ہوتا واہب کی ملک سے نکلتا ہے اور ملک سول اللہ صلعم کا حال خود ابوبکر صدیق کو معلوم تھا کہ بعد وفات وقف ہو جاتے ہی پھر جو دربارہ ہبہ گواہ طلب کئے تو یوں کئے ابوبکر صدیق کی دینا کی ہوشیاری اور ان مسائل کی واقف کاری کے کہ جو امور دنیا میں مفید پڑیں شیعہ بھی معتقد ہیں جب دنیا ہی ٹھیرا تو ایسا مخل کیوں چلے جسمیں اتنا شبہ ہا رجانے کا ہو کیونکر اگر گواہ اپنی مقدار معین کو پہنچ جاتے تو پھر یہ عذر بھی بیجا تھا کہ ہبہ بے قبض تمام نہیں ہوتا ہر کوئی یہ جانتا کہ مارے مذہب کے یہ ہیں اگر یہ عذر قابل سماعت تھا تو پہلے ہی پیش کیوں نکیا اور اگر گواہوں کے طلب کرنے کو شیعہ محمول تحقیق حق پر کرتے تو بعد اسکے جو کچھ پیش آیا وہ خواہ مخواہ عدل و انصاف ہی ہوگا کیونکہ حکم خداوندی ہی کے موافق حکم کیا ہی کوئی قاعدہ نہیں گھڑ لیا باقی میں جو کچھ تقریر دربارہ طلب گواہاں کہی ہی اگر اسکو شیعہ تسلیم کریں تو چشم ہا روشن دل ما شاد ورنہ ہماری کوتاہ فہمی سے امید تو یہ نہیں علاوہ بریں جب بات مقرر ہوئی کہ فدک تا دم آخر رسول اللہ صلعم ہی کے قبض میں تھا تو باتفاق شیعہ و سنی اگر آپنے ہبہ کیا بھی تب حضرت فاطمہ کی ملک میں آیا پس حضرت فاطمہ جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں کہیں ایسا غلط دعوی کرتی جسمیں بہرحال حق تلفی خلائق ہی اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی ہی تو وارثوں کی حق تلفی ظاہر ہی ورنہ فقراء اور مساکین کے حق تلفی نہیں بلکہ آپکا ترکہ وقف ٹھہرا خلیفہ کو اختیار ہے چاہی دیدے پس اگر حضرت فاطمہ کے پاس آگیا تو اور بھی اچھا ہے لیکن اس فن فریب یعنی فریب بازوں و مداروں کا کام ہی بہرحال علامات صدق روایت مشکوۃ اور امارات کذب روایت متنازع فیہا اہل فہم کے نزدیک تو ایسی روشن ہیں جیسی اہل نظر کے سامنے آفتاب اور یوں مولوی عمار علی صاحب یا انکے اقران و امثال اگر نہ سمجھیں تو پھر ہمیں کوئی یوں کہے کہ یہ کیا کہتا ہی انکے حسب حال پھر یہ شعر پڑھا جائیگا ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ اقول روایت مشکوۃ بالکل موضوع ہی جیسا کہ ہم کہہ چکے اور روایت ہبہ دعوی فدک کی ہرگز جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ بڑے محققین اہل سنت نے اپنی کتابوں میں لکھی ہی اور اسکو جزم الورود جانکر جواب اسکا دیا ہے اور انکار اس روایت کا کسی نے نہیں کیا ہے یہانتک کہ نصر اللہ کابلی صاحب صحیح کہ جو اس فن میں ان سب کے استاد ہیں اور مولوی عبدالعزیز صاحب بھی اسی کے کلام کے خوشہ چین ہیں اس روایت کا انکار نہیں کرتے ہیں جبکہ اسقدر اور ایسے محققین نے تصدیق اس روایت کی کی تو روایت مشکوۃ کی کہ وہ حدیث کی کتاب ہے اور اسمیں سب طرح کی روایتیں ہوتی ہیں بیشک موضوع ہوگی اور یہ جو لکھا ہی کہ باتفاق مورخین فدک تا دم بازپسیں سول اللہ صلعم کے قبضہ میں تھا یہ کہنا بالکل غلط ہی ہرگز ہرگز مورخین نے ایسا نہیں لکھا ہی اور اگر کسی نے صبی ابوبکر کی رعایت کے واسطے لکھدیا ہو تو اسکا کیا اعتبار ہی اور اہل سنت کی کتابوں سے صاف ظاہر ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا قبضہ فدک پر تھا چنانچہ مولوی صاحب کے خط میں مندرج ہے اور ہم پھر لکھتے ہیں کہ کنز العمال میں علی متقی کی اور مسند ابو یعلی موصلی میں اور تفسیر درمنثور میں اور معارج النبوت میں لکھا ہی کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی وآت ذا القربی حقہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو جبکہ دیا تو قبضہ ہو گیا یا نہیں اور قبضہ کسکو کہتے ہیں الخ ایسا کیونکر ہو سکتا ہی کہ باوجود ورود روایات کثیرہ دعوی فدک اور شہادت امیر المومنین و حضرت فاطمہ زہرا بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کریں کیا حضرت یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں ہوتا اور حضرت امیر المومنین جو اعلم صحابہ تھے انکو بھی معلوم تھا کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہوتا یہانتک کہ گواہی بھی ادا کردی اور نہ حضرت زہرا کو منع کیا دعوی کرنے سے کہ تم کسواسطے دعوی کرتے ہو ہبہ کا تھا قبضہ تو ہوا ہی نہیں ہرگز ہرگز سنیوں سے جواب ہو سکتا نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ اپنی کتابوں کا انکار کریں اور اپنے علماء کو کہیں کہ بڑے دروغگو تھے جو ایسی روایتیں اپنی کتابوں میں لکھ گئے اور جس صورت میں حضرت فاطمہ کا قبضہ ہبہ پر ثابت

اور یہ جو لکھا ہی کہ باتفاق مورخین فدک تا دم بازپسیں سول اللہ صلعم کے قبضہ میں تھا یہ کہنا بالکل غلط ہی ہرگز ہرگز مورخین نے ایسا نہیں لکھا ہی اور اگر کسی نے صبی ابوبکر کی رعایت کے واسطے لکھدیا ہو تو اسکا کیا اعتبار ہی اور اہل سنت کی کتابوں سے صاف ظاہر ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا قبضہ فدک پر تھا چنانچہ مولوی صاحب کے خط میں مندرج ہے اور ہم پھر لکھتے ہیں کہ کنز العمال میں علی متقی کی اور مسند ابو یعلی موصلی میں اور تفسیر درمنثور میں اور معارج النبوت میں لکھا ہی کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی وآت ذا القربی حقہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو جبکہ دیا تو قبضہ ہو گیا یا نہیں اور قبضہ کسکو کہتے ہیں الخ ایسا کیونکر ہو سکتا ہی کہ باوجود ورود روایات کثیرہ دعوی فدک اور شہادت امیر المومنین حضرت فاطمہ زہرا بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کریں کیا حضرت یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں ہوتا اور حضرت امیر المومنین جو اعلم صحابہ تھے انکو بھی معلوم تھا کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہوتا یہانتک کہ گواہی بھی ادا کردی اور نہ حضرت زہرا کو منع کیا دعوی کرنے سے کہ تم کسواسطے دعوی کرتے ہو ہبہ کا تھا قبضہ تو ہوا ہی نہیں ہرگز ہرگز سنیوں سے جواب ہو سکتا نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ اپنی کتابوں کا انکار کریں اور اپنے علماء کو کہیں کہ بڑے دروغگو تھے جو ایسی روایتیں اپنی کتابوں میں لکھ گئے اور جس صورت میں حضرت فاطمہ کا قبضہ ہبہ پر ثابت

تو نے زید کی روایت میں کہ واسطے لکھا ہی کہ زید سی کہنے کہا کان ابا بکر انتزع من فاطمۃ یعنی تحقیق کہ ابو بکر نے چھین لیا فاطمہ سی سو اب میں پوچھتا ہوں کہ فاطمہ ہرا علیہا السلام کے قبضہ میں فدک کی تو انکے ہاتھ میں سے ابو بکر نے چھین لیا تھا اور اگر انکے قبضہ میں نتھا تو چھیننا کیونکر صادق آئیگا اور جس صورت میں کہ قبضہ حضرت فاطمہ کا نتھا تو ابو بکر نے ایک سیدھی بات کہدی ہوتی کہ قبضہ تو تمہارا اسپر کبھی نہیں ہوا ہی ہبہ کیونکر ثابت ہو گواہ کسواسطے طلب کئے اور اگر امور دنیا کی جہت سے طلب کئے اس خوف سے کہ لوگ بدنام کریں بے وجہ چھین لیا تو اس جہت سے گواہ طلب کرنے ہی بیجا ہیں اسواسطے کہ سبھی آدمی جانتے ہونگے کہ حضرت فاطمہ کا اسپر قبضہ کبھی نہیں ہوا تھا تو پھر صاف جواب دینے سے کون بدنام کرتا بلکہ یہ کہتے کہ ابو بکر نے جو کچھ واجبی تھا دیا بلکہ گواہوں کے طلب کرنیمیں تو کہنے ہونگے کہ برابر تو فی ہی باوجود نہونے قبضہ کے گواہ طلب کرتا ہی اور اس سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ ابو بکر کے نزدیک حق فاطمہ کا ثابت تھا لیکن ابو بکر نے امور دنیا کی ہوشیاری کے واسطے گواہ طلب کئے اور اگر حضرت فاطمہ کے ہٹانے اور ساکت کرنے کو طلب کئے تھے تو معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ نے باوجود عدم قبض دعوی ہبہ کا قبض کیا تھا کہ ان سے گواہ طلب کئے کہ اگر گواہ پورے نہ لائی تو شاید وہ نگا اور اگر گواہ پوری لائی تو واسطے ہٹانیکے کچھ اور بہانہ کرونگا فاطمہ ہرا ہرگز ایسی جاہل اور بے علم اور دروغگو نتھیں کہ ایسا بیہودہ دعوی کرتیں اور اگر مقدار گواہونکی پوری ہوجاتی تو یہ مذکور عدم قبض کا بیجا کیونکر ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہبہ کے گواہی گذر جاتے کہ فلانی شخص نے فلانے کو ہبہ کیا ہے اور قبضہ اسکو نہ دیا ہو تو جائز کہ وہ درست ہوجائے اور حال یہ ہے کہ یہی درست نہیں ہے جبتک کہ واہب اپنی قبض و تصرف سی نکالکر موہوب کے قبض و تصرف میں نہ دیوی اور جسوقت کہ لوگوں کے نزدیک بھی حضرت فاطمہ کا قبضہ نتھا تو پھر کون کہتا کہ نہ دینے کے بہانہ ہیں کو گواہ پوری گزرگئے تو کیا موافق شرع ہی کہ ہوا کہ قبضہ نتھا اور حکم خداوندی واسطے گواہونکی اسوقت ہی کہ جسوقت کوئی مدعی القبض دعوی ہبہ کا کری اور اگر قبضہ نہو تو صاف جواب دینا چاہئے پس معلوم ہوا کہ واسطے طلب کرنے گواہونکے یہی وجہ تھی کہ حضرت فاطمہ ہرا علیہا السلام کا اس پر قبضہ تھا اور اب ہم ایک اور وجہ اسکی قول کے تردید میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے جو دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا وہ حال سی خالی نہیں یا تو ابو بکر انکو اس دعوی میں جھوٹا جانتے تھے یا سچا جانتے تھے جھوٹا تو جان نہیں سکتے اسواسطے کہ آیت تطہیر انکی شان میں نازل ہوئی تھی کہ گناہوں سے وہ پاک ہیں اور اگر اہل سنت انکو معصوم نہیں جانتے تو محفوظ تو جانتے ہیں اور جو شخص محفوظ ہو گناہوں سے وہ ایسا افترا رسول خدا پر ہرگز نہ کریگا کہ مجھکو انہوں نے فدک ہبہ کیا ہے پس معلوم ہوا کہ وہ اس دعوی میں راست گو تھیں ابو بکر کے نزدیک اور جسوقت کہ وہ سچی تھیں تو گواہونکی طلب کرنیکی احتیاج نتھی اسواسطے کہ گواہونکی طلب کرنیکی احتیاج تو اسوقت کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو جسوقت حاکم ہی مدعی علیہ ہو اور مدعی کو دعوی میں راست گو بھی جانتا ہی تو اس صورت میں گواہونکی طلب کرنیکی احتیاج نہیں ہے بلکہ بمجرد دعوی کے دیدینا چاہئے اور اگر نہ دیگا تو بڑا ظالم ہی اور گواہوں کے طلب کرنیکی احتیاج اسوقت ہوتی ہی کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا اور شخص ہو خواہ اسکے دعوی کو حاکم سچا جانتا ہو یا نجانتا ہو اور مجدد موصوف کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے عمر کی خلافت میں بھی دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا پس اگر قبضہ حضرت فاطمہ کا نہوتا تو پھر حضرت علی اتنی مدت کے بعد دعوی ہبہ کا کیوں کرتے اور نادم آخر جناب سولخدا صلعم کے قبضہ میں ہرگز فدک نرہا تھا بلکہ اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو دیدیا تھا چنانچہ ہم ثابت کرآئی ہیں اور اگر فاطمہ نے دعوی کیا تو بہت بجا کیا کہ حضرت صلعم نے انکو ہبہ کرکے قبضہ کرادیا تھا اسواسطے اس معصومہ نے جسوقت ابو بکر نے ان سی چھین لیا تو دعوی ہبہ کا کیا جو یہ دلالت کرتے ہیں روایات کتب اہل سنت کے آخر کتب اہل سنت میں عمدہ کر لکھا ہی لکھی ہوئی بات کوئی کیونکر کہدی کہ نہوی ہوگی کیا یہ جی دوم کا تیر ہے کہ کسی دوم کے ایک تیر لگا تو اس نے کہا کہ خدا کرے کہ نہ لگا ہو سو دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا تو متحقق ہی یہ تو کسی طرح سے ممتنع نہیں ہے جو انعلم بما ہو کائن اب اہل سنت سر اپنا کو ٹکراویں اور حق تلفی تو اسوقت متحقق ہوتے جسوقت سوائے اس مظلومہ کے کسی اور کا حق اسمیں ہوتا اور رسولخدا صلعم کا ترکہ ہرگز موقوف نہیں ہے اور روایت لانورث کی بالکل باطل ہی اور اگر خلیفہ کو اختیار تھا جسکو چاہی دیدی کا تو جسوقت حضرت فاطمہ طالب ہوئی تھیں تو بالفرض قرابت رسولخدا کہ وہ دختر نیک اختر حضرت کی تھیں کیوں نہ انکو دیدیا اور اگر ہبہ کا دعوی تیری نزدیک صحیح نہیں ہے اور فن و فریب کا ہی تو وہ وراثت کا دعوی تو صحیح ہی اسوقت ہی دیا ہوتا لیکن اسنے تو اسوقت ہی نہ دیا اور عثمان نے اپنی قرابت کا لحاظ کرکے مروان کی جاگیر میں فدک کو کردیا اور ابو بکر نے جناب سالت مآب کی قرابت کا لحاظ کرکے فاطمہ ہرا علیہا السلام کو نہ دیا اور روایتوں سے ثابت ہوچکا ہی کہ دعوی فاطمہ ہرا کا صحیح اور درست تھا اور روایت مشکوۃ کی موضوع ہی اہل سنت کے نزدیک بھی اور ابو بکر نے جو اس مقدمہ میں اہل بیت علیہم السلام کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوگئی مولوی عبد العزیز صاحب نے آخر باب چہارم تحفہ میں لکھا ہی کہ باید دانست کہ باتفاق شیعہ و سنی ایں حدیث ثابت است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الآخر کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی و احکام شرعی ما را پیغمبر حوالہ بایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبی کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار ایں بزرگان نماید گمراہ و مخطی است و ازیں حالا در تحقیق باید افتاد کہ ازیں دو فرقہ یعنی شیعہ و سنی کدام یک کس متمسک بایں دو حبل متین است و کدام کس استخفاف ایں دو چیز عالیقدر میکند و اہانت می نماید و لہذا در جہ اعتبار ساقط می افتد و انکار و طعن در ہر دو پیش میکرد و ہم بایں موافق تحریر شاہ صاحب جناب سولخدا صلعم حالانکہ ان دو چیز کا کیا تھا سب کو اپنی ابو بکر انکی مخالفت میں کہ دعوی ہبہ و وراثت کو رد کیا اور انکے دعوی کا انکار کیا تو خارج از دین اور گمراہ ہوا یا نہیں اور اسکا قول انکے مقابلہ میں غیر معتبر ہوا یا نہیں اور اسی طرح باب امامت میں تحفہ کی حدیث ثقلین کے جواب میں

شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ ہمیں قسم حدیث مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق دلالت نمیکند مگر برانکہ فلاح وہدایت مربوط بدوستی ایشاں ومنوط باتباع ایشان است وتخلف از دوستی واتباع ایشاں موجب ہلاک اینمعنی بفضل اللہ تعالی محض نصیب اہل سنت است بس اور اسی طرح نصر اللہ کابلی نے صواعق میں لکھا ہی چنانچہ انکی قول کو ہم پہلے ہی نقل کرآئی ہیں اس قول کے موافق ہی ابوبکر نے جو علی اور فاطمہ کے قول کا اتباع نکیا بلکہ انکی اتباع سی تخلف کیا کہ دعوی ہبہ اور وراثت مدعا کی فرمانیکی موافق عمل کیا تو ہلاک ہوا یا نہیں اور اسی طرح امام رازی تفسیر میں اپنی عصمت اور وجوب اتباع اور اقتدا حضرت امیر کا لکھتے ہیں اور فدک کے مقدمہ میں ہبہ اور میراث میں کہ جو دونوں موافق ارشاد جناب امیر علیہ السلام کے ہیں ابوبکر کے منع کرنیکو صواب لکھتے ہیں عجب حال ہی ان لوگوں کا کہ جب حق آتا ہی تو اُس سے بالکل گریز کر جاتے ہیں بہرحال علامت کذب روایت مشکوۃ سی اور امارات صدق روایت دعوی ہبہ اہل فہم کے نزدیک ایسے روشن ہیں جیسے اہل نظر کے سامنے آفتاب اور یوں تو شیخ نجدی یا انکی اقران امثال اگر نسمجھیں تو پھر ہمیں کوئی یہ نہ کہی کہ کیا کہتا ہی اُنکے حسب حال پھر یہ شعر پڑہا جائیگا گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ **قال الشیخ الاشعری** غرض روایت مشکوۃ کی کہ وہ روایت ہم ملا نہیں ہوسکتے جو اسکو چہوڑکر اُس روایت پر عمل کریں بلکہ موافق قواعد مرقومہ بالا کے لازم ہی کہ بسبب تعارض روایت مشکوۃ کی کہ وہ درحقیقت روایت ابوداؤد ہی جو صحاح ستہ میں سی ہی اور صحاح ستہ کی روایت کی صحت اور قوت کو یہی بہت ہی کہ اُنکا نام صحاح ہی اُس روایت کو جو حضرت زید کے نام لگا کر کہی ہی رد کریں اور سلمنا کہ یہ روایت بھی صحیح اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہبہ کا دعوی کرنا بھی درست لیکن اتنی بات سنی وشیعہ کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہی کہ ہبہ بے قبض تام نہیں ہوتا وقتیکہ قبض تصرف واقع ہیگا اُسکی ملک بھی نہیگی چنانچہ ارشاد علامہ حلی میں اصل مقصد دعوی میں مرقوم ہی فلا تسمع دعوی الہبۃ مجردۃ عن دعوی القبض یعنے نہ سنا جائیگا دعوی ہبہ بے دعوی قبض کے اور فدک بالاجماع تا دم واپسیں صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی قبضہ میں تھا آپ حین حیات تک فدک میں تصرف مالکانہ کرتے رہی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا دخل آپکی زندگی میں نہیں ہونے پایا اسبات میں فریقین طرفین بلکہ محدثین فریقین متفق ہیں سو فریقین کے اخبار کے لکھنے کے اول تو اس وجہ سے حاجت نہیں کہ کتب تواریخ پر ہر کسیکو عبور میسر آسکتا ہی پر علم حدیث تک نوبت کسی کسی کی پہنچتی ہی اکثر ونکو مضامین احادیث کے اطلاع نہیں ہوتی دویم تواریخ کی بابت اعتبار میں احادیث کے ہم پلہ نہیں ہوسکتی اس لیے طرفین کی روایات احادیث کی ہی طرف اشارہ کئی جاتا ہوں پہلے تو یہہ واقف ہونیکے معنی میں ہی نہیں تراشے سنیونکی روایت یعجبہا اول تو وی روایت مشکوۃ جو مرقوم ہوچکی اسبات پر بتصریح شاہد ہی دوسری مشکوۃ ہی میں ابوداؤد کی حدیث بروایت مالک بن اوس بن الحدثان مرقوم ہی جس میں اسبات کا بیان ہی کہ حضرت عمر نے اسبات کے استدلال میں کہ مال فی فی تقابل تقسیم نہیں کچھ ایسا بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین چیزیں جدی جدی مصرف کے لئے وقف رکھیں تہیں بنی النضیر خیبر فدک سو فدک کے مصرف کے بیان میں فرماتے ہیں وما افدک فکانت حبسا لابناء السبیل یعنی فدک مسافروں کے خدمتگاری کے لئے وقف ہی اب بحکم قواعد مناظرہ تو ہمیں اپنی ہی کتابوں کا حوالہ بہت ہی کیونکر دور دو اعتراض کی ضرورت ہی ایسی بات ہو کہ جسپر وہ اعتراض ہوا سکی مسلمات اور مانی ہوئی باتوں کے خلاف ہو اور درصورتیکہ اُسکی مسلمات کے خلاف نہو تو اعتراض اعتراض ہی نہیں درصورتیکہ ہمنے اپنی کتابوں سے ثابت کردیا کہ فدک تا دم واپسیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبضہ میں رہا اور پھر کتابہی ایسی معتبر کہ حجت بنجا صحاح ستہ ہی تو پھر اور دوی دعوی اعتراض ہے لغو ہوگیا کیونکہ ہبہ بالاتفاق طرفین بے قبض جب ملک ہی نہیں لیکن معترض کا سکوت اور ہی اور اطمینان کچھ اور ہی اپنی بات سے شیعہ ساکت ہوجائیں **اقول** مشکوۃ کی روایت سے وہ روایت اعتبار میں بڑہکر ہی کہ روایت مشکوۃ کی تو ایک کتاب کی روایت ہی اور راویوں میں اُسکے لوگوں نے قدح کیا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور روایت دعوی ہبہ کی کتب کثیرہ میں ہی کہ جسکو ایک جماعت کی جماعت نے نقل کیا ہی اس صورت میں بسبب تعارض کے روایت مشکوۃ کی اعتبار سے ساقط کیجائی اور عمل ہبہ کی روایت پر ہو اور یہ روایت ابوداود کی موضوع ہی اور علماء اہل سنت نے اُسکی بہت روایتوں کا قدح کیا ہی بلکہ صحاح ستہ کی سب کی روایتوں میں قدح کیا ہی دیکھو کتابیں رجال کی موجود ہیں اور انکا نام صحاح رکھنا ایسا ہی جیسا کہ کہتے ہیں کہ برعکس نہند نام زنگی کافور اور سنن ابوداود کے بعضی بعضی روایت کا تو میں حوالہ دیتا ہوں کہ ایک روایت تو یہہ ہی کہ وہ عائشہ سے ہی قالت امرنا رسول اللہ صلعم یاتم سلمۃ لیلۃ النحر ان نزور البیت قبل الفجر اسکو ابن قیم نے زاد المعاد میں منکر لکھا ہی اور تصریح کی ہی کہ امام احمد حنبل نے اسکا انکار کیا ہی اور ایک روایت عبد اللہ بن زید سے ہی کہ قال اراد النبی صلعم الاذان استیاء لم یصنع فیہ شیئا محمد بن الحنیفہ نے تکذیب اسکی کی ہی چنانچہ لسان المیزان میں لکھا ہی اور ابوحفص عمر بن علی بن عمر القرشی نے تو بہت روایتوں سنن ابوداود پر حکم وضع اور افترا کا کیا ہی از انجملہ یہ ہی کہ وعن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلعم اقبلوا الہدیۃ وعلی ہذا القیاس اور جسوقت کہ بخاری اور مسلم اکاذیب کو شامل ہوں تو اور کتابیں کس شمار میں ہیں چنانچہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الخفین میں لکھا ہی کہ دو سو اور دس روایتیں انمیں ضعیف ہیں اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ کا کیا تو جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ ثابت ہوا اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ فاطمہ ہرانے بدون قبضہ کے دعوی کیا حضرت زہرا نہیں جانتی تہیں کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہے تاکہ وہ بدون قبضہ کے دعوی کرتیں تم جانتے ہو کہ خلفاء ثلثہ جیسے جاہل تہی سائل دین سے اور غلطیاں کہاتے تہے ایسے ہی حضرت فاطمہ بہی ہونگی جسکے گھر میں سے احکام دین جاری ہوں ایسی بات کو نجانیگا اور ابوبکر سے فاطمہ بیشک زیادہ عالمہ تہیں چنانچہ کنز العمال میں ذکر روایت ثقلین میں لکھا ہی اور ایسے ہی جواہر العقدین میں مستدرک سے لکھا ہی کہ فرمایا حضرت صلعم نے کہ

ولا تعلمون فانتم اعلم منکم یعنی اور نہ سکھاؤ تم انکو کہ تحقیق وہ زیادہ سیکھے ہوئے ہیں تم سے پس معلوم ہوا کہ منظور یہاں حضرت فاطمہ کی خطا ثابت کرنی ہی کہ بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کیا اور ہبہ تو بدون قبضہ کے البتہ صحیح نہیں ہے لیکن یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ اسپر نتھا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے کارندے اسپر ابوبکر نے اٹھا دیئے اور تیری کتابونکی روایت جو کہ زید کیطرف منسوب ہے اس میں بھی یہی ہے کہ کہینے زید سے کہا کہ انتزع ابوبکر یعنی چھین لیا ابوبکر نے اگر فاطمہ اسکے قبضہ میں نتھا تو چھینا کیونکر کہینا تو اسکو کہتے ہیں کہ کسیکے پاس کچھ چیز ہو اور دوسرا زبردستی سے اسکے پاس سے لے لے سو قبضہ حضرت فاطمہ کا فدک پر ثابت ہوا اور یہ جو لکھا ہے کہ فدک بالاجماع تا دم واپسیں حضرت سو لخلاصلعم کے قبضہ میں تھا اور آپکی زندگی میں حضرت زہرا کا دخل اسپر نہیں ہوا یہ بالکل غلط ہی اور اگر اسپر اجماع ہوگا تو ناصبیوں کا ہوگا شیعہ تو اس بات کے قائل ہی نہیں ہیں اور اس دغاباز کے جھوٹ کو تو دیکھو کہ لکھتا ہی کہ مورخین طرفین بلکہ محدثین فریقین اسپر متفق ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں نتھا ہمیں سے دیکھنا چاہئے کہ اگر اس قول میں یہ سچا ہوتا تو جیسے کہ شیعونکی کتاب ارشاد کا حوالہ دیا ہی کہ ہبہ بدون قبضہ کے نہیں سنا جاتا ہی تو اس بات کا حوالہ بھی شیعونکی کسی کتاب سے دیتا کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں نتھا لیکن یہ کہاں ہی اگر کسی کتاب میں ہوتا تو لکھتا لیکن ایک جھوٹ بات مجمل لکھدی کہ مورخین طرفین محدثین فریقین اسپر متفق ہیں اور بیان کیا اسکو مولوی عبدالعزیز صاحب کے پیروی نے انکی دروغ اور افترا کے لکھنے پر اعتماد کرکے یہ بھی لکھدیا ہی اور روایت مشکوۃ جسکی روایت عمر بن عبدالعزیز سے ہی وہ تو ہم لکھ چکے کہ موضوع ہی اور اسی قیاس دوسری روایت سے اور اس میں جو لکھا ہی کہ ابناء سبیل کے واسطے فدک کو حبس کیا تھا سو حبس کی معنی کچھ وقف کی ہی نہیں ہیں ہو سکتا ہی کہ بعد میں اسکو ابناء سبیل کے واسطے روک رکھا ہو اور بعد اسکے وہ حضرت فاطمہ کو ہبہ کرکے دیدیا ہو اور مناظرہ کا یہ دستور نہیں ہے کہ آدمی اپنے مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوی یہ نہایت عاجزی ہے خصم کے مقابلہ میں کہ اسکا خصم تو اسکی کتابوں کا حوالہ دیوی جو کہ اسکے مسلمات میں سے ہیں اور یہ اسکے جواب میں اپنے ہی مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوی اگر نصاری سے مناظرہ ہو تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری کتاب میں تین خدا لکھے ہیں اسکو تسلیم کرنا چاہئے اور یہاں معترض کی مسلمات میں سے کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جسکی سبب سے اعتراض نہو سکے اسکا تو اعتراض یہ ہے کہ دعوی ہبہ کا بدون قبضہ کے ہو نہیں سکتا کہ بدون قبضہ کے دعوی کرنا کام جاہلوں اور بیہودوں کا ہی اور یہاں جو کہ دعوی کرنیوالے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے ہیں کہ محال ہی کہ بدون قبضہ کے وہ دعوی ہبہ کا کریں اعتراض معترض کا قائم ہی اور اول تو تمہاری کتابوں میں بصراحت یہ نہیں ہے کہ حضرت صلعم نے فدک کو ابناء سبیل پر وقف کر دیا تھا بلکہ اس میں حبس کا لفظ ہی اور حبس ضرور نہیں ہی کہ وقف ہی کو کہتے ہوں اور دوسرے یہ کہ یہ روایت ہی معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ اہل السنت لکھتے چلے آئے ہیں کہ فدک فقراء اور مساکین اور ابناء سبیل پر تقسیم ہوتا تھا اور اسمیں تخصیص ابناء سبیل کی ہی اسواسطے یہ روایت باطل ہی اور تیسرے یہ کہ یہ روایت سنیونکی کتاب کی ہی ہمپر حجت نہیں ہو سکتی سیلئے یہ اعتراض دفع نہیں ہو سکتا اور یہ بدون قبضہ کے البتہ درست نہیں ہی لیکن یہاں ایسی صورت نہیں ہے کہ دعوی بدون قبضہ کے ہو اور شیعہ تو اسوقت ساکت ہوں جسوقت جواب شافی اور صحیح اہل سنت سے سنیں لیکن اہل سنت پاس جواب اسکا نہیں ہے اور جو لچر جواب ہے وہ پوچھو **قال الشیخ الاشعری** لیکن بجائے خود سنیوں کی بات سے انکا دل مطمئن نہیں ہوتا اس لیے گذارش دیگر ہے معارج السالکین جو کتاب معتبر امامیہ ہے اور نیز دیگر کتب امامیہ میں روایت ہی جسکا اسجگہ فقط مضمون ہی لکھدیتا ہوں عبارت بعینہا انشاء اللہ آیندہ مرقوم ہوگی اسکا مضمون یہ ہے جب ابوبکر صدیق نے دیکھا حضرت فاطمہ انسے لہنے لگیں اور بولنا ملانا چھوڑ دیا اور پھر فدک کے مقدمہ میں کچھ بولیں تو یہ بات بڑی دشوار معلوم ہوئی اس لئے یوں چاہا کہ انہیں راضی کیجئے سو انکے پاس جاکے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آپکا دعوی سچا ہی پر کیا کروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی کہ تمہاری خرچ کے موافق تمہیں دیتے اور عالونکی مزدوری دیگر جو کچھ بچتا تھا اسے فقراء اور مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم فرمادیتے کرتے تب انہوں نے فرمایا تو اچھا وہی طرح کرتے رہو جسطرح میرے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ تو میں قسم کھاتا ہوں کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے ویسے ہی کئے جاؤنگا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا قسم ہی کہاتے ہو کہ بیطرح ہی کروگے آپنے پھر کر عرض کی کہ قسم خدا کی میں اسطرح کرونگا اس پر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے یوں فرمایا کہ خدایا تو گواہ رہو بات پر راضی ہوگئیں اور عہد لیلیا اور حضرت ابوبکر صدیق انکا خرچ دیکی باقی کو فقراء و مساکین اور ابن سبیل کو دیدیا کرتیں فقط سنے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا یہ نذر کرنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح کرتے ہوئے دیکھا ہی اسلیئے آپکے حوالہ کرنے میں معذور ہوں اور یہ حضرت فاطمہ کا اسمیں کچھ انکار نکرنا بلکہ یوں فرمانا کہ اچھا دونوں ہی کئے جاؤ اور میرے اسپر خوشی سے راضی ہوجانا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ تا دم واپسیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قبضہ تصرف تھا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا قبضہ نہیں ہوا تھا **اقول** یہ روایت جو معارج السالکین کے لکھی ہی شیعوں میں تو کوئی کتاب معارج السالکین نہیں ہے تاکہ یہ روایت اسمیں ہو یہ افترا صریحہ کاظمی کا ہی کہ صراحتہ میں اپنے جی سے جوڑ کر لکھا ہی اور ایک جھوٹ بنا کر لکھدیا ہی کہ شیعونکی معارج السالکین میں ایسا لکھا ہی اور حال یہ ہے کہ شیعونکی مذہب میں اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہے اور نصاریٰ کاظمی کی یہ روایت مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں لکھا ہی اور شاہ صاحب کی پیروی سے اس شیخ نے لکھا ہی اور وہ عبارت جو معارج السالکین سے مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں لکھی ہی وہ یہ ہے ان ابابکر لما رأی فاطمۃ انقبضت عنہ وھجرتہ ولم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک فعرف ذلک عنہا فاراد استرضاءھا فاتاھا فقال لھا صدقت یا بنت رسول اللہ فیما ادعیت ولکنی رایت

رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یؤتی منہا قوتکم والصانعین بما فعلت افضل فیہا کما کان یفعل فیہا رسول اللہ یفعل فیہا فقال فلعمر اللہ علی ان افعل فیہا لیفعلن ابدا فقال واللہ لتفعلن فقال واللہ لافعلن ذلک فقال اللہم اشہد فاستغفر ورضیت بذلک واتفق الحمد علیہ وکان ابوبکر لعطیہم منہا قوتہم ویقسم الباقی یفعل الفقراء والمساکین وابن السبیل اور ترجمہ اسکا اسکے قریب جو اوپر گزرا اور طرفہ یہ ہے کہ انصار اللہ کابلی نے تو تمام مجاج السالکین ہی لکھا تھا اور شاہجہانپوری نے اسپر ریمارک لیا کہ سوائے مجاج السالکین کے دیگر کتب معتبرہ امامیہ بھی للہیا جو وقت اہل سنت کا جزو ہوئی آپ لوگوں کو جواب دینا ہی تو یہ تجویز کی کہ کوئی کتاب شیعوں کے نامزد کرکے اسطرح سے لکھ دینا چاہئے کہ ذبان انکی بند ہو لیکن جھوٹ کا کام نہیں چلتا ہے آخر کو ظاہر ہی ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس روایت دروغ کتاب دروغ پر بنا کرکے لکھا ہے وہ سب باطل ہے اور تادم بازپسیں حضرت سو لخدا کے پاس فدک ہرگز نہیں تھا ہی بلکہ وقت وفات حضرت کے فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تھا اور ابوبکر نے آنسے چھین لیا تھا اور اگر حضرت فاطمہ کے قبضہ میں فدک نہ ہوتا تو وہ مصنوعی دعوے ہبہ کا غرض کہ ہبہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں ہے جب قبضہ نہ ہوا تو پھر دعوی کیسی تھا اور جو شخص کہ کہتا ہے کہ فاطمہ کا قبضہ تو کبھی نہ ہوا تھا اور دعوی آنہوں نے ہبہ کا کیا وہ شخص حضرت فاطمہ کو خاطی مقرر کرتا ہے دعاوے **قال الشیخ الاشعری** پس حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو دعوی ہبہ میں تکذیب نہیں کی تصدیق ہی کی لیکن قانون شرعی کے موافق عمل کیا کہ تاکہ آپنے حق دینے کے وبال سے اور حضرت فاطمہ ناحق لینے کے عذاب نکال سے محفوظ رہیں ورنہ اشبہ جو گواہ طلب کئے تو اسی لئے طلب کئے ہوں کہ اگر گواہوں سے یہ بات ثابت ہو جاوے کہ واقعی فدک رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا رضہ کو ہبہ کر دیا تو گو بیعیب قبض سے انکی ملک میں نہیں آیا لیکن پھر اولی یہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضہ کے حوالہ کیا جاوے پر اسکو کیا کیجئے کہ شہادت اپنے نصاب کو نہ پہنچی اور بیحجت دعوی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جو انکو حوالہ نہ کیا تو اسکی وجہ انشاء اللہ آگے مذکور کیجائیگی امیدوار باید بود مگر شاید کسی شیعہ منسب کو یہ خلجان ہو کہ ابوبکر صدیق کی یہ احتیاط کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہبہ میں بھی اور ہبہ بھی حضرت فاطمہ کے لئے وہی شرط قبض و تصرف ملحوظ رہی کچھ اس کو نہیں لگتی بلکہ از قبیل غلو فریب معلوم ہوتی ہے رسول اللہ صلعم کا تو اشارہ بھی کافی تھا آپکا اور اوروں کا فضل تام بھی برابر نہیں ہو سکتا سواس وہم کو خدا ہی دل سے کھوئے تو کھوئے یہ اسی قسم کا وہم ہے جو ہنود و یہود اور نصارا اور مجوس کے دل میں نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خوارج کو نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کھٹکتا ہے ان مردودوں کو بھی یہی گمان ہے کہ یہ دعوی رسالت و امامت جو انکے نوصاحبوں سے منقول ہے کہ ایک نیا طلسمی کاٹھ سنگ تھا کچھ دل کو نہیں لگتا بلکہ از قبیل غلو فریب معلوم ہوتا ہے بدگمان وہم کی دوا تو نہیں تھی آپکے پاس دو تو نا اہل عقل اور اہل انصاف سے بات کہکر ہر کسیکا دل شاد ہوتا ہے پر جاہل نادان نا انصاف دیدہ ہان دراز زبان سے بات کہنے بجز اسکے کہ اپنا مغز خالی ہو اور کچھ حاصل نہیں ہوتا انکا علاج تو دور ہے یہاں جمیع حیثا و قرآن اور دلائل عقلیہ کے بیان نہیں چلتا پر یوں سمجھکر کہ جہاں چار نادان ہوتے ہیں وہاں ایک عاقل بھی ہوتا ہے مولوی صاحب امید فہم نہیں تو کیا سارے کلمار شیعہ ایک ہی سانچے کے ڈھلے ہوئی ہیں **اقول** اگر ابوبکر نے دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کی تکذیب نہیں کی بلکہ انکے دعوی کو سچا جانا ہو تو پھر فدک انکو کس واسطے نہ دیا اور گواہ کیوں طلب کئے خلیفہ صاحب تو جانتے ہی تھے کہ یہ سچی ہیں اور جسوقت حاکم کو علم ہو مدعی کے صدق کا تو حکم کر سکتا ہے اور یہاں تو دو گواہ بھی ہو گئے ایک تو خود خلیفہ صاحب کہ حضرت فاطمہ کو اس مقدمہ میں راست گو جانتے تھے اور پہلے سے انکو یہ نیکا علم ہو گا ورنہ راست گو انکو کیونکر جانتے اور دوسرے گواہ حضرت علی ہیں مع ام ایمن کے پھر حضرت فاطمہ کو فدک کیوں نہ دیا اور اگر ابوبکر حضرت فاطمہ کو راست گو جانتے تھے تو گواہ انسے کیوں طلب کئے گواہ تو اسواسطے طلب کرتے ہیں کہ مدعی کی دعوے میں احتمال صدق اور کذب دونوں کا ہوتا ہے اسی لیے شارع نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے اور جسوقت حاکم کو مدعی کا صدق معلوم ہو تو پھر کیا احتیاج ہے گواہوں کے طلب کرنے کی خصوصاً جسوقت کہ حاکم خود ہی مدعی علیہ ہو البتہ اگر مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو تو اسکے اطمینان کے واسطے حاکم مدعی سے گواہ طلب کرے گو مدعی کے صدق کو جانتا ہی تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر حاکم ہی مدعی علیہ ہو اور مدعی کے صدق کا علم بھی رکھتا ہے تو اس صورت میں اگر حاکم مدعی کو نہ دیوے تو برا ظالم ہے اور گواہوں کے طلب کرنیکی اسکو کیا احتیاج ہے اور جسوقت کہ ابوبکر حضرت فاطمہ کو سچا جانتے تھے تو پھر ابوبکر کو دینے کا اور فاطمہ کو لینے کا عذاب ورنکال کیوں ہوا اسکی کیا وجہ ہے اور اگر وہ ابوبکر کے نزدیک راست گو نہیں تو پھر گواہوں کے طلب کرنے کی کیا احتیاج تھی کہ جو کہ حکم دینے والا تھا وہ ہی مدعی علیہ تھا اور مدعی کو راست گو بھی جانتا تھا اور اگر حضرت فاطمہ کا قبضہ آپر نہ تھا تو وہ اولی دینے میں کیونکر نہیں اور اگر اولی نہیں تو بے طلب گواہوں کے بھی اولی نہیں گواہوں کے طلب کرنیکی کیا احتیاج تھی پس معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ آپر تھا اسواسطے آنسے گواہ طلب کئے اور اگر قبضہ نہ ہوتا تو گواہ طلب نکرتے بلکہ ویسی ہی جواب دیتے اور آیندہ بیحجت دعوی کے نہ دینے کی وجہ لکھیگا تو ہم انشاء اللہ تعالی اسکو رد کرینگے اور ابوبکر نے نہ دینے کی البتہ بڑی احتیاط کی ہے باعتبار دنیا کے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کا مال چھین کر اس سے متمتع ہوئے اور دین کو تو اپنے تباہ ہی کیا ایسی مظلومہ کا مال ضبط کرکے اور ابوبکر کی احتیاط قبض و تصرف میں کر نہتی اور نہ ابوبکر کو کچھ نفع قبض و تصرف کا ہوا اور نہ ابوبکر نے شرط قبض و تصرف کی کی یہ تو ابوبکر کے مرید اپنی طرف سے ایک بات بنا کر کہتے ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تھا اور نہ کسی شیعہ کے دل میں اسکا خیال ہے اور گواہ جو ابوبکر نے طلب کئے ہرگز بیجا اور فریب نہیں ہے اور خلجان تو تمہارے دل میں ہے اور یہ وہم ہے تمکو کہ حضرت ابوبکر صدیق یار غار حضرت کے انکی دختر نیک کی نسبت ایسا

کیوں کرتے کہ اس سیدہ غریب کا حق دبا بیٹھے یہ تو دل کو نہیں لگتا ہے یہ تو اونپر بہتان ہی معلوم ہوتا ہے سو اس وہم کو خدا ہی دل سے نکالے تو کہو یہ بھی تم ہو ہم ہی ہو جو بات اونپر بنا دی ہے اور مجوس کے دلمیں نسبت سو بخدا صلعم ہے کہ یہ شخص عرب کا رہنے والا نہ لکھا ہے نہ پڑھا ہے یہ کیسی پیغمبر ہو گیا یہ بات تو دل کو نہیں لگتی بلکہ از قبیل لغا و غریب معلوم ہوتی ہے ۵ بدگمان وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس + اہل عقل و اہل انصاف سے بات کہکر ہر کسی کا دل شاد ہوتا ہے پر جاہل نادان نا انصاف دریدہ دہان و از زبان سے بات کہہ کے بجز اسکے کہ اپنا مغز خالی ہو اور کچھ حاصل نہیں ہوتا انکا علاج تو درہ ہے یہاں حدیث و قرآن و دلائل عقلیہ کے بیان سے کام نہیں جلتا پر یوں سمجھکر کہ جہاں چار نادان ہوتے ہیں وہاں ایک عاقل بھی ہوتا ہے اس شیخ نجدی سے امید فہم نہیں تو کیا سارے علماء اہل سنت ایک ہی سانچے کے ڈھلے ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اپنا مافی الضمیر عرض کرتا ہوں جناب من اگر یہ تاجر ہے اور یہ سرگزشت بلا کم و کاست اسطرح ہو جسطرح شیعہ گاتے پھرتے ہیں اور بفرض محال حضرت ابوبکر صدیق نے گواہ طلب کئے تو اول تو اسکی وجہ کیوں گواہ طلب کئے مذکور ہوتی ہے دویم انشاء اللہ اور وجہ بھی معلوم ہو جائیگی لیکن بصورتیکہ یہ مقدمہ کسی حجۃ سے ہو گواہ طلب کرنیکے قابل ہوا تو بلاشبہ پھر گواہ گواہوں ہی کی طرح چاہتے نہیں تو مفت کا دردسر تھا سو علماء شیعہ ہی فرمائیں کہ گواہوں کے کیا مقدار کلام اللہ میں بیان فرمائی ہے اور اسمیں پھر کسیکی کچھ تخصیص بھی ہے کہ فلانے قسم کے آدمی ہوں تو پھر کچھ اس عدد اور اس کیفیت کے ضرورت نہیں معہذا صدق نیت حضرت ابوبکر صدیق پر یہ بات گواہ ہے کہ انکی خلافت میں جب حضرت عثمان نے انسے یہ بات کہی کہ میں نے مرض وفات میں سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات سے حکم کے بلوانیکی اجازت لی ہے تو انہوں نے انسے بھی گواہ طلب کیا اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بزعم شیعہ کاوش بھی ہتی تو حضرت عثمان سے تو بزعم شیعہ سنی محبت اور موافقت اور دوستی ہی تھی پھر کچھ دینا ہی نہیں پڑتا تھا شیعہ مذہب جو تقیہ کا احتمال ہو پھر حضرت عثمان سے انہوں نے گواہ طلب کیے تو کیوں کئے یہ باتیں کمال ضلالت اور استقامت پر لالت کرتی ہیں لیکن شیعہ اپنی عداوت سے ناچار ہیں کینہ بیجا نے انکا قلب تیرہ و تار کر دیا ہے حق و باطل کی تمیز نہیں ہے اچھی باتوں کو برا اور بری باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں سو اسکا جواب ہماری طرف سے چہ سود بر من فہیم سعدی کہہ گئے ہیں ۵ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنرش در نظر **اقول** جو کچھ شیعہ اس مقدمہ میں کہتے ہیں بیشک واقعی اور اسیطرح سے ہے اسواسطے کہ فریقین کی روایتیں اسپر دلالت کرتی ہیں اور بیہقی تیس کتابوں میں اہل سنت کی لکھا ہوا ہے کہ ابوبکر نے گواہ طلب کئے اور پھر لکھتا ہے یہ شیخ کہ بفرض محال یہ بھی عجیب ماجرا ہوا اور جو وجہ گواہوں کے طلب کرنیکی پہلے اس سے لکھی ہے اسکو تو ہم باطل کر آئے اور جو کہ بعد اسکے لکھیگا اسکو بھی ہم رد کر دینگے اور گواہ ہونے جس مقدمہ میں کہ ضرورت ہوتی ہے وہاں البتہ گواہ گواہوں ہی کی طرح چاہئیں اور گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں مقدار میں ہوتی ہیں اور تخصیص بھی کسیکی نہیں ہمنے سب تسلیم کیا لیکن اہل علم میں تو گواہ ہونیکی احتیاج ہی نہیں ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ اس مقدمہ میں مدعی حاکم کے نزدیک اس دعوی میں صادق ہے اور مدعی علیہ خود حاکم ہی ہے پھر گواہ ہونیکی طلب کرنے کی کیا وجہ ہے گواہ تو مدعی سے اسوقت طلب کئے جائیں کہ جسوقت مدعی کا قول احتمال صدق اور کذب کا رکھتا ہو اور تم خود کہتے ہو کہ ابوبکر نے اس دعوی میں حضرت فاطمہ کی تصدیق کی اور ہمنے بھی انکا صدق ثابت کر دیا ہے اور گواہ اسوقت طلب کئے جاتے ہیں جسوقت کہ مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو اس صورت میں گو حاکم کو مدعی کا صدق معلوم ہو لیکن واسطے یقین مدعی علیہ کے اور رفع تہمت کے گواہوں کو طلب کریگا اور یہاں یہ بات نہیں ہے بلکہ مدعی علیہ اس مقدمہ میں خود حاکم ہے اور مدعی کا صدق کو جانتا ہے طلب کرنا گواہوں کا اسے نہ چاہئے بلکہ چاہئے کہ بدون طلب گواہ ہونیکے موافق مرضی مدعی کے حکم دیوے اور اگر حکم نہ دیگا تو ظالم ہو جائیگا اور اگر عثمان نے ابوبکر سے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے اجازت حکم کے بلا لینے کی لی ہے اور ابوبکر نے عثمان سے گواہ طلب کئے اول تو یہ روایت تمہاری کتابوں کی ہے پھر حجت نہیں ہو سکتی اور سوا اسکے یہ ہے کہ جیسے رسول خدا صلعم نے حکم کو انکا ذکر رکھتا تھا ایسے ہی ابوبکر اور عمر نے اسکو انکا ذکر رکھتا تھا اور عثمان نے اپنے زمانہ میں اسکو بلا لیا تھا اس صورت میں اسپر طعن اور تشنیع ہونے لگی تو معاویہ کے کہنے سے علماء نے طرح طرح کی روایتیں اس پر سے طعن کے دفع ہونیکو بنائیں کسی روایت میں تو ہے کہ عثمان نے حضرت کے مرض الموت میں حکم کے بلا لینے کا اذن حضرت سے لے لیا تھا اور بعضی میں ہے کہ عثمان نے مرض الموت میں حضرت سے سرگوشی کی تھی اس سرگوشی میں اذن لے لیا ہوگا اور بعضی روایت میں ہے کہ ابوبکر اور عمر سے اذن لینے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ دوسرا گواہ لاؤ اسیطرح سے روایات کثیرہ لوگوں نے وضع کر کے لکھی ہیں عثمان پر سے طعن کے دفع کرنیکو اور ہم عثمان کے ذکر میں سب کو رد کر آئے ہیں سو یہ سب روایتیں وضعی ہیں اور ہمنے فرض کیا کہ عثمان نے ابوبکر سے کہا ہوگا اور گواہ جو عثمان سے طلب کیا تو سبب اسکا یہ ہے کہ ابوبکر کو عثمان کی بات کا اس مقدمہ میں اعتبار نہ تھا کہ ابوبکر جانتے تھے کہ اس نے ہر چند جناب رسول خدا صلعم سے اجازت چاہی ہے ۔ و بروایتیں حضرت نے اجازت نہیں دی ہے اسکو جو رغبت اسکے ملانیکی ہے تو یہ ایک بات جھوٹ بنا کر کہتا ہے اسواسطے گواہ طلب کئے ہونگے اور عثمان کے احوال ایسے نامناسب تھے کہ زمانہ خلافت میں کہ اسوقت میں تو ضرور ہی خلیفہ کو کہ اتقا اور عدالت اختیار کرے وہ اسوقت بھی بداحوالیوں سے باز نہیں آتے تھے یہانتک کہ حضرت عائشہ محدثہ اہل سنت عثمان کے حق میں فرماتی تھیں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اقتلوا احرق المصاحف زمانہ خلافت کا یہ حال ہے اور وہ زمانہ تو انکی خلافت کا تھا معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں افعال انکی کیسے ہونگے کہ ابوبکر نے انکی بات کا اعتبار نہ کیا اور گواہ انسے طلب کئے اور حضرت فاطمہ کا یہ حال ہرگز نہ تھا جسکی شان میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اور رسول خدا صلعم پر افترا کرنا اور کہنا کہ مجھکو حضرت نے فدک ہبہ کیا ہے اس سے زیادہ اور کیا رجس ہوگا اور عثمان سے تو ابوبکر کی اسقدر دوستی بھی

نہی اگر نہی تو عمر سی نہی اور سوا ابوبکر کے سب جانتے تھے کہ عثمان نے ہر چند چاہا لیکن حضرت نے حکم کے آنیکی اجازت نہیں دی اگر ابوبکر بجرد کہنے عثمان کے قبول کر لیتے تو لوگ بدنام کرتے ابوبکر کو کہ رسولخدا صلعم نے تو حکم کے آنیکی اجازت نہیں دی ابوبکر نے عثمان کے کہنے سے کیسے بلا لیا یہ وجہ ہوگی گواہوں کے طلب کرنیکی اور یہ امر ابوبکر کی دیانت پر کچھ دلالت نہیں کرتا ہی بلکہ لوگونکے بدنام کرنیکی خیال سی عثمان کے دعوی کو قبول نکیا اور شیعہ جو ابوبکر سی عداوت رکھتے ہیں ابوبکر نے شیعونکی کوئی جاگیر ضبط نہیں کی ہی بلکہ ابوبکر نے جو اہل بیت علیہم السلام سے بے مروتی ہی اسواسطے ابوبکر کو اچھا نہیں جانتے اور یہ دستور اہل سنت کا ہی کہ حق اور باطل میں تمیز نہیں کرتے ہیں اور اچھی بات کو برا جانتے ہیں اور بری بات کو اچھا جانتے ہیں اور عیب کو ہنر سمجھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی یوں کہنا کہ گواہ ثبوت دعوی کے لئے ہوتے ہیں اور جب مدعی کی طرف سے خاطر جمع ہو کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو پھر کیا ضرورت ہے کہ گواہ طلب کیے جائیں تو اسکا جواب یہی خدا کو زیبا ہے کیونکہ خدا ہی نے علی الاطلاق یہ حکم دیا ہی کہ بدون دو گواہ اعتبار نکیا کرو قیافوں سنیوں نے نہیں گھڑ لیا بہرحال خداوند کریم نے اہل بیت یا اصحاب یا کسی ولی عالم کا استثنا نہیں کیا سنیونکو تو خدا کے اتباع سی کام ہے شیعہ بھی اگر اتباع خداوندی کریں تو بہتا نہیں اپنا سر کھائیں مگر یہ بات نہوتی تو سنی یہ حکم کاہیکو مانتے کہ ابر کے دن اگر کوئی شخص چاند بھی دیکھے اور اسکی گواہی بسبب تنہائی یا اتہام فسق و فجور قاضی قبول نکرے تو لازم ہی سب کے شریک حال رہے اور روزہ رکھے یا ابر و غبار میں محاق کی دو روز کے اعتبار سی اگر کبھی انتیسویں کا چاند ہوتا تو انتیسویں کو افطار کر لیا کرتے علی ہذا القیاس صلحا اور علما یا صلحات عورتوں کی گواہی میں قید لگوجاتی بلکہ حبن کفار کا صدق مقال تجربہ سے معلوم ہوجاتا ہی اور بہت سے مسلمان نام سی زیادہ مسلمان نکلتے ہیں اور نکا کہنا خواہ ایک ہو یا زیادہ قبول ہوا کرتا بالجملہ اس بات میں پورا اطمینان کا اعتبار نہیں ہوتا بندی قوانین پر نظر ہی تاکہ امتحان عبودیت اور خودمختاری ہوجائے ہاں حکمت اور مصلحت اس قانون میں البتہ یہی ہی کہ ثبوت حق ہوجایا کرے سو اگر رائی پر حکام وقت کے چھوڑا جائے تو اول تو اندیشہ روی رعایت دوسرے ہر کسیکو یہ دعوی ہوسکتا ہی کہ میری بات قابل اطمینان ہے پس جب تاجدار اور انتظام آرائے حکام مقرر کئے جاتے ہیں وہ صلح اور انتظام تو درکنار البتہ فساد اور جنگ و جدال کی توقع ہی اسلئے قانون کلی مقرر کر دیا جسمیں اکثر مصلحت مدکورہ پائی جائے سو بر خلاف اسکے اگر کسی صورت میں کبھی مصلحت کورہ پائی بھی جائیگی تو اسکا اعتبار نہوگا الغرض یہ ہم کہ حضرت فاطمہ کے صدق مقال کی بالاتفاق شیعہ و سنی بالاتفاق قائل ہیں پھر کیا ضرورت ہوئی یہ گواہ طلب کئے گئے اس مطلب کے گواہان سے حضرت فاطمہ کے طرف سے بدگمانی ٹپکتی ہی یا دہندی کی بو آتی ہی بسبب کوتاہ فہمی کے پیدا ہوتا ہے یہاں فہم والوں سے کلام ہی نادانوں سے کلام نہیں معہذا سبب کئی ہیں کہ مدار بر رضائی اطاعت خداوندی پر ہی چنانچہ کلام اللہ میں خود فرماتے ہیں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی بیشک اللہ کے نزدیک زیادہ تعظیم و تکریم اسی کی ہی جو زیادہ پرہیزگار ہو تو اس صورت میں لازم ہے کہ ارکان قوانین کی رعایت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو زیادہ تر ہو اور جو ان قوانین کی رعایت کرے وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ محبوب اور اسکی آپکے دل میں زیادہ جگہ ہو سو حضرت ابوبکر صدیق کا گواہونکا طلب کرنا بقرینہ آیہ مذکورہ موجب نشاط خاطر مبارک حضرت زہرا رضی اللہ عنہا ہوا ہوگا بہرحال معلوم شیعہ کیونکر ٹڑے مرتے ہیں وہی مثل ہی کہ مدعی مدعا علیہ تو راضی ہوگئے پر قاضی جی راضی نہیں ہوتے اور اس تقریر سی بھی واضح ہوگیا کہ گواہونکا جھوٹا جاننا کچھ اور ہی اور انکی گواہی کی موافق حکم نہ دینا کچھ اور ہی جبتک کہ شہادت اپنی مقدار کو نہ پہنچے یعنی دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد اور دو عورتیں اس صفت موصوف نہوں تب تک حاکم کو جایز نہیں کہ انکے کہے کی موافق مدعی کی ڈگری کر دے اگر یہ کیسے ہی معتبر کیوں نہوں اور انکے کہنے سے کتنی ہی تسلی کیوں نہوجائے سو اس حکم نہ دینے اور ڈگری نکرنے کو کوئی نادان ہی یوں سمجھے تو سمجھے کہ گواہوں کی تکذیب ہے ہاں صورتیکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایک مقدمہ میں موافق مدعی کی متفق اللفظ ایک بات کہیں تو پھر بجز عدم اعتبار گواہاں کے کوئی صورت ڈگری نکرنے اور مدعی علیہ سے قسم لینے اور مدعی کی دعوے کے نہ سننے کی نہیں مگر شیعوں کے کہی... موافق اگر اس روایت کو ہم تسلیم بھی کر لیں تب ظاہر ہی کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن گواہی نصاب مذکور کو نہیں پہنچتی بلکہ حضرت حسنین کی گواہی ملکر بھی جیسا کہ جناب دروغ آبجو لوی عمار علی صاحب پیچ لگاتے ہیں مقدار مذکور اور حد مسطور کو نہیں پہنچتی کیونکہ دونوں صاحبزادی اس زمانہ تک نابالغ تھی سو اس گواہی کی موافق حکم نکرنے میں یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور انکے گواہوں یعنی حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین کو جھوٹا جانا ہاں انکی استقامت شریعت اور اتباع سنت ثابت نہوتی ہی لیکن نقصان فہم کو کچھ علاج نہیں ہوتا فونجی اصلاح انبیا ہی بھی نہیں ہوتی ہم تو کسکے شمار میں ہیں شاید ہا سکا یہ ہی کہ امام غزالی کی بعضی کتابوں میں کچھ ایسا لکھا ہے کہ ایکبار حضرت عیسے علیہ السلام کو سیار کی طرف بھاگے جاتے تھے کسی نے عرض کی آپ ایسی افتاں خیزاں اسطرف کیوں جاتے ہیں آپنے فرمایا کہ ایک نادان آتا ہی اس نے عرض کی کہ پھیر آپکو کیا ارشاد فرمایا کہ بیوقوفی کا کچھ علاج نہیں وہ کسیکے فیض صحبت یا برکت نصیحت سے زائل نہیں ہوتی الٹی اسیکا اثر پڑ جائے تو پڑ جائے فقط اور کسی نے سچ کہا ہی کہ شعر لکل داء دواء یستطب بہ الا الحماقۃ اعیت من یداویہا ۔ یعنی ہر بیماری کا کچھ نہ کچھ علاج ہی جس سے اسکے زائل ہونے کی تدبیر کیجاتی ہی پر حماقت ایسی بیماری ہی کہ اسکا کچھ علاج ہی نہیں **اقول** اتنی تھوڑی سی بات کو طول دیا ہی اس سے کچھ فائدہ نہیں ہی اور ہم اس طول کو ایک مختصر بات سے رد کر دیتے ہیں کہ ہاں خدا تعالی نے گواہوں کا ایک قانون مقرر کر دیا ہی واسطے فیصلہ کے اور اسمیں کسیکی تخصیص نہیں ہے نیک ہو یا بد ہو لیکن اس صورت میں ہے کہ مدعی علیہ حاکم کی سوا کوئی اور شخص ہو اور جسوقت کہ مدعی علیہ خود حاکم ہی ہو اور مدعی کو وہ جانتا ہی کہ یہ اپنے دعوے میں صادق ہی تو اس صورت میں اسکو کیا احتیاج ہی گواہوں کے طلب کرنیکی اسکو تو بمجرد طلب کرنیکے دینا چاہئے خدا تعالی تو قرآن شریف میں فرماتا ہی کہ لوگوں کے حقوق کو ادا کرو اور جسوقت

کہ حاکم کے نزدیک حق مدعی کا ثابت ہے تو پھر گواہوں سے اُسکو تحصیل حاصل کی کیا ثابت کریگا یہ ثابت کرنا تو غیر کے واسطے ہوتا ہی اگر مدعی علیہ غیر حاکم کے محبوب وقت خدا یتعالی قیامت کے روز
ابوبکر سے پوچھیگا کہ تو جانتا تھا کہ فاطمہ اپنے دعوی میں سچی ہی اور اپنا حق طلب کرتی ہی پھر تجھکو اُسپر قانون شرع کی جاری کرنیکی کیا احتیاج تھی وہ تو تجھہی سے طلب کرتی تہی اور تو اسکو
سچا جانتا تھا تو تونے اُسکا حق کیوں نہ دیا لیکن ابوبکر کی کسی طرح سے نجات نہیں ہے گو انہوں نے بسبب قصور بینہ کے فاطمہ کو فدک نہ دیا اور دنیا میں بری ہوگئے لیکن نفس الامر میں اور پیش خدا
بری نہیں ہوئے پھر بھی غاصب کے غاصب ہی رہے ایک مرتبہ جناب سولخدا صلعم کے روبرو ایک مقدمہ پیش ہوا اور مدعی نے دو گواہ گزرانے تو حضرت نے موافق گواہی گواہوں کے مدعی کو حاصل
رکھا اور مدعی علیہ اس مقدمہ کو ہار گیا بعد اُسکے حضرت نے مدعی سے فرمایا کہ تو اگرچہ موافق قانون شرع کے مقدمہ جیت گیا ہی لیکن اگر تو نفس الامر میں بھی سچا ہی تو تیرے واسطے کچھ نہیں ہے
اور اگر تو نفس الامر میں جھوٹا ہی تو گو تو اب دنیا میں جیت گیا ہی لیکن بروز قیامت تجھکو دنیا ہوگا اور اس مقدمہ میں تو ماخوذ ہوگا اور اگر ابوبکر ہی ہوگیا ہی تو کیا ہی کل کو خدا کے سامنے
کیونکر بری ہوگا اور یہ قانون گواہوں کا اور قسم کا خدا یتعالی نے واسطے فیصلہ کے مقرر کیا ہی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ اس قانون کی رو سے اگر حق والا ناحق ہوجاے تو خدا کے نزدیک بھی
وہ ناحق ہو سو حضرت ابوبکر بسبب کامل نہونے نصاب بینہ کے یہاں بری ہوگئے تو خدا کے نزدیک تو وہ بری نہیں ہیں کہ باوجود علم صدق دعوی فاطمہ کے فاطمہ کو حق نہ دیا بیشک وہ غصب کے
عیب سے ہرگز نہ صاف نہوئے اور اگر حضرت فاطمہ کو خلیفہ صاحب فدک دیڈالتے جسقدر کہ عذر گواہوں کے طلب کرنے میں اس شیخ نے کئے ہیں ایک بات کا بھی ظہور نہوتا تو کسیکو اندیشہ رد و رعایت کا ہوتا
اور نہ صورت کوئی فساد کی تھی بلکہ لوگ کہتے کہ ابوبکر کے ذمہ جو حق فاطمہ کا تھا اُسکو انہوں نے ادا کیا اور خدا یہاں تو اُسوقت تھیں کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص نہوتا تھا
البتہ شبہ وہی و رعایت کا ہوتا یا صورت فساد کی ہوسکتی تہی اور یہاں تو یہ صورت ہی نہیں ہے اور بیشک ابوبکر نے جو نہ دیا اور گواہ طلب کئے تو اسمیں گمانی اونا سمجھی کی بو آتی ہی سمجھداروں کے نزدیک
اور نادان وہ ہیں جو اسکے خلاف کہتے ہیں اور ابوبکر نے ہرگز اطاعت خدا کی نہیں کی آدمی کو چاہیئے کہ جسکا حق اپنے ذمہ ہے اُسکو ادا کرے تاکہ خدا یتعالی کے مطیعوں میں محسوب ہو اور ابوبکر نے فاطمہ
زہرا کا حق نہ دیا باوجودیکہ جانتے تھے کہ اُنکا دعوی سچا ہی تو وہ کیونکر خدا کے مطیع ہوئے اور اگر کسیکا حق کسی کے ذمہ ہے اور جس سے طلب کرتا ہی اُسکو بھی اُسکے حق کا یقین ہے اور اس طلب میں اُسکو سچا جانتا
ہی تو چاہیئے کہ وہ اُسکا حق ادا کردے بلکہ یہ کہے کہ تو اپنے حق کا گواہ لا ایسا دستور ہرگز نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہی کہ حق کے گواہ نہیں ہوتے ہیں لیکن جس سے وہ اپنا حق طلب کرتا ہی وہ اُسکو سچا جانتا ہی اور گواہ اُسکے
موجود نہیں ہیں تو چاہیئے کہ اُسکا حق ضائع ہوجاے اور رعایت اس قانون کی حضرت فاطمہ کو اگرچہ ہے لیکن یہ محل اس قانون کا نہیں ہے اور اگر قانون حضرت فاطمہ پر جاری کیا اور وہ اس قانون
کی رعایت سے گو صبر کرکے بیٹھ رہیں لیکن خلیفہ صاحب کو برات غصب سے پیش خدا نصیب نہیں ہوئی غاصب کے غاصب ہی اور وجہ کیوں نہ ٹھہریں کہ اُنکے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ کی دختر نیک اختر کا حق
ابوبکر نے غصب کیا اور قاضی حقیقی تو خدا یتعالی ہی ہم ہی دیکھیں گے کہ حضرت ابوبکر خدا یتعالی کو کیونکر راضی کرینگے جسوقت فاطمہ براقیامت کے روز پیش خدا استغاثہ کریگی کہ کیا قیامت ہوئیگی
جسدم کہیگی فاطمہ اے خدا لونڈی تیری لوٹی گئی فدک یاد ہی اور حضرت فاطمہ اُنکے گواہ ہونیکے جھوٹا جاننے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جابر نے جو طلب کیا تو ابوبکر نے بدون گواہوں کے اُن کو دیا
اور بے گواہوں کے دینے کی وجہ علماء اہل سنت نے یہ لکھی ہی کہ جابر رسولخدا صلعم کے اصحاب میں سے تہے وہ ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتے اور قرآن اور حدیث سے اُنکا صدق ثابت کیا اسواسطے کہا
کہ علی اور فاطمہ مثل جابر کے بھی سچی تہی اور علی کے واسطے تو لحاظ گواہوں کی مقدار کا ہوا کہ قصور نصاب بینہ کا سمجھکر اُنکی گواہی کو رد کیا اور جابر کے قول کو راست جانا اور حسنین
کا گواہ ہونا بھی اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہی مولوی صاحب کا دروغ یہ نہیں ہے اور جسوقت حضرت علی کی گواہی کو اور ام ایمن کی شہادت کو قبول نکیا تو اُنکو جھوٹا ہی جانا اور مقدار
گواہوں کی نہونیکا تو ایک بہانہ تھا اسواسطے کہ بخاری کی شروح میں جابر کے مقدمہ میں لکھا ہی کہ صحابی پیغمبر کا جھوٹ نہیں کہتا ہی اور ابوبکر نے حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی کو معتبر
نہ جانا کیا حضرت علی رسولخدا صلعم کے اصحاب میں سے نہتے اور بیوقوف تو تم ہو کہ حق بات کو جھوٹا کردیتے ہو اور امام غزالی نے جو حضرت عیسے کی نقل بیان کی وہ غلط نہ ہر صادق آتی ہی کہ فیض
صحبت رسول مقبول نے اُنکو کچھ فائدہ نکیا علی الخصوص عثمان بن عفان کہ بقول عائشہ نعثل تھے اور نعثل احمق کو بھی کہتے ہیں اور اہل سنت پر اُنکی حماقت کا اثر پڑا ہوا ہی **قال الشیخ الاشعری** اور اگر بالفرض یہ بیان واضح شیعوں کے دل کی کلہٹ نہ نکلی اور حضرت صدیق جیسے صادق کی طرف گمان فاسد ہی رہے تو لیجئے اب زبان کو لگام دیجاوے اور اپنا کام کیجئے یہ روایت
کتاب منہج الکرامت میں جو شیخ ابن مطہر حلی کی تصنیف ہے موجود ہی اُنہوں نے سنیوں کی طرف سے جواب شافی وکافی لکھ رکھا ہی اقصد اہل سنت کو تخفیف تصدیع ہوئی اور انہیں کی الماری
انہیں کا سر وکفی اللہ المؤمنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا گو روایت یہ ہی لما اعطت فاطمۃ ابابکر فدک کتب لہا کتابا ورده علیہا یعنی جب حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر صدیق کو
درباره فدک وعظ وپند کیا تو ابوبکر صدیق نے فدک کی جاگیر کا کاغذ حضرت فاطمہ کے نام لکھکر فدک اُنہیں کو سونپ دیا فقط روستیکہ یہ روایت صحیح شیعوں کی ایسی معتبر کتاب میں جسکا نام منہج الکرامت
اور پھر تصنیف ایسے علامہ کی جسکا نام ابن مطہر حلی پائی جائی تو پھر سنیوں سے کیوں الجھتے پھرتے ہیں اس روایت کے قربان جائیں اس روایت نے تو شیعوں کو تین پانچ کرنے قابل نہیں رکھا اب تک
مولوی صاحب نے ہبہ اور میراث کا دعوی کیا تہا وصیت یا بیع یا کسی عمل کی اُجرت کا احتمال باقی ہی سو ہماری طرف سے اسکی بھی مجال ہے کہ لگے اتہمان جو وہ سے بھی طعن کرلیں کہ سنی جو فدک
سنیوں کا کچھہ لحاظ نکریں اول تو انکو یہ ملگئی ہی دوسرے اُنکی پشتی پر خدا ہی جہاں اس روایت کا پتا لگا دیا اُسکے بھی وہ کام چلا دیگا **اقول** بیان واضح جس سے جواب شافی حاصل ہوتا ہی اب تک

کچھ بھی بیان نہیں کیا یہ شیعوں کے دل کی بھڑاس نکالی ہے ابوبکر کی بات ہے بدگمانی ہے ابوبکر دور ہو کر جس نے حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا غصب کیا اور روایت سند میں ایسی لائے کہ پہلے تو اس مقدمہ میں ابوبکر ہی پر طعن تھا اور اب ابوبکر اور عمر دونوں پر طعن ہو گیا اور روایت منہج الکرامت کی کیا خوب بیان کی کہ اول کا فقرہ تو ترک کیا بیان کیا اور آخر کا فقرہ ترک کیا مثل قلندروں اور رندوں کے جو کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے لا تقربوا الصلوٰۃ پھر ہم نماز کیوں پڑھیں اور ہم تمہاری پر نظر نہ کی ایسا ہی شیخ جی نے مولوی عبدالعزیز صاحب دروغ نویس کی پیروی کی ہے آخر کا فقرہ منہج الکرامت کا چھوڑ دیا اور وہ روایت منہج الکرامت کی اس طرح ہے لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب کتابا وردھا علیھا فخرجت من عندہ فلقیھا عمر فخرو الکتاب یعنی جب فاطمہ نے نصیحت کی حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھا ابوبکر نے واسطے فاطمہ علیہا السلام کے ایک نوشتہ فدک کا اور پھیر دیا اسکو فاطمہ پس باہر نکلی فاطمہ ابوبکر کے پاس سے پس ملاقات کی عمر نے اس سے پس پھاڑ ڈالا عمر نے وہ کاغذ جو کہ ابوبکر نے لکھکر فاطمہ کو دیا تھا اور اس روایت کے قریب اہل سنت کی کتابوں میں بھی روایتیں ہیں اور مولوی صاحب کے خط میں موجود ہیں روایت سبط ابن جوزی کی و انسان العیون برہان الدین شافعی حلبی کی و تاریخ آل عباس کی غرض سب کی یہ ہے کہ سنیوں اور شیعوں کے دونوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور منہج الکرامۃ میں جو یہ روایت لکھی ہے سنیوں ہی کی کتابوں سے ماخوذ ہے بڑی شرارت تو اسمیں عمر کی ہے کہ حضرت فاطمہ کا تہنک کیا کہ انکا کاغذ پھاڑ ڈالا اور ابوبکر کے اہانت کی کہ انکے لکھے ہوئے کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور ابوبکر پر طعن دوبالا ہو گیا کہ ایک تو یہ کہ فدک حضرت فاطمہ کو نہ دیا اور دوسرے یہ کہ عمر نے جو حضرت فاطمہ کا تہنک کیا اور انکا کاغذ پھاڑنے سے ایذا انکو پہنچائی تو اس پر راضی ہوا اور خاموشی اختیار کی اور اس فعل شنیع سے عمر کو منع نہ کیا اور اسکے کہنے پر عمل کر کے پھر دوسرا کاغذ نہ لکھا پس منہج الکرامت کے روایت کے لکھنے سے کچھ فائدہ اس شیخ کو نہ ہوا بلکہ زیادہ طعن ہو گیا کہ یہ لاٹھی انکے ہی سر پر پڑی وکفی اللہ المؤمنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا دیکھ تو شیعوں کے الجھنے کی بات ہے کہ نہیں عمر نے وہ کاغذ پھاڑ ڈالا اور ابوبکر نے اسکے فعل کو پسند کر کے حضرت فاطمہ کو فدک نہ دیا اور شیعوں کو تین پانچ کرنے کی بڑی گنجائش ہو گئی اور ہبہ و میراث کا تمنے کیا جواب دیا ہے جواب دو امور کا جواب دیجئے اور منہج الکرامۃ کی روایت جو اہل سنت کو لگتی تو کیا خاک ہوا بلکہ اور زیادہ اعتراض ہو گیا سو خدا تعالیٰ شیعوں ہی کی پشتی پر ہے نہ اہل سنت کی کہ اس روایت میں بھی شیعوں کو سنیوں پر غالب لکھا ہے اور اسی طرح آگے کو بھی شیعوں ہی کو غالب لکھیگا لیکن یہ شیخ ڈوبا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے بہروے پر کہ انہوں نے منہج الکرامت کی روایت کا ایک ٹکڑا لکھا تھا اور آخر کا فقرہ جس سے اور زیادہ طعن ہوتا تھا اسکو نہ لکھا اس نے بھی انکی پیروی ہی کیا اور اکثر جگہ بنا ہمصاحبی کی پیروی ہے یہ جھوٹا ہیرا ہے قال الشیخ الاشعری اب سنئے کی بات ہے کہ مولوی صاحب سہرات میں اپنی کتابوں سے جھوٹے ہوتے جاتی ہیں اور سنیوں کی کتابوں سے مات کھاتے جاتے ہیں یہانتک تو ناظرین کو معلوم ہی ہو گیا اور آگے اور انشاء اللہ معلوم ہو جائیگا سو سنہا ہے گزشتہ کے رفع ہونے سے علاوہ اب جس بات کا حیلا نامدنظر ہے وہ یہ ہے کہ اول تو مولوی صاحب کا یہ طوفان دیکھئے کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی بیان کرتے لکھتے یہ جو لایعنی بڑا گئے کہ حضرت حسنین کو بھی ساتھ سان لیا یہ نہ شرمائے کہ الزام خصم کے لیے ضرور ہے کہ وہ بات لکھے جو اسکی نزدیک بھی مسلم ہو مسلم نہ ہو تو معلوم جو روایت کہ سنیوں کے نام لگا رہے ہے حضرت حسنین کا نام تو اسمیں بھی نہیں ہے اور اگر اپنی بہتانوں اور اپنے کتب خانوں کی بہروے سنیوں کو الزام دیتے ہیں تو یہ الزام تو مثل فوارہ انہیں کے سر پڑیگا ورنہ یوں تو ہر ہر بات ہر ہر شخص سے ہار سکتے ہیں **اقول** مولوی صاحب کسی بات میں اپنی کتاب سے جھوٹے نہیں ہوئے ہیں بلکہ تو ہی اپنی کتابوں سے جھوٹا ہوتا ہے کہ تیری جھٹلانے کو ہمنے اسقدر تیری کتابوں کی روایتیں خوبیان کیا ہے کہ ایک پلٹن روایتوں کی باندھ دی ہے اور تیری ہی کتابوں سے تجھکو بات دیے جاتے ہیں ناظرین اس نسخہ کو بخوبی معلوم ہو جائیگا اور منہج الکرامت کی روایت جو تو لایا ہے اس سے الٹی تیری اوپر ہی پڑی ہے اور جو کچھ تو آگے لکھیگا وہ بھی سب معلوم ہو جائیگا اور تیرا دروغ کیا بلکہ مولوی عبدالعزیز صاحب کا دروغ ہمنے بخوبی ثابت کر دیا ہے اور ہمارے مولوی صاحب کا کام طوفان لکھنے کا نہیں ہے وہ دروغگو تو ہی ہے کہ اپنی روایتوں کا انکار کرتا ہے اور تجھکو اپنی کتابوں کی خبر ہی نہیں ہے دیکھ تو تیری کتابوں میں حسنین علیہما السلام کی گواہی لکھی ہے یا نہیں اگر تجھکو مناظرہ کا ڈھنگ یاد نہیں ہے تو تو نے کس واسطے اسکا قصد کیا تو نے پہلے اپنی کتابوں کو دیکھ لیا ہوتا تب ہی کچھ کہا ہوتا دیکھ شرح مواقف میں موجود ہے فان قیل ادعت فاطمۃ انہ نحلھا ای اعطاھا فدک نحلۃ وعطیۃ وشھد علیہ علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فردا بوبکر شھادتھم فکون ظلما واما الحسن والحسین فللفرعیۃ لان شھادۃ الولد لا یقبل لاحد ابویہ واجدادہ عند اکثر اھل العلم وایضا ھما صغیران فی ذلک الوقت واما علی وام ایمن فلقصورھما عن نصاب البینۃ وھو رجلان او رجل وامرأتان حاصل یہ کہ اگر کہا جائے کہ دعوی کیا فاطمہ نے اس امر کا کہ بخشا ہے رسول خدا صلعم نے اسکو فدک یعنی دیا ہے اسکو بطور بخشش کے اور گواہی دی اسپر علی اور حسن اور حسین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے کہ ام ایمن نے گواہی دی نہ ام کلثوم نے پس رد کیا ابوبکر نے انکی گواہی کو پس ہو گیا ابوبکر ظالم کہیں گے ہم اسکے جواب میں لیکن حسن اور حسین مقبول نہ ہوئی انکی گواہی فرع ہونے کی جہت سے کہ وہ فرزند تھی فاطمہ زہرا کے اسواسطے کہ گواہی فرزند کی نہیں قبول کی جاتی کسی کے ماں اور باپ اور دادا اور دادی اور نانا اور نانی کے واسطے اور وہ دونوں صغیر بھی تھے اس وقت میں اور لیکن علی اور ام ایمن انکی گواہی مقبول نہ ہوئی اسواسطے کہ نصاب بینہ کا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں کم تھی فقط یہ دیکھ تیری کتاب میں حسنین کا گواہ ہونا لکھا ہوا موجود ہے اب تجھکو شرمانا چاہئے اور اس دروغ سے توبہ کرنی چاہئے اور تجھکو اس سے کچھ کام نہیں ہے کہ تیری نزدیک مسلم ہے یا نہیں لیکن تیری کتاب کی روایت ہے اور یہی ستور ہے کہ خصم کے الزام کو اسکی کتاب کی روایت لانی چاہئے اور تیرا تو یہ حال ہے کہ جب جواب تجھ سے نہیں بن پڑتا ہے تو ناچار ہو کر تو اپنی کتابوں کا یا اپنی کتابوں کی

روایت کا انکار کرتا ہی یا کہتا ہی کہ ہماری کتابیں بلحاظ بیاضوں کے تصنیف ہوئی ہیں تیرا تو ڈھنگ ہی نرالا ہی اور حضرت فاطمہ کے دعوی ہبہ کی ایک ہی روایت نہیں ہے بہت سی روایتیں ہیں کہ کتب متعددہ میں طرح طرح سے لکھی ہیں اور تو حسنین کی گواہی کا انکار کرتا ہی اور تفسیر کبیر میں تو ام ایمن کو اور مولای سو نخدا صلعم کو گواہ لکھا ہی چنانچہ ہم پہلے اس سے وہ روایت لکھ آئے ہیں دیکھ حسنین علیہما السلام کے سوا اور بھی گواہ نکلے تجھکو خبر بھی ہی بسنت کی اور مولوی صاحب نے کسی جگہ اپنی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہی خط اُنکا موجود ہی دیکھ لے وہ تو یہی ہی کہ اپنی کتاب کی روایت سے غلبہ تلاش کرتا ہی چنانچہ مشکوۃ کی ایک روایت موضوع کوئی اوراق میں بچتا چلا آیا ہی یہ الزام مثل فوارہ کے تیری ہی سر پڑتا ہی کہ تو ہمارے مقابلہ میں اپنی روایتیں لکھتا ہی اور باوجود یکہ تو اپنی روایت لاتا ہی لیکن پھر بھی ہار جاتا ہی غلبہ تجھکو کسیطرح سے نصیب نہیں ہوتا **قال الشیخ الاشعری** دوسرے مولوی صاحب کا یوں قم فرمانا کہ ابوبکر صدیق نے تو جاگیر نامہ حضرت ہر اکے نام لکھدیا تھا پھر حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا مولوی صاحب نے کیا سمجھکر لکھا ہی یا بے سمجھے ہی لڑنے کو دوڑتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے اگر لکھتے ہیں تو سنیونکی کتابوں میں تو اسبات کا پتا بھی نہیں اور اگر اپنی کتابوں کے بھروسے پر زبان درازیاں ہیں تو اسکا اول تو یہ جواب ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی + سبحان اللہ ایسا مناظرہ کسی نے نہ سنا ہوگا کہ اپنی کتابوں کی کیا اپنے خوابوں کے بھروسے دوسروں کو الزام کا ارادہ رکھیں دوسرے منہج الکرامت کونسی سنیوں کی کتاب ہی شیخ ابن مطہر حلی کونسی سُنّی یا حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کی خالا کی بیٹے ہیں جو اتنا جملہ زائدہ یعنی پہاڑ ڈالنے کا جملہ ہضم کر گئے مولوی صاحب تو نئی ہی نقری ہیں شیخ ابن مطہر حلی انکے بھی پیشوا اور استاد ہیں اور متقدمین سابقین میں سے ہیں جو بات مولوی صاحب میں اتنہ بھر ہوگی وہ انمیں من بھر سمجھنی چاہیئے اگر اسبات کا جھوٹا سچا کچھ بھی پتا ہوتا تو وہ موسوی کے بھائی کھاتے ہاں مجھ سی غلطی ہوئی بہت سے شاگرد رشید استاد سے بڑھجاتے ہیں شیخ ابن مطہر حلی میں ایک بڑا قصور رہگیا تھا وہ مایہ عقل تو کہتی تھی پس چشم بد دور مولوی صاحب اس تصور سے بھی مبرا ہیں **اقول** مولوی صاحب نے کاغذ پہاڑ ڈالنا جو لکھا ہی وہ اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی اور اُنکے خط میں وہ موجود ہی کیا تیری آنکھوں سے وہ دکھلائی نہیں دیا اس خط میں لوگوں کے دھوکا دینے کو دیدہ و دانستہ تو انکار کرتا ہی لیکن ہمکو پھر لکھنا پڑا اور وہ یہ ہے کہ سبط ابن جوزی کہ علماء معتبرین اہل سنت میں سے ہی اور صاحب تحفہ نے معاصر عمر میں اُنکی روایت پر اعتماد کیا ہی وہ اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ قال علی بن الحسین رضی اللہ عنہما جاءت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بکر وھو علی المنبر فقالت یا ابا بکر ای کتاب اللہ ان ترث ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر باکیا ثم قال یا بانیۃ ابوک وبابائی انت فتزل وکتبھا بفدک ودخل علیہ عمر فقال ما ھذا فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ میراثھا من ابیھا قال فما اتنقی علی المسلمین فقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر منہ الکتاب فشقہ حاصل یہ کہا علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے کہ آئی فاطمہ دختر رسول خدا صلعم طرف ابوبکر کے کہ جسوقت ابوبکر منبر پر تھے پس کہا فاطمہ نے کہ اے ابوبکر کیا کوئی نوشتہ آیا ہی خدا کے پاس سے کہ تیری بیٹی تو وارث تیری ہو اور میں اپنے باپ کی وارث نہوں پس رو دیا ابوبکر یہ سنکر پھر کہا کہ قربان ہوں بابا کے تیری باپ پر اور قربان ہوں بابا کے تیری تجہیز پھر اترے ابوبکر منبر سے اور لکھدیا فدک فاطمہ کو ناگاہ داخل ہوا عمر اور کہا ابوبکر یہ نوشتہ کیسا ہی ابوبکر نے کہا کہ یہ ایک نوشتہ ہی کہ لکھدیا ہی میں نے فاطمہ کو میراث اُسکے باپ کی طرف سے عمر نے یہ سنکر کہا کہ مسلمانوں پر تو دنیا خرچ کریگا اگر فاطمہ کو فدک دیدیگا اور دیکھتا ہی تو کہ عرب تجھسے جنگ کر رہی ہیں بعد اسکے عمر نے وہ نوشتہ ابوبکر کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالا فقط اور ایسا ہی برہان الدین حلبی شافعی نے انسان العیون میں لکھا ہی اور تاریخ آل عباس سے مفصل مولوی صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہی اُسمیں دیکھنا چاہیئے اور یہ کتابیں اہل سنت کی ہیں اور پھر لکھتا ہی کہ سنیوں کی کتابوں میں تو اسبات کا پتا بھی نہیں یہ بڑا دھوکا ہی اور ایسا ہی کوئی مکار ہوگا کہ دن کو رات کہتا ہی لو رحال یہ ہے کہ خط میں اس روایت کو دیکھ چکا ہی اور سنیوں کی کتابوں کا اُسمیں نام لکھا ہی اور پھر صاف انکار کرتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ کسی نے نہ سنا ہوگا کہ اپنی کتابوں کی کیا بلکہ اپنے خوابوں کے بھروسے دوسروں کو الزام کا ارادہ رکھیں اس سے کوئی پوچھے کہ کیا مولوی صاحب نے کسی اپنی کتاب کے روایت کا حوالہ دیا ہی جو تو ایسا کہتا ہی اور جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہی سیرت سبط ابن جوزی اور انسان العیون اور تاریخ آل عباس کیا یہ کتابیں شیعوں کی ہیں ان لوگوں پر لعنت کر کہ انہوں نے ایسا کیوں لکھا ہی تو اُنکے قولوں کو نقل کر دیا ہی اور جسوقت کہ تو اپنی کتابوں سے بھی آگاہ نہیں ہی تو یہ دوسری تو نے مناظرہ کی کیوں اختیار کی ایسے جاہل کا تو یہی جواب ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی اور منہج الکرامت البتہ شیعوں کی کتاب ہی اور علامہ حلی اُسکے مصنف ہیں کہ وہ بھی شیعہ ہیں اور بہت علماء کو اہل سنت کے اُنہوں نے الزام دیے ہیں اور ابوبکر اور عمر کے عیوب اُنہوں نے نقل کیے ہیں اور پہاڑ ڈالنے کا قصہ اُنہوں نے ہضم نہیں کیا ہی بلکہ اُنہوں نے تو صاف لکھدیا ہی کہ ابوبکر نے جو حضرت فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکھدیا تھا عمر نے وہ کاغذ پھاڑ ڈالا چنانچہ ہم اُنکی عبارت کو پہلے قول میں ابھی لکھ چکے ہیں کہ وہ قصہ اُنہوں نے پہاڑ ڈالنے کا ضرور لکھا ہی مگر مولوی عبدالعزیز صاحب اُنکی عبارت میں سے پہاڑنے کے قصہ کو ہضم کر گئے اور اُنکی پیروی تو نے بھی اسلئے ہضم کیا کہ اُس سے پہلے جو فقرہ ہی اُسکو تو لکھا اور بعد اُسکے جو قصہ کاغذ کے پہاڑ ڈالنے کا ہی اُسکو ترک کر دیا لوگوں کے دھوکا دینے کو اور وہ روایت منہج الکرامت کی یہ ہی لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لھا کتابا ورد علیھا فخرجت من عندہ فلقیھا عمر فخرق الکتاب دیکھ تو اُنہوں نے پہاڑ ڈالنے کا قصہ لکھا ہی یا نہیں شاباش اور تو اُنکی عبارت میں سے واسطے دھوکا دینے کے پہاڑنے کے قصہ کو اُڑا دیں تو اُنکی کتاب میں سے تو نہیں اُڑ سکتا ہی اور دیکھ تو کہ نقری شاباش اور تو یہ بھی یاد نہیں کہ علامہ حلی علیہ الرحمۃ پر افترا کیا کہ اُنہوں نے یہ لکھا ہی اور ساری عبارت کو نہ لکھا اور علامہ حلی نے جو یہ لکھا ہی اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی کہ واسطے الزام دینے اہل سنت کے وہ کتاب اُنہوں نے لکھی ہی اور عقل سے بری تو تو ہی کیا جیوں کی سی گفتگو کرتا ہی اور سفاہت اور دنائت

تیری کلام میں سے پکتی ہی اگر تو بھلا مانس ہوتو بھلے مانسوں کی سی گفتگو کرنا معلوم نہیں تیری کیا ذات ہی اگر دو چار حرف تو پڑھ لیا ہی تو کیا ہوتا ہی تاثیر اصل کی کہاں جاتی معلوم ایسا ہوتا ہی کہ سادات تا نوتہ نے تجھکو خوب ہی کفشکاری کی ہی جو جلکر ایسا بیہودہ کلام کرتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اب مولوی صاحب کے یہ شکایت باقی رہی نہ ابوبکر صدیق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بات تو بے گواہوں کے مان لی پر ستم یہ ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا کی بات باوجود ایسی معتبر گواہوں کے بھی مانی نہ گئی اول تو جواب یہی ہی کہ یہ روایت اگر سنیوں کی کتابوں کی ہوتی تو البتہ اس شکایت کا کم فہموں کے نزدیک محل اور موقع تھا سو اول تو یہ روایت سنیوں کی کتابوں میں ہونا نہ ہونا دیکھنے والوں پر انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی واضح ہو جائیگا اور بالفرض اگر سنیوں کی کتابوں میں یہ روایت پائی جائے یہ شکایت کرنی اپنی فہم و فراست کی خوبی بیان کرنی ہی اگر یہی الزام ہو تو کل کو سنی پنڈتوں کی پوتھیوں اور سکھوں کے گرنتھ اور یہود و نصاریٰ کے تورات و انجیل محرف کی لکھی ہوئی سے ملزم ہو جائیں گے اور ان کتابوں کی باتیں مان جائینگے اور شیعوں کو تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ انکا مسلک لیکھا ہی ہندو یا سکھ بچانے میں انہیں کچھ نقصان نہیں اور یہود و نصاریٰ کے ہم مذہب ہو جانے میں آنہیں کچھ ہچکچاہٹ نہیں چنانچہ انکی کتابوں سے ثابت ہے اگر اندیشۂ تطویل نہ ہوتا بتلا دیتا اور جسکو خواہش ہو وہ رسالہ تقیہ جناب مفتی محمد قلی خاں طاب ثراہ کو اور جوابوں تحفۂ اثنا عشریہ کو جو کہ علامہ دہلوی حکیم محمد مرزا صاحب نے لکھے ہیں ملاحظہ کرلے کہ شیعوں کو ان سب کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے حیوان مشہور میں اونٹ گائے بیل اور بھینس کے ساتھ نسبت مشابہت ہے اور روایت عوی سہیل کی ایک دو نسخہ میں کیا بلکہ چھبیس کتابوں میں اہل سنت کی ہی اور نام انکے پہلے اس سے ہم لکھ آئے ہیں اور بعضی انمیں سے گو ایسی ہوں کہ اس شیخ نے انکو نہ سنا ہو لیکن اکثر تو مشہور و معروف ہیں اور نہایت معتبر ہیں اور یہ شیخ بھی انکو جانتا ہی اور دیدہ و دانستہ انسے انکار کرتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ شیعوں کا الحاق ہے سو کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس روایت کو انمیں داخل کیا ہی انپر اور انکے سب اہل مذہب لعنت کرو اور ہم بھی انپر لعنت کرتے ہیں اور جو کچھ اپنی اس مقدمہ میں پہلے اس سے لکھا ہی ہم سب کو رد کر آئے ہیں اور گواہوں کے طلب کرنے کو بھی باطل کر آئے ہیں اور جو کچھ ابوبکر نے جابر کو بے طلب گواہوں کے دیا ہی اسمیں اور فدک میں کچھ فرق نہیں ہی جیسے فدک مال فقرا ہی اہل سنت کے نزدیک ایسی ہی وہ بھی ہی جو کہ جابر کو دیا ہی اور جو کچھ جابر کو دیا ہی اسمیں بھی از انجملہ حق تلفی فقرا کا ہی کہ اسقدر مال سے جابر کو خاص کیا اور ان دونوں مالوں میں کسطرح کا فرق نہیں ہے کہ ایک میں گواہ چاہئیں دوسرے میں گواہ نہ چاہئیں اور ہمارا کلام تو اسمیں ہے کہ جابر کے تو دعوی میں تصدیق کی اور حضرت فاطمہ کی تصدیق نہ کی اور اگر حضرت فاطمہ کی اس حیثیت سے تصدیق نہیں کی کہ فدک کو فقرا اور مساکین پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا تھا کیا فاطمہ زہرا اس تقسیم کو نہیں جانتی تھیں کہ باوجود دیکھنے تقسیم کے دعوی ہبہ کا کیا اور حضرت فاطمہ کو اس تقسیم کی خبر ہوا ہو لیکن یہ دعوی جو کیا کہ میرے باپ نے مجھکو ہبہ کیا ہی کیا بدون ہبہ کرنیکے حضرت فاطمہ نے ہبہ کرنے کو اپنے جی سے جوڑ لیا تھا کیا ایسی نقری تھیں حضرت فاطمہ تمہارے نزدیک بڑے افسوس کی بات ہی اور ابوبکر کو کیا

خبر ہی نہیں اسکی جسکو کہ حضرت فقرا پر تقسیم کرتے تھے اور ہو سکتا ہی کہ اسکو اپنی وفات سے پہلے ہی حضرت نے فاطمہ کو دیدیا ہو اور ابوبکر کو خبر نہیں ہوئی لیکن ابوبکر نے اسقدر تو ضرور خیال کیا ہوگا کہ فاطمہ جو مجھ سے طلب کرتی ہی کیا اپنے باپ پر بہتان افترا کریگی اور جھوٹا دعوی اپنے باپ کی طرف منسوب کرکے دوزخ کو اختیار کریگی بلکہ یہ خیال جانے دیجئے تھا کہ نہیں یا ہی ہوگا مگر مجھکو اسکی خبر نہیں ہوئی ہی لیکن ابوبکر کو تو فدک کا دینا ہی منظور نتھا اور اگر فاطمہ زہرا کی اس دعوی میں تصدیق کی تھی تو پھر کیوں نہ یا اور گواہ کس واسطے طلب کئے مدعی علیہ تو خلیفہ صاحب خود ہی تھے اگر کوئی اور مدعی علیہ ہوتا تو گواہوں کو طلب کرتے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کی تصدیق ہی نہیں کی انکے مرید دعوے تصدیق کا کرتے ہیں اور جابر کی البتہ تصدیق کی اور اگر ابوبکر نے حضرت فاطمہ کی تصدیق بھی کی اور ہم بھی اوہ سب مسلمان جانتی ہیں کہ ابوبکر فاطمہ زہرا کو اس دعوی میں سچا جانتی تھے لیکن عمداً جان بوجھکر انکو نہیں دیا اور گواہوں کا بہانہ کیا اور اگر ابوبکر کو دینا منظور ہوتا تو بے طلب گواہوں ہی کے دیدیتے اور گواہوں کے طلب کرنیمیں خیر خواہی حضرت فاطمہ کی ہرگز نہیں بلکہ محض حق تلفی ہی ایک بہانہ ہی اور اگر خیر خواہی منظور ہوتی تو بمجرد دعوی کے فدک کو فاطمہ کے حوالہ کردیتے فاطمہ کو راست گو جانکر اور گواہوں کی تکلیف مذہبی **قال الشیخ الاشعری** تفصیل اس اجمال کی ہرچند معلوم ہوچکی بنا انصافوں سے کام پڑا ہی اسلئے مکرر عرض ہی کہ یا تو فدک شیعہ و سنی اسمیں تو کلام ہی نہیں کہ تا دم باز پسین فدک رسول اللہ صلعم ہی کے قبض تصرف میں رہا پھر جب ابوبکر صدیق کو یہ بات معلوم ہوچکی ہوگی کہ متروکہ انبیاء وقف ہوجاتا ہی اور بے قبض ملک نہیں تو اسمیں تو کلام ہی نتھی کہ یہ چیز حضرت فاطمہ زہرا کی ملک تو نہیں پھر جو گواہ طلب کئے جائیں تو اسلئے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تحقیق ملکیت مدنظر تھی جو کسی دان کو یہ شبہ پڑے کہ ہاں افسوس حضرت فاطمہ کی بات تو گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا اور ابوبکر کی جبر بے گواہوں کے سنے اور بے تحریر مسلم ہو بیجا اسکے اور کوئی احتمال نہیں کہ شاید گواہوں کی تقریر کو بھی اشارۂ نبوی اس جانب پایا ہو فدک کو حضرت زہرا سے ہی کو دینا چاہئے اب کوئی عاقل غور کرکے فرمائیں کہ یہ بات حضرت فاطمہ کی دوستی اور خیر خواہی کی ہی یا دشمنی اور مدخواہی کی مگر مولوی صاحب کی عقل تو عائشہ نشین ہے اڑی ہیں وہ یہی سمجھی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت فاطمہ زہرا کا اعتبار نہوا **اقول** تفصیل تمہاری ہوچکی ہی اور انصاف تم ہو کہ ابوبکر کا غاصب ہونا ثابت ہوچکا ہے اور تم پھر کچھ بچے بچے سے بات بچے چلے جاتے ہو اور کہتے ہو کہ باتفاق شیعہ و سنی کہنا تمہارا محض دروغ ہی اور دروغ لکھتے چلے جاتے ہو سوا دروغ نویسی کے تمہارا کچھ کام نہیں ہے اور دروغ کا اجتناب نہیں کرتے ہو اور جو یہ جانتی ہو کہ خدا تعالی کاذبوں پر لعنت کرتا ہی شیعہ یہ کب کہتی ہیں کہ فدک تا دم باز پسین جناب رسولخدا صلعم کے قبض تصرف میں رہا ہی اگر راست گو ہی تو کسی کتاب شیعہ کی حوالہ دیا ہوتا بلکہ خلاف اسکا ثابت ہے اور ابوبکر کو ہرگز یہ معلوم نہیں تھا کہ متروکہ انبیاء وقف ہوتا ہی بلکہ ایک روایت اپنے دل ہی گھڑلی تھی کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور فرض کیا ہی کہ متروکہ انبیاء کا وقف ہوتا ہی لیکن فدک جناب رسولخدا کی متروکہ میں تھا وہ تو حضرت فاطمہ کا مال تھا کہ انہوں نے اپنی ملکیت کا دعوی اسمیں کیا تھا اور فاطمہ زہرا کا اسپر قبض تھا ابوبکر نے از راہ سینہ زوری اسپر اپنا قبضہ کرلیا تھا اور جسوقت فاطمہ کا قبضہ اسپر تھا تو وہ ملک انکی کیونکر نہوگی اور ابوبکر نے گو اظہار ملک فاطمہ ہونے کی جہت سے طلب کئے تھے اور گواہ کس لئے ہوتی ہیں اور ایک بہانہ تھا ابوبکر کا گواہوں کا طلب کرنا ورنہ گواہوں کی کچھ احتیاج نتھی اسواسطے کہ دعوی ابوبکر ہی تھا کسی اور پر نتھا کہ ابوبکر گواہوں سے اسکا فیصلہ کرتے اب میں پوچھتا ہوں کہ ابوبکر کی ذمہ کسیکا حق تھا ہوگا اور وہ شخص اپنے حق کا طالب ہوتا ہوگا اور ابوبکر اسکو اس دعوی میں بہت گو بھی جانتی ہونگے تو اس سے گواہ ہی طلب کیا کرتے ہونگے اور یہ بات ہرگز عقل میں نہیں آتی ہی اور اگر گواہ طلب کیا کرتے ہونگے تو بڑی حق تلفیاں کیا کرتے ہونگے اور مال لوگوں کے مارتے ہونگے اسواسطے کہ امر کی گواہ ہر وقت موجود نہیں ہوتے ہیں جب گواہ موجود نہوئے تو جواب دیدیا اور اس امر کو تو اہل سنت ابوبکر کی نسبت ہرگز قبول نکرینگے جب اسکو قبول نکرینگی تو فاطمہ زہرا کو جھوٹا ٹھیرائینگے کہ وہ دعوی اپنے دروغگو تھیں اسواسطے گواہ انسے طلب کئے اور حضرت جابر جو راست گو تھی انسے گواہ طلب نکئے اور جسوقت ابوبکر جانتے ہے کہ فدک کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے رسولخدا کو میں نے اور سب آدمیوں نے دیکھا ہی اور فاطمہ کے قبضہ میں کبھی ہوا یا نہیں ہے تو وہ کونسا ایسا گواہ عقل اور دین کا دشمن ہے کہ اشارۂ نبوی کی اس امر میں گواہی دیگا کہ اسکو علم تو ہی اس امر کا کہ یہ فاطمہ زہرا کی ملک نہیں ہے اور خلاف اپنے علم کے گواہی دیگا کہ حضرت فاطمہ کی ملک ہے اور حضرت صلعم نے فاطمہ کو یہ ہبہ کیا ہے جسکی طمع میں ابوبکر نے گواہ طلب کئے بھلا یہ بات عقل میں بھی آتی ہی معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک اصحاب رسول مقبول صلعم بھی جھوٹی گواہیاں پایا کرتے تھی کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں پر ہی موقوف نہیں ہے اسواسطے کہ جسوقت ابوبکر نے فدک کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا اور فاطمہ کا اسپر کبھی قبضہ نہیں ہوا اور باوجود اسکے ابوبکر نے گواہ طلب کئے اسبات کے حاصل ہونمیں کہ کوئی اشارۂ نبوی اس جانب کو پایا جائے اور وہ گواہ یہ کی گواہی دیوینگے تو جھوٹے ہی گواہی دینگے اور ابوبکر کو بھی علم تھا کہ یہ گواہی دینگے تو جھوٹی ہی گواہی دینگے ہائی یہ کیسا عذر ہی بیجا کہ بسبب اطلاع ابوبکر حضرت زہرا کو اور ابوبکر کو اور سب صحابہ کو فاسق اور فاجر ٹھیرایا اہل سنت نے حضرت فاطمہ کو تو اسواسطے کہ حضرت فاطمہ نے جھوٹا دعوی کیا اور جھوٹے گواہ پیش کئے اور ابوبکر کو آلودۂ معاصی اسواسطے تصور کیا کہ ابوبکر کو منظور ہوا کہ فاطمہ کے لوگ جھوٹی گواہی دیویں اور سب صحابہ کو اس جرم میں اسواسطے سانا کہ وہ جھوٹی گواہی دیا کرتے تھی خصوصاً حضرت علی کہ باوجود علم اس امر کے کہ فقرا پر یہ تقسیم ہوا کرتا تھا اور فاطمہ زہرا کا اسپر کبھی قبضہ نہیں ہوا اور پھر جھوٹی گواہی دیدی کہ حضرت نے فاطمہ زہرا کو ہبہ کیا تھا اور پھر لکھتا ہی اسکو کہ یہ حضرت فاطمہ کی دوستی اور خیر خواہی تھی برعکس ہنہد نامہ زنگی کافور حضرت فاطمہ کے حق کی غصب کرنیکو دوستی اور خیر خواہی فاطمہ کی لکھتا ہی اور نا ملتفت کا اعتبار کرنا اسکو ٹھیرانا ہی بیشک جابر کا تو اعتبار ہوا ہی ابوبکر اور یہ جو لکھا ہی کہ فاطمہ کا اعتبار نہوا یہ بات تو اہل سنت کی کتابوں سے لازم آگئی تھی اسواسطے لکھا ہی اور فاطمہ کا تو ابوبکر کا دینا ہی منظور نتھا اگر دینا منظور ہوتا تو گواہ کیوں طلب کرتے انسے **قال الشیخ الاشعری** معہذا حضرت جابر کے مذہب میں احتمال تھا کہ ہر خبر جھوٹی تو ہوتی ہی نہیں اگر راست

میں رسول اللہ صلعم نے اُسے وعدہ کیا تھا اور پھر اُنجو اُس وعدہ کے موافق نہ دیا جائیگا تو ایک گونہ خلاف وعدۂ رسول اللہ صلعم کیطرف عائد ہوگا اور یہ خلاف حد کی ہرچند بمجبوری تھی
کیونکہ یا وہ آخر رسول اللہ صلعم کے پاس مال بحرین آیا لیکن شان نبوت بہت رفیع ہی اور پہر نبوت بھی کسکی نبوت اس مرتبۂ رفیع پر اتنا بھی قصور نہ دیا ہی خصوصاً یہ لحاظ کیا جاکہ حیات النبی صلعم و رضہ
مبارک میں نہ دہ اور حضرت ابوبکر بمنزلۂ دار و غہ آپکے کارکن اور مال بحرین موجود اگر واقع میں وعدۂ وقوع میں آیا ہی اور درصورت طلب گواہان حضرت جابر کے پاس گواہ نہ نکلے کیونکہ کچھہ ضرور نہیں
کہ کسیکے سامنے ہی وعدہ کیا ہو تو اس صورت میں لاریب عاقلوں کے نزدیک خلاف وعدہ بجانب رسول اللہ صلعم عائد ہوگا القصہ مقتضاء احتیاط ایسے امر میں یہی کہ بے طلب گواہان اُنکا مطالبہ کیا
کیا جاے اگر وعدہ واقعی تھا فبہا ورنہ کچھہ نقصان نہیں آخر وہ مال صحابہ ہی پر تقسیم ہوتا بخلاف فدک کے کہ اُسکے دینے میں لاریب رسول اللہ صلعم کی نافرمانی نظر آتی تھی بسبب قبضہ مستمر رسول
اللہ صلعم دم آخر فدک مملوک رسول اللہ صلعم تھا اور جب آپکی وفات ہوئی تو وہ مقتضائے حدیث ما ترکناہ صدقۃ کے جسکی تحقیق کا ہم وعدہ کرکے چلے آتے ہیں اور اب انشاء اللہ تعالے بہت ہی قریب اُسکا ذکر
آتا ہی وہ وقف ہوچکا تھا کسی بیٹا بیٹی یا بھائی برادر یا بیوی باندی کا اُسمیں حق نتھا پھر اُسکو کیسکے دعوے کے باعث دینا اُس حدیث کے مرافق عمل نکرنا ہی **اقول** یہ وعدہ کا جھوٹھا سلا نکالنا ہرگز
ابوبکر کے ذہن میں نتھا اور نہ کسی نے لکھا ہی اور بخاری کے شارح نے تو جابر کے دینے کی وجہ جو لکھی ہی تو یہ لکھا ہی کہ صحابی پیغمبر خدا کا جھوٹ نہیں کہتا ہی اور اُنکے اس لکھنے ہی پر تو ہمارا اعتراض ہی
اور یہ وعدہ کا جملہ جو اُسنے بیان کیا ہی خارج از بحث ہے لیکن ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ جابر کو جو لکھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا اسواسطے اُس سے گواہ طلب کئے اور فاطمہ سے گواہ طلب کئے کیا وہ جھوٹی نہیں
اسکا کیا جواب ہے اور اگر ابوبکر نے وعدہ ایفا کے واسطے جابر کو دیا یہ امر ثانی ہی یہ بھی خوب بات ہے کہ سوال از آسمان جواب از ریسماں اور بخاری کے شارحین تو جابر کو لکھتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا
اور یہ انکی خبر میں جھوٹ اور سچ دونو کا احتمال نکالکر جواب دیتا ہی کہ ہر خبر جھوٹی نہیں ہوتی لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر ہر خبر جھوٹی تو ہوتی ہی نہیں اس سبب سے جابر کو دیا تو یہ احتمال تو حضرت فاطمہ کے
دعوی میں بھی ہوسکتا ہی پھر کیا وجہ ہے جابر کی نہ دینی کی اور یہ وجہ وعدہ نکالنے پر بھی موقع پر نہیں ہے اور کسیطرح کی خلف وعدگی حضرت پر لازم نہیں آتی خلف وعدگی تو
اُسوقت تھی کہ جو وقت مال بحرین حضرت کی زندگی میں آتا اور پھر حضرت جابر کو نہ دیتے اور نہ کسیطرح کا قصور حضرت کی طرف عائد ہوتا ہی جسقدر اس غلط میں لکھا ہی سب بیجا ہی بے سند اور بے دلیل
اور وہ کونسا تو ہوگا جو صورت بیان کی کہیگا کہ بلاریب خلف وعدہ حضرت کی جانب عائد ہوگا اور خلف وعدہ تو اُسوقت تھا کہ وہ حضرت زندہ ہوتے اور مال بحرین حضرت کے سامنے آیا
ہوتا اور پھر جابر کو اُسمیں سے نہ دیتے ایسا احتمال تو اُسوقت حضرت فاطمہ کی طرف بھی ہوسکتا ہی کہ اگر واقع میں اُنکو حضرت نے دیا ہی اور میں اُنسے گواہ طلب کروں اور گواہ بہم نہ پہنچے تو فاطمہ کی حق نفی ہوگی اور جیسے
احتیاط جابر کے دینے میں تھی ایسی ہی حضرت فاطمہ کے دینے میں تھی اگر انکو ہبہ کیا تھا تو فبہا ورنہ کچھہ نقصان ہی نہیں آخر وہ سب تقسیم ہوتا تھا فاطمہ ہی کو دیا سہی اور فاطمہ کے دینے میں ہرگز نافرمانی
رسول خدا صلعم کی نہ تھی انتہا کار یہ ہی کہ اگر فاطمہ زہرا کے حصہ سے وہ زیادہ تھا تو اُسکو اوروں سے بخشوا لیتے جیسے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت زینب دختر خدیجۃ الکبریٰ کی خیبر میں بخشوالی تھیں یقین
ہے کہ کوئی بھی اسمیں عذر نکرتا اور قبضۂ جناب رسول خدا صلعم تا دم آخر ہرگز ثابت نہیں ہی اور روایت ما ترکناہ صدقۃ کی حضرت کی متروکہ کے مقدمہ میں ہی اور جو چیز کہ حضرت نے اپنی زندگی
میں کسیکو دیدی ہی وہ حضرت کی متروکہ میں داخل نہیں ہے اور اس روایت ما ترکناہ صدقۃ کو ہم رد کرینگے اور بیٹا بیٹی کا حق اگر متروکہ میں حضرت کے نہیں ہے بدلیل روایت موضوعہ کے تو اُن
چیزوں میں سے تو اُنکا حق زائل نہیں ہوتا ہی جسکو اپنی زندگی میں کسیکو دیدیا ہی **قال الشیخ الاشعری** مگر مولویصاحب کی مذہب میں جو اشارات نبوی پر چلے اور رسول اللہ صلعم کا ایفاء وعدہ
اداء قرض کا بی وصیت خیال رکھی اُس سے برا کوئی نہیں آپ عمل نہیں کرتے پھر جو عمل کریگا وہ آپ برا لگیگا اہل انصاف کے نزدیک تو اتنی بات ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلعم جب ابوبکر صدیق
خلیفہ ہوے اور مال بحرین آیا تو انہوں نے یہ منادی کرادی کہ اگر کسیکا کچھہ قرض رسول اللہ صلعم کی ذمہ ہو یا رسول اللہ صلعم نے کسی سے کچھہ وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آوے ہم اُسکو بھگتا دینگے اور پھر
بے رستاویز بے گواہ دینا شروع کیا چنانچہ حضرت جابر نے اسی منادی کے باعث پندرہ کمالی اثبات کے لئے دلیل کامل ہی کہ ابوبکر صدیق کو حق نفی اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خطرہ بھی
نہیں گذرا چہ جائیکہ کوئی چیز بالیں کسی عاقل کی تصور میں آسکتی ہی کہ جو شخص فقط اس خیال پر کہ مبادا رسول اللہ صلعم کے ذمہ کسیکا قرض ہو بجائے آپ کی بات میں فرق آجاوے بے تحقیق پھیلیکا
منہ کھولدے ایسا کھلا ہوا حق پھیر وہ بھی جگر گوشۂ رسول اللہ علیہ وسلم کا اس طرح سے دبا بیٹھے علاوہ بریں آپ کھایا نہ اپنو کو کھلایا بلکہ بدستور قدیم اہل بیت اور مصارف مقررہ میں صرف کیا
اور مفت دنیا کی ملامتیں اور بار عذاب آخرت سر پر لیا کوئی حضرات شیعہ سے پوچھے کہ ابوبکر جیسے ہوشیار کو کہ جسکی ہوشیاری کی قسم کھائی غصب کرنا بھی نہ آتا تھا **اقول** ہماری یہ گفتگو ہی نہیں ہے
کہ ابوبکر نے جابر کو کیوں یا اور ایفاء وعدہ کیوں کیا سوال دیگر جواب دیگر اسکو تو ہم مذموم ہی نہیں کہتے اور نہ اسکو ہم برا جانتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جابر نے جو ابوبکر سے کہا کہ مجھسے رسول اللہ صلعم
نے فرمایا تھا کہ مال بحرین آئیگا تو میں تجھکو اسقدر دونگا سو حضرت کے زمانہ میں تو وہ مال آیا نہیں آیا ہی اُسمیں سے تم مجھکو دو ابوبکر نے بمجرد بیان جابر کے جابر کو مال دیدیا اور گواہ اُنسے طلب نہ کئے
اس امر کے کہ تم سے حضرت نے کب فرمایا تھا سو صحیح بخاری کے شارحین لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے جو بمجرد طلب کرنیکے جابر کو مال دیدیا اور گواہ اُنسے طلب نہ کئے وجہ اسکی یہ ہی کہ وہ پیغمبر خدا کی صحابی تھی اور صحابی
جھوٹ نہیں بول سکتی اور قرآن اور حدیث سے اصحاب کا حضرت کے صدق ثابت کیا ہی کہ یہ جھوٹ نہیں بول سکتی اسپر ہم کہتے ہیں کہ فاطمہ کا مرتبہ کیا جابر کے برابر بھی نتھا کہ اُس مظلومہ کے قول کا ابوبکر نے
اعتبار نکیا اور گواہ اُنسے طلب کئے کیا فاطمہ جھوٹی تھیں کہ ابوبکر نے اُنکے کہنے پر عمل نکیا سو اسکا جواب دیتا نہیں ہے اور ایفائے وعدہ حضرت کا ٹھہرا کر دیا کہ اگر جابر کو نہ دیتے تو حضرت کے وعدہ میں

نرق آتا اور ہم ایفای وعدہ پر اعتراض نہیں کرتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کیا پیغمبر خدا کی سارے اصحاب تو اہل سنت کے نزدیک ایسے ہیں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے موافق قرآن اور حدیث کے اور ابھی بہت سے جابر سے گواہ طلب کئے اور فاطمہ کیا جابر کے برابر بھی نہیں صدق میں جو انسے گواہ طلب کئے اسکا جواب کچھ نہیں ہے اور اسکے سوا اور طرح کی باتیں بناتے ہیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ مال بحرین سے جو ابوبکر نے منادی کی کہ جس کسی کا حضرت کے ذمہ ہے وہ آکر لیوے تو تعجب تو یہی ہے کہ جس سے مانگا اسکو دیا اور جب فاطمہ نے اپنے حق کا دعوی کیا تو انکو انکا حق نہ دیا اور گواہ انسے طلب کئے اور دیدہ و دانستہ حق تلفی اس مظلومہ کی کی مقصود تو ابوبکر کا یہ تھا کہ فاطمہ زہرا کو فدک ندوں گو سارے دنیا کی آدمی جو چاہیں مجھ سے لیجائیں اور جابر کو دیدینا دلیل نہیں ہو سکتی حضرت فاطمہ کے حق تلفی نکرنیکی اپنی مصلحت ہے ہر امر میں جسکو دنیا مصلحت سمجھی اسکو دیا اور جسکو دنیا مصلحت نہ سمجھی اسکو نہ دیا ایک امر کا دوسرے امر پر قیاس نہیں ہو سکتا اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے یہ سب احتمالات رکیکہ ہیں اور احتمالوں سے کام نہیں چلتا ہے جو امر کہ وقوع میں آیا اور روایات اہل سنت اسپر دلالت کرتی ہیں وہ احتمالوں سے دفع نہیں ہو سکتا ہے کہ ابوبکر ایسا تھا اور ایسا تھا اور اس نے یہ کیا اور یہ کیا پھر وہ حق تلفی کیوں کرتا یہ سب عذر بیجا ہیں اور ابوبکر کی ہوشیاری میں کیا شبہ ہے جو کام انہوں نے کیا وہ بیوقوفوں سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ بھی اچھا کیا اور وہ بھی اچھا کیا لیکن اہل بیت علیہم السلام سے نہایت بے مروتی کی +

قال الشیخ الاشعری اور ان سب کو جانے دیجے ایسا فرق کیجے کہ اہل عقل حضرت ابوبکر کی فہم و عقل پر آفریں اور علماء شیعہ کی کجی عقل اور بلادت طبع پر نفریں کریں فرق یہ ہے کہ دعوی ہبۂ فدک جو حضرت زہرا سے بزعم شیعہ ظہور میں آیا تو سنیوں کے طور پر تو فتاوی صحیح ماترکناہ صدقۃ کے جسکا عنقریب انشاء اللہ تعالی ذکر آتا ہے معارض اور مخالف تھا اور شیعوں کے طور پر استحقاق ورثہ نبوی کے مناقض اور مدعی جائیداد کی کوئی استحقاق یا کوئی حدیث معارض اور مخالف نہیں کیونکہ جس مال میں سے ان کو دیا گیا وہ مال کیکا ترکہ نہ تھا اور نہ کوئی حدیث اور روایت اسکے بیان تصرف کیے دینے پر وارد ہوئی تھی بلکہ وہ مال یا خمس یا عشر یا خراج کی قسم کا تھا سو حضرت جابر بہر طور اسکا استحقاق رکھتے تھے **اقول** اب ہمسے اسکا جواب لیجے کہ اہل عقل شیعوں کے فہم و عقل پر آفریں اور اہل سنت کی بلادت طبع اور کجی عقل پر دلالت کرے اور فرق کچھ بھی نہ پایا جائے سوا سطے کہ دعوی ہبہ فدک موافق روایات کتب کثیرہ اہل سنت کے حضرت زہرا علیہا السلام سے جو وقوع میں آیا وہ روایت موضوعہ ماترکناہ صدقۃ کے ہرگز معارض اور مخالف نہ تھا اسلئے کہ حضرت رسولخدا صلعم کے متروکہ میں سے جو کہ حضرت کا مال تھا اور بعد انکے وہ حضرت نے چھوڑا تھا اسمیں سے نہیں چاہتی تھیں وہ تو موافق روایت موضوعہ مذکورہ کے مال فقراء کا تھا اور موافق حکم الہی کے مال حضرت کے سب وارثوں کا تھا حضرت زہرا تو اپنا مال چاہتی تھیں جو کہ جناب رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی میں انکو دیکر قبضہ انکا اسپر کرا دیا تھا وہ مال حضرت کے متروکہ میں سے نہ تھا اور روایت مذکورہ اس امر پر دلالت کرتی ہے جو کہ حضرت نے بعد اپنے اپنا مال چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے نہ مال اسواسطے کہ وہ روایت موضوعہ اس امر پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ جو کچھ حضرت نے بعد اپنے چھوڑا ہے اپنا مال یا غیر کا مال وہ سب صدقہ ہے بلکہ جو کچھ کہ حضرت کا مال ہے وہ صدقہ ہے نہ غیر کا مال اور اگر کسی غیر کا مال حضرت کے پاس مستعار یا امانت رکھا ہوا یا کسیکا مال حضرت کے مال میں ملا ہوا ہو وہ کیونکر حضرت کے متروکہ میں داخل ہوگا اور فدک تو ایسا بھی نہ تھا بلکہ وہ تو حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تھا چنانچہ دلالت کرتی ہیں اسپر روایات کتب اہل سنت کی مثل تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور معارج النبوت وغیرہ کے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو دیدیا تھا پس معارض روایت موضوعہ مذکورہ کے کیونکر ہوگا کہ اس روایت میں تو حضرت کے متروکہ کا ذکر ہے نہ حضرت فاطمہ کے مال کا اور جابر کے دینے پر تو ہمارا اعتراض ہی نہیں ہے کہ اسکو کیوں دیا جابر کے مقدمہ میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ انکا صدق قرآن اور حدیث سے ثابت ہے بجز دعوی کے انکو دیدیا اور گواہ انسے طلب کئے اور فاطمہ کو جابر کے برابر بھی راست گو نہ جانا کہ انسے گواہ طلب کئے سو اسکا جواب اہل سنت سے حاصل ہی نہ ہوا **اقال الشیخ الاشعری** اور یہ بھی اہل عقل پر ظاہر اور باہر ہے کہ گواہ تعارض کے رفع کے لیے ہوتے ہیں اور ایک جانب راجح کر دیتے ہیں اسواسطے دو متخاصمین کے رفع مخاصمت کے لیے گواہوں کی ضرورت پڑی اور وصیتیکہ کوئی خبر یا دعوی بلا مزاحم عقلی یا نقلی یا خبری یا عیانی کے پایا جائے اور مخبر اور مدعی بھی مومن مسلمان ہو تو پھر حکم نبوی یہ ہے کہ ظن المومنین خیرا اب التماس یہ ہے کہ حضرات شیعہ اگر دو چار گھڑی کے لیے کسی سے عقل مستعار لیکر اس فرق میں غور فرمائیں تو اس فرق کے مان جائیں کچھ کلام نہیں اور نہ ایسے ہی ایسے عقل کو دشمنوں کے لئے کلام اللہ میں افلا تعقلون آیا ہے اگر بوجہ یاد نہ ہونے کلام اللہ کے یہ خطاب کان تک نہیں پہنچا تو یہ عبارت ہم ہی کرتے ہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو اب اور التماس ہے کہ دقیقہ سنجان معانی رس پر تقریر سے واضح ہو گیا ہوگا کہ حضرت جابر سے گواہ ہونگا نہ طلب کرنا چنانچہ روایات صحاح میں موجود ہے اور نیز حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے گواہوں کا طلب کرنا اگر بالفرض والتقدیر بعرض محال جیسے حضرات شیعہ فرماتے ہیں واقع میں آیا ہو تو حضرت ابوبکر صدیق کی کمال فہم اور نہایت اطاعت اور اتباع رسول صلعم پر دلالت کرتا ہے اگر یہ دو باتیں نہ ہوتیں تو مولویصاحب ابوبکر صدیق پر بانیوجہ طعن کرنیمیں معذور ہیں اور لاجرم طاغیان ابوبکر صدیق مصیب بصواب اور ماجور ہیں لیکن اس صورت میں بڑی تعریف کی بات یہ ہوگی کہ فلانا بڑا گدھا ہے اور سراپا بیوقوف ہے فسق و فجور میں یکتائی روزگار ہے وغیرہ وغیرہ بے دیانتی میں شہرہ آفاق ہے ان صفات میں ہمکو مولویصاحب کی تعریف کرنی لازم ہے مگر نظم تو سرست بن نہیں پڑتی ملازمان مولویصاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ عنایت فرما کے یہ قدر قلیل نثر ہی قبول فرمائیں **اقول** اسکا جواب تو ہم اوپر کے قول میں لکھ آئے کہ حضرت جابر کے دینے میں ہمکو کچھ کلام نہیں ہے ہمارا تو مطلب ہی اور ہے جو بیان کیا گزرا اور یہ جو لکھا ہے کہ متخاصمین کی رفع مخاصمت کے لیے گواہوں کی ضرورت پڑی اور دعوی بلا مزاحم ہو سو ہم کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا حال بھی مثل جابر کے ہے اور انکے دعوی کا کوئی مزاحم نہیں ہے اسواسطے کہ انہوں نے متروکہ رسولخدا میں جو کہ حق فقرا تھا اسکا دعوی نہیں کیا تھا کہ تم مجھکو اسمیں سے دو بلکہ انہوں نے تو دعوی اپنے حق کا کیا تھا جسکو ابوبکر دبا بیٹھے تھے اور سوا ابوبکر کے اور کوئی مدعی علیہ انکے دعوی کا نہ تھا یہاں تو کوئی صورت گواہوں کے طلب کرنے ہی کی نہ تھی جسوقت حضرت فاطمہ نے طلب کیا اسوقت

دیدیا ہوتا کہ اُنکے مال کی مشغول الذمہ ہو رہی تھی اور اگر حضرت فاطمہ کو سچا نہیں جانتے ہے تو موجب ظن المومنین خیر کے گمان ہی راستی کا کرکے اُنکو فدک دیدیا ہوتا تعجب ہے کہ جابر کے واسطے تو ظن خیر ہو اور حضرت کے ہر اسکی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی اُسکے واسطے ظن خیر بھی نہو اب التماس یہ ہے کہ حضرات اہل سنت اگر دو چار گھڑی کو کسی سے عقل مستعار لیکر غور فرمائیں تو کچھ فرق نہیں ہے اور اس فرق کے نہونے کو تسلیم کریں تو کچھ یہ کلام نہیں رہتا ایسے ایسے ہی عقل کے دشمنوں کے لئے کلام اللہ میں افلا تعقلون آیا ہے اگر بوجہ یا دنہونے کلام اللہ کے یہ خطاب کان تک نہیں پہنچا تو یہ سفارت ہمیں کرتے ہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو اب اور التماس ہے کہ دقیقہ سنجان معانی رس پر تقریر سے واضح ہوگیا ہوگا کہ حضرت جابر سے گواہ ہونا کا طلب نخواہنا چنانچہ روایات صحیحہ میں موجود ہے اور نیز حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے گواہوں کا طلب کرنا جیسا کہ کتب معتبرۂ اہل سنت میں لکھا ہے اور واقع میں وقوع میں آیا ہے تو ابوبکر کی کمال بے انصافی اور نافرمانی رسول اللہ صلعم پر دلالت کرتا ہے اور مولویصاحب ان دونوں باتوں کو نہ تو معیوب جانتے ہیں اور نہ الٹی جہت سے طعن کرتے ہیں بلکہ ابوبکر کی بے انصافی سے ابوبکر پر طعن کرتے ہیں اور اس طعن کرنے میں اتباع اہل بیت مصیب الصواب ماجور ہیں اور اس امر میں جو کوئی مولویصاحب پر اعتراض کریگا تو بڑی تعریف کی بات اسکی یہ ہوگی کہ فلانا بڑا گدھا ہے اور سرتاپا بیوقوف ہے فسق و فجور میں یکتا روزگار دروغ اور بے دیانتی میں مشہور شہر کوچہ و بازار **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ اس فہم و فراست پر اصحاب کبار پر یہ زبان درازیاں پھر اسپر یہ ہوکے بازیاں کہ عوام کالانعام تو یقین ہوجائے کہ مولوی صاحب کی بات سر بسر بجا و درست اعنی آپ میرزا در علی صاحب کو رقم فرماتے ہیں اب فرمائیے غصب نہیں تو کیا ہے سوا اسکے اور غصب کسکو کہتے ہیں اور عدیٰ اور ہے یا دوستی اور مروت اور رعایت حق رسول اللہ صلعم اور حق اور سچ تو یہ ہے کہ اہل بیت کی دشمنی میں حق رسول اللہ صلعم کی بھی رعایت نہ کی آپنے لکھا تھا مجھے غصب فدک کی صحت نہیں ہوتی اب آپکو چاہئے کہ میری صحت علماء اہل سنت سے کرائیے اور میری باتوں کا جواب لکھوائیے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اور اُس مظلومہ کے گواہونکو بھی دیا انتہیٰ بلفظہ سو منصفان فہمیدہ اور فہیمان سنجیدہ کی خدمت میں عرض ہے کہ مولوی صاحب کو میرے لکھے جواب سمجھا کر یہ سمجھا دیں دیکھو یوں جواب لکھا کرتے ہیں لیکن اسکا کچھ علاج نہیں کہ مولوی صاحب کی یہ درخواست ہے کہ میری صحت علماء اہل سنت سے کرائیے **اقول** سبحان اللہ ایسا گماں بدشیعوں کی طرف کہ وہ اصحاب کبار پر زبان درازیاں کرتے ہیں جائے شاکر وہ اصحاب کبار کی نسبت زبان درازیاں کریں بلکہ وہ تو اُنکو بزرگ اور پیشوا اپنا جانتے ہیں مگر غاصبان حقوق اہل بیت علیہم السلام کو اچھا نہیں جانتے اور اُن لوگونکو جنکے حق میں جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ بعد میرے امام اور پیشوا ہونگے کہ میری سنت اور میری ہدایت پر ہونگے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور بعد رسول خدا صلعم کے مرتد ہوگئے اور دین میں احداث کیا اور حوض کوثر پر سے فرشتے اُنکو ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے چنانچہ کتب صحاح میں لکھا ہے اور جو کچھ مولویصاحب نے لکھا ہے عوام کیا خواص کو یقین ہوجائے اگر انصاف کریں اور وہ ہوگا ہرگز نہیں ہے بلکہ امر واقعی ہے کہ سب اہل سنت کی کتب معتبرہ سے لکھا ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے ابوبکر کا غاصب ہونا ثابت کردیا ہے کہ اسکا جواب ہی نہیں ہوسکتا اور جو کچھ تونے اسکے جواب میں لکھا ہے سب ہیچ اور واہی ہے اور ہمنے اسکو رد کردیا ہے اور جو کچھ انہوں نے میرزا در علی صاحب کو اپنے خط میں لکھا ہے سب بسا اور درست ہے اور علماء اہل سنت اسکا انکار نہیں کرسکتے ہیں اور اگر انکار کریں تو اپنی کتابوں کا انکار کرینگے اور اپنے علماء کو جھوٹا ٹھیرائینگے اور جو کچھ اس شیخ نے جواب میں لکھا ہے وہ جواب نہیں ہے اسواسطے کہ یا تو انکار کرتا ہے اُن روایتوں کا جو انکی کتابوں میں موجود ہیں اور یا کہتا ہے کہ ہماری کتابیں مثل بیاض کے ہیں کہ انمیں سب طرح کی روایتیں ہیں یا کہتا ہے کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کردی ہیں بھلا یہ بھی کچھ جواب ہے اور پھر لکھتا ہے کہ مولویصاحب کو سمجھا دیں کہ دیکھو یوں جواب لکھا کرتے ہیں اُس سے کوئی پوچھے کہ ایسا ہی جواب ہوتا ہے جیسا تونے لکھا ہے اور جو کچھ کہ تونے ہیچ اور واہی لکھا تھا وہ سب ہمنے رد کردیا پھر کس بات پر تو نازاں اور تعلی کی باتیں لکھتا ہے اور مولویصاحب کی درخواست تو اسبات پر ہے کہ ان روایتوں کی صحت کراؤ کہ کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایتیں لکھی ہیں یا نہیں اور سوال یہ ہے کہ انکی کتابوں میں یہ روایتیں موجود ہیں اور انکا رد کرنا انکا ایسا ہی جیسا کہ کلام اللہ کی آیتونکا انکار کرنا اور یہ جو مولویصاحب نے لکھا ہے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اسکا جواب تو تجھ سے ہرگز نہو سکا اور یہی باتیں طرح طرح کی بنانے لگا چنانچہ ہم لکھ آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مولویصاحب تو سراپا غلط ہیں غلط کا صحیح کرنا اور صحیح کہنا سننا تو نہیں آتا ہاں غلط کی جگہ صحیح بتا سکتے ہیں اسلئے اتنا ہوسکتا ہے کہ ملازمان مولویصاحب سے یہ کہا جائے کہ مولویصاحب غلط ہیں جبھی تو اپنی صحت کراتے ہیں ظاہر اور باطن سے صحیح علماء اہل سنت ہیں اگر ہدایت منظور ہے تو غنیمت سمجھو خیر یہ قصہ تو بہت دور دراز ہے مولویصاحب کے ہذیانات بیمعنی کا جواب چاہئے اور اُنکی حقیقت الامر کھولکر دکھلائیے تاکہ معلوم ہوجائے کہ مولویصاحب اپنے ہوش میں نہیں اس بیداری میں جو اور دل کے خواب سے بدتر ہے مولویصاحب پر بڑے بڑے آتے ہیں وہ نہ عقل کا کام نہیں کرتا وجوہ ایسے ایسے دلائل واضح کی جنکا مذکور ہوچکا پھر بھی غصب فدک کا اسکے دل میں خیال آیا اور ابوبکر جیسے عادل متقی اور مطیع خدا و رسول کو ظالم ٹھیرایا **اقول** مولویصاحب تو بہت صحیح اور درست اور راست گو ہیں اور غلط علماء اہل سنت ہیں کہ جب جی نے سہی پسند ہوتے ہیں تو اپنی روایتوں کا انکار کرتے ہیں اور ایسے غلط ہیں وہ کہ ہم ہر چند اُنکا صحیح کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ صحیح نہیں ہوسکتے اور صحیح کو غلط کہتے ہیں اور مولویصاحب تو انکی ہی قبح تو یہ کو صحیح کراتے تھے لیکن وہ علماء غلط جو ہیں تو اُنکو صحیح کرنا نہیں آتا اور غلط ہیں تو یا تو علماء اہل سنت ہیں یا اُنکے اقوال غلط ہیں اگر ہدایت منظور ہے تو ہمارے کہنے کو غنیمت سمجھو ورنہ صحت تو بہت دور دراز ہے اس شیخ نجدی کے ہذیانات بیمعنی کا جواب چاہئے سو اسکو ہم بالکل مضمحل کرچکے ہیں اور اسکی حقیقت الامر کھولکر دکھلادی ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ شیخ بھی

بیہوش میں نہیں اس میدان میں اوروں کے خواب بدمزہ ہیں شیخ پڑا بڑاتا ہے ورنہ عقل کا کام نہیں کہ باوجود ایسے ایسے واضح دلائل کے جو ہمنے اسکے قولوں کے رد میں لکھے ہیں پھر بھی فدک کے غصب ہونے کا اسکے دل میں خیال آئے اور ابوبکر جیسے عاصی خدا و رسول صلعم اور ناانصاف و ظالم کو متقی اور عادل ٹھیرائے **قال الشیخ الاشعری** ابوبکر صدیق کے پاس اگر اور فضائل گو ناگوں نہ ہوتے تو یہی حکایت انکی فضیلت کے لئے بہت تھی کیونکہ عاقل سمجھتے ہیں کہ ملامت دنیا خاصکر اہل عزت سے بے سبب نہیں ٹھہائی حامی دیندار دین کی عزت اور دنیادار دنیا کی عزت کو جان و مال سے عزیز سمجھتے ہیں اور عزت بھی عزیز نہ ہو تو پھر کونسی چیز عزیز ہوگی اسکا عزیز نہ ہونا ہے اعورتیں مرد ہیں عجب دنیا ہے یہ مرد نہیں مرد ہیں عجب سے بیٹی جان کو تلف کر دیتی ہیں اور ڈوب مرتی ہیں یا زہر کھا لیتی ہیں مردوں کا تو کیا ذکر ابوبکر کا جان بوجھکر ہدف تیر ملامت ناکساں ہونا **اقول** تمہارا ہی کام ہے جو طمہ کو فضیلت ٹھیراؤ اور ابوبکر کو بھی فضیلت حاصل تھی بڑی فضیلت علم و شجاعت کی ہے سو علم کا تو یہ حال تھا کہ مسائل دین میں غلطیاں کھاتے تھے اور شجاعت کا یہ حال تھا کہ جناب رسولخدا صلعم کو میدان جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور ابوبکر دنیادار تھے اور دنیاداروں کو دنیا کی عزت چاہیئے سو باعتبار دنیا کی عزت کے انکی بہت سی بڑھی ہوئی تھی اور اس بناہی کی عزت کے ترقی کے لئے ابوبکر نے عمر کو وسطے جلانے گھر فاطمہ زہرا کے لکڑیاں اور آگ ہمراہ کرکے بھیجا تھا بہانات اکھوا دروازہ فاطمہ زہرا کا اور ابوبکر نے مرنے سے پہلے اسکا افسوس کرکے جان دی چنانچہ کنز العمال و طبری میں لکھا ہے اس فی عزت دنیا ہی کے واسطے خلافت اپنے نامزد کی اور ترقی ریاست ہی کے لئے فدک غصب کیا نا کہ اتنے ریاست بھی کسیکے پاس نہ ہو اور سب چیزوں کا میں ہی مالک ہو جاؤں علی الخصوص فاطمہ زہرا علیہا السلام یہ خیال کرکے کہ ایسا نہ ہو کہ فدک کے سبب سے قوت بہم پہنچا دعوی خلافت کا کریں اسلئے فدک کو غصب کیا اور جو منصف تھے وہ ابھی کہتے تھے اور ملامت بھی کرتے تھے اپنی جگہ پر سنہ پر تو انکو بھی نہیں کہہ سکتے کہ تو نے یہ کیا کیا اور وہ تو بادشاہ تھے کسکا مقدور کہ کوئی کچھ کہتا اور جو کچھ سنا بھی تو وہ بیگانے اور غیر تھے انکی کیا فریاد آیا اور عمر کو فاطمہ زہرا کے گھر پر چڑھا کر بھیجا تھا آگ اور لکڑیاں ہمراہ کرکے واسطے جلانے کے یہ بھینا کیا جان بوجھکر نہ تھا اور کیا نہیں جانتے تھے کہ اس گھر میں نہ کوئی لوگ بڑا لہیں گے کہ علی و فاطمہ و حسنین کے جلانے کو لکڑیاں بھیجیں ایسا ہی فدک کا دبا بیٹھنا تھا اور یہ عمر کا جانا آگ اور لکڑیاں لیکر واسطے جلانے گھر فاطمہ کے اہل سنت کی اکثر کتابوں میں لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی تحفہ میں اسکا اقرار کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** کہتے ہے اسے مواقع میں کوئی جانتا ہے کہ یہی انجام ہتھوڑی جزا سکے نہیں ہو سکتا کہ پابندی خداوند کریم اور رسول تکریم صلعم سے مجبور تھی ورنہ جو شخص خود کھانے نہ اپنو کو کھلانے کے لیے کسیکی چیز دبائے ایسا شخص اگر ایسے شخصوں سے تو گواہ طلب کرے اور حضرت جابر سے طلب نہ کرے قطع نظر جو مذکورہ بالا کے بجز اسکے اور کوئی احتمال نہیں ہو سکتا کہ انصاف اور اہل انصاف کو لازم ہے کہ روی دعایت کے موقع میں زیادہ تاسف یا سخت گیری سے پیش آیا کرے اور غیروں سے بہ نسبت اپنے نزدیکوں کے زیادہ تر مذمت بجا کرے اور ظاہر ہے کہ اپنو کی رعایت کرنے میں احتیاط لازم ہے کہ اپنا ہی دل دکھا کرتا ہے کچھ مذبیہ محبت ملامت نہیں ہوتا بلکہ امید کلیہ الخیر ہوتی ہے اور اپنے بیزادوں اور بزرگزادوں کے روی رعایت نکرنے میں مردان جانثار کا بوجہ محبت دل دکھا کرتا ہے اور بوجہ یہ شہ ملامت جان چھڑا ہی بناکرتی ہے سو اپنی قرابتیوں کے روی رعایت نکرنی اور غیر سے زیادتی محمود خلایق ہوئی تو بیزادوں کی روی رعایت نکرنی اور بھی زیادہ ہمیں چاہیئے **اقول** ہرگز ہرگز ابوبکر کا یہ کہنا خداوند کریم اور رسول تکریم صلعم سے مجبور نہ تھے اور نہ انکو حکم تھا خدا کا کہ کسیکا حق دبا لو گواہوں کے بہانے سے اسواسطے کہ یہاں موقع گواہوں کے طلب کرنے کا نہ تھا یہاں تو فاطمہ زہرا مدعی تھیں اور ابوبکر مدعی علیہا تھے اور فاطمہ زہرا کی اس دعوی میں تصدیق کرتے ہیں پھر گواہ کسواسطے طلب کئے گواہ تو اسوقت چاہئیں تھے جسوقت کہ مدعی علیہا دعوی کرتی اور آپ کھاتا اور اپنوں کو مدنیا دلیل عدم غصب کی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ ابوبکر کو تو منظور یہ تھا کہ فاطمہ زہرا کے پاس فدک نہ رہے گویا میں اور میرے اقارب اس سے متمتع نہوں ابوبکر پہنچتا تھا اسلئے غصب کرتے اور اگر آپ بھی اسمیں سے کھایا یا اپنے لگا تو نکو اسمیں سے کچھ دیا تو یہ بعید بھی نہیں ہے اور اپنو کو نہ دینا اور خود کھانا ثابت بھی نہیں ہے اگرچہ صدقہ حق فقراء اور مساکین تھا دیتے دلاتے اور انصاف ہرگز نہیں کیا ابوبکر نے اور یہاں روی رعایت کا موقع کونسا ہی جابر سے تو گواہ طلب کرنے میں کچھ ہمارا تکرار ہی نہیں ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جیسے کہ جابر سے گواہ طلب نہیں کئے ایسے ہی فاطمہ زہرا سے بھی نہ کئے ہوتے کہ فاطمہ زہرا کے مقابلہ میں سوا ابوبکر کے اور کوئی مدعی علیہ نہ تھا اور جیسے کہ اپنے قریبوں اور بیزادوں کی روی رعایت چاہیئے کیسے مقابلہ میں ایسے ہی اپنے نفس کی بھی روی رعایت چاہیئے لیکن یہاں تو ابوبکر نے اپنے نفس کی روی رعایت لی ہے فاطمہ زہرا کا حق دبانے کو کہ گواہ انسے طلب کئے اسواسطے کہ وہ مال فقرا ہی تھا جسکا کہ فاطمہ نے دعوی کیا تھا مال فقرا تو وہ تھا جو بموجب روایت موضوعہ ابوبکر کے ترکہ صدقہ کے جو مال رسولخدا تھا اور حضرت نے اسکو بعد اپنے چھوڑا تھا سو فاطمہ نے حضرت کے مال کو طلب نہیں کی تھیں وہ تو اپنا مال طلب کرتی تھیں اگر فاطمہ راست گو تھیں اس دعوی میں تو انسے گواہ کیوں طلب کئے حضرت جابر کا اور انکا ایک ہی حال تھا اور اگر ابوبکر نے اسواسطے حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کئے کہ فاطمہ زہرا کا حق ثابت نہو گا تو رسولخدا صلعم کے ترکہ میں سے کو داخل کرکے فقرا و مساکین پر تقسیم کر دونگا سو یہ اس صورت میں تمہارا اور حضرت فاطمہ کیطرف احتمال اذب ہوتا قطع نظر اسسے کہ اس شیخ نے لکھا ہی پہلے اسسے کہ ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو اس دعوی میں راست گو جانا تھا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں جابر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ صحابی پیغمبر خدا کا جھوٹا دعوی نہیں کر سکتا سو حضرت فاطمہ تو جابر سے بڑھکر راست گو تھیں جنکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی وہ بھی جھوٹا دعوی کرینگی جسکو راست ٹھیرا کر گواہ انسے طلب کرنے بیجا ہیں اور اگر حضرت فاطمہ راست گو تھیں تو بعد ادائے شہادت بھی انکو فدک دینا چاہیئے تھا گو نصاب بینہ کامل ہوئی تھی تاہم ابوبکر کو تو دینا فدک کا اخیر طرز منظور تھا جیسا کہ معلوم ہوا کہ ابوبکر نے اپنے نفس کے

واسطے پیرزادوں کی رو رعایت کی اور سوائے اسکے یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے بیگانوں اور پیرزادوں کی تو رو رعایت کرے اور غیروں کی رو رعایت کرکے اپنے پیرزادوں اور قریبوں کا حق غیروں کو دلوادے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ جسکا حق ہو اسکو دلوائے اسمیں لحاظ کسی جانب کا نہیں ہو سکتا ہو ابوبکر نے اسواسطے کہ فاطمہ زہرا پیرزادی تھی اسکی رو رعایت کرکے اسکا حق اسکو نہ دیا **قال الشیخ الاشعری** اور جب حضرت فاطمہ جیسی پیرزادی ہو کہ نہ اس رتبہ کا کوئی پیرزادہ ہوا ہے نہ ہوا اور ابوبکر صدیق جیسا مرید ہو جسکے صدق و وفا اور جاں نثاری اور الفت اور محبت اور خدمتگاری کی کلام اللہ اور اقوال عترت رسول اللہ صلعم چنانچہ گذرا دو گواہ عادل کیا بلکہ اسبات کے گواہ ہوں کہ ایسا یار و فادار نہ کوئی ہوا ہے نہ ہو گا ایسے تابعدار والے ایسے ولی کی ایسی تعریف نہیں کیا کرتے تو اس صورت میں حکم خداوندی پر قائم رہنا ابوبکر جیسے صدیق کا کام ہے نہ وہ ہوں نہ اتنی دشواری اور اسقدر ملامت عوام کالانعام اور دشنام ہائے خیثیان نافرجام اپنے سر پر اٹھائیں پر زور ہے شیعونکی عقل پر کہ انکو خوبیاں بھی برائی نظر آتی ہیں چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر ۔ مطیعان خدا پر طعن و تشنیع کرتے ہیں سمجھتے ہی نہیں رافضی انکو خدا سمجھے طرفہ تماشا ہے کہ بیدین بیداروں پر بیدینی کی تہمت لگائیں اور مخلصان قدرشناس کو مقتدیان عبداللہ بن سبا یہودی دشمن اہل بیت بتائیں **اقول** ۔ ایسی پیرزادی کی ساتھ یہ سلوک کیا ابوبکر نے کہ اسکا حق غصب کیا اور اسکا گھر جلانے کیواسطے آگ اور لکڑیاں ہمراہ کرکے عمر کو بھیجا اسکو ارادتا و صدق و صفا اور جاں نثاری اور الفت اور محبت اور خدمتگاری کہتے ہونگے اور کلام اللہ میں کہیں ابوبکر کا نام نہیں لکھا ہے اور نہ ان امور پر اقوال عترت دلالت کرتے ہیں اور وفاداری اور جاں نثاری تو یہ تھی کہ رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑکر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور اگر کسی نے تعریف بھی کی ہے تو وہ اپنی فضیلت دین پر دلالت نہیں کرتی اور کلام اللہ میں تو جسکے کہ تعریف مجمل ہے لوگونکی ایسے ہی مذمت بھی ہے اور ابوبکر بدلائل خارجیہ اس تعریف سے خارج ہیں اور حکم خداوندی کو ابوبکر نے ہرگز نہیں اٹھایا ایک شخص جاہل تھا احکام خداوندی کو کیا جانتا تھا اور شیعہ جو کچھ کہتے ہیں موافق حکم خدا کے کہتے ہیں کہ خدا تعالی قرآن میں جا بجا ظالمونپر لعنت آیا ہے اور اہل بیت کی دوستی اور متابعت میں آنحضرت دشمنونکو برا کہتے ہیں کچھ شیعوں کے ان ظالموں نے جاگیر بند نہیں کی ہے کہ جسکے عوض میں ان نکو برا کہیں انکے بزرگوں کے حقوق جو غصب کئے ہیں اسواسطے انکے غاصبونکو برا کہتے ہیں اور اس برائی کے کہنے میں بڑا صدا اٹھاتے ہیں اور انکی دوستی کی جہت سے مجروح اور مقتول ہوتے ہیں اور ملامت عوام کالانعام اور دشنام ہائے خیثیان نافرجام انکی دوستی میں اپنے سر پر اٹھائے ہیں پر زور ہے اہل سنت کی عقل پر کہ انکو اہل بیت سے یہ دوستی بری ہی نظر آتی ہے چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر ۔ مطیعان خدا پر تشنیع کرتے ہیں سمجھتے ہی نہیں ناصبی انکو خدا سمجھے طرفہ تماشا ہے کہ بیدین بیداروں پر بیدینی کی تہمت لگائیں اور مخلصان قدرشناس اور دوستان آل خیر الناس کو مقتدیان ابلیس خبیث دشمن اہل بیت بتائیں **قال الشیخ الاشعری** اگر قدرشناسوں سے کسی سے گزر جانیوالی ٹیڑھی بھی ہوا کریں اور قدرشناس دشمن سمجھی جایا کریں تو نصاری حضرت عیسے کے محب اور رسول اللہ صلعم اور آپکی امت حضرت عیسی کی دشمن ہونی چاہئیں غور کرکے آنکھیں مفرط فی المحبت اسکا محب نہیں جسکی محبت کا مدعی ہوتا ہے بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے نصاری جو دعوی محبت حضرت عیسے کا کرتے ہیں تو حقیقت میں انکی محبت نہیں کیونکہ دار مدار انکی محبت کا خدا کے بیٹے ہونے پر ہے سو یہ بات حضرت عیسے میں تو معلوم البتہ انکے خیال میں تھی اپنی تصویر خیالی کو چھوڑ بیٹھے اور اسی سے محبت رکھتے ہیں حضرت عیسے کو خداوند کریم نے انکی واسطہ داری سے بری طرف رکھا ہے ایسے ہی شیعہ بھی اپنی خیالی تصویر سے محبت کرتے ہیں ائمہ اہل بیت سے محبت نہیں اس محبت پر محبان قدرشناس کو دشمن اہل بیت سمجھنا ایسا ہی جیسا نصاری بزعم خود رسول اللہ صلعم اور انکی امت کو دشمن عیسی سمجھتے ہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نے بیان کیا ہے بالکل غلط اور بیجا ہے اور خلفاء ثلاثہ ہرگز قدرشناسان اہل بیت میں سے نہ تھے اگر قدرشناس ہوتے تو انکو کیوں آزار پہنچاتے اور شیعہ کسی امام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں جانتے ہیں بلکہ بندۂ خدا اور مخلوق اسکا جانتے ہیں حضرت علی نے خود فرمایا تھا کہ یہ میرے بارہ میں افراط اور تفریط کرنیوالا دو گروہ جہنمی ہیں شیعہ جو بعد رسولخدا صلعم کے افضل سب سے اور ائمہ اور پیشوا اپنے انکو سمجھتے ہیں اور سوائے انکے اور کسیکو اپنا امام نہیں سمجھتے اسکو اور اسکے محبت نہیں کہہ سکتے ہیں اگر یہی افراط محبت ہے تو اہل سنت جو بعد رسولخدا کے ابوبکر کو افضل الناس جانتے ہیں اور وجوبت پرستی سا لہا کے اور خلیفہ اور امام حق سمجھتے ہیں چاہئے کہ یہ بھی افراط محبت میں داخل ہو شیعونکی کیا تخصیص ہے اور اسصورت میں چاہئے کہ اہل سنت مثل نصاری کے ہو جائیں خلفاء کی محبت میں اور شیعہ جو اہل بیت سے محبت کامل رکھتے ہیں کہ اصول و فروع میں سب میں انکی پیروی کرتے ہیں جب یہ انی تارک فلکم تتبعین کے اسکو شیخ افراط محبت کہتا ہے اور محبت افراط کی انسے عالبوں میں ہے اور تفریط کی اہل سنت میں ہے اور بعضی انمیں سے نصب و خوج کی راہ چلتے ہیں اور حضرت علی کے فضائل کی توضیع اور تضعیف کرنیوالی تو اکثر انمیں ہیں اس شیخ نجدی کے نزدیک محبت سنت صحیح اہل بیت سے اسوقت ہو کہ جسوقت خلفاء ثلاثہ کو انسے افضل اور اولی جانیں اور اہل بیت کو مثل عوام الناس کے سمجھیں یا شیعوں سے ہرگز نہ ہو سکیگا وہ تو انکو بعد رسولخدا صلعم کے سب سے افضل جانینگے چاہے انکی محبت کو خیالی کہو چاہے موجہ سے گزر جانیوالی کہو **قال الشیخ الاشعری** دشمنی اہل بیت تو اسی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرۂ رسول اللہ صلعم کو تو آپکی بیٹیاں ہی نہیں سمجھتے حالانکہ کلام اللہ اور احادیث کلینی وغیرہ اور اقوال حضرات میر سبا سبات پر شاہد ہیں اور حضرت عائشہ محبوبہ بلکہ ممدوحہ جناب کبریا کو جنکی طہارت اور بزرگی میں سورۂ نور میں آیات متعددہ موجود ہیں اور سوائے انکے اور بیبیونکو جو بشہادت آیۂ کریمہ ازواجہ امہاتہم تمام مومنین کی مائیں ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عم بزرگوار سید الابرار صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الجبار اور رسول اللہ صلعم کی پھوپی کی بیٹی حضرت زبیر کو جو سوائے اسکے اور بھی پاس رکھتی ہیں اور حضرت سید الشہداء شہید کربلا رضی اللہ عنہا کے داماد مصعب بن زبیر اور حضرت عمر فاروق

داماد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت زید شہید فرزند سعید حضرت امام ہمام زین العابدین اور سوا انکے اور اقربا رسول اللہ صلعم اور اولاد امجاد ائمہ اطہار کو جو بشہادت لعنت عیرت اور اہل سنت داخل ہیں شیعہ کافر اور مرتد سمجھتے ہیں اور دشنام ہائی نافرجام دیتے ہیں چنانچہ اوپر کچھ کچھ گذرا پھر اُن بیحیاؤں کو غیرت نہیں آتی کہ صحابہ کو دشمن اہل بیت بتاتے ہیں **اقول** جسوقت کہ رسولخدا صلعم نے حضرت رقیہ اور ام کلثوم کو اہل بیت میں سے شمار نکیا تو ہم اُنکو اہل بیت میں کیونکر سمجھیں حضرت نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کو عبا میں لیکر فرمایا کہ ہؤلاء اہلبیتی یعنی یہ ہیں اہل بیت میری نہ سوا انکے اور اُن دونوں کو عبا میں لیکر اسطرح نفرمایا تو تو ہی انصاف کر کہ پھر یہ اہل بیت میں سے کیونکر ہوں اور انکا حضرت کے نطفہ سے نہونا ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں لیکن تو بار بار اسیکو لکھتا ہے اور بکلام اللہ سے ہرگز ثابت نہیں ہے کہ یہ دونوں حضرت کے نطفہ سے تھیں چنانچہ انکی ذکر میں گذرا ہے اور حضرت پھر کا قول بھی اسپر دلالت نہیں کرتا ہے اور کلینی میں اگرچہ اس مضمون کی روایت ہے لیکن وہ اور روایتوں کے مخالف ہے اسواسطے اور روایتوں کے موافق کہا کہ اُن روایتوں کی ترجیح پائی جاتی ہے کلینی کی روایت پر اور کلینی کی روایت کے موافق بھی کہیں اگرچہ مرجوح ہے کہ وہ دونوں بھی حضرت کے نطفہ سے تھیں تو اسمیں بھی کچھ قباحت نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور حضرت عائشہ جنکو تم مجبور رسولخدا صلعم کہتے ہو جسوقت کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کو دیکھیں اور ہزاروں مومنین کو قتل کروائیں اور خدا تعالی کی مدلول حکمی کریں جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں تو ہم اُنکو کیونکر اچھا جانیں اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا یا علی لا یبغضک الا منافق اور ممدوحہ خدا تعالی وہ ہرگز نہیں بلکہ خدا تعالی نے قرآن میں اُنکی مذمت کی ہے جسوقت کہ اُنہوں نے افشای راز رسولخدا صلعم کیا چنانچہ فرماتا ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا اور عایشہ اور حفصہ کو دونوں کو مشابہت دی ہے زن نوح اور زن لوط علیہم السلام سے جو کہ کافر تھیں اور وہ آیتیں سورہ نور کی اگر فرض کیا جائے کہ انکی ہی شان میں ہیں تو وہ کچھ مدح پر دلالت نہیں کرتی ہیں بلکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسطح وغیرہ نے جو اُنکو متہم بزنا و بدکاری کیا تھا وہ ایسے نہیں ہیں اور تہمت لگانیوالے جھوٹے ہیں اور امہات مومنین ہم سب کو ہی جانتے ہیں کہ وہ بمنزلہ ماؤں کے ہیں اور نکاح اُنکا کسی مومن سے جائز نہیں اور اگر وہ خدا کے اور رسولخدا کے نافرمانی کرینگے بیشک سزاوار مذمت کے ہونگی گو بمنزلہ ماؤں کے ہیں اور حضرت عباس عم رسول افضل الناس صلعم ہمارے نزدیک بزرگان دین میں سے ہیں اور معلوم نہیں صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الجبار القہار کے کیا معنی ہیں کہ خدا تعالی کی صفات کو آل کی صفات ٹھیرایا ہے یعنی بکنا جاتا ہے اور لوگوں پر طعن کرتا ہے اور زبیر کو حضرت کی پھوپی کے بیٹے ہیں لیکن جسوقت حضرت علی کی بیعت کو توڑ کر اُنسے جنگ اختیار کی اور ہزاروں مومنین قتل کروائے تو بموجب حدیث یا علی حرکب حربی رسولخدا صلعم محاربہ کرنیوالوں کے زمرہ میں داخل ہوئے اور پھر ہم اُنکو کیونکر اچھا جانیں ابولہب سے تو زیادہ حضرت کے قریب ہی تھے اور ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں استیعاب سے کہ حضرت علی نے طلحہ اور زبیر کے حق میں بد دعا کی ہے پھر ہم ان دشمنان علی کو اچھا کیونکر جانیں اور مصعب بن زبیر کو جو لکھا ہے یہ کس شمار میں ہے اور اُنکو کوئی کیا کہتا ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ حضرت سکینہ سے اُنکا نکاح ہوا تھا اس میں بھی اختلاف ہے اور مشہور ہماری یہاں تو یہ ہے کہ حضرت سکینہ تین چار برس کی عمر میں قید خانہ میں ہی یزید کے انتقال کر گئیں تھیں پھر نکاح کہاں اور عمر بن الخطاب سے حضرت زہرا کی دختر کا نکاح نہیں ہوا ہے بلکہ وہ ام کلثوم دختر زید جو کہ عمر کے زوجہ تھی وہ ابوبکر کی دختر تھی اسمار کے شکم سے چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں اور حضرت زید شہید ہمارے نزدیک بزرگان دین میں سے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں اور جتنی کہ یہ گذری ہیں کافر تو ہم انمیں سے کسیکو نہیں جانتے ہیں بلکہ سب کو مسلمان جانتے ہیں لیکن انسے ایسے افعال شنیعہ صادر ہوئے ہیں کہ نجات انکی مشکل ہے اور اسی لئے ہم دعا بد انکے حق میں کرتے ہیں اور جو کسیکے انکو کافر کہا ہے تو وہ کفر تاویلی ہے نہ کفر حقیقی اور کفر تاویلی کی جہت سے اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا اور سوای انکے اور لوگ دائمہ علیہم السلام میں سے اور جو کوئی ایسا ہے کہ اُسنے کسی خلیفہ سے چغلی کسی امام کے کہا کر باعث اُنکے زہر دلوا دیا کا ہوا ہے اُسکو اچھا نہیں جانتے اور باقی سب کو مسلمان جانتے ہیں اور غیرت تو اہل سنت میں نہیں ہے کہ بعضے صحابہ کی عداوت اور بے مروتی نسبت باہل بیت علیہم السلام اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں اور پھر اُنکی صفائی بیان کئے جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت فاطمہ سے عداوت ہوتی تو اہل سنت میں سے ابوبکر صدیق کا کوئی نام ہی نہ لیتا مثل خوارج کوئی فاطمہ کو تعظیم یاد ہی نکرتا بلکہ العیاذ باللہ جیسے شیعہ اصحاب کبار پر تبرا کرتے ہیں ترا کیا کرتے **اقول** یہ حق کا انجو غضب کرنا عداوت پر دلالت کرتا ہے یا محبت پر تو ہی کہدو اور عداوت ابوبکر کی اسیقدر تھی کہ اہل بیت میں سے کوئی سر نہ اُٹھانے پائے اور ہمیشہ یہ دبے ہوئے اور دست نگر ہمارے رہیں اور خلافت کا نام نہ لیویں اور اسیواسطے فدک کو غصب کیا کہ ایسا ہو کہ انمیں کسی طرح کی قوت پہنچے اور دعوی خلافت کا کریں اور یہ تیرا لکھنا کہ اگر ابوبکر کو فاطمہ ہرا سے عداوت ہوتی تو کوئی ابوبکر کا نام بھی نہ لیتا اور فاطمہ کی تعظیم نکرتے بالکل غلط ہے تمکو تو اسبات کا لحاظ ہی نہیں ہے معاویہ قطع نظر اسکی کہ وہ حضرت علی سے جنگ کرتا رہتا تھا اور ہزاروں مومنین اُسنے قتل کروائے لیکن جبتک زندہ رہا حضرت علی کو گالیاں دیتا رہا اور عداوت کی باتیں کرتا رہا اور حضرت امام حسن کو زہر دلوایا جسپر دلالت کرتے ہیں وہ آیتیں تمہاری کتابوں کے مگر تم جیسے لا حضرت علی کو کہتے ہو کہ وہ خلیفہ حق امام صدیق کہتے ہو جیسا کہ سواعق محرقہ اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں لکھا ہے بلکہ یزید کو خلیفہ حق جانتے ہو اور وہ ان خلفا میں شمار کرتے ہو جیسا کہ تواریخ الخلفا اور صواعق محرقہ اور شرح جامع صغیر اور فتوحات مکیہ وغیرہ میں ہے باوجودیکہ اُسنے قتل کروایا فرزند رسول الثقلین کو اور تہتک اُسکے حرم محترم کا

Powered by Rana Jabir Abbas
Comment: jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jafriabbasoyahoo.com

کیا اور مدینہ منورہ کو تاراج کیا اور مسجد نبوی کی بے ادبی کی اور امام غزالی تو اُسکو مومنین کاملین میں جانتے ہیں تمہارا تو ڈھنگ ہی نرالا ہی اب میں پوچھتا ہوں کہ معاویہ نے جو ایسے ایسے کار لایق کئے ہیں کیا تم اُسکا نام نہیں لیتے ہو یا حضرت علی کو تعظیم یاد نہیں کرتے ہو اور باوجود اس عداوت قلبی کے کیا تم معاویہ پر تبرا کرتے ہو ایسا ہی حال ابو بکر اور فاطمہ کا ہی تو جھوٹی باتیں کہو اسطے کہتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اب مولوی صاحب کی خدمت میں عرض ہی کہ آپکا یہ کہنا کہ وای بر دینداری اہل سنت الخ انصاف سی فرمائی صحیح ہے یا ہمارا یہ کہنا کہ وای بر دینداری و عقل ہوشیاری شیعہ خصوصاً مولوی عمار علیصاحب کہ صحابہ کی دشمنی میں حق رسول اللہ صلعم کی بھی رعایت نکی بلکہ خدا کی شہادت اور ائمہ اطہار کی گواہی کو رد کیا اہل بیت رسول اللہ صلعم میں جسکو یوں سمجھا کہ اسکا گوشہ عاطفت صحابہ کی طرف مائل ہی اُسیکو کافر اور مرتد جو چاہا سو کہا اگر عذر نامعقول تقیہ ہی تو حضرت علی اور حسنین اور امامین العابدین اور محمد باقر اور امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم وعلی آلہم وتبعیہم اجمعین کی بھی خبر تھی کہ یہ تو ان بزرگواروں نے اصحاب کبار کی تعریف میں کیا کمی کی ہی خصوصاً حضرت علی اور حسنین رضی اللہ عنہم کہ ہمیشہ ممد و معاون اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین رہے پھر ہمیں جو ہبات کا فرق پوچھتے ہیں کہ فاطمہ رضی سی تو گواہ طلب کئے اور جابر کی کیوں طلب کئے اب انسی کوئی پوچھے کیا سبب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و دیگر بعض ائمہ کے تعریفیوں کو اور معاونوں کو اور موافقوں کو تو تقیہ پر محمول کرتے ہیں حضرت عمر اور حضرت عباس وغیرہم کے ابو بکر صدیق کے ساتھ موافقتوں اور اُنکی حق میں اُنکی تعریفیوں کو تقیہ پر کیوں نہیں محمول کرتے یا مثل حضرت عباس اور حضرت عمر اور حضرت زید شہید حضرت علی اور دیگر ائمہ اطہار کے اقوال و احوال کو نفاق اور ریا سے خالی کیوں نہیں سمجھتے **اقول** مولوی صاحب کا کہنا سب صحیح اور درست ہی اسواسطے کہ تمنے جابر کا صدق قرآن اور حدیث سے ثابت کرکے کہا کہ جابر جھوٹ نہیں کہہ سکتا وہ رسول خدا صلعم کا صحابی ہی اسواسطے بے طلب گواہ ہونے کے اسکو دیا اور فاطمہ زہرا کو مثل جابر کے بھی راست گو نجانا یہانتک کہ اُن سے گواہ طلب کئی پھر کیا ہوا تمہاری دینداری کہ تمنے جابر کی بزعم تمہارے بھی فاطمہ زہرا کو نجانا اور یہ مقدمہ ہی کہ جسکا جواب تجھ سی کچھ بھی نہو سکا اور جو کچھ تو نے کہا ہی وہ ہرگز صحیح نہیں ہی کہ اُسکا جواب ہم دی آئے ہیں اور صحابہ کو ہم سب کو اپنا بزرگ جانتے ہیں سوائی غاصبان حق اور موذیان آل رسول کے اور اُنکے حق میں کوئی شہادت خدا کی اور گواہی ائمہ اطہار کی نہیں اور اہل بیت میں سے اُنکی طرف کسیکا گوشہ عاطفت نہیں تھا اور اگر تھا تو تو نے کیوں نہیں لکھا اور تقیہ کا عذر نامعقول نہیں ہی بلکہ بحکم خدا اور رسولخدا ہی اور اہل سنت کی کتابوں میں سب لکھا ہی اور پہلے اسی تقیہ کے ذکر میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں اور تحفہ کے باب امامت میں لکھا ہی کہ جناب امیر قاتلان عثمان کو خوف قتل کا کہتے تھی اور عبارت قتلہ اللہ وانا معہ قبیل تقیہ سے تھی کہ بنا بر ضرورت عمل میں لائی مثل ہذا حق میں حضرت سارہ کے کہ حضرت ابراہیم سے سرزد ہوئی اور وہ ضرورت خوف بلوا اور فتنہ اور فساد کے تھی قاتلان عثمان سی لشکر میں بلکہ خوف یہہ تھا کہ قصد حضرت امیر کے قتل کا کریں تقیہ نہیں تو کیا ہی ایسا ہی حال حضرت امیر کا ثلثہ سے اور اُنکی ہمرہیوں سے تھا اور حال دیگر ائمہ کا ثلثہ کے معتقدین سے اور جو کچھ کہ اس شیخ نے روایتیں تعریف ثلثہ کے ان حضرات سے لکھی ہیں وہ ایسی تعریفیں نہیں ہیں کہ جسکی سند ہو اور اُنکو ہم رد کر آئے ہیں اور نہج البلاغہ میں بلکہ بعض کتب اہل سنت میں ثلثہ کی مذمت کرنا بالکل حضرت امیر کے لکھا ہی اور معلوم نہیں ممد و معاون ثلثہ کے یہ حضرات کیا رہی ہیں البتہ جو امر کہ موجب ترقی اسلام کا ہوتا تھا اُس میں شریک ہو جاتے تھی اور مشورہ نیک دیتے تھے نہ ثلثہ کی خاطر سے بلکہ ترقی اسلام کے واسطے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہنا موافق اس روایت مسلم کے ہی کہ جو رسولخدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میرے پیشوا اور ائمہ ہونگے کہ وہ میری ہدایت اور سنت پر نہونگے اُنکی تو پیروی کرنا اگرچہ مال تیرا لوٹا جائے اور پشت تیری زخمی ہو اور یہی حال حضرت عباس کا ہی ابو بکر اور عمر کے ساتھ اور ابو بکر اور عمر تو آپس میں دو تن اور ایک جان تھی مقابلہ میں حضرت علی کے اور ابو بکر نے عمر سے گٹھہ کر اور اُسی کے کمک سی خلافت کو غصب کیا ہی اُس عہدہ پر میں مرونگا تو اپنی مرنے سی پہلے تجھکو خلافت کر جاؤنگا اور یہی کیا ہر چند لوگوں نے غل مچایا اور ابو بکر سے کہا کہ تو اپنی پروردگار کو کیا جواب دیگا کہ جو ایسے بدمزاج کو ہمپر خلیفہ کریگا لیکن ابو بکر نے کسیکا کہنا نہ مانا اور عمر کو خلیفہ کر دیا اُنکی مواقفتیں ایسی کیونکر ہو سکتی ہیں کہ جو تقیہ پر محمول ہوں کہ حقیقت میں متفق اور متحد تھے اور حضرت علی اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی بعضی تعریفیں تقیہ پر اسواسطے محمول ہیں کہ اکثر مقامات میں انہوں نے اُنکی مذمت کی ہی چنانچہ ہم اور بعضی مقام میں جو کوئی روایت ظاہر مدح پر دلالت کرتی ہوگی وہ تقیہ پر محمول ہوگی جیسا کہ دستور ہی اور مذمت کرنا حضرت علی کا ثلاثہ کی اور افسوس کرنا خلافت کے جاتے رہنے کا اہلسنت کی کتابوں سے ثابت ہے کچھ شیعہ ہی اسمیں متفرد نہیں ہیں اور تقیہ کو نفاق کہنا کام بے دینوں کا ہی اسواسطے کہ تقیہ پر کلام اللہ کی آیتیں دلالت کرتی ہیں اور نفاق کی مذمت اسمیں لکھی ہی اور نفاق اُسکو کہتے ہیں کہ دل میں کفر ہو اور ظاہر میں اقرار اسلام کا کرے اور تقیہ میں ایمان دل میں ہوتا ہی اور ظاہر میں خلاف ایمان کے ہوتا ہی جیسا کہ عمار یاسر سے وقوع میں آیا چنانچہ بیضاوی میں الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کی تفسیر میں لکھا ہی اور رسولخدا صلعم نے عمار سے فرمایا کہ اگر وہ تجھسے کہلائیں تو پھر کہہ تو پس تقیہ پر عمر اضرر کرنا خدا کو حکم پر تعرض کرنا ہی اور ہم تو موافق حکم خدا کے چلتے ہیں اور ہم اگر حکم خدا کو نہ بین پسند کرتے ہیں اور نہ مانتے ہیں تو اپنا سر کھاؤ ہمکو اس سے کیا **قال الشیخ الاشعری** اور نیز کوئی ان سے یہ سوال کرے کہ ہمنے مانا حضرت ابو بکر نے حضرت علی اور حضرت ام ایمن وغیرہما کی گواہی کے موافق عمل نکیا لیکن وہ حکم خداوندی سی مجبور تھی خداوند کریم کا حکم یہی ہی کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہونی چاہئیں حضرات شیعہ جو خدا کی اس شہادت کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ایک حضرت فاطمہ رضی ہی نہتی بلکہ آپکی کئی بیٹیاں تھیں تسلیم نہیں کرتے اور علی ہذا لقیاس حضرت علی کا اسی تعداد بنات میں ہمصفیر خداوندی ہونا جو شیعوں کے نزدیک سچا نہوا اور اُنکا کہا مقبول پڑا تو کیا بلا پیش آئی یہاں تو یہ عذر بھی نتھا خدا تعالی اپنے حضرت

دونو ملکر تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے زیادہ ہی ہیں پھر کیا وجہ ہی کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی تو قابل سند ہو اور حضرت علی اور جناب پاک کبریائی کے قابل سند نہو اقول ہمتو یہ کہتے ہیں کہ گواہ طلب کرنے ہی نچاہیئں تھے کہ یہ موقع گواہو نکی طلب کرنیکا تہا چنانچہ ہم لکھ چکے اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی کی اور ام ایمن کی گواہی قبول کی اسواسطے کہتے ہیں کہ جابر کا تو تنہا کا قول قبول کرلیا اور حضرت فاطمہ کا قول مع حضرت علی اور ام ایمن کے قبول نکیا اور اُنکی گواہو نکو ہی رد کیا اگر نصاب بینہ سے کم تہی تو کیا تہا دعوی تو ابو بکر ہی پر تہا کسی اور پر نتہا اگر قبول کر لیتے تو کچھہ قباحت نتہی لیکن اُنکو دینا منظور نہی تھا اور گواہو نکا ایک بہانہ تہا اور مجبوری کسی طرح سے نتہی اور خدا تعالی کی شہادت اس امر پر ہرگز نہیں ہی کہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے کئی بیٹیاں تہیں اور نہ حضرت علی کا قول اسپر دلالت کرتا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور بنات کا لفظ جو قرآن میں آیا ہی اسواسطے آیا ہی کہ خدیجہ کی بیٹیوں کو اور متبنی کو بہی اپنی بیٹا بیٹی کہتے ہیں اور زید رسولخدا صلعم کی بیٹی نتہی بلکہ متبنی تہی اور جسوقت حضرت نے اُنکی زوجہ زینب سے نکاح کیا تو عرب لوگوں نے طعن کیا کہ اپنی بیٹی کی زوجہ سے نکاح کرلیا اور قرآن سے یہ قصہ ثابت ہی اور حضرت اسمعیل کو حضرت یعقوب کا باپ کہا اور وہ چچا تہے اُنکی چنانچہ فرمایا کہ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ چچا کو خدا تعالی باپ بولا ایسے ہی متبنی اور زوجہ کی اولاد اپنی اولاد کہلاتی ہی اسواسطے خدا تعالی نے بنات فرمایا اور کبہی توسع کے واسطے ایک شخص کے واسطے جمع کا بہی لفظ لاتے ہیں جیسا کہ آیت مباہلہ میں نسائنا ونسائکم میں مراد نساء کے لفظ سے کہ جمع کا لفظ ہی حضرت فاطمہ تنہا مراد ہیں ایسی ہی ہنا نمک میں حضرت فاطمہ کے واسطے جمع کا لفظ فرمایا ہو اور پہلے اس سے ہم مفصل لکھ چکے ہیں پس شہادت خدا تعالی کی اور حضرت علی کا قول اس امر پر دلالت نہیں کرتا ہی کہ سوائے حضرت فاطمہ کے اور بہی کوئی دختر جناب رسولخدا کے نطفہ سے نہی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہی بعضی روایت میں ہی کہ حضرت کے نطفہ سے رقیہ اور ام کلثوم بہی تہیں اور بعضی میں ہی کہ حضرت کے نطفہ کی نتہیں اور ترجیح اس روایت کو بہی ہی اور ہمنے اُس روایت کو کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہیں تسلیم کیا اب تو اپنی بات کو تسلیم کرا و کہہ کہ ابو بکر نے گواہی حضرت علی اور ام ایمن کی جو رد کی تو نہایت بیجا اور بے انصافی کی **قال الشیخ الاشعری** اور اگر مولوی صاحب کی خاطر سے اس طرح فان ہی کو تسلیم کریں کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین چلدوں نے گواہی دی تہی تب قطع نظر اسکی کہ اب بہی مقدار مقررہ شہادت کو یہ شہادت نہیں پہنچی اور شیعو کو جا دم زدن نہیں شیعہ اسکا کیا جواب بنا سکے کہ مدایح صحابہ سے کلام اللہ تو مشحون تہا ہی اقوال عترت طاہرہ اور ملفوظات ائمہ اطہار بہی اُنکی صفت و ثنا سے مملو ہیں اور اماموں سے ایک دو نہیں بلکہ تین چار کے قول تو احقر نے بہی اس رسالہ میں نقل کئے ہیں پھر باوجود یکہ اس گواہی میں حد دائمہ اطہار ہی دو سے بڑہ گیا خدا تو درکنار اعتبار نہیں کرتے اب رد شہادت سے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں وائی بر دینداری شیعہ کہ صحابہ کی عداوت میں نہ خدا کا اعتبار کیا نہ ائمہ اطہار کا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا خیال کیا نہ بزرگواران مذکور کے افعال حمیدہ اور احوال پسندیدہ پر دہیان دیا اُلٹا چور کوتوال کو پکڑے اور اُلٹی نکٹی ناک والونکو ہنسے مولوی عمار علی اور اُنکے ہم مذہب ابو بکر صدیق پر طعن کریں جنکی بزرگی کا خدا ہی گواہ ہو اور ائمہ اطہار اقرار کریں کفر اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں اور دشمنی اہل بیت یہ نہیں تو اور کیا شے ہے تفصیل ان امور کی اور سندیں ان روایات کی سب اس رسالہ میں مندرج ہو چکی ہیں اسلئے اُنکی تحریر میں تقصیر کی ناظرین رسالہ ہذا بیدماغی نفرمائیں بلکہ پلٹکر دیکھ لیں **اقول** مدائح صحابہ سے البتہ قرآن مشحون ہو لیکن ثالثہ کی کوئی مدح قرآن میں نہیں ہی وہ اس مدح سے خارج ہو گئی ظلم اُنکے سبب سے جیسے کہ قرآن میں کل مومنین کی مدح ہی اور وعدہ مغفرت اُنکا واسطے ہی اور بعضے بعد جناب رسولخدا صلعم کے باوجود اس مدح کے مرتد ہو گئے چنانچہ دلالت کرتے ہیں اس پر روایات کتب اہل سنت ایسے ہی حال خلفاء ثلثہ کا ہی اور اس مدح مجمل سے جو کہ قرآن میں ہی کچھ فائدہ نہیں ہی جبتک کہ تادم واپسیں ایمان پر قایم نرہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور معلوم نہیں وہ اقوال عترت اور ملفوظات ائمہ اطہار کون سے ہیں اگر راست گو تہا تو وہ اقوال اُنکے تو نے کیوں نہیں لکھے اور میں چار قول جو تو نے پہلے اس سے لکھے ہیں وہ کسی کام کے نہیں ہیں اور ہمنے اُنکو رد کر دیا ہی اور اعتبار ہم کیونکر کریں تو تو جو کچھہ کہتا ہی وہ سب غلط ہے اور رد شہادت تو اُسوقت ہوتی کہ شہادت وقوع میں آئی ہوتی اور ہم اُسکو نہ مانتے بیت قول تیرا کہ وائی بر دینداری شیعہ الخ سب غلط ہو گیا اور مولوی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ وائی بر دینداری اہل سنت الخ اُسکی فصل نہیں ہو سکتا اور خدا کے فرمانے پر و رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ائمہ اطہار کے ارشاد پر ہمارا ایمان ہی اور نہایت معتبر جانتے ہیں لیکن تو جو ایک جہوٹ بات لکھی اُسکو ہم کیونکر معتبر جانیں لہ وہ یہ بات تمہیں صادق آتی ہی کہ ثالثہ کی دوستی میں خدا کا اعتبار اور نہ رسولخدا صلعم کا اور نہ ائمہ اطہار کے فرمانیکا خیال اور نہ بزرگواران مذکور کے افعال حمیدہ اور احوال پسندیدہ پر دہیان دو سر لگانے ہو ہماری جیسا کہ اُلٹا چور کوتوال کو پکڑے اور اُلٹی نکٹے ناک والوں کو ہنسیں اور مولوی عمار علیہ ما علیہ اور اُنکے ہم مذہب ابو بکر پر کسواسطے طعن کریں کہ جو حق علی کا اور فاطمہ زہرا جگر گوشہ رسولخدا کا غصب کرے جسکی فرمت کا کلام اللہ گواہ ہو اور ائمہ اطہار اقرار کریں کفر اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں اور دشمنی اہل بیت یہ نہیں تو اور کیا شے ہے تفصیل ان اُمور کی اور سندیں غصب نے حق فاطمہ زہرا کے سب اس رسالہ میں مندرج ہو چکی ہیں اسواسطے اُنکی تحریر میں تقصیر کے ناظرین رسالہ ہذا بیدماغی نفرمائیں بلکہ پلٹکر دیکھ لیں **قال الشیخ الاشعری** کیا ستم ہی کہ ایک روایت موضوع بے سند میں جسکا اعتبار کسی طرح نہیں ہو سکتا

اور نہ اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں اُسکا نشان ہی یہ دیکھ لیا ہی کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کئے اور اُنکی بات بے گواہوں نمانے اور پھر گواہوں پر بھی دعوی کو اُنکے مسترد کیا تو ان سب اخوان الشیاطین کا وظیفہ ہی یہ ہوگیا کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت ام ایمن کو جھوٹا جانا حالانکہ اوس روایت تکذیب اور سوء ظن کی بو تک نہیں آتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہی کہ بسبب پابندی قانون خداوندی حکم موافق مرضی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نہ دیسکے اور اپنی آیات قرآنی اور شہادت ائمہ ربانی کو جو بطریق تواترہ باسانیدہ معتبرہ ثابت ہوتی ہیں اور کسیطرح لایق اعراض و انکار نہیں بہر صورت قابل اعتبار ہیں ہضم کئے بیٹھے ہیں اور زبان تک نہیں لاتے حالانکہ اعتبار احادیث و آثار کے لیئے باتفاق ایک زن ہی کفایت کرتی ہی نصاب شہادت کی حاجت نہیں چہ جای کہ تواتر و تکاثر ا **اقول** پہلے لعنت اللہ علی الکاذبین کہلے اور بعد اُسکے اس روایت کا موضوع اور بے سند ہونا زبان سی نکال کیسا بیہودہ ہی کہ یہ ایک مطلب کو دس دس بارہ بارہ دفعہ لکھتا ہی اور رسالہ کو بیفائدہ بڑہائی چلا جاتا ہی تاکہ لوگ جانیں کہ اسنے بہت کچھ لکھا ہی اور اس طوالت پر اسکو کچھہ فائدہ نہوا کہ جو کچھ اُسنے بکا تہا سب ہوگیا اور جو روایت کہ بچیس تیس کتابوں میں اہل سنت کی ہی اُسکو بے سند کہتا ہی ایسا ہی دروغگو کوی ہوگا سارا مدار اسکا دروغ پر ہے یہیں سے سب اسکے باتونکو قیاس کرنا چاہیئے اور اخوان الشیاطین تو تم ہو کہ اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہی اور ہم تو تمہاری علما کے لکھنے سی کہتے ہیں کہ جابر کا تو صدق ثابت کرکے اُسکے قول کو بیگواہونکے تسلیم کرلیا اور اُنکا قول تسلیم نہ کیا اور اُنکے ہی واسطے پابندی ہوئی قانون خداوندی کی اور آیات قرآنی کے اور ائمہ ربانی کی کوئی شہادت نہیں پائی جاتی تو غلط کہتا ہی اور اگر تیری کتابوں میں جو کچھ لکھا ہی تو اُسکا کیا اعتبار ہی اور نہ تیرا تواتر اعتبار کرنیکے قابل ہی **قال الشیخ الاشعری** چونکہ یہ قضیہ بہت دور جا پڑا اور جسقدر لکھا گیا گو قلیل لیکن اہل فہم کی لئے کثیر ہے اس لئے عرض کرتا ہوں کہ اگر بالفرض بفرض محال روایت ہبہ اور قضیہ طلب گواہان صحیح ہی ہو تب بھی من حال صدیق اکبر لوث خطا اور آلودگی جفا سے صاف و مصفی ہی معہذا روایت منہج الکرامت ابن مظہر حلی سی یہ بات تو صاف ہی معلوم ہوگئی کہ گناہ حق تلفی فدک تو حضرت ابوبکر صدیق اپنے سر نہیں لیگئے باقی رہا اُن سی گواہوں کا مانگنا اور حضرت جابر سے گواہونکا نہ مانگنا تو اول تو وجوہ متعددہ اسکی مرقوم ہو چکی اہل فہم سمجھتے ہیں کہ وہ وجوہ کیسے پرجستہ اور ایک سے ایک چڑہتے ہوئی ہیں **اقول** ایک امر کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ بیان کرتا ہوا چلا گیا ہے اور مفید مطلب ایک بات بھی نہیں لکھی اہل فہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ لکھا ہی لغو لکھا ہی اور روایت ہبہ کو محال لکھتا ہی جو اسکی کتابوں میں لکھی ہوئی ہی یہ ایسا ہی جیسے کہ کسی ڈوم کے تیر لگا تہا اُس نے کہا کہ خدا کرے کہ نہ لگا ہو بھلا جو چیز کہ کتابوں میں لکھی گئی ہی اُسکا وقوع محال کیونکر ہوگا اور ابوبکر کا دامن حال لوث خطا اور آلودگی جفا سے ہرگز صاف نہوگا اسواسطے کہ فدک کا غصب کرنا ثابت ہوگیا ہے اور روایت منہج الکرامت سے گناہ حق تلفی ابوبکر سے دفع نہیں ہوا بلکہ اُس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ گناہ حق تلفی میں ابوبکر اور عمر دونوں شریک ہیں اور حضرت فاطمہ سی گواہونکی طلب کرنیکی اور حضرت جابر سے طلب کرنیکی وجوہ جو لکھی ہیں ہم اُنکو باطل کر آئے ہیں اور وہ وجوہ کسی کام کی نہیں ہیں برجستہ ہونا تو درکنار **قال الشیخ الاشعری** علاوہ بریں ابوبکر صدیق کچھ معصوم تہے امام مجتہد تہے اور مجتہد سے اہل سنت کے نزدیک خطا بھی ہوجاتی ہی بلکہ مجتہد تو مجتہد انبیاء سے اجتہاد میں خطا ہوجاتی ہی اور یہ بات تو شیعوں کو بھی چارناچار ماننی پڑیگی کیونکہ سورہ انبیاء میں رکوع ونوحا اذ نادی من قبل کی شروع ہی میں ایک کھیتی کے تنازع کا جو مقدمہ حضرت داؤد کے دربار میں پیش ہوا تھا مذکور ہی سو اس قصہ میں جو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی رائی مختلف ہوئی اور خدا نے حضرت سلیمان کے رائی کو پسند کیا چنانچہ فرماتے ہیں ففہمناہا سلیمان یعنی ہمنی سمجہا دیا وہ فیصلہ سلیمان کو تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد سے جو بالاتفاق نبی ہیں اور معصوم ہیں اجتہاد میں غلطی ہوئی سو اسیطرح حضرات شیعہ اگر ابوبکر صدیق کو بعذر غلطی اجتہاد معذور رکہیں اور یوں سمجہیں کہ ابوبکر صدیق نے یا حضرت جابر سے گواہونکی نہ طلب کرنے میں غلطی کی یا حضرت فاطمہ سے گواہوں کے طلب کرنیمیں غلطی کہائی تو کیا نقصان ہی بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ جسکے خدا اور ائمہ تعریف کریں اُسکے برا کہنے سی بچگئے **اقول** جو کچھ ابوبکر نے کیا وہ خطای اجتہادی ہرگز نہتی کہ مقابلہ میں کلام اللہ کے اجتہاد باطل ہی اور یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ کوئی زبردست سینہ زوری سے کیکا مال دبا بیٹہے تو وہ اُسکے اجتہاد پر محمول ہو خوب اجتہاد ہے اہل سنت کا کہ لوگوں کا مال کہا جانیکو خوب قانون ایجاد کیا ہی اور اگر اس ظلم کو اجتہاد کہتے ہیں تو شیعہ جو خلفاء ثلثہ پر یہ برا کرتے ہیں تو یہی ایک اجتہاد اُنکا ہی اسواسطے کہ خواہ مخواہ تو اُنکو برا کہتے ہی نہیں ہیں بلکہ روایات سے ثابت کرکے کہتے ہیں انتہائی کار یہ ہے کہ ان سے اس اجتہاد میں خطا ہوگی تو یہی مستحق ایک اجر کے تو ہونگے پہر تم اُنکو برا کیوں کہتے ہو اور طرفہ ماجرا یہ ہی کہ ثلثہ سی جو خطائیں سرزد ہوئی ہیں تو اسواسطے انبیاء کو بہی خطاکار مقرر کردیا ہی یہ کہنی کو کہ اُنسے کیا خطا ہوئی ہی دیکھو انبیاء سے بہی خطائیں ہوئی ہیں تو اور ثلثہ کے عیوب کو تو ایسا چہپاتے ہیں جیسے بلی اپنی گوہ کو چہپاتی ہی اور جو کسی پیغمبر سے ترک اولی وقوع میں آیا ہے اُسکو بکمال بشاشت ظاہر کرتے ہیں یہانتک کہ ایک کتاب لکھی ہی اور نام اُسکا تحفیتہ الانبیاء رکہا ہی اور تحفیتہ الخلفاء کوئی کتاب نہ لکھی جیسے کہ شیعہ ثلثہ کی خطائیں نکالتی ہیں ایسی ہی یہ انبیاء کی خطائیں نکالتی ہیں اور جیسے کہ یہ ثلثہ کی خطاؤں کا جواب دیتے ہیں ایسے ہی شیعہ انبیاء کی خطاؤنکا جو کہ یہ نکالتے ہیں جواب دیتے ہیں اور بھلا انبیاء کو اجتہاد کی کیا احتیاج تہی جسوقت کہ خدا تعالی وحی کا نازل کرنیوالا موجود

اجتہاد تو وہ کرے کہ جو حکم دینے میں مجاز ہو خدا کی طرف سے اپنی رائے سے حکم دینے کا اور رائے سے حکم دینے کا کہیں حکم ہی نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما ینطق عن الہوی اور اگر انبیاء کو حکم اجتہاد کا ہوتا تو جناب رسول خدا صلعم وحی کے منتظر کا ہے کو رہتے دیکھو تفسیروں میں جو ہے کہ اگر کسی نے کچھ حضرت سے پوچھا ہے تو حضرت نے اگر اسکا حکم معلوم نہیں ہوا ہے تو کچھ جواب نہیں دیا ہے بلکہ منتظر وحی کے رہے ہیں جب وحی نازل ہوتی ہے تو جواب دیا ہے اور اگر اجتہاد کی اجازت ہوتی تو اپنی رائے اور قیاس سے کہدیتے اور اگر انبیاء سے اجتہاد میں خطا ہوتی تو اُنکے قول کا کیا اعتبار ہوتا اور اُنکی بات کی ساری پت جاتی رہتی اور جسوقت کہ اُنکو وحی سے یقینی امر کا حاصل ہونا ممکن ہو تو وہ اجتہاد کے ظنی بات پر کیوں عمل کرینگے کسیکی عقل میں بھی آتا ہے یقینی کو چھوڑکر ظنی کی طرف جانا اور تماشا یہ ہے کہ انبیاء کے اجتہاد میں صواب ہی نہیں بلکہ خطا بھی ہوتی ہے چنانچہ کہتا ہے کہ مجتہد تو مجتہد انبیاء سے اجتہاد میں خطا ہو جاتی ہے اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہما السلام کا جو قصہ ہے اُس میں حضرت داؤد نے ہرگز اجتہاد نہیں کیا اور نہ اُسمیں اُنسے خطا سرزد ہوئی ہے بلکہ حضرت داؤد نے جو حکم دیا تھا وہ بھی موافق وحی کے تھا کہ انبیاء سابقین کا وہ حکم تھا اور اسیطرح پہلے سے چلا آتا تھا حضرت داؤد نے اپنی رائے سے اجتہاد کرکے نہیں کہا اور حضرت سلیمان کو خدا تعالیٰ نے اُسطرح سے تفہیم کیا تھا جس طرح سے کہ اُنہوں نے حکم دیا یہ حکم حضرت سلیمان کا ناسخ ہوگا حضرت داؤد کے حکم کا اور حضرت داؤد کا حکم منسوخ ہوگا اور اکثر ایسا ہوتا رہا ہے اور بعد اُسکے جو قرآن میں ہے وکلا آتینا حکما وعلما اُس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے حکم۔ موافق وحی کے تھے اور یہ قصہ ایک شخص کا ہے کہ اُسکی زراعت کو کسی شخص کے گوسپند میں کہا گئی تھیں اور وہ اپنا قصہ واسطے فیصلہ کے حضرت داؤد کے پاس لیگئی تھی اور تفسیروں میں مفصل اسکا ذکر ہے اور فہما کا یہ مطلب کیونکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے سلیمان کی رائے کو پسند کیا معلوم نہیں کہاں سے کہتا ہے اُسکا مطلب تو یہ ہے کہ ہمنے تعلیم کیا اور سمجھا دیا وہ حکم سلیمان کو جو حکم کہ اُسنے دیا تھا اور دیکھو طرفہ بات یہ ہے کہ کہتا ہے کہ داؤد نبی اور معصوم ہیں اُنسے غلطی ہوئی بھلا یہ ہو سکتا ہے اجتماع ضدین کہ معصوم ہو کر غلطی کرے یہ غلطی حضرت داؤد کی ابوبکر کی خاطر سے نکالی ہے اس لیئے کہ گو پیغمبر پر حرف آئی لیکن ابوبکر پر کوئی حرف نہ آئی اور ابوبکر کیونکر معذور ہو سکتے ہیں کہ یہ غلطی اُن سے عمداً سرزد ہوئی ہے کہ اگر اہل بیت کے پاس فدک رہیگا تو انکو ایک قوت بہم پہنچیگی انکا دست نگر ہی رہنا اچھا ہے اور فدک کے ضبط کرنیکو ایک بہانہ گواہوں کا تھا اور نہ گواہونکی طلب کرنیکی کچھ احتیاج ہی تھی جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں اور جابر سے گواہ طلب کرنے میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ جابر سے تو گواہ اس سبب سے طلب کئے کہ وہ صحابی پیغمبر کا تھا جھوٹ نہیں بول سکتا تھا اور فاطمہ زہرا کیا جھوٹی تھیں اور جابر کی برابر بھی وہ صدق میں نہ تھیں کہ اُن سے گواہ طلب کئے اور خدا اور ائمہ نے اُنکی تعریف ہرگز نہیں کی ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر یوں بھی ناک سیدھی نہیں ہوتی تو نہ سہی حضرت ابوبکر صدیق سے نعوذ باللہ اول مرتبہ میں نیت بد ہی تھی اور اس سبب سے ٹالتے تھے کہیں گواہ طلب کرنے سے کہیں جھوٹی روایت خارکھنے والوں کو پکڑے بنالی تھی لیکن روایت منہج الکرامت این مظہر جلی اسبات پر شاہد ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وعظ اور پند سے اُنہوں نے فدک حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اس گناہ سے توبہ کی کیونکہ وعظ سبب جو کوئی کسی گناہ سے باز آئے تو وہ توبہ ہی ہوتی ہے توبہ کے اور کچھ سر سینگ نہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ یعنی توبہ کرنیوالا ایسا ہی ہے جیسے گناہ کا نکرنیوالا یعنے جیسے وہ عذاب خداوندی سے ناجی ہے ایسے ہی یہ بھی ناجی ہے معہذا اگر توبہ نہ کرتے جب کچھ اندیشہ نہ تھا کیونکہ بشہادت ایات مذکورۃ الصدر اُنکے ساتھ خداوند صادق القول نے وعدہ مغفرت گناہان کر لیا ہے سنیوں کو یہانتک کچھ نہیں کیونکہ اُنکی اصطلاح کے موافق ابوبکر صدیق ولی ہیں نبی نہیں جو معصوم ہونا ضروری ہو **اقول** ابوبکر کی نیت ہمیشہ بد ہی ہے کبھی درست ہی نہوئی اور منہج الکرامت میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے واسطے فدک کا کاغذ لکھا اور عمر نے ابوبکر کے ہاتھ میں سے وہ کاغذ لیکر پھاڑ ڈالا چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں اور ابوبکر نے سامنے عمر کے دم نہ مارا اور اُس پھاڑ ڈالنے کو تسلیم کیا اور عمر کی رائے کو پسند کرکے پھر کاغذ نہ لکھا اور توبہ اپنی توڑ ڈالی اور اُس پہلے ہی سختی اور بے انصافی پر آگئی اور یہ عمر کے کاغذ پھاڑ ڈالنے کا ذکر اہل سنت کی کتابوں میں بھی مثل انسان العیون اور سیرت سبط ابن جوزی کے لکھا ہوا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فدک مال فقرا تھا اسواسطے کہ اگر مال فقرا ہوتا تو ابوبکر حضرت فاطمہ کو کاغذ لکھکر کیا ہے کو دیتے اور جسوقت ندینا منظور ہوا تو روایت لانورث کی بنالی سو توبہ تو اپنی ابوبکر نے توڑ ڈالی عمر کے کہنے سے اور پھر کاغذ نہ لکھا اور توبہ کرنیوالوں میں محسوب نہوئی اور شہادت اُنکی واسطے کوئی نہیں ہے اور وعدہ مغفرت تو قرآن میں سب سنیوں کے واسطے ہے اگر تادم واپسیں اپنے ایمان پر قایم رہے اور حال یہ ہے کہ بعد رسول خدا صلعم کے سیکڑوں سنی مرتد ہو گئے ہیں اور اہل سنت باوجود ایسے صدور کبیرہ شنیعہ کے اگر کسیکو بے سند ولی کیا بلکہ نبی بھی بنا دیں تو اُنسے بعید نہیں ہے اسواسطے کہ معاویہ کہ جسکو جناب رسول خدا صلعم نے لعنت کی ہے اور حضرت علی کو ہمیشہ گالیاں دیتا رہا ہے خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہیں اور اُنکی اصطلاح تو یہ ہے کہ یزید بھی اُنکی نزدیک مومنین کاملین میں تھا جیسا کہ امام غزالی لکھتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو کہ دشمنان اہل بیت ہیں وہ اُنکے نزدیک بہت اچھے ہیں **قال الشیخ الاشعری**۔ پر مشکل تو شیعوں کو ہے شیعہ اور اد خوان جنبی صحیفہ کاملہ حضرت سجاد زین العباد دیکھا ہے یا سنا ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت سجاد جو موافق عقیدہ شیعہ معصوم ہیں اور دست برد شیطان سے مطمئن اپنے حق میں کیا فرماتے ہیں کہ قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین وانی شکر سؤ مجاورتی واطاعۃ نفسی یعنی شیطان نے

میری باگ پکڑلی ہی بدگمانی اور ضعف یقین میں اور مجھے شکایت ہے اُسکے بُرے پڑوس اور اپنے نفس کے مطیع شیطان ہوجانیکی فقط ابالناس یہ ہے کہ امام کی بات جھوٹی تو ہو ہی نہیں سکتی خاص کر شیعوں کے نزدیک نہیں تو کافر ہوجائیں پھر جو شیطان کے حضرت امام زین العباد پر یہہ چیرہ دستی ہی تو اسکا کیا جواب اُنکے لئے تو کلام اللہ میں کوئی ایسا وعدہ بھی نہیں جسکو سنکر اُنکے جنتی ہونیکا یقین ہوجائے اور کسی طرح کا احتمال باقی نہ رہے گو شیعہ بجای خود اُنکو معصوم و مغفور اور ہم محفوظ و مغفور سمجھتے ہیں معہذا سوءظن اور ضعف یقین اور طاعت نفس ایسے الفاظ ہیں کہ خطا فی الاجتہاد پر بھی منطبق نہیں ہوسکتے علی ہذا القیاس نہج البلاغۃ میں جو مجموعہ خطب حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ ہے اُس میں ایسے ایسے مضامین مندرج ہیں اور اُنسے بڑھکر یہ ہی کہ کلام اللہ میں بہت سے انبیاء کی نسبت تذکرہ خطا ہے حضرت آدم اور حضرت یونس کا قصہ مشہور و معروف ہے سو ان سبکے مقابلہ میں حضرت ابوبکر صدیق سے ارادہ غصب بہت ہی تھوڑا ہے کیونکہ وہ معصوم نہ تھے اے پروردگار بے نیاز اس سراپا نیاز اور اخلاص کی جان لے تو آگاہ ہی کہ کسقدر میرے دل میں بہ نسبت حضرت زین العباد و دیگر ائمہ اطہار و انبیاء کبار اخلاص اور اعتقاد اور محبت اور نیاز ہے یہ جو کچھ لکھا جاتا ہی بایں نظر نقل کفر کفر نباشد حضرات شیعہ کی کفریات کے مقابلہ میں لکھا جاتا ہی **اقول** کلام امام زین العابدین کا ازراہ کسر نفس اور عجز اور تواضع کی ہی کمال خشوع اور خضوع کے ساتھ کہ جسقدر احسانات اُسکے ہیں اُنکی شکر کی استطاعت میں نہیں رکھتا ہوں اور گناہوں کو وسوسہ شیطان کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں سو واسطے امام نے ایسا فرمایا اور اس عجز اور انکساری کے کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایسا وقوع میں آیا ہو اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں اگر وقوع میں نہیں آیا تو کیا جھوٹ کہا ہی سو واسطے کہ آدمی گناہ نہیں کرتا ہی اور پھر درگاہ خدا میں ظاہر کرتا ہی کہ میں بڑا گنہگار ہوں جیسا کہ طریقہ انبیاء اور مقربان درگاہ خدا کا ہی اور خدا کی درگاہ میں تعلی اور گستاخی کا کلام نہیں کرتے ہیں جیسے کہ عثمان ہارونی نے کہا کہ فلانے کو بٹیادی نہیں تو سونٹا مارونگا یا خدا سے روٹھ کر اور ڈاڑھی منڈا کر بت خانہ میں جا بیٹھے جیسا کہ اہل سنت کی اولیاء کا طریقہ ہی اور یا کہنا کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی میں خدا ہوں پاکی سہی یاد کرو مجھکو کہ کیا بڑی ہی شان میری جیسا کہ بایزید بسطامی نے کہا تھا اور درگاہ خدا میں تو کلمات عجز چاہئیں اور اقرار گناہونکا گو گناہ وقوع میں آئی ہوں ایسے کلمات پر اعتراض نہیں بلکہ یہ کلمات قابل مدح کے ہیں جناب سولنخدا صلعم گناہوں سے اپنے استغفار کیا کرتے تھے اور حال یہ ہی کہ وہ معصوم تھے اول عمر سے آخر تک پھر یہہ ہوسکتا ہی کہ کوئی کہے کہ وہ حضرت تو جھوٹ بول سکتے ہی نہ تھے گناہ کیا کرتے ہونگے جو استغفار کرتے ہیں سو مسلمان تو کوئی کہنے کا نہیں سوائے تبرے کہ تو سب انبیاء کو خاطی لکھتا ہی ابوبکر کی رعایت سے اور حضرت سجاد نے بھی یہ کلمات مقام مناجات میں سرزد ہوئی ہیں اپنی قصور شکر اور عبادت میں اور سب جانتے ہیں کہ وہ بڑے عابد تھے اور اسیواسطے اُنکا لقب سجاد اور عابد اور زین العابدین ہوگیا ہی اور جو از راہ عاجزی کے اُنہوں نے اپنی پروردگار کے سامنے عرض کی تو اسکو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہہ جھوٹ تو کہتے ہی نہونگے حضرت عمر کہتے تھے کہ واللہ انا من المنافقین چنانچہ بخاری میں لکھا ہی پس چاہئے کہ منافق ہونا اُنکا واقع ہوجائے اور یہ کلمہ لوگوں کے سامنے کہتے نہ خدا کے سامنے اور قسم کھاکر کہتے کہ قسم ہے خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور یہ عاجزی اور کسر نفس کی جہت سے بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ انکساری کی جہت سے اپنی تئیں گنہگار اور خطاکار کہتے ہیں اور کافر اور منافق اپنی تئیں کوئی نہیں کہتا ہی اور حضرت سجاد نے کسر نفسی سے ایسا کہا تھا لیکن حضرت سجاد نے کیسکا حق غصب نہیں کیا تھا اور ایسے ہی اور انبیاء علیہم السلام کی زلات جو قرآن میں مرقوم ہیں ویسے نہیں ہیں کہ اُنہوں نے کسی کی حق تلفی کے ہو اور وہ تو معصوم تھے سب کے نزدیک اور ایسے ہی حضرت علی اور حضرت سجاد ہمارے نزدیک معصوم ہیں اُنکے قول میں اور فعل میں تاویل کی جائیگی اور ابوبکر کسیکی نزدیک معصوم نہ تھے کہ اُنکے قول اور فعل میں تاویل ہو چنانچہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہی کہ غیر معصوم کے باب میں تاویل نہیں ہوسکتی اور غصب فدک بہت بڑا سخت گناہ ہی کہ حق الناس ہے اسکی خطا کو انبیاء کی خطاؤں سے کیا نسبت کہ وہ ایسی نہیں ہیں اور پھر اُنمیں گنجایش تاویل کی ہی اور ابوبکر کی خطا میں گنجایش تاویل کی نہیں ہے اور ابوبکر کے واسطے جنتی ہونیکا یقینی وعدہ کونسا ہی کیا ابوبکر کا نام لکھا ہی قرآن میں اور قرآن میں وعدہ یقینی ہونا تو درکنار قطعی جنتی ہونیکی روایت کی وضع کرنیکی حاجت کیوں ہوتی قرآن سے تو جنتی ہونا اُنکا ثابت ہی تھا اور اگر سچا یہ بالاجمال وعدہ جنتی ہونیکا کیا ہی تو مطلق مومنین سے بھی وعدہ ہی قیامت تک جو کہ ایمان لائے اور حضرت سجاد مومنین میں داخل ہی تھے اور بعد اسکے جو کچھ عذر لکھا ہے اپنی برائت کے واسطے یہ نہایت پوچ اور بیجا ہی قطع نظر حضرت امیر اور حضرت سجاد کے کہ انبیاء کو تو یہ لوگ کبھی معصوم بھی کہنے لگتے ہیں لیکن ابوبکر کی رعایت کے واسطے اُنکو بھی نہ چھوڑا آخر کار اُنکو خطاکار ٹھہرایا اور مشہور و معروف کا حوالہ دیا اور حال یہ ہی کہ ہم اس میں اُنکے شریک نہیں ہیں اور جو امر کہ اُنسے صادر ہوا ہے ہم اُسکو خطا نہیں کہتے ہیں اور یہ ابوبکر کی خاطر سے انبیاء کو خاطی ٹھہراتے ہیں زہے مذہب جو خطا کرنیوالوں کی خاطر سے معصوموں اور بے خطاؤں کو خطاکار ٹھہرائیں اور کفریات کی باتیں بیان کرکے آتش جہنم کو اپنے واسطے اختیار کریں **قال الشیخ الاشعری** - اب آگے سنیئے مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں مولوی صاحب لکھتے ہیں اور اب اور سننا چاہیئے کہ جب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے جانا کہ ابوبکر نے مجھے ہبہ فدک میں جھوٹا سمجھا تو اس معصومہ نے دعوی وراثت کا کیا اور ابوبکر سے کہا کہ میں پیغمبر صلعم کی بیٹی ہوں مجھپر اُن حضرت کا مال ارث میں پہنچتا ہی اور فدک میرے باپ کا

مال ہی مجھے دیدی اسوقت بوبکر نے ایک جھوٹی روایت قرآن کی خلاف بناکر کہا کہ میں نے پیغمبر خدا صلعم سے سنا ہی وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیاء کا مال صدقہ ہی کسیکو نکے وارثوں پس سے نہیں پہنچتا اول تو یہ روایت خلاف قرآن کے دوسرے یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وارثوں میں بیٹی سے یا اپنی بیبیوں سے کسی سے نہ کہا کہ میرا مال صدقہ ہی تمکو نہیں پہنچتا تم دعوی نکرنا اور حکم خدا کا جو انکے واسطے تھا اسکو چھپا رکھا اور ایک شخص اجنبی سے کہ اسکو کسیطرح کا دخل پیغمبر خدا صلعم کی وراثت میں نتھا اسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے نہ کہا انتہی بلفظہ **اقول** جو کچھ کہ مولوی صاحب نے وراثت کے باب میں لکھا ہی نہایت متین ہے جسے دعوی فدک کا مضمون نہایت سنجیدہ اور استوار تھا اور دعوی ہبہ میں اس شیخ نجدی نے بہت سے ہاتھ اور پاؤں مارے لیکن جو امر معقول اس سے نہو سکا اور جو کچھ اس نے لکھا تھا سنے وہ سب رد کردیا اور وراثت کے باب میں جو کچھ اس نے لکھا ہی اسکو بھی ان شاء اللہ تعالی رد کئے دیتا ہوں اور اسکی زبان درازیوں اور بیہودہ گوئیوں کو خاک میں ملائے دیتا ہوں منتظر رہنا چاہئے

قال الشیخ الاشعری مولوی صاحب تو فرماچکے اب ہماری بھی سنیے قدما فریب بازان شیعہ بوجہ وراثت فدک کے سابق میں ابوبکر صدیق پر طعن کیا کرتے تھے جب اہل سنت سے جوابات معقول اس اعتراض کے ان نامعقولوں نے سنے اور مجال دم زدن باقی نرہی تو انکے لواحق نے روایات ہبہ تراش کر بنگ دیگر طعن شروع کیا اور اس دعوی کے ثبوت تک پہنچانیکے بہت سے حیلے کئے یہانتک کہ کتب غیر مشہورہ اہل سنت میں بھی الحاق کیا اور سنی بنکر طالب علمان اہل سنت کو دھوکا دیا اور اس روایت کو روایت کیا لیکن آخر فریب ہی چلا اور بسبب وضوح کذب روایات مذکورہ اور کھلجانے حال راویان روایت اور غیر معتبرہ اور غیر مشہورہ ہونے ان کتب کے جنمیں یہ روایت پائی جاتی ہی اول تو یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگئی دیدیم خدا ساز دروغ واضعان روایت کام آیا اور بمقتضا مثل مشہور دروغ را حافظہ نباشد روایت تو بنائی پر بنا نہ آئی یہ بھول گئے کہ ہبہ بے قبض موہوب مفید ملک نہیں اور نیز ایک مرد اور ایک عورت اور ایک عورت اور دو لڑکیوں سے مدعی ثابت نہیں ہو سکتا بہرحال انہوں نے اپنی طرف سے کمی نہیں کی لیکن قربان جائیے خداوند عظیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرشناسی اور طرفداری کے کہ ابوبکر صدیق کی طعن سے بری کرنیکی پہلی ہی وہ تدبیریں کری جسکے سبب شیعوں کو طعن کرکے بجز غوغا سکانا اور شور غوغا اور کچھ حاصل نہو خداوند کریم نے تو گواہی کی اعتبار کے لئے دو مرد تلاش کئے دو مردوں سے دو عورتوں کے قید لگادی اور جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات نے تا دم آخر اپنا تصرف رکھا اسلئے ناچار ہوکر شیعیان خراطبنیت کو مکر اپنی عاقبت کی خرابی کرنیکا فکر ہوا وصیت کی روایت تراشی مگر پہر وہی بات ہے کہ جھوٹی بات پاؤں نہیں چلتی یہ سمجھے کہ وصیت تو اس مال میں جاری ہوسکتی ہی جسمیں میراث جاری ہو جب میراث جاری ہی نہیں تو وصیت کیا معنی **اقول** جو کچھ پہلے لکھ چکا ہی یہ شیخ اور ہم اسکو رد کرچکے ہیں پھر اسی کا ذکر کرتا ہی اور اپنی تقویم پارینہ کو بار بار پیش کرتا ہی اسکے فریب اور مکاری کو دیکھنا چاہئے کہتا ہی کہ بوجہ وراثت فدک شیعہ طعن کیا کرتے تھے اور اسکا جواب پایا تو روایات ہبہ تراشی کیسا دروغ ہی یہ کہ کوئی بھی سکی بات دروغ سے خالی ہی اسوائے اس کے کہ یہ طعن ہبہ فدک کا جدید نہیں ہے بلکہ دعوی ہبہ اور دعوی میراث کے دونو اعتراض قدیم سے چلے آتے ہیں سید مرتضی علیہ الرحمۃ کہ جنکو نو سو برس کا زمانہ ہوا وہ میں قاضی عبدالجبار کے کتاب شافی انکی موجود ہی اور ہبہ فدک کے مقدمہ میں سید علیہ الرحمۃ نے اقوال قاضی کی رد کئے ہیں اور یہ کہتا ہی کہ انکے بعد یہ اعتراض تراشا ہی اور حال یہ ہی کہ ہمیشہ سے یہ اعتراض چلے آئے ہیں اور اہل سنت سے آجتک جواب انکا نہو سکا ہبہ کے مقدمہ میں ہمنے اپنی کتابوں کی روایتوں کا انکار کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں وہ روایتیں داخل کردی ہیں بھلا کیسی عقل میں بھی آتا ہی اور ہم سب کو رد کرچکے ہیں اور پھر یہ کہا جاتا ہی کہ کتب غیر مشہورہ میں الحاق کردیا ہی بھلا تفسیر درمنثور اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور معارج النبوت اور کنز العمال وغیرہ جن میں روایت ہبہ کرنیکی اور دعوی ہبہ کی ہی کیا مشہور نہیں ہیں کیسا دھوکا دیتا ہی یہ شیخ نجدی اور پھر کہتا ہی کہ شیعوں نے الحاق کردیا ہی کہ یہ روایت ہماری کتابوں میں داخل کردی ہی اور ہمیں اسکے جواب میں کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں کہ جس نے یہ روایت ان کتابوں میں داخل کی ہی اور انکے اہل مذہب پر لعنت کرو اور جب اسقدر کتابوں میں روایت موجود ہو تو ہرگز غیر معتبر نہیں ہو سکتی اور اگر کسی شیعہ نے دو ایک کتابوں میں داخل کردی ہو تو کوئی سنی تو کہتا کہ یہ روایت شیعوں کی داخل کی ہوئی ہی مگر کسی نے ایسا نہیں لکھا مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کو اسکا جواب آیا تو نصر اللہ کابلی مصری کی پیروی سے انہوں نے ایسا لکھا ہی اور انکی پیروی سے یہ شیخ لکھتا ہی اور ہبہ اگرچہ بے قبضہ صحیح نہیں ہے لیکن حضرت فاطمہ کا قبضہ تو فدک پر موجود تھا اور رسول خدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا تھا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہی اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ تو اسپر نہوا ہو اور پہر دعوی ہبہ کا ابوبکر سے کیا ہو کیا حضرت فاطمہ نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بے قبضہ صحیح نہیں ہے اور پہر بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کرتیں تم جانتے ہو کہ جیسے کہ خلفا ثلاثہ جاہل تھے مسائل میں ایسے ہی فاطمہ بھی ہونگی اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور اسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ہبہ کا تو گواہوں کے طلب کرنیکی اسوقت احتیاج ہی نتھی بلکہ بمجرد دعوے کے دینا چاہئے تھا جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور معلوم ہوا تیری نزدیک فاطمہ زہرا نے جھوٹا دعوی کیا تھا کہ خدای عظیم اور رسول کریم نے قدرشناسی اور طرفداری ابوبکر کے واسطے اور اسکے اوپر سے طعن کے دفع کرنیکو دو مرد اور ایک مرد اور دو عورت کی لگادی اور حضرت نے اپنے قبضہ میں تا دم آخر رکھا اور حال یہ ہی کہ ابوبکر سے طعن دفع ہی نہیں ہو سکتا اور وہ اس غصب سے بری نہیں ہو سکتے آخرت میں بیشک آنسی مواخذہ ہوگا اسوائے اس کہ وہ فاطمہ اور علی دونو کو صادق جانتے تھے اور حیلہ شرعی کھڑا کرکے گو فاطمہ زہرا کو غدر دیا لیکن جسوقت خدا کہیگا کہ دعوی فاطمہ زہرا کا تیری اوپر تھا اور تو اسکو راست گو بھی جانتا تھا پہر اسکو کیوں نہ دیا اور گواہ اس سے کسواسطے طلب کئے کیا مدعی علیہ تیرے سوا کوئی اور شخص تھا کہ اسکے اطمینان کے واسطے تو نے گواہ طلب کئے تو اسوقت خلیفہ صاحب کیا جواب دینگے اور ان خراطبنیت کو

دیکھنا چاہئے کہ اپنی عاقبت کے خراب کرنیکے واسطے ایک اور طوفان کھڑا کیا ہے کہ وصیت کا اعتراض اپنی طرف سے ایجاد کرکے شیعوں کیطرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیعہ اعتراض کرتے ہیں کہ رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک کے دینے کی وصیت کی تھی لیکن ابوبکر نے فدک فاطمہ کو نہ دیا اور حال یہ ہے کہ کسی کتاب میں ہمارے یہ طعن نہیں لکھا ہے معلوم نہیں مولوی عبدالعزیز صاحب کو کون امر باعث ہوا اس طعن کے ایجاد کرنیکا اور انکی پیروی سے بے سند اور بے تحقیق یہ شیخ بھی لکھتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ وصیت تو اسی مال میں جاری ہو سکتی ہے جسمیں میراث جاری ہو باطل کرتا ہے اسکو قول صاحب صواعق محرقہ کا جواب میں اس اعتراض کے کہ علی کو خچر اور تلوار رسولخدا صلعم کی کس واسطے ابوبکر نے دیے کہ وہ تو حلال نہیں چنانچہ لکھتے ہیں صواعق محرقہ میں کہ وعلی انہ لم یدفع ذلک لعلی میراثا و لا صدقۃ بل امر بان یعطی بطریق الوصیۃ منہ الیہ علی ما ورد حاصل یہ ہے کہ اور جواب تیسرے اعتراض سے یہ ہے کہ نہیں دفع کیا وہ واسطے علی کے یعنی نہیں یا علی کو خچر اور تلوار ابوبکر نے باعتبار صدقہ کے اور نہ میراث کے جیسا کہ گزرا ہے بلکہ بطریق وصیت کے رسولخدا صلعم کیطرف سے طرف علی کی جیسا کہ وارد ہوا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ جب سطرح سے بھی قافیہ تنگ ہوا تو علماء شیعہ کو سخت شواری پیش آئی کہ نہ طعن کئے بن پڑی اور نہ چپ رہنے سے کام چلے ہے اگر طعن کریں تو کس منہ سے کریں اور خاموش بیٹھیں اور مذہب سے دست بردار ہوں تو عوام شیعہ کو کیا منہ دکھلائیں اور نذر و نیاز کس سے لیں اور اموال اموات کو کیونکر مضبم کریں تو باقیماندگان شیعہ نے اپنے متقدمین کے انہیں گوزہائے شتر مذکورہ بالصدر کو جو کہ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھ گئے تھے کم و بیش کرکے زبان پر رکھا اور پھر زبان درازیاں شروع کیں سو اس شیخ بحذی نے بھی ایسا ہی کیا اور ان اعتراضوں کے دفع کرنیکا ارادہ کیا لیکن بحکم مثل مشہور عیب بنیکو ہنر چاہئے انکا یہ حوصلہ نظر نہیں آتا کہ انکے تراشے ہوئے بیضا میں ہوں کہیں تو انکار کرتا ہے روایتوں کا کہ ہماری کتابوں میں روایتیں نہیں ہیں اور جب اس سے بن نہیں پڑتی تو کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں داخل کردی ہیں جب اس سے بھی کام نہیں چلتا ہے تو کہتی ہیں کہ ہماری کتابیں مثل بیاضوں کے ہیں کہ انمیں سب طرح کی روایتیں ہیں یہ کسی بڑے مکار یکتائی روزگار کی چالاکی ہے پر یہ شیخ بحکم میلان طبیعت حیلہ دست اور نیز بغرض فروغ مذہب سراسر دروغ اور بہتانوں کو نقل کرکے تنہائی میں اپنی جامہ سے باہر نکلے پڑتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آجتک کسی شیعہ واقف کی کوئی بات نہیں سنی نہیں تو یہ سب پوچھ بھولجاتے انہوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ بہت سی چھینا جھپٹی میں کہ ابوبکر نے فدک کو فاطمہ زہرا سے چھینا ہے ابن حسنا مدین ابوبکر کی فدک میں سے کچھ تو ہاتھ آئیگا اور

اقول واضح ہو کہ ہم لکھ چکے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کیا اور دیدیا اور بعد رسولخدا صلعم کے ابوبکر نے وہ فاطمہ زہرا سے چھین لیا اور انکے قبضہ سے نکالکر اپنے قبضہ میں کرلیا اور حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ابوبکر سے کہ میرے باپ نے یہ مجھ کو دیا ہے تو مجھ سے کیون چھینتا ہے اسوقت ابوبکر نے کہا کہ اگر تمکو تمہارے باپ نے دیا ہے تو اسکا گواہ کون ہے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن نے گواہی اسکی دی تو ابوبکر نے کہا کہ گواہ پورے نہوئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں چاہئے تھیں اور یہاں ایک مرد اور دو لڑکے اور ایک عورت ہے اور فدک کو ضبط کرلیا اور جب حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو اس مقدمہ میں بہت کہا تو ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو کاغذ فدک کی واگذاشت کا لکھدیا لیکن عمر نے وہ کاغذ دیکھا اور پڑھا تو اس کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور ابوبکر کو بھی رای عمر کی پسند آئی اور حضرت فاطمہ فدک سے محروم ہوگئیں یہ سب اہلسنت کی کتابوں میں لکھا ہے جسکو یہ شیخ بحذی کہتا ہے کہ کہیں یوں کہتے ہیں اور کہیں یوں کہتے ہیں اور شیعہ انکی کتابوں کے لکھے ہوئے کے موافق اپر اعتراض کرتے ہیں اور یہ شیعوں کے ایسے اعتراض ہیں کہ ہرگز اہل سنت سے دفع نہیں ہو سکتے اور جو کچھ جواب میں لکھتے ہیں وہ کافی نہیں ہے مولوی عبدالعزیز صاحب نے ہرچند کوشش کی جواب دینے میں اور ہاتھ پاؤں مارے اور ایسی ہی مقدموں میں ایک کتاب لکھی اور نام اسکا تحفہ رکھا لیکن شیعوں کے علماء نے اسکو بالکل رد کردیا اور ایسے جواب نداں نہ سکن لکھے کہ پھر اہل سنت کے علماء کو یارا اسکے جواب کا نہوا اور جب قافیہ انکا تنگ ہوا اور علماء اہل سنت کو دشواری پیش آئی کہ نہ جواب لکھے بن پڑے ہے اور نہ چپ رہنے سے کام چلے ہے اگر پھر جواب لکھیں تو کس منہ سے لکھیں کہ کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور خاموش ہو بیٹھیں اور مذہب سے دست بردار ہوں تو عوام اہل سنت کو کیا منہ دکھلائیں اور نذر و نیاز کس سے لیں اور اموال اموات کو کیونکر مضبم کریں تو کٹھ ملا اور ملاں نے جو کہ نیم ملا خطرہ ایمان ہیں انہیں گوزہائے شتر مذکورہ بالصدر کو جو کہ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھ گئے تھے کم و بیش کرکے زبان پر رکھا اور پھر زبان درازیاں شروع کیں سو اس شیخ بحذی نے بھی ایسا ہی کیا اور ان اعتراضوں کے دفع کرنیکا ارادہ کیا لیکن بحکم مثل مشہور عیب بنیکو ہنر چاہئے انکا یہ حوصلہ نظر نہیں آتا کہ انکے تراشے ہوئے بیضا میں ہوں کہیں تو انکار کرتا ہے روایتوں کا کہ ہماری کتابوں میں روایتیں نہیں ہیں اور جب اس سے بن نہیں پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں داخل کردی ہیں جب اس سے بھی کام نہیں چلتا ہے تو کہتی ہیں کہ ہماری کتابیں مثل بیاضوں کے ہیں کہ انمیں سب طرح کی روایتیں ہیں یہ کسی بڑے مکار یکتائی روزگار کی چالاکی ہے پر یہ شیخ بحکم میلان طبیعت حیلہ دست اور نیز بغرض فروغ مذہب سراسر دروغ اور بہتانوں کو نقل کرکے تنہائی میں اپنی جامہ سے باہر نکلے پڑتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آجتک کسی شیعہ واقف کی کوئی بات نہیں سنی نہیں تو یہ سب پوچھ بھولجاتے انہوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ بہت سی چھینا جھپٹی میں کہ ابوبکر نے فدک کو فاطمہ زہرا سے چھینا ہے ابن حسنا مدین ابوبکر کی فدک میں سے کچھ تو ہاتھ آئیگا اور

بہت سے جھوٹ ملکر ایک سچ کے برابر تو ہو جائینگے لیکن بفضلہ تعالیٰ مذہب شیعہ میں قوت ہے اور کیوں نہو سچی بات پکی ہی ہوتی ہی کہ علماء شیعہ تو ایک طرف امثال احقر ہیچمدان بھی جوابات نداں شکن سنیوں کے دانت توڑنے کو بہت ہیں چنانچہ اعتراض سابق کے جواب کا جو کچھ خاکا اڑا ہے وہ تو ناظرین کو معلوم ہی ہو چکا اسپر اس اعتراض کے جواب کو بھی قیاس کرنا چاہئے ؎ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوی میراث کیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے ایک جھوٹی حدیث خلاف کلام اللہ کے بنا کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بات کو رد کر دیا مخدوم سن سچا آدمی سچی بات کو مان لیا کرتا ہی اسمیں کچھ شک نہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوی میراث کیا اگر یہ بات دھرمی مذہب ہوتی تو اس روایت کو کتابوں میں سے بھی حذف کر دیتے فقط انکار تو درکنار کوئی موضوع روایت تو تھی ہی نہیں جو بعذر عدم اعتبار پیچھا چھڑا لیتے اور اتنی بات منصفوں کے نزدیک ہمارے اس دعوے کے ثبوت کے لئے کافی ہے کفایت کرتی ہی پر خداوند کریم ہمکو مولوی عمار علی صاحب کے ہمرنگ نکری نہج البلاغت اور کافی کلینی جیسی معتبر کتابوں میں حضرت فدیہ و حضرت ام کلثوم کا رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں ہونا ثابت اور متحقق ہو اور پھر انکی بیٹیاں ہونے سے انکار کر جائیں اور الٹی الٹی حجتیں لائیں چنانچہ مذکور ہوگا مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ حدیث خلاف کلام اللہ بنالی خلاف واقع ہے اقصہ تو اس بات سے سمجھ گئے ہونگے کہ شیعوں کو کلام اللہ سے کیا سروکار جس قوم میں کلام اللہ کا چرچا ہی نہو وہ کلام اللہ کو کیا سمجھیں جو یہ سمجھیں کہ فلانی بات کلام اللہ کے موافق ہی فلانی مخالف تو علم الیقین عین الیقین کے برابر نہیں ہوتا اسلئے اتنی گزارش کرنی پڑی کہ علماء شیعہ خصوصاً مولوی صاحب اپنے قصور فہم سے ناچار ہیں ورنہ کلام اللہ اور حدیث معلوم جسے تحقیقات کا ہمنے اوپر بھی حوالہ کیا ہی باہم مخالف نہیں بلکہ موافق کیا متعلق ہیں **اقول** جیسے کہ تمنے پہلے اعتراض کا جواب پایا ہی ایسے ہی اسکا جواب پاؤ گے کہ جس سے معترض کی تسکین خاطر ہو اور مولوی صاحب نے طلب میراث میں جو کچھ لکھا ہی وہ سب واقعی اور راست ہے اور تو ہرگز سچا نہیں ہے جو روایت کہ بچیس تیس کتابوں میں ہو اسکا تو انکار کر ہی بیٹھے کہ ہماری کتابوں میں سے بھی حذف کر دی ہے اور اگر سچا ہوتا تو اس روایت کو راست جانتا پہلی روایت کو کہ جسکا انکار کرتے ہو کیا اپنی کتابوں میں سے اسکو حذف کر دیا ہی جو اس روایت کو حذف کرنے لکھنے والے تو لکھکر اپنے ہاتھ کاٹ گئے اور اگر دعوی میراث کی روایت موضوع نہیں تو اس دعوی کے ہٹانے کی روایت تو موضوع ہی اور ایسی روایت موضوع کے بہانے سے روایت دعوی میراث کو تم سچا کہتے ہو اور اس روایت موضوع کی اعانت سے اپنا پیچھا چھڑاتے ہو۔ روایت دعوی ہبہ و روایت دعوی میراث کے سیاق میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں امر وقوع میں آئے ہیں اور ہم خود کہتے ہیں کہ خداوند کریم ہمارے مولوی صاحب کو ہمرنگ تجھ دروغگو کے نکرے اور حضرت فدیہ و ام کلثوم کی مقدمہ میں انہوں نے کچھ دروغ ہمیں لکھا ہی بیجا لے اس مقام کو اور دروغگو تیرے امام اعظم ابوحنیفہ کوفی ہیں کہ خدا تعالیٰ تو قرآن میں لکھے کہ مشرکین نجس ہیں چنانچہ فرماتا ہی اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ اور ابوحنیفہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرکے کہیں کہ مشرکین پاک ہیں اور حدا کے قول کو جھوٹا ٹھیرائیں اور نہ شاید ہی کہ مومنین کو خبر نہ ملائیں کہ انکے وضو اور غسل کا پانی نجس ہے اور رسول خدا صلعم تو دو نمازوں کو مغرب اور عشا کو جمع کریں اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کریں اور سورۃ کے پہلے بسم اللہ کہیں اور ابوحنیفہ خلاف اسکے حکم دیویں اور انکی پیروی ہی سب مقلدین انکے ایسا ہی کریں یہانتک کہ امام غزالی اور صاحب تاریخ بغداد لکھتے ہیں کہ شخص ابوحنیفہ را گمراہ شمارد اور پھر انکی پیروی کیے روایت لانورث بیشک مخالف کلام اللہ کے ہے اور شیعوں کو کلام اللہ سے کام کیوں نہیں ہی کلام اللہ انکا ایمان ہی اور اسی پر انکا عمل ہی اور تحریف کلام اللہ کی احکام پر عمل کرنیکی ہے اور واسطے تو اسکے اسکی تلاوت کرنی ہی سو شیعوں میں بات موجود ہی اور اسکے لفظوں کو مثل طوطے کے یاد کرنے سے کیا فائدہ ہی اور کام تو سنیوں کے کلام اللہ سے نہیں ہے بلکہ خدا اور رسول خدا سے بھی انکو کام نہیں ہے وہ تو ثلاثہ کو سمجھتے ہیں اور کسیکو نہیں سمجھتے اور یہ کلام اللہ کو اپنا ہادی سمجھتے ہیں اور کلام اللہ کا انمیں چرچا رہتا ہی لیکن آپ بھی سب سنی کے ہوتے ہیں سنیوں میں کیا سب آدمی تلاوت ہی قرآن کیا کرتے ہیں اور شیعوں میں کلام اللہ کا چرچا ہی تو اس روایت موضوعہ لانورث کو مخالف کلام اللہ کے کہتے ہیں اور بیشک اس روایت کے موضوع ہونے میں کسیطرح کا تردد نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** مزید توضیح کے لئے اول سے تقریر مخالفہ ایسی طرح بیان کیجئے جسے شیعہ اور علماء شیعہ بھی ممنون احسان ہوں بعد از آں اثبات موافقت سے انکو بشرطیکہ سر بگریباں ہوں مخدوم من ظاہر مولوی صاحب اور وں کے تیروں کے بھروسے اٹھے پھرتے ہیں جسقدر کہیں سے سن لی ہی کہدی ورنہ خیر و عافیت ہے جو یہ طرز نامعقول اختیار کیا کہ دو باتیں انکی مفید مطلب ہیں ہیں منہ پر مہر لگا کر بیٹھ رہے انکو لازم تھا کہ اول اثبات مخالفت کرتے جب کہیں کسی سے خواستگار جواب ہوتے تو یہ کس نامعقول نے انکو طرز مناظرہ سکھلایا کہ دعوی بی دلیل پیش کرتے ہیں انصاف کی رو سے تو اسکے جواب میں ہمکو فقط لانسلم کفایت کرتا ہی یعنی اتنا کہدینا کہ ہم یوں کہدیں کہ ہم نہیں مانتے اور اگر ہم بے دلیل ایسی ہی دعوی کرنے لگیں بلکہ تمام عقائد اہل سنت کو بے دلیل پیش کرنے لگیں تو کوئی پوچھے مولوی صاحب کے پاس کیا جواب ہے معہذا ہم تو نہیں کہہ سکتے پر اگر کوئی ناصبی یا خارجی بہ نسبت ان روایات کے جو فضائل ائمہ اور استحقاق امامت غیرہ خصوصیات پر شیعہ حضرات شیعہ اماموں سے نقل کرتے ہیں یوں کہنے لگیں کہ انہی مطلب کے لیے اماموں نے یا شیعوں نے خلاف قرآن یہ روایتیں گھڑ لیں تو پھر بتجربہ اسکے کہ مولوی صاحب اپنی زبان کو منہ میں سمیٹ کر بیٹھ رہیں اور کیا کر سکیں گے **اقول** جو تقریر کہ تم لکھو گے مخالفت میں روایت موضوعہ کے قرآن سے اسمیں تمہارا کیا احسان ہی وہ تو پہلے ہی سے ہمکو معلوم ہی اور صاحب تحفہ نے شیعوں کی کتابوں ہی سے اسکو نقل کیا ہی اور موافقت اسکی قرآن سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور تم جو لکھتے ہو کیا اپنے گھر سے لکھتے ہو تم مولوی عبدالعزیز صاحب کے فضلہ خوار ہو یہی دستور ہی سننے سے اور کتاب کے

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولویصاحب نے کسی خارجی سے کتب مناظرہ کیا تھا کہ تفصیل مخالفت کو بیان کرکے بھیجتے اور نہ انکا ارادہ مناظرہ کرنیکا کسی سے بھی انکے مذہب کے آدمی نے کہ وہ بھی خواندہ تھا تین چار بار تک اس نے پوچھی تھیں اسکی سمجھ کے موافق تھوڑا سا مجمل لکھ بھیجا انکو کیا خبر تھی کہ یہ خط ایک ناصبی کے ہاتھ پہنچیگا ورنہ مفصل اور بطور مناظرہ کے لکھتی اور مولویصاحب خواستگار اسکے جواب کے کب ہوئے تھے جو تو لکھتا ہے جب کہیں کسی سے خواستگار جواب کے ہوتے البتہ اسمیں لکھا تھا کہ اہل سنت سے اسکی صحت کرالو کہ یہ روایتیں انکی کتابوں میں ہیں یا نہیں تو نے اسی پر اکتفا کیا ہوتا کہ ہماری کتابوں میں یہ روایتیں نہیں ہیں اسقدر تکبیر کیوں کیا اور اپنی اوقات کو کیوں ضائع کیا بلکہ تو نے لاتسلم ہی کہدیا ہوتا یہاں کسکو آرزو تھی ایسے دروغگو اور بیہودہ بکنے والے سے مناظرہ کرنیکے کہ تو ہر بیہودہ کو کل لکھتا چلا جاتا ہے اور نواصب اور خوارج کو تم کیوں بدنام کرتے ہو تم خود کیا نہیں کہتے ہو تم بھی مثل نواصب کے ہو اسقدر فرق ہے کہ وہ علانیہ برا کہتے ہیں اور تم انکو خفیہ کی تنقیص اور تضعیف کرتے ہو اور نواصب بھی تم میں سے ہیں کوئی علیحدہ فرقہ نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن ہمارے احسان کو دیکھئے کہ اول مقدار سمائی ذہن شیعہ ہے بلکہ کچھ اپنے بھی بڑھکر تقریر مخالفت تحریر میں لاتے ہوں واضح رہے کہ نہایت کوشش کرکے علماء شیعہ نے یہ بات نکالی ہے کہ حدیث ابوبکر صدیق جسکا مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث ہی نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ وقف ہے باوجودیکہ اسکے راوی فقط ابوبکر صدیق ہی ہیں کلام اللہ کے مخالف ہے اور جو حدیث کلام اللہ کے مخالف ہو اگر بالفرض اسکے راوی بہت سے بھی ہوں تب غلط ہے چہ جائیکہ ایک راوی بالخصوص اہل سنت جماعت کے نزدیک کہ انکے نزدیک کلام اللہ میزان صحت معیار صدق و کذب اخبار ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اول تو حدیث مذکور اس آیت کے مخالف ہے یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ جس سے بالخصوص رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا نکلتا ہے کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمکو پہلے سے ہی کہدیتا ہے کہ تمہاری اولاد میں لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر ملا کرے سو رسول اللہ صلعم جیسے اور احکام صوم صلوۃ حج زکوۃ میں شریک ہیں ایسے ہی اس حکم میں بھی امت کے شریک ہیں کے معہذا اس آیت میں نبی غیر نبی کی تخصیص نہیں پھر یوں کہنا کہ رسول اللہ صلعم کا کوئی وارث نہیں اس آیت کا تکذیب کرنا ہے دوسرے اور روایت وَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا داؤد سلیمان کے جیسے اور انبیاء کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا بھی نکلتا ہے مخالف اور مناقض ہے کیونکہ پہلے کا ترجمہ تو یہ ہے کہ اللہ ہو حضرت سلیمان حضرت داؤد کے اور دوسری آیت کا مطلب ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جناب باری تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ الٰہی مجکو اپنے پاس سے ایک ولیعہد عنایت فرما جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو فقط سو اول آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو نبی تھے انکے ترکہ میں میراث جاری ہوئی اور دوسری آیت سے گو یہ بات تصریح نہیں نکلتی لیکن اول تو حضرت زکریا جو مشہور نبی ہیں ایسی قدیمی حکم کے خلاف طلب کرنا مستبعد ہے تصور میں نہیں آتا کہ جو حکم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر انکے زمانہ تک برابر سمول یہ ہا ہوا آنکو برابر جاری تک معلوم نہ ہوا اور نہ اس باب میں کوئی وحی آئی حالانکہ زمانہ پیری موت کا مقدمہ ہوتا ہے ایسے وقت میں لازم ہے کہ جو بوت نبی کے مسائل متعلق ہوں انکی اطلاع کی جاتی تاکہ اسکے موافق وصیت کر جائے ورنہ جو بات نبی ہی کو معلوم نہ ہو تو پھر اقیموں کے معلوم ہونیکی کیا امید ہے بالجملہ جیسے حضرت نوح نے بیٹے کی نجات کی دعا کی جواب میں بطور تنبیہ و عتاب انی اعظک ان تکون من الجاہلین فرمایا اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا خلاف مرضی جناب باری تعالیٰ ہے حضرت زکریا کی اس التجا کے جواب میں بشارت قبول دعا کا پہنچائی کی کچھ تنبیہ و عتاب نہیں کیا اس بات کا وہم جاتا کہ یہ عتاب اسی سبب سے ہوا کہ حضرت نے ذکر میراث و ورثہ کیوں نام لیا بہرحال ان آیات سے ثابت ہوا کہ انبیاء کے مال میں بھی میراث جاری ہوتی ہے پھر یہ بات کہ رسول اللہ صلعم علی العموم سب انبیاء کو شامل کرکے فرماتے ہیں کہ ہماری گروہ کا کوئی وارث نہیں تو ناکیونکر صحیح ہو بلکہ ان دو آیتوں سے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ جو بعضی روایات حدیث مذکور میں لفظ لانرث بھی آیا ہے یعنی ہم بھی کسیکے وارث نہیں ہوتے یہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت یحییٰ اور حضرت سلیمان علیہما السلام بھی بالاتفاق نبی ہیں جب وہ دونو اپنے اپنے والد کے وارث ہوئے تو یہ بات کہ کوئی نبی کسیکا وارث ہی نہیں ہوتا سراسر غلط نکلی یہ ہے تقریر مخالفت کلام اللہ و حدیث مذکور اس سے بہتر شاید شیعہ بھی تقریر نکر سکیں **اقول** اگرچہ شیعوں کی تقریر لکھی ہے لیکن پھر بھی بعض امور باقی رہگئے ہیں وہ لکھنے میں نہیں آئے ان شاء اللہ تعالیٰ بعد اسکے لکھے جائینگے **قال الشیخ الاشعری** اب ہماری بھی تحقیق صحیح اور تنقیح فصیح کے ترانۂ عقل آشیانہ کیطرف متوجہ ہو جیکو ان شاء اللہ کیا دلکشا اور راحت افزا ہے جس سے کان میں پڑتے ہی اطمینان ہو جائے ظاہر کی مخالفت کا خلجان ان شاء اللہ تعالیٰ ایسی طرح دور ہو کہ پھر کبھی دھیان بھی نہ آئے بہ ترتیب آیات مواقفت کی بات تحریر میں آتی ہے لیکن چونکہ باریک مضامین بے تمہید کے ادا نہیں ہو سکتے اسلئے اول یہ گزارش ہے کہ ہر چند کلام الٰہ من اولہ الی آخرہ حرفاً حرفاً خدا ہی کا تصنیف ہے اور اسیوجہ سے اسکو کلام اللہ کہتے ہیں لیکن مراسلات اور خطوط بنی آدم کلام ربانی بھی دو قسم پر ہے ایک تو جیسے کوئی منشی اپنی طرف سے کسیکو خط لکھے یا کوئی شخص کسی قاصد کو پیام دیکر بھیجے تو اس صورت میں عبارت بھی اسی منشی اور اسی شخص کی ہوتی ہے اور وہ خط اور وہ پیام بھی اسی کیطرف سے ہوتا ہے خط رسال اور پیام بر فقط مثل ہوا ہوتے ہیں کہ ایک کے منہ کی آواز دوسرے کے کان تک پہنچا دیتے ہیں اس قسم کا تو اکثر کلام اللہ سے مثال کے لکھنے کی کچھ حاجت نہیں یعنی جیسے خدا کا تصنیف ہے ویسے ہی خدا کیطرف سے امت کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا دونوں کو یا کسی خاص قوم کو خطاب ہے سو اکثر تو عبارات ایسی ہیں نشان دہی اور تحریر مثال کی کچھ ضرورت نہیں ہے پر شاید شیعہ بے لکھے نہ سمجھیں اسلئے ایک دو مثال کافی وافی مرقوم ہیں یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ الخ پہلی آیت میں بے تخصیص کسی نیک و بد کے سب بندوں کو یہ حکم ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو دوسری آیت میں نبی کو اور

سنایا جاتا ہی کہ اے گروہ بنی اسرائیل میری فلانی نعمت یاد کرو اور دو آیتیں باقی انمیں خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خطاب ہی بہرحال جیسے یہ عبارات خدا کی تصنیف کی ہوئی ہیں ایسے ہی انکے مضامین ہی خدا ہی کیطرف سے ہیں اور کا پیام سلام نقل نہیں فرماتے دوسرے یہ صورت ہے کہ جیسے لکھنا پڑہنا جاننے والے کسی ایسے جاہل کا خط جسے فارسی آتی ہے فارسی خط لکھدیا کرتے ہیں تو عبارت اُس منشی ہی کی ہوتی ہی کوئی نادان ہی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ عبارت اس مرد جاہل کی ہی پر مضمون اُس جاہل ہی کا ہوتا ہی اور خط ہی اُسیکا گنا جاتا ہی یا جیسے کسیکو کوئی شخص کچھ تلقین کرے کہ تو اپنی فلانے مطلب کے لئے فلانے سے یوں کہیو جیسے مختاروں اور وکیلوں مسودہ کا لیا کرتے ہیں تو گو عبارت تلقین کرنیوالی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے پر اُسکا مضمون کہنے والے یا عرضی والیکا سمجھا جاتا ہی ایسے ہی کلام اللہ میں بعض بعض عبارات ایسے ہیں کہ گو وہ بھی خدا کی ہی بنائی ہوئی ہیں لیکن انکے مضامین بندوں کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں قل یا ایہا الکافرون و قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور سوا اسکے جہاں لفظ قل یا تو لوا اول میں ہی اور پھر بعد میں ایسے الفاظ ہیں کہ جسکے ملاحظہ سے یوں معلوم ہو کہ متکلم مخاطب ہو مثلاً قل اعوذ کے یہ معنی ہیں کہ کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتا ہوں میں اس سے معلوم ہوتا ہی کہ متکلم جناب سرور کائنات ہیں تو بعد قل کے جتنی عبارت ہے اُس سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے سمجھنی چاہئے لیکن جیسے زبانی تلقین میں اسکی ضرورت ہوتی ہی کہ تلقین کرنیوالا یوں کہے کہ تو یوں کہیو عرضی کے مسودہ میں اسکی ضرورت نہیں کہ اُسکے اول میں یوں لکھدیں کہ تو یوں کہیو بلکہ مسودہ کرکے یوں ہی حوالہ کردیتے ہیں ایسے ہی کلام پاک خداوند کریم میں بھی بعضی عبارتیں ایسی ہیں کہ وہ بندوں کیطرف سے علی العموم فقط یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیطرف ہے لیکن اُسکے اول میں قل تو لوا نہیں بلکہ بمنزلہ مسودہ وکلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے یا سب کے طرف سے تصنیف کرکے اُنکے حوالہ کردیا ہی چنانچہ سورہ فاتحہ اس قسم کی ہی خاصکر ایاک نعبد سے لیکر آخر سورہ تک جسکا یہ مضمون ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں سیدھی راہ چلا الخ ظاہر ہے کہ یہ عبارت خداوند کریم نے بندوں کی طرف سے بنا کر اُنکے حوالہ کردی ہی تاکہ وقت حضور دربار خداوندی یعنی وقت نماز کے خداوند کریم سے عرض معروض کیا کریں اور اگر خدا کی طرف سے کہئے تو خداوند تعالیٰ شانہ سے زیادہ کون ہی جو خداوند کریم اُسکی عبادت کرے اور اُس سے مدد کا خواستگار ہو اور پھر کونسی جناب باری تعالیٰ بے راہی پر ہیں جو سیدھی راہ کی آرزو ہی **اقول** کچھ یونکی تحریروں سے کلام اللہ کو کیا مناسبت ہے کہ جو اُسپر قیاس کیا جائے اور باوجود اس قیاس مع الفارق کے پھر نہیں بن سکتا اسواسطے کہ پہلی صورت میں کہ کوئی کسیکو خط لکھے تو وہ اُسیکا کہلاتا ہی یہ تو کلام خدا پر منطبق ہو سکتا ہی اور دوسری صورت کہ جسمیں یہ ہے کہ کوئی جاہل کسی منشی سے عرضی لکھوائی تو مضمون اُسکا اُس جاہل ہی کا ہوتا ہی یہ منطبق نہیں ہوتا اسواسطے کہ رسول خدا صلعم کسی مضمون کو اپنی طرف سے نہیں لکھواتے ہیں کہ وہ انکا مضمون کہلائے اور نہ خدا تعالیٰ نے کہیں فرمایا ہی کہ ہم تیری طرف سے لکھکر بھیجتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ جو کچھ بھیجتا ہی وہ اُسیکا مضمون ہے موافق قُلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کے اور نہ رسول خدا صلعم نے خدا تعالیٰ کو کہلا کر بھیجا ہی کہ تو میری طرف سے ایسا لکھدے بلکہ جو حکم کہ جناب رسول خدا صلعم کو معلوم نہوتا تھا تو خدا تعالیٰ سے پوچھ کر اور خدا تعالیٰ قادر یتہا ات حکم خدا تعالیٰ کی طرف ہوگا یا رسول خدا صلعم کے کہ پکڑ ہی رسول خدا تو اُس حکم کو سنا دینگے خدا کی طرف سے اُسکے بندوں کو اور اگر کوئی کسیکا پیغام لیکر کسیکو سنانیکو جاوے تو کوئی دیوانہ ہی یہ نہ کہیگا کہ یہ سنانے والیکی طرف سے ہے بلکہ یہ کہینگے کہ فلانیکی طرف سے ہے اور یہ اُس پیغام کو سناتا ہی سو جو حکم کسی امر کا ہوتا ہی وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہی نہ پیغمبر کیطرف سے پیغمبر تو اُسکے حکم کا سنانیوالا ہی اور اگر خدا کی طرف سے نہو تو معلوم ہوا کہ اس شرع کا مقرر کرنیوالا خدا نہیں ہی بلکہ رسول خدا صلعم ہیں کہ اپنی طرف سے لوگوں کو احکام پہنچاتے ہیں اور خدا کی طرف اُسکو منسوب کیا ہی کہ خدا یوں حکم دیتا ہی جیسے کہ ہیں نصاریٰ حضرت کو یہی کہتے ہے کہ تو نے اپنی طرف سے بنا لیا ہی اور خدا تعالیٰ نے اس زعم کے رد میں فرمایا کہ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ الخ چنانچہ بعد اسکے اسکو ہم لکھینگے اور لکھانیوالے کے لفظ کا مضمون لکھانیوالا ہی کا کہلاتا ہی لیکن جو کچھ خدا تعالیٰ پیغمبر کے پاس بھیجتا ہی وہ خدا ہی کا مضمون کہلاتا ہی نہ پیغمبر خدا کا پھر پیغمبر کیطرف سے کیسے ہو جائیگا اور آیت یوسفیکم اللہ ایسی ہے جیسے کہ کوئی امیر لوگوں کو کہے کہ امیر المومنین یامرکم اسمیں اور اُس میں کچھ فرق نہیں ہی اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ غائب کے صیغہ میں بیان کرنے سے خدا کیطرف سے نہو بلکہ رسول خدا کی طرف سے ہو جاوے اور تو بڑا جاہل ہی اور کلام عرب سے واقف نہیں ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور جو کوئی کسیکو تلقین کرے کہ تو اپنے فلانے مطلب کو یوں کہیو تو البتہ اُس کہنے والیکی طرف نہوگا اور اگر کہے کہ تو ہماری مطلب کو فلانے سے یوں کہیو تو اُس تلقین کرنیوالیکا مطلب ہوگا لیکن معلوم نہیں اُس سے کیا حاصل ہی اور قل یا ایہا الکافرون وغیرہ میں ابتدا قل سے آخر تک تو ظاہر ہے کہ خدا کیطرف سے ہی اور قل کے بعد سے بھی خدا ہی کیطرف ہی نہ اور کیطرف اسواسطے کہ یہ تعلیم بندوں کے لئے ہی کہ ہم اسطرح کہا اور ہے خدا کی طرف سے اور متکلم قل اعوذ کے رسول خدا صلعم نہیں ہیں اور قل اعوذ یا قل کے بعد کے بھی متکلم اُسوقت ہونگے کہ جسوقت زبان سے اعوذ کہینگے اور اس میں خطاب تو رسول خدا صلعم کی طرف ہے اور مراد جمیع مومنین ہیں کہ تم اعوذ کہو اسکا مطلب سے یہی ثابت نہیں ہے گو قل کے بعد کی عبارت کو ہم رسول خدا صلعم کیطرف سے سمجھیں لیکن یہی اُسوقت ہے کہ جو وقت قل کے بعد آوے اور اگر قل کا لفظ نہو تو پھر تو احتمال رسول خدا کیطرف ہونیکا ہرگز نہیں ہے اور کلام اللہ کا قیاس عرضی لکھنے والے پر اور مسودہ وکلا پر ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ کلام اللہ کا جو کہ مضمون ہی وہ خدا کیطرف سے ہی اور ان عرضی لکھنے والوں اور مسودہ کرنیوالوں کا کلام جو کہ مضمون ہی وہ لوگوں ہی کیطرف سے ہی اور خدا کا کلام کو بندوں کیطرف سے کہنے والا کافر ہی علماء اہل سنت کے نزدیک اور ایاک نعبد ایاک نستعین بھی بندوں کیطرف سے نہیں ہے بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہی کہ اسطرح تعلیم بندوں کے

فرمایا ہی کہ تم یوں کہا کرو اور سوا اسکے احکام خدا کا قیاس اس مناجات پر کیونکر ہوسکتا ہی کہ اگر مناجات بندہ کی طرف سی ہو تو حکم حلال و حرام ہی بندہ کیطرف سی ہوجائے

قال الشیخ الرشیدی مناجات مقدمہ چلی تو اب متوجہ ہوکر سنیے کہ آیت یوصیکم اللہ بلکہ ابتداء سورہ نساء سی لیکر یہاں تک بلکہ عجب نہیں تمام سورہ کے سورہ بمنزلہ سورہ فاتحہ کے ہی خدا تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سی تصنیف کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوالہ فرمادی ہی تاکہ آپ لیجاکے خود لوگوں کو اسطرح سے سمجھادیں دلیل اسبات کی کہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سی تصنیف کی گئی ہی خدا کی طرف سی نہیں ہے یہ ہی کہ یوصیکم اللہ فرمایا و یا عباد اوصیکم مثلا نفرمایا اگر خدا کی طرف سی بندونکی خطاب میں آیت ہوتی تو لازم تھا کہ یا عباد اوصیکم مثلا فرماتے یہ عبارت جواب موجود ہے صاف اسی پر دلالت کرتا ہی کہ متکلم اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مخاطب امتی آپ اپنی طرف آنے الفاظ کے پہ ایہ میں خداوند کریم کا حوالہ دیکر احکام میراث تعلیم فرماتے ہیں کیونکہ معنے اسکے یہ ہیں پہلے سے تمہیں خدا تعالی نے آگہی دی ہی کہ تمہاری اولاد میں بیٹو کلو و بیٹیونی یا یہ بلا ایسی بات ہی کہ جیسے سررشتہ دار جج یا کلکٹر کا حکم اہل مقدمہ سنانیکے وقت کہا کرتے ہیں کہ صاحب تمہاری نسبت یہ حکم دیتے ہیں اور اگر حاکم خود کلام کیا کرتا ہے تو اہل مقدمہ کے نام یا لقب سے جیسے چودہری یا شیخ جی پکار کر مثلا کہا کرتا ہی کہ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں یا ہمارا تمہارے لیئے یہ حکم ہی مثلا نہ یہ کہ اپنا نام لیکر یوں کہے کہ تمہیں فلاں شخص یوں کہتا ہی پس درصورتیکہ یا عباد اوصیکم نفرمایا جسکا یہ مطلب ہوتا کہ اے میری بندو میں تمہیں کہے دوں ہوں بلکہ یوں ارشاد ہوا کہ اللہ تمہیں کہے دیتا ہے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ جیسے سورہ فاتحہ سب کیطرف سی ابتدا ہی ایسے ہی یہ آیت رسول اللہ کی طرف سی منادی ہی تاکہ امت سے اس طرح سے باتیں کریں اور ظاہر ہے کہ جب سررشتہ دار کسی اہل مقدمہ کو کوئی حکم سنایا کرتا ہے تو اس حکم سے نہ آپ خارج ہوتا ہی یہاں تک کہ سوا سررشتہ دار جتنے آدمی روے زمین پر ہیں اگر اسوقت موجود ہوں اور یہ بھی کو یوں کہے کہ حاکم تمہارے لیئے یوں فرماتے ہیں تب بھی اسوقت کی گفتگو سے کوئی یوں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سررشتہ دار بھی اس حکم میں داخل ہی علے ہذا القیاس جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو اس حکم کے سنانے میں احکم الحاکمین کے سامنے بہ نسبت ہمارے بمنزلہ سررشتہ دار کے ہیں اس حکم سی خارج سمجھنا چاہیئے اور یوں سمجھنا چاہیئے کہ حکم فقط امتیونکے لیئے ہی اور حدیث لانورث ماترکناہ صدقہ اس دقیقہ مخفی کے سمجھا دینے کے لئے اس آیت کی تفسیر ہے اقول واہ کیا خوب لکھا ہی کہ خدا تعالی کو تو کلکٹر ٹھیرایا ہی اور رسولخدا صلعم کو سررشتہ دار اسکا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ختاروں اور وکلا کے زمرہ میں نوکری بہت کی ہی اور کچہریوں ہی میں اپنی اوقات بسر کی ہی اسقدر بھی سمجھ میں نہ آیا کہ کجا احکام خدا اور کجا احکام کلکٹر اسکا قیاس اس پر کرکے اپنے دین سے تم خارج ہوگئے اور قرآن کے معانی میں جو تمنے تحریف کی اور یہ لکھا کہ یہ آیت خدا کی طرف سی نہیں ہی بلکہ رسولخدا کی طرف سی ہے اور اگر خدا کی طرف سی ہوتی تو یا عباد اوصیکم کہتا اس لکھنے سی تم علماء اہل سنت کے نزدیک کافر ہوگئے۔ اور فتوی تمہاری کفر کا اس رسالہ کے آخر میں لکھا جائیگا اور اس صورت میں تمہارے جواب کے رد کرنیکی احتیاج نہتھی لیکن واسطے واضح کرنے تمہاری جہالت اور بے بصیرتی کے لکھا جاتا ہی اور ایک امر جو کہ تمہاری جہالت اور کفر پر دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ تم تمام سورہ نساء کو کہتے ہو کہ یہ خدا کی طرف سی نہیں ہے بلکہ رسولخدا صلعم کی طرف سی ہے اور اس میں یہ بھی ہی کہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ الخ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کے بھیجنے والے اور طور کے بلند کرنیوالے جناب رسولخدا صلعم ہیں اور ایسا اعتقاد کفر محض ہی اور لازم آتا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم متکلم اور مخاطب دونوں ہوجائیں چنانچہ فرماتا ہی فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اور اس شخص کی عقل جاتی رہی ہی کہ آیت یوصیکم اللہ کو مثل سورہ فاتحہ کے کہتا ہی سورہ فاتحہ تو بمنزلہ دعا کے ہی کہ واسطے تعلیم بندوں کے نازل کی ہی کہ تم یوں کہا کرو اور جناب رسولخدا بھی ان بندوں میں شریک ہیں اور آیہ یوصیکم اللہ میں ایک حکم ہی خدا کی طرف سی سب بندونکو اور سورہ فاتحہ میں تو ایاک نعبد و ایاک نستعین دلالت کرتا ہی کہ بندے اس طرح سے کہا کریں اور آیت مذکورہ میں کیا چیز ہے کہ جو دلالت کرے اس امر پر کہ رسولخدا صلعم اسطرح سے کہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت کے واسطے یہ سورہ تصنیف کرکے نہیں بھیجا ہی کہ وہ مضمون تو رسولخدا صلعم کا ہو اور خدا تعالی نے انکے مضمون کا مسودہ کرکے بھیجدیا ہو بلکہ وہ مضمون بھی خدا تعالی ہی کا ہی اور اس جاہل کو دھوکا اس سبب سے ہوا ہی کہ خدا تعالی نے اپنے حکم کو متکلم کے صیغہ میں بیان نہیں کیا بلکہ غایب کے صیغہ میں بیان کیا ہی اور یہ نہیں جانتا ہی کہ خدا تعالی اپنی تئیں جیسے کہ متکلم کے صیغہ میں بیان کرتا ہی ایسے ہی غایب کے صیغہ میں بیان کرتا ہی اور یہ ایسا ہے جیسے کہ کوئی امیرالمومنین یامرک کی جگہ امیرالمومنین یامرک کا کہے اور یہ عین محاورہ عرب کا ہی چنانچہ علم معانی میں گزرا ہی اسنے معقول اور مختصر معانی کو نہیں دیکھا ورنہ ایسی بیہودہ بات نہ کہتا اور یہ ایک بیہودہ بات جو لکھتا ہی کہ اگر یہ آیت خدا کی طرف ہوتی تو یا عباد اوصیکم کہا جاتا تہا قطع نظر اسکے کہ خدا کے کلام کو اصلاح دیکر کافر ہوتا ہی موافق فتاوی علماء اہل سنت کی اسطرح کی تو سینکڑوں آیتیں ہیں کہ انکے اول میں یا عباد کا لفظ نہیں ہے اور وہ سب خدا ہی کیطرف سے ہیں اور اگر کوئی انکو خدا کیطرف سے نہ کہتے تو علماء فریقین کے نزدیک وہ کافر ہی جیسے کہ یخیبکم و نمتیکم اور یہ بھی حصر نہیں ہے خدا تعالی متکلم ہی کے صیغہ میں بیان کرے بلکہ موافق محاورہ عرب کے سب طرح سی درست ہے چاہے متکلم کے صیغہ سے بیان کرے چاہے غایب کے صیغہ سے جیسے کہ علم معانی میں مذکور ہی اور یہ نہیں ہے کہ اگر خدا تعالی کسی حکم کو متکلم کے صیغہ میں بیان کرے تو وہ تو اسکی طرف سے ہو اور جو غایب کے صیغہ میں بیان کرے تو وہ رسولخدا صلعم کی طرف سے ہو اور خدا کی طرف سے نہو لیکن جاہل ناواقف سے کیا کہا جاسکتا ہے کہ بیہودہ رونا اپنے دین کا کہوتا ہی پس معلوم ہوا کہ ہر حکم خدا کی طرف سے ہے خواہ متکلم کے صیغہ میں ہو خواہ غایب کے صیغہ میں۔ چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط اور رسولخدا صلعم

ہی محکوم اُس حکم کے ہیں مگر بعضے حکم میں بدلیل متفق علیہ فریقین سو لخذا مستثنے ہیں اور رسو لخذا صلعم کی طرف سے قرآن میں کوئی حکم نہیں ہے اور جو کوئی اسکا قائل ہی کہ رسو لخذا صلعم کی طرف سے بہی حکم ہیں وہ سب مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے چنانچہ فتوی سے علمائے اہل سنت کے معلوم ہوتا ہی اور یہہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جناب سو لخذا صلعم ایک حکم کو خدا تعالے کیطرف منسوب کرکے اور اپنی طرف سی بناکر لوگوں کو سنائیں کہ خدا تمکو یوں وصیت کرتا ہی اور حال یہہ ہے کہ خدا تعالی فرماتا ہی کہ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ یعنی اور اگر افترا کرتا ہمپر محمد صلعم بعضی باتونکو تو البتہ پکڑتے ہم اُس سے دست راست اُسکا پہر البتہ کاٹتے ہم اُس سے دل کی رگ کو اور اگر کوئی کہی کہ رسو لخذا صلعم نے اپنی طرف سی یہہ حکم بناکر خدا کی طرف منسوب نہیں کیا ہی بلکہ پہلے سی یہہ حکم نازل ہولیا تھا تو ہم کہینگے قرآن موجود ہی دیکھ لو سوائے اس مقام کی کسی آیت میں تم نہیں ہے کہ تو میرے بندوں کو اسطرح سے کہنا کہ خدا تمکو وصیت کرتا ہی تمہاری اولاد میں اور اگر سوائے قرآن کے کسی اور وحی سی معلوم ہوا تھا تو وہ حدیث قدسی تھی اسکو درج قرآن نکرتے بلکہ زبانی بیان کردیتے اور کلکٹر گو اپنا نام لیکر اہل مقدمہ کو نہیں سناتا ہی کہ پولٹن صاحب تمکو یہہ حکم دیتے ہیں لیکن خدا تعالی اپنا نام لیکر فرماتا ہی کہ اللہ تمکو یہہ حکم دیتا ہی اور خدا تعالی کا یہہ حکم ہی لیکن جاہل ناواقف سے کیا کہا جائی اور اگر تو اسکے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہی تو کسی دوسرے عربی داں واقف علم معانی و بیان سے پوچھ کہ مطول یا مختصر معانی میں مندالیہ کی بحث میں کیا لکہا ہی اور آیہ یوصیکم اللہ صاف دلالت کرتی ہی اس امر پر کہ مخاطب اسکے جناب سو لخذا صلعم اور تمام آدمی اُمت کے ہیں اسواسطے کہ اسکو جبرئیل علیہ السلام آسمانوں سی لیکر آئے ہیں تو سب کے ہی واسطے لیکر آئی ہیں مع پیغمبر کے اور پہلے حضرت جبرئیل نے رسو لخذا صلعم کیطرف خطاب کرکے مع جمیع امت کے یوصیکم اللہ فرمایا ہی تو رسو لخذا صلعم بہی اس حکم میں شریک ہیں اور جسوقت پہلے سب سے جبرئیل نے یوصیکم اللہ کہا تو چاہئی کہ موافق اعتقاد اور سمجہ اس شیخ کے آیت حضرت جبرئیل کی طرف سے ہو کہ خدا تعالی نے اُنکے واسطے تصنیف کرکے بہیجا ہو اور جناب سو لخذا تو جبرئیل کے بعد ہیں وہ پہلے جبرئیل کے واسطے ہو تو بعد اُسکے رسو لخذا صلعم کے واسطے ہو اور جبرئیل کیطرف سے ہونا تو باطل ہی کہ وہ سول محض ہیں ایسی ہی رسو لخذا کیطرف بہی ہونا باطل ہی کہ وہ بہی سول محض ہیں اور جو ہی خدا کیطرف سے ہے اور اگر رسو لخذا صلعم نے جو لوگونکو یہہ حکم خدا سنایا ہے اس جہت سے کہ لخذا البطرف سے یہہ آیت ہوگئی تو چاہئی کہ بعد رسو لخذا کے جو واعظ اس حکم کو سناوے تو وہ حکم اسکی ہی طرف سے ہو جاوے اور وہ اس حکم سے خارج ہو اور یہہ مضمون کہ خدا نے رسو لخذا کے واسطے آیتونکو تصنیف کرکے بہیجا ہی کہ وہ آیتیں خدا کیطرف سے تو بندوں کو نہیں ہیں بلکہ رسو لخذا کیطرف سے آتینکو ہیں کسی روایت میں نہیں آیا ہی اور اس شیخ نے اس مضمون کو اپنے دل سی تراشا ہی اور اسواسطے علماء اہل سنت نے اسکے کفر کا فتوی دیا ہی اور اگر اس آیت سے پہلے قل کا لفظ ہوتا تو ایک وہم ہوتا تھا کہ رسو لخذا کیطرف سے ہو لیکن یہہ بہی سب جگہہ صحیح نہیں ہے جیسے کہ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا اور قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ آیت اگر بعد قل کے بہی رسو لخذا صلعم کیطرف سے ہو تو لازم آئی کہ سب آدمی سو لخذا صلعم کے بندے ہیں اور قرآن میں ایسا آیا ہی کہ بعضے قاریوں نے تعلم متکلم کو بصیغہ غائب کا صیغہ پڑہا ہی اور ضمیر اسکی خدا کیطرف پہیرتی ہی یعنی چاہئی کہ متکلم کے صیغہ ہو نہیں وہ حکم خدا کیطرف سے ہو اور غائب کا صیغہ ہونے میں وہ ہی حکم خدا کیطرف سے نہو بلکہ سو لخذا کیطرف سے ہو جاوے واہ کیا خوب ہر لیات تراشے ہیں اور آیہ یوصیکم اللہ بہی پہلے آیہ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ جو ہی دیکھو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ عورت کا ماں باپ کے ترکہ میں حصہ اور خصوصیت اُمت کی عورتوں کی نہیں ہے اور موافق قول اس شیخ نجدی کے آیہ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ چاہئی کہ صحیح نہو اور نہ خدا کی طرف سے ہو اور نہ پیغمبر کیطرف سے ہو آیت اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ چاہئی تھا اور اگر رسو لخذا صلعم کی طرف سے ہوتی تو وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ ہوتا کس طرح کا جاہل اور کودن ہے یہ شخص کہ عرب کے محاورہ سے تو واقف نہیں ہے اور شیعوں سے گھنگو کرکے موجود ہو گیا اور معانی اور بیان سے اگر کچہہ بہی اطلاع رکھتا تو خدا تعالی کو کلکٹر نہ ٹہیراتا اور قوانین میں اسکو بہی ہم واضح کرینگے اور آیہ یوصیکم اللہ مثل سورہ فاتحہ کے نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم لکہہ چکے اور یہہ کچہہ ضرور نہیں ہے کہ کلکٹر کا حکم مقدمہ والوں ہی کے واسطے ہو اور سررشتہ دار کا ہر حکم ہی خارج ہو بلکہ کلکٹر اپنی طرف سے انتظام اور مصلحت رعایا کی علی العموم بہی اکثر حکم دیا کرتا ہی اور اسمیں سررشتہ دار بہی محکوم ہوتا ہی اور یہاں ایسا ہی ہی پس معلوم ہوا کہ جیسے سررشتہ دار بہت حکموں سے خارج نہیں ہوتا ہی ایسی ہی سو لخذا صلعم بہی اس حکم ہی خارج نہیں ہیں اور کلکٹر اور سررشتہ دار کی مثال یہاں لانی مناسب نہیں ہے بلکہ اسطرح سی مثال دینی چاہئی کہ ایک بادشاہ جلیل القدر اور اسکا ایک وزیر بہی صاحب منزلت بزرگ ہو اور وہ بادشاہ اپنی رعیت پر مع وزیر کے کوئی حکم تجویز کرکے بہیجے وزیر کے یا اس کہ یہہ حکم تو اونکو سناوے تو وہ اگر گو سنانے کا بہی اور خود بہی بہیجنے میں شریک ہوگا اور لوگوں سے کہیگا کہ بادشاہ کا یہہ حکم ہی وہ جناب سو لخذا صلعم تیرہ سو برس نزدیک گو منزلہ سررشتہ دار کلکٹر کے ہیں لیکن جیسے کہ سررشتہ دار حکام کو احکام سرکار جو متعلقہ مقدمات مرجوعہ عام ہیں اور وہ احکام سرکاری ہیں انسی خارج نہیں ہوتا ہی ایسے ہی سو لخذا صلعم احکام خدا ہی گو لوگونکو وہ سناتے ہیں لیکن اُس سے خارج نہیں تہے ہیں اور حکم جناب سو لخذا صلعم اور تا قیامت کے واسطے ہی اور روایت نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ مخالف ہے آیہ یُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ اور آیہ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ کی اور انصاف تو اور شی ہی اور تعصب سب و چیز ہی تو حوالہ کیا ہے ازراہ تعصب اپنے مذہب کی دلیلیں اپنے دل سے تراش کر لکہتا ہی خواہ حق ہوں خواہ ناحق ہوں اور اگر انصاف و حق چاہتا ہی تو یہہ ہی کہ روایت لا نورث بالکل جہوٹی ہی اسواسطے کہ اگر یہہ روایت سچی ہوتی تو خدا تعالی نے جیسے کہ وراثت اولاد کی قرآن میں بیان کردیا کہ انبیاء کا ترکہ کسیکو نہیں پہنچتا ہی خواہ تو اسی آیت میں مستثنے کردیتا خواہ دوسری جگہ بیان کردیتا کیا خدا کو علم نہ تہا کہ اسکے بیان نہ کرنے میں نزاع واقع ہوگا اور لوگ گمراہ ہو جائینگے میں اسکو بہی کہولکا اور واضح کرکے لکہدوں کہ میرے بندوں میں جہگڑا نہو جسوقت کہ اسکو نہ لکہا تو اس سے معلوم ہوا کہ

کہ یہ روایت جھوٹی ہی اور ایسے ہی حدیث ثقلین جو کہ متفق علیہ فریقین ہی اس سے بھی روایت لانورث کا دروغ ہونا معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ روایت ثقلین کی خطاب میں ابوبکر عمر وغیرہ سبھی صحابہ داخل ہیں اور ان الثقلین میں افضل سب سے حضرت علی ہیں اور انہوں نے روایت لانورث کو تسلیم نہیں کیا ہی اور ابوبکر سے اسمیں گفتگو کی ہی اور ابوبکر اور عمر دونو کو کاذب و خائن جانا ہی **قال الشیخ الاشعری** برشیعہ بسبب کم فہمی اور نہایت کجی طبیعت کے باعث تفسیر کو تبدیل اور تغییر سمجھتے ہیں اور آیہ میں تخالف جانتے ہیں قصور تو اپنا اور طعن ابوبکر صدیق کی ذمہ اس تقریر کے بعد تو یقین یوں ہی شیعہ اپنے دل میں پشیمان ہوکر موسن خاں کا یہ مصرع پڑھیں گے میں ازاں انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا الغرض ذرہ برابر حدیث مذکور اور آیہ معلوم میں تخالف نہیں بلکہ حدیث مذکور آیہ معلوم کی تفسیر ہی اور سنیوں کی سب حدیثیں کلام اللہ کی تفسیر ہیں اہل فہم سمجھتے ہیں اور کم فہم نہ سمجھیں تو اپنا سر کھائیں اور اس حکم سے اور سوا اسکے جو حکم کہ ایسے ہی عبارات میں مندرج ہی جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خارج ہیں ہاں جیسے کبھی سرشتہ دار کی نسبت بھی یہی حکم کنون خاطر ہوتا ہی تو آگے پیچھے اسکو متعین کردیتے ہیں کہ تمہارے لئے بھی یہی حکم ہی مثلاً کسی ضلع میں کوئی کلکٹر ہو اور اسی ضلع کا رہنے والا کوئی مالگذار اسکی کچہری کا سرشتہ دار ہو اور بہ نسبت مالگزاروں کے کوئی حکم صادر ہو اور وہ سرشتہ دار مالگزاروں کو یوں حکم سنائے کہ تمہارے لیے یہ حکم ہوا ہی تو گو ان الفاظ سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ سرشتہ دار کے لئے بھی یہی حکم ہی لیکن باینوجہ کہ سابق خلوت جلوت میں اسکو یہ بات متحقق ہو کہ سب مالگزاروں کے لئے ایک ہی حکم ہی وہ سرشتہ دار بھی وقت تعمیل حکم اسی حکم کا پابند رہیگا سو اگر بعض احکام میں مثل صوم صلوۃ وحج وزکوۃ رسول اللہ صلعم بھی شریک ہوں اور پھر بالفرض وہ بھی ایسے ہی الفاظ سے کلام اللہ میں وارد ہوئے ہیں کہ موافق تقریر مسطور رسول اللہ صلعم اس حکم سے خارج ہونے چاہئیں تو کسی اور قرینہ اور خطاب نہانی سے آپکو اپنا شمول اس حکم میں ہوا مگر چونکہ اس حکم میں یہ متحقق ہوگیا ہو کہ میں حکم میراث سے خارج ہوں بلکہ بالخصوص اسبات میں میرے لئے اور حکم ہی تو بایں نظر کہ مبادا صوم وصلوۃ کا اشتراک دیکھکر باقی ماندگان یہ سمجھ جائیں کہ گو اس آیت سے آپکا شمول اس حکم میں معلوم نہیں لیکن کیا عجب کہ مثل صوم صلوۃ اس حکم میں بھی کبھی وحی جدید کے باعث آپ شریک ہوگئے ہوں اور یہ سمجھکر اموال متروکہ کو جو بضرورت اخراجات وغیرہ کسیکو دیا نہیں گیا تھا تقسیم کرلیں اور تصرف غیر واجبی سے انجام کار دین و دنیا کی خرابی اٹھائیں **اقول** جو کوئی تیری مرضی کے موافق کہے وہ تو سمجھدار ہی اور جو کوئی تیرے بیہودہ کلام کو نہ مانے وہ تیرے نزدیک کم فہم ہی اور وہ کونسا عقل کا دشمن ہے کہ جو روایت مصنوع ابوبکر کو جو مخالف مضمون آیت کے ہی اسکو اس آیت کی تفسیر کہدیگا اور ہم تصور فہم تغییر انہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ تو جان بوجھکر ابوبکر کی محافظت کے واسطے اسکی عیب سے بچانا تاویلیں ایجاد کرتا ہی اور اپنی اس بیجا گفتگو سے ارادہ الزام نبی کا کرتا ہی لیکن ہم الزام کب کھا سکتے ہیں اور ثابت ہوچکا ہی کہ آیت قرآن اور روایت ابوبکر میں بالکل مخالفت ہی اور یہ روایت تفسیر اس آیت کی ہرگز نہیں ہوسکتی ہر چند تو ہاتھ پاؤں مار اور یہ بھی غلط ہی کہ سنیوں کی سب حدیثیں کلام اللہ کی تفسیر ہیں اور اگر کوئی بعضی روایت کلام اللہ کی بعضی آیت کی تفسیر ہوئی تو ہوا کرے لیکن یہ روایت ہرگز تفسیر اس آیت کی نہیں ہی اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی حکم سے خارج نہیں ہیں مگر جو حکم کہ حضرت کی شان کے مخالف ہو اور یا کسی قرینہ سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت اسکی شامل نہیں ہیں اور جسوقت کہ حکم عام حاکم کیطرف سے صادر ہو کہ جو کوئی کسیکا مال چرائیگا تو وہ قید ہوگا تو گو سرشتہ دار اس حکم کو سناتا ہی لیکن اس حکم کا وہ بھی محکوم رہیگا اور آگے چیچے کہنے کی اور اسکو جتلانے کی کچھ احتیاج نہیں ہی جسوقت یہ حکم حاکم کی زبان سے سنیگا اسیوقت اسکو معلوم ہوجائیگا کہ مجھکو بھی یہی حکم ہی اور سب آدمی سمجھ جائینگے کہ سرشتہ دار بھی اس حکم سے خارج نہیں ہی ایسے ہی اگر حکم عام رب دادگار سے بندوں پر جاری ہو اور وہ حکم حضرت صلعم کے مرتبہ کے مخالف نہیں ہی تو وہ حضرت بھی اسمیں شریک ہونگے الفاظ اس حکم کے کیسے ہی ہوں اور کسی اور قرینہ اور خطاب سے شامل کرنیکی احتیاج نہیں ہے جیسے کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ اور وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ اور اگر جناب رسولخدا صلعم اس حکم میں شریک نہیں ہیں تو قرآن یا حدیث سے اسکی سند لانی چاہئے اور بے سند تو ہر ایک شخص اپنی بات کے بنانیکو جھوٹے فقرے بنا سکتا ہی مگر خصم اسکو کب تسلیم کرتا ہی اور جناب رسولخدا صلعم کو ہرگز یہ متحقق نہیں ہوا ہی کہ میں حکم میراث سے خارج ہوگیا ہوں بلکہ اپنے تئیں اس حکم کی شریک جانتے اور سوا اس حکم کے اور کوئی حکم حضرت کے واسطے نہیں ہی اور وہ کون دیوانہ ہی کہ جو یہ سمجھیگا کہ حضرت اس حکم میں شریک نہیں ہیں بلکہ مثلاً حکم صوم وصلوۃ اس حکم میں بھی حضرت کو شریک جانیں گے اور وحی جدید کی احتیاج نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اور یہ تخصیص کہ رسول اللہ صلعم کا مال بعد وفات میراث میں نہیں آسکتا کچھ نئی تخصیص نہیں بہت سے حکم ایسے ہیں جسمیں امت کے لئے کچھ حکم ہی اور رسول اللہ صلعم کے لیے کچھ اور حکم تہجد بشہادت شروع سورہ مزمل و آیہ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک رسول اللہ صلعم پر باتفاق اکثر امت فرض تھا اور باقی تمام امت پر فرض نہیں صوم وصال آپکے حق میں موجب ثواب تھا باقی تمام امت کے لیے ممنوع اگر کوئی عورت اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کو ہبہ کردے تو آپکو وہ حلال تھی اوروں کے لیے وہ حلال نہیں آپکے ذمہ مہر اور عورتوں کے حق میں عدل یعنی سوتے لیٹنے میں برابری نہانی فرض تھی گو آپنے تمام عمر عدل ہی سے گزاری اور مہر بھی دیا اور باقی تمام امت پر یہ دونو باتیں ضروری ہیں سب امت کے لئے چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے چنانچہ اسی سورت کے شروع میں اس تعداد کا ذکر ہی اور باتفاق امت اثنا عشریہ بلکہ اکثر فرقہای شیعہ وسنی اسکی یہی معنی ہیں کہ چار تک اجازت ہے آگے اجازت نہیں حالانکہ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حکم سے خارج ہیں آپکے حق میں سب جانتے ہیں کہ قید نہ تھی اور اس حکم سے آپکے خارج ہونیکی وجہ یہی سمجھ معلوم ہوتا ہی کہ یہ کلام خدا کیطرف سے نہیں بلکہ بمنزلہ آیہ یوصیکم اللہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کیطرف سے ہی

اقول تو اپنی خوشی ہی تخصیص کہتا ہی بے سند تخصیص کیونکر ہو سکتی ہی اب اس آیت میں اور بعض احکام میں جو جناب سولخدا صلعم خاص ہیں انکو واسطے اسناد اور دلائل شرعیہ موجود ہیں اور روایات میں وارد ہوا ہی اور اس آیت کی تخصیص کرنیوالا وہی شخص ہی کہ جو خاصتہ ہے اور اپنی فائدہ کیواسطے روایت بنا کر کہتا ہی اگر سوائے اسکے کوئی دوسرا شخص کہنے والا ہوتا تو البتہ کچھ گنجایش ہوتی اور جسقدر خصائص حضرت صلعم کے بیان کئی گئی ہیں انکی سندیں موجود ہیں اور جو کچھ خصوصیتیں جانب خدا سے حاصل ہو گئی ہیں انسے لازم نہیں آتا ہی کہ جس چیز میں حضرت کے واسطے خصوصیت نہیں ہے اسمیں بھی وہ حضرت خاص ہو جائیں اور اہل سنت کی کتابوں میں جو خصائص سولخدا صلعم کے لکھے ہیں انمیں کہیں یہ خصوصیت نہیں لکھی ہی کہ پیغمبر خدا کا مال بعد وفات کے صدقہ ہوتا ہی اور وارثوں کو انکے نہیں پہنچتا ہی اور اگر ایسے ہی بے دلیل ان حضرت کو خاص کرنا منظور ہی تو نماز و روزہ میں بھی انکو خاص کر دو اور کہو کہ ان حضرت پر نماز و روزہ واجب تھا مگر امت پر واجب ہے اور اگر جناب رسولخدا صلعم چار عورتوں کے حکم سے خارج ہیں کہ زیادہ بھی کر سکتے ہیں تو جب حکم خدا تو یکیا ضرور ہی کہ بحکم خدا میراث کے حکم سے بھی خارج ہو جائیں اور اسمیں بھی اور اسمیں بھی سب میں حکم خدا ہی اور سب خدا ہی کیطرف سے ہے کہ وہی احکام کا جاری کرنیوالا ہی نہ اور کوئی چنانچہ فرماتا ہی ان الحکم الا للہ یعنی نہیں ہے حکم مگر واسطے خدا کے اور جناب سولخدا صلعم تو واسطہ میں خدا تعالی کے احکام کے پہنچانیکا جیسے کہ جبرئیل واسطہ ہیں احکام کے پہنچانیکا سو حضرت جبرئیل کو احکام کے پہنچانیکے سبب سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ احکام جبرئیل کیطرف سے ہیں خدا کیطرف سے ایسے ہی رسولخدا صلعم کو نہیں کہہ سکتے البتہ فرق یہ ہی کہ جبرئیل مکلف ان احکام کے نہیں ہیں اور جناب سولخدا صلعم مکلف بھی ہیں اور بعضے احکام تو ایسے ہیں کہ جناب سولخدا صلعم انمیں شریک امت کے نہیں ہیں اور اکثر ایسے ہیں کہ جنمیں خود بھی شریک ہیں جیسے کہ کوئی بادشاہ عالیقدر اپنے وزیر کے پاس احکام علی العموم جاری کرنیکے واسطے بھیجے کہ بعضے احکام تو ایسے ہوں کہ انمیں وزیر شریک ہو اور بعضے ایسے ہوں کہ انسے خارج ہو لیکن جس حکم سے کہ خارج ہو اسکی اطلاع کر دے اور آیہ مذکورہ میں اور سوائے اسکے اور کسی آیت میں یہ حکم نہیں ہے کہ رسولخدا صلعم کو اطلاع کر دی ہو کہ تو اس حکم سے خارج ہی اور چاہیے تو یہ تھا کہ اگر رسولخدا اس حکم سے خارج تھے تو جیسے کہ خدا تعالی نے اولاد کی میراث کا حکم بیان کیا تھا یہ بھی بیان کر دیتا کہ پیغمبر اس حکم سے خارج ہی **قال الشیخ الاشعری** جیسے کچہری کی عرضی نویس کو عرضی لکھدیتے ہیں اور وہ عرضی لکھنیوالے کی ہی سمجھی جاتی ہی عرضی نویس کے کوئی نہیں کہتا ہی ایسے ہی اس حساب سے ان احکام کو رسولخدا صلعم کے احکام یعنی وعظ و پند سمجھنا چاہیے کیونکہ اس تعلیم کے ذکر سے کچھ ہی پہلے شروع میں اس سورہ کے اسطرح سے خطاب ہے یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة یعنی اے لوگو ڈرو تم اپنے اس رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے یعنے حضرت آدم سے پیدا کیا ہی فقط سو یہ کلام اور یہ خطاب ظاہر ہی کہ خدا کیطرف سے بندوں کو ہی نہیں سکتا فرماتے ہیں یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم یعنی اے لوگو ڈرو تم اپنے رب سے جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے فقط اب یہ کلام اور یہ خطاب رسول اللہ صلعم کیطرف سے ہو اور مخاطب اس بنا کے امتی ہوں تو لاجرم یہ احکام بھی نسبت امتیوں کے ہونگے **اقول** جو کوئی کسی سے عرضی لکھوائیگا تو وہ عرضی البتہ اس لکھوانیوالے ہی کی کہلائیگی اور اس لکھنے والیکی کوئی نہ کہیگا لیکن قرآن شریف کو رسولخدا صلعم نے نہیں لکھوایا ہی اور نہ قرآن شریف تھوڑا یا بہت رسولخدا صلعم کا مضمون ہے کہ انہوں نے اسکو خدا تعالی سے لکھوایا ہو سوائے اسکے کہ خدا تعالی فرماتا ہی ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناه نورا نهدی به من نشاء من عبادنا یعنی نہیں جانتا تھا تو کہ کیا ہی کتاب اور نہ ایمان اور لیکن ہمنے کر دیا ہی اسکو نور کہ راہ دکھلاتے ہیں ہم اس سے جسکو چاہتے ہیں بندوں اپنے میں سے فقط رسولخدا صلعم تو جانتے ہی پہلے اس سے کہ قرآن کیا چیز ہی پھر انکا مضمون وہ کیونکر ہو جائیگا اور خدا تو فرماتا ہی کہ ہمنے اسکو نور واسطے ہدایت کے کر دیا ہی اور یہ کودن جاہل کہتا ہی کہ وہ خدا کیطرف سے نہیں ہے بلکہ رسولخدا کیطرف سے ہی بھلا خلاف مذہب کل مسلمانوں کے یہ کیونکر ہو سکتا ہی پس معلوم ہوا کہ وہ خدا تعالی کا مضمون ہے اور خدا تعالی ہی کیطرف سے ہی تو خدا تعالی ہی اسکا ایک عبارت میں بنا کر بھیجنے والا ہی واسطے مصلحت بندوں کے اور جناب سولخدا صلعم ان مضامین کو خدا تعالی کے بندوں کو سنانیوالے ہیں سو یہ احکام رسولخدا صلعم کیطرف سے نہیں ہو سکتے بلکہ کوئی حکم جناب سولخدا صلعم کیطرف سے نہیں ہے جو حکم کہ قرآن میں ہے وہ خدا ہی کیطرف سے ہی چنانچہ فرماتا ہی ان الحکم الا للہ وہ حضرت تو پہنچانیوالے احکام خدا کے ہیں اور آیہ یا ایها الناس اتقوا الخ خدا تعالی ہی کیطرف سے ہی تو خدا تعالی ہی کیطرف سے اسکے بندوں کو خطاب ہے اور جو کوئی کہتا ہی کہ کلام اور خطاب خدا کیطرف سے اسکے بندوں کو ہو ہی نہیں سکتا اور نہ یوں فرماتا کہ یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم وہ شخص نزدیک علماء اہل سنت کے کافر ہی اور فتوی اسکے کفر کا ہمارے یہاں موجود ہی اور پانچ علماء دہلی کی اسپر مہر ہی وہ بھی انشاء اللہ تعالی اس رسالہ کی آخر میں لکھا جائیگا اور یہ شیخ جاہل اور کلام عرب سے ناواقف جو ہی تو جس حکم کو خدا تعالی نے غائب کے صیغہ میں بیان کیا ہی اسکو کہتا ہی کہ یہ خدا کیطرف سے نہیں ہے بلکہ رسولخدا کیطرف سے ہی اور اگر خدا کیطرف سے ہوتا تو متکلم کے صیغہ میں بیان کرتا اور حال یہ ہے کہ یہ عین محاورہ عرب کا ہی کہ متکلم اور غائب اور مخاطب کے صیغہ میں بیان کرتے ہیں اور امیر حوکہ مصنف خطبہ کا ہوتا ہی کہتا ہی کہ یا ایها الناس اطیعوا امیرکم اور یہ کچھ ضرور نہیں ہی کہ الطیعونی ہی کہے اور کتابوں کے خطبوں میں لکھتے ہیں کہ اما بعد فیقول فلان بن فلان اور ضرور نہیں ہے کہ متکلم کا صیغہ کہے اور اگر نہ کہے تو وہ اسکو طرف سے نہ ہو بلکہ دوسری کیطرف سے ہو جو کہ اسکو پڑھتا ہی اور مظہر کو مقام مضمر کے لانا عین محاورہ عرب کا ہی اور اسی مختصر معانی میں مسند الیہ کی بحث میں جسجگہ کہ مظہر کو مقام مضمر کے لاتے ہیں وہ مقام نہیں پڑھا ہی اور قول خلفا کا اسمیں مثال لکھی ہی کہ امیر المومنین یامرک کو انا آمرک کی جگہ کہتے ہیں اور یہ شعر حضرت علی کا مختصر معانی میں لکھا ہی الهی عبدک العاصی اتاک * مقرا بالذنوب وقد دعاک * دیکھو یہاں غائب کا صیغہ آیا ہی کہ انا العاصی اتیتک نہ کہا اور عبدک العاصی کہا اور یہی حال آیہ یوصیکم اللہ کا ہی اور ایسے ہی حال ہر آیت قرآن کا ہی جسجگہ کہ ضمیر متکلم کی جگہ اللہ یا رب کا لفظ آیا ہی اور یہ شیخ مسیب جہالت اور ناواقف ہونیکے محاورات کلام عرب سے اگر خدا تعالی نے غائب کے صیغہ میں اپنا ذکر کر دیا تو کہتا ہی کہ یہ کلام خدا کی طرف سے نہیں ہے اب واضح ہو گیا کہ جسقدر قرآن شریف میں آیتیں ہیں وہ سب خدا کیطرف سے ہیں اور رسولخدا صلعم کیطرف سے ایک بھی آیت نہیں ہے اور جو کوئی ایسا کہے وہ کافر ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جو کوئی اسکو اپنے پاس سے نازل کرے اسکی طرف سے تو نہ ہو اور جو کوئی بڑھکر

پڑھ کر سنانا خدا کی طرف سے ہو جائے اور اگر یہی ہے تو چاہئے کہ وعظ وغیرہ سوائے رسولخدا صلعم کے جو احکام خدا کو سناتے ہیں انکی یہی طرف سے قرآن ہو جائے اور خدا کی طرف سے نہو اور جو کوئی سنائے وہ اُس حکم میں شریک نہو اور جسوقت کوئی وعظ کلام اللہ کو پڑھ کر احکام خدا لوگوں کو سناتا ہے تو کوئی یہ نہ کہیگا کہ رسولخدا صلعم کا حکم سناتا ہے بلکہ یہ کہیگا کہ خدا کا کلام پڑھتا ہے اور اُسی کا حکم سناتا ہے البتہ جو کوئی حدیث کو پڑھکر سنائیگا تو کہیں گے کہ یہ رسولخدا صلعم کا کلام پڑھکر حضرت کا حکم سناتا ہے اور کوئی قرآن کی آیت اگر ہو گی تو اُسکو قال اللہ تعالی لکھیں گے اور قال رسول اللہ نہ لکھیں گے اسواسطے کہ وہ اگر رسولخدا صلعم کی طرف سے ہوتی تو قال رسول اللہ لکھتے اور یہ شیخ نجدی کہتا ہے کہ یہ رسولخدا ہی کی طرف سے قرآن کی آیتیں ہیں اور اس شیخ نے آیت یا ایھا الذین امنوا کو جو لکھا ہے کہ اسمیں اگر ضمیر متکلم کی ہوتی تو یہ خدا کی طرف سے ہوتی اور ضمیر متکلم کی جو اسمیں نہیں ہے تو اسواسطے یہ رسولخدا صلعم کی طرف سے ہے یہ قول اُسکا نہایت پوچ ہے اسواسطے کہ اسی سورہ میں لکھا ہے اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُوْلَ اُسکے قول کے موافق یہ آیت نہ خدا کی طرف سے ہو سکتی ہے نہ رسولخدا کی طرف سے اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو اطیعونی واطیعوا الرسول ہونا چاہئے تھا اور اگر رسولخدا کی طرف سے ہوتی تو اطیعوا اللہ واطیعونی ہوتا جب ان دونوں کی طرف سے یہ آیت نہوئی تو کوئی اور شخص پیدا کرنا چاہئے جسکی طرف سے یہ آیت ہو اور اسطرح کی آیتیں قرآن میں بہت ہیں جیسے کہ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اور وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اور خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یہ آیت رسولخدا کی طرف سے تو ہو ہی نہیں سکتی اسواسطے کہ خطاب اُن حضرت کی طرف ہے اور موافق اعتقاد اس شیخ کے خدا کی طرف سے بھی یہ آیت نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو لکنی اھدی من اشاء ہوتا اس شیخ کے نزدیک خدا تعالی سے بڑی غلطی ہوئی کہ اپنا نام لیا اور لکن اللہ یھدی کی جگہ لکن اللہ یھدی کہا اور کلکٹر تو یوں نہیں کہتا ہے اپنا نام لیکر کہ پلوٹن صاحب تمکو یہ حکم دیتا ہے اور خدا تعالی نے جو اپنا نام لیا اور کہا کہ لکن اللہ یھدی تو اس شیخ نجدی نے نزدیک خدا تعالی سے بڑی غلطی ہوئی کہ مثل کلکٹر کے اپنا نام لیکر یہ کہنا چاہئے تھا **قال الشیخ الاشعری** بیمار دار جو بحکم حکیم حاذق بیمار کو نصیحت کرتے ہیں کہ تو دوا پی لے اور یا پرہیزی مت رہ یہ کسیکے نزدیک بیمار کے غیر کے یہ لازم نہیں کہ بیمار دار خود ہی دوا پیئے اور پرہیز کرے بلکہ اُنکے نزدیک بیمار دار ان احکام سے خارج ہوتا ہے ہی جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ جو ہم بیماروں کے لئے بمنزلہ بیمار دار کے ہیں بحکم حکیم مطلق یہ احکام مندرجہ ذیل یَآاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الی آخر السورت سب اُمتیوں کو سناتے ہیں تو لاجرم آپ ان احکام سے خارج ہیں اور اگر کسی حکم میں شریک ہی ہیں تو اُسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے اُس بیمار دار کو ہی حفظ صحت کے یا اور کسی مصلحت کی رعایت کے لئے وہ حکیم دوا یا پرہیز دونو ہی بتلادے جو اُس بیمار کے نسخہ اور پرہیز میں داخل ہے اس سے یہی ثابت ہو گیا کہ یہ تمام سورہ خاص کر شروع سے لیکر آخر رکوع یوصیکم اللہ تک جتنے احکام مذکور ہیں وہ سب بہ نسبت اُمتیوں کے صادر ہوئے ہیں اسمیں سے اگر کسی حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک اُمت ہیں تو سبب اور شارہ کنایہ وحی غیر کے سبب ہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ تمام سورہ نہیں تو آخر رکوع مذکور تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے عبارت بنائی گئی ہے بالجملہ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اکثر احکام مستثنے ہیں اور بہ ارشاد فہمیدہ سوائے امثلہ مذکورہ دنیا کے کاروبار میں سے اسکی بہت مثالیں نکال سکتے ہیں مثلاً فوجداری کے بہ نسبت عوام ملازموں کے بہت سے احکام میں مستثنے ہوتا ہے اور بہت احکام ایسے ہیں جو خصوص ہوتے ہیں جیسا سپاہی دیتے میں افسروں سے معاف ہوتا ہے پھر بولنا اور حکم بولنا اور انتظام کرنا اور موجودات لینی اور امور نہ ورثی حکام بالادست کو اطلاع کرنی افسروں کے ذمہ ہوتی ہے الحاصل حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مثل حکم تعداد منکوحات اس حکم سے خارج ہوئے تو یہ آیت اور وہ حدیث باہم مخالف نہوئی موافق اور متعلق ہی کلی **اقول** ۔ مثال یہاں جاری نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ جیسے کہ رسولخدا صلعم بمنزلہ بیمار دار کے ہیں ایسے ہی بیماروں میں بھی داخل ہیں کہ جیسے کہ اور لوگ مکلف شرع کے ہیں ایسی ہی حضرت بھی ہیں اور اس خارج نہیں ہو سکتے اور جیسے کہ جناب رسولخدا صلعم کو یہاں بیمار دار فرض کیا ہے اور باقیوں کو بیمار اسطرح سے تو خدا کے حکم کے سنانیوالی وعظ وغیرہ سب بیمار دار ہوتے ہیں چاہئے کہ وہ بھی احکام خدا سے خارج ہوں اور وہ لوگ ایسطرح خارج نہیں ہو سکتے اسواسطے جناب رسولخدا صلعم خارج نہیں ہو سکتے اور اگر خارج ہیں تو کم اور اشارہ سے خارج ہیں جسکو کہ شرع میں سقوط کہتے ہیں جسکو سب مسلمان تسلیم کرتے ہیں اور اگر سنانے کی جہت سے رسولخدا صلعم بمنزلہ بیمار دار کے ہیں تو چاہئے کہ سنانیوالی بمنزلہ بیمار دار کے ہو جائیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ وہ حضرت بیمار دار میں بھی داخل ہیں مثل اور لوگوں کے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ حضرت اس حکم عام سے تو خارج ہوں اور کسی وعظ و ارشاد کنایہ سے اسمیں داخل ہوں بلکہ اس حکم عام میں داخل ہیں اور کسی اور دلیل خارجی سے بعضے احکام سے مستثنے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورہ جناب رسولخدا صلعم کیواسطے نہیں بنایا گیا ہے بلکہ خدا تعالی نے یہ احکام خود اپنی ذات سے بتوسط کے واسطے سنانے بندوں کے رسولخدا صلعم کی زبان بھیجے ہیں اور خود بھی وہ حضرت ان احکام میں شریک ہیں اور اگر کسی حکم سے مستثنے ہیں تو دلیل منقول شرعی سے مستثنے ہیں جسکو سب مسلمان مانتے ہیں جو کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ سورہ رسولخدا کیطرف سے بنایا گیا ہے وہ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ اول سورہ سے آخر رکوع تک تو رسولخدا کی طرف سے عبارت بنائی گئی ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ بعض قرآن تو خدا کیطرف سے ہو اور بعض قرآن رسولخدا صلعم کیطرف سے نہ کسی روایت میں ہے نہ اصول فقہ کی کسی کتاب میں اور نہ معانی اور بیان کی کسی کتاب میں اسکا ذکر ہے اور خدا تعالی ہی کی بیان سے ثابت ہے کہ تمام قرآن خدا کی طرف سے ہی چنانچہ فرماتا ہے تلک آیات اللہ نتلوھا علیک بالحق اور کہیں تلک آیات الرسول نہیں فرمایا پھر رسولخدا صلعم کیطرف سے کیونکر ہو سکتی ہے اور اگر رسولخدا صلعم کے مکالمہ اور احکام قرآنیہ میں اسکے شریک نہیں ہیں تو اُن حضرت پر احکام سے جاری قرآن کا کوئی دوسرا قرآن ہو گا پس معلوم ہوا کہ خدا کا دو قرآن ہیں ایک پیغمبر کو واسطے اور دوسرا امت کے واسطے اور اسنے

یہ تو لکھا کہ اول سورہ سے آخر رکوع تک رسول خدا صلعم کے واسطے بنایا گیا ہی اور باقی کو نہ لکھا کہ کسواسطے بنایا گیا ہی شاید اسکے نزدیک ابوبکر کے واسطے بنایا گیا ہو اور افسر سپاہیوں کا جو اکثر احکام میں مستثنے ہوتا ہے وہ بادشاہ کے حکم سے مستثنے ہوتا ہی اور بادشاہ اُسکو کہدیتا ہی کہ تو فلانے فلانے حکم میں شریک نہیں ہے اور بے حکم بادشاہ کے اپنی طرف سے ایک بات بنا کر مستثنے نہیں ہوتا ہی ایسے ہی جناب رسول خدا صلعم ہیں کہ جس حکم میں خدا تعالی نے اُنکو مستثنے کردیا ہی اُس میں وہ مستثنے ہیں اور آیت یوصیکم اللہ میں خدا تعالی نے اُن حضرت کو مستثنے نہیں کیا ہی کہ کسی دوسری جگہہ فرمایا ہو کہ تو میراث کے حکم میں داخل نہیں ہے اور حکم تعداد منکوحات میں جو وہ حضرت داخل نہیں ہیں تو خارج کے اشارہ سے جو منقول ہی اور سب مسلمان اُسکو تسلیم کرتے ہیں ورنہ اطلاق اُن حضرت کے داخل ہونے ہی کو چاہتا ہے اور اس حکم سے خارج ہونا اُن حضرت کا جبکا مخصص منقول ہی تقاضا اس امر کا نہیں کرتا ہی کہ میراث کے حکم سے بھی کہ جبکا مخصص غیر منقول ہی خارج ہوجائیں اور جسوقت خارج نہوئی تو آیت یوصیکم اللہ میں اور روایت نحن معاشر الانبیاء میں مخالفت لازم ہوگئی **قال الشیخ الاشعری** ہاں مخالفت اسے کہتے ہیں کہ شیعہ اپنے اماموں سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنی والد کے یعنی وارثوں کو بعضے ترکہ کا حصہ نہیں دیا بلکہ خود اپنے آپ سب لے لیا ہی جیسے شیر اور مصحف اور انگشتری اور پوشاک بدنی سو جن روایتوں کی سند اماموں نے اُنکو حصہ نہیں دیا اول تو فقط اُنہیں کی روایت ہے اور کوئی اُسکا راوی نہیں دوسری یہ بات آیہ یوصیکم اللہ کے برطور مخالف تطبیق کے صورت نہیں ہے اگر بالفرض یہ حدیث غلط بھی ہو اور ابوبکر صدیق نے بنالی ہو تب بھی مضمون صحیح ہی نکلا حکم بہرحال یہی ہی کہ فدک وغیرہ متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں میراث جاری ہونیکا حکم نہیں اور اس لئے اب ہمیں اسکی ضرورت نہیں کہ اس حدیث کی صحت کی دلائل جمع کرکے پیش کریں یا کوئی اور وجہ درباره تطبیق حدیث مذکور اور آیت یوصیکم اللہ بیان کریں یا اس حدیث میں اور روایات باقیہ میں موافقت ثابت کرکے شبہ تخالف کو دور کریں کیونکہ کلام فدک میں میراث جاری ہونیمیں تھی سو اُسکے طرف سے اطمینان ہوگئی **اقول** اگر اماموں نے بعضے وارثوں کو اشیاء مذکورہ نہیں دی تو اس سے مخالفت آیہ مذکورہ کے لازم نہیں آتی کہ اشیاء مذکورہ مورث کے نماز اور روزہ کے عوض میں اُسکے فرزند اکبر کو دیے گئے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا نماز اور روزہ جو کہ اُس سے فوت ہوگیا تھا بجالاوے اور اُسکی عوض میں اشیاء مذکورہ کو لیوے اور بے وجہ نہیں ہے، اور اسکے دینے کی وجہ یہ ہی کہ حق الناس کہ جو کسیکی ذمہ ہوتا ہے تو بعد مرنیکے اُسکی جائداد میں سے دلوایا جاتا ہی اور نماز روزہ جو حق اللہ ہی اور مرنیوالیکے ذمہ رہگیا ہی تو اسکا بھی ادا کروانا چاہئے تاکہ وہ بری الذمہ ہوجائے سو اُسکی یہ صورت مقرر ہوئی ہی کہ فرزند اکبر کے ذمہ اُسے رکھا ہی اور عوض میں اُسکے یہ چیزیں مقرر کی ہیں کہ جو علاوہ ہیں اور اکثر فروخت نہیں ہوتی ہیں بلکہ آدمی اُنکو اپنے پاس ہی رکھتا ہی سو یہ اشیاء جو دی گئی ہیں مفت اور بے وجہ نہیں دی گئی ہیں بخلاف روایت بکری کے کہ اُس میں بلاوجہ حق رسول خدا صلعم کے وارثوں کا منقطع ہوا ہی اور نہایت کار یہ ہے کہ بعضی اشیاء جو کہ علاوہ ہیں اُنمیں اماموں نے حصہ نہیں دیا سو وہ موافق حکم شرع کے ہی کہ اُس مقدمہ میں حکم ہی اور اسیواسطے وارثوں نے اُسپر اعتراض نہیں کیا اور نہ کچھ تکرار کیا کہ وہ پہلے سے اس حکم کو سنے ہوئے تھے اور امام کو وہ معصوم بھی جانتے تھے بخلاف حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہ اُنہوں نے ابوبکر کی روایت لانورث کو تسلیم ہی نہیں کیا اور ابوبکر کو اس روایت میں دروغگو جانا کہ اُسپر غصہ ہوئیں اور تمام عمر ابوبکر سے کلام نکیا اور بعد ابوبکر کے عمر کے زمانہ میں حضرت علی نے اور حضرت عباس نے پھر دعوی کیا اگر ابوبکر کو اس روایت میں راست گو جانتے تو پھر دعوی کرتے اور ابوبکر کو اور عمر کو دونوں کو خائن اور کاذب اور غادر اور آثم کیوں سمجھتے اس میں اور اُس میں بڑا فرق ہی اور روایت لانورث میں جو صاحب کہ پیغمبر خدا کے مال متروک کے صدقہ ہونیکے مدعی ہیں وہی اُسکے راوی ہیں اور کوئی شخص نہیں ہے اور سوائے اُنکے اور کسی شخص نے اُس روایت کو بیان نہیں کیا ہی اور اگر کوئی اور بھی اُسکا راوی ہوتا تو حضرت فاطمہ ابوبکر کے قول کو تسلیم کرلیتیں اس جہت سے کہ سوای مدعی صدقہ اور بھی اسکے راوی ہیں اور اس تحریر سے ہماری ثابت ہوگیا کہ اماموں کا امر آیت کے مطابق ہے اور روایت لانورث ساختہ اور پرداختہ ابوبکر کے مخالف ہی اور اُسکی صحیح ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے اور اُسکا مضمون ہرگز صحیح نہیں نکلا بلکہ غلط نکلا اور فدک میں میراث کے جاری نہونیکی کوئی ایسی وجہ پیدا نہوئی کہ جس سے اطمینان حاصل ہو اور احتمالات سے کام نہیں چلتا ہی اور روایت لانورث کی صحت کی ایک بھی دلیل نہیں ہے چہ جائیکہ دلائل کہ اُنکو تم پیش کرو اور تطبیق تو کسی وجہ سے روایت مذکور کی آیت مسطورہ سے نہیں ہوسکتی اور ایسی تمنے دونوں کے موافقت میں سعی کی اور ایسے مضامین خلاف اعتقاد اہل اسلام کے اپنی طبیعت سے تمنے ایجاد کئے کہ علماء اہل سنت کی سرکار سے تمہارے کفر کا حکم جاری ہوا اور تمہارے حق میں اُنہوں نے کفر کا فتوی دیا اور وہ فتوی آخر میں اس مختصر کے مرقوم ہوگا ملاحظہ کرلینا **قال الشیخ الاشعری** لیکن ہم بایں نظر کہ اولیاء کرام اور مقربان درگاہ خداوندی کی طرفداری اور اُنکی بدگویوں کی دندان شکنی میں اسیطرح خداوند تعالی و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور توقع دعا، شفاعت اولیاء و مقربان خدا ہی، میں سے خاص ابوبکر صدیق کہ سرافسر مقربان اور سرلشکر اولیاء ہیں اسلئے اس آیت سے مطابقت کی ہی ایک اور وجہ مرقوم ہوا و تطبیق آیات باقیہ بھی معروض خدمت اہل انصاف ہے ازاں بطور شیعہ دستی کچھہ بیان آتا ہے علامات صحت حدیث مذکور بھی انشاء اللہ تعالی کیا جائیگا سو اول آیہ یوصیکم اللہ کے ساتھ مطابقت کی ایک اور وجہ لیجئے اگر بطور مذکور جس نے جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا مستثنے ہونا اس حکم سے معلوم ہوجاتا یہ حکم بیان نہوتا بلکہ ایسے الفاظ ہوتے کہ جسے باعتبار الفاظ کے عموم خطاب سے سمجھا جاتا یا کوئی عقل کا اندھا انہیں الفاظ کو یوں کہنے لگے کہ عموم پر دلالت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلعم بھی نہیں اس حکم میں شامل ہیں تب بر تقدیر صحت حدیث مذکور کوئی دشواری نہیں ہے بہت ہوگا تو آیہ مذکور کی تخصیص لازم آئیگی مخالفت پھر بھی نہیں مخالفت تعارض اور تناقض کو کہتے ہیں تخصیص کی صورت

استثنا کی صورت ہو جائیگی مثلاً کوئی یوں کہے کہ میرے پاس سب آئے مگر زید نہیں آیا تو اس کلام کے اول و آخر میں کوئی ناداں بھی تعارض نہیں سمجھتا حالانکہ یوں کہنا کہ سب آئے اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ زید بھی آیا یا یہ کہنا کہ زید نہیں آیا اسکے مخالف ہے سو اسکے لم بھی ہے کہ آخر کلام اول کلام کی مخصص ہو گئی باقی کوئی یوں کہے کہ اس مثال پر تو جب قیاس کیا جائے کہ جیسے اس کلام میں جملہ مخصصہ سابقہ لگا ہوا ہے ایسے ہی مضمون حدیث کا کوئی لفظ اس آیت کے متصل آگے پیچھے لگا ہوا ہو سکا جواب ہے کہ مخصص کا لفظوں میں اور متصل ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اسی کلام میں کہ سب آئے مگر زید نہیں آیا ایک زید کی تخصیص تو لفظی ہے باقی اور جو لاکھوں کی تخصیص اسکے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ لفظوں میں کہاں ہیں توضیح اسکی یہ ہے کہ اس قسم کے کلام کا سبھی کو اتفاق پڑتا ہے اور یا انہیں تمام مخلوقات بلکہ سب بنی آدم اور ساری روے زمین کے رہنے والونکا آنا بھی مقصود نہیں ہوتا ہے ایک بستی کے یا ایک گروہ کے یا ایک بل خاص کے آدمی مراد ہوتے ہیں سو یہ تخصیص کونسے لفظ سے نکل آئی

اقول - اولیاء کرام اور مقربان درگاہ خداوندی کی طرفداری تو اسوقت ہوتی جسوقت تم فاطمہ زہرا کی حمایت کرتے کہ وہ خیر نبیک اختر ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہیں اور انکے حقوق کے غاصبونکو اور رنج اور آزار پہنچانیوالوں کو جھوٹا ٹھیرانے اور تمنے تو بالعکس اسکے کیا ہے کہ فاطمہ زہرا کو جھوٹا اور خاطی مقرر کیا اور جو کہ غاصبوں کے حقوق تھے ہیں اور جنہوں نے کہ انکو آزار پہنچائے ہیں اور تکلیفیں دی ہیں انپر آنچ نہیں آنے دیتے اور ان آزار دونکو اور انکے عیبوں کو انکی اصلاح حال بدتال میں ایسا چھپاتے ہو کہ جیسے بلی اپنی گوہ کو چھپاتی ہے اور میاں ابوبکر صاحب جنکو تم اولیاء اور مقربان درگاہ خدا میں سے گمان کرتے ہو وہ ہیں کہ جنکے حق میں خدا تعالیٰ نے نازل کیا تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے انکی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ نہیں جانتا میں کہ بعد میرے تم کیا احداث کروگے دین میں اور انکے اور انکے بھائی کے حق میں اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ میرے جانشین اور امام ہونگے کہ وہ میری ہدایت اور سنت پر ہونگے اور فرمایا کہ قریب ہے کہ تم حرص کروگے امارت کی اور وہ تمہارے واسطے مذمت ہو جائیگی چنانچہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے ایسے آدمی اولیاء اور مقربان درگاہ خدا میں سے کیونکر ہونگے اور مقربان درگاہ خدا میں سے تو جناب رسولخدا اعلم ہیں ابوبکر انکے بھی افسر ہوئے اس شیخ کے نزدیک اور مطابق اس روایت کو تو روایت مذکورہ سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور تخصیص کی ایک وجہ تو تم نے بتائی ہے اور مثال اسکی اس طرح سے دی ہے کہ میرے پاس سب آئے مگر زید نہیں آیا اسمیں کو تخصیص مانی جاتی ہے مگر روایت ابوبکر کی نحن معاشر الانبیاء الخ مخصص آیہ یوصیکم اللہ کی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے اس تخصیص کو قبول ہی نہیں فرمایا چنانچہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں تفسیر آیہ یوصیکم اللہ میں لکھا ہے کہ چوتھی تخصیصات اس آیت میں سے یہ ہے کہ مذہب اکثر مجتہدین کا یہ ہے کہ انبیاء نہیں میراث ہوتے اور شیعوں نے خلاف کیا ہے اسمیں روایت کی گئی ہے کہ جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے میراث طلب کی تو اسکو منع کیا اور حجت پکڑی اسپر اپنے قول ہی نحن معاشر الانبیاء لانورث سو اسوقت حضرت فاطمہ نے حجت پکڑی عموم قول اللہ کو مثل خطاب الاثنین سے اور گویا کہ اشارہ کیا فاطمہ زہرا نے اس امر کیطرف کہ عموم قرآن کا خاص کرنا جایز نہیں ہے خبر واحد سے اور حنفیوں کے نزدیک شرط مخصص کی یہ ہے کہ مقارن عام کی ہو اور خبر واحد کی مناخر ہے چنانچہ توضیح میں لکھا ہے کہ عندنا یعنی ہم حنفیوں کے نزدیک تخصیص کلام مستقل سے نہیں ہوتی بلکہ وہ نسخ ہوتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ خبر واحد کی ناسخ قرآن کی ہو اور انکے نزدیک نسخ کتاب اللہ کا خبر واحد سے جایز نہیں ہے چنانچہ تلویح میں لکھا ہے کہ کتاب منسوخ نہیں ہوتی ہے خبر واحد سے پس دعوی جو تخصیص کا کیا تھا آیہ مذکورہ میں وہ باطل ہوا اور عموم آیت کا باقی رہا اور اس سے یہ بھی باطل ہوا کہ جو کہتا ہے کہ مخصص کا لفظوں میں متصل ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اسواسطے کہ مخصص اگر عام کے متصل نہ ہوگا بلکہ بعد میں عام کے ہوگا وہ ناسخ کہلائیگا نہ مخصص اور مخصص جبتک کہ ظاہر نہو وہ مخصص ہی نہیں ہے اور آنا اگرچہ تمام روے زمین کے آدمیونکا مراد نہیں ہوتا بلکہ ایک بستی یا قوم کے آدمی مراد ہوتے ہیں اور اسمیں اگرچہ ایسے لاکھوں کی تخصیص ہے کہ وہ لفظوں میں مذکور نہیں ہیں مگر یہاں عقل مخصص آئی ہے کہ مراد تمام روے زمین کے آدمی نہیں ہو سکتے ہیں عقل کے نزدیک اور آیہ مذکورہ میں کوئی تخصیص نہیں سمجھی جاتی جبتک کہ خدا تعالیٰ اسکی تخصیص بیان نکرے اور عقل کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے کہ آیت کی تخصیص کرے جبتک کہ شارع سے کوئی تخصیص متصل عام منقول نہو اور تمنے اپنے مطلب کے ثابت کرنیکو ایک مثال جو بیان کی ہے وہ تو اس آیت میں جاری نہیں ہو سکتی ہے **قال الشیخ الاشعری** اور فرض اگر تسکین نہو تو اسکے ایسی مثال لیجے کہ پھر کسیکو مجال دم زدنی نہ ہو اول میں اس آیہ کے یہ حکم ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یعنی نکاح کرو عورتوں سے جسقدر تمہاری مرضی ہو دو دو تین تین چار چار فقط اب بحث ہے کہ باتفاق سنی و شیعہ خصوصاً امامی اثنا عشری کے معنی یہی ہیں کہ چار نہایت درجہ ہیں اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے سو اگر یوصیکم اللہ عام ہے اور رسول اللہ صلعم اور غیر کو سب کو شامل ہے تو فانکحوا ما طاب لکم بھی عام ہے اور سب کو شامل ہے کوئی لفظ ایسا جس سے رسول اللہ صلعم کا اس سے مستثنے ہونا ثابت ہو سکے پیش پس میں نہیں پھر جیسے کلام منفصل سے اس آیت کو تخصیص کرکے رسول اللہ صلعم کو مستثنے کر لیا ہے ایسے ہی حدیث مذکور سے آیہ یوصیکم اللہ کو مخصوص کرکے رسول اللہ صلعم کو مستثنے کر لیا اور اگر یوں کہو کہ آیہ فانکحوا کی تخصیص تو دوسری آیت ہی سے کی گئی سورہ احزاب کی آیت یٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ تمام پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کو چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا جایز ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کیں تیرے لئے تیری عورتیں جنکے تو مہر دیچکا اور جو باندیاں تیری ملک میں آگئی ہیں اس لوٹ میں سے جو اللہ نے دلوادی ہیں اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھپیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی جنہوں نے وطن چھوڑ دیا تیرے ساتھ میں اور جو کوئی عورت ہو مسلمان اگر بخشے اپنی جان نبی کو اور نبی چاہے کہ اسکو نکاح میں لاوے نبی کو سوا اور مسلمانوں کے فقط سو اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ کی اجازت تھی نہیں تو اتنی کیوں گنا دیئے سو جیسے فانکحوا کی تخصیص اس آیت سے ہو گئی ایسی ہی کوئی آیت بتلاؤ جو آیہ یوصیکم اللہ کی تخصیص اور رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کے مستثنے ہونے پر دلالت کرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تحکم بیجا کا ہیسے روا ہو گیا کہ کلام منفصل ہی ہو تو آیت ہی ہو عقل سلیم آیت اور خبر آیت اس بات میں دونو یکساں نظر آتے ہیں **اقول** تخصیص آیت مذکورہ کی تو موافق مذہب شیعوں کے ہو سکتی ہے نہ موافق مذہب سنیوں کے اسواسطے کہ شیعہ تو اس روایت ہی کو نہیں تسلیم کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ روایت بنالی ہی اور اہل سنت کے نزدیک اسواسطے تخصیص نہیں ہو سکتی کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ خبر واحد سے آیت کتاب کی خاص نہیں ہو سکتی اسکے سارے قول کا جواب ہو گیا اور آیہ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ کا حکم اگرچہ عام ہی سب کو شامل ہی لیکن آیہ یوصیکم اللہ خاص ہو گئی ہی دوسرے حکم سے اور آیہ یوصیکم اللہ کا کوئی مخصص نہیں ہے اور روایت کا ذبلا نورث ما ترکناہ صدقۃ خبر واحد ہے اُس سے کیونکر تخصیص ہو سکیگی آیت کی اور سوائے اسکے یہ بات ہے کہ آیت کا مخصص آیت ہی چاہئے اور عقل سلیم ہرگز تسلیم نہ کریگی کہ یقینی امر کو ظنی امر خاص کر دے سو وہ بھی موضوع اور کذب **قال الشیخ الاشعری** اور عقل سلیم کی نہ ہونیکے عذر سے جو جواب مسلم نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اول تو آیہ فانکحوا کا مخصوص ہونا آیہ انا احللنا سے مسلم نہیں کہونکہ مقام دعوی میں لازم ہی کہ ایسی دلیل پیش کیجائے جسمیں خلاف دعوی کا احتمال نہ ہو اور اس آیت میں احتمال ہی کہ بمنزلہ وحل لکم ماوراء ذلکم اس امر کیواسطے نازل ہوئی ہو کہ تمہارے لیئے اس اس قسم کی عورتیں حلال ہیں کہ جتنی چاہو نکاح کر لو جیسے وحل لکم ماوراء ذلکم کے یہ معنی ہیں کہ سوائے محرمات مذکورہ سب قسم کی عورتیں حلال ہیں شرطیکہ مہروں سے انکو نکاح کر لو سو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ سوائے محرمات مذکورہ جسقدر چاہو کونسی نکاح کر لو اور موید اس احتمال کی یہ بات ہی کہ سورۂ احزاب سورۂ نساء سے پہلے نازل ہوئی ہی چنانچہ تفسیر اتقان میں نوع اول میں ترتیب نزول سور تہاے قرآنی میں ایک حدیث متصل نقل کی ہی اس سے یہ بات ظاہر ہی سو تا یہ فانکحوا نازل ہوئی ہی تبھی جو آیہ انا احللنا نازل ہو لی ورنہ تک آیہ فانکحوا نازل نہیں ہوئی تھی تب تک نکاح کے باب میں رسول اللہ صلعم کی کیا تخصیص ہے کسیکی بھی کوئی قید عدد نہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ جو اس آیت کو نازل کر کے یہ اطلاع کی گئی کہ تمہارے لیئے جتنے نکاح کر درست ہیں اسصورت میں لا حرم یوں ہی کہا جائیگا کہ آیہ فانکحوا کی تخصیص کسی وحی سے ہوئی اور اگر یوں کہیئے کہ ترتیب مذکور باعتبار فواتح سور ہو یہ کیا لازم ہے کہ سورۂ احزاب کی تمام تیس سورۂ نساء کی تمام آیتوں سے پہلے ہی نازل ہوئی ہو چنانچہ مشار الیہ نے کچھ ایسا ہی واضح ہوتا ہے سو ہر چند یہ احتمال ہمیں ساکت نہیں کر سکتا اسلیئے کہ مدافعت ان احتمالات کی ہمارے ذمہ نہیں ہم کس بات کے مدعی ہیں جو احتمالات مخالفت کو رفع کریں ہاں اس احتمال کا دفعیہ کہ شاید ساری ہی احزاب یا فقط آیہ انا احللنا ساری سورۂ نساء یا فقط فانکحوا اسسے پہلے نازل ہوئی ہو اُنکو ضرور ہی تاکہ انکا دعوی تخصیص ثابت ہو **اقول** عقل سلیم تو تجھ میں نہیں ہے کہ بیجا گفتگو کرتا ہی اور ہمارا یہ قول نہیں ہی کہ آیہ فانکحوا آیہ انا احللنا ہی سے خاص ہو گئی ہی بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی تخصیص میں تو کسیکو شبہ نہیں ہے اسواسطے کہ سب مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ رسول خدا صلعم کی چار بیبیوں سے زیادہ تھیں پھر کسیوجہ سے تو تخصیص پائی ہی گو اسکا مخصص ہمکو معلوم نہو اور اگر آیہ انا احللنا کو اس آیت کا ہم مخصص سمجھیں تو بھی ہو سکتا ہی اور احل لکم میں ہرگز یہ احتمال معتبر نہیں ہو سکتا کہ مراد اس سے اس اس قسم کی عورتیں ہوں اسواسطے کہ تفسیر قرآن کی احتمالوں سے نہیں ہوتی ہی تفسیر وہ ہے کہ جو حدیث میں آئی ہی یا مفسرین اسکو لکھ گئے ہیں اور اتقان کا جو حوالہ دیا ہی کہ اسمیں نزول سورۂ احزاب کا پہلے سورۂ نساء سے لکھا ہی یہ امر بھی قابل اعتبار نہیں ہے اسواسطے کہ آجتک یہ تو تحقیق ہی نہیں ہوا کہ مکی سورت کونسی ہی اور مدنی سورت کونسی ہی جو سورت قرآن کی ہی اسمیں اختلاف ہے کسیکے نزدیک تو کچھ ہے اور کسیکے نزدیک وہ ہی سورت مدنی ہی اور عثمان کو تو سورتوں کی ترتیب معلوم ہی نہیں ہوئی تھی کہ کونسی سورت پہلے نازل ہوئی ہی اور کونسی اسکے بعد نازل ہوئی ہی اگر معلوم ہوتا تو موافق ترتیب نزول کی جمع کرتے اور اگر انکو معلوم نہوتا کسی اور کو تو معلوم ہوتا اس سے دریافت کر لیتے لیکن کسیکو معلوم ہی نتھا اور اسی جہت سے مدنی آیتیں مکی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں اور مکی آیتیں مدنی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں سو ہو سکتا ہی کہ آیہ فانکحوا پہلے نازل ہوئی ہو آیہ انا احللنا سے اور تم مدعی کیوں نہیں ہوا آخر دعوی کرتے ہی ہو کہ یہ قرآن جو ہی جسکو کلام اللہ کہتے ہیں خدا کیطرف سے نہیں ہے بلکہ جناب رسول خدا صلعم کی طرف سے امت پر ہی اور خدا تعالی نے پیغمبر خدا کیطرف سے تصنیف کر کے پیغمبر خدا کے پاس بھیجی ہی اور یہ احکام جو جاری ہوتے ہیں خدا کی طرف سے نہیں ہیں اور نہ احکام قرآنی میں خدا تعالی کو کچھ دخل ہی خدا تعالی تو کاتب نکا ہی جیسے کہ کوئی عرضی کسی سے لکھواتا ہی تو وہ عرضی لکھوانے والے کی ہوتی ہی نہ لکھنے والے کی ایسی ہی سارا قرآن مطلب رسول خدا کا ہی اور مضمون نے وہ مطلب اپنا خدا تعالی سے لکھوا لیا ہی اور علماء اہل سنت نے تمہاری اس تحریر پر تمہارے کفر کا فتوی لکھا ہی اور وہ آخر میں اس کتابکے ہمنے لکھدیا ہی سو اس دعوی کے اثبات کے لیئے تم احتمالات بے سند اپنی رائی سے نکالتی ہو جیسے کہ تمنے ایک احتمال سے سا خاتم المرسلین مقرر کر دیے جسپر علماء اہل سنت کی تم پر لتاڑ ہوئی اور سورۂ نساء کا بعد سورۂ احزاب کے نازل ہونا ہماری نزدیک ثابت نہیں ہے عثمان نے سورۂ نساء کو سورۂ احزاب سے پہلے کسواسطے لکھدیا ہی ہمکو کفایت کرتا ہی رفع احتمالات کیلئے فعل تمہارے پیر نابالغ کا اب ہم عثمان کے فعل کو چھوڑ کر جو کہ خلیفہ اہل سنت کے نزدیک ہے اتقان والے کے لکھنے کو کیونکر معتبر جانیں **قال الشیخ الاشعری** معہذا ہماری چشم پوشی دیکھیئے کہ ہم اس سے بھی درگزر کر کے آیہ یوصیکم اللہ کی مخصص بھی آیت ہی بتلاتے ہیں سورۂ حشر جو بتاریخ حدیث مشار الیہ سورۂ نساء کے بعد میں نازل ہوئی ہی اسمیں آیت موجود ہی مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ مطلب ہی کہ جو مال بطور فے کے خداوند کریم نے اپنے رسول کریم رسول اللہ صلعم کو دلوایا بستیوں والوں سے یعنے بے لڑے بھیڑے فتح ہو گئی تو وہ اللہ کے واسطے اور رسول کے اور رشتے والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے لئے ہی تاکہ نہ آوے لینے دینے میں دولتمندوں کے تم میں سے فقط اب علماء اہل سنت اور منصفان شیعہ کی خدمت میں عرض ہی کہ مال فے کی تقسیم جناب باریتعالی نے چھ حصوں پر کی سو بعض علماء کا تو یہی قول ہی کہ چھ حصوں پر تقسیم کر کے خدا کا حصہ بیت اللہ اور مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جائے پر اکثر امت کا مذہب

یہ ہے کمال نے پانچ ہی حصہ میں لیکن چونکہ عبارت فللہ وللرسول الخ جو یہاں ہیں ہو بہو وہی عبارت ہے جو بارہ دہم کے شروع میں مصرف خمس کے بیان کرنے وارد ہوئی ہے اور شیعوں کا اسجگہ پانچ حصوں پر تقسیم کرنا بالیقین معلوم ہے تو بالیقین معلوم ہوا کہ یہاں بھی شیعوں کے نزدیک وہی تقسیم ہوگی سو اس مذہب کے موافق ذکر خدا کی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ جو چیز خداوند کریم کے ارشاد کے باعث اسکی رضا کے موافق خرچ کی جاتی ہے تو اسکو خدا کے ساتھ اور نیز انکے ساتھ جو موافق ارشاد خداوندی اسکے مصرف مقرر ہوئی ہیں ایک نسبت حاصل ہو جاتی ہے خدا کے ساتھ تو بہ نسبت کہ اسکی راہ میں خرچ ہوئی اور اہل مصرف کے ساتھ بہ نسبت کہ انکے لیئے مقرر ہوئی تو اسکو خدا کی طرف سے بھی کہہ سکتے ہیں چنانچہ عرف میں یہ ہو گیا ہے کہ جو چیز بہ نیت ثواب یا کار خیر اس کو خدا کیطرف سے کہا کرتے ہیں اور اہل مصرف کے واسطے بھی چنانچہ عرف میں انکی طرف بھی نسبت کرتے ہیں اور بولا کرتے کہ فلانی چیز فقیروں کے یا مسکینوں کے واسطے ہے مثلاً تو اس صورت میں حاصل یہ ہوا کہ مال فے خدا کے واسطے ہے اور فلانی فلانی قسم کے آدمیوں کے واسطے یعنی خدا کی رضامندی کے لئے انکو دیا جائے اور ضرورت اس کہنے کی یہ ہوئی کہ مال فی تو اسے کہتے ہیں کہ جو کفار کے پنجوں میں سے بے لڑے بھڑے بسبب رعب لشکر اسلام کے بطور صلح اہل اسلام کے قبضہ میں آ جائے سو یہ مال حقیقت میں تو جناب باری تعالیٰ نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف میں داخل کر دیا چونکہ بظاہر اسکا باعث رعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے اور رعب میں فی الجملہ جمعیت لشکر کو دخل ہے تو لشکریوں کو اسمیں طمع ہو سکتی تھی اسلئے یوں ارشاد ہوا کہ جو مال بے لڑے بھڑے بسبب رعب اپنے رسول کو دلوا دیا ہے اسمیں تمہیں جانفشانی کی نوبت نہیں آئی کہ کسی قسم کے مشقت نہیں پڑی سو مناسب یہی ہے کہ اسکو خدا تعالیٰ کے واسطے چھوڑ دو تاکہ مصارف مذکورہ میں صرف ہو لیکن پہلی آیت میں جو یہ جملہ ہے فما اوجفتم سے لیکر قدیر تک اس جملہ کے مناسب یوں ہے کہ یوں کہیئے کہ جو خداوند کریم نے تمہاری بے سعی و کوشش کے یہ مال اپنے رسول کو دلوا دیا تو اسمیں تمہارا کچھ حق نہیں جیسا مال غنیمت بسبب اسکے کہ بظاہر تمہاری جانفشانیوں کے باعث رسول اللہ صلعم کے ہاتھ آیا تھا تمپر تقسیم کیا جاتا ہے کہ ایسے ہی جو مال فقط فضل و عنایت سے ہاتھ آئی وہ خدا کا ہونا چاہیئے اور جو لوگ اللہ والے ہیں اور خدا کے نام پر بیٹھے ہیں یہ خدا کے نام کا مال انکو ملنا چاہیئے بہرحال لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و تصرف ثابت ہوا لیکن جیسا لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و تصرف ثابت ہوا ویسا ہی لفظ فللہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ قبض و تصرف مالکانہ نہیں یعنی متولیانہ ہے یعنی آپ خازن اور امین ہیں مالک نہیں ورنہ اس مصرف کے مقرر کرنیکے کیا معنی مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے اور اگر بالفرض مال فے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوا اور ایک قدر معین کے لئے ذی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل کو مقرر کر دینا ایسا ہی ہو جیسے زکوٰۃ کے لئے جو ایک حصہ معین ہے فقراء و مساکین وغیرہم کو مقرر کر دیا ہے تو قطع نظر اسکے کہ یہ بات بشہادت عبارت آیت ظاہر البطلان ہے اسکے یہ معنی ہوئے کہ نعوذ باللہ سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات باتفاق سارے مصومین ہیں اس بہتان سے بالکل معصوم ہیں اس مندرجہ آیت اپنے سر پر لیگئی سو اسکے قائل ہونیکی جرأت شیعوں ہی میں نظر آتی ہے اہل سنت کو ایسی بات کہکے اپنا ٹھکانا نظر نہیں آتا باقی رہا اسکے اندرنے کا مصارف مذکورہ میں خرچ کرنا سو اس صورت میں اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ لفظ افاء اللہ اس صورت میں صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذی القربیٰ اور یتامیٰ وغیرہ کو اصل زمین میں نٹ کر دینی چاہیئے الغرض سو لخدا صلعم کے مملوک ہونیکی کوئی صورت نہیں پھر نہ معلوم کہ کسوجہ سے روایت ہبۃ فدک کو علماء شیعہ صحیح سمجھتے ہیں یا فدک کو تمامہ حق وارثان رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق خاص قرار دیکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ تمام اکابر صحابہ خصوصاً خلفاء ثلاثہ پر زبان طعن دراز کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اگر پہلے سے عذر جہل تھا تو البتہ یہ عذر معقول ہے لیکن بعد استماع ان کلمات طیبات و مضمون آیت سراپا ہدایت کے توبہ و استغفار میں کیا توقف ہے **اقول** آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ الخ ہرگز مخصص آیہ یوصیکم اللہ کا نہیں ہے خواہ سورہ نساء سورہ حشر سے بعد نازل ہوا ہو یا پہلے اور رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک تھے اور فدک حضرت کے حصہ ہی میں آیا تھا چنانچہ معلوم ہوگا اور تجھکو کیا خبر ہے کہ سورہ نساء سورہ حشر سے پہلے نازل ہوا ہے عثمان کے کہنے سے کہتا ہوں اس نے تو سورتوں و آیتوں کو الٹ پلٹ کر دیا ہے کہ جو نزول میں پہلے ہے اسکو بعد میں کر دیا ہے اور پہلے سے یہ شخص کہتا چلا آتا تھا کہ ہم ثابت کرینگے کہ فدک رسولخدا کا مملوک مال تھا اور اب بمدوغ اس نے اپنے نزدیک اگرچہ ثابت کر دکھایا لیکن رسولخدا صلعم کا مال مملوک نہ ہونے میں اسکو نہ یہ معلوم ہوا کہ اسمیں کیا قباحت ہے اسمیں اس نے ابوبکر اور عمر اور علی اور فاطمہ و عباس کو بلکہ سب علماء اہل سنت کو بیوقوف ٹھیرایا ابوبکر اور عمر کو تو اسواسطے کہ انہوں نے فدک پیغمبر خدا کی ملک قرار دیکر کہا تھا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور وارث جو کوئی ہوتا ہے وہ مورث کے مال مملوک کا وارث ہوتا ہے نہ غیر مملوک کا اور صدقہ انکا مال اسوقت ہوتا ہے کہ جب جائیداد اور بعد اپنی چھوڑ جائیں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ انہوں نے فدک کو پیغمبر خدا کی ملک قرار دیکر دعوی وراثت کا کیا تھا اور علی اور عباس کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ انہوں نے عمر کی خلافت میں دعوی پیغمبر خدا کے ترکہ کی وراثت کا کیا تھا اور عمر نے انکو وہی جواب دیا تھا جو ابوبکر نے فاطمہ کو جواب دیا تھا کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور سب علماء کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ وہ سب لکھتے ہیں کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا وہ بھی سو لخدا کی ملک ٹھیراتے ہیں کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا غرض یہ ہے کہ اس نے وہ لکھا ہے کہ جسکا کوئی قائل نہیں ہے اور یہ شخص سزاوار تھا ابوبکر کی تالیفی کے واسطے اسکو وہ سوجھی کہ جو ابوبکر کو بھی نہ سوجھی تھی اگر یہ ابوبکر کے زمانہ میں ہوتا تو ابوبکر کو تعلیم کر دیتا کہ تم فاطمہ زہرا سے اگر وہ سو لخدا کی وراثت کا دعوی کریں تو صاف کہدو کہ پیغمبر خدا نے کوئی مال اپنا نہیں چھوڑا اور نہ وہ کسی چیز کے مالک تھے تم کسکی وراثت کا دعوی کرتے ہو تو اس صورت میں ابوبکر کو جھوٹی روایت مخالف کلام اللہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کے وضع کرنیکی احتیاج نہ ہوتی اور روایت کے بنانے سے بدنام اور مطعون خلایق نہ ہوتی اور مال فے جو کہ بدون جنگ کرنیکے ہاتھ آتا ہے اگر لوگ وہاں سے جلاء وطن ہو جائیں یا صلح کر لیں تو وہ موافق حکم خدا کے تمہ

حصوں پر تقسیم ہوتا ہی ایک حصہ خدا کا اور ایک حصہ پیغمبر خدا کا اور جو حصہ کہ خدا کا ہی اسکو بھی سولخدا صلعم اپنی مصلحت کے موافق خرچ کرتے ہیں ۔ ایک حصہ جناب سولخدا صلعم کی قریبوں کا کہ وہ حضرت کی اہل بیت کو پہنچتا ہی اور ایک حصہ آل محمد صلعم کے یتیموں کا اور ایک حصہ آل محمد صلعم کے مساکین کا اور ایک حصہ آل محمد کے مسافروں کا سو ہمارے مذہب کے موافق تو اس طرح سی ہی اور بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی کہ ذی القربے سی مراد رسولخدا صلعم کے قریب ہیں اور حضرت سجاد نے فرمایا ہی کہ وہ ہمارے قریب اور یتیم اور مساکین اور مسافر ہیں اور مخالفین کے علماء انسے کل آدمیوں کے قریب اور یتیم اور مساکین اور مسافر مراد لیتے ہیں اور فدک بھی اسوان نے میں سے ہے کہ وہ رسولخدا صلعم کے پاس آگیا تھا اور حضرت ہی کی ملک میں قرار پایا تھا بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ خالصہ رسولخدا صلعم کے واسطے تہا اور اسی پر صلح ہوئی تھی کہ وہ سولخدا صلعم کے واسطے ہو اور باقی کی چیزیں جو ہیں انمیں سب شریک ہوں اور حضرت صلعم کی خالص ملک تھی تو حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ اور وراثت کا کیا تھا اور جناب سولخدا صلعم ہی کی ملک خالص جانکر ابوبکر نے کہا تھا کہ رسولخدا صلعم کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی اور فدک کا خالص واسطے رسولخدا صلعم کے ہونا اہل سنت کی کتابوں سے بھی بہت ثابت ہی چنانچہ معجم البلدان میں یاقوت حموی نے لکھا ہی کہ فدک ایک قریہ ہی حجاز میں سے کہ درمیان اسکے اور مدینہ کے دو منزل کا فاصلہ ہی اور بعضی تین منزل کہتے ہیں فدک کا حال یہ ہی کہ اسکو خدا تعالی نے اپنے پیغمبر پر مشنہ میں صلح کی راہ سی اور اسطرح سی ہی کہ جسوقت سولخدا صلعم نے خیبر پر نزول اجلال فرمایا اور اسکے قلعوں کو فتح کیا اور تین قلعے باقی رہگئے تہے کہ انکے باشندوں پر تنگی اور دشواری بہت ہوگئی ان قلعوں والوں نے رسولخدا صلعم کو کہلا بھیجا کہ ہم یہاں سے نکلکر جلاوطن ہو جائیں حضرت نے ایسا ہی کیا اور وہ لوگ نکلگئے اور فدک کے باشندوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت کو کہلا بھیجا کہ ہم سے فدک کی نصف اثمار اور اموال پر صلح کر لو حضرت نے قبول کیا یہ فدک ان چیزوں میں سے تہا کہ بدون دوڑانے گھوڑوں اور اونٹوں کے ہاتھ آیا تھا اور وہ خالص رسولخدا صلعم کا تھا اور اسمیں چشمے اور درخت خرما بہت تہے اور وہ فدک وہ ہی کہ فاطمہ زہرا نے کہا تھا کہ رسولخدا صلعم نے مجھکو بخشا ہی اور ابوبکر نے کہا کہ میں اس پر گواہ چاہتا ہوں اور اسکا ایک قصہ ہی فقط اور مقصد اقصی امیر لکھا ہی کہ بعضے گویند کہ حضرت رسول صلعم کسوجہ خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست حضرت امیر واقع شد بر آن نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشاں نکند و حوائط خواص از آں رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالی میفرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول گفت خویشاں من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را بادہ و آنچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم بادہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے وے حجتے نوشت و ایں وثیقہ بود کہ بعد از وفات سولخدا صلعم میثیں ابوبکر صدیق آورد و گفت کہ ایں کتابت سولخدا است کہ برائے من حسن و حسین نوشتہ است اسسے معلوم ہوا کہ مصالحہ اسپر ہوا تھا کہ فدک خاص سولخدا صلعم کے واسطے ہو اور جو کہ حق خدا اور رسول تہا اسمیں اسکے مالک بہی سولخدا صلعم تہے پس جسوقت معلوم ہو کہ وہ خالص سولخدا کا تھا تو جو کچھ اس نے اپنی رائے سی ایک بات تراش کر لکہی ہی وہ سب باطل ہی اور جو آدمی کہ کوئی چیز کسیکو دیتا ہی تو اس سے یہ مراد ہوتی ہی کہ یہ واسطے خوشنودی خدا کے ہے اور مال فی جو ہی سو وہ تو خدا تعالی کا عطا کیا ہوا ہی اسمیں خدا تعالی نے حصے مقرر کر دیے ہیں اور ایک حصہ بنا رکھا ہی کہ اسکو جناب سولخدا امور خیر میں صرف کریں اور مال فی کو کوئی آدمی اپنے گھر سے کسیکو نہیں دیتا ہی کہ جو اسمیں قصد ہو کہ واسطے رضائی خدا کے دیتا ہوں وہ تو بخشش ہے خدا کی جانب سے اور تو نے کے مال کے اور خمس کے پانچ حصے کہاں سے کہتا ہی قرآن میں تو دونوں کے پانچ حصے لکھے ہیں پانچ حصے خلاف ارشاد خدا کے کوئی کیونکر کہدیگا مگر دشمنان اہل بیت نے بعد وفات سولخدا صلعم کے ایک حصہ حضرت کے قریبوں کا البتہ خمس میں سے موقوف کر دیا تھا اور مال فی کے دینے میں یہ ارادہ نہیں ہوتا ہی کہ بنام خدا جایئے جیسا کہ خیرات اور صدقہ میں ارادہ ہوتا ہی بلکہ اسمیں تو یہ لحاظ ہوتا ہی کہ جو جب چاہے [illegible] رسولخدا صلعم کا قبض و تصرف ثابت ہو لیکن فلسد سے یہ کیونکر ثابت ہو کہ قبض و تصرف مالکانہ رسولخدا کا کیسقدر مال میں بھی نہیں تھا آخر آن حضرت کا بھی تو حصہ ہے اپنے حصہ میں تو تصرف مالکانہ ہی ہوگا اور فلسد کے لفظ سی تو یہ ثابت ہوا کہ ایک حصہ اسمیں خدا کا بھی ہی جیسے کہ رسولخدا کا اور قریبوں اور یتیموں وغیرہ کا ایک ایک حصہ ہے اور حصہ خدا کا امور خیر میں صرف کیا جائے لیکن ہم تو اوپر لکھ چکے ہیں کہ فدک خالص سولخدا صلعم کا مال تھا اسمیں کوئی شریک انکا نہ تھا اور حضرت فاطمہ زہرا نے خالص حضرت سولخدا کا حق جانکر اسکا دعوی کیا تھا اور اگر سولخدا صلعم غیروں کے حصوں کے متولی بھی تو اپنے حصہ کے تو مالک تہے کہ جسمیں فدک وغیرہ تھا اور اپنے حصہ کا حضرت کو اختیار مالکانہ بہی تہا اور جو حصہ کہ حضرت کا تہا اسکو اپنے تصرف میں لاتے اور باقی کی اسامیوں کا حصہ انکو پہنچا دیا اور آیت سے بہی ثابت ہے کہ اسمیں چھ حصے خدا تعالی نے مقرر کر دیے ہیں اور رسولخدا صلعم نے وہ حصے تقسیم کر کے پہنچا دیے کسیکا حصہ اپنے ذمہ باقی نہیں لگایا اور یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ حضرت حقوق مندرجہ آیت اپنے سر پر لیگئے اور یہ بہی تجھکو کہاں سے معلوم ہوا کہ جناب سولخدا صلعم نے اراضی کو تقسیم کر کے ذوی القربے وغیرہ کو نہیں دیا اور مال فی کچھ تنہا فدک تو تہا ہی نہیں کہ اسکے بہی ٹکڑے کر کے تقسیم کرتے مال فی تو کثرت سے تہا اسمیں سے ایک فدک بہی تہا اور اگر مال فی میں کسی چیز کے مالک نہوں بلکہ متولی اسکے ہوں اور لوگوں کو تقسیم کر کے دیدیں اور مر جائیں اور مشغول الذمہ جہان سے گئے ہوں لیکن یہ بات ثابت کرنا چاہئے کہ حضرت نے کسیکو کچھ نہیں دیا اور لوگوں کا بار اپنی گردن پر دھر چلے گئے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ خدا تعالی تو حصے مقرر کرے لوگوں کے اور رسولخدا صلعم ارشاد خدا کو لغو جانکر اسکی تقسیم مستحقین پر اسکی نکریں پس معلوم ہوا کہ حضرت نے تقسیم کر دیا تھا مال فی کو اور اپنے حصہ کے خود مالک ہوئے تہے اور حضرت کے ہی حصہ میں سے ایک فدک بہی تھا اور یہ موافق مذہب اہل سنت کے ہے اور یہ بہی اہل سنت لکھتے ہیں کہ فدک خالص رسولخدا صلعم کا مال تھا اور ابوبکر اور عمر اور علی اور فاطمہ اور عباس نے اسکو رسولخدا صلعم کی ملک قرار دیا تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے اور روایت ہبہ فدک کو اور دعوی وراثت فدک کو علماء اہل سنت بہی لکھتے ہیں شیعوں کو تو کسواسطے لکھتا ہی کہ وہ ہی کہتے ہیں اور اسیواسطے کہ خلفاء ثلاثہ نے اپنی اپنی زمانہ میں

فدک کو غصب کیا تھا اسواسطے شیعہ انکو غاصب کہتے ہیں اور اُنپر طعن کرتے ہیں اور طعن کرنیمیں اُنپر تُمیں ما جور اور ثواب جانتے ہیں اور عاقبت کو تو اپنی تو ہی خراب کرتا ہی حضرت فاطمہ زہرا کے غاصبوں کی حمایت کرنے سے اور جاہل نیرہی تلاتہ تھی کہ جو عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور ہم تو جاہل نہیں ہیں اور باوجود اسکے جو کچھ کہتے ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے کہتے ہیں اور تو یہ بھی تجھکو کرنی چاہئے کہ تو اپنے علماء کی تحریر کے خلاف لکھتا ہی اور مخالف حکم خدا کے بچتا ہی اور کلام خدا میں تاویلیں بیجا کرتا ہی **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر قریہ فدک نے رسول اللہ صلعم کے قبض تصرف میں نہ آیا ہوتا یا بعد ادائے قدر واجب منجملہ اراضی وسیعہ اور قریات کثیرہ قریۂ فدک خاص رسول اللہ صلعم کے پاس بھیجا تو البتہ درصورت احتمال مفروض فی المجلہ جای گفتگو تھی لیکن شیعہ ہی فرمائیں کہ فدک کا کافی ہونا اور پھر غیر منقسم ہونا کسکے نزدیک مسلم نہیں بلکہ انصاف سے دیکھئے تو اس قسم کی تقسیم بھی مفید مطلب شیعہ نہیں کیونکہ بالفرض اگر قریات ہوتے تو ہر ہر قریہ والوں سے جدی جدی صلح واقع ہوئی تھی کسی ایک کی سلطنت بھی نتھی جو فقط اُس سے صلح کرنی کافی اور مکتفی بہجاتے سو اس صورت میں تھا کہ ہر قریہ میں سے تقسیم کرکے حقوق واجبہ ادا کرتے کیونکہ لفظ ما جو فقرہ میں ہے عموم اور شمول اقراری پر دلالت کرتا ہی مثل غنیمت ہر قریہ کو جداگانہ تقسیم کرنا چاہئے تھا اور اگر کوئی عقل کا اندھا اور تعصب کا پورا سنیوں سے دامن چھڑانے کے لیے فدک کو کسی غنیمت کا حصہ خمس کہکے سنیوں کی سامنے آنکھیں کرنیکا ارادہ کرے تب بھی موافق مثل مشہور بہر کجا کہ رسیدیم آسماں بپاست وہی خرابی کی خرابی برسر رہیگی کیونکہ جن الفاظ اور جس عبارت سے مال فے میں سوای رسول اللہ صلعم کے اصناف اربعہ ذی القربے وغیرہ کے حقوق کا تعلق ثابت ہوتا ہی وہی الفاظ بعینہا خمس کے مصرف کے بیان کے لئے جناب باریتعالی نے ارشاد فرمایا ہی اگر علماء شیعہ کو بوجہ یاد نہونے کلام اللہ کے بحکم المرء یقیس علی نفسہ اس گفتار میں میری طرف رجوع کا احتمال ہو تو کلام اللہ تو ہر جا موجود ہی سیپارہ دہم کے پہلی آیت کو مطالعہ کرکے دیکھیں یہ خمس تو مال غنیمت میں سے ملتا ہی سو اگر بالفرض فدک جنگ وجدال سے فتح ہوا ہوتا تو چار خمس تو پہر بھی خانین کے ہوتے علی ہذا القیاس سوا خمس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اگر کہئے تو جو حال اور مجاہدین کا ہی وہی رسول اللہ صلعم کا سو کسیطرح ساری فدک کے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونیکی کوئی صورت نہیں پہر بھی احتمال نہیں کہ فدک کسی قریہ کے اُس حصہ معین کا نام ہی جو بعد ادا حقوق واجبہ بچگیا تھا کیونکہ بالاتفاق اہل لغت صاحب قاموس وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ فدک ایک قریہ کا نام ہی علماء شیعہ کو اسمیں کلام نہیں اور جاہلوں سے اپنے کلام نہیں بہرحال قبل اثبات اسبات کے کہ بعد تقسیم اراضی کثیرہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس بچگیا تھا یہ احتمال ہی کہ اراضی فی بلکہ اراضی خمس بھی مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں مثل خیال محال مجانین پریشان ہی رہیگا **اقول** جس روز سے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی ہی اور بعد اُن حضرت کے فدک میں نزاع واقع ہوئی ہی اُس روز سے سب یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ فدک کل مملوک رسول اللہ صلعم کا تھا اور رسولخدا صلعم کے ملک ہونیکی جہت سے حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا کہ یہ میری باپ کا مال ہی مجھکو ارث میں پہنچتا ہے اور اگر فدک رسولخدا صلعم کا مملوکہ نہوتا تو حضرت فاطمہ وراثت کا دعوی کاہیکو کرتیں اور اگر فدک مملوک رسولخدا صلعم کا نہوتا تو ابوبکر کیوں کہتے کہ پیغمبر کے مال متروک میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور پہلے اُس سے اُس شیخ نجدی نے بھی اس کتاب میں کئی جگہہ لکھا ہی کہ فدک پر رسولخدا صلعم کا قبضہ و تصرف مالکانہ تھا اور اب کہ دروغگو را حافظہ نباشد کہتا ہے کہ فدک رسولخدا صلعم کی ملک ہی نتھا اور ملک نہونیکی احتمالات واہیہ لکھتا چلا جاتا ہی اور اُس سے کوئی پوچھے کہ رسولخدا صلعم کے پاس کسوجہ سے فدک آیا جو فاطمہ نے اُسکا دعوی کیا تیرے نزدیک رسولخدا صلعم کی ملک تو تھا ہی نہیں اور یہ بھی معلوم ہی کہ وہ مال فی تھا اور اُسمیں کئی فریق کے حقوق تھے معلوم ہوا کہ رسولخدا صلعم نے اُسکو اُن فریق پر تقسیم نکیا اور اُنکے حقوق غصب کرکے اپنے پاس رکھہ چھوڑے اور بعد ادائے حقوق رحلت فرما گئے سو یہ عقیدہ تو تمہارا ہی ہمارا نہیں ہے اور یا یہہ کہ حضرت نے اُسکو غصب نہیں کیا بلکہ اُسکا محاصل سب فریق کو پہنچا دیتے تھے تو وہ صدقہ کیونکر ہوا وہ تو مملوک اُن فریقوں کا تھا کہ خدا تعالی نے اُنکو دیا تھا اور صدقہ وہ ہی کہ جو کسیکی ملک نہو یا کوئی آدمی اپنے مال میں سے کسیکو کچھہ راہ خدا میں دیوے پر معلوم نہیں رسولخدا صلعم کے پاس فدک کیسے آیا اور ہم تو یہہ کہتے ہیں کہ فدک رسولخدا صلعم کے پاس خالص ہو کر اُنکے حصہ میں آیا تھا اور فدک کی تقسیم کرکے سب فریق کو پہنچانیکی احتیاج نہیں ہی کسیکے حصہ میں کوئی قریہ آیا اور کسیکی حصہ میں کوئی قریہ آیا اور اگر ہر قریہ کی جدی جدی صلح ہوئی تھی تو رسولخدا صلعم نے فدک کے صلح خاص اپنی ذات کے واسطے کی تھی چنانچہ معجم البلدان میں لکھا ہی اور اس سے پہلے ہم اُسکی نقل کر چکے ہیں اور رسولخدا صلعم کو اختیار تھا حصوں کے دینے میں جسقدر چاہا دیا اور جسقدر چاہا خود لیا اور فدک کو بھی آپ ہی لیا اور اسمیں کسیکو حکم مکرر کرنیکا نتھا اسواسطے کہ خدا تعالی فی ہی کے ذکر میں فرماتا ہی وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی جو کچھہ تمکو پیغمبر دیوے لیلو اور جس چیز سے تمکو منع کرے تو تم باز رہو پس رسولخدا صلعم کو اختیار تھا کہ اُنہوں نے مال فی میں سے فدک کو لیا اور دونکو اور چیزوں میں سے جسقدر چاہا دیا اور یہ ضرور نہیں کہ ایک ایک بیگہ کو تقسیم کریں اور ہر ایک قریہ کے ٹکڑے ہوں اسواسطے کہ جسوقت پچاس ساٹھہ گاؤں ہوتے ہیں تو شرکا اُن دیہات کے حصہ کرلینے میں اپنی رضامندی سے اور یہاں تو رسولخدا ہی کو اختیار تھا دینے کا جسقدر چاہا دیا اور دوسرے شرکا کو کچھہ دخل نتھا بموجب اُس آیت کے اور جب شرکا نے دیہات کو تقسیم کیا یا رسولخدا نے تقسیم کرکے دیئے تو کسیکے پاس دس گاؤں آئی اور کسیکے پاس بارہ گاؤں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر ایک گاؤں کے ٹکڑے ہوں اور خدا تعالی نے جو فرمایا ہی کہ جو چیز کہ خدا تعالی نے فی کی ہی اُس سے یہ مراد نہیں ہے کہ فی کی ہر چیز کے ٹکڑے کرکے تقسیم کرو بلکہ مراد اُس سے یہ ہی کہ اُسمیں فلانے فلانے کا حصہ ہے اور سب اُسمیں شریک ہیں اگر اُسکے حقدار اپنی رضامندی سے اُس کل کے چھہ حصہ کرکے

ہر ایک شخص اپنا اپنا حصہ وصول کرلے تو کیا موافق حکم خدا کے ہوگا اور یہاں تو رسولخدا صلعم کی رضامندی پر تھا جیسے چاہا ویسے دیا اور فدک کو خود لیا اور اگر یہی ہے کہ جو چیز کہ فی کی ہے کوئی چیز ہو اسکے ٹکڑے ہی چاہئیں تو اس صورت میں ہر ایک درخت کے بھی ٹکڑے کرکے تقسیم کرنی چاہئے اور ہر مکان کے ٹکڑے ہی کرنے چاہئیں اور ہر چاہ کے ٹکڑے کرنے چاہئیں علی ہذا القیاس اموال کہ مال فی ہے اور اسمیں سب کا حصہ ہے اسکو کوئی عاقل بھی پسند کریگا اور اسکو یہ خبر نہیں کہ رسولخدا صلعم کی مرضی پر موقوف ہے اگر قرآن یاد ہوتا تو جانتا اور فدک کو خمس میں سے تو کوئی شیعہ بھی نہیں کہتا ہے بلکہ مال فی میں سے کہتے ہیں خمس کا ذکر نا نہایت بے جا ہے اور اگر فدک خمس میں سے فرض کیا جائے اور دیہات کثرت سے ہوں کہ خمس کے بہت سے دیہات ہوں تو اسمیں بھی یہی صورت ممکن ہے اور رسولخدا صلعم سارے فدک کے مالک ہو سکتے ہیں لیکن ہم فدک کو خمس میں سے تو کہتے ہی نہیں ہیں اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فدک رسولخدا صلعم کے ملک تھا اور حضرت فاطمہ نے رسولخدا صلعم کی ملک قرار دیکر اس میں دعوی وراثت کیا تھا اور مال فی میں سے رسولخدا صلعم کے حصہ میں وہ آیا تھا **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید کسی عقل کے دشمن کو اس احتمال کے بطلان کی حقیقت میں خلجان رہے اسیواسطے ہمکو بھی لازم ہے کہ اس احتمال کے بطلان کے وجوہ جن سے کل فی ہی ثابت ہو جا بیان کرکے ابوبکر صدیق کی براءت بلکہ حقانیت اور علماء شیعہ کی خوش فہمی کو آشکارا کر دکھلائیں سو اول تو احتمال کے بطلان کے لئے کہ فدک جو منجملہ اراضی فی ہے مملوک رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور ان مصارف معلومہ کا مقرر کر دینا بعینہ ایسا ہی جیسے اموال مملوکہ میں قدر زکوۃ کے لئے فقراء اور مساکین وغیرہم کو مقرر فرمایا ہے قطع نظر اسکے کہ ادنی عربی داں کو بھی یہی وہم نہیں گزر سکتا چنانچہ ظاہر ہے یہی ایک لفظ فللہ کافی ہے کیونکہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہونا اموال فی کا اس لفظ سے ظاہر و باہر ہے چنانچہ مطالعہ کنان تقریر مسطور بالا پر انشاء اللہ تعالی مخفی نہ رہیگا دوسرے اگر لفظ ما افاء اللہ علی رسولہ تملیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے تو پھر فللرسول کہنے کی کیا حاجت تھی بلکہ مثل وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ یہاں بھی جسقدر خداوند کریم کو مدنظر ہوتا کہ اسکی راہ میں خرچ کیا جائے اوسکی تعیین فرما کر فللہ ہی کے بعد ولذی القربی والیتامی الخ فرما دیتے فللرسول نفرماتے اور اگر یوں کہیے کہ لفظ ما افاء اللہ سے تو تملیک نہیں ثابت ہوتے پر فللرسول تملیک پر دلالت کرتا ہے تو البتہ یہہ بات نادانوں کے نزدیک دانا ؤں کی سی بات ہے لیکن سمجھ والے سمجھتے ہیں کہ فللرسول میں لام تملیک کے لئے ہو تو لاجرم فللہ ولذی القربی کا لام بھی تملیک ہی کے لئے ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس جگہ تملیک بے اسکے ہو ہی نہیں سکتے کہ جس جس کی ملک کیا گیا ہے پہلے سے اسکی ملک میں نہو بلکہ بعد افاءت یعنی مسلط کر دینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجملا اصناف مندرجہ آیہ مال فی کے مالک ہوئی ہوں کیونکہ اول تو یہ بات ظاہر ہی ہے کہ قبل افاءۃ اموال فی میں کفار کے سب تصرفات مثل بیع و شرا ہبہ وغیرہ کے سب کے نزدیک صحیح ہیں معہذا اگر وہ قبل افاءت مسلمان ہو جائیں یا جزیہ قبول کرلیں تو بہ نسبت اموال کوئی انکا مزاحم حال نہو اس سے معلوم ہوا کہ قبل افاءت کفار ہی مالک تھے دوسرے فا تعقیب خود اس بات پر شاہد ہے کہ اگر لام للرسول وغیرہ سے ملکیت ثابت ہوتی تب اسکا خداوند کریم مالک الملک خالق ارض و سما کا پہلے سے مالک ہونا شیعوں کے نزدیک ہو سکے تو ہو سکے کیونکہ پہلے سے مالک نہونیکی وجہ اگر ہو تو یہ ہو کہ اموال فی قبل اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسپر قابض ہوں کفار کے مملوک تھی اور ایک شے تمامہا ایک وقت میں دو مالک نہیں ہو سکتے پھر خداوند کریم کو بھی کسیطرح مالک کہیے لیکن یہ استبعاد بھی ہو سکے ہے کہ ملک خداوند کریم ہم پایہ ملک کفار ہو سو شیعہ برنگ معتزلہ جیسے بندہ مخلوق کو کہ افعال اختیاریہ کا خالق قرار دیکر خالق حقیقی کی برابر سمجھتے ہیں ایسی ہی اگر ملک میں بھی خالق اور مخلوق کو برابر سمجھنے لگیں تو کون روکتا ہے عقیدہ غلط سے بجز عقل کے اور کوئی نہیں روک سکتا سو وہ پہلے ہی نصیب دشمنان ہوا ہے اہل سنت جو بندوں کے ملک کو مالک الملک کی ملک کے سامنے بمنزلہ قبضہ خزانچی بلکہ مستعیر مالک اصلی کے ملک کے سامنے سمجھتے ہیں تو انکو مالک الملک کے ملک اور بندوں کے خصوصا کفار کے ملک کے اجتماع میں کوئی محال نہیں نظر آتا **اقول** عقل کا دشمن تو تو ہے کہ جو خلاف قرآن اور خلاف تحریر جمیع علماء کے کہتا ہے اور فدک کا مال فی میں سے ہونا ثابت ہے اور ابوبکر کی براءت کسی طرح سے نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے جسکا وہ حق تھا اس کو نہ دیا اور فدک کے مملوک رسول اللہ صلعم ہونے میں بھی کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اور مال فے کے خدا تعالی نے کئی حصہ مقرر کئے ہیں ان میں سے ایک حصہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور حضرت کے حصہ میں فدک بھی داخل ہے کہ حضرت نے مصالحہ کرکے خود اسکو لیا تھا اور اپنے حصہ کے حضرت مالک تھے اور ایتام اور فقراء کہ جو حضرت نے زیادہ اپنے حصہ میں سے نہیں دیا بلکہ موجب ارشاد خداوندی وہ بھی مستحق مال فے کے تھے اور فللہ کے لفظ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک مال فے کے موافق اپنے حصہ کے نہوں جس عربی داں سے چاہے پوچھ لے اور للہ کے لفظ سے تو یہ ثابت ہے کہ جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوی القربی کا حصہ ہے ایسے ہی خدای تعالی نے اس میں سے ایک حصہ اپنا مقرر کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امور خیر میں اس کو صرف کریں اور یہ کہاں ثابت ہے اس سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فے کے مالک نہیں ہو سکتے یہ شخص بڑا بیباک ہے اور دیکھو کس طرح سے قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسولخدا صلعم مال فے کے کسی طرح مالک نہ تھے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی سورہ احزاب میں فرماتا ہے کہ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ یعنی وہ چیز کہ مالک ہوا ہے ہاتھ تیرا اس میں سے کہ فے کیا ہے خدا نے تجھ پر دیکھو قرآن میں تو خدای تعالی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک مال فے کا کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ مالک ہی نہ تھے اور

۱۱ جو کچھ اس شیخ نے پہلے اس سے لکھا تھا وہ بھی بیجا تھا اور اُس سب کا ہم جواب دے آئے ہیں اور لفظ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ اُس پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مال فی رسول خدا صلعم کو عطا کیا کہ وہ حضرت کے تحت قبض و اختیار میں ہو گیا لیکن خدا تعالیٰ نے اُسکے حصے مقرر کئے ہیں کہ وہ فلانے اور فلانے کے حصے ہیں سو رسول خدا صلعم ہر ایک حصہ دار کو عنایت کر دیں اور للرسول کہنے کی حاجت اسواسطے ہوئی کہ اُس میں رسول صلعم بھی شریک ہیں اور اُنکا بھی حصہ اُس میں ہے سو حضرت نے اپنا حصہ اُسمیں سے کیا کہ جس میں فدک بھی ہے اور اپنے اُس حصہ کے مالک ہوئے اور وللرسول خدا تعالیٰ کیوں نفرمایا کہ اُس میں حصہ رسول اللہ صلعم کا بھی تھا اور جس جس کا حصہ تھا سب کا ذکر کر دیا اور رسول خدا صلعم نے جس جس کو اُسمیں سے دیا بعد وصول کے اپنے اپنے حصہ کا مالک ہو گیا اور اسی طرح جسقدر رسول خدا صلعم نے لیا وہ اپنے حصہ کے مالک ہو گئے اور اگر اپنے اپنے حصہ کے یہ لوگ مالک نہوئی تو پھر کسواسطے اُنکو دیا تھا کیا اُنکے پاس امانت رکھا تھا اور اگر نہیں دیا تو تعمیل حکم خدا کی نہی اور البتہ للرسول پر اور ولذی القربی پر سب پر لام تملیک کا ہی اور ملک تو سب حصہ داروں کی اُسی وقت ثابت ہو گئی جبوقت کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى کو وصول بعد اُسکے ہوا اور قبل افادہ اگرچہ وہ کفار کے تصرف میں تھا لیکن بعد افادہ مملوک رسول خدا صلعم اور ذوالقربی وغیرہ کا ہو گیا اور اگر قبل افادہ وہ مسلمان ہو جاتے تو پھر کیا اُسمیں کلام تھا وہ ہی اُسکے مالک رہتے اور یہ کون کہتا ہی کہ قبل افاءت کفار اُسکے مالک نتھے بڑا کودن ہے یہ جو ایسے مہمل گفتگو کرتا ہی اور کہتا ہی کہ فانعقب کے اثبات پر شاہد ہے اری یہ اسمیں کہاں سے نکلتا ہی کہ پہلے سے خدا مالک نہو خدا تعالیٰ تو مالک سب چیز کا ہے اور اُسی نے یہ عطا کیا ہے مسلمانوں کا رعب اُن یہودیوں کے دل میں ڈالکر اور اُنسے بھی پہلے اُس سے کفار کو دی تھا اور مالک کر دیا تھا اور اب کفار سے چھین کر مسلمانوں کو دیدیا اُسکا مالک نہونا کہاں سے لازم آیا مالک کرنیوالا کافروں کا اور مسلمانوں کا تو وہ ہے اور اُسی نے اُسکے حصہ مقرر کر کے ہر ایک حصہ دار کو اُسکا مالک کر دیا ہی اور ما افاء اللہ کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہی کہ وہ خدا نے دیا ہے اپنے پیغمبر کو جو کہ مالک سب چیز کا ہی اور بعد دینے کے اُسکی تقسیم اسطرح سے ہے کہ وہ فلانے اور فلانیکے واسطے ہی کہ وہ اپنے اپنے حصہ کے مالک ہو جائیں اور جب دیا تو جسکو دیا اُسکو مالک کر دیا اور خدا تعالیٰ کے مالک کر دینے سے وہ مالک ہو گئی جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنے غلاموں کو جاگیر بخشے کہ وہ اُسکے مالک ہو جائیں اور کھائیں اور پئیں لیکن یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ بخشنے سے پہلے بادشاہ کے وہ مالک نتھے اری بادشاہ تو پہلے ہی مالک تھا اور اب بھی مالک ہی کہ اُسکے تحت تصرف میں سے کہیں نہیں جا سکتے اور اگر خدا تعالیٰ کا مالک نہونا سمجھا جائے تو یہہ موافق سمجھ ان کودن کی ہی اور شیعوں کے نزدیک ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ بھی اس کودن ہی کے نزدیک ہی کہ جب کفار کا مالک ہوئی قبل افاءت تو خدا تعالیٰ مالک نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ایک چیز کے دو مالک نہیں ہو سکتے اور اسنے خدا تعالیٰ کو بھی سب کے ہی برابر مقرر کیا ہی اور یہ بھی ثابت کیا کہ دنیا میں کسی چیز کا کوئی مالک ہی نہیں ہوتا ہی اور خدا تعالیٰ اس شیخ نجدی کے نزدیک ہم پلہ کفار بھی ہی اور معتزلہ تو تم میں سے ہی ہیں کہ وہ ثلثہ کی خلافت کو مثل تمہاری معتبر جانتے ہیں اور ہم دونوں سے بیزار ہیں اسواسطے کہ معتزلہ تو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر قادر مستقل ہی اور تم اشعریہ کہتے ہو کہ بندہ کو کسی طرح کا دخل نہیں وہ تو مثل پتھر کے ہی اور ہم یہ کہتے ہیں کہ لا جبر و لا تفویض بل امر بین الامرین یعنی نہ تو بندہ مجبور ہے اور نہ یہ کہ وہ بالکل مالک اور قادر ہی اپنے فعل کا کہ خدا تعالیٰ کو اُسکے فعل میں کسی طرح کا دخل نہو بلکہ درمیان جبر اور تفویض کے ہے اور اگر معتزلہ بندہ کو خالق افعال اختیاریہ کا قرار دیکر خالق حقیقی کی برابر سمجھتے ہیں تو تم ہر سگ و خوک کو خدا سمجھتے ہو اور خالق تو فعل کا وہ ہی ہوتا ہی کہ جو اُس فعل کو اپنے اختیار سے صادر کرے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ فعل کو کرے تو کوئی اور نام دھرے دوسرے کیسے سچ کہا ہی الاشعریۃ لا شعور یۃ اور بعضے مرتبہ یہ طائفہ کسبیہ اشعریہ لاشعوریہ کسب کو دخل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کرتا تو ہی خدا ہی لیکن کسب بندہ کا ہی اسواسطے بندہ ماخوذ ہو گا یہ بھی خوب بات ہی کہ کرے تو کوئی اور پکڑا جائے کوئی اور وہ شیعہ ہی ہیں کہ جو بندوں کے ملک کو مالک الملک کے ملک کے سامنے بمنزلہ قبضہ خزانچی بلکہ مستعیر مالک اصلی کے ملک کے سامنے سمجھتے ہیں اور اہل سنت ملک میں خالق اور مخلوق کو برابر جانتے ہیں بلکہ انکے بڑے اپنے تئیں خدا کہتے تھے چنانچہ بایزید بسطامی کہتا تھا کہ سبحانی ما اعظم شانی اور کہتا تھا کہ لا الٰہ الا انا فاعبدونی **قال الشیخ الاشعری** اور سلمنا کہ تملیک بمعنی مذکور نہو بلکہ مقصود فقط بیان ملک ہو اور موافق عقیدہ اہل سنت فللہ و للرسول کے یہ معنی ہیں کہ مالک حقیقی خداوند مالک الملک ہے اور مالک مجازی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیکن لذی القربی الخ کے لام سے جو ذوالقربی و یتامی وغیرہ کی ملکیت ثابت ہوتی ہی اسکا کیا جواب ہے ہذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذی القربی وغیرہ ہر ایک کو مثل خداوند مالک الملک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اموال فی کا مالک کہئے چنانچہ بظاہر للرسول اور لذی القربی کا عطف للہ ہی پر ہے اور وہ اسی بات کو مقتضی ہی تب تو اسکے محال ہونیمیں کلام ہی نہیں اور اگر یوں کہئے کہ ذی القربی کا عطف للرسول پر ہے اور یہ دونوں معطوف معطوف علیہ بلکر للہ پر معطوف ہیں تب اس سے بھی کیا کم کہئے کہ اموال فی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اصناف باقیہ میں مشترک ہو سو یہ بات اول تو یوں کسی مسلمان کے دہیان میں نہیں آ سکتے کہ اس صورت میں لازم تھا کہ جیسے غنیمت غانمین پر تقسیم کیجاتی ہی اموال فی اصناف معلومہ پر تقسیم کئے جاتے تاکہ ہر کوئی اپنے حسب دلخواہ اُسمیں تصرف کرتا ضرورت ہوتی تو کسیکے ہاتھ بیچ دیتا نہیں تو آپ کہتا یا کسیکو دیتا سو یہہ وبال کسکی گردن پر رہا کہ مالکان اشیاء کو دخل نملا سوا اہل سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو درکنار اُنکے خدام کی طرف ہی یہ وہم نہیں آ سکتا کہ ایسے ظلم عظیم کے مرتکب ہوئے ہوں ہاں شیعہ کہیں تو اُنسے دور بھی نہیں اُنکی اور خرافات کو ٹٹولئے تو اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں **اقول** ملکیت کے جو معنے ہیں وہ ہی ہیں اور تفریق کرنے مالک حقیقی اور مجازی کے

کچھ احتیاج نہیں ہی خدا تو ہر چیز کا مالک ہی اور جو کسیکی ملک ہی اور اُسکے قبضہ میں ہی خدا تعالی تو اُسکا بھی مالک ہی کہ اُسنے ہی اپنی قدرت اور فضل سی وہ دی ہی اور اپنی اپنی حصہ کے رسول اور صلعم بھی مالک ہیں اور ذی القربی بھی مالک ہیں جو کچھ کہ رسولخدا صلعم نے اُنکو دیا ہی اور ذی القربی کے مالک ہونیمیں کیا قباحت ہی کہ جو تو اُنکے مالک ہونیکا جواب پوچھتا ہی اور خدا کی برابر کسیکو کوئی مالک نہیں سمجھتا ہی اور نہ تمام اموال کا کوئی مالک رسولخدا صلعم کو کہتا ہی ذوالقربی کو تو کوئی کیوں کہیگا البتہ اپنے اپنے حصہ کے سب مالک ہیں اور رسولخدا صلعم حصوں کے تقسیم کرنیوالے ہیں جسقدر جسکو چاہا دیا اور آیت میں خدا تعالی نے حصوں کو کہدیا ہے کہ فی میں سے فلانے فلانے کو پہنچے اور ایک حصہ خدا تعالی کا ہو کہ وہ اُمور خیر میں صرف کیا جائے اب جسکو چاہو معطوف ٹھیراؤ اور جسکو چاہو معطوف علیہ و للہ کے لام سے یہاں یہ مراد نہیں ہی کہ اللہ تعالی تمام اموال کا مالک ہی تاکہ للرسول اور ذی القربی کا اُسپر عطف کریں تو وہ بھی تمام اموال کے مالک ہوں بلکہ یہاں یہ مراد ہی کہ ایک حصہ خدا کے واسطے ہی مال فی میں سے اور ایک ایک حصہ رسولخدا اور ذی القربی کے واسطے اور یہی حلف سی سمجھا جاتا ہی تیرے باتیں بنانیسے اور قرآن میں تحریف کرنیسے مطلب تیرا حاصل نہیں ہوتا دیواروں میں ٹکریں مار اور اپنی سر کو توپھوڑ جو چاہی سو کر لیکن ابوبکر پر سے یہ طعن دفع نہیں ہوسکتا ہی اور حسبوقت خدا تعالی نے مال فی سب اصناف میں مشترک کر دیا ہی تو اسمیں کیا قباحت ہے، اور اگر کوئی مسلمان اُسکو مشترک کہے تو کیا گناہ ہی حسبوقت کہ رسولخدا صلعم نے سب اصناف پر اُسکو تقسیم کر دیا ہو اور یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ رسولخدا صلعم نے اُسکو تقسیم نہیں کیا تقسیم نکرنے میں تو بڑی قباحت تھی خدا تعالی نے تو حکم دیا کہ وہ مال فلانے فلانے کے واسطے ہی اور رسولخدا لوگوں کے حصوں کو دبا رکھتے اور کسیکو نہ دیتے تو اسمیں حق تلفی لوگوں کی متصور تھی سو یہ تمہارا ہی عقیدہ ہی کہ مثل ابوبکر کے رسولخدا صلعم نے حق لوگوں کا اُنکو نہ دیا تم قائل ہو اس امر کے کہ تقسیم نہیں کیا اور ہمارے نزدیک تو تقسیم کرنا اُسکا ثابت ہے اور یہ تو تم ہی کہتے ہو کہ تقسیم نہیں کیا اور یہ ظلم عظیم رسولخدا صلعم پر روا رکھتے ہو اور اگر تم ایسا کہو تو تمسے کچھ دور بھی نہیں تمہاری اور خرافات کو ٹٹولیئے تو اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں

قال الشیخ الاشعری دوسرے اگر تقسیم بھی وقوع میں آتی تب یہ بات تصور میں نہیں آسکتی کہ شرکا غیر معین میں ایک چیز مشترک ہو غنیمت کے تو ایک تعداد معین ہوتی ہی اُنکو غنیمت میں شریک کہنا تو زیبا ہی ذی القربی اور یتامی وغیرہ کا کوئی عدد معین کیسکو معلوم نہیں ہوسکتا اور معلوم بھی ہو تو سب کو اُنکا حق پہنچانا بندوں سے محال ہی معہذا اصل زمین کا دینا تو یک طرف اراضی فے کی آمدنی بھی تمام ذی القربی اور تمام جہان کے یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو نہیں پہنچی نہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور اگر ان اصناف اربعہ کو اہل اسلام ہی میں منحصر رکھکے کلام کیجئے تب بھی شیعوں کا قافیہ تنگ ہیگا اور اگر بالفرض بفرض محال مقصود جناب باریتعالی فلانسے تو یہ ہو کہ مالک حقیقی جناب باریتعالی ہے اور فلانسول سے یہ مطلب ہو کہ مالک مجازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ذی القربی الخ بیان مصرف کیلئے ہو تو اس سے اہل سنت کو سوا اسکے کہ اس صورت میں خلاف طرف صرف عائد ہوگا چنانچہ معلوم ہو جائیگا انشاء اللہ تعالی اسکی تسلیم میں کچھ دشواری نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک جو اس صورت میں فقط برائے نام ہی ہوگئی اگر بالفرض بطور وراثت وارثوں کی طرف منتقل بھی ہو جائیگی تو استحقاق اصناف باقیہ تو کسیطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی طرف منتقل ہو ہی نہیں سکتا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اصل کا یا آمدنی کا خرچ کرنا ضروری تھا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وسیطرح بدستور رہیگا اور اگر بالفرض محال منتقل بھی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اصناف اربعہ کے وارثوں کی طرف منتقل ہو سو اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں سے کچھ تعلق نہیں سو ابوبکر صدیق نے جو حضرت فاطمہ زہرا کو نہیں یا تو اُسکی یہی تھی کہ اُنکی للبکاری سی یہی بات ٹپکتی تھی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کو جو بطور فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ و تصرف میں آیا تھا مثل و املاک ہر قسم کے تصرف فی قابل سمجھکر فقط اپنی گزران کے لئے حدیث تمہیں بطور تولیت نہیں مانگتی تھیں ورنہ دعوی ہبہ اور دعوی میراث کے کیا معنی معہذا روایت فجاج السالکین جسکا ترجمہ تو مذکور ہو چکا اور عبارت بھی انشاء اللہ قریب ہی مذکور ہوگی اس دعوی کے لئے دلیل کامل ہی اہل فہم اُس روایت سے آپ سمجھ جائیں گے کہ ابوبکر صدیق کا فدک دینا فقط اسی وجہ تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کو اپنی صرف کے لئے طلب فرماتے تھیں اور ساکر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی اسلئے طلب فرماتے ہیں کہ مصرف مذکور میں صرف کریں تو ابوبکر صدیق یوں کیوں عذر کرتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مصرف میں صرف کرتے ہوئے دیکھا ہی پھر چونکہ اہل حق بعد ظہور حق کے اہل لیا کرتے ہیں جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فہم مبارک میں حضرت ابوبکر صدیق کے بات آگئی اور صدیق اکبر کو اسم بامسمی صدیق صادق پایا یہ گمان پہلے سی تھا کہ ابوبکر صدیق آپ خود بخود کرلیں گے اس کام کے اپنے ذمہ میں خلجان دیکھا تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق کا عذر قبول فرمایا اور اُنکا قول مسلم رکھا اور فدک کی آمدنی کے صرف کا انتظام اور اہتمام ابوبکر صدیق کے سپرد کیا اور راضی ہوگئیں چنانچہ ناظران روایت مذکور پر مخفی نہ ہیگا تسپر بھی شیعہ نہ مانیں تو اور کیا کہا جائے کہ ان نا اہلوں کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اتباع سی غرض نہیں صحابہ کی عداوت کے لئے اہل بیت کے نام کو آڑ کر رکھا ہی۔ **اقول** بے شک تقسیم وقوع میں آگئی تھی اور رسولخدا صلعم نے سب کو پہنچا دیا تھا سو ہمارے مذہب کے موافق تو کسیطرح کی دشواری نہیں ہی اسواسطے کہ ہمارے نزدیک مراد ذوی القربی سی رسولخدا صلعم کے قریب ہیں کہ وہ اہل بیت حضرت کے ہیں اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل سی بھی مراد آل محمد کے یتیم اور مساکین اور ابن سبیل ہیں سو اُنکے پہنچانے میں کچھ دشواری نتھی اور موافق مذہب اہل سنت کے بھی کہ وہ سب مسلمانوں کے قریب اور یتیم اور مساکین مراد لیتے ہیں ہوسکتا ہی اسواسطے کہ ہر صنف کے آدمیونکو اصناف مذکور میں سے جسقدر آدمیونکو دینا ممکن ہی پہنچا سکتے ہیں اگرچہ ہر صنف کے دس دس پندرہ پندرہ آدمیوں کو پہنچے

اس صورت میں ہر صنف کو پہنچا دینا صادق آجائیگا اور مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ ہر صنف کے کل افراد کو پہنچانا چاہئے جیسے کہ زکوٰۃ اور خمس کے دینے کا حکم ہے کہ اس قسم کے آدمیوں کو دینا چاہئے سو جسقدر آدمیوں کو دینا ممکن ہوگا دیوینگے اور مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ اس قسم کی کل آدمیوں کو دینا چاہئے یا خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ تم قریبوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو دو تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ روی زمین پر جسقدر کہ قریب اور یتیم اور مسکین اور مسافر ہیں انکو دو کہ کوئی آدمی بھی انمیں سے باقی نہ رہے اور ایسے ہی انما الصدقات للفقرا والمساکین میں یہ مراد نہیں ہے کہ تمام روی زمین کے فقرا اور مساکین کو دو اسواسطے کہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فے فلانے فلانے کے واسطے ہے سو انکو واسطے ہوئی تو انکو دینا ضرور ہوگا جسقدر آدمی کہ ہم پہونچیں اور اگر کسیکو ندیویں تو حق تلفی کرنیوالے ٹہیرینگے اور ایسا وہم تو حضرت کیطرف ہوئی نہیں سکتا بہرحال دینا ہی ہوگا اور جب دیوینگے تو جسقدر آدمیوں کا دینا ممکن ہوگا دیوینگے کیا تیرے نزدیک کلام خدا کا لغو ہے کہ اسکا کچھ مطلب ہی نہیں ہے تیرے نزدیک تو مال فے کی تقسیم کا قابل ہے اور نہ عدم تقسیم کا معلوم ہوا کہ اس آیت کے مطلب میں تیرا فہم نہایت تنگ ہے نہ تو تجھسے یہ بن پڑتا ہے کہ تو کہے کہ مال فے تقسیم ہوگیا ہے اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ تقسیم نہیں ہوا حق تو سنحرف ہے اسلئے چوکڑی بھولا ہوا ہے اور جناب باریتعالیٰ کا ہرگز مقصود نہیں ہے کہ فللہ سے مراد مالک حقیقی خدا تعالیٰ ہو اور فللرسول سے مالک مجازی رسولخدا مراد ہیں اور ما بعد اسکا بیان مصرف کے لئے ہے اور یہ کون کہتا ہے بلکہ مقصود اس سب سے یہ ہے کہ مال فے کے چھ حصہ کرکے دینا چاہئے ایک حصہ خدا کا کہ رسولخدا صلعم امور خیر میں اسکو صرف کریں اور ایک حصہ رسولخدا کا اور ایک حصہ قریبوں کا اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا لیکن رسولخدا صلعم کو اختیار تھا جسقدر چاہا دیا اور جیسے کہ دنیا میں مالک ہوتے ہیں موافق شرع کے اپنی چیز کے ایسے ہی جناب رسولخدا صلعم بھی اپنی حصہ کے مالک تھے مال فے میں سے برائے نام کیونکر تھے اور جس طرح سے کہ ہمارے آدمی برائے نام مالک ہیں دنیا میں اپنی چیز کے کہ کل کو یہیں چھوڑ کر چلے جائینگے اسطرح سے تو حضرت بھی برائے نام تھے لیکن یہاں اس سے بحث ہی نہیں ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ اصناف باقیہ کے وارث رسولخدا صلعم کے وارث ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسولخدا صلعم کے تو وارث وہ ہی ہیں کہ جو انکے وارث ہیں اور اصناف باقیہ کے وارث وہ ہیں کہ جو انکے وارث ہیں اور رسولخدا صلعم نے تو مال فے اپنے زمانہ میں سب حصہ داروں کو دیدیا تھا اور جو کچھ حضرت کے پاس فدک وغیرہ جو کہ زہرا علیہا السلام کو ہبہ کیا تھا وہ حضرت کے قبض و تصرف میں ہبہ کرنے سے پہلے تھا اور اصناف اربعہ کا حق تو انکے وارثوں کو منتقل ہوگیا تھا اور رسولخدا صلعم کے حصہ میں جو فدک تھا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو رسولخدا صلعم نے بخشا تھا وہ ابوبکر نے ضبط کرلیا تھا اور اصناف اربعہ کا حصہ رسولخدا صلعم کے وارثوں کو کاہیکو پہونچیگا البتہ رسولخدا صلعم کا حصہ فدک وغیرہ وہ حضرت کے وارثوں کو پہنچا ہے اور اسیواسطے حضرت فاطمہ فدک کو ابوبکر سے طلب کرتے تھے پہلی دفعہ میں تو اس طرح سے کہ مجھکو میرے باپ نے یہ ہبہ کیا ہے مجھکو دیدے جب ابوبکر نے نہ دیا تو پھر اس مطلوبہ نے دعوی وراثت کا کیا اور کہا کہ یہ میرے باپ کا مال ہے مجھکو وراثت میں پہنچتا ہے مجھکو دیدے ابوبکر نے ایک روایت بنا کر کہا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اس حیلہ سے حضرت فاطمہ کو فدک نہ دیا اور حضرت فاطمہ نے اپنی چیز جانکر اور رسولخدا صلعم کا مال جانکر فدک کو ابوبکر سے طلب کیا تھا اور میراث کا مال طلب کیا تھا اگر اسکے واسطے مال فے غیر مال رسول اللہ میں سے طلب نہیں کیا تھا اور میراث کے طلبگار ورثہ کی مال میں سے ہوتی ہے نہ غیر مال موت میں اور ابوبکر نے جو لانورث کہا تھا کیا سمجھکر کہا تھا اسیواسطے کہا تھا کہ پیغمبر کے مال متروک میں میراث جاری نہیں ہوتی اور تو ابوبکر کے خلاف کسواسطے کہتا ہے کہ دعوی میراث کے کیا معنی اور منہاج السالکین کا تو میں پہلے اس سے جواب لیچکا ہوں کہ منہاج السالکین شیعوں میں کوئی کتاب نہیں ہے جسمیں یہ روایت ہو نصر اللہ کابلی نے یہ افترا کیا ہے ایک روایت بنا کر اور منہاج السالکین مفروض کا حوالہ ابوبکر شیعوں کی طرف منسوب کردیا ہے اور اسکی پیروی سے مولوی عبدالعزیز صاحب نے کہا ہے اور انکی پیروی سے مرتضیٰ لکھتا ہے سو روایت دلیل نہیں ہوسکتی حد اہل فہم اس جھوٹی روایت سے کیا سمجھیں گے اور حضرت فاطمہ نے اپنا استحقاق جانکر فدک کو ابوبکر سے طلب کیا تھا بطریق خیرات ابوبکر سے طلب نہیں کرتی تھیں اسیواسطے ابوبکر نے لانورث انکی جواب میں کہی اور یکطرفہ دعوی کیا تو کہا کہ تو اپنی گواہ لا اور اگر رسولخدا صلعم کا مال نہوتا تو ابوبکر ایسا کیوں کہتے اور اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر نے اس مصرف میں صرف کرتے ہوئے حضرت کو دیکھا ہے تو کیا ضرور ہے کہ وہ مال رسولخدا کا نہو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے مال کو انمیں صرف کرتے ہوں یا ابوبکر کے دیکھنے کے بعد حضرت فاطمہ کو دیدیا ہے اور ابوبکر کو خبر نہوئی ہو اسواسطے کہ ہم علی اور فاطمہ اور حسنین اور عباس کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے ہیں کہ بعضے تو انمیں سے مدعی ہیں اور بعضے گواہ ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا کی فہم میں ابوبکر کی بات اس طرح سے آئی تھی کہ ابوبکر جھوٹ کہتا ہے اپنی طرف سے ایک بات بنا کر اور ناراض ہوگئیں ابوبکر سے یہانتک کہ تا دم واپسین ابوبکر سے کلام نہ کیا اور روایت منہاج السالکین کی وضعی ہے اور کیسی باتیں بنا رہا ہے پیشتر کہ روایت پر بنا کرکے کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو اسواسطے صادق جانا تھا کہ وہ انسے صادق بولا اور انسے سر کہنے میں خلجان کھایا تو ابوبکر کا عذر قبول کیا اور راضی ہوگئیں اگر ابوبکر کو صادق جانتیں اور اس سے راضی ہوتیں تو ابوبکر پر غصہ کاہیکو ہوتیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور روایت منہاج السالکین کی تو جھوٹی ہے کیا شیعوں کو جھوٹی روایت سے الزام دیتے ہو اور نااہل تو تم ہو کہ جھوٹی روایتیں بنا کر شیعوں کے سر دھرتے ہو اور شیعوں کو تو بہر نہج اتباع علی اور فاطمہ زہرا منظور ہے اور اسیواسطے خلفار ثلاثہ کو اچھا نہیں جانتے ہیں کہ علی اور فاطمہ زہرا کا حق انہوں نے لیا اور سوائے اسکے اور کوئی وجہ عداوت کی نہیں ہے تم بھی اسکو جانتے ہو **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اگر بفرض محال فللہ سے تو یہ مراد ہو کہ مالک حقیقی خدا اور مذکر یم ہے اور فللرسول کا یہ مطلب ہے کہ مالک مجازی رسول اللہ صلعم اور لذی القربیٰ الخ کے یہ معنی ہوں کہ ان مصارف میں صرف کیا جاوے تو اہل سنت کو تو اسکی تسلیم میں کچھ دشواری ہی نہیں ہے کہ فدک بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور وراثت حضرت فاطمہ زہرا ہی رہی لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کیطرف سے خرچ کرنیکے واروغہ تھے برضا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کی آمدنی کو مصارف معلومہ میں صرف کرتے تھے پھر انپیر کی اس مثل تسلی کے شیعوں کو کیا ہاتھ آئیگا الٹی بیمزگی کی خرابیاں اور جوابدہیاں سر دھرنی پڑینگی اول تو نعوذ باللہ یہ لازم آئیگا کہ خداوند کریم نے باوجودیکہ جانتا تھا اس تملیک میں رسول اللہ صلعم سے منتزع

اور محبوب کے ساتھ وہ معاملہ کیا جیسے کہا کرتے ہیں گھر باہر سب تیرا ہی پر کوٹھی کٹھلے کو ہاتھ نہ لگانا سبحان اللہ جو بات مخلوق کے حق میں بھی معیوب ہو وہ شیعوں کو اس صورت میں جناب باری کی نسبت تجویز کرنی پڑیگی دوسرے یہ کہ قرآن شریف کے اعجاز کا شہرہ اور بوجہ فصاحت و بلاغت اور خوبی عبارت و مضامین جناب باری تعالیٰ کو یوں دعوی کرنا فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی ایسی کوئی ایک سورت ہی لے آؤ زیادہ نہیں تو انا اعطیناک کے برابر سہی اس صورت میں محض بیجا اور بیموقع ہو جائیگا مضمون ایسا کچھ مالک تو کر دیا پر اختیار ذرہ برابر دیا اور عبارت ایسی کچھ کہ معنی مقصود سے کچھ لگاؤ نہیں اگر اس وجہ سے اس موقع میں یوں کہا جائے المعنے فی بطن لتناء تو بیموقع نہو بلکہ انصاف دیکھئے تو خلاف مقصود پر البتہ دلالت موجود ہے قرینہ عطف ہے للرسول و لذی القربے سے ایک طرح کا استحقاق ثابت ہوتا ہے ہاں اگر کوئی اور قرینہ اس سے اقوی اسکے معارض ہو جاتا جیسے اللہ میں جو ہے تو کچھ مضائقہ بھی نہ تھا اسی لئے سوا اسکے کہ بطور احوال میری زبان پر آگیا آجتک کسی نے اسکا یہ مطلب بھی نہ سمجھا اور با ایں ہمہ قرآن مبین ہی ہاتھ رہے اللہ کے لام کو اگر تملیک کے لئے اسلئے نہیں کہہ سکتے کہ تملیک وہاں ہوا کرتی ہے جہاں پہلے سے ملک نہو تو یہ مسلم لیکن لذی القربے الخ لام کے یعنی کیوں نہیں ذی القربی وغیرہ تو کچھ ہم پایہ خدا اور شریک موجودات نہیں جو مالک حقیقی اور مالک قدیمی انکو کہا جائے اور تملیک بمعنی مذکور کی گنجائش نہو چونہیں یہ کہ اگر رسول صلعم کی ملک مثل ملک جملہ بنی آدم ہے اور آپ اس قسم کی ملک کے قابل ہیں تو قرینہ عطف یوں تقاضا کرتا ہے کہ جہات للرسول کے لام سے ثابت ہو ہی لذی القربے کے لام سے ثابت ہو ورنہ ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر مثل ملک خداوندی رسول اللہ صلعم کی ملک بھی عوام کی ملک سے ممتاز ہے اور ایک نوع جداگانہ ہے تو ہم یوں کہتے ہیں کہ جیسے باریتعالیٰ کی ملک میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی رسول اللہ صلعم کی ملک میں بھی وراثت جاری نہیں ہو سکتی **اقول** فلسفہ سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ مالک حقیقی خداوند کریم ہو ورنہ للرسول سے یہ مراد ہے کہ مالک مجازی سو لخدا صلعم ہوں بلکہ یہ مراد ہے دوسرے کہ مال فی میں سے ایک حصہ خدا کا ہے کہ امور خیر میں صرف کیا جائے اور ایک حصہ سو لخدا صلعم کا ہے کہ وہ اپنے حصہ کے مالک ہوں جسقدر چاہیں اور ایسے ہی ذی القربی وغیرہ کا حصہ ہے اور بموجب حکم خدا بنیگ فاطمہ زہرا علیہا السلام فدک کی وارث ہیں نہ ابوبکر حضرت فاطمہ کیطرف سے وارث نہیں ہو سکتے کہ وہ تو اسکے غاصب تھے اور از راہ تعدی اور تمردی فاطمہ زہرا کو فدک نہ دیا اور حضرت زہرا نے ابوبکر سے ناراض ہو کر اس دنیا سے رحلت کی ہے داروغگی ابوبکر کی کیونکر ثابت ہو اور شیعوں پر کوئی خرابی عائد نہیں ہوتی ہے کہ تو جو کچھ معنی للہ اور للرسول کی تجویز کرتا ہے شیعہ اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں اور نہ سو لخدا صلعم کو ایسا مالک جانتے ہیں کہ گھر باہر تیرا ہے لیکن کوٹھی کٹھلے کو ہاتھ نہ لگانا یہ تیرا ہی عقیدہ ہے اور نہ ہم ایسے معنی کہتے ہیں کہ جس سے یہ بات لازم آئے اور کلام اللہ کے اعجاز اور فصاحت اور بلاغت میں خلل آئے اور لام للہ کا البتہ تملیک کے واسطے ہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ مال فی میں ایک حصہ خدا کا ہے کہ اسکو امور خیر میں صرف کرے اور لام تملیک میں بھی کچھ ضرور نہیں ہے کہ پہلے ہی ملک نہو خدا تعالیٰ لمن الملک الیوم کے جواب میں فرمائیگا کہ للہ الواحد القہار یا یہ کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا للہ ما فی السموات و ما فی الارض کیا پہلے اس سے خدا تعالیٰ کی واسطے ملک نتھا اور فرمانے سے پہلے کیا آسمان و زمین اسکی ملک میں نہ تھی اور ذی القربی کی بھی لام تملیک کے واسطے ہے اور مراد اس سے بھی یہی ہے کہ ایک حصہ نکالکر دینا چاہئے اور سو لخدا صلعم کی ملک البتہ ایسی ہے جیسے اور آدمیوں کی ملک ہے اور اس نے کے مملوک ہونیمیں سبکا حال برابر ہے مگر سو لخدا صلعم کو اختیار ہے اسکے تقسیم کرنیوالے ہیں اور اصناف مذکورہ کو جسطرح چاہیں دیویں اور خدا تعالیٰ تو مالک ہر چیز کا ہے اس مالک نے اپنے بندوں کو مال فی دیا اور ایک حصہ سمیں اپنا مقرر کیا امور خیر میں صرف کرنیکے واسطے اور حصہ مقرر کئے حصہ خدا کا خدا مالک ہے کہ اسکو راہ نیک میں صرف کرواتا ہے اور ایسے ہی جناب سو لخدا صلعم اور سوائے انکے اور آدمی اپنے حصہ کے مالک ہیں جس چاہیں سو کریں اور اس ملک میں سب برابر ہیں اور باریتعالیٰ کی ملک یعنی جو حصہ کہ اس نے اپنا مقرر کیا ہے وہ صدقہ ہے اور صدقہ میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی اور سو لخدا صلعم کا حصہ اور دوسروں کا حصہ صدقہ نہیں ہے اور وراثت مردہ کے مال میں جاری ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ موت سے پاک ہے اور سو لخدا صلعم کی موت آچکی کہ وہ اس جہان سے رحلت کر گئے انکے مال میں البتہ وراثت جاری ہو گی اور ملک خدا کے بھی مال میں وراثت جاری ہوتی ہے کہ سب آدمیوں کے پاس جو کچھ ہے وہ مال خدا کا ہے اور جو کوئی مر جاتا ہے تو بعد اسکے دوسرا شخص اسکا وارث ہوتا ہے اور جو کوئی وارث ہوتا ہے اسکی شان سے مورث ہوتا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا وارث ہونا تو قرآن سے بھی ثابت ہے چنانچہ فرماتا ہے نحن الوارثون پس چاہئے کہ اسکے مال میں وراثت جاری ہو **قال الشیخ الاشعری** اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے اول تو یہ کہ رسول اللہ صلعم بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپکی ملک زائل ہونے ہی نہیں پاتی جو وارثوں کی ملک اسکے قائم مقام ہو بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں تو چند کسی گوشہ میں بیٹھے رہیں اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں و دس سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے یا وارث مالک نہیں ہو جاتے ایسے ہی رسول اللہ صلعم بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے ہیں اور آپ متروکہ اپنی اشیاء اموال کا مالک کوئی مالک نہیں ہو گیا اور حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ جو ابوبکر صدیق سے اس حدیث کی لم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ابتک بقید حیات ہیں پر شیعہ نہ سمجھیں تو کیا کیجئے اور اگر شیعہ یا اور کوئی رسول اللہ صلعم کو زندہ ہونیکو نہ مانے تو **اقول** ماشاء اللہ کیا وجہ معقول پیدا کی ہے اپنے ذہن ثاقب سے کہ آجتک کسی عالم کو علماء اہل سنت میں سے ایسی جرئت نہ ہوئی کہ جسکا مسلمانوں میں سے شیعہ سنی کوئی قائل نہیں ہے اگر شیخین ابوبکر کے زمانہ میں یہ بات تو انکی تالیف قلوب کے لئے کافی تھا اور انکو روایت لا نورث کے وضع کرنیکی احتیاج نہوتی اور جسوقت فاطمہ زہرا وراثت کا دعوی کرتیں تو ابوبکر کہدیتا کہ فاطمہ زہرا سچ کہتی ہیں رسول خدا صلعم بلکہ تمام انبیاء زندہ ہیں اور کوئی انمیں سے مرا نہیں ہے تمہارا تمکس کے مال میں سے لیتی ہو اور طلب کرتے ہو اس شخص کو کلام اللہ بھی یاد نہیں ہے ورنہ ایسی بات نکہتا اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کل نفس ذائقۃ الموت انمیں تخصیص کسیکے نفس کی نہیں ہے نبی اور غیر نبی کی اور اگر تمہیر کو اسواسطے موت نہوتی تو خدا تعالیٰ انکو مستثنے کر دیتا اس آیت میں یا اور کہیں دوسری جگہ فرماتا بلکہ خدا تعالیٰ نے تو تصریح کر دی ہے رسول خدا صلعم کی موت کی کہ بھی مرنیوالے ہیں چنانچہ فرماتا ہے کہ انک میت و انہم میتون اور اسیطرح جسوقت کہ حضرت صلعم نے وفات پائی تو حضرت عمر نے بھی بسبب جہالت کے فرمایا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم مرے نہیں ہیں اور

گمان انکو یہ تہا کہ پیغمبر مرتا نہیں سے اسوقت ابوبکر نے عمر کو سمجھایا اور کہا کہ پیغمبر خدا نے وفات پائی ہی اور ایسا نہیں ہے کہ پیغمبر کو موت آئی خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ تب عمر نے کہا کہ کبھی میں نے یہ آیت سنی ہی نہی چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں لکھا ہی اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں اسکے جواب میں لکھا ہی کہ ان حضرت کی وفات کے صدمے سے عمر کے ہوش بجا نہ تھے اسواسطے بیہوشی میں انکی زبان سے نکل گیا تھا کہ پیغمبر خدا مرے نہیں ہیں انہوں نے بھی حضرت کے مرنے کا اقرار کیا اور یہ شیخ انکار کرتا ہی برخلاف اعتقاد کل اہل اسلام کے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی کہ بوقت تغیر ملک الموت واسطے قبض کرنے روح مطہر کے یا عرب بنکر آئے اور درد دولت پر حاضر ہوکر اجازت طلب کی اور اجازت حاصل ہوئی تو واسطے قبض روح کے داخل ہوئے اور قبض کرنیمیں مشغول ہوئے اور لکھا ہی کہ یہانتک مولود شریف جوڑ پر تھے تو اسمیں یہی لکھا ہی کہ جب ملک الموت روح اقدس قبض کرنے لگے تو رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ اے ملک الموت روح کے نکلنے میں تکلیف ہوتی ہی کیا امت کے لوگوں کی بھی روح ایسی ہی سختی سے قبض کریگا جو کچھ سختی کرنی ہی مجھپر کر اور امت کے لوگوں کی ارواح آسانی سے قبض کرنا اور بعد اسکے روح اقدس کو قبض کیا اور ان حضرت کا مرنا تو یہانتک مشہور ہوگیا ہی کہ بارہ فاتیں مقرر ہوگئیں اور دہلی میں ان مذہبوں میں قدم شریف پر بڑا ہجوم ہوتا ہی یہانتک کہ جس مہینے میں حضرت نے وفات پائی ہی اس مہینے کا نام ہی بارہ وفات کا مہینا ہوگیا سو وفات تو حضرت کی اور قبض ہونا روح اقدس کا قرآن اور حدیث اور کتب تواریخ سے ثابت ہے اب حضرت جو روضہ قبر میں مدفون ہیں تو معلوم ہوا کہ دوسری مرتبہ حضرت زندہ ہوئے ہیں اور اسیکو رجعت کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے زندہ ہونا یہ مذہب شیعوں کا ہی نہ اہل سنت کا لیکن مرنیکے بعد زندہ ہونا وراثت کو مانع نہیں ہے کہ وہ مرنیکے بعد ہی ثابت ہوجائیگا اور بعد اسکے اگر پھر زندہ ہوئے تو ہوا کرے اور اگر قتل شہدا کے زندہ ہیں کہ عالم برزخ میں کھاتے اور پیتے ہیں تو اس زندگی کا حکم موت کا سا ہے اور میراث کا اس زندہ کی نہ پہنچنا چاہئے وارثوں کو کہ جو مثل زندگان دنیا کے سب احکام روزہ نماز وغیرہ کے مکلف ہیں اور روایت لانورث تو اسپر دلالت کرتی ہی کہ جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ کر چلے گئے ہیں وہ صدقہ ہی اور اسکا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی اور زندہ رہنے پر حضرت کے کہاں دلالت کرتی ہی **قال الشیخ الاشعری** دوسری وجہ یہ کہ انبیا خاصکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب کمال درجہ کی حقیقت شناسی ہر دم ہر لحظہ خداوند کریم مالک الملک کی ملکیت کو دیکھتے ہیں اور اسکا مالک ہونا ہر وقت انکے پیش نظر ہی اسلئے اپنی ملک کو ملک نہیں سمجھتے ہیں بلکہ جیسے کوئی کسیکے گھر دعوت کھانے جاتا ہی اور اسکھانیکو بمنزلہ اور ضافت کہنا کہلانیوالے کے کہلانیوالا ہی ملک سمجھتا ہی بخلاف اس کھانیکی نسبت جو اسکے سامنے رکھا جاتا ہی فقط کھانیکی اجازت سمجھتا ہی نہ یہ کہ اپنا سمجھکر کسیکو دیدے یا بیچڈالے یا اپنے لواحق کو لیجائے بلکہ اپنے لئے بھی لیجانا ممنوع جانتا ہے نہیں عرف و شرع میں اسبات کو معیوب کوئی نہیں سمجھتا ایسا ہی انبیا بھی ان اشیا کو جو انکے قبضہ میں بطور ملک ظاہر کے آجاتی ہیں اپنی ملک نہیں سمجھتے بلکہ ملک مالک الملک سمجھکر بمنزلہ مہمان یا دعوتی کہ جو کچھ اس سے کہا یا کیا کہا یا باقی مالک خانہ کا ہی جو کچھ کام آیا کام میں لائے باقی کو خدا کی ملک سمجھکر اس دار دنیا سے کھڑے ہوتے ہیں پھر جب انکے نزدیک انکی ترکہ انکی چیز نہ ہوئی تو یہ قبض حین حیات اور استعمال بمنزلہ قبض طعام دعوت اور استعمال مال مستعار ہوگا اور انکے عندیہ میں وارثوں سے کچھ حق نہ پہنچیگا اسیواسطے رسول اللہ صلعم نے یوں فرمایا لانورث ماترکناہ صدقۃ اور یہ بات کہ اگر انبیا کا متبوضہ انکی ملک ہی نہیں تو انکی بیع و شرا جاہی کہ نافذ نہوکر کسی نادان ہی کے دل میں کھٹکے تو کھٹکے کیونکہ خبیے بحث ہوتی ہی بسا اوقات اہل دنیا بھی انکو اسباب کی اجازت دیدیا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت ہماری چیز کو بیچ لینا خداوند کریم تو درکنار یاران بے تکلف تو اجازت کیے بھی محتاج نہیں ہوتے دوستوں کی چیز میں اجازت ہی سمجھتے ہیں لیکن اس اجازت کو ملک کوئی نہیں سمجھتا یہانتک کہ اسکے وارث بھی اسکے مستحق ہوجائیں الحاصل انبیا کی حقیقت شناسی اسی بات کو مقتضی ہی کہ اپنے متبوضہ کی نسبت انہیں آپکو مالک نہ سمجھیں بلکہ اسکو منجانب اللہ سمجھکر اور ملک خداوند کریم جانکر حسب ضرورت اپنی کام میں لیتے ہیں باقی رہی عوام اور سوا انبیا کے ہر چند کتنی ہی باکمال کیوں نہوں بمنزلہ عوام ہی کے ہیں انکو انبیا کے مقابلہ میں بمنزلہ اطفال و مجانین کے بڑوں لوٹھوں عقلمندوں کے مقابلہ میں سمجھنا چاہئے یعنی جیسے اطفال بے تمیز اور مجنونان اطفال شیرہ دعوت یا غیر کی کسی قسم کی چیز کو اگر انکے پلے پڑی تو جانے اپنی سمجھکر اگر مالک بھی انسے لینے لگے تو غل مچاتے ہیں اور رونے دھونے لگتے ہیں اور مالکان سیر چشم چشم پوشی کرکے چپ ہو رہتے ہیں اور اس کھانیکو لیجانے دیتے ہیں اگر ان اشیا کو انہیں کے پاس چھوڑ بیٹھتے ہیں ایسی ہی عوام ہی اس متاع دنیا کو جو حقیقت میں ملک مالک الملک کی ہی انکے پاس مستعار ہی گو زبان سے خدا کی کہی جائیں پر دل سے اپنی ہی سمجھتے ہیں اور اگر کسی ایک آدمی نے دل سے بھی خدا ہی کی سمجھا تو اول تو پورا پورا سمجھنا کہاں دوسرے کسیکو کیا معلوم دلکی بات سوا خدا کے کون جانتا ہی جو انکے مال میں وراثت جاری نہ کی جاوے مثل نبوت اگر انکے اندر بھی اسکی کوئی علامت ہوتی تو یہاں بھی بھی اسلئے خداوند کریم الاکرمین نے براہ چشم پوشی انکی ترکہ کو انہیں کی ملک قرار دیکر بقدر مناسب انکے پس ماندوں کو تقسیم کردیا القصہ ان وجوہ سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ ملک انبیاء بزنگ ملک خدا قابل وراثت نہوئی یہ وجوہ غلط ہیں تو ہوا کرو شاید کوئی اور ہی وجہ ہو مدعیان وراثت کو بہی تکل ہی رہیگی **اقول** ایسی پوچ اور واہی باتوں سے کچھ کام نہیں چلتا ہی بھلا انسے دلیل بات کو کون عقلمند پسند کریگا اور جو کچھ اس نے لکھا ہی وہ ایسی بات ہے کہ جسپر اطفال و مجانین بھی ہنستے ہیں اور یہ جو اس نے لکھا ہی کہ انبیاء خاصکر رسولخدا صلعم اپنی ملک کو ملک ہی نہیں سمجھتے ہیں اسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ صورت ہے کہ ملک تو انکی حقیقت میں ہی لیکن اپنی ملک کو ملک نہیں سمجھتے ہیں دوسری ایک یہ صورت ہی کہ وہ انکی ملک ہی نہیں ہے اور یہ صورت کہ اپنی ملک کو ملک نہیں سمجھتے ہیں تو کچھ مخصوص انبیاء کے واسطے نہیں ہے تمام بندگان خدا ایسی ہی سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب بمنزلہ مستعار کے ہی اور ہم اسکو یہیں چھوڑ جائیں گے اگر یہ ہمارا ہوتا تو ہماری ہمراہ رہتا اور حدیث میں بھی وارد ہوا ہی چنانچہ حضرت نے فرمایا ہی کہ آدمی دنیا میں بمنزلہ مہمان کے ہی اور جو کچھ اسکے پاس ہے عاریت ہے اور اگر آپ میرے واسطے ایسا نہیں کہہ سکتے تو معذور رکھا جاوے خاصکر اعلی الخصوص وہ لوگ کہ جنکو اہل سنت اولیاء اللہ کہتے ہیں اور انہوں نے ذات خدا میں اپنے تئیں فنا کردیا ہی یہانتک کہ اپنے تئیں خدا

کہنے لگتی ہیں تو لوگ بھی اہل سنت کے نزدیک ایسی ہی ہیں بلکہ انبیاء سے بڑھکر ہیں اس مقدمہ میں کہ اپنی چیز کو اپنی ملک نہیں جانتے ہیں اور جو کچھ اس نے انبیاء کی خاصکر ہمارے پیغمبر کے اوصاف میں لکھا ہے سب اپر صادق آنا ہے چاہئے کہ انکا بھی کوئی وارث نہو اور اپنی ملک کو یہ سمجھیں کہ یہ میری ملک نہیں ہے اس سمجھنے سے جو امور کہ مترتب ہیں ملکیت پر اسکی ملک سے زائل نہیں ہو سکتی ہیں ملک کا ملک ہونا اور چیز ہے اور اس چیز کا جو کہ حقیقت میں ملک ہے ملک نہ سمجھنا اور بات ہے اور اگر رسولخدا کسی چیز کے مالک نہوں تو اختیار کا حضرت کا لازم آئے اور مالک نہو حضرت کا کلام اللہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ حضرت اپنی لونڈیونکو تصرف میں لائے ہیں ملک ہونیکی جہت سے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ اللّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ بموجب حکم خدا تعالی لونڈیونکو ملک ہونیکی جہت سے تصرف میں لائے اور اگر حضرت کی ملک نہوتی اور تصرف میں لاتے تو مرتکب حرام کے ہوتے ہیں جسوقت کہ ملک ہونیکی جہت سے متصرف ہوئے تو ملک حضرت کی ثابت ہوئی اور بندہ جو حضرت آزاد کرتے تھے اگر وہ ملک حضرت کی نہوتی تو کچھ ثواب نہوتا اور آزاد کرنا انکا لغو ہوتا اور ایسا نہوتا کہ جیسے کوئی حلوائی کی دکان پر دادا کی فاتحہ دلوائی اور راہ خدا میں حضرت دیدیتے ہے اگر وہ مال حضرت کا نہوتا تو ثواب حضرت کو کاہیکو ہوتا ثواب اپنی چیز کے دینے کا ہوتا ہے پس جسوقت کہ حضرت کی چیزوں کا ملک حضرت کی ہونا ثابت ہوا تو جو کچھ کہ حضرت نے بعد اپنے چھوڑا ہے وہ سب مال حضرت کا اور مملوک اور مقبوض انکا تھا انبیاء کو اپنی چیز کا بیچنا اور خریدنا اس امر پر محمول ہو کہ دوستوں کو بسا اوقات اجازت دیا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت ہماری چیز کو بیچ لیا کرو یہ بات ایک مہمل اور پوچ ہے کہ اسکو کون عقلمند قبول کریگا اور یہ تو مومنین کے واسطے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی خدا تعالی کے بڑی دوست ہیں چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اس صورت میں چاہئے کہ انکی بھی دنیا میں کوئی ملک نہو اور خرید اور فروخت کی انکو اجازت ہو اور یہ کسی تاریخ اور روایت میں آیا بھی نہیں ہے کہ خدا تعالی نے حضرت کو فرمایا ہو کہ جو کچھ تیرے پاس ہے یہ تیرا نہیں ہے لیکن ہمنے تجھکو اجازت بیچنے خریدنے کی دیدی ہے اور اگر بالفرض یہ حکم ہوگا تو سب آدمیوں کے واسطے ہوگا اور ہر چند کوئی دوست کسیکا دنیا میں ہو یہانتک کہ بھائی بہن ہوں تو بھی بے اجازت کسیکی چیز کو خرید و فروخت نہیں کر سکتے ہیں کہ یہ شرع میں درست ہی نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کریگا تو گنہگار رہیگا جبتک کہ مالک معاف نکرے اور سوائے انبیاء کے ہزاروں مقربان درگاہ خدا بھی سوائے مرتبہ نبوت کے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ انبیاء اور وہ اولیاء ایسے نہیں ہوتے ہیں کہ اگر غیر کی چیز پڑی پڑی جاوے تو اسکو دبا رکھیں جیسے ابوبکر نے فدک کو دبا رکھا اور مالک طلب کرے تو غل مچائیں اور رونے لگیں اور اسکو دیویں نہیں پس یہی اس امر میں مثال انبیاء کے ہیں چاہئے کہ یہی اپنی چیز کے مالک نہوں اور انکے اموال متروکہ میں وراثت جاری نہو اور میں پوچھتا ہوں کہ جناب رسولخدا صلعم جو کسی سے قرض لیتے تھے تو وہ حضرت کی ملک ہو جاتا تھا یا نہیں اگر وہ ملک ہو جاتا تھا تو ہمارا مطلب ثابت ہے اور اگر ملک نہیں ہوتا تھا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت مال غیر میں اپنا تصرف کرتے تھے اور اگر ملک حضرت کی نہوتا تھا تو حضرت علی کو اپنے قرض کے ادا کرنیکی وصیت کسواسطے کی تھی جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے قرض رسولخدا کا ادا کیا اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے سب پوچ ہے اور قابل توجہ کے نہیں ہے کہ انبیاء اور ماسوا انبیاء میں فرق نکالا ہے یہ کلام یا گلوں اور مجانین کا سا ہے اور جو وجوہ وا ہیہ لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور ترکہ انبیاء میں بیشک وراثت جاری ہوتی ہے اور کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ جس سے انبیاء کے ترکہ میں وراثت کا جاری نہونا ثابت ہو ہر چند اہل سنت سر پٹیا پھوڑیں اور دیوانوں میں مریض بنیں اور مدعیان وراثت کو یہ بہ مشکل نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** الفصد للرسول سے ایسی ملک کو ثابت کرنا جو برائے نام ہو اہل سنت کو تو کچھ ہضم نہیں پر شیعہ نے تو سمجھ لیں نہ کوئی ایسی نئی معقول باتوں پر کیا کہیگا الفضل ہل الشئ فہم [illegible] لام ما ہو ان الذی القربی سے ملکیت و استحقاق مندرجہ آیت مثل لام للذکر مثل حظ الانثیین یا لام لکم رؤس اموالکم جو پہلا ملکیت اور دوسرا استحقاق پر دلالت کرتا ہے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہاں اگر مثل لام اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِیْنِ یا لام بیان مصرف کے لیے کہا جائے تو البتہ قرین عقل اور شیعوں کے نزدیک بھی واجب التسلیم معلوم ہوتا ہے اول تو اسمیں کچھ خرابی نہیں بے خلل و غش عقل اسکی تسلیم کرتی ہے اور بوجہ بے عقلی اگر عقل کی بات کے تسلیم کرنے میں شیعوں کو کچھ عذر ہو تو آیہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ [illegible] جو بعینہا آیہ ما افاء اللہ کے مطابق اتفاقات سے شیعوں کے نزدیک لام بیان مصرف کے لیے ہے چنانچہ ابوالقاسم صاحب شرائع الاحکام نے جو ملقب بمحقق ہے اور سوائے اسکے اور علماء امامیہ نے اسبات کو تصریح کہا ہے بلکہ اہل سنت کے اماموں سے بھی سندیان کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو کوئی کسی چیز کا مصرف ہوتا ہے اگر مالک مال اسکو نہ دے تو اہل مصرف اسکی داد خواہ نہیں ہوتے بالجملہ اہل مصرف قبل عطا مالک نہیں ہوتے اسلئے فقراء وغیرہ کو زکوۃ اور صدقات کا مالک قبل عطا کوئی نہیں سمجھتا تو اس صورت میں لام ملکیت اور استحقاق پر دلالت نکریگا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک وغیرہ اراضی فے کا تقسیم کرنا ضروری نہ سمجھا بلکہ آمدنی کو تقسیم فرماتے رہے اگر لام للرسول وغیرہ ملکیت اور استحقاق پر دلالت کرتی تو قرینہ لفظ ما افاء اللہ کا اسمانکو مقتضی تھا کہ اصل زمین کو بانٹ کر مستحقوں کو حوالہ فرماتے کیونکہ اصل زمین مصداق ما افاء اللہ ہو سکتی ہے نہ کہ آمدنی چنانچہ ظاہر ہے **اقول** شیعہ تو رسولخدا صلعم کی ایسی ملک نہیں کہتے ہیں تو ہی اپنی طرف سے ایجاد کرکے کہتا ہے اگر مضر ہوگا تو تیرے واسطے ہوگا کہ تو ہر احتمال کا موجد ہے اور تجھپر ہی اعتبی طعن کریگا جھوٹے احتمالات نکالنے کا اور شیعہ تو رسولخدا صلعم کی ملک کا مل کے قائل ہیں بموجب ارشاد خدا تعالی کے نہ ایسی ملک کے جو برائے نام ہو اور لام للرسول اور لذی القربی ہے جیسے کہ مصرف مال فے ثابت ہے ایسی ہی ملکیت اور استحقاق بھی ثابت ہے کہ خدا تعالی نے مال فے انکو عطا کیا ہے اور اسکا مالک کر دیا ہے اور یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ عطا تو کرے اور مالک اسکا نکرے مدبون ملک کرنیکے کچھ معنی ہی نہیں ہیں بلکہ وہ عطا لغو ہے اور لغو خدا تعالی پر محال ہے اور جسوقت خدا تعالی نے عطا کیا تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ رسولخدا ارشاد خدا کو نو جانیں اور تقسیم کرکے

اہل مصرف کو نہ پہنچائیں بیان دانے کے نزدیک یہ بھی محال ہی اور اگر اہل مصرف کو ندیویں تو البتہ وہ دعوی کریں کہ خدا تعالی تو ہم کو عطا کر چکا اور فرمایا کہ فلانے اور فلانے کے واسطے یہ ہے آپ ہمکو واسطے نہیں دیتے ہیں وہ حال عطای خدا کا مثل حال زکوۃ کی نہیں ہے کہ وہ بخشش خدا ہی اور یہ خیرات بندہ ہی اور اگر مال خمس اور زکوۃ امام کے پاس جمع ہوجائے اور اہل مصرف کو ندیوے تو اہل مصرف البتہ دعوی کرینگے اور اگر سارا مال آپ ہی خورد و برد کر جائے مثل عثمان کے تو البتہ اسکو مطعون کرینگے جیسا کہ صحابہ نے عثمان کو مطعون کیا یہانتک کہ مروا ڈالا اور زکوۃ اور خمس میں اہل مصرف اگرچہ قبل عطا مالک نہیں ہوتے لیکن مال فے میں بمجرد نزول آیۃ فے مالک ہوگئے گو ابھی قابض نہیں ہوئے اور جب خدا نے بخشدیا اور فرمایا کہ یہ فلانے اور فلانے کے واسطے ہی تو انکو مالک ہی اسکا سمجھیں گے اور اس صورت میں لام للرسول اور لذی القربی کا ملکیت اور استحقاق پر اور بیان مصرف پر دونو پر دلالت کریگا سو بیواسطے رسولخدا صلعم نے اراضی فے ہی کو تقسیم کیا نہ اسکی آمدنی کو اور تقسیم کرنا اراضی فے کا ہم کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہیں اور جسوقت خدا تعالی نے اراضی کو فے کیا ہو اور فرمایا ہو کہ وہ فلانے اور فلانے کیواسطے ہی تو کیب ہوسکتا ہی کہ رسولخدا صلعم اراضی کو تو ندیویں اور آمدنی اسکی دیویں اور اگر آمدنی ہی بینی منظور ہوتی تو خدا تعالی آمدنی کے دینے کا حکم کرتا اراضی کو کیوں فرماتا کہ خدا تعالی نے اراضی فے کی ہی فلانے اور فلانے کیواسطے اور مصداق ما افاء اللہ کا جو اراضی تھی تو رسولخدا صلعم نے اراضی ہی کو تقسیم کیا اور آمدنی کا تقسیم کرنا کسی کتاب میں نہیں لکھا ہی بلکہ اہل سنت کی کتابوں سے بھی تقسیم اراضی ہی ظاہر ہوتی ہی کہ فدک حضرت صلعم کے حصہ میں آیا اور اگر فدک حضرت کے حصہ میں نہ آیا ہوتا اور مال فے تقسیم نہوا ہوتا تو فدک خاص کے دعوی کرنیکی حضرت فاطمہ کو کوئی وجہ ہی نہتی بلکہ کل مال فے کا دعوی کرتیں کل مال فے حضرت کے قبضہ میں تھا یا بعض غیر معین کا دعوی کرتیں فدک کی کیا تخصیص تھی **قال الشیخ الاشعری** اگر شاید کسی عقل کے دشمن کو یہ شبہ ہو کہ ہمنے مانا بیان مصرف سے ملکیت اور استحقاق ہمارا نہیں ہوتا تاوقتیکہ اہل مصرف کو کچھ عطا نکیا جاوے انکی ملک میں نہیں آتا لیکن نفس ما افاء اللہ کا اسبات کو تقاضا کرتا ہی کہ اصناف مندرجہ آیہ مصرف اہل زمین ہوں تو اس صورت میں لازم تھا کہ رسولخدا صلعم زمین کو تقسیم فرماتے آمدنی کا تقسیم کرنا بظاہر برخلاف آیہ ہی سو اس خیال کیا ہی علماء کی گزارش یہ ہی کہ اس قسم کی شبہ کا جواب اہل سنت تو انشاء اللہ تعالی بطور معقول دینے نکلیں گے لیکن شیعہ جو اتنا تو سمجھیں کہ ہمارا اعتراض اہل سنت پر بلکہ صاحب شریعت سرور کائنات خلاصہ موجودات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیمات پر ہی سو اس صورت میں انپر مذہب کے بھی خیر نہیں ایسے شبہ کا جواب ہماری طرف سے تو وہی شعر مشہور ہے ؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گزشتی ٭ با اینہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فدک کو تقسیم کرکے ندینا ہمیں تو ایمان کیلئے کچھ اور افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم نہیں ہم تو بے دلیل اسکو صحیح سمجھتے ہیں لیکن جسصورت میں کہ ابوبکر صدیق وغیرہ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرفداری میں ہمکو اتنا بکھیڑا کرنا پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفداری اور حمایت کیونکر نکرینگے **اقول** یہ بات تو ہم نہیں کہتے ہیں تو ہی عقل کا اور نقل دونو کا دشمن ہے کہ جو ایسی بات کہتا ہی اور اپنی عقل ناقص سے خلاف نقل ایک دعوی خلاف بیجا کرکے کہتا ہی اور پھر اسکے جواب دینے پر مستعد ہوتا ہی ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اہل مصرف اپنا اپنا حصہ لیکر مالک اور قابض ہوگئے اور رسولخدا صلعم نے اپنے حصہ میں فدک بھی لیا اور اسکا مصالحہ کرکے فدک والوں پر آمدنی کا حصہ مقرر کردیا چنانچہ ہم مقصد ثانی غیر کتب اہل سنت سے لکھ آئے ہیں کہ آمدنی کا تقسیم کرنا تو تو ہی کہتا ہی ہم نہیں کہتے ہیں اور ہمارا اعتراض جناب رسولخدا صلعم پر اسوقت ہوتا کہ ہمارے نزدیک رسولخدا صلعم نے اراضی کو تقسیم نکیا ہوتا تو ہی کہتا ہی کہ رسولخدا صلعم نے اراضی کو تقسیم نہیں کیا اور حال یہ ہی کہ لفظ ما افاء اللہ کا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ زمین تقسیم کرکے سب کو دی جاوے اور جب تقسیم حضرت نے نہ کی تو اعتراض تیرا رسولخدا صلعم پر ہوگیا تو ہی اپنی فکر کر کہ تو ایمان سے خارج ہوگیا اور تیری ہی خیر نہیں ہے اور تو تقسیم کردینے کا مقر اسواسطے نہیں ہوتا ہی کہ اسمیں ابوبکر کی خیر نہیں ہے ورنہ تیرا قول جانتا ہی کہ زمین نے تقسیم ہوگئی ہی اور اسیواسطے حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا اور خاص فدک کو جناب رسولخدا صلعم کیوں تقسیم کرنے فدک تو حضرت نے فاطمہ زہرا کو ہبہ کردیا تھا چنانچہ ہم اول بحث میں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں اور تو رسولخدا صلعم کا حامی کیونکر ہوگا تو نے تو اپنی رائے سے شبہ پیدا کرکے ان حضرت پر اعتراض جمادیا ہے اور ابوبکر کی طرفداری میں تو نے اپنا ایمان برباد کیا اور پھر مطلب تیرا حاصل نہوا **قال الشیخ الاشعری** اگر شیعوں کو خلفاء کا بغض اور خدا کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی اس بات کا طعن ہے کہ اس آیت سے تو آمدنی کا مصارف مندرجہ آیت میں صرف کرنا معلوم نہیں ہوتا اگر اہل مصرف کا دینا اس آیت سے نکلتا ہی تو اصل زمین کا نکلتا ہی پھر آپنے اصل زمین ہی کیوں نہ تقسیم فرمائی تاکہ سب نہیں تو کچھ تو رسول اللہ صلعم کے حصہ میں آتا اور حضرت فاطمہ زہرا کا بابت فدک دعوی وراثت صحیح ہوجاتا اور یہ طعن جو ابوبکر پر بوجہ نہ دینے میراث کے ہم کرتے ہے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر حسب مزعوم شیعہ پلٹ کر نہ آتا کیونکہ وہ معصوم نہیں اور معصوم سے یہ بات کہ جو اپنی صورت کی چیز ہی نہو اس میں دعوی وراثت کا کرنا اس اہتمام سے کہ شیعوں سے سب ہی سنا ہوگا ہرگز تصور میں نہیں آسکتا اور ایک شے اگر مالک اہل مصرف میں سے کسی ایک کو اس غرض سے عطا کرے کہ اسقدر اوروں کو دیکر باقی جو بچے اسکو اپنے آپ کہلیوے تو اور لینا دینا تاوقتیکہ وکیل نے تقسیم نکیا ہی تقسیم نکرے اسقدر میں کہ جسقدر بعد تقسیم اسکے پاس باقی رہیگا اسکے لئے موجب ملک نہیں ہوسکتا اور وجہ اسکی ظاہر ہے کیونکہ یہ اشیاء مشترکہ میں باتفاق فریقین بے قبض موجب ملک نہیں ہوسکتا اور قبض بے تقسیم متصور نہیں تو اس صورت میں یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ آخر رسول اللہ صلعم قابض تو تھے ہی اگر اور کوئی اصناف مندرجہ آیت میں سے باموجب مالک نہیں ہوسکتا کہ اہل مصرف قبل عطا اور قبل قبض مالک نہیں ہوا کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب پر قابض تھے اپنا حصہ بھی اس میں آگیا بہرحال کوئی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالک ہونیکی نہیں نکلتی جو دعوی وراثت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صحیح ہو **اقول** شیعوں کا تو یہ قول ہی نہیں ہے کہ آمدنی مصارف پر صرف ہوتے تھے بلکہ شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ زمین ہی کو تقسیم کردیا تھا اور فدک کو آپ لیا تھا اور اگر ہم فرض کریں کہ آمدنی کو وہ حضرت تقسیم کرتے ہونگے

تو سوائے اپنے اور اصناف میں تقسیم کرتے ہونگے اور اپنے واسطے تو فدک کو مستثنے کرکے خود لے لیا تھا جیسا کہ ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ آئے ہیں اور اول تو آیت سے ثابت ہی کہ خدا تعالی نے فے چند اصناف کو عطا کیا اور فرمایا کہ فلانے فلانیکے واسطے ہی سو وہ بمجرد نزول آیت کے اُسکے مالک ہوگئے گو ابھی قبضہ میں ہر ایک کے نہیں آیا اور جب سولخدا صلعم نے تقسیم کرکے ہر صنف کو اُسمیں سے عطا کیا تو وہ قابض بھی ہوگئی اور باقی کا مال فے جس میں فدک تھا اُسکو اپنی قبضہ میں اپنا حصہ قرار دیکر اپنے پاس رکھا وہ حضرت کی ملک کیونکر نہیں ہوسکتا اور دوسری حضرت فاطمہ اور علی اور عباس کے دعوی کرنے سے اور ابوبکر کے لانورث کہنے سے ثابت ہوا کہ فدک جناب سولخدا صلعم کی ملک میں آگیا تھا اسواسطے کہ وراثت غیر ملک مورث میں نہیں ہوسکتی پس دعوی حضرت فاطمہ صحیح ہوا اور ابوبکر نے جو فاطمہ کو نہ دیا تو وہ مورد طعن ہوگئی اور تو بھی کہتا ہی کہ اراضی فے کو تقسیم نہیں کیا تھا باوجودیکہ آیت سے یہہ ثابت ہوتا ہی کہ زمین تقسیم کیجائے اور رسولخدا صلعم نے زمین تقسیم نہ کی تو یہ تیرا اعتراض اُنپر ہوا اور جب حضرت نے تقسیم فرمائی تو فدک حضرت کے حصہ میں آیا اور جب فدک حضرت کے حصہ میں آیا اور فاطمہ زہرا نے وراثت کا جھوٹا دعوی کیا کہ جو چیز پیغمبر کی تھی اُسکا دعوی کیا تو یہ اعتراض تیرا حضرت فاطمہ پر ہوا کہ بے جا دعوی کیا اور ہماری طرف سے تو یہ اعتراض ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ہم تو تقسیم اراضی کی اور ملکیت سولخدا صلعم کی دونوں کے قائل ہیں اور جناب سولخدا صلعم نے سب اصناف کو تقسیم کیا اور بعد تقسیم کے جو کچھ بچ رہا وہ سب اُن حضرت کا ہی اسواسطے کہ جسوقت سبکو دیچکے تو سوائے اپنی ذات کے اور کون باقی رہا ہے کہ اُسکا حق حضرت کے ذمہ ہوا اور اُسکو دیویں اور دینے میں بھی حضرت کو اختیار تھا جسقدر چاہا دیا اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہی وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی جو کچھ رسولخدا تو پس لیلو اُسکو اور جس چیز سے منع کریں تمکو تو پس باز رہو اور کچھ تکرار نکرو سو حضرت نے جسقدر چاہا اصناف کو دیا اور بعد دینے کے وہ باقی حضرت کا مملوک ہی اور مشترک کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہی اور اہل مصرف کو بھی پہنچا جسقدر کہ پہنچا اور رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہوئی کہ جس میں فدک بھی تھا موافق روایات فریقین کی اور دعوی حضرت فاطمہ کا وراثت فدک کا صحیح ہوا اور اگر تیرے نزدیک حضرت فاطمہ نے جھوٹا دعوی کیا تھا کہ جو چیز رسولخدا صلعم کی تھی اُسمیں دعوی کیا سو یہ تیرے نزدیک ہی اور تیرے سوا اور کوئی بشر قائل اسکا نہیں ہے اور ابوبکر نے بھی حضرت تک ملک ہی قائم رکھنی تھی جسوقت کہا کہ پیغمبر کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور وراثت ملک ہی میں مورث کی جاری ہوتی ہی نہ غیر ملک میں اور سب علماء اہل سنت بھی لکھتے چلے آئے ہیں کہ فدک مملوک سولخدا صلعم کا تھا لیکن پیغمبر کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور تو جو بے سند اور بے دلیل خلاف تحریر سب علماء کے لکھتا ہی تیری قول ہی کو کون مانتا ہی اور تو کس شمار میں ہے کہ تیرے قول کوئی پسند کریگا اور ملکیت سولخدا صلعم کی ہم ابتدا سے ثابت کرتے چلے آئے ہیں پھر دعوی وراثت حضرت فاطمہ زہرا صحیح کیونکر نہو

قال الشیخ الاشعری بالجملہ ان مقامات میں تصدق اور اتفاق ہی اور یہ موصوف بتصدق اور اتفاق یعنی اموال کا لحاظ شیعوں کے اطوار سے یوں ٹپکتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تقسیم نکرنے میں اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو وجہ سے حرف ہوا ایک تو بظاہر خلاف آیت کیا دوسرے اس تقسیم نکرنیکی بدولت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی معصومیت بالکل ہی تہا منی مشکل ہوگئی اس لئے ہمیں بھی اپنا مافی الضمیر عرض کرنا ضرور پڑا تاکہ بسبب طرفداری جناب سالتماب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دامان رحمت خداوندی میں ہمیں بھی جگہہ ملی اور شیعے جواب ندان شکن سنکر اپنے کردار کو پہنچیں جناب من شیعوں کا ایسے مقاموں میں لڑنا قطع نظر اسکے کہ اہل سنت پر کیا اعتراض کرتے ہیں اپنے مذہب پر کرتے ہیں اس مثل مشہور کا مصداق ہوجاتا ہی سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است کیونکہ ما افاء اللہ الخ جملہ اسمیہ کلام بلغا اور فصحا میں موجب دوام و ثبوت ہوتا ہی اور کوئی بشر بمقتضای بشریہ اس قاعدہ کی رعایت میں چوک جائے تو چوک جائے خداوند علیم نہیں چوک سکتا مگر اس صورت میں لازم ہی کہ للہ اور للرسول و لذی القربی ہونیکی صفت یا افاء اللہ سے زائل اور منفک نہو اور بایں صفت موصوف ہونے سے اُسکی ذات میں کچھہ انکار نہو سو یہ بات جبھی بن پڑتی ہی کہ اموال فے کو چنانچہ مرقوم ہوچکا وقف کہا جائے کیونکہ وقف کو وانما للہ بھی کہہ سکتے ہیں اور اہل مصرف کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں باقی رہا جملہ انما الصدقات للفقراء الخ ہر چند وہ بھی جملہ اسمیہ ہی ہی لیکن اہل دانش و فہم پر مخفی نہوگا کہ صدقہ ہونا کسی چیز کا خود ایک الی بات ہے یعنی کوئی ایک آن و احد کے لئے اس صفت کو اپنے موصوف سے ارتباط پیدا ہوتا ہی اور مثل حرکات سریع الزوال ہونے میں اپنے موصوف سے جدا ہوجاتا ہی کیونکہ اس صفت کے وجود کے یہی معنی ہیں کہ قدر مقرر کے اُسکو دیچکو ورنہ قبل دینے کے صدقہ نہیں و الا تمام احکام صدقات مثل ادا فرض اور حصول ثواب اور اطفاء غضب وغیرہ بے دئے اُسپر مرتب ہوا کریں اور جب دیچکے جبھی صفت صدقہ ہونیکی اُس سے زائل ہوجاتی ہی اس لئے اگر کوئی محتاج فقیر مسکین بال زکوۃ کسی اہل نصاب سے لیکر کسی غنی یا ہاشمی وغیرہ کو دینے لگے تو کچھ ممنوع نہیں ہے بالجملہ صدقہ ہونیکی صفت کا وقت عطا اور قبض ہی ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ ایک آن کی بات ہے سو اس آن تک اُسکا للفقراء ہونا نہیں کیا بعد میں اگر فقراء وغیرہ اُسکو کسیکو ہبہ کردیں یا بیچ ڈالیں تو وہ صدقہ ہی نہیں جو پھر بھی فقراء کا استحقاق باقی رہی **اقول** اس مقام میں تصدق بمعنی ایتاء مراد نہیں ہے کہ تصدق بندہ کے اتفاق کو کہتے ہیں اور مال فے علیہ ہی خدا کی طرف سے کہ اُس نے اہل کتاب کے دلوں میں سولخدا صلعم کا رعب ڈالکر اُنکو اُنکے گھروں سے جلاوطن کردیا ہے اور خاص کردیا ہے اُنکے اموال کے ساتھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو اور اُنکی اہل بیت کو اور اُس میں سے رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہیں اور وہ حصہ اُنکا مملوک اُنکا ہی اُسکے بابت میں جو چاہیں سو کریں اور مال فے کے تقسیم ہونیکی شیعہ ہرگز قائل نہیں ہیں تو جھوٹ لکھہ کر اپنے گلہ کو کس واسطے انگاروں سے بھرتا ہے بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اُن حضرت صلعم نے تقسیم کردیا تھا اور خلاف آیت کے حضرت نے ہرگز نہیں کیا ہی اور تقسیم ہونا تو اسکا اہل سنت کی

کتابوں سے بھی ثابت ہو چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں یہہ خلاف آیت کے کیونکر ہوا اور بعد آیت فے کے جو آیت ہر وہ بھی تقسیم ہونے ہی پر دلالت کرتی ہو اور تقسیم ہوئے ہی کی جہت سے حضرت فاطمہ کے پاس فدک آیا اور اُسکی مالک ہو گئیں اور جب مالک ہو گئیں تو دعوی کرنا انکا صحیح اور درست ہے بعد ضبط کرنے ابوبکر کے پہلے تو دعوی ہبہ کا اور پھر دعوی وراثت کا اور اس جہت سے انکی معصومیت میں کچھہ خلل نہ آیا اور ابوبکر نے انکو نہ دیا تو ابوبکر غاصب ٹھہرے اور اہل سنت کو مشکل ہوئی کہ انہوں نے جواب دندان شکن پایا اور ابوبکر کی طرفداری میں سولخدا صلعم کو ناراض کیا اور نادان سے نادان کی بھی عقل میں نہیں آتا ہو کہ مال فے میں سول خدا صلعم کے ملک میں نہ آیا ہو اور پھر حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ہو اور ما افاء اللہ الخ اگرچہ جملہ اسمیہ ہے اور ما موصولہ کی جہت سے مگر یہاں دوام پر دلالت اُسوقت تک کرتا ہو کہ جب تک وصف فیئیت اُس میں موجود ہے اور جب تقسیم ہو گیا مال فے تو دوام اُسکا جاتا رہا بسبب جاتے رہنے وصف فیئیت کے جیسے کہ انما الصدقات میں ہے کہ جب مال صدقہ فقرا کو دیدیا تو دوام صدقہ کا جو فقرا کے واسطے تھا اُسمیں سے جاتا رہا اب فقیر اُس مال میں سے اگر کسی تونگر کو کچھہ دیوی تو جائز ہے اور تونگر کے واسطے وہ صدقہ نہیں ہے اور مال فے کے مقدمہ میں خدا تعالی حکم کرتا ہو کہ جو کچھہ خدا نے اپنے پیغمبر کو مال فے دیا ہے وہ فلانے فلانے کیواسطے ہو اُنکو دینا چاہئے اور اپنے بندوں کو حکم کرتا ہو کہ جو کچھہ اُسمیں سے پیغمبر تمکو دیوی لیلو اور جو کچھہ نہ دیوی اُس سے باز رہو سو سولخدا صلعم نے خدا کا حصہ تو اُمور خیر میں صرف کیا اور اپنا حصہ فدک وغیرہ لیکر اُسپر قابض ہو گئے اور باقی کے فریق کے ہی حصے پہنچا دیئے اور یہی مراد ہی اس آیت سے اور جملہ ما افاء اللہ اگرچہ ما موصولہ کی جہت سے جملہ اسمیہ معلوم ہوتا ہی لیکن حقیقت میں جملہ فعلیہ ہے صلہ کی جہت سے اور موصول اور صلہ ملکر حدوث اور تجدد فیئیت پر دلالت کرتے ہیں اور فللہ و للرسول الخ موصول کی جہت سے خبر اُسکے واقع ہوا ہی اور ما کا وہ اسم ہے اور معنی اُسکے صلہ سے ملکر حدوث کے ہو گئے ہیں یعنی جو کچھہ احداث نے کیا ہی خدا تعالی نے اپنی رسول پر وہ فلانے اور فلانے کے واسطے ہے اور جسوقت وہ مال تقسیم کر دیا اور حصہ دار اُسکے مالک ہو گئے تو وہ اُسکو جو چاہیں سو کریں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ للہ و للرسول و لذی القربی ہونیکی صفت اُس مال میں ہمیشہ موجود ہو بلکہ جیسے کہ صدقہ کہ جب فقرا کو دیدیا تو وہ صدقہ ہونے سے جاتا رہا ایسے ہی مال فے جب اُسکے مستحقوں کو دیدیا تو وہ فے ہونے سے جاتا رہا اور یہ جو لکھا ہی کہ للہ اور للرسول ہونیکی صفت ما افاء اللہ سے زائل نہ ہو سو یہ جبھی تک ہی کہ تقسیم نہیں ہوا ہی اور وصف عنوانی اسکا باقی ہی اور جب تقسیم ہو گیا تو یہہ صفت اُسمیں سے جاتی رہی مثل صدقہ کے کہ جب وہ فقیر کو دیدیا تو وصف تصدق اُسمیں سے جاتا رہا اور مال فے کے وقف ہونیکی کوئی سبیل نہیں ہے سوا اسکے کہ اُس مال کو خدا تعالی نے بخشش کر کے اُن صاحبوں کو مالک اُسکا کر دیا ہی وقف سے یہاں کیا علاقہ ہے اور وقف تو وہ ہی کہ کسیکی ملک نہ ہو اور مال فے کا دوسری جگہ خدا تعالی قرآن شریف میں مملوک ہونا فرماتا ہی کہ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ اور یہ شیخ نجدی قرآن میں تحریف کر کے معانی قرآن کو فاسد کرتا ہے اور للہ جو اثبت فے میں آیا ہی تو اسواسطے لکھتا ہی کہ یہ مال للہ ہی یعنی بنام خدا ہی جیسے کہ وقف کہ وہ کسیکی ملک نہیں ہوتا اور فی سبیل اللہ ہوتا ہی اور فے کے مال کو یہ شیخ فی سبیل اللہ مقرر کر کے لکھتا ہے کہ یہ وقف ہی اور وقف کو وہ ما للہ کہتے ہیں اور حال یہ ہے کہ للہ یہاں یہ مراد نہیں ہے اور اگر للہ سے مراد بنام خدا ہو تو چاہئے کہ و للرسولہ سے مراد بنام رسول ہو اور و لذی القربی سے مراد بنام ذی القربی ہو بلکہ للہ سے تو یہاں مراد ہی کہ واسطے خدا کے یعنی ایک حصہ خدا کے واسطے بھی ہی جیسا کہ اوروں کے واسطے ایک ایک حصہ ہے اور حصہ خدا کا اُمور خیر میں صرف کیا جاتا ہی اور باقی کے اہل بیت صرف اپنے حصہ کو تصرف میں لاتے ہیں اور اسی پر آیت دلالت کرتی ہی اور اگر للہ سے یہ مراد ہو کہ فی سبیل اللہ یہ مال ہی تو چاہئے کہ للرسولہ اور لذی القربی سے مراد فی سبیل الرسول و فی سبیل ذی القربی ہو اور صدقہ کو آنی کہنا بالکل غلط ہے اسواسطے کہ مال زکوۃ میں نصاب پر جب حول گذر جاتا ہو تو زکوۃ کو مال میں سے اپنے نکالنا چاہئے اور جب نکال لیا اور اپنے مال میں سے اُسکو علیحدہ کر لیا تو وہ صدقہ ہی کہلائیگا جبتک کہ فقرا کو نہ پہنچے اور جبتک فقیر بہم نہ پہنچے ایک ماہ یا دو ماہ مثلاً تو وہ مال صدقہ ہی کہلائیگا جبتک کہ رکھا رہی اور خود آیت انما الصدقات دلالت کرے ہی کہ دینے سے پہلے صدقہ ہو لیا یعنی صدقہ کہ جو تمنے راہ خدا میں دینے کے واسطے نکالا ہی وہ واسطے فقیروں کے ہے سو پہلے مال کا نام صدقہ ہو لیا ہے کہ جو راہ خدا میں دینے کو نکالا ہی اور بعد اُسکے وہ دیا گیا ہے البتہ دینے کی اُسکی ایک آن ہی کہ وہ ایک آن میں دیا جاتا ہی اور اُسکے صدقہ ہونیکی ایک آن نہیں ہی اور حصول ثواب اور اطفاء غضب رب صدقہ دینے پر مترتب ہے نہ مال کے صدقہ ہونے پر اور جیسے کہ جملہ ما افاء اللہ دوام پر دلالت کرتا ہی ایسے ہی جملہ انما الصدقات بھی دلالت کرتا ہی بلکہ اُسمیں تو جو کچھہ تجدد بھی پایا جاتا ہی اور یہ جملہ تو صاف صاف ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہی چاہئے کہ مال صدقہ بھی ہمیشہ کو جبتک کہ دینے میں ہے اور مستحقوں کو دی بھی دیا ہی تو بوصف تصدق ہی باقی رہی لیکن یہ نہیں جانتا یہ شخص کہ دوام انکا جبھی تک ہی کہ انکے مستحقوں کو نہیں پہنچا ہی اور جب مال فے اور صدقہ اپنے اپنے مصرف میں آ گیا تو پھر وہ ثبوت اور دوام کہاں باقی رہا **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ قضیہ بھی دوام پر دلالت کرتا ہی اور اسکے دائمہ ہونے سے ہمیں کیا انکار ہی پر اتنا یاد رکھنا ضرور ہی کہ دوام کے یہ معنی ہیں کہ محمول وقت وجود موضوع حقیقی تک اُسکے ساتھ مربوط رہی مگر موضوع حقیقی کا پہچاننا ہر کسیکا کام نہیں ان باتوں کے لئے حقائق شناس معانی سنج چاہئے جسکو خداوند کریم علیم اسقدر بصیرت عنایت فرمائے کہ مناط حکم اور مدار ارتباط موضوع و محمول اور سیاق کلام کو دریافت کر سکے اُسکا یہ کام ہی سو جملہ ما افاء اللہ میں موضوع مصداق ما ہی اور اُس سے مراد خود ازنفسی ہیں اور صفت افاءت تعیین اور تفہیم و رفع ابہام کے لئے ہے اس لئے للہ وغیرہ ہونا جو مضمون خبر ہے اُسکی ذات کے ساتھہ دائم رہیگا اور موافق اصطلاح اہل منطق یہ قضیہ دائمہ ہوگا اور جملہ انما الصدقات وغیرہ میں موضوع حقیقی صفت تصدق ہی ذات اموال نہیں ہے وجہ اسکی ظاہر ہے کیونکہ یہ جملہ اگرچہ جملے خبریہ ہیں اہل فہم کے نزدیک انشائیہ ہیں مطمح نظر ان مقامات میں تصدق اور انفاق ہی اور موصوف بتصدق ہونا انفاق یعنی اموال کا لحاظ فقط اسلئے ہی کہ یہ صفت

بغیر اس موصوف کے متحقق نہیں ہو سکتے سو اس جملہ میں دوام محمول نا دوام وصف تصدق چاہیے اور موافق اصطلاح اہل منطق اسکو عرفیہ عامہ سمجھیں اور قضیہ ما افاء اللہ اگرچہ انشاء ہے پر اس قضیہ میں وصف افاء مطمح نظر نہیں ورنہ جیسے جملہ انما الصدقات یا جملہ انفقتم کا حاصل تصدقوا اور انفقوا ہے اس جملہ کا خلاصہ فیئوا ہوتا ہے **اقول** البتہ یہ قضایا دائمہ عرفیہ ہیں لیکن مبتک کہ وصف عنوانی انکی موضوع میں موجود ہے تو محمول ذات موضوع کو ثابت ہے اور جب وصف عنوانی جاتا رہیگا تو محمول موضوع کو ثابت نہوگا جیسے کہ کل کاتب متحرک الاصابع میں ہے کہ تحرک الاصابع کا انسان کو اسوقت تک ثابت ہے کہ جبتک وہ کاتب ہے اور اگر وہ کاتب نہوگا تو تحرک اصابع بہی اسکو ثابت نہوگا اور موضوع حقیقی تو انما الصدقات بہی مال صدقہ ہی ہے کہ جسکو وصف تصدق لاحق ہوگیا ہے نہ وصف تصدق کہ وہ موضوع اسکا نہیں ہے اسواسطے کہ فقرا کو مال تصدق دیا جاتا ہے نہ وصف تصدق اور صفت تصدق میں بہی رفع ابہام کے واسطے ہے ورنہ اموال سب برابر ہیں اور یہ جو فرق نکالا ہے کہ افاءت میں تو موضوع حقیقی مال فے ہے اور انما الصدقات میں وصف تصدق ہے یہ فرق صحیح نہیں ہے بلکہ دونوں آیتوں میں موضوع حقیقی مال ہی ہے اور انما الصدقات للفقراء میں وصف تصدق ہرگز موضوع حقیقی نہیں ہو سکتا کیا فقرا کو وصف تصدق دیا جاتا ہے جو وہ موضوع مقرر ہو اور فقرا اور مساکین کے واسطے مال تصدق ہی ہوتا ہے نہ صفت تصدق کی جیسے کہ کل کاتب متحرک الاصابع میں ذات کاتب کی کہ وہ انسان ہے متحرک الاصابع ہے نہ صفت کتابت کی اور جملہ ما افاء اللہ میں البتہ مصداق لفظ ما کا موضوع ہے کہ وہ اراضی مفائیہ ہیں لیکن مطلق زمین بلکہ موصوف بافاءیت کہ جسکو خدا تعالی نے فے کیا ہے وہ ہمیشہ خدا اور رسول اور ذی القربی وغیرہ کے واسطے ہے جبتک کہ اسمیں وصف عنوانی اسکا کہ وہ فیئہ ہے اسمیں باقی ہے اور جسوقت کہ مال فے کے حصہ داروں نے بعد تقسیم اسکو اپنے قبضہ میں کر کے فروخت کیا یا ہبہ کیا تو وہ وصف افاءت اسمیں سے جاتا رہا اور اب ثابت ہونا محمول کا واسطے اسکے ضرور نہیں ہے اور مطمح نظر تصدق میں لیعنی افاءت میں دونوں جگہ مال ہی ہے مگر موصوف بتصدق اور افاءت نہ صرف تصدق اور افاءت اور تاویل کر کے جملوں خبریوں کو طرف جملوں انشائیوں کے لیجانیکی کچھہ حاجت نہیں ہے اور کوئی وجہ وجیہ ہے اور درصورت فرض جملہ ما افاء اللہ کا خلاصہ فیئوا کیونکر ہو سکتا ہے جمع کا صیغہ جیسے کہ تصدقوا و انفاق میں کہ کل مومنین مراد ہیں تصدقوا اور انفقوا جمع کا صیغہ ہو سکتا ہے اور فے کرنیوالا تو تنہا خدا ہی یہاں تو واحد کا صیغہ افاء بسکون الہمزہ چاہیئے نہ جمع کا صیغہ اور اگر مال فے میں رسولخدا صلعم کیطرف خطاب ہو کہ مال فے تو فلانے اور فلانے کو تو وہاں ہی واحد کا صیغہ چاہیئے نہ جمع کا صیغہ اور سوا اسکے یہ ہے کہ تصدق و انفاق فعل بندوں کا ہے اور افاءت فعل خدا کا اور فعل خدا کا قیاس کہ وہ واحد کیا ہی افعال بندو پر کہ وہ متعدد ہیں نہیں ہو سکتا ہے کہ اگر بندوں کے واسطے تصدقوا اور انفقوا کہا جائے تو خدا کے واسطے فیئوا کہا جائے **قال الشیخ الاشعری** اس تقریر کو سنکر اہل فہم کو تامل نہ رہیگا کہ فعل جناب سرور کائنات علیہ و آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات میں مطابق آیت ہے باقی رہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا معصوم ہو کر ایسی غلطی کرنی سو اہل سنت کے نزدیک سوا انبیا کسیکی معصومیت مسلم ہی نہیں دوسرے کسی مقدمہ خاص میں معصوم سے غلط فہمی ہونے اور غیر معصوم سے ہونے کچھہ محال نہیں چنانچہ مضامین آیت محمد رسول اللہ کی تفسیر میں اسکی تحقیق گذر چکی ہے اور بیسیوں نظیریں اسکی کلام اللہ اور حدیث میں موجود ہیں منجملہ اسکے کہتی کے قضیہ میں حضرت داود کا غلطی کہنا حالانکہ نبی ہو چکے تہے اور حضرت سلیمان کا حق بات کا سمجہہ جانا حالانکہ جبتک نبی ہوئے تہے اور نہ مواقف اصطلاح شیعہ امام تہے اس دعوی کے لئے دلیل کافی ہے مگر شیعوں کو کلام اللہ یا ہو یعنی معنی فہمنا ہا سلیمان کا فہم نہو تو اہل سنت کا کیا قصور ہے اس جگہ سے ہر کوئی سمجھ گیا ہوگا کہ اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہ یہ ایسے اماموں کی تقلید کرتے ہیں جو انہیں کے اقرار موافق خطا کرتے ہیں ایسا ہے جیسے اندھا آفتاب کو بے نور بتلائے اور جسے اندھا آفتاب کو بے نور نہیں کہتا اپنی آنکھوں کو بے نور کہتا ہے شیعی بہی اہل سنت کا قصور نہیں بتلاتی اپنی عقل کے قصور کی گواہی دیتے ہیں **اقول** یہ تقریر تو میری سمجھ کو کچھہ مفید نہوئی اور رسولخدا صلعم کے افعال تو مطابق آیات کے ہیں اور حضرت کا اراضی فے کو تقسیم کر کے ہر ایک حصہ دار کو حصہ پہنچانا یہ بہی مطابق آیت کے ہے لیکن فعل حضرت کا معلوم نہیں ہے کونسا ہے کہ جو تیری دعوے کے مطابق ہو اور ہر چند فاطمہ زہرا تمہارے نزدیک معصوم نہیں ہیں بلکہ جہوٹی ہیں لیکن اس مقدمہ میں حضرت فاطمہ سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی اگر فاطمہ زہرا ہی تنہا مدعی ہوتیں تو تم یہ احتمال نکال سکتے تہے کہ فاطمہ زہرا نے جہوٹا دعوی کیا کہ باوجود اس علم کے کہ فدک رسولخدا صلعم کی ملک نہیں ہے اور پہر اسمیں دعوی وراثت کا کیا اور ابوبکر نے حدیث بیان کی تہی ماما یہانتک کہ غصہ میں ہو گئیں لیکن حضرت علی نے کہ جو اقضی امت تہے اور حضرت عباس نے بعد ابوبکر کی باوجود سننے روایت لانورث کے پہر دعوی وراثت کیا عمر کے زمانہ میں عمر سے اور عمر نے کہا تم دونو ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے تہے اور مجکو بہی تم کاذب و خائن جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم میں لکہا ہے اگر فاطمہ زہرا غلطی پر تہیں تو حضرت علی اور حضرت عباس نے پہر دعوی کیوں کیا اور ابوبکر کے لانورث کو کیوں تسلیم کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ سے غلطی نہیں ہوئی یہ ارث کے طلب کرنے میں اور دعوی انکا سچا تہا اور ابوبکر روایت لانورث میں جہوٹے تہے اور اگر سچے ہوتے تو حضرت علی انکے قول کو تسلیم کر کے اور پہر دعوی وراثت پیغمبر کا عمر سے نہ کرتے کیا حضرت علی اور حضرت عباس کو ابوبکر سے عداوت تہی کہ باوجود سننے روایت لانورث خدا کے عمر کے زمانہ میں پہر انہوں نے دعوی کیا عمر سے اور فاطمہ زہرا کو تمہارے علماء گو معصوم نہیں جانتے لیکن محفوظ تو جانتے ہیں گناہوں سے اور جب محفوظ ٹہیرے تو خاطی کیونکر ہو سکتی ہیں کہ عمداً جہوٹا دعوی کریں اس چیز میں جو رسولخدا صلعم کی ملک نہتی اور جو کہ حضرت علی کو معلوم تہا وہ ابوبکر اور عمر کو ہرگز معلوم نہتا اور جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا تہا کہ اقضاکم علی اور حضرت علی خود فرماتے ہیں کہ سلونی قبل ان تفقدونی اور تاریخ الخلفاء میں لکہا ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں جانتا ہوں قرآن کی ہر آیت کے نزول کو کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو اور زمین سخت پر نازل ہوئی یا زمین نرم پر اور کس واسطے نازل ہوئی اور کس مقدمہ میں نازل ہوئی پس جسوقت کہ ایسا شخص دعوی کرے اور ابوبکر کو جہوٹا جانے تو فاطمہ سے کیونکر غلطی ہوئی کہ سب رفقہ رسولخدا صلعم متفق ہیں اس دعوی میں اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے ہیں

فے کو ملوک رسول اللہ صلعم کہیں تو یہ ترتب اور توقف تو درکنار وجود خبر بھی اپنی ذات سے ضرور نہوگا کو بوجہ معصومیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان امور میں جنکے آپ مامور تھے قصور ممکن نہو ہاں اگر معصف کہیں تو پھر یہ ترتب اور توقف الظہر من الشمس ہے چنانچہ توجیہات ذکر اللہ سے جو مذکور ہو چکی ہیں آپ عیاں ہے معہذا اگر مقصود شارع یہی ہوتا کہ اراضی فی مملوک رسولخدا صلعم اور للہ اور لذی القربے بایں غرض فرمایا ہے کہ خدا کے واسطے ذی القربے وغیرہ کو دینا چاہئے تو لاجرم فللرسول وللہ ولذی القربی الخ فرماتے اس صورت میں گو یہ آیہ مصداق المعنی فی بطن الشاعر تو ہوتے لیکن بلاسبب یہ ترتب اور توقف جو مدلول فاء ہے درست ہو جاتا اور معنی کو کسیکی سمجھ میں نہ آتے فی حد ذاتہ تو صحیح ہو جاتے فصاحت و بلاغت بلکہ باعتبار قواعد زبان دانی صحت عبارت بھی نہ سہی لیکن اتنی غلطی تو نہوتی کہ برعکس معنی مقصود دلالت کرے **اقول** یہ چوتھی دلیل بھی پوچ اور واہی ہے بلکہ بمعنی محض ہے کہ اسکا کچھ ماحصل نہیں ہے اور ما افاء اللہ کہ جو مبتدا ہے البتہ متضمن معنی شرط ہے اور للہ وغیرہ ہونیکا ترتب بھی افاءت و تسلیط ہی ہے لیکن افاءت و تسلیط وقوع میں آگئی تھی کہ اہل فدک وغیرہ رسولخدا صلعم کے رعب سے اپنے اموال کو چھوڑ کر نکلگئے اور حقتعالی نے اموال انکے رسولخدا کے سپرد کئے اور فرمایا کہ یہ فلانی اور فلانے کیواسطے ہے اور جسوقت کہ وہ شرط ہے وقوع میں آئی تو وہ مال سب مصارف کے واسطے ہو گیا بموجب حکم خدا اور یہی خبر ہے کہ وہ مال فلانے اور فلانیکے واسطے ہے اور یہی مشروط بھی ہے اور رسولخدا صلعم کو پہلے افاءت سے تو ہم مالک مال فی کا نہیں کہتے ہیں کل کا نہ بعض کا بلکہ کہتے ہیں کہ حقتعالی نے کل مال رسولخدا صلعم کے سپرد کیا اور اسکے بعد آیہ فی نازل کرکے ایک حصہ کا مالک بھی چھ حصوں میں سے رسولخدا صلعم کو کیا اور رسولخدا صلعم کو تو ہم ایک صرف ہی مال فی کا کہتے ہیں اور بصرف ہی ہونیکی جہت سے مالک اپنے حصہ کے ہوئے ہیں کہ جسمیں فدک بھی تھا اور مقصود شارع کا آیہ فی کے نازل کرنیسے یہی ہے کہ ایک حصہ کے اموال فی میں رسولخدا صلعم بھی مالک ہیں اور یہ مقصود نہیں ہے کہ یہ مال للہ ہے یعنی بنام خدا ہے بلکہ مقصود للہ کہنے سے یہ ہے کہ ایک حصہ سمیں خدا کا ہے کہ وہ امور خیر میں صرف کیا جائے اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے یہ مراد ہی نہیں ہے آیہ فی سے اپنی رائی ناقص سے احتمالات واہیہ پیدا کرکے قرآن میں تحریف کرنا ہے کہ جس احتمالات کا کوئی قائل نہیں ہے اور خدا تعالی کو اصلاح دینا ہے کہ جو لکھتا ہے کہ یوں کہنا چاہئے تھا اور یوں کہنا چاہئے تھا **قال الشیخ الاشعری** پانچویں وجہ احتمال مذکور کے بطلان کی یہ ہے کہ ضمیر کیلا یکون دولۃ بجائے ما افاء اللہ راجع ہے اور کیلا یکون دولۃ علت تعیین مصرف مذکور ہے سو اس صورت میں معنی ہونگے کہ یہ صرف اس اندیشہ کے لیے مقرر کیا گیا ہے کہ مبادا اراضی فی تحت تصرف اغنیاء آجائیں مگر اس اندیشہ سے جب ہی تک بچاؤ ہو سکتا ہے کہ اراضی فی کو مد و خرچ اصناف مذکورہ کہا جائے ورنہ اگر مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مملوک کسی دیگر ہوں تو ایک نہ ایک روز خرابی بالضرور پیش آئیگی اصناف مندرجہ آیت اگر خود اغنیاء نہیں تو خداوند بے نیاز کی بھی عادت یہ ہے کہ دولت فقر کو فقط ایک ہی خاندان میں دائم قائم نہیں رہنے دیتا بسا اوقات اولاد اغنیاء فقیر اور پس ماندگان فقراء امیر ہو جاتے ہیں سو بعد وفات رسول اللہ صلعم اور پس از انتقال ذی القربی وغیرہم اگر حسب مزعوم شیعہ اراضی فی میں وراثت جاری ہو گئی تو مبنیٰ اس سلسلہ میراث میں بہت سے اغنیاء بھی نکلیں گے اور وہ خرابی جسکی بچاؤ کے لیے یہ مصرف مقرر کیا تھا بحال خود رہیگی اور یوں کہنا کہ اغنیاء سے مراد حکام یا اغنیاء لشکر ہیں محض تعصب ہے لفظ عام سے بے قرینہ معنی خاص مراد لینے عوام کا بھی کام نہیں جبکہ علماء جو خواص امت ہیں ہاں اگر قطع طمع اغنیاء لشکر افسران فوج کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ہو یا حکام جابلیت اس قسم کی اراضی کو خاص اپنے لیئے رکھتے ہوں اور اس قانون نامعقول کے موقوف کرنے کے لئے یہ مصرف مقرر فرمایا ہو تو در صورت فرض وقوع امور مذکورہ بالا میں نسبت کہ حکم عام کے لئے شان نزول خاص ہو سو بات اسی جگہ خاص نہیں بیسیوں آیات و سیکڑوں احادیث کی شان نزول خاص اور حکم عام ہے اور اسکا عموم بالعموم مسلم ہے خاصکر کتب علم اصول میں تصریح صحت امکان خصوص شان اور عموم احکام مذکور ہے **اقول** اول تو یہ کہ تو احتمال اپنی طرف سے پیدا کرکے اسکے بطلان کی دلیل لکھتا ہے اور ہم اسطرح سے کب کہتے ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مال فی ان اصناف کے لئے اسواسطے مقرر کیا ہے کہ ایسا نہو کہ اراضی فی تحت تصرف اغنیاء آجائیں لیکن یہ بات تقسیم سے پہلے ہے کہ اگر اصناف مذکورہ پر اراضی تقسیم نہوگی تو اندیشہ اغنیاء کی تصرف میں لانیکا ہے اور جسوقت کہ تقسیم ہو گئیں اور اپنی اپنے حصے سب حصہ داروں کو پہنچ گئیں اور وہ نیز قابض ہو گئے تو فے ہونیکا وصف انمیں سے جاتا رہا اور اب ان زمینوں کا حکم وہ ہے کہ جو اور اراضی مملوکہ کا حکم ہے اور بعد اسکے اگر انکے وارث اغنیاء ہو جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اب وہ حکم ہی باقی نہیں رہا جیسے کہ مال خمس بنی ہاشم سے سوا اور کسیکو نہیں دیتے ہیں اور جب دیدیا تو بعد اسکے مال خمس بنی ہاشم سے غیر بنی ہاشم کو پہنچ جائے تو کیا قباحت ہے اور مراد بھی اغنیاء سے اسی زمانہ کے اغنیاء ہیں کہ جو محتاجوں کو زمینیں اور خود لیویں یا آپ زیادہ لیویں اور محتاج کو تھوڑا دیویں اپنے غلبہ سے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا اور بیں لا اغنیاء منکم میں خطاب مومنین کی طرف ہے اس خطاب سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ ہی کے اغنیاء مراد ہیں قیامت تک کے اغنیاء اور بعد اسکے خدا تعالی فرماتا ہے کہ وما اتکم الرسول فخذوہ یعنی اور جو کچھ کہ دیوے تمکو پیغمبر مال فی اور غنیمت میں سے تو پس لو تم اسکو کہ وہ حق تمہارا ہے وما نہکم عنہ فانتہوا .. یعنی اور وہ چیز کہ منع کیا ہے اس نے تمکو اسمیں سے پس باز رہو اور قریب اسکی مت جاؤ یہ آیت بھی تقسیم مال فے پر دلالت کرتی ہے کہ فے کی اموال تقسیم ہو گئی اور خدا تعالی نے تنبیہ کر دی ہے کہ تقسیم میں جو کچھ تمکو پیغمبر دیوے لیلو اور اگر تقسیم مراد نہوتی تو خدا ایسا کیوں فرماتا اور تقسیم سے مراد بھی تقسیم مال فی ہے کہ اسیکا ذکر ہے نہ پیداوار اراضی فی کی پس جسوقت کہ تقسیم ہو کر لوگونکو پہنچ گئی تو فیئیت اسکی باقی نہ رہی جیسے کہ صدقہ فقیر کے پاس چلا گیا تو وصف تصدق اسمیں سے جاتا رہا اور ملک فقیر کی وہ ہو گیا اگر اب فقیر اسمیں سے غنی کو دیوے تو جائز ہے ایسے ہی مال فی میں بعد ملک ہو جانے اصناف مذکورہ کے اگر انکے وارثوں میں سے

سبھی غنی ہو جائیں تو کچھ قباحت نہیں ہے اور خدا تعالیٰ نے جو فرمایا ہی کہ کَیْلَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ تو مراد اغنیا سے وہ ہیں کہ جو اپنی غلبہ سے اراضی فے کو دبا بیٹھیں اور فقرا جو نکو حصہ ملنا چاہیے محروم رکھیں یا تھوڑا دیویں اور یہ مراد نہیں ہے کہ اصناف مذکورہ کے وارثوں میں کوئی غنی ہو جائے تو اسکو بھی نہ دینا چاہئے اور اغنیا سے مراد ہماری عام نہی ہی اغنیا کو بھی خاص نہیں کرتے ہیں کہ مراد اُس سے حکام یا اغنیا لشکر ہوں پس بعد اسکے جو کچھ لکھا ہی سب فضول ہی **قال الشیخ الاشعری** چوتھی وجہ احتمال مذکور کی بطلان کی یہ ہی کہ اراضی فے کے لئے جن اشخاص اور اصناف کو مقرر فرمایا ہی تو اُنکو اُنکے اوصاف سے تعبیر فرمایا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بصفت رسول اللہ کہکر ذکر فرمایا اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو بوصف یتیم اور مسکنت اور مسافرت یاد فرمایا اور اُنکے حسب و نسب وغیرہ تشخصات اور تعینات کو ذکر نکیا اور پھر اسکے بعد للفقراء المہاجرین الذین اور والذین تبوءو الدار الخ و الذین جاؤا من بعدھم الخ کو جو لذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل سے بدل ہی ماقبل کا ضمیمہ کیا اس سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ ان اوصاف مذکورہ سے اراضی فے مصرف ہونا میں دخل ہے اُن اراضی کا مصرف ہونا ان اوصاف پر موقوف ہی اور چونکہ زمین باغ ملک مثل منافع اکل و شرب مثل دودھ پانی وغیرہ جنسی انتفاع انہی ملاکت یعنی وقف نہیں ہوتی ہے بلکہ وقت انتفاع بدستور بحال رہتا ہے مقاد رہتے ہیں تو لہٰذا الی یوم القیامۃ اراضی فے سے انتفاع انہیں اشخاص کو جائز ہوگا جو موصوف باوصاف مذکورہ ہوں ورنہ واضح و ثابت ہو چکا ہے باطل ہے کما یاتی تحقیقہ پس اراضی فے کا یعنی وقف کہا جاوے اور مصارف مذکورہ میں اصل زمین کو تقسیم نکریں اور اصناف مندرجہ کو اُسکا مالک نکریں اس فعل پر بعد انتقال ملکان اول بعینہ ثابت ہے اور غیر اس سے مصارف مذکورہ کا اور کچھ ثابت نہیں ہے اور یہ وجہ معلوم ہوتی ہی کہ محققین کے نزدیک اس زمانہ کی خمس اور فے سے کیا رسول اللہ صلعم کے وقت کے خمس اور فے میں سے بھی سہم رسول اللہ صلعم ساقط ہو گیا بعد وفات رسول اللہ صلعم رسالت مثل اوصاف مسکنت وغیرہ وصفی میں باقی نہیں رہا **اقول** سو وہ احتمال کہ جو تیرا نکالا ہوا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ وہ باطل ہی اور اُسکے بطلان کی دلیل جو تو نے لکھی ہے وہ بھی باطل ہے راست نہ وہ احتمال نکالتا ہی کہ جسکو ہم قبول نہیں کرتے ہیں اور پھر اُس باطل کے باطل کرنے پر تیار ہوتا ہے اور اراضی فے کے لئے جن اصناف کو مقرر فرمایا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ اُنکو اُنکے اوصاف سے تعبیر فرمایا ہے اور اُنکے حسب و نسب کا کچھ ذکر نکیا لیکن جو کہ متصف ہیں ان اوصاف سے جناب سولنحدا صلعم نے اراضی فے کو اُنپر تقسیم کر دیا اور وہ سب اپنے اپنے حصہ کے مالک ہو گئے اور اُنہوں نے اُسمیں اپنا تصرف کیا اور یہ کہ یا اگر چاہا اور اگر چاہا فروخت کیا اور بدل لذی القربیٰ سے اور اُسکے مابعد سے للفقراء المہاجرین ہے والذین تبوءو الدار الخ اور والذین جاؤا من بعدھم یہ سب معطوف جملے ہیں ماقبل کو کچھ علاقہ نہیں ہے اور پہلا جملہ ان دونوں جملوں سے اصناف مذکورہ کی تعریف میں کہ وہ مدینہ سے نکالے گئے تھے اور دوسرا جملہ تابعین کے اور تیسرا بعد مومنین کی تعریف میں ہے قیامت تک جو کہ ہوگا اور مال فے کا ان لوگوں کے واسطے تھا کہ خاص مہاجرین کے واسطے تھا اور مہاجرین ہی کو جناب رسولخدا صلعم نے دیا اور انصار کو بالکل نہ دیا کیونکہ اُنکو حاجت زیادہ تھی چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ لم یعط الانصار منہ شیئا الا اثنان کانت بہم حاجۃ یعنی نہیں دیا گئے انصار مال فے میں سے کچھ مگر دو شخص کہ اُنکو حاجت بہت تھی اور حاشیہ میں اُسکے لکھا ہے کہ وہ ابو دجانہ سماک بن خرشہ و سہیل بن حنیف ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ حارثہ بن النعمان ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ضحاک بن خلیفہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو سعید بن وقش ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو سعد بن معاذ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سلکان بن سلامہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سلمہ بن سلامہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ عباد بن بشر ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سعد بن عبادہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو اسید ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو بکر و عمر ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ عثمان ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ عبد الرحمن بن عوف ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ عاصم بن عدی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ عویم بن ساعدہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو طلحہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو دجانہ سماک بن خرشہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو دجانہ سماک بن اوس ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو دجانہ سماک بن عتیک ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو دجانہ سماک بن عبید

آگئی تو جسمیں مصرف میں چاہیں اسکو صرف کریں اور اب لحاظ اوصاف مذکورہ کا باقی ہی نہیں رہا ہی اور مال فی اور خمس اگر اس زمانہ میں حاصل ہو تو اُن لوگوں ہی کو دیا جائیگا جو نہ متصف باوصاف مذکورہ ہیں اور سہم رسولخدا صلعم کا حصہ امام کو پہنچیگا جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی اور سہم رسولخدا صلعم کا سہم ہرگز ساقط نہیں ہوا ہی امام اُنکے قائم مقام ہے محققین کا نام کیوں بدنام کرتا ہی اور اوصاف مذکورہ کے آدمی سب زمانہ میں موجود ہوتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی زکوۃ اور صدقات واجبہ اُنکے مصرف ہونیکے لیے بھی تحقق اوصاف فقر و مسکنت وغیرہا جسکی طرف آیہ انما الصدقات مشیر ہی ضرور ہی مگر چونکہ وصف تصدق کو بجز آن واحد قیام نہیں چنانچہ ابھی مرقوم ہوا تو وقت تصدق وقت تحقق اور وجود اوصاف معلوم ضرور ہوا چونکہ فقرا وغیرہم کو آیہ انما الصدقات میں فقط اُن اموال کا مصرف مقرر کیا ہی جو موصوف بصدقہ ہوں اسلیے بلفظ صدقات تعبیر فرمایا اور اگر قطع نظر اس وصف کے فقرا وغیرہم کو نفس مال کا مصرف مقرر فرماتے تو مثل انما المخرج من الاموال بنیۃ الصدقۃ یا سوا اسکے اور کوئی ایسی عبارت جس سے مطلق مال کی لئے فقرا وغیرہم کا مصرف ہونا ثابت ہوتا بیان فرماتے الحاصل آیہ انما الصدقات اصناف کو دو طرف میں اوصاف بنی سے ارتباط ہی اور آیہ ما افاء اللہ میں ایک طرف ذات اور دوسری طرف اوصاف ہیں اسلیے زکوۃ میں دونو اوصاف کو اور فی میں فقط ایک جانب میں اوصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیے **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ صدقات واجبہ کے مصرف ہونے کے لیے وصف فقر چاہیے لیکن یہ کہنا کہ وصف تصدق کو بجز آن واحد قیام نہیں غلط ہی اسواسطے کہ آدمی اپنے مال میں سے زکوۃ کو نکالکر ایک عرصہ تک رہنے دیتا ہی یہانتک کہ مستحق اُسکا بہم پہنچے اور جبتک وہ مال رکھا رہیگا صدقہ ہی کہلائیگا کہ یا مال زکوۃ مال صدقہ ہی اور خود انما الصدقات کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ جو کچھ تمہارے پاس مال صدقہ ہی وہ فقرا کو دو تو پہلے سے موصوف بتصدق ہو لیگا اور اپنے مال میں سے نکالا جائیگا تو فقرا کو دیا جائیگا اور خدا تعالی بھی اُسی مال کو کہتا ہی فقرا کو دو کہ جو پہلے سے موصوف بتصدق ہو لیا ہی اور صدقہ تو اُسی وقت سے ہو گیا کہ نیت اُسکی صدقہ ہونے کی کی تھی ایک آن تو کہاں سے کہتا ہی البتہ اسکے دینے کی ایک آن ہوتی ہی ایسے ہی مال فی کے دینے کی بھی ایک ہی آن ہوتی ہی اور دینے کے وقت وہ مال صدقہ موصوف بتصدق ہوتا ہی جیسے کہ مال فی وقت دینے کے موصوف بہ فیئیۃ ہوتا ہی اور جب دیدیا تو یہ دونو مال اپنے وصفوں سے علیحدہ ہو گئے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ انما الصدقات میں اُن اموال کا مصرف مقرر فرمایا ہی کہ جو موصوف بصدقہ ہوں جیسے کہ آیہ ما افاء اللہ میں اُن اموال کا مصرف مقرر فرمایا ہی کہ جو موصوف بہ فیئیۃ ہوں اور مطلق مال کا مصرف دونو آیتوں میں نہیں فرمایا ہی اور جیسے کہ آیہ انما الصدقات میں دونو طرف اوصاف ہیں تصدق اور فقر ایسے ہی آیہ ما افاء اللہ میں دونو طرف اوصاف ہیں فیئیۃ اور رسالت اور قرابت وغیرہ اسمیں بھی دونو طرف اوصاف کا ملحوظ رکھنا ہوگا اور یہ بات نہیں ہی کہ یہاں ایک طرف محض ذات ہو **قال الشیخ الاشعری** ساتویں وجہ احتمال مذکور کے بطلان کی یہ ہی کہ مالک حقیقی تمام مخلوقات اور موجودات کا بالاتفاق اور بہ بداہۃ مالک اللملک خداوند کریم ہی اور وجود اسکا بھی ہمارا تمہارا مالک ہونا ایک معنی مجازی ہیں جیسے کوئی شخص اپنی چند مکان چند آدمیوں کو مستعار یا کرایہ پر رہنے کو دے اور وہ چند اشخاص اپنی اپنی رہنے کے مکان کو محاورہ میں اپنا گھر کہدیا کرتے ہیں چنانچہ سب جانتے ہیں ایسے ہی ہمیں بھی مالک حقیقی نے ہماری استعمار مقبوضہ کو انتفاع کے لیے دے رکھی ہیں اور ہم اُنکو اپنی محاورات میں اپنا کہتے ہیں لیکن جیسے مکانات کا مستعیر یا کرایہ دار ہونا عاریۃ لینے اور کرایہ لینے پر منحصر اور موقوف فقط مالک مکان کی ملکیت کھا نہیں کرتی بلکہ اگر عقد کرایہ اور عاریۃ ظہور میں آئی تو پھر مالک اصلی ہی کیطرف آپ ہیگی ایسے ہی ہمارے مالک ہونے کے لیے بھی اسباب تملیک ظاہری مثل بیع شراء ہبہ وصیت وغیرہا ضرور ہوئی ورنہ تمام موجودات پھر خدا ہی کی طرف مملوک ہوتے ہیں منسوب ہینگے مگر چونکہ اموال فی مشار الیہا بلفظ ما افاء اللہ میں ان اسباب میں سے فقط غنیمت ہونیکا توہم ہو سکتا تھا اور اُسی کو جناب باری نے فما اوجفتم سے دفع کر دیا تو یہ اموال سوا سے خداوند کریم مالک اللملک کے اور کسیکی طرف بطور ملکیت منسوب نہیں ہو سکتی پھر اس صورت میں للرسول ولذی القربی کے معنی بجز بیان مصرف اور کچھ نہیں ہو سکتی ہی سو یہی مطلب ہمارا تھا **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ مالک حقیقی سب چیز کا خدا تعالی ہی لیکن اپنی فضل و کرم سے وہ بندونکو عطا کر کے مالک کر دیتا ہی کہ وہ اُسمیں جس طرح چاہیں اپنا تصرف کریں اور خدا تعالی کے مالک حقیقی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ جو کچھ اُس نے اپنے بندوں کو دیا ہی وہ اُسمیں اپنا تصرف مالکانہ نکریں اور اگر ایسا ہو تو دنیا میں کسی چیز کا کوئی مالک ہی نہ کہلائے اور اُنکو تصرف کرنا اسمیں جائز نہ ہو اور دیکھو مال غنیمت کہ جو جہاد کرنے سے ہاتھ لگتا ہی اور وہ خدا تعالی نے مجاہدین کے واسطے مباح اور حلال کر دیا ہی تو وہ اُسکے مالک ہیں جس طرح چاہیں اُسمیں تصرف کریں اور خمس میں بنی ہاشم کا یہی حال ہی اور ایسے ہی مال فی ہی کہ جو بدون جنگ کے ہاتھ آتا ہی اُسکو خدا تعالی نے رسولخدا اور ذوی القربی وغیرہم کے واسطے مباح کیا ہی اور حکم کیا ہی کہ یہ حق انکا ہی انکو دو اور جب انکو دیا گیا اور اُنہوں نے اُسمیں اپنا تصرف کیا تو مالک ہونیکی جہت سے کیا یا اور کسی جہت سے اور مکان کے عاریت لینے اور کرایہ لینے کی جو مثال دی ہی اسکو یہاں کیا تعلق ہی کرایہ دار اور مستعیر مالک نہیں ہو سکتا ہی کہ مالک نے اُنکو اُسکا مالک نہیں کر دیا ہی اور مستعیر اور کرایہ دار مکان عاریت اور کرایہ کو ہرگز اپنا مکان نہیں کہتا ہی بلکہ جنکا مکان ہی اُنکا مکان کہتا ہی اور اپنا مکان تو اُسکو کہتے ہیں کہ جو حقیقت میں اپنا ہی اور خدا تعالی نے جو کچھ بندونکو دیا ہی اُس نے اُنکو اُسکا مالک کر دیا ہی اور اسباب ملکیت میں سے ایک ہبہ بھی ہی اور جب خدا تعالی نے مال فی کو بخشا اور ہبہ کیا تو وہ اُسکے مالک ہو گئے اور ہمنے تسلیم کیا کہ خدا تعالی کی غرض اس آیت میں بیان مصرف ہی ہی لیکن مراد اُس سے یہی ہی کہ یہ حق انکا ہی انکو دینا چاہئے اور جب انکو دیا تو وہ اُسکے مالک ہو گئے یا نہیں اور اگر مالک نہوئے تو کیا خدا تعالی نے اُنکے

پاس مال فی امانت رکھوایا ہی کہ وہ اسکی حفاظت کریں کیسا دیوانہ ہی یہ شیخ نجدی کہ پاگلوں اور مجنونوں کی سی گفتگو کرتا ہی اور یہ نہیں سمجھتا ہی کہ جب ایک چیز کا مصرف مقرر کر دیا
کہ اسپر یہ چیز صرف کی جائے تو وہ چیز اہل مصرف کے پاس پہنچنی اور ملاحظہ کرنیکے واسطے رہیگی کہ دیکھو تم اسکو چھونا نہیں کہ یہ تمہاری ملک نہیں ہے یا اسواسطے کہ یہ چیز تمکو ہمنے دی ہے
اسکو جو چاہو سو کرو سو تمام دنیا کی آدمیوں سے اگر پوچھو تو کوئی بھی نکہیگا کہ خدا تعالے نے یہ چیز اپنے بندہ کو صرف دیکھنے کیواسطے دی ہی اور مالک اُسکا نہیں کیا ہی بلکہ مالک اُسکا خود
ہی رہا ہی بلکہ یہی کہینگے کہ خدا تعالی نے اپنی بندہ کو اسواسطے دی ہی کہ اسکو جو چاہی سو کرے چاہی فروخت کری چاہے ہبہ کر دے یہ امور بدون ملکیت کے نہیں ہو سکتا ہی اور اس شیخ
نجدی نے تو خدا تعالی کا مرتبہ بندوں سے بھی پست کر دیا اور اُسکو بخل کیطرف منسوب کیا اسواسطے کہ اگر کوئی آدمی کسیکو کوئی چیز بخشتا ہی تو یہ نہیں کہتا ہی کہ میں نے یہ چیز تمہکو دی تو ہی لیکن
تو اسکا مالک نہیں ہی مالک اسکا میں ہی ہوں چہ جائیکہ خداوند کریم کہ اُسکے فضل و کرم کے برابر کسیکا فضل و کرم نہیں ہی وہ کسی بندہ کو اپنی کوئی چیز عطا کری اور از راہ بخل مالک
اُسکا اُسکو نکری یہ کیونکر ہو سکتا ہی تعالی اللہ عما یقول الظالمون اور حقیقت میں تو خدا ہی مالک سب چیز کا ہی کہ وہ ہی سب کو دیتا ہی لیکن جسکو دیتا ہی اُسکو مالک بھی کر دیتا ہی اور للرسول
اور لذی القربی وغیرہ لبنہ بیان مصرف کیواسطے آیا ہی ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن جب مال مصرف کو مال فی دیدیا تو وہ اُسکی مالک ہو گئے اسمیں تو اصلا بخل نہ ثابت ہوا تو نو کہتا ہی کہ وہ مالک ہی نہیں
ہوئے بلکہ ہمارا مطلب ثابت ہے ہم کہتے ہیں کہ اُن مصرفوں میں سے ایک مصرف رسولخدا صلعم ہیں اور وہ اپنے حصہ کے مالک تھے کہ جسمیں فدک بھی تھا **قال الشیخ الاشعری** باجمالہ ان سات
وجوہ سے اراضی فی کا مد خرچ پنج اقسام معلومہ ہونا مثل مولات حواس ہر گز بین و ناکس واضح اور لائح ہو گیا اور باوجود مد خرچ ہونے کے وجہ طلب کرنی حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا
رضی اللہ عنہا کی اول تو یہ ہی کہ جناب سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا معصوم نہیں اور معصوم بھی ہوں تو معصوم سے غلط فہمی محال نہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور وجہ غلط فہمی کی یہاں ظاہر
بھی ہی کیونکہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ اراضی فی پر قبض و تصرف حضرت خلاصۂ موجودات سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ و اکمل التحیات کا بنات کا
دیکھا تھا اور اسباب کی تحقیق کہ یہ قسم غنیمت ہے یا از جنس فے ہے زنان خانہ نشین اور وہ بھی ایسی زاہدہ کہ دنیا و مافیہا سے کچھ غرض نہ رہتی ہو بہت شاذ ہی خاصکر خیبر اور قری خیبر کی نسبت کہ
فدک بھی انہیں میں سے ہے کیونکہ بعض قری خیبر عنوہ یعنی بعد جنگ و جدال اور بعضی قری جیسے فدک صلحاً مفتوح ہوئے ہیں اسلئے یہ نسبت خیبر خاص کی مابین علما اختلاف ہی ہے
کہ آیا خیبر عنوہ فتح ہوئی ہی یا صلحاً **اقول** ساتوں وجوہ تیری ہمنے باطل کر دیں اور تقسیم ہوا اصل اراضی فی کا نہ مد خرچ کا پنج اقسام معلومہ پر مثل مولا تین پنج حواس کے ہر کس و ناکس پر
واضح اور لائح ہو گیا اور پہلے اس سے ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام میراث کے طلب کرنیمیں ہرگز غلطی نہیں ہوئی ہی گو تمہارے نزدیک وہ معصوم نہوں اور معصوم
سے گو غلطی ہونی محال نہیں ہے لیکن غلطی اُس سے وقوع میں نہیں آتی اور اگر ایسی بات ہو کہ معصوم ہو کر غلطی کری تو وہ معصوم ہی نہیں ہے اور لوگو نکو اُسکی بات کا اعتبار ہو گا
اور جو وجہ کہ پہلے اس سے معصوم کی غلطی کی لکھی ہی ہمنے اُسکو باطل کر دیا ہی اور وجہ اول تو یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا کی پاس تھا کہ جناب رسولخدا صلعم نے اُنکو ہبہ کیا تھا چنانچہ اہل سنت
کی کتابوں میں لکھا ہی اور حضرت فاطمہ نے کل اراضی فی پر قبضہ جناب رسولخدا صلعم کا ہمیشہ نہیں دیکھا ہی بلکہ قبل تقسیم بھی دیکھا ہی اور بعد تقسیم بھی قبضہ ہر ایک حصہ کا یا ہو اور بعد تقسیم
رسولخدا صرف اپنے حصہ کے قابض تھے کہ جسمیں فدک تھا اور وہ فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا اور غیروں کے حصوں پر سے حضرت نے اپنا قبضہ ہٹا لیا تھا اور حضرت فاطمہ بھی کل اراضی فی پر قابض
ہوں لیکن ایسی غافل اور بیخبر نہیں کہ اُنکو فدک کا حال معلوم نہو کہ یہ مال غنیمت ہے یا مال فی ہے اور اگر ہم تسلیم کریں کہ فدک مال غنیمت ہی تھا اور ہمیشہ حضرت کے قبضہ میں یا مال
فے نہ تھا تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہے اور حضرت فاطمہ کا دعوی کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ جب فدک حضرت رسولخدا صلعم کے قبضہ میں ہوا اور اُنکے ہی قبضہ میں اُسکو حضرت فاطمہ نے ہمیشہ دیکھا ہے
تو وہ مال مملوک حضرت کا تھا اور حضرت فاطمہ نے اپنے پدر عالی مقدار کی ملک میں دعوی میراث کا کیا ہے حضرت فاطمہ کو تو غلطی پر کسواسطے کہتا ہی غلطی پر تو تو ہی اور بڑی دلیل فدک کی مملوک
رسولخدا ہونیکی یہ ہی کہ ابوبکر نے ملک رسولخدا قرار دیکر کہا تھا کہ مال انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی کیا تیرا علم ابوبکر کے علم سے بھی زیادہ ہی کہ ابوبکر تو ملک رسولخدا بیان کرے اور تو ہی
کہ وہ رسولخدا کی ملک ہی نتھا اور فدک کے مقدمہ میں ہرگز اختلاف علماء نہیں ہے بلکہ فدک وہ ہی ہے کہ جسکے باشندے مسلمانوں کے عیب سے جلاوطن ہو گئے ہوں **قال الشیخ**
الاشعری الحاصل اراضی فی کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا اہل انصاف پر روشن ہو گیا اگرچہ اہل فہم کو پہلے بھی اسمیں تامل نہتا کیونکہ اوصاف
معلومہ اگرچہ رسول اللہ صلعم کے مملوک ہونیکی کوئی صورت بھی تھی تو یہی تھی کہ ان اوصاف کا مقرر فرمانا ایسا ہو جیسا کہ زکوۃ اموال مملوکہ اغنیاء کی لئے فقراء غیر ہم کا مقرر کرنا کو بیانا
فی حد ذاتہ ممکن تھی لیکن قرینہ عطف للرسول اور لذی القربی اسباب کا مقتضی تھا کہ جسکے ذوالقربی وغیرہم بالاتفاق مالک اراضی فی نہیں رسول اللہ صلعم بھی مالک نہیں ہوئے اور اگر
قطع نظر اتفاق امت کے ذی القربی وغیرہم کو مالک کہا جائے تو بہت سے بہت ہو گا تو اراضی فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصناف باقیہ میں مشترک ہوں لیکن وجہ بیان اوپر جو
ہیں ایک تو شرکاء غیر محدود کا شریک ہونا کیونکہ ذی القربی وغیرہم کا کوئی حد و پایاں نہیں ہر روز کمی بیشی رہتی ہی خاصکر والذین جاؤا من بعدہم نے تو دائرہ اہل مصرف کو اتنا فراخ
کر دیا ہی کہ قیامت تک کے مومنین کو گھیر لیا ہی دوسرے قبل غنائم مال غنیمت بلکہ دین بھی ملک میں نہیں آ سکتا اراضی فے جو کسیطرح اُسکے حصول میں اہل مصرف کی سعی و کوشش یا کسیکے

فعل کو دخل نہیں محض فضل خداوندی ہی ہاتھ لگ گیا ہی کیونکر قبل عطا اور قبل قبض کسی کا مملوک ہوسکی **اقول** اراضی فے کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہونا ہماری تحریر سے اہل انصاف پہ بخوبی روشن ہوگیا اور یہ جو لکھتا ہی کہ مملوک نہیں ہوئی یہ کہنا اس شیخ کا باطل ہوگیا اور خود جناب باری عز اسمہ قرآن شریف میں اپنے رسول کو مال فے کا مالک مقرر کرکے خطاب کرتا ہی کہ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں پھر کسکی مجال ہی کہ یہ کہی کہ جناب سو لخدا صلعم مالک مال فے کے نتھے اور کسیکی فہم میں نہیں آتا ہی کہ جو چیز کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخشی ہی حضرت اسکے مالک نہوں ایسا بھی کہیں ہوسکتا ہی اور یہ کون عقل کا دشمن کہتا ہی کہ ذوالقربیٰ وغیرہم اراضی فے کے مالک نہیں تاکہ باعتبار عطف کے سو لخدا صلعم بھی مالک نہوں بلکہ ذوالقربیٰ وغیرہم سب اراضی فے کے مالک ہیں جسقدر کہ اُنکے حصہ میں آئی ہی اور تماشا یہ ہی کہ لیتا ہی بالاتفاق اراضی فے کے مالک نہیں علماء کا تو اسپر اتفاق نہیں ہی جیسا یہ پاگل ہی ایسے ہی پاگلوں کا اسپر اتفاق ہوگا جو کہ عقل سی بہرہ نہیں رکھتے ہیں اور جسوقت مال فے تقسیم ہوا اور قرآن میں اسکی تقسیم بیانیلی خبر ہوتو ہر صنف اپنے حصہ کے مالک ہوگئے اور جناب سو لخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہوئے شراکت کہاں باقی رہی اور شرکا ہرگز غیر محدود نہیں ہیں جو اُن میں سو لخدا صلعم کو بروجود تھی اور یہ تقسیم ہوا اور وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ کے مومنین مال فے میں ہرگز شریک نہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے تفسیر بیضاوی سے لکھ چکے ہیں بلکہ مال فی خاص واسطے مہاجرین کے ہے یہانتک کہ انصار کی واسطے بھی نہیں ہی اور سب تفسیروں میں اسی طرح لکھا ہی معلوم نہیں کہاں سے کہتا ہی کہ آیہ مذکورہ کی مومنین لو بھی اسمیں شریک کرتا ہی اہل سنت کا تو یہ مذہب نہیں ہی نہیں معلوم کس مذہب کا آدمی ہی کہ اہل سنت کے بھی خلاف کہتا ہی اور مال غنیمت با مال فے اگر قبل عطا ملک نہیں ہوسکتا ہے تو بعد عطا تو مملوک ہوجاتا ہی خواہ سعی اور کوشش سے ہاتھ لگی خواہ بے سعی محض فضل و کرم خدا کی سی اور یہی ہمارا دعویٰ ہی کہ مال فے جو بے سعی کے ہاتھ آیا ہی اسباب مذکورہ بعد قبضہ کے اُسکے مالک ہوگئے اور یہ کون کہتا ہی کہ قبل عطا اُسکے مالک ہوئے یہ تو ہمارا دعویٰ ہی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اہل عقل پر بادی النظر میں اس عبارت سے اراضی فے کا مملوک ہونا عیاں تھا اور اب سب پر ہ صبح ہوگیا بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی واضح ہوگیا کہ جیسے اس شیخ کے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہی اسکا ملکیت بھی ثابت نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا محال ہونا ثابت ہوتا ہی اور تجب ہو بھی ہی یہ اتنی تطویل کی ضرورت پڑی نہ عدم ثبوت ملکیت خود ظاہر تھا البتہ بایں نظر کہ کم فہموں سے مقابلہ ہی عدم ثبوت ملکیت میں گفتگو کرنی ضرور ہی تھی **اقول** اہل عقل کے نزدیک تو بادی الرای میں یہ نے سے اراضی فے کا مملوک ہونا عیاں تھا اسواسطے کہ جسوقت خدا تعالیٰ نے اراضی فے کے مصارف مقرر کردیئے کہ فلانے فلانے کیواسطے مال فے ہے اُنکو دیدو تو بعد تقسیم کے اپنے اپنے حصہ کے مالک ہوگئے اور ہمنے اسکو خوب واضح کردیا ہی اور دوسری آیت جو مالک ہونے رسول خدا صلعم کی ہی اس سے پہلے ہمنے ذکر کردی ہی اب حضرت کے مالک ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہی اور یہ کہنا کہ امکان ملکیت بھی ثابت نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا محال ثابت ہوتا ہی یہ ایک بڑے یونانوں کی سی کہ بے سر و پا بکا کرتے ہیں کیا ابوبکر ہی نے یہ کہا ہی تو جناب سو لخدا صلعم کو ملک قائم رکھنے کو کہا کہ پیغمبر کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ کہ اُس نے بعد اپنی چھوڑا ہی وہ صدقہ ہی اور وارث جو کسیکا کوئی ہوتا ہی تو اسی ملک میں ہوتا ہی اسواسطے اُسکے مال فے و وراثت کی نفی کی اور اگر مال پیغمبر کا ملک پیغمبر کا نہ ہوتا تو اسقدر کہنا کافی تھا کہ پیغمبر کی ملک میں کوئی مال ہی نتھا وارث کیسمین جا رہی ہو یہ عبارت طویل بنانیکا ہیکو کہتے کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور اگر فدک رسول خدا صلعم کی ملک نہوتا تو حضرت عباس اور حضرت علی کہ جو بڑے حکم سے آگاہ تھے اور رسول خدا صلعم نے اُنکو فرمایا تھا کہ اقضاکم علی اور وہذہ قضیۃ ولا ابا حسن لہا جو کہ اُنکے حق میں دلیل اور سائر ہوگیا ہی عمر کے زمانہ میں دعوی رسول خدا صلعم کی وراثت کا وہ کاہیکو کرتے اور جو کچھ تو نے عدم ملکیت میں تطویل کی ہی وہ سب خاک میں ملگئی اور ہمنے اسکو باطل کردیا اور عدم ثبوت ملکیت ہرگز ظاہر نہتی بلکہ ملکیت ہی ظاہر تھی اور جو کچھ تو نے اس مقدمہ میں گفتگو لی ہی وہ سب لچ اور واہی ہی ناحق تو نے وقات اپنی ضائع کی ایسی گفتگو کرکے **قال الشیخ الاشعری** مگر اتنی بات باقی رہی کہ لفظ ما افاء اللہ عام ہی اشیاء منقولہ و غیر منقولہ کو بر ابر شامل ہی پس اگر ما افاء اللہ بوجوہ ثابت ہے تو لابد اسکا منقولہ بھی وقف ہوگا سو اس صورت میں خرابیاں لازم آئیں گی اول تو یہ کہ حنفیوں کے نزدیک اشیاء منقولہ کا وقف ہونا ہی صحیح نہیں دوسرے یہ کہ اموال فے میں سے بہ نسبت اموال منقولہ کے وقف ہونا کسی سے منقول اور مروی نہیں بلکہ اگر تعامل سلف و خلف پر نظر کیجئے تو عیاں ہے کہ منجملہ اموال فے اسباب منقولہ میں تصرفات مالکانہ کرتے تھے بیع و نزا وغیرہ آثار ملکیت جو وقف ہونے پر دلیل کامل ہیں برابر بے تکرار اور انکار مروج رہے ہیں چنانچہ بنی النضیر کے ہتیار وغیرہ اموال منقولہ جو ہاتھ آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تقسیم فرما دیئے تھے اور صراحۃً نہ کنایۃً یوں فرمایا کہ یہ اشیاء وقف ہیں انمیں تصرفات مالکانہ مت کیجو اور یہ بھی نسہی کلام اللہ سے زیادہ تو کوئی حجت نہیں کلام اللہ میں خود موجود ہی مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ مطلب یہ ہے کہ ای نبی ہمنے حلال کیں تیرے لیے وہ باندیاں جنکا تو مالک ہوا ہے اموال فی میں سے اس آیت سے صریح ثابت ہے کہ فے کی باندی غلام مملوک ہوسکتی ہیں وقف نتھے جب ایک چیز کا بھی اموال فی میں سے مملوک ہونا ثابت ہوا تو فللہ و غیرہ الفاظ آیہ ما افاء اللہ اور الفاظ سیاق و سباق آیہ مذکورہ کے اور جنکو وسیلہ سے وقف ہونا اراضی فے کا ثابت کیا گیا ہی وہ معنی نہونگے جو وقف ہونے پر دلالت کریں نہ کلیہ قضیہ ما افاء اللہ علیہ سے ثابت کیا ہی کہ تمام افراد ما افاء اللہ کا ایک حکم ہی خواہ اسباب منقولہ ہوں خواہ غیر منقولہ ہوں تب دونوں وقف نہوں تب دونوں نہوں اسلئے ہمیں ہی اس خلجان کا رفع کرنا ضرور پڑا مولیٰ اہل انصاف کی خدمت میں

یہ گزارش ہی کہ واقعی امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشیاء منقولہ وقف نہیں ہوسکتی لیکن خداوند کریم وعلیم وحکیم کچھ امام ابوحنیفہ کا مقلد نہیں جو اُسکے ذمہ اتباع رائی ابوحنیفہ ضروری ہو اور اگر اتفاقات سے کوئی بات بظاہر خلاف مذہب حنفی صادر ہوجائے تو اُسکی جوابدہی اُسکے ذمہ پر لازم ہو میش بریں نیست کہ امام ابوحنیفہ سے خطا ہوئی ہو لیکن شیعی بھی فرمائیں کہ اہل سنت امام ابوحنیفہ کو معصوم ہی کب سمجھتے ہیں یہ خرابی آنکے سر پڑی بلکہ اہل سنت کا یہ قول ضرب المثل ہوگیا ہی المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد خطا بھی کرتا ہی اور صحیح بھی کہتا ہی ہاں اتنی بات مسلم کہ مرتبہ اجتہاد کو یہ لازم ہی کہ اکثر صحیح کہا کرے سو اسبات میں اُنسے غلطی ہوگئی ہو تو کیا حرج ہی آنکے صاحبین وغیرہما کی رائی تو آخر یہی ہی کہ اشیاء منقولہ بھی وقف ہوسکتی ہیں وہ بھی اہل سنت ہی کے پیشوا ہیں شیعوں کے نہیں اور اگر شیعے اُنکو اپنا پیشوا بنالیں اور طوسی اور رضی و شریف مرتضی و ابوالقاسم محقق وغیرہم کا اتباع چھوڑ دیں تو رہی نصیب اُنکے اور پھر کچھ تکرار نہیں معہذا یہ آیت کچھ معارض اور مناقض رائی ابوحنیفہ نہیں بلکہ کچھ موافق ہی ہو تو کچھ عجب نہیں **اقول** جو کچھ تو نے لکھا ہی سب ایک زُمل ہی ہمارے نزدیک اسواسطے کہ ہم ثابت کرآئے ہیں کہ مال فی وقف نہیں ہے اگر ہم اُسکے وقف ہونیکے قائل ہوتے تو اُسوقت یہ کرنا چاہئے تھا کہ اشیاء منقولہ ابوحنیفہ کے نزدیک اگر وقف نہیں تو اُسکا جواب یہ ہے آدمی کو چاہئے کہ گفتگو اُس مقدمہ میں کرے کہ جو خصم کے نزدیک مسلم ہو اور ابوحنیفہ کا مذہب تو اکثر قرآن اور حدیث کی مخالف ہے اور اپنی رائے سے احادیث کو رد کرتا ہی اسیواسطے امام غزالی نے اور صاحب تاریخ بغداد نے اُسکو گمراہ لکھا ہی اور مال فی کے وقف نہونے پر آیہ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ دلالت کرتی ہی یہ سبب صحیح ہی اور اس آیت سے مال فی کا مملوک رسول خدا صلعم ہونا بھی ثابت ہوگیا اور بیشک مال فی وقف نتھا اور بعد اسکے جو کچھ یہ اسکا جواب لکھیگا ہم اُسکو رد کرینگے اور یہ جو لکھا ہی کہ خدا تعالی ابوحنیفہ کا مقلد نہیں ہے ہاں صحیح ہی اور اگر ابوحنیفہ جو کچھ کہتا ہی خدا تعالی کے حکم کے مخالف کہتا ہی لیکن خدا تعالی نے بھی تصریح یہ نہیں فرمایا ہی کہ اشیاء منقولہ میں بھی وقف کرنا درست ہے اور تو ابوحنیفہ سے زیادہ عالم بھی نہیں ہے کہ تیرا قول ابوحنیفہ کے قول سے زیادہ معتبر ہو اور وہ اہل زبان تھا کہ قرآن کو بہ نسبت تیرے اچھا سمجھتا تھا یہ بھی خوب بات ہی کہ جو کہ اہل زبان ہو اُسکے تو خطا ہو اور تیری رائے صواب پر ہو اور ابوحنیفہ کے معصوم ہونیکی انکار سے کیا فائدہ تم تو معصوم کو بھی غلطی اور خطا پر ثابت کرتے ہو چنانچہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام کو تو کہتا ہی کہ اُنسے غلطی ہوئی اور شیعہ ایسے گمراہ ہونگے اپنا پیشوا کا ہیکو مقرر کرینگے معصوموں کو چھوڑکر اور رائی ابوحنیفہ اگر آیت کے مناقض نہو تو ہمکو اُس سے کیا اور وقف میں ہماری بحث ہی نہیں ہے کہ اُسکو باطل کرآئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر اُس معما کی شرح مطلوب ہے تو کان دھرکر سنئے لیکن شرط یہ ہی کہ انصاف مدنظر ہو اور میری ہیچمدانی پر نظر نہو اسبق اس آیت کا هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ سے لیکر لِيَجْزِيَ الْفَاسِقِينَ تک اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ ما افاء اللہ سے مراد فقط مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہیں تو اب اس صورت میں بجز اموال غیر منقولہ اراضی و باغات ما افاء اللہ سے مراد نہونگی اور باعتبار خصوص ما سبق کے لفظ ما کا باوجود عموم ذاتی کے مخصوص ہوجانا ایسا شائع وذائع ہی کہ ہر فاضل و جاہل جانتے ہیں اطفال کافیہ خواں ہی سمجھتے ہیں کہ الاسم ما دل علی معنی میں ما سے مراد کلمہ ہے اسلئے مولانا جامی شرح ملا میں کلمہ ما کی شرح میں کلمہ ہی لکھتے ہیں القصہ ما افاء اللہ سے علی العموم اموال منقولہ غیر منقولہ سب مراد نہیں فقط اموال غیر منقولہ مراد ہیں چنانچہ جملہ کیلا یکون دولۃ بھی اسیطرف فی الجملہ کھنچتا ہی اسلئے کہ تداول اور دولت کے تو معنی ہیں کہ ایک شی بحال خود باقی رہی اور بانتقال کسی کسی کے پاس منتقل ہوتی رہی سو یہ بات بجز اموال غیر منقولہ اور کسی میں بطور کمال متصور نہیں اقسام غذا اور اقسام لباس اور اقسام مرکب سب کے سب بسبب استعمال فنا ہوجاتے ہیں فنا ہونے لگتی ہیں اگر چند روز کوئی چیز قایم رہی تو کیا قائم رہی تو کچھ کچھ سب اشیاء کو قیام ہی روئی سالن بھی تھوڑی دیر ٹھیری رہتی ہی میں خاصکر اسجگہ اتنے قیام سے کیا کام چلتا ہی یہاں تو بشہادت والذین جاؤا من بعدہم قیامت تک کا حساب ہی بہرحال ما افاء اللہ میں اموال غیر منقولہ داخل ہی نہیں جو اعتراض معترض وارد ہوا ہو ہمیں فکر جواب ہی ہو ہاں اتنی بات البتہ قابل لحاظ ہی کہ ہمنے مانا اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل ہی ہیں لیکن اموال منقولہ کا جو بعد فتح حاصل ہوتے ہیں کیا حکم ہی مثل اموال غیر منقولہ وقف بمعنی مذکور سمجھنا چاہئے یا مثل غنیمت مملوک ہوسکتی ہیں سو اپنی فہم نارسا میں یوں آتا ہی کہ وہ قابل ملک اور عطا ہیں اگر اہل فہم ہمی اسی جانب ہوں تو فبہا ورنہ ہمارا کیا نقصان ہی ہم اُسکے وقف ہونیکو اگر ثابت ہوجائے تو اپنی کچھ بات یعنی وقف نہونے سے بھی زیادہ خوش ہوکر تسلیم کرلیں اگر وہ بھی وقف ہوجائے تو کچھ یہ اعتراض ہی باقی نہ رہے **اقول** ہر چند ہمکو منقول غیر منقول سے کچھ بحث نہیں ہے اور نہ ہم اموال فی کے وقف ہونیکے قائل ہیں لیکن یہ شیخ نجدی ایک نئی اپج جو لیتا ہی اسواسطے ہم کہتے ہیں کہ یہ جو کہتا ہی کہ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ سے لیکر لِيَجْزِيَ الْفَاسِقِينَ تک اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ ما افاء اللہ سے مراد فقط مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہیں اول تو آیت میں غلطی کی ہی کہ من اہل الکتاب کے لفظ کو کھا گیا ہی اسواسطے کہ اصل میں آیت اسطرح ہی هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ یہ نتیجہ قرآن کے یاد نہونیکا ہی اور یہ کہتا ہی شیعوں کو کہ انکو قرآن یاد نہیں معما۔ اور اپنی خبر نہیں لیتا ہی اور دوسرے یہ کہ ہوالذی سے لیجزی الفاسقین تک کوئی ایسا مضمون نہیں ہے کہ جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ما افاء اللہ سے مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہیں اور لفظ عام کی البتہ تخصیص ہوسکتی ہی اگر کوئی مخصص پایا جائے اور لفظ ما کا افاء اللہ میں کوئی مخصص موجود نہیں ہے اور الاسم ما دل علی معنی میں مخصص ما کا کہ وہ دل علی معنی ہی موجود ہے اسواسطے کہ معنی پر جو دلالت کریگا وہ کلمہ ہی ہوگا اور سوائے کلمہ کے اور کوئی معنی پر دلالت نکریگا اور ما افاء اللہ میں سبب نہونے اُسکے مخصص کے تعمیم ہی باقی رہیگی لہذا منقول و غیر منقول پر یہ دلالت کریگا بعد کیلا یکون دولۃ کا لفظ بھی اس عموم ہی کیطرف کھنچتا ہی کہ ایک شے کا بحال خود باقی رہنا اور کسی کسی کے پاس انتقال کرنا یہ شی منقول میں بھی ہوتا ہی مثل لباس اور سواری کے کہ یہ کیسی سالہا تک باقی رہتے ہیں اور بعد چند سال کے تو مکانات بھی منہدم ہوجاتے ہیں اور رہگئی تو سوائے ذات خدا کے اور کسیکو نہیں ہے جنکے پاس چیزیں انتقال کرکے جاتے ہیں تو وہ خود ہی باقی نہیں رہتے آخر وہ بھی مرجاتے

بیس اور لباس اور سواری کا حال مثل روٹی اور سالن کے نہیں ہے کہ انکو اپر قیاس کیا جائے اور والذین جاؤا من بعدہم کو اس سے کیا تعلق ہے اس آیت کے لوگوں کے واسطے تو اموال فی کے نہیں ہیں یہانتک کہ انصار کیواسطے بھی نہیں ہے مال فی تو خاص مہاجرین کے اصناف مذکورہ کے واسطے ہے چنانچہ تفاسیر میں لکھا ہے بہرحال اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل ہیں اور بحث تو کرتا تھا اس امر کی کہ اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل نہیں ہیں بلکہ اموال غیر منقولہ اسمیں داخل ہیں اور اب لکھتا ہے کہ بہرحال ما افاء اللہ میں اموال غیر منقولہ داخل ہی نہیں ہیں خواہ اس معترض کا قصد ہوا وقف تو کوئی فی بھی اموال فی کی نہیں ہے نہ اموال منقولہ نہ اموال غیر منقولہ چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور یہ کہنا کہ اموال غیر منقولہ تو وقف ہیں اور اموال منقولہ قابل ملک وعطا ہیں بڑی حماقت کی بات ہے کہ پہلے تو اس قول کو ابوحنیفہ کے کہ اشیاء منقولہ وقف نہیں ہوسکتی بلکہ مملوک رہتی ہیں رد کیا تھا اور اب اسکو تسلیم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ قابل ملک کے ہیں **قال الشیخ الاشعری** خیر اب اپنے خیالات کو عرض کرتا ہوں بگوش ہوش وچشم انصاف غور سے سنیئے اور ملاحظہ فرمائیے وقف ایسی چیز ہونی چاہیئے کہ بحال خود باقی رہے اور پھر کام آسکے چنانچہ وقف کے معنی یہی ہیں کہ اصل محبوس اور موقوف رہے اور منافع مصارف وقف میں صرف کئے جائیں معہذا فی کے وقف معنی مذکور ہو نہیں اس تغایر ذات اور منافع کی خواہ مخواہ ضرورت ہے کیونکہ للہ اور للرسول ولذی القربے وغیرہم ہونا جبھی صحیح ہوسکتا ہے کہ اصل اللہ تعالیٰ کے لئے رہے اور منافع اوروں کے لیے چنانچہ مذکور ہوچکا سو یہ بات وہاں ہوسکتی ہے جہاں وہ چیز اور ہو اسکے منافع اور نہ خود منافع میں قابلیت نہیں سو اموال منقولہ میں سے اقسام غذا کا تو منجملہ منافع ہونا ظاہر ہی ہے کیونکہ منافع کے معنی اس جگہ فقط اتنے ہی ہیں کہ استعمال کامل کے بعد پھر قابل استعمال باقی نہ رہے بلکہ استعمال ہی میں فنا ہوجائے سو اقسام غذا کا منافع ہونا تو ظاہر ہی ہے سوا اسکے اور اسباب منقولہ مثل اقسام لباس وسواری وغیرہا اور ضروریات انسانی کے اگرچہ ایک وجہ سے مثل اشیاء غیر منقولہ خود اور ہیں اور انکے منافع اور کیونکہ گھوڑا اور چیز ہے اور اسکی منفعت اور فائدہ یعنی سواری اور تخفیف مشقت سفر اور شے علی ہذا القیاس کپڑا اور شے ہے اور اسکا فائدہ یعنی پہننا اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچنا اور زیب وزینت اور شے لیکن غور کیجئے تو اسقدر فرق ہے کوئی چیز اشیاء ضروریہ انسانی میں سے خالی نہیں اقسام غذا میں بھی یہ بات موجود ہے کہ روٹی مثلاً اور شے ہے اور اسکے منافع یعنی کھانا اور مزا آنا اور قوت کا پیدا ہونا اور شے لیکن اسقدر فرق سے قابلیت وقفیت پیدا نہیں ہوتی ورنہ جیسے زمین کا وقف ہونا مسلم الثبوت ہے آٹا جو غلہ بھی وقف ہوا کرتے حالانکہ اسکے وقف ہونیکی عقل کے نزدیک کوئی معنی نہیں وقف ہونیکے لیے ضرور ہے کہ اصل محبوس اور موقوف ہے اور منافع مصرف میں صرف ہوں اور یہاں اصل منافع کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے نقل مشہور جیسے اصل ویسی نسل بلکہ اسیہ اگر غلہ بھی وقف ہونیکے قابل ہے تو اراضی وقف کا غلہ بلاشبہ وقف ہوسکے اصل مصرف کو اسکے بیع رہن ہبہ وغیرہ اسمیں میراث جاری ہونا وصیت حالانکہ یہاں میں اسکا کوئی ذکر ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ غلہ کو من جمیع الوجوہ منافع ہی مقرر رکھا ہے سو منافع وقف اہل مصرف کے حق میں صدقہ ہوتے ہیں اور صدقہ جسکو کردیا جائے اسکا مملوک ہوجاتا ہے تو اب اسکی بیع وشراء وغیرہ میں کچھ دشواری نہیں اور کیسکے نزدیک غلہ وقف بھی ہوسکے تو ہوا کرو یہاں تو کلام اراضی فی میں ہے جنکو ہمنے وقف خداوند کریم کہا ہے سو اراضی فی کا علی الاتفاق وقف نہیں ہوتا اسیواسطے مملوک اہل مصرف ہوجاتا ہے بالجملہ پیداوار زمین اور علی ہذا القیاس اثمار واشجار کا وقف نہونا تو ظاہر ہوگیا ہے باقی رہے انواع مراکب اور اقسام لباس وغیرہا انمیں نسبت غذا کے یہ فرق نکالے تو نکلا کہ غذا استعمال کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے اسلئے وقف نہیں ہوسکتی بخلاف سواری لباس کے کہ یہ چیزیں پہننے وغیرہ سے فنا نہیں ہوتے لیکن بعد غور معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرق بعینہ ایسا ہے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر کھالیجے اور باقی کو چھوڑ دیجے سو حاصل اسکا یہ ہوا کہ بقدر استعمال فنا ہوگئی سو کپڑے سواری وغیرہ میں بھی یہ بات موجود ہے کیونکہ گھوڑا وغیرہ جو جانور سواری میں ہیں نسبت ان جانوروں کے جو انکے برابر کہائیں پر سواری میں رہیں بڑا اور کمزور ہوجاتے ہیں اور اگر چند روز بسبب امداد بدل ماتحلل باقی بھی معلوم ہوں تو اول تو تبدل ماتحلل ہی یوں کہی ہے کہ اصل باقی نہیں اور اگر ایسے مواقع میں اسکو بقاء اصل کہئے تو وہ بقا کہاں جو کسی استعمال کے ہو اور دو چیز جس جانور کی زور اور بدن استعمال میں آتی ہیں جان استعمال میں نہیں آتی چنانچہ منصفی میں جو قابل استعمال نہیں رہتا تو یہی دو باتیں گھٹ جاتی ہیں علی ہذا القیاس کپڑا بھی استعمال سے تیلا پڑ جاتا ہے چنانچہ بیدار مغز پر مخفی نہ ہوگا اور اسکے نار کمزور ہوجاتے ہیں اور انہیں دو چیزوں پر مدار کار استعمال کا تھا اسیواسطے رفتہ رفتہ بہت استعمال کو باعث قابل استعمال نہیں رہتا سو یہاں بھی وہی حاصل نکلا کہ منافع بقدر استعمال فنا ہوگئے غایت باقی الباب کہیں نقصان ایک طرف سے ہوا کہیں چاروں طرف سے شکل بنی رہی کہیں بگڑ گئی لیکن استعمال ہونیکا مضمون دونوں جا برابر ہے باقی رہی شکل صورت کو لیکر کیا جائے اسکو استعمال میں کچھ دخل ہی نہیں عکس آئینہ میں شکل وصورت موجود ہے مگر چونکہ جسمیت اور زور وطاقت نہیں کوئی صورت استعمال کی نظر نہیں آتی بالجملہ جن چیزوں سے منافع تعلق ہے وہ چیزیں بقدر استعمال فنا ہوجاتی ہیں اور جو چیزیں بحال خود باقی ہیں انسے منافع کو کچھ تعلق نہیں بات اگر ہے تو زمین ہوا اسکے اور اشیاء غیر منقولہ ہی میں ہے کہ استعمال میں منافع ہی فنا ہوں اور اصل باقی رہے استعمال کی وجہ سے اصل میں کچھ نقصان نہ آئے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اشیاء منقولہ کو قابل وقف ہی نہ سمجھا اور صاحبین یا کسی اور نے اگر بلحاظ بقاء صورت بعض اشیاء منقولہ کو قابل وقف سمجھا تو انکی صورت کو اصل منافع اور بقاء صورت کو بمنزلہ بقاء اصل منافع سمجھکر اسکے وقف ہونے کے قائل ہوگئے ہیں لیکن بعد تحقیق کے اہل حق سے توقع یوں ہے کہ رائے امام ابوحنیفہ ہی کو ترجیح دیں اور اس سے قطع نظر کیجئے تو مذہب صاحبین بھی بظاہر حق ظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ بایں خیال

کہ اول تو منافع مرکب و لباس وغیرہ اشیاء ضروریہ دنیاوی عرف میں مرکب اور لباس ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور وہ تاوقتیکہ صورت اور جان باقی ہی قوت اور بدن کی طرف منسوب نہیں ہوتی جو یوں کہیئے کہ استعمال میں فنا ہوتے جاتے ہیں دوسری منافع مرکب و لباس وغیرہ منافع کلیہ ہیں کہ اوقات مختلفہ میں اُنکی افراد ظہور میں آتے ہیں اور جیسے ہر ہر فرد بشر انسان کا مل ہے جزو انسان نہیں ایسی ہی منافع اشیاء مذکورہ بھی جو اوقات مختلفہ میں حاصل ہوتی ہیں منافع تامہ ہیں اجزاء منافع نہیں اور ظاہر ہے کہ بعض افراد کے فنا ہو جانے سے نوع فنا نہیں ہوتے بلکہ جب تک ایک فرد بھی باقی ہی تو تمام نوع باقی ہی تو اس صورت میں معلوم ہوا کہ بعض اوقات کے انتفاع سے اصل منافع فنا نہیں ہوتے پھر وقف کیوں نہ ہو سکیگا کیونکہ بقاء منافع دلیل بقاء اصل ہے بخلاف منافع اقسام غذا کے کہ وہ منافع جزئیہ ہیں کہ جو نفع کہ ایک روٹی سے حاصل ہوتا ہی آدھی سے اُسکا آدھا حاصل ہوتا ہے پورا باقی نہیں رہتا چنانچہ ظاہر ہے ہاں اگر اصل باقی رہتی خیر اگر مذہب ابو حنیفہ اگر حق ہی تو اموال منقولہ کا منجملہ اموال کے وقف نہوتا تو درکنار قابل وقف نہونا ظاہر ہوگیا اور اگر رائے صاحبین صحیح ہے تب بھی مطلب ہاتھ سے نہیں گیا وجہ اسکی یہ ہے کہ تمام ضرورت بشری میں سے احتیاج غذا منجملہ ضرورات اصلیہ ہے اور باقی اموال منقولہ تتمہا ضرورات فرعیہ میں داخل ہیں اگر غذا کے ضرورت نہوتی تو نوکریوں کی تلاش کے لئے سواری کی ضرورت مثلاً نہوتی تو معلوم ہوا کہ سواری کی ضرورت غذا کی ضرورت سے پیدا ہوئی ہے پھر سواری کی ضرورت سے مثلاً گھاس دانہ کی ضرورت پیدا ہوتی ہی علی ہذا القیاس جہانتک یہ سلسلہ ضرورتوں کا چلیگا تو ما بعد ماقبل کے فرع ہوگا اور حقیقت میں ضرورت اصلی ایک ضرورت غذا ہی نکلیگی باقی اشیاء کی احتیاج گو کہنے کو اُن اشیاء کی احتیاج ہے لیکن حقیقت میں غذا کی احتیاج ہی تو اس صورت میں یہ خیال کہ وقف رفع ضرورت کے لئے ہوتا ہے اور حقیقت میں ضرورت اگر ہے تو ضرورت غذا ہی ہے تو مصرف وقف میں اس ضرورت کا ہونا ضروری ہوا **اقول** ۔ جسقدر اس شیخ نجدی نے لکھا ہے سب خارج از بحث ہے اور اسقدر وقف کی تحقیق کے مقدمہ میں جو لکھتا ہی اس سے کیا فائدہ ہی گفتگو تو اموال فے میں تھی اور اموال فے ہرگز وقف نہیں ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور کلام اللہ کی آیت اور تفسیروں سے ثابت ہوگیا ہے کہ اصل اموال فے حسب تقسیم ہوگئی مہاجرین پر اگر وقف ہوتی تو بدستور قایم رہتی اور جسے اسکو نہ کئے جاتے اب وقف کی بحث کرنی کیا ہے اور جو کچھ اسنے وقف کے باب میں غلطی کی تھی اُسکے رد کرنے میں ہمکو کیا فائدہ ہوا سواسطے ہمنے اسکے قول کا تعرض نہیں کیا **قال الشیخ الاشعری** اور کسی اور وقف میں نہیں تو وقف فے میں تو رفع احتیاج غذا ہی مقصود ہے چنانچہ جناب رب العزت جل شانہ نے بھی لفظ رسول اور مساکین اور ابن السبیل میں اسطرف اشارہ فرمایا اسلئے کہ فقیر اور مسکین کے معنوں میں رزق کی کمی اور کوتاہی معتبر ہے بلکہ لفظ رسول یتامی اور ابن سبیل بھی اسیطرف مشیر ہیں چونکہ رسول تو اشاعت کی طرف مشیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار کہ رسول ہیں یعنی خدا کی بھیجی ہوئی ہیں خدا کے کام میں لگی ہوئی ہیں اتنی فرصت ہی نہیں کہ جسے بے تنخواہ کمائیں اور فراغت سے بیٹھ کر کھائیں اور جب کمائی نہونیکی وجہ یہ ہوئی کہ خدا کے کام میں لگے ہوئے ہیں تو لاجرم بمقتضائے قدر شناسی خداوندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نان نفقہ بھی خدا ہی کے ذمہ ہونا چاہئے اسکی بھی صورت اس سے اور کیا ہوگی کہ جو مال خاص خدا کا ہو اور بے منت غیر حاصل ہوا ہو اسمیں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تجویز کیا جائے یتیم اور ابن سبیل کا مورد رحم ہونا بھی تو باعتبار اُنکے سبب انقطاع اسباب رزق ہوجاتا ہے اور نسبی لفظ فقراء میں تو شک فوت کے ہونے پر دلالت ہے سو وہ بوجہ ارتباط بایں ہمہ اسلئے بھی میں فقر کا طور ملحوظ رکھنا ضرور ہی ہوا خواہ ذوی القربی ہوں خواہ اقسام باقیہ بالجملہ مصرف وقف میں احتیاج غذا کا ہونا ضروری ہوا سو اگر انکو اموال منقولہ دلی جائیں تو دو طرح رفع احتیاج مذکور میں کام آسکتی ہیں ایک تو یہ کہ بطور مذکور انکو مسلمہ اسباب تحصیل غذا میں داخل کیا جائے مثلاً سواری پر چڑھ کر نوکری وغیرہ کے لئے سفر کیا جائے تاکہ کچھ کما کر غذا بہم پہنچائی یا مثلاً ہنڈیا رکابی کچھ پکانے کے لئے رکھا جاوے تاکہ بایں وسیلہ کہانا پکا کر دوسرے یہ کہ اشیاء مذکورہ کو بیچکر کہا جائے لیکن اگر اتفاق سے پیٹ کو ایسی لگی ہو کہ جان پر بنی ہوئی ہو تو اس صورت میں بیع کی اجازت نہ دینی جیسا وقف میں ہوتا ہے رفع احتیاج کے بدلے احتیاج کا بند کر دینا اور آسائش کے بدلے جو رفع احتیاج اُسکے لئے ہوتی ہے دوتا تکلیف میں ڈال دینا ہے کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا تکلیف ہوگی کہ چیز پاس ہو اور پھر اُس سے منتفع نہو سکے خرابی دل پر دانہ زریں بتر چہ بود کہ شمع را بنمایند و سوختن ندہند اور اس قسم کی احتیاج کا ہونا فقراء مساکین کے تو مفہوم میں داخل ہی پر یتامی اور ابناء سبیل میں بھی کثیر الوقوع اور چونکہ سبب اس قسم کی احتیاج کا فقر اور مساکین اور یتامی اور ابناء سبیل کے حقیقی بے سروسامانی معلوم ہوتی ہی تو بھی اُسکا ارتفاع بجز اسکے متصور نہیں کہ اُنکو کچھ عطا کیا جائے کہ اگر غذا ہو تو خود اُس سے ورنہ اُسے بیچکر اپنا پیٹ پالیں سو درصورتیکہ عطا میں اُنکو اختیار رہے نہو تو اُنکی طرف سے بیباڑ میں پڑیں اُسکے منافع مثل پیداوار زمین اثمار و اشجار اقسام غذا میں سے ہوتی تو پھر اُسکا بیچنا تو درکنار متولی وقف کو اُنکا دینا ہی کیا ضرور ہوتا بہرحال اموال منقولہ کا وقف ہونا فقراء اور مساکین وغیرہم کو مفید نہیں تو سہی وجہ جس سے مذہب امام ابو حنیفہ موجہ معلوم ہوتا ہی **اقول** یہ بھی جو کچھ کہ اسنے لکھا ہی سب فضول ہی اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اموال فے بہ گز وقف نہیں ہیں اور اگر یہ لوگ جو کہ مصرف فے کے ہیں محتاج اور نادار اور تنگدست تھی تسلیم نے بھی تو تسلیم کیا کہ انکو انکی تنگدستی ہی کی جہت سے خدا تعالی نے انکو مال فے دیا کہ چاہیں اُسکو فروخت کریں چاہیں اُسکی آمدنی میں سے کبھی اوقات کریں اور جناب رسول خدا صلعم کو فقیر اور محتاج نہیں کہہ سکتے اُنکی عظمت و جلال کے سبب سے اور نہ رسول کا لفظ فقر ہی پر دلالت کرتا ہے بلکہ بعضی بعضی رسول بادشاہ ہوگئے ہیں اور

ہمارے حضرت صلعم کو احتاج کسب کرنیکی منتہی غنیمت اور جہنس اور فے میں حضرت کا حصہ تھا وہ حضرت کو کفایت کرتا تھا اور خدا تعالیٰ حق میں فرماتا ہے کہ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ یعنی اور پایا تجھکو عیال دار فقیر پس تونگر کردیا تجھکو اور اُسکے سوا جو کچھ اس شیخ نے اپنے ذہن ناقص سے ایجاد کرکے لکھا ہی اُسکے رد کرنے میں ہمکو کچھ فائدہ نہیں ہے اسواسطے ہمنے اُسکو ترک کیا

قال الشیخ الاشعری باقی رہی جاہ یا مکانات سو اُنکا وقف ہونا ہی بنظر رفع احتیاج فقرا و مساکین غیر ہیم ہو سکتا لیکن انمیں اور اموال منقولہ میں دو فرق ہیں جنکے سبب انکو اموال منقولہ پر قیاس نہیں لیا جاتا ایک تو اموال منقولہ معدن رزق ہی نہیں جو مخرج قوت ہو سکیں بخلاف مکانات کے کہ اُنکی زمین بہر حال قابل پیداوار ہی اور چونکہ مدار وقفیت کا ہی قابلیت پر ہے پیداوار کا ہونا کچھ ضرور نہیں ورنہ زمین وقف اگر مزروعہ ہو اور ایک سال یا چند سال کسی سبب سے افتادہ رہے تو اُسکی وقفیت باطل ہو جایا کرے اسلیے مکانات وقف کے زمین ہی قابل وقف رہیگی حاصل یہ ہے کہ اگر غرض اصلی کسی شے کے کسی وجہ خارجی کے باعث مسدود و مقصود ہو جائے تو جو حکم اُس غرض کی وجہ سے اُسپر متفرع اور مترتب ہوا تھا وہ حکم موقوف نہو جائیگا ویرانوں کے مسجدوں میں گو بالفعل نماز نہیں پڑہی جاتی پر چونکہ قابلیت نماز بدستور باقی ہی تو حکم وقفیت بہی باقی ہی دوسرا فرق یہ ہی کہ گو ضرورت غذا ضرورت اصلی ہی لیکن ضرورت مکان اور ضرورت آب بہی ضرورت اصلی ہی کسی اور ضرورت کی ضرورت سے انکی ضرورت نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ دریہ دونوں بہی مثل غذا زمین سے حاصل ہوتی تو زمین کے وقف کرنیمیں ان تینوں ہی کا لحاظ چاہیئے ان تینوں میں سے کوئی سی کچھ غذا ہی کی خصوصیت نہیں پر چونکہ باقی اول تو اکثر بے دام و درم کے میسر آتا ہی دوسرے بیشتر پیاس غذا کے کہانے سے پیدا ہوتی ہی تو اسوجہ سے محو یا پانی کی ضرورت غذا ہی کی ضرورت پر موقوف ہوئی غایۃ الامر اور ضرورتیں منجملہ اسباب غذا ہوں اور یہ داخل سببات غذا تیسرے اکثر غذاؤنکا قیام اور قوام بہی پانی ہی سے ہے تو اسوجہ سے پانی بہی منجملہ اسباب غذا اور مثل اور ضروریات فرعیہ کے فرع غذا ٹہرا تو پانی کی ضرورت کے ارتفاع کی طرف تو ضرورت نہوئی اسلئے نہ آیہ ما افاء اللہ میں اُسکے صلہ میں اُسکی طرف کچھ اشارہ فرمایا مگر ضرورت مکانات من کل الوجوہ ضرورت اصلی ہی اور پھر بجز مال کثیر کے اُسکی ارتفاع اور اندفاع کی کچھ صورت نتھی اسلئے اُسکے رفع و دفع کی ضرورت پڑی سو میں جانتا ہوں لفظ اُخر جو امن دیارہم میں اُسکی طرف اشارہ ہی لیکن اموال منقولہ میں سے کسی میں قابلیت نہیں کہ بالذات ان ضرورتوں کو رفع کر سکے البتہ ان ضروریات ثلثہ کی تحصیل کے سامان ہیں خواہ بطور سببیت کے جیسے ہنڈیا رکابی وغیرہ سے پکانا کہانا اور گہوڑے پر چڑہ کر نوکری کیلئے جانا یا بطور بدلیت کے یعنی اموال منقولہ کو بیچکر روٹی مکان پانی بہم پہنچانا لیکن ایسی ضرورت جس میں گہوڑے لباس وغیرہا کے بیچنے کی نوبت پہنچے بہ نسبت اُس ضرورت کے کہ یہ اُسکے حق میں منجملہ اسباب ہیں شدید ہی اور پھر با اینہمہ اہل مصرف میں موجود و نہ مصرف ہی کیوں ہوتی تو اموال منقولہ میں اُسکی رعایت کرنی ضرور پڑی یعنی مثل پیداوار زمین اموال منقولہ میں بہی بعد عطا کے اہل مصرف کو اختیار ملے تاکہ بیچکر رفع ضرورت کریں بالجملہ اموال منقولہ مثل پیداوار کے وہ بہی منقولات میں سے ہی ملک میں اہل مصرف کے کردینی چاہئیں **اقول** جو کچھ اسنے اس قول میں لکھا ہی وہ بہی سب فضول اور باطل ہی **قال الشیخ الاشعری** اب سبکو معلوم ہو گیا کہ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ کچھ ہماری مضر نہیں بلکہ اُلٹی مویدہی کیونکہ بظاہر من جو ما میں ہے تبعیضیہ ہے اس صورت میں الملکت یمینک سے دو باتیں معلوم ہو جائینگی ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلعم تمام اموال فے کے مالک نتھی دوسرے جسقدر کے مالک ہوئے وہ بجرد مسلط ہو جانیکے مالک نہیں ہوئے تہے ورنہ سبہی کے مالک ہوتے کیونکہ سبب ملکیت اس صورت میں تسلط ہی ہوگا سو وہ سبہی میں پایا جاتا ہے تو لابد جرم کسی اور سبب سے مالک ہوئے ہونگے اور وہ بظاہر بجز اسکے کہ بعد تقسیم آپکے قبضہ میں آگیا اور کچھ معلوم نہیں ہوتا چنانچہ لفظ یمینک خود قبضہ پر دلالت کرتا ہی ورنہ اگر قبض کی ضرورت نہوتی فقط ملکیت بصیغہ خطاب فرمادیتی لفظ یمینک کے کچھ حاجت نتھی **اقول** آیت الملکت یمینک بالکل تیری مضر ہی اسواسطے کہ تو برابر کہتا چلا آیا ہی کہ رسولخدا صلعم مال فے کے نہ کل کے نہ جزو کے کبھی مالک نتھے بلکہ تو نے تو یہ کہا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم دنیا میں کسی چیز کے مالک نتھے تجھکو اس آیت کی کیا خبر نتھی یہ ثمرہ قرآن کے یاد نہونیکا ہی اور من کی تبعیضیہ ہونیکا بہی ہمارا ہی مذہب ہے کہ جناب رسولخدا صلعم بعض اموال فے کے مالک ہوئے تہے اُس مقدار کے کہ جو حصہ حضرت کا تھا اور حضرت کے حصہ ہی میں سے ایک فدک بہی تہا اور یہ تو ہم بہی نہیں کہتے کہ جناب رسولخدا صلعم تمام اموال فے کے مالک نہی بلکہ اُسیقدر کے مالک تہے جو کہ حضرت کے حصہ میں آیا تہا اور قبضہ میں تو حضرت کی ابتدا میں کل ہی مال فے تہا لیکن بعد تقسیم کے مالک اُسیقدر کے ہوئے جسقدر کہ حصہ میں آیا اور تقسیم کرکے دینے کا حضرت ہی کو اختیار تہا جسقدر چاہا اور دیدیا اور باقی کا اپنے پاس رکھا اور اب تو یہ شیخ حضرت کے مالک ہونیکا اقرار کرتا ہے کہ حضرت بعض مال فے کے مالک ہوئے تہے اور بعد اسکے پہر انکار کریگا جیسا کہ پہلے سے انکار کرتا چلا آتا تہا **قال الشیخ الاشعری** باقی کلام رہے اسمیں کہ قبل قبض مالک تو نتھے پر جیسے قرض خواہ مال مدیون میں اور غانمین مال غنیمت میں مستحق ہوتے ہیں اور بوجہ اس استحقاق مدعی بن سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی مال فے میں مستحق تہے یا مثل فقرا و مساکین کہ اُنکو مال اغنیا و مالکان زکوۃ میں اس قسم کا استحقاق نہیں ہوتا کہ مدعی ہو سکیں بلکہ قابل اعطا اور مصرف عطا ہوتے ہیں رسول اللہ صلعم بہی فقط منجملہ مصارف تہے اسلئے اسکی تحقیق بقدر فہم نارسا گزارش ہی جناب من استحقاق دو قسم کا ہوتا ہے ایک استحقاق قوی اور اُسکو ہم استحقاق فعلی اور استحقاق شخصی اور استحقاق حقیقی بہی کہتے ہیں دوسرا استحقاق ضعیف اور ہم اسکو استحقاق انفعالی اور استحقاق نوعی اور استحقاق مجازی بہی کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ بیان معنی سے انشاء اللہ ظاہر ہو جائیگا استحقاق قوی میں مستحق کیجانب کوئی امر وجودی ہونا چاہیئے جو منشا استحقاق اور مبدء دعوی اُسکی ورنہ مستحق حقیقہ میں مستحق نہوگا چہ مزاحم ہوگا سو یہ بات دین کی صورت میں تو ظاہر ہی غنیمت میں بہی مخفی نہیں کیونکہ جہاد امر وجودی ہی اور بہی لم معلوم ہوتی ہی کہ مال غنیمت کی تحصیل کو بندوبستی

طرف منسوب فرمایا اور یوں فرمایا واعلموا انما غنمتم من شیء ورنہ حقیقت میں سب چیزیں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں اور استحقاق ضعیف میں فقط مفلسی اور ناداری جو امر عدمی ہی کفایت کرتا ہی لیکن ظاہر تر کہ عدم متبت وجود نہیں ہوسکتا اس لئے حق جو امر وجودی ہی ناداری سی جو امر عدمی ہی ثابت نہوگا اسیواسطے اگر کوئی کسی مفلس کو کچھ دیدی تو نسبت اُس مفلس کے ظالم نہ گنا جائیگا اور نہ مفلس اُسکی نالش فریاد کرسکیگا ہاں اگر حقوق واجبہ کسی مفلس کو ہی نہ دی تو عند اللہ گنہگار ہوگی کیونکہ مفلس کا حق نہیں تو خدا کا تو ہی بالجملہ ناداری اور مفلسی مثبت حق نہیں فقط موجب قابلیت ہے اور یہ قابلیت تمام نوع مفلسین میں برابر ہے تو جس کسیکو دیدیگا کام چل جائیگا اسیواسطے محققین کے نزدیک جملہ مصارف المندرجہ آیت انما الصدقات کا احاطہ استیعاب ضروری نہیں یعنی یہ لازم نہیں کہ سبھی اصناف کو دی کیونکہ یہاں مدار کار امر عدمی پر ہی جو ناداری ہی اور وہ سب میں برابر ہی اور یہ بالبداہت مسلم ہی کہ سب اشخاص اصناف مذکورہ کا دینا لازم نہیں سو اگر بافرض جہۃ مفلسی تو سب کو دینا ضروری ہوتا اور جب سب اشخاص کا دینا ضرور نہیں تو سب اصناف کا دینا بھی ضروری نہیں اور اس ناداری کی وجہ سے ان مصارف کا مقرر کرنا اکثر اصناف میں تو ظاہر ہی پر عاملین اور مولفۃ القلوب میں ناداری کا ہونا ہی سرے سے ضروری نہیں مدار استحقاق ہونا تو درکنار سو اسکا جواب ہے کہ عاملین کا دینا تو وہ فقراء مساکین وغیرہم کا دینا ہی کیونکہ یہ نہوں تو صدقات کیونکر وصول ہوں تو گویا یہ اُنکی نوکر اور اجیر ہیں انکا دینا فقراء مساکین ہی کے کام میں خرچ کرنا ہی گویا انہیں کو دیا فقراء مساکین وغیرہم ہی کو دیا باقی رہی مولفۃ القلوب سو اُنکا دینا بھی تو بجز صدقات تھا کیونکہ زکوۃ خوشی خاطر سے تو کوئی دیتا ہی البتہ عامل کو اگر سلطان وقت کی بیشتی ہو تو وصول ہوسکے ہی سو فتح مکہ سے پہلے پہلے بسبب قلت اہل اسلام کے اُنکا دینا بھی حاجت تھی اور وقت فتح مکہ گو بظاہر ایک وجہ سے جماعت کثیر ہوگئی تھی لیکن حقیقت کو دیکھئے تو قصہ بدستور تھا کیونکہ مولفۃ القلوب بظاہر مسلمان تھے جب تک ایمان دل میں نہوتا تھا مگر چونکہ داد و دہش میں اثر ہی کہ دینی والیکی محبت لینے والیکے جی میں پیدا کردی ہی تو اس پیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو جزو ایمان ہی اُنکے دل میں جمائی گئی اور چونکہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان بکثرت ہوگئے اسواسطے اب مولفۃ القلوب کا سہم ہی ساقط ہوگیا الحاصل مولفۃ القلوب کا دینا بھی ایک وجہ سے فقراء مساکین وغیرہم کا دینا تھا کیونکہ انکا دینا اُنکے حق میں بمنزلہ تجارت تھا اسواسطے جب اس تجارت میں کچھ نفع نرہا اُسکو موقوف کردیا۔ مجملہ اُس زمانہ کے فقراء اور مساکین اسلام کے فقر و مسکنت کی وجہ سے کفار کی مخالفت ہوتی تھی سو اُنکو کچھ دیکر انا موافق دلی کرلینا گویا فقراء اور مساکین ہی کو دینا ہی کیونکہ داد و دہش سے فقراء کا فقر رفع ہوجاتا ہی سو وہی بات یہاں بھی نکلی اور وجہ سوم یوں توجیہ میں آتا ہی کہ المولفۃ القلوب کا لام تعلیل کا نہیں بلکہ لام استحقاق ضعیف میں مصرف کے جانب فقط امر عدمی ہوتا ہی اس لئے اُنکی طرف سے دعوی اور طلبگاری نہیں ہوسکتی ہاں خدا کی طرف سے حکم جو امر وجودی ہی منشا استحقاق ہوتا ہی اس لئے خدا کی طرف سے مطالبہ اور مواخذہ رہتا ہی اور زکوۃ حق خداوندی کہتے ہیں گو فقراء مساکین کی طرف سے مجازا منسوب کردیں **اقول** یہی مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں کہ بجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کا بانچواں حصہ مالک ہوگیا اور حضرت ہی کے حصہ میں فدک ہی آیا تھا سو اُسکا دعوی حضرت فاطمہ علیہا السلام کا تھا اور خدا تعالی کی بخشش میں استحقاق دعوا کیا دخل ہی جسکو جواب دیدیا اور جو کچھ استحقاق کی تحقیق میں اور بعد اُسکے جواب ہی سب بے فائدہ ہی بوجہ کاندکہ سیاہ را سفید نہ بافند لکھا **قال الشیخ الاشعری** جب بات ثابت ہوچکی تو اس سے کہ امام الشیعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب کسی قسم کے وہمی کا بھی نہ رہا فدک استحقاق ہونے کے ظاہر اور بطلان دعوی حضرت فاطمہ کے کفار کی جانب آتا تھا وہ ثابت ہی نہیں ایک ملکیت ہونیکا احتمال تھا سو اسکو بھی جناب باری تعالی نے فما اوجفتم علیہ من خیل الخ رفع کردیا تو اب جو اسکے ہوں اس سے صلی اللہ علیہ وسلم کا استحقاق ارث قسم استحقاق ضعیف کا بھی ثابت نہیں ہوتا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ خداوند کریم نے مال فے کی تحصیل کو بندوں سے منسوب نہیں فرمایا بلکہ لفظ افاء اللہ میں اپنی ہی طرف نسبت کیا یعنی یوں نہیں آتا ہی کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا سہم ساقط ہوجائے چنانچہ مذہب اکثر اہل تسنن اور شیعہ سہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام کے لئے تجویز کرتے ہیں تو سہم حسنی کی آیت میں کوئی دلیل نہیں سوا سمصوت میں فقط افادہ سہ یعنی خداوند کریم کو اس مال کو ہمارے قبضہ سے نکالکر رسول اللہ صلعم تک پہنچانے سے مکیت ثابت ہوئی چنانچہ مذاہب مالکیہ یعنی کہ مذکور ہوچکا اور پھر اسمیں کوئی صورت استحقاق کی نہیں تو بجز اسکے کہ رسول اللہ صلعم بمجاہ مصارف مال فے ہوں یہی **اقول** خدا تعالی کی بخشش کے واسطے استحقاق کی نہ ثابت نہیں ہوسکتی جو چاہی اپنے بندوں میں بخشدیوے یہ اضافہ وہبی ہی کوئی امر وجودی تو ہوا کہ ثابت ہو یؤتیہ من یشاء لیکن حسا کسیکو بادشاہی دیتا ہی اور کسیکو نبوت عطا کرتا ہی کیا استحقاق ان لوگوں کا درگاہ خدا میں ورجود تھا وہ ہی دیتا ہی استحقاق ہوا یہ جب کسیکو بادشاہی دینی چاہتا ہی تو اُسکے سامان مہیا کردیتا ہی کہ جسکے وسیلہ بادشاہ ہوجائے ایسے ہی مال فے کا سامان پیدا کردیا وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر نکل گئے یا صلح کرلی اور اُنکے اموال خدا تعالی نے اپنی خاص بندوں کو عطا کئے استحقاق کی دو قسم بیان کرنی قوی اور ضعیف یہ بھی ایجاد فقیر ہی اور اگر اسطرح سے ہو بھی تو آدمیوں کی بخشش میں ہوگا نہ خدا تعالی کی بخشش میں اور استحقاق ضعیف رسول خدا صلعم کے واسطے مقرر کیا جائے تیری مزعوم کے موافق تو اسمیں بھی کچھ قباحت نہیں آتی اور مال غنیمت کو جو خداوند تعالی نے بندوں کی طرف منسوب کیا تو اسواسطے کہ وہ اُنہوں نے لوٹ کر جمع کیا تھا اور مال فے اُنہوں نے جمع نہیں کیا تھا بلکہ وہ محض تفضل خدا سے تھا سو اسواسطے خدا تعالی نے اُسکو اپنی طرف منسوب کیا کہ وہ بے مشقت کسی آدمی کے ہاتھ آیا تھا اور بعد وفات جناب رسول خدا صلعم کے سہم حضرت کا ساقط نہیں ہوا ہی اور شیعہ بے وجہ سہم رسول خدا صلعم کا امام کے واسطے نہیں کہتے ہیں اب یہاں روایتیں اس مضمون کی آتی ہیں اور آیتیں تاویل ہوتی ہیں اور تفصیل اُنکی روایتوں میں ہی اور یہی مذہب اہلی سنت کا ہی کہ سہم رسول خدا صلعم کا بعد اُن حضرت کے واسطے امام کے ہی چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی آیت فے کی تفسیر میں

ویصرف الآن سہم الرسول الی الامام علی قول یعنی اور صرف کیا جائے اب حصہ سولخدا صلعم کا طرف امام کے ایک قول پر اور بعضی کہتے ہیں کہ سرحد کفر اور اسلام کے صرف اور لشکر کے صرف میں کیا جائے اور بعضی کہتے ہیں کہ مصالح مسلمین میں صرف کیا جائے چنانچہ یہی تفسیر بیضاوی میں قول کے بعد لکھا ہے والی العاشر والثغور علی قول والی مصالح المسلمین علی قول لیکن یہ کسیکا مذہب نہیں ہے کہ سہم حضرت کا بعد حضرت کے ساقط ہوگیا ہو اور نہ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے جو مال کفار کا حضرت تک پہنچا دیا ہو اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوئی لیکن جسوقت خدا تعالی نے اس میں حضرت کا حصہ مقرر کردیا اور فرمایا کہ فللہ وللرسول۔ حضرت نے اپنا حصہ اس میں سے بعد تقسیم کے لیا تو حضرت اپنے اس حصہ کے مالک ہوگئے اور یہی ما ملکت یمینک سے ثابت ہے اور استحقاق کچھ نہیں ہے خدا تعالی کی بخشش میں اور ہم بھی حضرت کو ایک مصرف مال فے کا کہتے ہیں اور اسیواسطے حضرت مال کے موافق اپنے حصہ کے مالک ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بہرحال آیت وما ملکت یمینک مما افاء اللہ میں اگر افادہ بمعنی اصطلاحی مشتق ہو تو درصورتیکہ من مما میں تبعیضیہ ہو ہمارے مخالف نہیں بلکہ اور موید ہے اور اگر برخلاف ظاہر من کو بیانیہ کہئے تو پھر اما میں موصولہ نہوگا جو عموم پر دلالت کرے اور تمام فے ملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو بلکہ موصوفہ ہوگا ورنہ لازم آئے کہ مال فے کا ملکیت میں منحصر ہو اور سوا ما ملکت اور کچھ نہو یہ سارا جھگڑا تو اس صورت میں ہے کہ افادہ فے بمعنی اصطلاحی مشتق ہو اور درصورتیکہ افادہ بمعنی اعادہ اور رد کے ہو اور حاصل یہ ہو کہ خداوند کریم نے اپنے مال کو کفار سے ہٹا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ڈالدیا تو پھر بہت دلیل ملکیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس آیت میں کوئی دستاویز نہو کیونکہ یہ معنی غنیمت اور فے میں دونوں میں بن پڑتے ہیں اور حق دیکھئے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ منشاء و مبدا من اصطلاح کا اگر ہے تو آیت سورہ حشر اعنی ما افاء اللہ علی ہو رہی مگر سورہ احزاب جسمیں آیت ما ملکت یمینک مما افاء اللہ ہے سورہ حشر سے پہلے نازل ہو چکی تھی چنانچہ اتقان میں ابن حصار سے کی وجہ جو ترتیب نزول سور تھا وہ قرآن نقل کی ہے اسمیں ترتیب مصرح مذکور ہے معہذا سورہ حشر میں بھی خود افاء بمعنی اصطلاحی نہیں بلکہ معنی لغوی مراد ہیں کیونکہ تا وقتیکہ بمعنی اصطلاحی یہ ہو کہ جنگ و جدال کی نوبت نہ آئی سو یہ بات رہے قتل و قتال اور بے جنگ و جدال مال ہاتھ آجائے یہ تو فما اوجفتم سے ماخوذ ہے اگر افاء کے مفہوم میں یہ بات داخل ہوتی تو فما اوجفتم کی کیا حاجت تھی پر جب لفظ کثیر الاستعمال ہوا تو اختصار کے لئے سارے جملہ ما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم الخ معنی ایک فے میں بھر لئے جیسے جہاد میں تمام جاہد وا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ کے معنے داخل کرلئے ہیں الغرض جب آیت سورہ حشر میں جو ماخذ اصطلاح مذکور ہے خود افاء بمعنی لغوی ہو تو آیت اس سے پہلے نازل ہو چکی اسمیں افاء بمعنی اصطلاحی کیونکر ہوگا **اقول** خواہ نخواہ آیت ما ملکت یمینک ما افاء اللہ میں بمعنی اصطلاحی ہو خواہ بمعنی لغوی اور من مما میں خواہ تبعیضیہ ہو خواہ بیانیہ تیسرے واسطے ہر طرح سے مضر ہے اسواسطے کہ تو تو ابتدا سے کہتا چلا آتا ہے کہ رسولخدا صلعم مال فے کے مالک تھے نہ کل شئ نہ جزو کے اور اس آیت سے حضرت کے ملکیت ثابت ہوتی ہے اگرچہ بعضی ہی مال کے ہو اور فے پر کیا مقصر ہے تو تو یہ کہتا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کسی چیز کے دنیا میں مالک ہی نتھے اور ہم تو من کو تبعیضیہ ہی کہتے ہیں اور یہ ہمارا دعوی نہیں ہے کہ کل مال فے مملوک رسولخدا صلعم تھا بلکہ ہم تو اس مال کو مملوک حضرت کا کہتے ہیں کہ جو حضرت کے حصہ میں آیا تھا اور اسمیں فدک بھی تھا اور اگر معنی لغوی مراد ہوں فے کے کہ خدا تعالی نے اپنے مال کو کفار سے ہٹا کر رسولخدا صلعم کے ہاتھوں ڈالدیا ہے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے، اور ملکیت جناب رسولخدا صلعم کی مالکت کے لفظ سے ثابت ہے، اور سوائے اسکے آیت ما افاء اللہ سے حضرت کی ملکیت ثابت ہے اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت ما افاء اللہ پہلے نازل ہوئی ہے آیت ما ملکت یمینک کا سے اسواسطے کہ جب حضرت مالک ہوئے ہیں حکم سے آیت ما افاء اللہ کے تو بعد اسکے حق تعالی نے فرمایا کہ ما ملکت یمینک اور اتقان میں اگر یہ لکھا ہے کہ سورہ احزاب سورہ حشر سے پہلے نازل ہوئی ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سب آیتیں ہی سورہ احزاب کی سورہ حشر کے سب آیتوں سے پہلے نازل ہوئی ہوں اسواسطے کہ اکثر مکی سورتوں میں آیات مدینہ داخل ہیں اور وہ آیات مدینہ کی آیتوں سے جو کہ مدنی سورتوں میں داخل ہوگئی ہیں نزول میں کیونکر مقدم ہوں گے اور سورہ حشر میں بھی مراد فے سے معنی اصطلاحی نہیں بلکہ معنی لغوی ہی مراد ہے وہاں بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہے تیرا اسواسطے کہ اسوقت یہ معنی ہونگے کہ خدا تعالی نے جو کچھ اعادہ کیا ہے اور رد کیا ہے اپنے رسول صلعم پر کہ وہ لائق اسکے تھا کہ اسکے واسطے وہ ہو اسواسطے کہ پیدا کیا ہے خدا تعالی نے آدمیوں کو اپنی عبادت کے واسطے اور جو کچھ اور پیدا کیا ہے وہ انکے واسطے ہے تاکہ وسیلہ ڈھونڈیں وہ اسکے ساتھ طرف طاعت اسکی کے پس لائق ہے وہ کہ ہو وے واسطے فرمان برداروں کے اور یہی تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور جسوقت کہ وہ مال انکے واسطے ہوا تو وہ مالک ہوئے اس مال کے اور آیہ ما ملکت یمینک ہرگز پہلے نازل نہیں ہوئی ہے آیہ ما افاء اللہ سے جس سے یہ لازم آئے کہ سورہ حشر میں افاء بمعنی لغوی مراد ہو تو اس سے پہلے کی آیت میں معنی اصطلاحی کیونکر مراد ہونگے اور یہ بھی کچھ ضرور نہیں ہے بلکہ جہاں چاہیں ہم معنی لغوی یا اصطلاحی مراد لیویں اور مطلب ہمارا ہر طرح سے ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** اب بفضلہ تعالی جملہ مراتب متعلقہ آیہ ما افاء اللہ سے فراغت پائی اور ہر فہمیدہ غیر فہمیدہ کے نزدیک یہ بات متحقق ہوگئی کہ فدک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا نہ اسمیں ہبہ کی قابلیت اور نہ اسمیں میراث جاری ہوسکی اور یہ بھی متیقن ہوگیا کہ روایت ہبہ فدک جو شیعوں کے نزدیک باب غصب فدک کی دلیل کامل ہے محض افترا اور بہتان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصور میں نہیں آسکتا کہ مال غیر مملوک کو دیدہ و دانستہ کسیکو بطور ہبہ حوالہ کردیں مال اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ سمجھنے کا احتمال ہوتا تو یوں بھی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کلام ... اور کلام اللہ کے دقایق کو نہ سمجھیں تو پھر کون سمجھے ہم جیسے ہیچمدان

jabir.abbas@yahoo.com

تو کلام اللہ کے اشارات سمجھ جائیں اور رسول اللہ صلعم سمجھ میں نہیں آتی مگر شیعوں کے نزدیک یہ بات ہو تو ہو یا یوں ہوتا کہ رسول اللہ صلعم نہ ہوتے کوئی امتی ہوتے تو یوں بھی کہہ سکتے کہ اجتہاد تھا کچھ وحی تو تھی ہی نہیں جو غلطی نہ ہو سکی یہاں تو یہ صورت کہ اگر اجتہاد بھی ہو تب امر ممکن نہیں کہ آپ غلطی کریں اور پھر متنبہ نہ ہوتے ہوں اس صورت میں اگر بالفرض والتقدیر بفرض محال نقل کفر کفر نباشد آپ کلام اللہ سے اس اشارہ کو کہ فدک جو منجملہ فے ہی مملوک نہیں سمجھی ہوتے اور اسوجہ سے براہ غلطی ہبہ بھی کر دیتے تب لازم تھا کہ وحی زبانی سے اصلاح اور تصحیح ہو جاتی اور فدک کو مسترد فرماتے **اقول** الحمد للہ کہ جو احتمالات واہیہ کہ اس شیخ نجدی نے آیۂ ما افاء اللہ میں پیدا کئے تھے ہمنے انکے باطل کرنے سے فراغت پائی اور آئندہ جو کچھ یہ لکھیگا اسکو بھی ہم باطل کرینگے اور اب ہر فہمیدہ اور غیر فہمیدہ پر متحقق اور واضح ہو گیا کہ فدک بیشک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اسیواسطے کہ فدک جناب سرور کائنات کی ملک میں تھا تو حضرت نے اسکو بنام فاطمہ زہرا علیہا السلام ہبہ کیا تھا چنانچہ ہبہ کرنا اسکا اہل سنت کی بھی کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ جسکا ذکر پہلے اس سے ہو لیا ہے اور بعد وفات جناب رسالتمآب صلعم کے ابوبکر خلیفہ بن بیٹھے اور حضرت فاطمہ سے فدک کو انہوں نے چھین لیا تو اس مظلومہ نے دعوی میراث کا کیا کہ میں رسولخدا کی بیٹی ہوں مجھکو ارث میں انکا ترکہ پہنچتا ہے اسوقت خلیفہ جسنے ایک روایت بنا کر کہا کہ پیغمبر خدا صلعم کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور یہ روایت ہبہ فدک جو ہے وہ اہل سنت کی اور شیعوں دونوں کی کتابوں میں جو ہے اقرار اور بہتان لیونکر ہو سکتا ہے اقرار اور بہتان تو وہ ہوتا ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے ایسی کوئی بات بنا کر کہہ دے کتابوں میں نہ کہا ہو اور جب کہ معتبر کتابوں میں بڑے معتبرین علماء نے اسکو لکھا ہو تو وہ اقرار کیونکر ہو جائیگا اور فدک کہ جو مال فے میں سے ہے اسکا ہم مملوک رسولخدا صلعم ہونا ثابت کر آئے ہیں اور قرآن سے ثابت ہے کہ مال فے مملوک رسولخدا صلعم بھی تھا چنانچہ آیۂ ما افاء اللہ ہی سے ثابت ہے اور دوسری آیت مال فے کی مملوک رسولخدا صلعم کے ہونیکی یہ آیت ہے وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ چنانچہ پہلے اس سے ہم اس آیت کو تین چار مرتبہ لکھ چکے ہیں جب قرآن سے ثابت ہوا کہ مال فے مملوک رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا تو پھر حضرت نے ہبہ کیا تو اپنا مال مملوک ہبہ کیا اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ غیر مملوک کو ہبہ نہیں کر سکتے تھے لیکن جبکہ ہبہ کیا جانا کتابوں میں لکھا ہے تو وہ مملوک ہی حضرت کا تھا اور غیر مملوک ہوتا تو کیونکر ہبہ کرتے اور کلام اللہ سے تو ہر گز یہ بات پیدا نہیں ہوتی ہے کہ مال فے مملوک رسولخدا صلعم نہ تھا بلکہ مملوک نہ ثابت ہے اور وہ حضرت اپنا مملوک ہونا ہی سمجھے ہوئے تھے جو جب حکم خدا وہ رسیواسطے ہبہ کیا لیکن یہ ہے نزدیک جناب رسولخدا صلعم البتہ قرآن کو سمجھے ہوئے تھے نہ تیری رائے کے مخالف ہبہ کیا اور جو احتمالات باطلہ کر تو نے نکالے ہیں اس پر عمل نکیا اور تجھکو دعوی ہے قرآن کے سمجھنے کا جسکو نہ ابوبکر سمجھا اور جسکی حقیقت کے نہ پہنچنے سے تہتر فرقے ہو گئے چنانچہ کہتا ہے تو کہ ہیچمدان قرآن کے اشارات کو سمجھے تو وہ کیوں نہ سمجھتے ہونگے تو رسولخدا کے سمجھنے کا ایک احتمال ہی ہو سکتا ہے کہ شاید سمجھے ہی ہوں اور تو جو دعوی کرتا ہے کہ میں قرآن کے اشارات کو خوب سمجھا ہوں ہر چند یہ گفتگو پاگلوں اور دیوانوں کی سی ہے لیکن تو نے کوئی آیت اس مضمون کی نہ نکالی کہ جو تصریح مال فے کے مملوک رسولخدا ہونے پر دلالت کرے احتمالات واہیہ نکالکر حق کو باطل کرتا ہے ایسے ایسے احتمالات تو دہریے اور ملحدین بھی اپنی طرف سے پیدا کر لیتے ہیں اور وحدانیت خدا کے قائل نہیں ہوتے ہیں لیکن یہ بھی انکے احتمالات بہت مضبوط ہیں کہ انکا رفع کرنا مشکل ہوتا ہے اور تیرے احتمالات ایسے واہی اور سست ہیں مثل لنسج عنکبوت کے کہ تھوڑے سے اشارہ میں پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور اجتہاد کے واسطے امتی کی کیا تخصیص ہے تیرے نزدیک تو انبیاء بھی اجتہاد کرتے تھے اور انسے اجتہاد میں غلطی ہوتی تھی جیسے تیرے نزدیک حضرت داؤد سے غلطی ہوئی جناب خاتم المرسلین نے جو غیر مملوک کو ہبہ کیا تو انسے غلطی ہوئی اور یہی تیرے دل میں ہے اور یہ ایک احتمالی بات ہے کہ تصور میں نہیں آسکتا کہ تجھ جاہل کو دیدہ و دانستہ ہبہ کر دیتے صاف صاف کیوں نہیں کہتا کہ ان حضرت سے بھی غلطی ہوئی جیسے کہ حضرت داؤد سے غلطی ہوئی اور یہی ہوا ہوتا ہے نزدیک کہ حضرت نے بعد اس کے متنبہ ہو کر ابوبکر سے کہا لنحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث اور مال فے کا مملوک ہونا تو کلام اللہ میں للہا ہے مملوک نہ ہونے کو کلام اللہ سے کیونکر سمجھتے تاکہ اس کو نہ سمجھ کر غلطی سے ہبہ کر دیتے اور احتیاج اس کے اصلاح کی وحی ربانی سے ہوتی مال فے کے مملوک ہونے ہی کو کلام اللہ سے سمجھ کر ہبہ کیا تھا اور تو جو کچھ کہتا ہے الٹی ہی سمجھا ہوں ہر چند یہ گفتگو پاگلوں اور دیوانوں کی سی ہے لیکن تو نے کوئی آیت اس مضمون کی نہ نکالی کہ جو تصریح مال فے کے مملوک رسولخدا ن

نزدیک کیا... وہ بھی خدا تعالیٰ کی نہی کہیں ہیں تو وہ اسمائے کے بھی قائل ہیں کہ وحی سے اسکی اصلاح ضروری ہی **اقول** خود ہی اپنی طرف سے یہ شیخ نجدی ایک ایک سوال
جعلا تیا ہی اور پھر اسکا جواب تراشتا ہی کہ جس سے شیعہ بیزار ہیں و انبیاء علیہم السلام کو غلط گو ٹھیراتا ہی نعوذ باللہ منہ جب پیغمبر سے غلطی ہوئی تو وہ کیونکر قابل اعتبار کے رہا
وہ تو ایک بازاری آدمی ہوا اور دین جسکا جھوٹا ہوا کہ اغلاط سے پر ہے اور حضرت داود پر تہمت واقرار کرتے ہیں کہ انسے غلطی ہوئی اور حال یہ ہی کہ انسے ہرگز غلطی نہیں ہوئی
بلکہ انہوں نے بھی موافق حکم خدا کے جو پہلے سے چلا آتا تھا حکم دیا اور اب خدا تعالیٰ نے اس حکم کے عوض حکم حضرت سلیمان کو تعلیم کرکے اس حکم کو منسوخ کردیا اور شیعہ ایسا بیوقوف سوال
کیوں کرینگے جیسا کہ تو نے لکھا ہی اور کلام اللہ سے تو مال فی کا مملوک ہونا ثابت ہے اور اسکی کلام اللہ گواہی دیتا ہی اور شیعہ ایسے بیہودہ نہیں ہیں کہ کلام اللہ تو فی کے مملوک ہونیکی گواہی
دیتا ہی اور وہ کہنے لگیں کہ مال فی مملوک رسولخدا صلعم نہیں ہی جیسے کہ تو بیہودہ باتوں کی سی گفتگو کرتا ہی کہ کلام اللہ سے تو مال فی کا مملوک ہونا ثابت ہے چنانچہ تو بھی پہلے اس سے آیہ مالملکت
یمینک مما افاء اللہ کے ذکر میں کہہ آیا ہی اور پھر مملوک ہونیکا انکار کرتا ہی اور حضرت نے ہبہ بیشک کیا لیکن غلطی سے نہیں کیا بلکہ اپنے ملک کا جو کلام اللہ سے ثابت ہے ہبہ کیا اور انبیاء کی
غلطی کا تو ہی معتقد ہوگا تو ہی اسمیں گرفتار رہ اور ہمارا اعتقاد یہ نہیں ہے ہم انبیاء کو سب عیب سے پاک سمجھتے ہیں اور یہ جواب بدا سی جو تو نے دیا ہی بدا کا یہاں کیا محل ہی اور بدا کے معنی جو
اپنی طرف سے تجویز کرکے ہماری طرف منسوب کرتا ہی ہم ہرگز ایسے بدا کے قائل نہیں ہیں اور ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ سے ہرگز غلطی نہیں ہوتی اور نہ اسکو کسی امر میں جاہل جانتے ہیں
بلکہ اسکو ازل سے ابد تک کلیات و جزئیات اور ماکان اور مایکون کا عالم جانتے ہیں کافی میں لکھا ہی کہ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ما بدا للہ فی شیء الا کان فی علمہ قبل ان یبدو لہ
اور دوسری روایت میں ہی کان اللہ لم یبد لہ من جہل اور اسی طرح سے کئی روایتیں ہیں اور جو کچھ تو نے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے بدا کے مقدمہ میں لکھا ہی دیکھ لے
کیسے جواب ہمنے دندان شکن اسکو دیے ہیں اور جو کچھ تو بدا کے مقدمہ میں افترا کرتا ہی سب کذب و بہتان ہی اور جھوٹے پر خدا لعنت کرتا ہی **قال الشیخ الاشعری** بہرحال فدک کے
ہبہ ہونیکی ذرا صوت نہیں جو روایت ہبہ کو لئے اور سوجہ سے فاطمہ زہرا سے کو مالک جانئے غرض ہبہ کا باطل ہونا روشن ہوگیا اور کیونکر روشن نہو ہبہ کے لیے ملک واہب مقدم ہے
سو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبت رضی فی کے جسمیں سے فدک بھی ہی مالک نہونا ثابت ہوگیا و علی ہذا القیاس فدک میں میراث کا جاری ہوسکنا بھی بخوبی واضح
ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ آیہ یوصیکم اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر شامل ہی اور خطاب عام ہی خاص امت ہی کو نہیں تب بھی بہ نسبت
ابوبکر صدیق کوئی حرف عائد نہیں ہوسکتا کیونکہ آیہ ما افاء اللہ منجملہ متروکہ نبوی بہ نسبت فدک وغیرہ اموال فی کی مخصص ہے چنانچہ واضح ہوچکا بلکہ غور سے دیکھئے تو تخصیص کے
کہنے ہی کی کچھ حاجت نہیں تخصیص ہو تو یہ معنی ہوں کہ آیہ یوصیکم اللہ بہ نسبت فدک بھی یہی حکم نکلتا تھا لیکن مثل استثناء آیہ مذکورہ یا کسی مخصص نے فدک وغیرہ کا استثناء
کردیا ہی سو یہ بات یہاں کو سوں پاس کو نہیں پھٹکتی کیونکہ آیہ یوصیکم اللہ اگر متروک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل بھی ہوگی تو اس متروک کو شامل ہوگی جو مملوک نبوی ہی کیونکہ میراث
تو اشیاء مملوکہ میت میں جاری ہوتی ہی فدک جب وقف ہوا تو مملوک ہی نہیں تو عموم آیہ یوصیکم اللہ میں داخل کیونکر ہوا اگر آیت نہوتی تو البتہ بصورت تسلیم عموم خطاب اسکی ضرورت
پڑتی کہ حدیث ماترکناہ صدقۃ کو مخصص کہئے لیکن بحمداللہ اسکی ضرورت ہی نہوئی **اقول** ہبہ ہونا فدک کا کتب فریقین سے ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے مفصل مذکور ہولیا چاہئے تو اسکو
مان یا نہ مان اور جب ہبہ ہونا ثابت ہوگیا تو بیشک حضرت فاطمہ زہرا اسکی مالک تھیں اور وہ انکی ملک میں ہوگیا اور ابوبکر نے جو ان سے چھین لیا تو وہ غاصب ٹھیرے اور یہ ثابت
ہونا ہمنے سب پر روشن کردیا اور کیونکر روشن نہو کہ جب فریقین کے علماء اسکے ہبہ ہونیکو لکھتے ہوں اور ہبہ کرنیکو کہ جو موہوب کا ملک واہب ہونا چاہئے سو کلام اللہ سے ثابت ہے کہ مال فی جسمیں فدک بھی
تھا وہ مملوک رسولخدا صلعم تھا چنانچہ ہم اسکو ثابت کرآئے ہیں اور مال فی کا مملوک رسولخدا صلعم ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے اور جو احتمالات کہ اس شیخ نے اسکے مملوک نہونے میں ایجاد کئے
تھے ہمنے ان سب کو باطل کردیا ہی اور جب فدک کا مملوک ہونا ثابت ہوگیا تو میراث بھی اسمیں جاری ہوسکتی ہی اور اسکے جاری ہونیکو ہم ثابت کرچکے اور آیہ یوصیکم اللہ رسولخدا صلعم کو اور امت کو دونوں کو
برابر شامل ہی کہ خطاب اسکا عام ہے اور جب ان حضرت کیطرف بھی خطاب ہوا اور ابوبکر نے وارثوں کو انکے ترکہ میں سے نہ دیا تو ابوبکر کے غاصب ہونے میں کس طرح کا شبہ نہیں ہی اور آیہ ما افاء اللہ سے
ہرگز تخصیص اس آیت کی نہیں ہوسکتی چنانچہ ہم ثابت کرآئے ہیں کہ مال فی مملوک رسولخدا صلعم تنہا اور نہ کوئی اور مخصص اسکا پایا جاتا ہی اور نہ کسی مخصص نے فدک وغیرہ کا استثناء کردیا ہے
بلکہ کل ترکہ میں ان حضرت کے میراث جاری ہوئی اور آیہ یوصیکم اللہ اسی متروکہ کو اور ان حضرت کے شامل ہی کہ جو مملوک حضرت کا ہو اور فدک بھی مملوک حضرت کا تھا چنانچہ ہم ثابت کرآئے ہیں اور ابوبکر کے قول لا نورث سے بھی یہی ثابت ہے کہ فدک
مملوک حضرت کا تھا اور مال فی کے وقف ہونیکا کوئی قائل نہیں ہے اپنی طرف سے آیا بات تراش کر جو چاہتا ہے سو کہتا ہی اور کیونکر وقف ہو وہ مال کہ جبتک مملوک نہو ناقرآن سے ثابت ہے اور جب مملوک ہوا تو بیشک آیہ یوصیکم اللہ میں داخل ہوگیا
اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہی وہ سب باطل ہوا **قال الشیخ الاشعری** لیکن تاہم بتکثیر سواد وجوہ رفع مخالفت آیہ مذکورہ حدیث مسطور کے لیے ماسوا اس تقریر کے درباره تخصیص گزر چکی ہی استدراکا درمرقوم ہی کہ آیہ یوصیکم اللہ میں
یہ بھی تخصیص نہیں ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوئی بلکہ باتفاق فریقین اور بہت سی تخصیصیں ہوئی ہیں چنانچہ کافر وارث نہیں ہوتا غلام وارث نہیں
ہوتا قاتل ورث وارث نہیں با ایہمہ ان تخصیصات پر کلام اللہ کا کوئی لفظ آیہ مذکورہ سے متصل ہو یا منفصل دلالت نہیں کرتا پھر اسکے نہیں کہہ سکتے کہ احادیث مخصص ہوئی ہوں پھر

بہر ایسے حدیث ترکنا صدقہ نے کیا قصور کیا ہے کہ مخصص ہو سکے اگر یہ حدیث آیت مذکور کی بایں معنی مخالف کہتے ہو کہ مخصص ہے تو جملہ تینوں اور تخصیصوں پر دلالت کرتی ہیں بدرجہ اولی مخالف ہونگی اسواسطے نہ کوئی لفظ اس آیت میں انکی موید ہے جیسا کہ قرینہ غلبت یوصی ہو خصوص خطاب کم پر دلالت کرتا ہے چنانچہ مذکور ہوا مضمون حدیث ما ترکناہ کے موید ہے اور نہ کوئی اور ہے آیت ان احادیث کے مساعد ملتی ہے جیسا کہ آیت ما افاء اللہ حدیث مذکور کے مساعد ہے **اقول** کیا فائدہ ہے بیان کثیر وجوہ رفع مخالفت آیت مذکورہ سے جبوقت کہ ایک وجہ بھی مفید نہو اور روایت ما ترکناہ صدقہ ہرگز مخصص آیت مذکورہ کے نہیں ہے بلکہ مخالف اسکے ہے اور کافر اور غلام اور قاتل مورث کو جو میراث نہیں پہنچتی یہ دلیل قطعی سے ثابت ہے اسواسطے انکو مانع میراث ہم جانتے ہیں اور ارث خاندان نبوت کا کوئی مانع ثابت نہیں ہوا ہے اور حضرت فاطمہ ہر اسلئے اس تخصیص کو قبول نہیں فرمایا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازی نے تفسیر میں آیت یوصیکم اللہ الخ کے لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے روایت نحن معاشر الانبیاء لا نورث سنی تو عموم للذکر مثل حظ الانثیین سے سنا پکڑی اور اسمیں اشارہ ہوا طرف اس امر کے کہ حضرت فاطمہ کے نزدیک خبر واحد عموم قرآن کی مخصص نہیں ہو سکتی اور حنفیوں کے نزدیک شرط مخصص کی یہ ہے کہ مقارن عام کی ہو اور جرجانی کے متاخرت بناء توضیح میں لکھا ہے کہ کلام متقبل حنفیوں کے نزدیک مخصص نہیں ہو سکتا بلکہ نسخ ہوتا ہے اور صاحب تلویح نے فوائد قیود تعریف نسخ میں لکھا ہے کہ فخرہ التخصیص لانہ یکون متراخیا یعنی پس نکلتی تخصیص اسواسطے کہ وہ متراخی نہیں ہوتے ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خبر صدقہ کی ناسخ کتاب خدا ہو جائے اور خبر واحد ناسخ کتاب خدا ہو نہیں سکتی چنانچہ تلویح میں ہے لعدم النزع فی ان الکتاب لا ینسخ بخبر الواحد یعنی واسطے نہونے نزاع کے اس امر میں کہ تحقیق کتاب خدا منسوخ نہیں ہوتی ہے خبر واحد سے اور اگر فاطمہ ہر علیہا السلام اسوقت تمہاری نزدیک غلطی ہوتی تب بھی حضرت علی کہ جو عالم تھے سب مسائل کی انہوں نے حضرت فاطمہ کو آگاہ کیوں نہ کر دیا کہ ابوبکر جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے تم رنج نکرو اور ابوبکر سے کلام کرنیکو ترک کر دو یہانتک کہ خود بھی مع حضرت عباس کے بعد اسکے غصہ کے زمانہ میں ہوی میراث کا کیا اور روایت نحن معاشر الانبیاء کو مخصص آیت مذکورہ کا بنانا کیا یہ بھی غلطی پر تھے تعجب ہے کہ جو لوگ کہ مصداق آیت تطہیر کے ہوں تو غلطی پر ہوں اور جو مخصص جائز الخطا ہو وہ حق پر نہو اور جب کہ روایت ما ترکناہ صدقہ مخصص نہوئی تو بیشک مخالف آیت مذکورہ کی ہوگی اور سوا اسکے جسقدر کہ خصوصات اسمیں سے کوئی مخالف نہیں کہہ سکتے کہ خصص مخالف نہیں ہوتا ہے اور روایت مذکورہ مخصص جو نہیں ہے اسواسطے اسکو ہم مخالف آیت مسطورہ کے کہتے ہیں اور قرینہ غلبت کا ہرگز خصوص خطاب کم پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ خطاب اور مقام ہے اور نہ آیت ما افاء اللہ موید روایت موضوعہ مذکورہ کی ہے جیسا کہ ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اگر آیت ما افاء اللہ سے بھی قطع نظر کیجئے اور حدیث مذکور میں خطاب اور مقام اور حدیث نکالئے تب بھی پیش بر ہے نیست کہ حدیث مذکور آیت مسطورہ کے مخصص ہوگی مخالفت کہاں اور اگر تخصیص بھی مخالفت کہلاتی ہے تو ایسے مخالفت شیعہ تو بلکہ نزدیک درست ہے تکرار کی کیا بات ہے ہاں مخالفت آپکی کہتی ہیں کہ میت کے ماں باپ کی ہوتی اسکی اولاد کے اولاد کو میراث نہ دی جائے جیسے کہ شیعہ کہتے بھی ہیں اور کرتے بھی ہیں حالانکہ اولاد کی اولاد بلاشبہ اولاد ہی میں داخل ہے اور خود جناب باری تعالی ہی فرماتے ہیں یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اولاد کو میراث دلانے کے باب میں خود جناب باری تعالی وصیت فرماتے ہیں پھر جب اولاد کی اولاد بھی اولاد ہی ہوئی تو انہی وراثت آپ ثابت ہوئی اور اگر اولاد کی اولاد اولاد ہونے میں بھی حضرات شیعہ کو سند ہی کی ضرورت ہے اور بے سند اور بے دلیل ایسے مضامین بے سمجھے نکتے تو لیجئے سند بھی موجود ہے کلام اللہ میں اولاد کی اولاد ہی کو آیت مبایا یعنی ندع ابناءنا وابناءکم میں ابناء نا فرمایا اسلئے کہ باتفاق فریقین ابناء سے حضرت حسنین وغیرہما مراد ہیں حالانکہ وہ دونوں صاحبزادی رسول اللہ صلعم کے نہیں بیٹی کی بیٹی تھی دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت یعقوب کی اولاد کی اولاد ہی انکو خداوند کریم بار بار بنی اسرائیل کہتا ہے حالانکہ بنی اسرائیل کے معنے بعبد اللہ اولاد یعقوب ہیں اسلئے کہ بنی معنی اولاد اور اسرائیل عبد اللہ حضرت یعقوب ہیں اور سنتے ہیں اس زمانہ کے بنی اسرائیل حضرت یعقوب کے بیٹے تو تھے ہی نہیں اولاد کی اولاد تھی وہ بھی کئی پشتوں کے بعد علی ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے آدمیوں کو خداوند کریم اس آیت میں بنی آدم یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان اور نیز اور آیت میں بنی آدم فرماتا ہے حالانکہ حضرت آدم کا انیت سے کوئی منتھا ارتے تو کہیں اولاد کے رنگ کے پھر جبکہ اولاد کی اولاد ہونی بھی **اقول** روایت لا نورث جسکو تو حدیث کہتا ہے ہرگز مخصص آیت مذکورہ کے نہیں ہو سکتی چنانچہ ابھی پہلے قول میں ہم لکھ چکے ہیں اور جب مخصص نہیں ہے تو مخالف ہوگی اور اولاد کی اولاد کو شیعہ قائم مقام اولاد کی جانتے ہیں ماں باپ میت کے خواہ زندہ ہوں خواہ مر گئی ہوں چنانچہ شرائع الاسلام میں لکھا ہے اولاد الاولاد یقومون مقام اباءھم عند عدمھم فی مقاسمۃ الابوین پس جب میت کے ماں اور باپ چھوڑ کر مرے اور اسکی اولاد زندہ نہو گی بلکہ اسکی اولاد کی اولاد زندہ ہوگی تو اولاد کی اولاد اپنی ماں اور باپ کی قائم مقام ہو کر اپنے ماں اور باپ کا حصہ میت کے ماں اور باپ کے ہمراہ پائیں گے اور یہی مذہب کل امامیہ کا ہے مگر ابن ابویہ تنہا کا یہ قول ہے کہ میت کے ماں باپ کی ہوتی اسکی اولاد کی اولاد کو نہ دیا جائے سو جو روایت کہ اس مضمون کی ہے ابن بابویہ خلاف مقصود سے اسمیں سمجھے ہیں اور علماء نے انکو جواب دیا ہے اور انکے قول کو قابل اعتبار نہیں جانا ہے چنانچہ شرائع الاسلام میں لکھا ہے وشرط ابن بابویہ فی توارثھم عدم الابوین وھو متروک سو یہ قول ابن بابویہ کا متروک لکھا ہے اور کسیکا اسپر عمل نہیں ہے اور شیخ مفید وغیرہ کہتا ہے کہ شیعہ کہتے بھی ہیں اور کرتے بھی ہیں کوئی جانے کہ سب شیعہ ایسا ہی کہتے ہونگے اور سوا اسکے سننا چاہئے کہ ابن بابویہ یہ کہتے ہیں کہ میت کے ماں باپ کے ہوتے اسکی اولاد کی اولاد کو میراث اسکی نہ ملیگی اور یہ نہیں کہتے ہیں وہ کہ اولاد کی اولاد اولاد ہی نہیں ہوتی جیسے کہ شیخ مفید کہتا ہے کہ حسنین کو دیکھو انبار رسول خدا صلعم فرمایا اور حضرت یعقوب کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا یا حضرت صلعم کے زمانہ کے آدمیوں کو بنی آدم کہا کوئی اس سے پوچھے کہ اے یہ کس نے کہا ہے کہ اولاد کی اولاد اولاد نہیں ہوتی یہ تو ابن بابویہ نے

بھی نہیں کہا ہے آدمی کو چاہئے کہ پہلے بات کو سمجھنے کا سلیقہ پیدا کرے تب گفتگو کرے اور بیہودہ بکنے سے کیا فائدہ ہے بجز سیاہ کرنے کاغذ کے اور ضائع کرنے سیاہی کی اور بنی آدم کی جو متاع دین ہے تو اس صورت میں چاہئے کہ اولاد آدم کی سب آدمی آپس میں ایک دوسرے کا وارث ہو جائے اور یہ نہایت پوچ بات ہے **قال الشیخ الاشعری** دوسری مخالفت اسکی یہ ہے کہ بیوی کو زمین اور زمین کی قیمت سے میراث نہیں دیتے اور علی ہذا القیاس برادران اور ہمشیرزادگان مادری کو مقتول کی دیت میں سے میراث نہیں دیتے اور دین تو قاتل کو مقتول کے ترکہ اور دیت میں سے میراث دیں بشرطیکہ خطا سے یا شبہ خطا سے قتل کیا ہو حالانکہ نصوص قرآنی زوجہ اور بہنوں اور بھائیوں کی توریث میں عام ہے زمین کی اور اسکی قیمت کی اور دیت کی کچھ تخصیص نہیں اور اسیطرح حملہ القاتل لا یرث بھی جس سے قاتل کا محروم ہونا ثابت ہوتا ہے عام ہے عمد اور خطا کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے با اینہمہ اور بھی سنئے دیت کے بڑی فوج کو شمشیر اور مصحف اور انگوٹھی اور پوشاک میت کی بدون عوض دلاتے ہیں اور رہبات میں شیعہ بعض ائمہ سے بھی روایت لاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے باپ کے ترکہ میں ان اشیاء میں سے اور وارثوں کو حصہ نہیں دیا بلا عوض سب آپ ہی رکھا اور پھر اس روایت کا راوی سوائے شیعہ اور کوئی نہیں حالانکہ یہ روایت مخالف قرآن ہے اگر غدیر عصمت ائمہ ہی ہے اور یوں کہئے کہ امام معصوم ہوتا ہے اور امام سے ظلم و ستم اور خطا نہیں ہوتی جو کچھ انہوں نے کیا صحیح ہی کیا ہوگا ہم نہ سمجھیں تو کیا ہوا اول تو اہل سنت کسیکو سوائے انبیاء معصوم ہی نہیں مانتے جو انکے سامنے یہ عذر چل جائے اور سلمنا کہ فعل معصوم میں خطا نہیں ہو سکتی لیکن بالاتفاق قول معصوم اتباع اور اقتدا میں فعل معصوم سے مقدم ہے کیونکہ افعال میں تو یہی احتمال ہے کہ خاص انہی کو لئے ہو آخر نبیوں احکام رسول خدا صلعم کے ساتھ مخصوص ہیں منجملہ انکے درباره نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چار کی قید نہ ہونی معلوم ہو جیسی صوم وصال کا آپکے لئے جائز ہونا اور روزے لئے نہ ہونا سب کو معلوم علی ہذا القیاس اور بہت سے امور ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے اور کچھ کچھ انکا مذکور بھی ہو چکا اور قول میں احتمال نہیں ہوتا اگر اسمیں کوئی تخصیص بھی ہوتی ہے تو کسی ایک دعوی کی ہوتی ہے **اقول** یہ مخالفت نہیں ہے اور مخالفت اسوقت میں ہو کہ زوجہ بالکل محروم الارث ہے جب ابوبکر نے اولاد رسول خدا صلعم کو محروم الارث کر دیا کہ کسی شے کے حضرت کے ترکہ میں سے مستحق ہی نہیں ہیں تو زوجہ بیچاری کا حصہ جو کہ مقرر ہے وہ باقی ہے گھر زمین میں سے اسمیں اختلاف ہے مذہب سید مرتضی علیہ الرحمہ کا یہ ہے کہ زمین کی قیمت میں سے حصہ زوجہ کا دینا چاہئے اور امام مالک کے نزدیک صداق زوجہ میت کی دیت میں سے حصہ نہیں پاتا ہے چنانچہ شرح منظومہ میں لکھا ہے اور نصوص قرآنیہ عام ہیں کچھ فرق دیت وغیرہ دیت کا نہیں ہے اور اگر زوجہ کو نہیں دیتے ہیں تو اس زوجہ کو ہمارے یہاں نہیں دیتے ہیں کہ جو میت سے اولاد نر کہتی ہو وہ البتہ اصل زمین میں سے حصہ پاتی ہے زر وجہ اور حکمت اسکے زمین کے پانے میں ہے کہ وہ سر شوہر کر لیتی ہے اور اکثر اسب ہوتا ہے کہ وہ میت کے وارثوں کے دشمن اور حاسد سے نکاح کر لیتی ہے اور شوہر اسکا جو اس زمین میں رہتا ہے یا اور کوئی فائدہ اس سے حاصل کرتا ہے تو میت کے وارثوں کو رنج ہوتا ہے کہ ہمارے موروث کا مال اغیار برتتے ہیں اور میت کے برادران و ہمشیرزادگان مادری کو دیت میں سے نہ پہنچنے کا قول سب شیعوں کا نہیں ہے بلکہ شیخ علیہ الرحمہ کا قول ہے اور لحاظ اکثر کے قول کی طرف ہوتا ہے اور قاتل کو مقتول کی ترکہ اور دیت میں اگر خطا سے قتل کیا ہے تو البتہ وارث کرتے ہیں کہ اسمیں اسکا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ اگر نہ دیویں تو اسپر ظلم ہے اور ممنوع میراث سے اسوقت ہوتا ہے جو عمداً ظلم سے قتل کرے اور اہل سنت کے بھی بعضے علما یہی کہتے ہیں کہ قتل خطا میں قاتل حصہ پائیگا چنانچہ منہج وفیہ میں لکھا ہے کہ سعید بن جبیر و بعضے بصریین کہتے ہیں کہ قاتل مطلق سے پاتا ہے عمد ہو یا غیر عمد اور امام مالک کہتے ہیں کہ قتل خطا میں قاتل حصہ پائیگا نہ قتل عمد میں اور نصوص قرآنی اگرچہ عام ہیں لیکن عام کی تخصیص بھی ہوتی ہے اور روایتوں سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ **ومامن عام الا وقد خص** اور روایت لا نورث کی بطریق عام مخصص نہیں ہو سکتی جیسا کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے اور بعضے کہتے ہیں کہ پیغمبر کو شمشیر اور مصحف اور انگوٹھی اور پوشاک جو دیتی ہیں تو بلا عوض نہیں دیتے یا تو اسکے حصہ میں سے قیمت ان چیزوں کی منع کر لیتے ہیں چنانچہ مذہب سید مرتضی اور ابن جنید علیہما الرحمہ کا یہی ہے اور اگر بدوں وضع کرنے قیمت کی دیتے ہیں جیسے کہ بعضے کہتے ہیں تب بھی صفت نہیں دیتے بلکہ میت کے ذمہ جو نماز و روزہ رہ گیا ہے اسکو بڑا متبادر اگر اسکے عوض میں دیتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے دیتے ہیں کہ یہ چیزیں ترکہ سے زائد ہوں ورنہ یہی ترکہ ہو تو کچھ نہیں دیتے اور اگر پیغمبر اکبر سفیہ و فاسد الرای ہو یا فرزند اکبر دختر ہو تو اسکو کچھ نہیں دیتے ان چیزوں میں سے اور بلا عوض ہرگز نہیں دیتے اور اگر کسی امام نے ایسا کیا ہو کہ ان چیزوں میں سے اور وارثوں کو نہیں دیا ہو تو اسکی یہی وجہ ہے کہ ہم بیان کر چکے کہ بلا عوض نہیں دیا ہے اور بعض اشیاء کے مستثنے ہونے سے محروم الارث ہونا لازم نہیں آتا بس سے مخالفت آیت کی لازم آئی ۔ مخالفت آیت کی تو اسوقت ہوتی کہ جسوقت کچھ نہ دیا ہوتا جیسے کہ اولاد رسول مقبول کو کچھ نہ دیا گیا اور جن وارثوں کو امام علیہ السلام نے اشیاء مذکورہ سے محروم رکھا انہوں نے فعل امام کو سلم نہ رکھا کہ انہوں نے ۔ ولحذا صلعم سے یا کسی امام سابق سے اس حکم کو سنا ہوگا اور وہ امام کو معصوم بھی جانتے تھے گو تم معصوم نہ جانو اور اگر انپر اس امر میں ظلم ہوا ہوتا تو وہ اس مقدمہ میں البتہ گفتگو کرتے لیکن انہوں نے دم نہ مارا اور سمجھا کہ حکم شرع کا اسی طرح سے ہے اور حضرت فاطمہ تو ابوبکر کو نہ معصوم جانتی تھیں اور نہ اس قول لا نورث میں انکو راست گو سمجھتی تھیں اور امام علیہ السلام نے جو کچھ کیا اس حکم کے موافق کیا کہ جو سینہ بسینہ رسول خدا صلعم سے چلا آتا تھا اسمیں ظلم کو کیا دخل ہے اور بفرض یہ قول اگر موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے ہوتا تو حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت عباس اسکو تسلیم کرتے اور معصوم تو تم انبیاء کو بھی نہیں جانتے بلکہ غلطیاں ۔ خطا کرتے سمجھتے ہو اور ہمنے تسلیم کیا کہ قول معصوم اتباع اور اقتدا میں فعل معصوم سے مقدم ہے لیکن تجھ کو اسمیں کچھ فائدہ نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** بہرحال قول بعض ائمہ کا اگر وہ بالفرض معصوم بھی ہیں تو کہیں اتنی ہیں جتنے رسول اللہ صلعم

قابل اتباع اور اقتدا ہوا چنانچہ شیعوں کے نزدیک علی العموم یہ حکم جاری ہی ہر خس و ناکس کو یہ مقام حاصل ہی کہ مصحف انگشتری وغیرہ ترکہ پدری میں سے بدون عوض لے تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی لانورث ماترکناہ صدقۃ بدرجۂ اولی لایق اتباع ہوا اور جب ان امور کو بھی لحاظ ہی ائمہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں تو ابوبکر نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی اور آجکل کے شیعہ جو روایت مذکور پر عمل کرتے ہیں نہیں سنتا تو کہاں تک نسبت زیارت کی مسجد نہیں آتی سعد حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ ایک وجہ سے بیین خطاب بھی ہوسکتے ہے اسکا مخصص ہونا بساظہر نہیں کہ اسکے سوا احتمال ہی نہو بلکہ قرین عقل بعد غور کے سفہ اور سین ہوتا ہے خلاف روایت شیعہ کے وہ مخصص کیا مخالف ہے کیونکہ تخصص کے لئے کوئی وجہ چاہئی یہاں بجز دہینگا دہینگی اور کچھ نہیں غرض ان امور کے لحاظ سے روایت شیعہ روایت ابوبکر صدیق کا پاسنگ بھی نہیں ہوسکتی **اقول** بیشک ائمہ معصوم اقتدا اور اتباع میں مثل رسولخدا صلعم ہیں اسواسطے کہ علم انکا وہ ہی کہ جو علم سولخدا صلعم تھا اور سینہ بسینہ ان حضرت سے انکو پہنچا ہی اور جناب سولخدا صلعم نے امیالمومنین کی پیروی کا حکم دیا ہی اور فرمایا ہے انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی کلام اللہ و عترتی اھل بیتی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا میں دو چیزیں تم میں چھوڑی جاتا ہوں اگر انسے تمسک کروگے تو بعد میرے گمراہ نہوگے ایک تو کلام اللہ ہی اور دوسرے عترت میری کہ وہ اہل بیت میری ہیں اب ہمکو انکی پیروی بموجب ارشاد حضرت کے بے چون و چرا واجب ہے اور ہمکو کسی قول میں انکی تکرار کرنا مناسب نہیں ہی کہ ایسا کیوں فرمایا اور اول تو یہ کہ مصحف وغیرہ انہوں نے بدون عوض لیا نہیں ہے جیساکہ ہبہ کا دعوی ہے دوسرے یہ کہ سولخدا صلعم نے جو انکی پیروی کا حکم کیا ہی ہم اسکے قائل و فعل کو حق جانتے ہیں اور اگر وہ ایسے ہوتے کہ دیدہ و دانستہ خلاف شرع کوئی کام کرتے تو حضرت صلعم انکی پیروی کا حکم نکرتے اور قول جناب سولخدا صلعم انا مدینۃ العلم و علی بابھا اور آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے اور انکو معصوم بتاتے ہیں اور اگر وہ ایسے ہوتے کہ دیدہ و دانستہ خلاف شرع کام کرتے تو حضرت صلعم انکی پیروی کا حکم نکرتے اور قول جناب سولخدا صلعم انا مدینۃ العلم و علی بابھا اور آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے اور انکو معصوم بتاتے ہیں اور اگر وہ ایسے ہوتے کہ دیدہ و دانستہ خلاف شرع کوئی

مدینہ عالم سے منقول ہیں اور روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ ہے تخصیص میں ہمارا نکار یا بری حماقت کی بات ہے واسطے اور سلسلہ سلم نے ایسا فرمایا ہی نہیں ہے تخصیص تو اسوقت ہوتی کہ جسوقت رسول اللہ صلعم فاطمہ وجعفر کا ایسا فرمانا اس تہمت سے ثابت ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت عباس وغیرہ نے اسکو تسلیم نہیں کیا اس صورت میں ابوبکر کی جھوٹی روایت کو شیعوں کی راست تخصیصات سے تو دیانا اور رد کرنا کرینگا اگر کرینگا تو نادم ہوگا اور رد راست کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے اور روایت ابوبکر کی بالکل جھوٹی ہے اسلئے اہل بیت علیہم السلام نے اسکو قبول نہیں کیا اور شیعوں کی تخصیصات کو کبھی سے مخالفت نہیں ہے آیہ مذکورہ سے اس طرح کی تخصیصیں بہت ہوتی ہیں اور اگر ابوبکر کی روایت راست ہوتی تو اسکو بھی مخصص آیہ مذکورہ کا کہہ سکتے تھے لیکن وہ تو سرے سے راست ہی نہیں ہے اور اگر راست ہو تو حنفیوں کے نزدیک مخصص نہیں ہوسکتی کہ انکے نزدیک شرط تخصیص کی یہ ہے کہ مقارن عام کی ہو اور خبر صدقہ مقارن آیہ مذکورہ کی ہی نہیں ہے اور روایت ابوبکر یہ لانورث کو یہ بھی باطل کرتی ہے کہ رسول خدا صلعم مقروض اور مدیون بھی موتے تھے چنانچہ حضرت علی کو فرماتے تھے انت قاضی دینی اور جسوقت مال حضرت کا صدقہ ہوا تو دنیا سے مشغول اللہ گئے اور جدیل سے بعد انکا مال تو کوئی لیوے اور قرض ادا کوئی اور کرے بلکہ یہ فرماتے کہ جو کوئی میرا مال لیوے وہ میرا قرض ادا کرے اور معلوم ہوا کہ بعد مرنے کے کفن کے بھی محتاج ہونگے اور تبرعا کسیکے ذمہ نہیں ہے

قال الشیخ الاشعری الحاصل ہر ہر سخن سے شیعوں کی سخن فہمی اور ہر قدم پر ان کی عقل و نقل سے مناسبت معلوم ہوتی جاتی ہے ہر ہر بات پر گرفت انمیں بھی تھکا جاتا ہوں اور نہ شرم آتی ہے کہ ان بیحیاؤں کو الزام دیکر کہاں تک شرمائے اسلئے ماتی امور کا جواب لکھتے جی دکھتا ہے اور یوں خیال آتا ہے کہ جب اس فرقہ کی خوش فہمی ہر ہر سطر پر معلوم ہوگئی تو اہل انصاف اسی سے سمجھ جائینگے اور بھی ایسی ہی کل کھلائے ہونگے لیکن یقین سے اطمینان کا رتبہ زیادہ ہوتا ہے گو اتنی تقریروں سے جو مرقوم ہوچکیں مولوی عمار علی صاحب کے خط علوم کے امور باقیہ کا غلط ہونا بھی تیقن اور متحقق ہوگیا لیکن بنا ایقین کو یہ تردد ہوگا کہ دیکھئے انکی غلط ہونیکی کیا کیا وجوہ ہوں اسلئے باوجود قلت فرصت اور اکثر ضروریات اور بھی حرکت کرنی پڑی **اقول** ہر ہر سخن سے سخن فہمی شیعوں کی اور عقل و نقل سے مناسبت صحیح اور درست ہے اور اہل سنت میں ایک فرقہ اشعریہ ہے کہ جسکو اشعر لایشعر کہتے ہیں اور یہ شیخ احمق بھی اسی ورقہ بے شعور میں سے ہے کہ سفیہوں اور دیوانوں کی سی گفتگو کرتا ہے اور اپنی بیہودہ بیاکلوں کی سی باتوں کو الزام نہ سمجھتا ہے اور میرا ارادہ ایسی بیہودہ باتوں کے جواب لکھنے کا نہ تھا لیکن امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے اسکے پیر بزرگ معاویہ بن ابی سفیان سے جنگ کی تھی اسلئے میں بھی انکی پیروی سے اسکے مرید کا مقابلہ بکر بہت کرتا ہوں اور جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ کیا لکھا ہے اور جو کچھ آگے کو لکھیگا وہ بھی ایسا ہی بیہودہ لکھیگا کہ جسکا جواب ہذیان نہ ہوگا اور جس بات کا جواب ہو چکا ہے بیحیائی سے پھر اسے ہی گائی جاتا ہے اور ایسا بیحیا ہے کہ کسیطرح شرماتا نہیں ہے اور جھوٹی کتابوں کی جھوٹے جھوٹے حوالے دیتا ہے اور شیعوں کی جیسی خوش فہمی ہے تیرا جی ہی جانتا ہے مگر تیری خوش فہمی ہمارے لکھنے سے شیعہ تو کیا اہل سنت کہ منصف ہیں انکو معلوم ہوجائیگی کہ یہ شیخ دیوانوں کی سی گفتگو کرتا ہے اور مولوی عمار علی صاحب کا بعد اسکے اس مقدمہ میں کوئی مضمون ہی نہیں ہے وہ امور باقیہ کونسے ہیں کہ جنکو تو غلط کہتا ہے اور مولوی صاحب موصوف نے بعد اسکے اپنے خط میں کب لکھا ہے کہ روایت لانورث مخالف ہے آیہ وہب لی من لدنک ولیا اور آیہ وورث سلیمان داؤد کے مگر تیرا انکار اور عادت تیری جھوٹ لکھنے کی ہے جھوٹ لکھتا چلا جا اور ہر دیکھنے والے کے ذہن کے داخل ہوتا جا رحمت خدا سے تو محروم ہے ہی **قال الشیخ الاشعری** اسلئے بقدر مناسب ذرا سی مخالفت حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ اور آیہ وہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب اور آیہ وورث سلیمان داؤد کے اپنی مافی الضمیر کو قلم کے نیچے کہنچتا ہوں اول قابل لحاظ یہ بات ہے کہ جب آیہ یوصیکم اللہ میں خطاب مخصوص امت کے لیے ہوا تو اس حدیث ہی کی اہل سنت کو کچھ ضرورت نہ رہی اور کسیکے مال میں میراث جاری ہو کہ نہ رسول اللہ صلعم کے مال میں تو وراثت جاری ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ رسول اللہ صلعم اس حکم میں داخل ہی نہیں ہیں جب آیہ ما آفاء اللہ سے فدک کا غیر مملوک ہونا ثابت ہوگیا تو جھگڑا ہی تمام ہوگیا اب اگر کوئی کہیں سے خاص رسول اللہ صلعم ہی کی ترکہ میں میراث کا جاری ہونا بھی ثابت کرے تب بھی فدک میں تو میراث جاری ہو ہی نہیں سکتی القصہ اگر بوجہ مخالفت ظاہر کے جو حدیث مذکور اور آیات باقیہ میں ظاہر مبنیوں کو معلوم ہوتی ہے حدیث مذکور غلط ہی ہوجائے تب بھی حرج نہیں اول تو رسول اللہ صلعم باشارہ آیہ یوصیکم اللہ ہی اس حکم سے مستثنے ہیں پھر اگر دوسرا انبیاء کی ترکہ میں میراث جاری ہوتی بھی ہو تو ہوا کرو کلام تو رسول اللہ صلعم کی ترکہ میں ہے غایت مافی الباب حدیث مذکور غلط ہو لیکن اسکے غلط ہونے سے فدک نہیں مل سکتا ہاں آیہ یوصیکم اللہ اگر غلط ہوجائے تو البتہ شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو دوسرے اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں بھی میراث جاری ہو تب جس چیز میں تنازع ہے یعنی فدک میں بشہادت آیہ ما آفاء اللہ میراث جاری نہیں ہوسکتی اب اگر مخالفت مابین حدیث و آیات کے ثابت بھی ہوگئی تو حدیث ہی غلط ہوجاوے پر شیعوں کا مطلب تو ثابت نہیں ہوتا ہاں اگر آیہ ما آفاء اللہ پر شیعہ خط لاکھینچکر ایمان پر خط کھینچ جائیں تو کیوں نہیں بہرحال بفرض اثبات براءت حضرت صدیق اکبر یعنی بایں غرض کہ فدک کا دینا موافق منہی تھا ہمیں اسکی ضرورت نہیں کہ حدیث مذکور [illegible] موافقت ثابت کرے اور مخالفت جو بظاہر نظر آتی ہے اسکو باطل کرکے حدیث مذکور ثابت کریں اسباب میں اشارہ یوصیکم اللہ اور آیات ما آفاء اللہ کافی ہے بفرض اثبات تنازع بھی [illegible]

اقول روایت لانورث کی مخالفت کا ذکر آیہ وہب لی من لدنک ولیا اور آیہ وورث سلیمان داؤد سے مولوی صاحب کے خط میں نہ تھا اس نے اپنی طرف سے [illegible] کہ ماتی جھوٹا ہے لہ خط کو امور باقیہ کا غلط ہونا قیاس ہوگیا اور یہ مخالفت روایت مذکورہ کی ان دو آیتوں سے ایسے ہی آیہ بھی روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کے [illegible] پر دلالت کرتی ہے اور یہ شیخ اس مخالفت کے رفع کرنیمیں جو کچھ کوشش کریگا اسکو ہم باطل کرینگے

جیسا کہ ہم ابتدا سے باطل کرتے چلے آئے ہیں اور اب اسنے اول لحاظ کے لفظ سے آخر تک پھر اُن اُمور کا اعادہ کیا جنکو کہ ہم باطل کر آئے ہیں اور ناظرین تحریر ہٰذا پر واضح ہو گیا ہوگا کہ ہم پہلے
اس سے لکھ چکے ہیں اسکے اقوال کے رد میں اور ثابت کر چکے ہیں کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب ہی طرف جناب رسولخدا صلعم کے اور تمام اُمت کے اور رسولخدا صلعم اس خطاب سے خارج نہیں ہیں اور یہ کہنا اسکا
کہ مخصوص اُمت کیطرف خطاب ہی باطل اور بیجا ہے اور میراث جناب رسولخدا صلعم کے ترکہ میں ہی بیشک جاری ہوتی ہی بموجب حکم آیت یوصیکم اللہ کے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور روایت لانورث
باطل ہی خواہ احتیاج ہو اہل سنت کو طرف اُسکے خواہ نہو اور یہ بھی ہم اسکے اقوال کے ابطال میں ثابت کر آئے ہیں کہ فدک کا مملوک رسولخدا صلعم ہونا آیت ما افاء اللہ عنہ ہی سے ثابت ہے
اور اسی آیت کے حکم سے رسولخدا صلعم فدک کے مالک ہوئے ہیں اور اسی جہت سے حضرت فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا پہلے تو ہبہ کا اور بعد اُسکے وراثت کا اور ابوبکر نے اُس دعوے کے ہوئے
کو رد کیا اور یہ کہنا ہی کہ جھگڑا ہی تمام ہو گیا اور فدک میں بیشک میراث جاری تھی کہ وہ مال فے میں داخل تھا اور جناب رسولخدا صلعم موافق اپنی حصہ کے مال فے کے مالک تھے اور اسی میراث
فدک ہی تھا جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور یہ جو کہتا ہی کہ حدیث مذکور گو غلط ہو جائے یہ نہیں سمجھتا کہ اسکے غلط ہونے سے ابوبکر غلط ہوئے جاتے ہیں اور قابل خلافت کے نہیں تھے اول تو
وہ کون عقل کا اندھا ہے کہ جو رسولخدا صلعم کو آیت یوصیکم اللہ کے خطاب سے مستثنے جانیگا کہ خطاب تو عام ہو اور بیوجہ اُسکو خاص سمجھے اور پہلے اس سے جو اس شیخ نے اسکے مذہب میں یوانوں
اور پاگلوں کی سی گفتگو کی ہی اور حضرت کے مستثنے ہونیکی وجوہ لکھے ہیں کبھی تو لکھتا ہی کہ رسولخدا صلعم زندہ ہیں اور اپنی قبر کے گوشہ میں بیٹھے ہیں بھلا مذہب کا کون وارث ہو سکتا ہی اور
کبھی لکھتا ہی کہ رسولخدا صلعم دنیا میں کسی چیز کے مالک ہی نتھے اور دنیا میں کوئی چیز اُنکی مملوک نتھی پھر اُنکا کون وارث ہو اور کبھی لکھتا ہی کہ خدا تعالی تو مثل بادشاہ کے ہی اور رسولخدا صلعم مثل شہزادے
کے اور سر رشتہ دار جو کلکٹر کا حکم لوگوں کو سناتا ہی تو وہ خود اُس حکم میں شریک نہیں ہوتا ایسے ہی رسولخدا صلعم جو حکم خدا سناتے تھے تو وہ خود اُس حکم میں شریک نہ ہوتے تھے اور سوائے اسکے جو کچھ اسنے
لکھا ہی ہم اُس سب کو باطل کر چکے ہیں اور اگر انبیا کے ترکہ میں میراث جاری ہوئی ہی تو ابوبکر جھوٹے ٹھہرے کہ اُنہوں نے اُنکے ترکہ میں میراث کے جاری ہونیکا انکار کیا ہی اور اپنی
طرف سے سخن بعثۃ الانبیاء بنا کر رسولخدا صلعم پر افترا کیا کہ اُنکی طرف اس روایت دروغ کو منسوب کیا قابل خلافت نرہی اور کلام تو جناب سولخدا کے اور سب انبیاء کے ترکہ میں ہے ورسب کے ترکہ
میں میراث جاری ہوئی ہی جیسے کہ جناب رسولخدا صلعم کے ترکہ میں جاری ہوئی ہی اور حدیث مذکور غلط ہوئی تو ابوبکر مفتری ٹھہرے اور حکم میں من کذب علی متعمدا کے داخل ہوئے نہ اوا
خلافت کے نہوئے بلکہ خلافت کے بھی غاصب ہوئے اور فدک بیشک رسولخدا صلعم کے ملک میں آیا اور دعوی حضرت فاطمہ کا صحیح ہو جیسا کہ ہم لکھ چکے اور آیت یوصیکم اللہ کی جہت سے تو شیعہ کہتے ہیں فدک
حضرت فاطمہ کو میراث میں پہنچتا تھا اور ابوبکر نے اُنکو نہ دیا اور شیعہ اُلٹی کہتا ہی کہ یہ آیت غلط ہو جائے تو شیعہ کا کلیجہ ٹھنڈا ہو اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ
کو فدک میراث میں پہنچتا ہی اس آیت کے حکم سے پہنچتا ہی یا کسی اور آیت کے حکم سے تیری گرہ کیے اسطے تو خرابی اس آیت ہی کے حکم سے ہوئی ہی اور ابوبکر غاصب ٹھہرے ہیں تیرے نزدیک
اس آیت کا غلط ہونا چاہیئے تاکہ ابوبکر کی نجات ہو اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں میراث جاری ہوگی تو فدک میں پہلے ہو گی اور شہادت آیت ما افاء اللہ ہی فدک میں میراث جاری
ہوگی کہ اس آیت کے حکم سے فدک رسولخدا صلعم کے ملک میں آیا تھا اور آیت یوصیکم اللہ کے حکم سے اُسمیں میراث جاری ہوئی اور روایت مذکورہ لانورث مخالفت آیت کے ہونے سے غلط ہوئی تو ابوبکر
کاذب اور خائن ٹھہرے اور شیعوں کا مطلب تو فضل خدا سے ہر طرح سے ثابت ہے اور ہم ثابت کر آئے ہیں اور آیت ما افاء اللہ ہی کی جہت سے شیعہ کا مطلب ثابت ہے اور یہ مطلب باطل ہوا تیسرا
خطا کا کھینچنا چاہیئے کہ جس میں ابوبکر کی نجات ہو کیا مکار ہی کبھی تو کہتا ہی کہ آیت یوصیکم اللہ غلط ہو جائے تو شیعہ کا کلیجہ ٹھنڈا ہو اور کبھی کہتا ہی کہ شیعہ آیت ما
افاء اللہ پر خطا کا کھینچیں اور حال یہ ہے کہ شیعوں کا مطلب ان دونوں آیتوں ہی سے ثابت ہوتا ہی اور شیعہ ان دونوں آیتوں کی ہی جہت سے جھگڑتے ہیں اور ابوبکر کو غاصب ٹھہراتے ہیں اور اہل سنت
ابوبکر کی غاصبیت کے دفع کرنیمیں اپنے ایمان کو برباد اور ضایع کرتے ہیں اور ہر چند یا تخواہ پاوالی رقم ہے کہ کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور ابوبکر کی براءت سی طرح حاصل نہیں ہوتی اور
آیت یوصیکم اللہ اور آیت ما افاء اللہ کے اشارہ سے ابوبکر غاصب ٹھہرتے ہیں آیت اور روایت میں تشبث چاہیئے موافقت پیدا کرنی چاہیئے کہ کرے اور ابوبکر کا کاذب اور خائن ہونا ثابت ہو جیسا

گفتگو کرے **قال الشیخ الاشعری** اس لئے نظر بر تقدم و تاخر آیات اول در باب مخالفت حدیث اور آیت وہب لی من لدنک الخ کہنا چاہیئے تا مہمل نشود یعنی اگر وراثت سے
اس آیت میں وراثت مال مراد ہی اور اس وجہ سے حدیث کو اس آیت کے مخالف کہتے ہیں تو حال سے خالی نہیں آل یعقوب سے یا تو خود ذات بابرکات حضرت یعقوب علیہ السلام مراد ہو جیسا کہ
محاورات عرب میں اکثر یا جاتا ہی کہ آل فلانی بولتے ہیں اور اُس سے خود وہی شخص مراد ہوتا ہی یا حقیقی معنی مقصود ہوں یعنی آل یعقوب سے اولاد یعقوب مراد ہو اول صورت میں یہ
لازم آئیگا کہ تا دم دعاے مذکور مال حضرت یعقوب جنکی انتقال کو دو ہزار برس سے زیادہ ہو چکے ہیں بحصہ غیر منقسم رہا ہوا ہو اور آگے حضرت زکریا کو یہ یقین ہوا ہو کہ میری وفات سے پہلے ہی اور بھی
تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ اگر تقسیم ہو لیا ہوتا یا بعد اس دعا کے قبل وفات حضرت زکریا کے تقسیم ہو جاتا تو پھر جملہ یرث من آل یعقوب کے زیادہ کرنیکی کیا حاجت تھی صدیقہ ہی کافی تھا کیونکہ
اس صورت میں وہ مال حضرت زکریا کا ہو چکا اب حضرت یعقوب کا نہ عزفارہا نہ شرما حضرت یحیی وارث تو بطرح سے حضرت زکریا ہی کے ارث کہلائینگے حضرت یعقوب سے وارث نہ کہلائینگے اس صورت
میں لامحالہ جملہ یرث من آل یعقوب غلط ہو جائیگا اور پھر لغو جدا رہیگا کیونکہ حضرت زکریا کی نسبت تو وراثت پر دلالت موجود تھی یرث من آل یعقوب کی کیا ضرورت تھی بہرحال اس صورت

[illegible] یا وہ عین [illegible] یا انبیاء حضرت یعقوب کا مال بغیر منقسم ہی رہا سو ایسی بات دیوانوں سنفی کے ہی عاقلوں کے کانوں میں تو اینے مقبول
بالتہ تنفی سمائی نہیں کون کہدیگا کہ دو تین سو سے زیادہ ایک شخص کے پاس مال باوجود اس کثرت اولاد کے شاید کبھی نہوئی ہو غیر منقسم رکھا ہوا **اقول** البتہ وراثت سے اس آیت میں
مراد وراثت العلم ہی اور اہل سنت کی تفسیروں میں بھی لکھا ہے چنانچہ معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے وقال الحسن معناہ یرثنی مالی ویرث من آل یعقوب النبوۃ یعنی کہا
حسن نے معنی اسکے یہ ہیں کہ وارث ہووے میرے مال میرا اور وارث ہووے آل یعقوب نبوت کا اور تفسیر کبیر میں مذکور ہے واختلفوا فی المراد بالمیراث علی وجوہ احدھا ان المراد بالمیراث
فی الموضعین ھو وراثۃ المال وھذا قول ابن عباس والحسن والضحاک یعنی اور اختلاف کیا ہے انہوں نے اس میں کہ مراد میراث کے کئی وجوہ پر ایک ان وجوہ کا یہ ہے کہ تحقیق مراد ساتھ میراث
کے دونوں جگہ میں وہ وراثت مال ہے اور یہ قول ابن عباس اور حسن اور ضحاک کا ہے اور اسی طرح تفسیر لباب میں ہے اور لغت اور شرع میں دونوں میں ارث اسکو کہتے ہیں کہ جو انتقال کرے
میت سے طرف وارث کے یعنی مدعوالی ہو اسکے وارثوں کی جو چیز کہ تبعیتی ہو خواہ نقد خواہ جنس کہ اضافہ مال میں سے ہو اسکو ارث کہتے ہیں اور مال کے غیر میں مثل علم اور نبوت کے ارث کا استعمال
نہیں ہوتا مگر بطریق مجاز اور تحقیقت کو پہنچ کر طرف مجاز کے جانا اور علم اور نبوت میں اسکا استعمال کرنا بدون دلیل کے ہرگز جائز نہیں اور دوسری یہ کہ حضرت زکریا نے کہا کہ واجعلہ رب رضیا
یعنی اور کر دے تو اسکو اے پروردگار میرے پسندیدہ اس قول کی تو اس صورت میں ہووے کہ ہمیشہ وہ یہ افراد میں سے اگر مراد وراثت سے وراثت علم و نبوت ہووے مقصود حضرت زکریا کا یہ ہووے کہ میرا علم و
نبوت اسکو وراثت میں نہیں تو جب وقت موت کا آوے تو تمام فضائل اس میں مجتمع ہووے اور طرح پسندیدہ ہووے اور جب نبی ہو گیا تو پھر اسلئے واسطے دعا رضی کرد گار کے بالکل بیکار
اور بیجا حصول نبوت کے فقرہ واجعلہ رب رضیا کا ایسا ہی جیسے کوئی کہے اے خداوندا تو پیغمبر کو بھیج اور اسکو پسندیدہ کر اور جب پیغمبر ہو گیا تو پسندیدہ کرنیکے دعا کرنی کیا فائدہ
رکھتی ہے اور کہا حضرت زکریا نے وانی خفت الموالی من ورائی اور ابن عباس نے یہ کہا کہ موالی سے مراد بنی اعمام ہیں یعنی بھائی بہن اور مجاہد نے کہا کہ یہ عصبہ ہیں اور علمی نے کہا کہ یہ
یہ سب مفسرین اہل سنت نے بیان کرتے ہیں پس وارث کو طلب کیا واسطے نفس اپنے کے نبوت سے خوف وراثت مال بدنی کا ہوا اور وراثت نبوت میں یہ ہرگز نہیں ہوتا ہے واسطے
کہ حصہ دار اسکا سب جانتے ہیں نبوت فی نفسہ کمال ہے کہ واسطے لائق ہووے اور جو کوئی اسکی لیاقت نہیں رکھتا اسکو ہرگز نہیں دیتا اور یہ بات ہرگز معقول نہیں ہو سکتی کہ حضرت زکریا
کو جو نبوت سے اسقدر رغبت تھی کہ نبوت فی نفسہ کمال ہے اور اسک

وارث نہیں ہوسکتے اپنی پوچ باتونکی بکنے سے کیا فائدہ ہی اور یہ بھی خوب بات ہی کہ اپنی طرف سے ایک بات پوچ تو ایجاد کرکی شیعونکی طرف منسوب کردیا کہ شیعہ سب بھی قائل نہیں ہیں اور پھر اُس پوچ بات اپنی ساختہ اور پرداختہ پر اعتراض کرنے یا اس شیخ بکنے کا بھی کام ہی اور عاقل تو ایسا کام نہیں کرسکتا اور اگر من کو تبعیضیہ نہ کہئے بلکہ بیانیہ کہئے اور وراثت سے مراد وراثت علم یا نبوت ہو جیسا کہ یہ شیخ کہتا ہی تو اس صورت میں بھی معنی یہ ہونگے کہ حضرت یحییٰ تمام بنی اسرائیل کے علم کے وارث ہوں و یہ بات نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ بنی اسرائیل کا علم کیسا تھا اگر بعضوں کا علم ہدایت کا تھا تو بعضوں کا علم گمراہی کا بھی تھا ایسی دعا حضرت زکریا ہرگز نکرتے کہ مجھکو ایسا فرزند عطا کر کہ سب بنی اسرائیل کے علم کا وارث ہو خواہ ہدایت کا علم ہو خواہ ضلالت کا علم بلکہ من تبعیضیہ ہے اس صورت میں بھی مراد ہی یعنی عطا کر مجھکو ایسا فرزند کہ وہ وارث ہو بعض اولاد یعقوب کا کہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں لیکن مراد وراثت اس آیت میں وراثت مالی ہی نہ وراثت علمی چنانچہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی تفاسیر سے نقل کرچکے ہیں و خود آیت وراثت مالی پر دلالت کرتی ہی اسواسطے کہ اسکے پہلے ہی وَاِنِّی خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ سو خوف موالی سے دل کا ہوتا ہی کہ وہ اسکو حوردہ برد کرینگے خوف علم کا اور وراثت علم و نبوت مراد ہوتی اور خوف احکام شرعی کی تبدیل و خراب کردینے کا ہوتا تو موالی کو ذکر کیا خصوصیت تھی بلکہ کہتے کہ میں ان لوگوں کا خوف کرتا ہوں کہ جو شریر ہیں خواہ موالی ہوں خواہ انکے غیر ہوں و حسن بصری نے جو وراثت مالی مراد لی ہی سو اسی آیت سے استدلال کیا ہی چنانچہ ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں کہا ہی اور کہتا ہی حسن بصری کہ اگر وراثت نبوت مراد ہوتی تو حضرت زکریا انی خفت الموالی نہ کہتے اور سمجھتا علم نبوت کا بدون اولاد مراد جناب باری سے ممکن ہی اور حضرت زکریا جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ موافق حکمت اور مصلحت کے کرتا ہی یہ تو انسے محال معلوم ہوتا ہی کہ خدا تعالیٰ کیطرف ایسا گمان کریں کہ وہ نبوت اور شخص کو دیوے جو کہ تبدیل احکام اور ضائع کرنے والا ہو اور وراثت علم و نبوت کسیطرح سے مراد نہیں ہوسکتی اور مفصل پہلے ہم لکھ چکے اور جسوقت لفظ من سے من آل یعقوب میں مراد من تبعیضیہ ہوا تو جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہی وہ سب باطل ہوگیا اسواسطے یہ ادعا ہی کہ من بیانیہ نہیں جسسے ہم لکھ چکے تا اعتراض نہ وارد ہو اور لفظ من اگر بیانیہ ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ یعقوب حضرت زکریا کے بھائی کا نام تھا پس یہ تو ممکن ہی کہ انکا خوف ہو حضرت زکریا کو اور حضرت یعقوب میں سے مراد لینی جیسا کہ بعضی روایات اہل سنت میں آیا ہی جسکا ذکر بعد میں آویگا **قال الشیخ الاشعری** الخ شیعوں کا اس آیت کو وراثت مالی پر محمول کرنے کو دینی لغت حدیث ما ترکنا صدقۃ حضرت ابوبکر صدیق اور یہ اور حضرت صدیق کے حق میں کرنا بعینہ ایسا قصہ ہی جیسے غمناک والوں پر مسجد میں جسکی خبر اہل علم کی فہم و فراست و خود بھی اس سے لوگ واقف ہیں لونڈی کہتی ہی عقل سے تو بیگانی معلوم ہوتی معہذا حضرت زکریا نے مقام عابث لفظ فرمائے ہیں یک تو ولتا دوسرے یرثنی الخ سے فرزند طلب کرنے سے پہلے ہی معلوم ہوتا آپ وارث ہوں گے مالی کے اور فرزند ہوتا ہی جو قابلیت وراثت رکھتا ہو اور اگر یرث کے قید سے یہ غرض ہو کہ ایسے اوصاف حمیدہ کا فرزند ہو جو مانع وراثت ہوں مثلاً کافر نہ ہو قاتل نہ ہو وغیرہ تو قاتل بیٹے کے وارث میت نہیں ہوتے تب بھی اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسلئے کہ واجعلہ رب رضیا کے معنی ہیں کہ اولاد ہی تو ایسا دے جو تیرا مرضی ہو باقی رہا یہ احتمال کہ یرثنی کی قید اسلئے بڑھائی کہ مبادا فرزند تو عطا ہو لیکن سامنے ہی مرجائے تو یہ احتمال اسی کو رد ہی جو نعوذ باللہ خداوند علیم کو فہیم سمجھے عابث کا لفظ وجہ میں انی خفت الموالی من ورائی جسسے یہ بات نکلتی ہی مجھے اپنے بعد کا اندیشہ ہی اس اندیشہ کے سبب اولاد طلب کرتا ہوں سو اس عابث بات معاف ہو اور اولاد ملی تو ایسا ملے جو بعد تمام فرزند دینے معہذا لفظ ولی کو اسے ہی کہیں گے جو ولیعہد و خلیفہ ہو اس مضمون کو حضرت زکریا نے بدعا اپنے زمانہ کا **اقول** وراثت مالی شیعہ ہی نہیں لیتے ہیں بلکہ علماء اہل سنت بھی لیتے ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے لکھ چکے اور ہم بخوبی ثابت کرچکے ہیں وراثت مالی کو اور وراثت علم و نبوت اس طرح سے نہیں ہوسکتی اور روایت موضوعہ ابوبکر کی تیرے خلاف آیات کے اور ثابت ہوئی تیرے نزدیک تو ابن عباس اور ضحاک اور حسن بصری اور شعبی وغیرہ علماء اہل سنت ہونگے جو وراثت مالی کے قائل ہیں و فہم فراست و خوش فہمی اس میں بھی تیرے ہی علماء کی ہے کہ انہوں نے وراثت مالی تجویز کی اور تجھ جاہل کو ان کی رائے کے موافق نہ کہا اور شیعہ تو وہ کہتے ہیں کہ جو بیت سے ثابت ہو تیری طبع احتمالات واہیہ نہیں ایجاد کرتے اور ولی سے مراد ولی کے کہنے سے پرتنی ہرگز نہ کہا اور نہ ہوسکتا ہی اسواسطے کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ فرزند پیدا ہوکر لڑکپن ہی میں باپ سے پہلے مرجاتا ہی اسلئے حضرت زکریا نے یہ سوال کیا کہ وہ وارث میرا ہو کہ بعد میرے بھی وہ زندہ رہی اور جس اوصاف کی چیز آدمی کو مطلوب ہوتی ہی اور اسکے جی میں ہے اسی طرح کا موافق اپنی مرضی کی صفات طلب کرتا ہی اور خدا تعالیٰ تو ہر ایک ما فی الضمیر کا عالم ہی اور جانتا ہی کہ اسکو ایسے اوصاف کا مطلوب ہے لیکن عابث میں سب اوصاف کا ذکر نہیں کیا چاہی اور اوصاف کا ذکر نہیں کیا اور اُس سے دعا طلب کی ہی اور خدا تعالیٰ بدون اس عابث کے عطا کرسکتے تو پھر تکرار نہیں کرسکتے اگر تکرار کریں تو خدا تعالیٰ فرمائے کہ تو نے ان اوصاف کا کب طلب کیا تھا حضرت یوسف نے کہا کہ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ خدا تعالیٰ نے دعا قبول کی اور قید خانہ میں بھجوادیا جب تکلیف ہوئی قید خانہ میں تو اسکی شکایت کی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے ہم سے عافیت کو کب طلب کیا تھا قید خانہ چاہا تھا قید خانہ دیدیا و بیضاوی میں لکھا ہی کہ یوسف کو اولیٰ عافیت طلب کی چاہئی تھی و خدا تعالیٰ کیا نہیں جانتا تھا کہ یوسف دل میں عافیت کو چاہتا ہی لیکن صرف قید خانہ کو چاہا تھا خدا تعالیٰ نے قید خانہ دیدیا اور عافیت کو نہیں چاہا تھا عافیت نہ دی اور فرزند کا سامنے ہی مرجانا کیا ممکن نہیں ہے انہوں نے تو فرزند ہی طلب کیا تھا اور اگر فرزند موافق دعا کے پیدا ہوکر

جینے سے پہلے ہی مرجاتا تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا اور اسمیں نعوذ باللہ کہنے کی کیا بات ہی دعا موافق طلب کے مستجاب ہوتی ہی یا موافق اُسکے جو دل میں ہی اور خوف موالی کیواسطے اسی طرح کی دعا کرنی مناسب ہی کہ جسمیں اُس فرزند کی درازی عمر بھی ہو تاکہ باپکے مال کو موالی تک نہ پہنچنے دے اور خود ہی اُسکا مالک ہوجاوے اور حضرت زکریا کو جو خوف موالی کا تھا کہ ایسا نہو کہ میرا مال اُنکو جا پہنچے اسواسطے اُنہوں نے یہ دعا کی کہ ایسا فرزند عطا کر کہ جو اُسکو میرا مال پہنچے اور موالی کو نہ پہنچے یہ لفظ لغو کسیطرح سے نہیں ہوسکتا ہی اور بعد کے اندیشہ کیواسطے جیسا فرزند چاہئے تھا کہ پیدا ہو وارث بھی ہو ولیا ہی حضرت زکریا نے طلب کیا وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَائِیْ کے مطابق جو دعا سے پہلے گزرا ہی اور اگر صرف ولیا کہتے اور یرثنی نہ کہتے تو اُسکے مطابق ہوتا اور ولی کو لفظ سے اول تو ولیعہد ہونیکی کوئی دلیل نہیں اور اگر ولیعہد ہی مراد ہو تو کیا ولیعہد باپکے سامنے نہیں مرتا ہی دیکھو مرزا شہجو ولیعہد بہادر شاہ بادشاہ کے تھے اپنے باپ سے پہلے ہی مرگئے اور باپکے وارث نہونے پائے کیا فائدہ ہوا ولیعہد ہونے سے جب باپ سے پہلے ہی مرگئے اور میراث باپ کی لینے نہ پائے **قال الشیخ الاشعری** اور اِن سب خرابیوں سے قطع نظر کیجے وارث مال کے نہونیکی ایک یہی وجہ بہت ہے اِس صورت میں حضرت زکریا کے منصب نبوت کو بٹا لگتا ہی مال کا اتنا خیال کہ جیتے جی تو تھا ہی مرنے کے بعد کا بھی ابھی سے بندوبست ہے اور وہ بھی اسقدر کہ خدا سے بھی کچھ شرم نہیں یہانتک کہ جناب باری ہی سے التجا ہی کہ اسکے برتنے کیلیے فرزند عنایت کر پہلے درجہ کی دنیاداروں اور محبان دنیا کا کام ہے نہ کہ انبیاء کا اور انمیں سے بھی حضرت زکریا کا جو آزادگی اور وارستگی میں مشہور تھی استغفر اللہ شیعہ بھی کتنے بیہودہ ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ انبیاء کو بھی نہیں چھوڑتے انبیاء کی یہ لوگ کیا قدر جانیں اُنکی ہمت بلند کو سامنے تو تمام متاع دنیا مگسی کی برابر ہی اُنمیں سے پھر حضرت زکریا جیسے بے تعلق و بیک قدر قلیل متاع دنیا کیلئے اسقدر کیا بندوبست کیے اور وہ بھی اتنا کچھ کہ خدا تک تو پہنچی اور بھی اس اہتمام سے کہ اول تمام مراتب نبی استحقاق کی جس سے خواہ مخواہ عاقبول ہی کرنی پڑی بیان کیے جائیں من بعد تمہید مطلب سے تو یہ بھی انی خفت الموالی جس سے اپنی کمال بیقراری اور بیتابی اور ضرورت فرزند ثابت ہوجاتا کہ کچھ توقف نہو سبحان اللہ نبی نہوئے دنیادار ہوئے اتنی دور کی تو اُنہیں بھی نہیں سوجھتی جنکے رگ و پے میں محبت دنیا رچی ہوئی ہی اور غضب روز اسنی بیان گیان میں ہتی ہیں علاوہ بریں حضرت زکریا کو یہ اندیشہ کہ اُنکے بنی اعمام اُنکے مال کو اُنکے بعد بیجا اور بیموقع صرف کرینگے قول اول تو یہ کہ یہ اندیشہ ہی بیجا کیونکر نقل مشہور سے آپ ہوی جگ پیر لوں مرے کے بعد کوئی سیاہ کرہ باسفید مردہ کو کیا اندیشہ بعد مردن کوئی مواخذہ کی صورت ہی نہیں دوسرے خدا سے عرض کرنیکی کیا ضرورت تھی اس اندیشہ کی تدبیر اور تدبیر بھی وہ عمدہ کہ درصورت قبولیت عادۃً بات ہرگز نہیں خود اُنکے ہاتھ میں موجود ہی یعنی اپنے ہاتھ سے تمام اموال خدا کی راہ میں لٹا جاتے جو اس خوف سے بھی نجات ہوجاتی اور بذریعہ ترقی درجات آخرت بھی میسر آتا فرزند اگر نیک بھی ہو اور اُس نے مال کو خدا کی راہ میں صرف بھی کیا تو مُردہ کو کیا وہ مال اب فرزند کا ہوا ثواب دینی دلانے کا اُسکو ہوگا باقی رہی یہ بات کہ مال کو ایک دفعہ لٹا دینے میں اندیشہ تھا کہ اگر بعد اتفاق حیات طویل باقی نہ نکلی تو اپنا گزارہ مشکل ہی اُسکی یہ صورت ہے کہ اگر کسی ایسی ہی بے صبری اور بے اسباب کی پابندی تھی اور باوجود نبوت توکل و شعار تھا تو انبیاء کو اُنکی موت کی اطلاع ہوجاتی ہی وقت اطلاع موت سب ہی لاجاتی اور وارثان بد وضع دیلئے کچھ نہ چھوڑتے القصہ نظر بروجوہ مذکورہ وبہت سے لٹک لیا سی وراثت مالی مراد نہیں ہوسکتی **اقول** وراثت مال میں کچھ خرابی نہیں ہے اگر خرابی ہی تو وراثت علم و نبوت میں ہے جیسا کہ ہم مفصل لکھ چکے ہیں بلکہ وراثت علم بن سکتی ہی نہیں اور وراثت مالی میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جو کچھ اس بوں میں لکھا ہی وہ احتمالات ہیں اور جیسا لکھا ہی کہ اگر وراثت مالی مراد ہو تو حضرت زکریا کی نبوت کو بٹا لگتا ہی یہ ایک واہی سی بات ہی اگر کوئی یہ کہی کہ میرا کچھ مال میرے بعد باقی رہجائی تو وہ مصرف نیک میں صرف ہو اور بدچلن آدمی اُسپر قابو پاکر اُسکو مصرف بد میں اور غیر مرضی خدا میں صرف نکرتے پائیں اور خدا سے درخواست کریں اپنی اُن بندوں کی تو ہمیں بٹا لگنے کی کونسی بات ہے اور نبیوں کی کونسی عزت ہے بلکہ یہ تو عین بندہ داری ہی کہ مال مصرف نیک میں صرف ہو اور حرام میں صرف ہونے سے محفوظ رہی اگر یہ امر خلاف شیخ کا ہوا غیر مرضی خدا کے ہو تو کہنا چاہیے کہ خدا نے مال کو بیجا ضائع کرنیکو حکم بھی نہیں دیا ہی بلکہ حکم یہ ہی کہ اپنی موقع پر صرف ہو اور اسمیں نبی اور غیر نبی سب برابر ہیں یہ بات ہرگز نہ دنیاداروں کی ہی نہ ابن عباس اور حسن بصری اور ضحاک وغیرہ مفسرین اہل سنت جو وراثت مالی کے قائل ہیں چنانچہ تفسیر کبیر اور معالم التنزیل وغیرہ میں لکھا ہی اُنکو ان قباحتوں کی کیا خبر تھی جو تو اپنی طرف سے ایسی باتیں مٹھارتا ہی اور جیسا بنی اعمام کے بیجا خرچ کرنیکا کیوں نہو جسوقت کہ حضرت زکریا کے متعلقین جو کہ کسب کرنے سے قاصر ہوں اور عورتیں کہ بیسب اُنکے مال میں سے روزی پاتی ہیں علی الخصوص راضی کی حاصل ہیں سے تو وہ سب محروم رہجائیں اور اشرار اُسکو خورد و بُرد کرجائیں اور پسماندوں کا خیال نہیں ہوتا ہی تو یہ وصیت کسواسطے مقرر ہوئی ہی اور مال کو مرنے سے پہلے ایک دفعہ ہی لٹا دینا بھی پسندیدہ نہیں ہی بلکہ اُسکا باقی رکھنا اِس جہت سے کہ اسمیں جو کہ کسب کرنے سے عاجز ہیں ہمیشہ روزی پاتی رہیں یہ بہتر ہے اور اسیواسطے فرزند سعید طلب کیا کہ وہ اس مال کو ہمیشہ راہ خدا میں صرف کرتا رہی اور بے سہارے والونکو پہنچاتا رہی جیسا کہ میں پہنچاتا ہوں تو یہ موجب تضاعف حسنات کا ہی اور جو کچھ کہ موصی کی وصیت کے موافق محتاجوں کو علی الدوام پہنچتا رہی تو کیا وصیت کرنیوالیکو ثواب نہوگا کیا اُسکا ثواب بھی وارث ہی کو ہوگا یہ بات نہیں ہے بلکہ اُسکا ثواب وصیت کرنیوالے ہی کو ہوگا اس ارادہ سے مال کی باقی رکھنے میں کہ ہمیشہ عاجزوں کو پہنچتا رہی اور زیادہ ثواب ہے مال کی ایک دفعہ ہی لٹا دینے سے پس معلوم ہوا کہ وراثت سے مراد وراثت مالی ہی نہ وراثت علم و نبوت **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس آیہ وورث سلیمان داؤد میں بھی بحکم قرائن عقلیہ

ارادۂ وراثت مال ممنوع ہی مگر شاید شیعوں کو یہ عذر ہو کہ یہاں عقل ہی ندارد ہی تو البتہ یہ عذر معقول خیر اگر شیعہ انصاف کریں تو اسقدر اور معروض ہی کہ باتفاق مورخین اور اجماع اہل تواریخ حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے ایک حضرت سلیمان اور اٹھارہ اور پس سبھی وارث ہوتے اگر ہوتے حالانکہ بطور خصوصیت جناب باری تعالیٰ کا یوں فرمانا کہ حضرت داؤد کی حضرت سلیمان وارث ہوئی اسبات کو مقتضی ہی کہ حضرت داؤد کی وارث فقط حضرت سلیمان ہی تھی اور بھائیوں کی شرکت نتھی اور نیز یہ بھی کھلی ہی بات ہی کہ سب بیٹے باپ کے مال کی وارث ہوا کرتے ہیں پھر اسبات کے بیان کرنے سے کیا حاصل نکلا جو جناب باری تعالیٰ نے اس قصہ کو یاد فرمایا ایسی لغو بیہودہ باتیں خداوند متین کے کلام میں نہیں ہو سکتیں علاوہ بریں ایسی بات کے بیان کرنے میں جسمیں تمام عالم شریک ہوں کیا بزرگی نکلی جو خداوند کریم نے حضرت سلیمان کے فضائل و مناقب میں اسکو درج فرمایا اور بمقام تعریف میں چنانچہ سیاق و سباق سے ظاہر ہی ذکر کیا القصہ یہ جو مذکورہ یہاں بھی وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی جب دلائل واضحہ اس سے اطمینان ہوا کہ ہرچہ باداباد وراثت مالی تو مراد نہیں تو یہ تردد ہوا کہ پھر اور کونسی وراثت مراد ہوگی اسبات کے اطمینان کے لیے اول تو حضرات ائمہ کیطرف رجوع کیا اور ہر سے یہ جواب ملا ان سلیمان ورث داود وان محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ ورث سلیمان یعنی بیشک حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کے وارث ہوئے چنانچہ روایت امام جعفر صادقؑ کے حوالہ سے امام المحدثین شیعہ حضرت کلینی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہی سنیوں کی کتابوں میں ایسی ایسی باتیں ہوتیں تو شیعوں کے لئے گنجایش انکار بھی تھی بہرحال اس روایت سے عیاں ہے کہ آیۂ وورث سلیمان میں تو وراثت علمی اور وراثت منصب نبوت مراد ہی وراثت مالی مراد نہیں کیونکہ رسول اللہ صلعم کو حضرت سلیمان سے کیا قرابت تھی جو اسکے وسیلہ سے جو مال حضرت سلیمان کو حضرت داؤد کی ترکہ میں سے ملا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میراث میں ملتا۔ مہذا مال ملا توکب ملا نجز اسکے کچھ نہیں کہ ایسی میراث جو حضرت داؤد سے حضرت سلیمان کو پہنچی اور حضرت سلیمان سے رسول اللہ صلعم کو پہنچی بجز میراث نبوت و میراث علم کی اور کچھ نہیں **اقول** آیۂ وورث سلیمان میں بحکم قرائن عقلیہ و نقلیہ یہی ثابت ہے کہ مراد وراثت سے وراثت مالی ہی نہ وراثت علمی اور اگر اشعریہ لاشعور یہ بسبب جمود نے عقل کے نہ سمجھیں تو عذر انکا بجا ہی کہ وہ عقل سے معذور ہیں اور حضرت داؤد کے انیس فرزند ہونے پر ہرگز اجماع اہل تواریخ نہیں ہی اور ابن ابی الحدید معتزلی نے اس مضمون کو طرف کتب یہود و نصاریٰ اور بعض مسلمین کے منسوب کیا ہے اور دعویٰ اجماع کا اسپر نہیں کیا ہی چنانچہ لکھا ہی کہ فی کتب الیہود والنصاریٰ ان بنی داؤد کانوا تسعة عشر وقال بعض المسلمین ایضا یعنی کتب یہود و نصاریٰ میں مذکور ہی کہ فرزند داؤد کی انیس تھے اور بعضے مسلمانوں نے بھی یہی کہا ہی لیکن کتب یہود و نصاریٰ اور بعض مسلمین کا جو حوالہ دیا ہی اسکی صحت کی کیا دلیل ہی اور قرآن اپیر الاکتا ہی کہ حضرت داؤد کے سوا سلیمان کے اور کوئی فرزند نتھا چنانچہ فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ اور کسی فرزند کی پیدائش کا ذکر نہ کیا اور اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ حضرت داؤد کے انیس فرزند تھے تو ہو سکتا ہی کہ بعد حضرت داؤد کے انمیں سے کوئی باقی نرہا ہو سوا سلیمان کے اسیواسطے خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان تنہا کی وراثت کا ذکر کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ اس شرع میں وراثت نبی کی خاص نبی ہی کیواسطے ہوتی ہو سوا سلیمان کے اور یہ قول اس سے زیادہ بعید نہیں ہے کہ پیغمبر کا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا جیسا کہ ابوبکر نے کہا تھا نحن معاشر الانبیاء لا نورث و سوائے اسکے یہ ہی کہ سلیمان کی وراثت کا ذکر اوروں کی عدم وراثت پر دلالت نہیں کرتا ہی وہ بھی وارث ہوئی ہوں اور اگر ایسا ہی ہی کہ حضرت سلیمان کی وراثت کا ذکر اور فرزندوں کی نفی وراثت پر دلالت کرتا ہی تو چاہیئے کہ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ اور فرزندوں کی عدم وجود پر دلالت کرے کہ اسمیں تو سوائے حضرت سلیمان کے کسیکی پیدائش کا ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ سوائے حضرت سلیمان کے اور کوئی فرزند حضرت داؤد کے نتھا سو اسطے انکی ہی وراثت کا ذکر کیا یہ ہیں جو حضرت سلیمان تنہا کی ذکر کرنیکی وراثت میں اور سوائے اس جہت کے ذکر حضرت سلیمان تنہا کا واسطے اہتمام شان سلیمان کے بھی ہو سکتا ہی سو رہے باقیوں کی اور روایت کافی کلینی کی جو بیان کی ہی یہ روایت اس آیت کی تفسیر اور تاویل میں واقع نہیں ہوئی ہی اور غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ وراثت علمی بھی ہوتی ہی اور لفظ میراث کا غیر اموال میں بھی نہیں ہوتا ہی سو اسکا کوئی منکر نہیں ہے اور کلام تو اسمیں ہی کہ لفظ میراث وقت اطلاق بدون قرینہ کے غیر میت میں مستعمل نہیں ہوتا اور روایت میں قرینہ میراث علمی کا موجود ہی اور آیت میں نہیں ہی اسیواسطے حضرت علی نے آیۂ وورث سلیمان داؤد اور آیۂ یرثنی ویرث من آل یعقوب سے استدلال کیا جسوقت ابوبکر نے کہا کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث چنانچہ طبقات ابن سعد میں لکھا ہی اور کنز العمال میں لکھا ہی عن ابی جعفر قال جاءت فاطمة الی ابی بکر تطلب میراثها وجاء عباس بن عبد المطلب یطلب میراثه وجاء معهما علی فقال ابو بکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناه صدقة فقال علی ورث سلیمان داؤد وقال فی زکریا یرثنی ویرث من آل یعقوب قال ابو بکر هو هکذا وانت واللہ تعلم مثل ما علم فقال علی هذا کتاب اللہ ینطق فسکتوا وانصرفوا یعنی ابوجعفر روایت کرتا ہی کہ آئی فاطمہ طرف ابوبکر کے طلب کرتی تھی میراث اپنی۔ آیا عباس پسر عبد المطلب طلب کرتا تھا میراث اپنی اور آیا ہمراہ ان دونوں کے علی پس کہا ابوبکر نے کہ کہا ہی رسول خدا صلعم نے نہیں وارث کئے جاتے ہیں ہم جو کچھ کہ چھوڑا ہی ہم نے وہ صدقہ ہی پس کہا علی نے کہ خدا فرماتا ہی وورث سلیمان داؤد اور کہا زکریا نے یرثنی ویرث من آل یعقوب کہا ابوبکر نے کہ وہ اسی طرح ہی اور تو قسم ہی خدا کی جانتا ہی جیسا کہ میں جانتا ہوں پس کہا علی نے یہ کتاب خدا کی .... ناطق ہی پس خاموش ہوئے اور پھر گئے **قال الشیخ الاشعری** علاوہ ازیں خود کلام ربانی میں کلام سابق اور کلام لاحق دونوں اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جملہ ورثت سے میراث علمی مراد ہی میراث مالی مراد نہیں جاہلان عربی داں پر پوشیدہ نہیں بایں ہمہ بندہ بھی ماقبل مابعد دونوں کو لکھکر اطمینان کئے دیتا ہی کلام سابق تو یہ ہے

ولقد آتینا داود وسلیمان علما وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین جسکے جملہ ورث سلیمان سی ملکر یعنی ہوئی کہ دیا ہمنے داؤد اور سلیمان کو ایک علم اور کہا اُن دونو نے شکر اُس اللہ کا جس نے فضیلت دی ہمکو اپنے بہت بندوں ایمان والوں پر اور وارث ہوئی سلیمان داؤد کی اور کلام لاحق یہ ہی وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر اور مجموعہ کے ملکر یہ معنی ہوئی کہ وارث ہوی سلیمان داؤد کی اور کہا وہ لوگو ہمکو سکھائی ہی یعنی خدا نے گفتگو پرندوں کی فقط اب دیکھنی یہ کہ جب جملہ ورث جملہ ولقد آتینا پر معطوف ہو اور جملہ وقال ورث پر معطوف ہو اور پھر ان دونو تینوں معطوف اور معطوف علیہ کے ایک دوسرے پر معطوف ہونیکو لحاظ کریں تو درصورتیکہ جملہ وقال جملہ ورث پر معطوف ہو تو اس ارتباط سی آپ یہ بات نکلتی ہی کہ ورث میں وراثت علمی مراد ہی ورنہ بے علاقہ دو جملہ میں عطف کے کیا معنی جس نے مختصر معانی اور مطول کی بحث فصل ووصل کو دیکھا ہی وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر وراثت سے وراثت علمی مراد نہو بلکہ مالی ہو پھر عطف کے جواز کی کوئی صورت نہیں چہ جائیکہ موجب فصاحت بلاغت ہو اور ظاہر بھی تو ہی اس صورت میں ان دونو تینوں جملوں میں عطف کا ہونا بعینہ ایسا ہی جیسا زاغ کے ساتھ طوطی کو ایک قفس میں بند کر دیجے اور جملہ ورث جو ماین یدیہ ماقبل اور مابعد کے داخل ہی اسکی یہ صورت ہوگی جیسے کہا کرتے ہیں بیاہ میں بیچ کا لیکھا ایسے غیر مربوط کلام دیوانوں کے ہوتے ہیں خداوند تعالی شانہ کی شان رفیع سی یہ بات محال ہی کہ ایسی نامعدودوں گفتگو کرے **اقول** کلام ربانی میں کلام سابق اور کلام لاحق ہرگز دلالت نہیں کرتی اس امر پر کہ جملہ ورث سی میراث علمی مراد ہی بلکہ اسمیں وراثت مطلق کا ذکر ہی اور مطلق بدون قرینہ کی وراثت مالی پر دلالت کریگا جو کہ معنی حقیقی ہیں اور پہلے جملہ میں تو خدا تعالی فرما چکا تھا کہ ہمنے داؤد اور سلیمان کو علم دیا ہی اور بعد اسکے داؤد سے وارث ہونے علم کے کیا معنی ہیں علم تو انکو حاصل ہی تھا ایسا کلام پوچ خدا تعالی کیطرف منسوب نہیں کر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ورث میں وراثت علم مراد نہیں ہی البتہ اگر خدا تعالی داؤد کے لفظ پر اقتصار اور بس کرتا اور سلیمان کی لفظ کا ذکر نکرتا اور کہتا کہ ولقد آتینا داود علما اور بعد اسکے کہتا کہ وورث سلیمان تو اس صورت میں وراثت علمی مراد ہو سکتی تھی اور ایسے ہی مابعد کی آیت قال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر کا حال ہی کہ اس آیت میں بھی لازم نہیں آتا ہی کہ آیہ ورث سلیمان داؤد میں بھی وراثت علمی مراد ہو سو سے کہ ہو سکتا ہی کہ اس آیت سے وراثت مال مراد ہو اور بعد اسکے حکایت قول سلیمان کی کہ جو متضمن تعلیم زبان طیر ہی کی ہو اور اس سے اشارہ ہو طرف اس امر کے کہ فضیلت علم اور مال دونو کی حضرت سلیمان کو حاصل تھی اور یہ کہاں لکھا ہی کہ ایک لفظ سی جو مراد کہ معطوف میں ہو وہ ہی معطوف علیہ میں ہو ورنہ عطف ہی جائز نہو اور مختصر معانی اور مطول میں یہ کہاں لکھا ہی کہ جو تو کہتا ہی اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ معطوف کے معنے کچھ ہوتے ہیں اور معطوف علیہ کے کچھ اور ہوتے ہیں دونو جملوں کو اتحاد معنی لازم نہیں ہی بلکہ ایک ایسا لفظ ہو کہ اسکے دو معنی ہوں تو اسکے لفظ سی تو ایک معنی مراد لے سکتی ہیں اور اسکی طرف جو کوئی ضمیر پھیریں تو اس سے دوسرے معنی مراد لے سکتے ہیں چہ جائیکہ معطوف اور معطوف علیہ کو انکو اتحاد فی المعنی لازم ہی نہیں ہی اور یہ عین محاورہ عرب ہے اور یہ کلام نہایت موزوں ہے اور دیوانوں کا سا کلام نہیں ہے دیوانہ تو ہی کہ جو معقول کو غیر معقول کہتا ہی اور اگر کوئی کہی کہ رایت عینا وبعت عینا تو اس سے لازم نہیں آتا ہی کہ جو پہلے عین کے معنی ہیں وہ ہی دوسرے عین کے بھی معنی ہوں بلکہ ہو سکتا ہی کہ پہلے عین سے مراد آفتاب ہو اور دوسرے عین سے مراد زر ہو اور صاحب بیضاوی نے ورث سلیمان کی تفسیر میں وراثت میں جیسے کہ علم کو لکھا ہی ایسے ہی ملک کو بھی لکھا ہی اور تردید کر کے لکھا ہی کہ وورث سلیمان داود النبوۃ او العلم او الملک اب فرمایئے کہ ملک کو مال کہیں گے یا نہیں اور حضرت سلیمان کے مال داؤد کے وارث ہونیکی بھی روایتیں بہت ہیں چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہی اذ عرض علیہ بالعشی الصافات الجیاد کی تفسیر میں جو کہ سورہ ص میں ہی لکھا ہی کہ انہ علیہ السلام غزا دمشق ونصیبین واصاب الف فرس وقیل اصابہا ابوہ من العمالقۃ فورثہا منہ یعنی اور روایت کی گئی ہی کہ تحقیق اس سلیمان علیہ السلام نے جہاد کیا دمشق اور نصیبین پر اور پہنچا ہزار گھوڑوں کو اور کہا گیا ہی کہ پہنچا انکو باپ انکا عمالقہ سی پس وارث ہوا وہ سلیمان اُن گھوڑوں کا اس داؤد سے اور کشاف میں بھی اسی آیت کے ذیل میں اور یہی تفسیر معالم التنزیل اور بحر المعانی میں مع عبارت جو کہ بیضاوی میں لکھی ہی اور تبیح الابرار میں زمخشری نے لکھا ہی کہ وورث سلیمان من ابیہ الف فرس الخ یعنی اور وارث ہوا سلیمان باپ اپنے سے ہزار گھوڑوں کا اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہی کہ وہ گھوڑے موروثی تھے وراثت مالی حضرت سلیمان کی ثابت ہوئی اور روایت نحن معاشر الانبیاء لا نورث وضع کی ہوئی ابوبکر کی باطل ہوئی **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر ایسے مواقع میں محاورات عرب میں لفظ وراثت نہ بولا کرتے تو فی الجملہ جائے تامل تھی غیر شیعوں کو شاید خبر نہو پر حافظان کلام ربانی کو معلوم ہی کہ محاورات ساکنان عرب تو درکنار خود کلام ربانی میں جو ارباب فصاحت بلاغت کے نزدیک اعلی زبان میں کوئی کتاب یا کوئی عبارت اسکے ہمسنگ تو کیا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتی بہت مواقع میں وراثت علمی مراد ہی یہانتک کہ وراثت مالی کا کوئی احتمال بھی نہیں ہو سکتا فرماتے ہیں ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا جسکا یہ مطلب ہی کہ پھر ہمنے وارث کیا کتاب کا اپنے بندوں میں سے اُن لوگونکو جنکو چھانٹ لیا دوسری جا ارشاد ہی فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب اس سے بھی وہی وراثت کتاب یعنی علم کتاب مراد ہی مگر شاید خوش فہمان شیعہ کو یہاں یہ احتمال ہو کہ کتاب بھی تو مال ہی اور شاید وراثت مال ہی یہاں بھی ہو تو گو اس احتمال کو دفعہ کرنے کے لئے کاغذ کی سیاہ کرنیمیں اپنی نفسی کا اندیشہ ہی مگر بلحاظ قدر فہم شیعہ ناچار کچھ اشارہ ضروری ہوا اسلئے معروض ہی کہ اول آیہ میں تو بعد عبادنا کی فمنہم ظالم لنفسہ اور دوسری آیت میں بعد کتاب کے یاخذون عرض ہذا الادنی ہی سو تفریع فمنہم سے تو یوں ظاہر ہی کہ عطار کتاب کے بعد باعتبار عمل کے انکی تین حال ہو گئی کوئی ظالم رہا کوئی مقتصد کوئی

سو عمل علم پر متفرع ہوسکتا ہے نہ کہ اوراق اور جلد کتاب پر اور یا خذون کا لخریہ مطلب ہے کہ انکو کتاب کیا ملی دنیا ہی کمانے لگے یعنی رشوت لیکر امرار کی مرضی کے موافق مسئلے غلط بتانے لگے چنانچہ قرینہ الم یؤخذ علیہم میثاق الکتاب الا یقولوا علی اللہ الا الحق اسبات پر شاہد ہی اور ظاہر ہی کہ رشوت لیکر غلط مسائل بتانے بے علم کے نہیں ہوسکتے بہرحال اکثر مواضع میں لفظ وراثت سے وراثت علمی مراد ہی سو اس استبعاد کی بھی گنجایش نہیں کہ میراث کو علم سے کیا علاقہ **اقول** پہلے آدمی گفتگو کرنیکا سلیقہ پیدا کرلے اور دوسرے کے کلام کو سمجھ لے اسوقت گفتگو کری اور بے سمجھے ہی یہاں وہاں کرنے لگے تو اس سے کیا فائدہ ہی تمام قول اسکا لغو ہی اور حقیقت میں اس نے بیفائدہ کاغذ ہی کو سیاہ کیا ہی ورنہ شیعوں کا تو دعوی ہی نہیں ہی شیعہ کب کہتے ہیں کہ وراثت کا استعمال علم میں نہیں ہوتا بہ تو انکا دعوی ہی نہیں ہے اور کیونکر ایسا کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات کا انکار کریں جو کہ کلام اللہ میں آئی ہو جیسا کہ تو یہ بات کا انکار کرتا ہی شیعوں کا تو دعوی یہ ہی کہ مطلق وراثت بدون قرینہ کے وراثت مالی میں مستعمل ہوتی ہی جو کہ معنی حقیقی اسکے ہیں اور اگر کوئی قرینہ علم کا پایا جائے تو اسمیں مستعمل ہوتی ہی اور یہ معنی ... مجازی ہیں اور اورثنا الکتاب میں قرینہ وراثت علمی کا موجود ہی اسواسطے معنی مجازی مراد ہونگے اور آیہ وورث سلیمان میں کوئی قرینہ نہیں ہے اور ماقبل اور مابعد کی آیت میں وراثت علمی مراد لینی کو یہ لازم نہیں ہے کہ آیہ ورث سلیمان میں بھی وراثت علمی مراد ہو اکثر ہوتا ہی کہ معطوف کے کچھ معنی ہوتے ہیں اور معطوف علیہ کے کچھ معنی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** ہاں تامدکسی عربی جواں عمامہ بند شیعہ کے جی میں یہ کھٹکے کہ وراثت علمی وراثت مجازی ہی اور وراثت مالی وراثت حقیقی ہیں وراثت کے معنی حقیقی جیوٹا کہ بے ضرورت معنی مجازی لینے درست نہیں لہذا اگر ضرورت نہ ہوتی تو معنی حقیقی بھی نہ لیتے اسلئے گزارش یہ ہی کہ معنی معروف وراثت کا معنے حقیقی ہونا اور علم میں مجازاً مستعمل ہونا ہے اول تو مسلم نہیں علم میں بھی مثل وراثت اپنی معنی حقیقی پر ہی رہتی ہی الغرض وراثت کے معنی حقیقی دونو کو عام ہیں اور بظاہر اسکے معنی قائم مقام ہونیکے قریب ہیں بلکہ اگر بمعنی حاوی اور مسلط ہوجانے کے کہئے تو اور بھی انسب اور اولی ہے چنانچہ ظاہر ہوگا پر بسبب کثرت استعمال کی عرف فقہا میں بمعنی معروف میں خاص ہوگیا ہے ورنہ حقیقت میں وراثت کا اطلاق وراثت علم و وراثت منصب و توریث دونوں ہی صحیح اور درست ہے جیسا کہ وراثت مال پر اور دلیل اسکی کہ معنی وراثت مال بعد لفظ معروف ہوگیا ہے و اصلی معنی قریب قریب قائم مقام ہونے یا حاوی اور مسلط ہوجانے کی ہیں عام ہی کہ بطور معروف ہو یا بطور دیگر یہ ہی لہذا آیت میں کلام اللہ میں یہ لفظ مستعمل ہوا ہی وہاں وراثت علمی ہوسکی کیونکہ جو چیز میراث میں ملی ہی وہ مال ہی اور نہ میراث بطور معروف ہوسکے اسلئے کہ جن سے یہ بات نہیں ہوئی اگر ہی رشتہ داری تو درکنار قرابت دینی بھی نہیں بلکہ یہ مسلمان تو وہ کافر جنسے میراث بطور معروف پہنچتی بھی نہ پہنچتی ہاں اگر معنی قائم مقام ہے اور نیابت منصب کے لیجائے والبتہ معنی ... ہیں کہ ہی ... و اورثنا القوم ... و ... الارض ومعارہا التی بارکنا فیہا جسکے معنی یہ ہیں اور وارث بنا ہم نے ان لوگوں کو جو ملزم ہے مشرق اور مغرب زمین کا جس میں ہم نے برکت رکھی نظر استحسان اس میں جنکو زمین لائی وہ بنی اسرائیل تھے اور جن سے ... الی وہ وعون اور قوم فرعون تھی ان میں قرابت دینی تو کیا تتہ ... اسلام و ایمان بھی نہیں بلکہ یہ مسلمان تھے تو وہ کافر اگر بالفرض آپس میں ایسی رشتہ داری بھی ہوتی تب ظاہر یہ ہے کہ اس شریعت میں بھی مسلمانوں کو کافروں کی میراث نہ پہنچتی ہوگی بجز اسکے کہ میراث سے مراد قائم مقام ہونا اور وراثت منصب مراد ہو اور کوئی سبوت نہیں اس صورت میں وراثت علمی ہی جو معنی مجازی لینے اور نیوں کہنے کہ معنی حقیقی وراثت مالی ہی سب جانتے ہیں کہ وراثت میں جو چیز ملی وہ زمین ہی جو اصل مال ہی اور نہ یوں کہے بنے کہ وراثت بمعنی معروف ہے **اقول** بیشک وراثت علمی و وراثت مجازی ہے اور وراثت مالی وراثت حقیقی ہی اسواسطے کہ لغت اور شرع سے دونو سے یہی ثابت ہے صراح میں لکھا ہی میراث بے معنی میں کہ میراث مالیکہ ازمردہ ... شرع میں بھی میراث اسی معنی میں مستعمل ہی دیکھ لے فقہ کی کتابوں کو اور میراث کے یہ معنی کسی نے نہیں لکھے ہیں کہ وہ چیز کہ علم مردہ کا کسیکو پہنچے اور اگر تو بدیہی بات کو تسلیم نکری تو تیرے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہی جو کہ منصف اور سمجھ دار ہیں وہ تو تسلیم ہی کریں گے اور اگر تو خدا کا ہی انکار کرے تو اور وں کا بالقصان ہی بیضاوی تاج عروس حاشیہ کشاف میں آیہ یرثنی ویرث من آل یعقوب کی تفسیر میں لکھتا ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ وراثت انتقال کرنے اندوختہ کو طرف تیرے غیر تیری سے بغیر عقد کے کہتے ہیں اور بعد اسکے کہتا ہی کہ اس اندوختہ کو موروث اور میراث اور ارث اور تراث بولتے ہیں اور کہا جاتا ہی ورثت مالا عن زید و ورثت زید و ورث سلیمان داؤد و قال ورثہ ابواہ خلاصہ الثلث اب دیکھ تو وراثت کیا معنی لکھے ہیں اور علم میں بے قرینہ کے ہرگز وراثت اپنے معنی حقیقی پر مستعمل نہیں ہی اور نہ دونو معنی حقیقی میں اور نہ وراثت قائم مقام ہونے اور حاوی اور مسلط ہونے کے معنی میں ہی اور نہ کسی اہل لغت اور شرع نے اسکو لکھا ہی اور اگر ایسے معنی میں ہونیکا احتمال ہوگا وہ معنی بھی مجازی ہونگے کہ جو خلاف لغت کے ہیں اور لغت میں تو اسکے معنی زندہ کو مردہ کا مال پہنچنے کے ہی ہیں اور یہی معنی حقیقی میں اور جو استعمال فقہا کا ہی وہ بھی انہیں اور وراثت کا اطلاق وراثت علم اور وراثت منصب پر ہرگز مثل اطلاق وراثت مال کے نہیں ہے اسواسطے کہ اول میں اطلاق مجازی ہی اور ثانی میں اطلاق حقیقی ہی اور بندہ کہتا ہے کہ سوائے ان

معنی حقیقی کے جس معنی میں کہ وراثت کا لفظ مستعمل ہوگا وہ معنی مجازی ہونگے اور اپنے دعوی کی سند میں جو آیت لایا ہی وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا الخ میں معنی حقیقی ہیں وراثت کے یعنی وراثت کا مال اسمیں ظاہر ہی اور کچھ تردد اس میں نہیں ہی اسواسطے کہ بعد ہلاک ہونے فرعونیوں کے بنی اسرائیل انکے سب مال کے مالک ہوئے زمین کے اور باغ کے اور مکان کے اور سوا اسکے سب چیزوں کے کہ مردوں کا مال زندوں کو پہنچا یہی معنی لغت میں ہیں اور رشتہ داری کی قید نہیں ہے اگرچہ شرع میں لحاظ رشتہ کا ہے مسلمان کے مال کے واسطے ہونے کافر کے مال کے واسطے اور اس میں معنی حقیقی لغوی موجود ہیں اور اگر رشتہ نہیں ہے تو نہ ہو اور مسلمان کا مال میراث میں بستہ کافر کو نہیں پہنچتا ہی اور یہ کہاں ہی کہ کافر کا مال وراثت میں مسلمان کو نہیں پہنچتا اپنی طرف سے جو چاہتا ہی سو لکھتا اور مراد مشارق و مغارب ارض سے زمین شام ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی سو اس سب کے بنی اسرائیل وارث ہوئے اور قائم مقام ہونا اور حاوی اور مسلط ہونا وراثت کے معنے نہیں ہیں بلکہ وراثت کو لازم ہی کہ جب کوئی وارث ہوتا ہی تو اپنے مورث کے قائم مقام ہوتا ہی اور جائداد پر اسکے حاوی اور مسلط ہوتا ہی ورنہ اس جگہ وراثت علمی ہی اور نہ وراثت غصب ہے بلکہ وراثت مالی ہی کہ بنی اسرائیل فرعونیوں کے اور عمالقہ کے مال کے مالک ہوگئے بعد انکے مرنیکے **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ بھی جسکے یہ معنی ہیں کہ بیشک زمین اللہ کی ہی وارث کردے ہے جسے چاہی اپنے بندوں میں سے اور آخر بھلا ڈرنیوالوں ہی کا ہی وہی وراثت بمعنی قائم مقام ہونے کے ہی الغرض ان مواقع میں تو وراثت ظاہر میں بمعنی قائم مقام ہونے کے ہی اور غور سے دیکھئے تو حاوی ہوجانا اور مسلط ہوجانا مراد ہے کیونکہ آیہ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا میں جسکے یہ معنی ہیں کہ یہ وہ جنت ہے جو میراث دینگے ہم اپنے بندوں میں سے اسکو جو پرہیزگار ہوگا فقط حاوی اور مسلط ہوجانے کے اور معنی مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ یہاں قائم مقام ہونیکی بھی گنجایش نہیں اسلئے کہ جنت پہلے کسی اور کی قبضہ میں کب تھی جو پرہیزگاروں کو اسنے قائم مقام کیا اور جنت لوان سے چھین لیا اور مجاز آمیراث حضرت آدم علیہ السلام کہئے تو قطع نظر اسکے کہ جب تک حقیقی معنی بن سکیں مجازی کیوں لیجئے اسکا کیا جواب ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام تو جنت میں موجود ہونگے سو باپ کے ہوتے اولاد کے وارث ہونیکے کیا معنی بہرحال ایسے معنی عام جو تمام مواقع میں برابر صحیح ہوجائیں یہی معنی معلوم ہوتے ہیں کہ وراثت سے حاوی ہوجانا اور مسلط ہوجانا مراد ہو اور جب ایک معنی عام حقیقی بن سکیں جو سب مواقع میں صحیح ہوجائیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اسکے قائل ہوں کہ بعض مواقع میں معنی حقیقی لئے اور بعض مواقع میں معنی مجازی کیونکہ جیسا بے ضرورت معنے حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی مراد لینے درست نہیں ایسا ہی بے ضرورت اس کے قائل ہونا کب درست ہے کہ ایک جا معنی حقیقی لیں اور ایک جا معنی مجازی ہاں اگر معنی عام کے حقیقی ہونیکی کوئی صورت نہ ہوتو یوں ہی سہی معہذا قانون میراث لاریب قدیم سے قانون شریعت ہے کیونکہ ہر نبی کی شریعت میں کچھ کچھ اسکے قواعد ہیں اگر یہ بات سوم دنیا میں سے ہوتی تو تب یہ بات ہوتی تو اس صورت میں میراث مالی معنی شرعی ہوئی اور وضع لغت اصطلاح شریعت سے ہر قرن میں مقدم سمجھی جاتی ہی خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہو خواہ کسی اور نبی کا اور ظاہر ہے کہ اصطلاحات اقسام معنی حقیقی میں سے نہیں ہوتے بلکہ اقسام منقولات میں سے ہوتے ہیں تو لاجرم معنی حقیقی اور ہی ہونگے سو اگر وہ ہی ہوں جن میں عرض کی تو فبہا ورنہ جو کچھ ہوں ہی سہی ہمارا تو اتنا مطلب ہے کہ وراثت بمعنی معروف معنی حقیقی نہیں معنی اصطلاحی ہی **اقول** اس آیت میں بھی معنی حقیقی یعنی وراثت مال مراد ہی اسواسطے کہ خدا تعالی ایک شخص کو موت دیکر دوسرے کو اسکا وارث کردیتا ہی جو کہ مستحق وراثت کا ہی اور مورث کے مال کا وارث کو مالک کردیتا ہی بعد موت مورث کے پس مراد ہی معنی حقیقی وراثت کی سو وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ میں معنی مجازی مراد ہیں اسواسطے کہ اصل میں معنی وراثت کے یہ ہیں کہ انتقال مال مردہ کا طرف وارث کے اور وارث لوانکے مال کا مالک کردینا سو اس آیت میں وراثت کا لفظ مالک کردینے پر دلالت کردیتا ہی جو کچھ کہ جزو معنی ہیں اور کل معنی پر دلالت نہیں کرتا ہی جو لحاظ انتقال مال کا بھی ہو سو یہاں اطلاق وراثت کا جزو معنی پر ہی کہ وہ مالک کردیتا ہی اور یہی مجاز ہے یعنی یہ وہ جنتیں ہیں کہ مالک کردینگے ہم اپنے بندوں میں سے اسکو جو پرہیزگار ہوگا فقط اور اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی کہ وراثت کا لفظ تملیک اور استحقاق میں مستعمل ہوتا ہی اور بعضے کہتے ہیں کہ پرہیزگار آدمی وارث ہونگے دوزخیوں کے مکانوں کی جو کہ بہشت میں ہیں اگر اعمال نیک کرتے تو انمیں پہنچتے وہ مکان انکے خدا تعالی متقیوں کو دیدیگا کہ وہ وارث انکے ہوجائینگے اور یہ معنی حقیقی معنی کے قریب ہیں کہ اس میں انتقال بھی ہے دوزخیوں سے طرف متقیوں کے اور دوزخی بمنزلہ مردوں کے ہیں اور جو کوئی مالک ہوگا وہ حاوی اور مسلط بھی ہوگا لیکن بعد مالک ہونیکے ورنہ حاوی اور مسلط تو بے ملک بھی ہوجاتا ہی قہر اور غلبہ سے اسواسطے مراد وراثت سے یہاں مالک ہونا ہی بطور ابلغ کے اور قائم مقام ہونیکے معنی یہاں صحیح نہیں ہوسکتے ہیں اور حضرت آدم کی میراث بھی نہیں ہے اور جو معنی اسکے مناسب ہیں وہ ہم کہہ چکے اور اگر یہاں معنی حقیقی درست نہ ہوسکیں گے تو معنی مجازی مراد ہونگے اور یہ ہم کہتے ہیں کہ ہر مقام میں معنی حقیقی ہوتے ہیں اور معنی عام حاوی ہوجانا اور

مسلط ہونا وراثت کے معنی کسی نے نہیں لکھے ہیں بے سند ان معنی کا کیسے اعتبار کیا جائے نادر شاہ دہلی میں آکر حاوی اور مسلط ہو گیا اور محمد شاہ بادشاہ کو اُس نے مغلوب کر دیا تو چاہیئے کہ محمد شاہ کی زندگی ہی میں نادر شاہ کو کہنے لگیں کہ محمد شاہ کا وارث ہو گیا اور ایسا کوئی بھی نہ کہیگا اور معنی حقیقی تو وہ ہیں کہ اہل زبان نے وضع کیئے ہیں بھلا معنی حقیقی کسی اور شخص کے بنائے سے بھی بن سکتی ہیں کیونکر ہو سکتا ہی کہ ہندی آدمی عربی لفظ کے معنی اپنی طرف سے تجویز کریں اُسکے حقیقی معنی تو وہی ہیں جو واضع زبان عرب نے تجویز کئے ہیں اور مقامات مختلف ہوتے ہیں کہیں تو معنے حقیقی مراد ہوتے ہیں وہاں معنی مجازی کی کچھ احتیاج نہیں ہی اور کسی مقام میں معنی حقیقی نہیں بن سکتے وہاں معنی مجازی ہی مراد ہوتے ہیں لیکن اُسکے واسطے کوئی قرینہ بھی ہونا ہی جیسے کہ کوئی کہے کہ میں نے صحرا میں ایک شیر کو دیکھا کہ ایک گائے کو مار کر اُسکا لہو پی گیا اور گوشت اُسکا کھا گیا تو یہاں شیر کے معنی حقیقی ہی مراد ہوں گے اور اگر کوئی کہے کہ میں نے بازار میں ایک شیر کو دیکھا کہ وہ عطار کی دکان پر کھڑا ہوا دوائیں خرید کرتا تھا تو یہاں معنی مجازی ہونگے اور مراد شیر سے کوئی آدمی ہوگا اور معنی عام ہونیکی تو کوئی صورت نہیں ہے اسواسطے کہ معنی میراث کے لغت میں اُس چیز کے لیتے ہیں کہ جو مُردہ سے کسیکو پہنچے مال کی قسم میں سے اور یہ میراث کا وہ لفظ ہے کہ اُسکے معنی جو کہ لغت میں ہیں وہ ہی اصطلاح میں اہل شرع کے ہیں اصطلاح اور لغت میں کچھ فرق نہیں ہے اور معنی حقیقی وہ ہی ہیں جو کہ لغت میں لکھے ہیں **قال الشیخ الاشعری** - اب سنئے ایا وجود اصطلاح کے پھر اصطلاح بھی ایسی غالب نہیں کہ معنی حقیقی پر ترجیح ہو کیونکہ کلام اللہ میں اکثر مواقع میں معنی اصطلاحی کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا بہت سے کم ایسے مواقع ہیں کہ ظاہر وہاں معنی اصطلاحی کا احتمال ہو اور تلاش کیجے تو بجز اُن آیتوں کے جو متمسک شیعہ ہیں اور کوئی آیت نہ نکلی اور یہ ظاہر ہے کہ اُن آیتوں میں ہی احتمال ہی احتمال ہی اور پھر احتمال بھی ایسا کہ غور سے دیکھیئے تو وہ احتمال ہی محال ہی چنانچہ بخوبی واضح ہو چکا پھر کونسی ضرورت ہی کہ معنی حقیقی کو چھوڑ کر معنی منقول مراد لیجئے ہاں اگر خدا تعالی کی خود اصطلاح مقرر کی ہوئی ہوتی اور مثل صوم صلوۃ معنی اصلی مراد ہی نہ ہوا کرتی تو ایک بات بھی تھی اس تقریر آخر سے متحقق ہو گیا کہ وراثت علمی اور وراثت مالی معروف دونو معنی مجازی ہیں یعنی معنی غیر حقیقی ہی اور سلمنا کہ وراثت بمعنی معروف وراثت حقیقی ہی اور وراثت علمی وراثت مجازی لیکن مجاز متعارف اور مشہور جیسا استعمالات قرآن میں یہانتک کہ حقیقت معنی حقیقی کی برابری کرے چنانچہ دو آیتیں اس بات کی شاہد مذکور بھی ہو چکی ہیں ایک ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا دوسری فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى اور ظاہر ہے کہ یہ دونو وراثتِ علمی پر بخلاف دلالت کرتی ہیں پھر تامل اور توقف کی نوبت نہیں پہنچتی اور یہی مجاز متعارف کے معنے ہیں کہ ایسا مجاز حقیقت سے کم نہیں ہوتا جو یوں کہا جائے کہ بے ضرورت معنی مجازی مراد لینے درست نہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجئے تب بھی بات ہاتھ سے کہیں نہیں گئی اس لئے کہ اسمیں تو کسیکو کلام نہیں رہا وجود قرائن کے معنے مجازی کے مراد لینے میں کچھ دشواری ہی نہیں بلکہ وقت قرائن دالہ معنی حقیقی کا چھوڑ دینا اور معنی مجازی کا مراد لینا ضرور ہو جاتا ہی نہیں تو معنی مجازی کے استعمال کی کوئی صورت ہی نہ ہو سو اوّل تو حدیث کلینی سے بخوبی واضح ہو گیا کہ معنی حقیقی کے چھوڑنے اور معنی مجازی کے مراد لینے کی وجوہ عقلیہ اور نقلیہ مذکور ہوئیں پھر اب بھی معنی مجازی نہ ہوں تو پھر اب خود **اقول** پہلے اسمیں بحث ہو چکی ہے کہ معنی لغوی میں میراث کے وہ ہی اصطلاحی ہیں اور کلام اللہ میں بھی یہ معنی موجود ہیں اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے بہت جگہوں پر کہ وہاں معنی حقیقی کے سوائے آیات متمسک شیعہ اور جگہ بھی یہ معنی آئے ہیں چنانچہ فرماتا ہی خدا تعالی سورہ نساء میں کہ وَوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ اور بعد اسکے فرماتا ہی وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ اور آخر سورہ میں فرماتا ہی وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ جسجا کہ وراثت کا ذکر تھا وہاں خدا تعالی نے فرما دیا اور سارے قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے جو یہ آیہ یَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ اور آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ میں ہم کہتے ہیں صرف احتمال ہی نہیں بلکہ جو معنی کہ واقع میں اُسمیں ہی ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں اور جو احتمال کا پیدا کیا ہی اور جو احتمال کہ تو نے نکالے تھے ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہی اور جو کچھ کہ اُن آیتوں میں ہم کہتے ہیں وہ ہی معنی حقیقی ہیں اور سوائے اس معنی منقول نہیں ہیں بلکہ اس مقام میں لغت اور اصطلاح کا اتحاد ہی اور ہماری تحریر سے معلوم ہو گیا کہ وراثت علمی معنی مجازی ہیں اور وراثت مالی جسکا یہ معنی معروف ہیں ہی معنی حقیقی ہیں اور استعمال لفظ میراث مطلق کا علم میں بدون قرینہ کے ہرگز مجاز متعارف اور مشہور نہیں ہے اور دونو آیتوں میں میراث کا مقید ہونا کتاب کے ساتھ صریح موجود ہی اور وہ قرینہ اُسکا ہی وراثت علم کے اسواسطے اور ہاں اکلام میراث مطلق میں ہے کہ جو بدون قرینہ کے ہو وہاں بیشک معنی حقیقی ہی مراد ہونگے اور مجاز معنی حقیقی کے برابر شہرت میں اُسوقت ہوتے ہیں کہ جسوقت اسمیں کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ ہو اور وہ ہی مجاز استعمال میں حقیقت سے کم ہوتا ہی کہ جسمیں کوئی قرینہ پایا جائے اور یہ تو ہم نہیں کہتے ہیں کہ مجاز کا یہاں استعمال ہی نہیں ہوتا بلکہ جس جگہ قرینہ پایا جائیگا وہاں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کا ہی استعمال کرینگے لیکن آیہ یَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ اور آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ میں کوئی قرینہ نہیں ہے کہ جسکے سبب سے وراثت علمی کہ وہ معنی مجازی ہیں مراد لئے جائیں اور حدیث کلینی میں صریح قرینہ مجاز کا موجود ہی وہاں معنی حقیقی کیونکر مراد لئے جائینگے اور اس حدیث میں ہمکو معنی مجازی کا ہرگز انکار نہیں ہے ۔

قال الشیخ الاشعری اور بانیہمہ اور ایک ایسی دلیل ہی جس سے وراثت مالی کا آیت ورث میں بلکہ آیت وہب لی الخ میں بھی مراد نہونا اور وراثت علمی کا دونوں آیتوں میں مراد ہونا بتصریح ثابت ہوجاے اور شیعوں کو بھی اُسکے انکار میں مجال دم زدن نہو ہمارے پاس موجود ہی یعنی سوا اس روایت مذکور کے ایک دوسری روایت کلینی ہی کے جسکو شیعوں کو بھی بر سر و چشم ہی رکھنا پڑی اور در باب مطلب مذکور روایت سابق سے زیادہ کافی وافی ہی پیش نظر ہے بغرض دندان شکنی شیعہ اُس روایت کو زیب اوراق کرتا ہوں روی محمد بن یعقوب الرازی فی الکافی عن عبد الله جعفر بن محمد الصادق علیه السلام انه قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا درهما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیث نبیهم فمن اخذ بشیء منها فقد اخذ حظ وافر یعنی مطلب یہ ہے کہ محمد بن یعقوب رازی یعنی علامہ کلینی کافی میں ابو البختری کے واسطہ سے امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور یہ اس سبب سے کہ انبیاء نے میراث میں نہیں چھوڑا اور ایک نسخہ میں یوں ہی کہ میراث میں نہیں پایا کوئی درہم اور نہ کوئی دینار اُنہوں نے جو میراث میں چھوڑا ہی تو چند باتیں ہیں اپنی باتوں میں سے چھوڑا ہی ہیں سو جس نے کچھ اُنکی باتوں میں سے لیا تو اُس نے بڑا ہی کامل حصہ لیا فقط اس روایت ہی بتصریح معلوم ہوگیا کہ انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اُنکی علم کی البتہ علماء وارث ہوتے ہیں سو بعینہ یہی مطلب اُس حدیث کا ہی جو اہل سنت حضرت ابو بکر صدیق سے روایت کرتے ہیں اگر اُس روایت کو مولوی عمار علی صاحب اور دیگر علماء شیعہ جھوٹا بتلاتے ہیں تو یہ روایت بدرجہ اولی جھوٹی ہی مگر بایں لحاظ کہ وہ روایت صدیق ہی تو یہ روایت صادق ہی اور جھوٹوں کو سچوں کی بات کب پسند آتی ہی اس روایت کو جھوٹا بتلانے لگیں تو کیا عجب ہی بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت امام جعفر صادق سے بھی برگشتہ ہوجائیں اور کلینی کو بھی تبرا کرکے اُنکی کردار کو پہنچائیں لیکن اثبات میں اُنکو جب مشکل ہو کہ دین سے غرض ہو اگر دین سے غرض ہوتی تو صدیق اکبر سے ہی کیوں بگاڑتے بہرحال وہ تسلیم کریں نکریں حضرت امام ہمام جعفر صادق کا قول ہماری نزدیک صادق ہی اور اُنکی بات ہمارے سر و آنکھوں پر الحاصل بشہادت کلمہ انما جو باقرار شیعہ بھی مفید حصر ہی چنانچہ آیت انما ولیکم اللہ سے بزعم خود اسی بہروسہ لڑتے ہیں یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء نے سوا علم اور احادیث کی کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑی تو اس صورت میں لاجرم دونوں آیتوں میں میراث علمی ہی مراد ہوگی باقی شیعو کو اس بات کا اختیار ہی کہ اُسی معنی حقیقی کہکے تعبیہ کریں یا معنی مجازی اُسکا نام رکھیں اگر معنی حقیقی کہیں تو فبہا ورنہ مجاز کہیں اور مجاز بھی مجاز متعارف تب بھی اُنہیں مرحبا اور اگر ہماری ضد میں مجاز غیر مشہور و غیر متعارف کے قائل ہوں تب بھی کچھ اندیشہ نہیں چشم ما روشن دل ما شاد اس لئے کہ باوجود اسقدر ہجوم قرائن صارفہ کے جو در باب مراد نہونے وراثت مال مذکور ہوئی اور باوجود اسقدر کثرت وجوہ ارادہ وراثت علمی کے جو مسطور ہوئیں اگر وراثت علمی مراد ہو تو گو نمونہ وراثت مجازی ہی سہی تب عین حق و صواب ہے بلکہ اگر بالعکس ہو خطاء فاحش و غلطی بین اور قواعد دلالت کی رو سے غیر جائز اقول ایسی کوئی دلیل نہیں ہی کہ جس سے وراثت مالی کہ آیہ و ورث سلیمان میں اور آیت ہب لی میں مراد نہونا ثابت ہو اور وراثت علمی ثابت ہو اور روایت کلینی کی جو لکھی ہی اول تو یہ ہی کہ راوی اسکا ابو البختری ہی کہ جو سنی ہی اور ابو بکر کے مریدوں میں سے ہے چنانچہ ملا صدرا نی شرح کافی کلینی میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہی کہ ابو البختری وهب بن وهب روی عن ابی عبد الله وکان کذابا عامیا اکان لہ احادیث من جعفر بن محمد کلها لا یوثق بها وله احادیث مع الرشید فی الکذب یعنی ابو البختری بن وہب نے روایت کی ہی ابو عبد اللہ علیہ السلام سے اور تہا وہ دروغ گو عامی مگر اُس کی پاس حدیثیں جعفر بن محمد کے تہیں کہ وہ کل قابل اعتماد کے نہیں اور اُسکے پاس حدیثیں تہیں ہمراہ رشید کے جھوٹ میں اور دوسرے یہ کہ اس شیخ کا مطلب ہی اُس سے ثابت نہیں ہے اسواسطے کہ اُس میں ذکر علماء کی وراثت کا ہی نہ اُنکی غیر کی وراثت کا کہ علم میں علماء ہی وارث انبیاء کے ہوتے ہیں نہ غیر اُنکی اور نفی اُسمیں درہم اور دینار کی وراثت کی ہی نہ زمین وغیرہ کی کہ انبیاء مورث درہم اور دینار کے نہیں ہوتی ہیں نہ یہ کہ زمین کی بھی مورث نہوں اور سبب اسکا یہ ہی کہ درہم اور دینار کہ جو جمع کرنا اُنکا مذموم ہے اور مخت پر دلالت کرتا ہی اُسکو بعد انبیاء علیہم السلام نہیں چھوڑتے ہیں تاکہ اُسکے مورث ہوں لیکن درہم و دینار کا مورث نہونا اسپر دلالت نہیں کرتا ہی کہ زمین وغیرہ کی بھی مورث نہوں اور ہمارا کلام زمین میں ہی اور اُسکی نفی وراثت روایت میں مذکور نہیں ہے اور حاصل اس روایت کا یہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام واسطے علماء کے سوا علم کے چیز دیگر قسم درہم و دینار سے میراث نہیں چھوڑتے ہیں اگرچہ کلمہ انما کا اگرچہ حصر کے واسطے ہی لیکن وہ حصر واسطے علماء کی ہی اسواسطے کہ اُنکی ہی وراثت کا ذکر ہی اس صورت میں معنی اسکی یہ ہونگے کہ نہیں وارث کئے جاتے ہیں انبیاء علیہم السلام علماء کے مگر احادیث کی کہ علماء جو وارث ہوتے ہیں تو اُنکی احادیث کے وارث ہوتے ہیں نہ اور چیز کی اور سوا علماء کی اور کسیکی وراثت کا ذکر نہیں ہے اول کہ فقرہ کے قرینہ سے اور اس آیت کی شرح میں ایک اور وجہ ہمارے علماء نے لکھی ہی کہ جسکے سبب سے اس روایت پر کسطرح کی اعتراض نہیں ہوسکتا اور حصر بھی کلمہ انما میں حقیقی ہی باقی رہتا ہی اور وہ یہ ہی کہ لم یورثوا کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہی اور ایسے ہی اورثوا کے بعد کہ جو علماء کی طرف راجع ہی اور محذوف ہونا ضمیر مفعول کا کلام فصحاء عرب میں بلکہ کلام ربانی میں بہت آیا ہی جیسے کہ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ اور مختصر معانی میں دو شعر حضرت علی کے لکھے ہیں الٰہی عبدک العاصی اتاک مقرا بالذنوب وقد دعاک + فان تغفر فانت لذاک اهل وان تطرد فمن نرجو سواک اور جیسے کہ اصطفے کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہی ایسے ہی ان شعروں میں تغفر اور تطرد اور نرجو کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہی اور یہی لم یورثوا اور اورثوا کا حال ہی کہ اُنکے بعد بھی ضمیر مفعول کی محذوف ہی اس صورت میں یہ روایت اسطرح سے ہوگی کہ ان العلماء ورثة الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوهم درهما ولا دینارا وانما اورثوهم احادیث من احادیثهم یعنی تحقیق علماء وارث انبیاء علیہم السلام کے ہیں اور

یہ اس سبب سے کہ انبیاء نے میراث میں نہیں دیا ہی اُن علماء کو درہم کو اور نہ دینار کو اور سوائے اسکے نہیں کہ میراث میں دیا ہی اُنکو احادیث کو احادیث اپنی میں سے سو جس نے اُنکی باتوں میں سے لیا تو حصہ پورا لیا اب معنی اس حدیث کے بہت درست ہوگئی کہ کسی طرح سے گنجایش اعتراض کی اس حدیث پر باقی نرہی اور اس حدیث میں اور روایت لا نورث ما ترکناہ صدقہ میں برات اور دین کا فرق معلوم ہوگیا اور حصر اضافی بھی ہوسکتا ہی جیسے کہ آیہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ الخ میں ہی اور حالانکہ سوا اشیاء مذکورہ کے اور بہت چیزیں حرام ہیں اور ایسا ہی اس روایت میں ہے کہ بہ نسبت بعض کی ہی اور قرینہ بعض کے ہونیکا اسمیں موجود ہی اور آیہ انما ولیکم اللہ میں کوئی قرینہ حصر اضافی کا نہیں ہے بلکہ وہاں حصر حقیقی مراد ہی سوا سطے اس کہ ہماری کتابوں میں ایسی روایتیں بھی موجود ہیں کہ جو دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ ہر امام نے دروازہ ائمہ علیہم السلام میں سے اپنے اپنے زمانہ میں حالت رکوع میں سائل کو انگشتری دی ہی اس صورت میں اگر مراد آیہ انما ولیکم اللہ میں حصر حقیقی ہوگی تو بھی کوئی اس حصر سے خارج نہوگا اور اس روایت سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہی کہ انبیاء مطلق مال کے مورث نہیں ہوتے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہی کہ درہم اور دینار کے مورث نہیں ہوتے ہیں زمین اور سوائے اسکے اور اسباب اور آلات اور ثواب کے کہ جنکا میراث اہل بیت میں ہونا ثابت ہی اور روایت ابوبکر میں اور اس روایت میں بڑا فرق ہی یہ روایت مثل اُس روایت کے کیونکر ہوگی کہ یہ روایت درصورت تسلیم جھوٹی نہیں ہے اور روایت ابوبکر کی جھوٹی ہی کہ اُسکو اہل بیت علیہم السلام نے اور حضرت عباس نے تسلیم نہیں کیا ہی اور اس روایت کو ہمنے تسلیم کرلیا کیسے ہی ہو اور جواب اُسکا دیدیا اور اگر ہم مضمون صحیح پیدا کریں تسلیم کرکے بلکہ جھوٹا ہی کہیں روایت کلینی کو بسبب مخالف ہونے کتاب خدا کے اور روایت کرنے سنی کے تو ہمارا کیا نقصان ہے، اور تم اگر روایت ما ترکناہ صدقہ کو جھوٹا کہو تو ابوبکر کی خیر نہیں ہے اور اپنے مذہب سے ہاتھ اُٹھاؤ اور ہم امام جعفر صادق علیہ السلام سے برگشتہ کیونکر ہوسکتے ہیں کہ مدار ہماری مذہب کا اُنکی روایتوں پر ہی اور جواب اُس روایت کا ہم دیچکے اور برگشتہ تو اُنسے تم ہو کہ تمہاری اصول میں اُنکا اعتبار ہے نہ فروع میں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے تو ہمکو برگشتہ ہونیکو تو کسوا سطے کہتا ہی ہمکو اس روایت کا یقین ہی نہیں ہی کہ اُن حضرت نے ایسا فرمایا ہو اگر برگشتہ ہونیکو کہتا ہے تو ابوالبختری سے برگشتہ ہونیکو کہہ کہ جسنے یہ روایت کی ہی اور وہ تیرا بھائی ہی اور دین سے غرض تمکو نہیں ہے کہ ابوبکر کے عیوب کی اصلاح میں دین اپنا کھوتے ہو اور اگر یہ روایت واقع میں صحیح بھی ہو تو تیرا مطلب اُس سے ثابت نہیں ہوتا چنانچہ ہم لکھ چکے اور انما جو کلمہ حصر کا ہی اُسکا جواب بھی ہم دی آئے ابتدا میں جا دیکھ لے اور آیت انما ولیکم اللہ میں جو کلمہ حصر ہے اُسکا حال بھی ہم بیان اچکے اور یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوئی اور روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑی بلکہ ثابت ہی کہ علماء انبیاء علیہم السلام کی سوائے احادیث کے اور کسی چیز کو وارث نہیں ہوتے اور جب وہ ثابت نہوا تو دونو آیتوں میں وراثت علمی مراد نہوگی کہ آیتوں میں مطلق وراثت کا ذکر ہی اور روایت میں قرینہ علم کا موجود ہے سوا سطے روایت میں وراثت علمی مراد ہی اور اگر مجاز متعارف بھی تسلیم کیا جائے اُس میں بسبب قرینہ کے تو ہوا کرے اُس میں ہمارا کیا نقصان ہی ہم تو یہ کہتے ہیں کہ بدون قرینہ کے معنے حقیقی مراد ہونگے ہمارا تو کلام اُن دونوں آیتوں میں ہی کہ اُن میں کوئی قرینہ وراثت علمی کا نہیں ہی اور اگر اور آیتوں میں اور روایتوں میں قرینہ کے سبب سے مجازاً وراثت علمی مراد ہوگو مجاز متعارف ہی ہو تو ہمکو کیا ضرر ہی **قال الشیخ الاشعری** بہرحال آیت وورث میں جیسے بقرائن و دلائل سابقہ وراثت مالی کا مراد نہونا ثابت اور متحقق ہوگیا تھا ویسے ہی اب بوجوہ دلائل مذکورہ یہ بھی متحقق ہوگیا کہ وراثت علمی مراد ہی علی ہذا القیاس جیسے قرائن و دلائل مسطورہ بالا سے یہ متیقن ہوگیا تھا کہ آیہ وَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوبَ میں وراثت مال مراد نہیں اب بشہادت روایت ثانی کلینی یہ تو ثابت ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وراثت علمی مراد ہی چنانچہ ظاہر اور بعد ادا شہادت اس روایت کے اسکی صاحبت کہہ رہی ہی کہ پہلے قرائن اس بات کے بھی ذکر کئے جاویں کہ آیت وہب لی میں بھی بدستور آیہ وورث وراثت علمی ہی مراد ہی کیونکہ روایت مذکورہ سے پڑھ کر شیعوں کے مقلدین اور کونسی دلیل و برہان متمکن ہوگی اس روایت کے ذکر کرنے میں شیعوں کی ویسی مثال ہوگئی جیسے کہا کرتے ہیں اُنہیں کی جوتی اُنہیں کا سر **اقول** آیہ وورث سلیمان میں بقرائن دلائل سابقہ وراثت مالی کا مراد ہونا ثابت ہوگیا تھا ویسے ہی اب بوجوہ دلائل مذکورہ یہ بھی متحقق ہوگیا کہ وراثت علمی اُس آیت میں مراد نہیں علی ہذا القیاس جیسے دلائل و قرائن مسطورہ سے یہ متیقن ہوگیا تھا کہ آیہ وَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوبَ میں وراثت مال مراد ہی اب روایت کلینی سے بھی ثابت ہوگیا کہ آیت مذکورہ میں وراثت علمی مراد نہیں ہے چنانچہ ظاہر ہے اور ہم اسکو ثابت کرآئے ہیں اور اس روایت سے شہادت اس امر کی ہرگز نہیں ادا ہوئی کہ آیت وہب لی اور آیت وورث سلیمان میں وراثت علمی مراد ہو بلکہ وراثت مالی بدستور ثابت ہی سوا سطے کہ روایات اہل سنت صاف صاف وراثت مالی پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ پہلے اُس سے ہم تفسیر کبیر اور تفسیر معالم التنزیل سے لکھ چکے ہیں کہ ابن عباس اور حسن بصری اور ضحاک اور شیعے وغیرہ جو کہ مفسرین اہل سنت ہیں انکے نزدیک وراثت مالی مراد ہی اور بیضاوی اور کشاف اور کنز العمال سے ہم یہی لکھ چکے ہیں کہ حضرت سلیمان کو حضرت داؤد سے وراثت میں گھوڑے پہنچے ان روایتوں کی بیان کرنے میں سنیوں کے وہی مثل ہوگئی جیسے کہا کرتے ہیں اُنہیں کی جوتی اُنہیں کا سر اور روایت کلینی جسکا راوی ایک سنی ناصبی ہے باوجود اسکے پھر بھی اُس سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا ہی کہ انبیاء کا کوئی وارث نہو **قال الشیخ الاشعری** مگر نظر بر مزید تحقیق و خوشنودی اہل سنت و پشیانی شیعہ کچھ قدر قلیل اور بھی چھیڑ چھاڑ سہی اسلئے عرض ہی اگر لفظ ولی اور جملہ وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقرا کو جو آیت فہب لی من لدنک الخ سے متصل ہی پہلے واقع ہی

بنظر غور دیکھا جاوے تو عیاں ہوجاوے کہ مقصد حضرت زکریا علیہ علے نبینا الصلوٰۃ والسلام فقط طلبگاری جانشین اور خواستگاری خلیفہ نیک آئین ہے اس دعا کے وقت جسکا اس سورہ مریم میں قصہ مذکور ہے تمنا عطاء فرزند تھے کونسی اور وقت میں بھی دعا مانگی ہو اسواسطے کہ لفظ ولی باتفاق اہل لغت بمعنی فرزند ہرگز نہیں آتا البتہ بمعنی ولیعہد اور جانشین آتا ہے اور اسپر لفظ موالی من ورائی کا قرینہ خود اسی پر دلالت کرتا ہے کہ گو لفظ ولی مثل لفظ مولی بمعنی متعدد آتا ہے لیکن یہاں یہی معنی مراد ہیں کیونکہ موالی کے ساتھ لفظ من ورائی جو لگا ہوا ہے وہ بلے سکے کہ موالی سے معنی مذکور ہی مراد ہوں صحیح نہیں ہوسکتا اطمینان کے لئے ترجمہ مرقوم ہے اعنی اپنی بنی اعمام اور اپنی اقرباء سے اندیشہ ہے یعنی یہہ ڈر ہے کہ وہ لوگ منصب خلافت نبوت کے لایق نہیں اگر وہ لوگ میرے جانشین ہوئے تو اُن سے حمایت احکام خداوندی تو معلوم الٹی تبدیل اور تحریف کا کھٹکا ہے اور اپنی اولاد ہونیکی توقع نہیں جو یہی امید ہو کہ شاید کوئی فرزند لایق فائق پیدا ہوجاوے کیونکہ میری عمر بانجھ ہے اسلئے یہ عرض ہے کہ مجھے ایک ایسا جانشین عنایت فرما جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو اور اُسکو اپنی مرضی موافق کرے یہی فقط ظاہر ہے سیاق میں موالی کے معنی بجز قایمان مقام اور خلفا کے اور کچھ نہیں ہوسکتی تو لاجرم ولی بھی جو اُسی مادہ سے مشتق ہے بمعنی ولیعہد اور جانشین ہی ہوگا اور اگر بفرض محال ولی معنی فرزند بھی ہو تو موالی بھی بمعنی فرزندان مولا ظاہر ہے کہ حضرت کے اول تو فرزند تھا ہی نہیں اور اگر تھا بھی تو پھر تمنا فرزند کس لئے کہ بھی وراثت کے قابل سبھی فرزند ہوتے ہیں نیک ہوں یا بد باقی رہا مضمون پسندیدہ الٰہی ہونیکا اگر بالفرض بفرض محال کوئی فرزند بد اطوار ہی تھا اور اس لئے دوسرے فرزند نیک کے طلبگاری تھی تو اُسی کے حق میں دعا لیوں فرمائی اور موالی کے لئے جو دعا نفرمائی تو یہہ وجہ ہے کہ تمام برادری بلکہ تمام کنبے کے ساتھ آدمی کو ایسی نہیں ہوتی جو اُنکی خواہ مخواہ دعا ایسی تہ دل سے نکلی یہ معاملہ اگر ہوتا ہے تو اپنی ہی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے کہ اگر اُسکو بد اطوار دیکھی تو خواہ مخواہ جی پر ٹہہ جاوے اور اصلاح کی دعا بے اختیار دل سے نکلے سو یہ بھی اتنا تو یقیناً معلوم ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا کے وقت تک کوئی فرزند نہ تھا نیک نہ بد تو معلوم ہوا کہ موالی سے وہی لوگ مراد ہیں جو بظاہر اُنکے جانشین ہونیکا دہیان تھا کیونکہ جملہ بظاہر غیر ہی کی طلبگاری کی علت ہے کیونکہ حاصل معنی بظاہر یہ ہیں کہ میرے تو فرزند ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کوئی جانشین ہی سہی اور جب جانشین لوہی غیر ہو تو پھر وراثت مندرجہ آیت بجز وراثت علمی اور وراثت منصبی کے صحیح نہوگی اور یہ بھی نہیں جب ولی بمعنی جانشین ہوا تو وراثت وراثت علمی ہی مراد ہوگی وہ اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور یہہ دعا کچھ مستبعد نہیں لیونہ جیسے جہان دنیا اور اہل دنیا فرزند اور خلف رشید کے طلبگار ہوتے ہیں ایسی ہی اہل علم و فضل اور مرشدان صاحب کمال کو خلیفہ راشد اور جانشین کامل کی تمنا ہوا کرتی ہے بلکہ ایسے لوگوں سے تمنا فرزند البتہ مستبعد ہے **اقول** یہ شیخ پہلے اس سے لکھ چکا تھا اور اُسیکا پھر اعادہ کیا کہ جسکا جواب سنکر اہل سنت پشیمان اور شیعہ خوش ہوں اور عبث قرآن میں تحریف کرتا چلا جاتا ہے اور فضول اور بے فائدہ مضمون سے کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اور ایسی گفتگو کرتا ہے کہ جو سنیوں کے مذہب موافق ہو نہ شیعوں کے قلندروں کا سا کلام ہے کسینے ایک قلندر سے پوچھا کہ ڈاڑھی کسواسطے منڈاتا ہے کہا کہ قرآن میں آیا ہے **کلا سوف تعلمون** یعنی اپنی کلہ اسواسطے کہوا ایسا ہی اسکا کلام ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ حضرت زکریا کو تمنا عطاء فرزند تھی یہہ لکھنا اسکا بالکل غلط ہے اور مخالف ہی تحریر جمیع مفسرین کے بلکہ تمنا اُنکو فرزند ہی کی تھی اور اسیواسطے دعا مانگی تھی اور جب فرزند پیدا ہوگا تو وہ بعد رضیلے جانشین ہوہی گا لیکن دعا جانشین کے طلب کرنیکی نہ تھی بلکہ طلب فرزند ہی کی دعا تھی چنانچہ بیضاوی میں مذاہنیا کی تفسیر میں لکھا ہے **لئلا یلام علی طلب الولد فی آیام الیأس** یعنی تاکہ نہ ملامت کیا جائے طلب فرزند پر یہ وقت بڑہاپے کے اس سے طلب فرزند معلوم ہوا اور **ولم اکن بدعائک رب شقیا** کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وتنبیہ علی ان الموعود لہ وان لم یکن معتادا یعنی اور تنبیہ ہے اسپر کہ طلب کی گئی چیز اگرچہ بتہی باعتبار عادت کے اور عادت میں بوڑہے آدمیوں سے فرزند کا وجود میں آنا نہیں ہے اور حاشیہ میں مدعو سے مراد فرزند ہے اور **ولیا** کی تفسیر میں لکھا ہے من صلبی یعنی ولی مجھکو عطا کر میرے صلب سے اور بعد اسکے خدا تعالیٰ فرماتا ہے **یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی** یعنی اے زکریا خوشخبری دیتے ہیں ہم تجھکو ایک لڑکے کی کہ نام اُسکا یحیی ہے اب دیکھو کہ برابر فرزند کا ذکر چلا آتا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ تمنا عطاء فرزند کی تھی اور اگر جانشین ہی طلب کرنا منظور تھا تو جانشین تو ہر کوئی ہو سکتا ہے اگر وہ قابل جانشینی کے ہو اور یہ کیوں کہا کہ **ولیا من صلبی** جیسا کہ بیضاوی میں ہے اور یہ کہا کہ سر میرا سفید ہوگیا ہے اور زوجہ میری بانجھ ہے اور میں بڑہاپے سے سوکھ جانے کو تو اسواسطے کہا کہ ایسی حالت میں میرے جیونکر فرزند پیدا ہو تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ علی ہین وہ مجھپر آسان ہے کہ میں تجھکو پیدا کر دیا تھا جبکہ تو کوئی چیز نتھا اب فرمائے کہ یہ فرزند کی خواستگاری کی دعا ہے یا کسی جانشین کی کہ میرے فرزند تو پیدا ہی نہوگا بسبب بانجھ ہونے زوجہ کے کوئی جانشین ہی عطا کر دی کیسکے عقل میں ہی یہ آتا ہے اور اگر جانشین طلب کرنا منظور تھا تو بہتیرے آدمی ہونگے کیسکو قابل پاکر جانشین کر دیا ہوتا اور اگر کوئی اس قابل نتھا تو سب اسکے ارتے تو کیسکے اصلاح کی دعا کی ہوتی اپنی قریبوں میں سے یہ کیوں کہیں کہ بخش تو اسکو اور تعجب ہے کہ حضرت زکریا کو تو اپنے مابعد کا یہ خیال ہوا کہ اصلاح اُمت کے واسطے اور اجرا احکام خدا کے واسطے خلفاء اور جانشین طلب کیا اور پیغمبر آخر الزمان کہ جنکے بعد کوئی پیغمبر نہوگا اور خود حضرت ہی جانتے تھے کہ میرے بعد کوئی بھی نہوگا تو میرے کوئی جانشین اور خلیفہ خدا تعالیٰ سے طلب نکیا کہ جو اصلاح اُمت کے کرتا رہتا اور احکام خدا کے جاری کرنے میں کبھی غلطی نکرتا اور دوسرونکی طرف نہ دیکھتا کہ یہ کچھ درستی کر دی اُسکو بھی اُمت ہی کی رائے پر چھوڑ دیا کہ جسکو چاہیں خلیفہ کر دیں کیا ہی ہو اگر ایسا ہی ہے تو حضرت زکریا کچھ پیغمبر آخر الزمان سے تو زیادہ نتھے اُنہوں نے بھی اپنے جانشین کو اُمت ہی کی رائے پر چھوڑ دیا ہوتا جسکو چاہتے خلیفہ کرتے کیسا ہی تو ایسی عاجزی سے

طلب جانشین کیے واسطے کیوں دعا کے بہلا خیال میں بھی آتا ہے کہ افضل المرسلین تو جبکا دین قیامت تک رہیگا اپنی جانشین کو خدا تعالی سے طلب نکری اور حضرت زکریا جنکی امت کے تھوڑے سے آدمی ہونگے اور چند روز کی نبوت تھی وہ اپنی بعد کے واسطے جانشین طلب کرے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ اور لفظ ولی کے معنی اگرچہ لغت میں پسر کے نہیں لکھی ہیں لیکن ولی کا لفظ شامل پسر کو بھی ہی اسواسطے کہ ولی اُسکو کہتے ہیں کہ بعد مرنیکے جبکا امر کہ جس کسی کے نزدیک اور پیوستہ ہو وہ ولی اُسکا ہوتا ہی اور وہ وارث اُسکا ہی چنانچہ تفسیر بیضاوی میں آیۃ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا کی تفسیر میں لکھا ہی کہ لولیہ ای للذی یلی امرہ بعد فقدہ وھو الوارث اور زیادہ وارث اور جس سے کہ نزدیک امر مرنیوالیکا ہوتا ہی پسر سے بڑہ کر اور کوئی نہیں ہوتا ہی اسواسطے ولی سے مراد یہاں پسر ہی ہی اور نہ ولیعہد بہادر اور من ورای کا قرینہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی کہ حضرت زکریا کے پسر پیدا ہونوا اپنے باپکا وارث ہوکر انکی جایداد پر قابض ہوجاتا نہ انکی اعلام وغیرہ انکی جایداد کو خود بردنکرنے پائیں اور بیجا اور غیر مرضی خدا میں صرف نکرنے پائیں یہی اسکا مطلب ہی اور بہت صحیح اور درست ہی اور ترجمہ جو اس آیت کا کیا ہی وہ صحیح نہیں کیا اوّل تو یہ کہ منصب خلافت کا کچھ خوف ہی نتھا اس لئے کہ کوئی خود بخود تو خلیفہ ہو ہی نہیں جاتا لوگوں کے کہے سے ہوتا ہی موافق مذہب اہل سنت کے جیسا کہ ابوبکر کو لوگوں نے خلیفہ کرلیا پھر حضرت زکریا کو اسکی کیا فکر تھی بعد اُنکے لوگ خود کسیکو چھانٹ کر لیتے جو کہ تبدیل احکام کی نکرتا کیا ابوبکر نے تبدیل احکام کئی تھے جو وہ کرتا اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ کے باب امامت میں لکھا ہی کہ کسی پیغمبر نے خلیفہ اپنا مقرر نہیں کیا ہی بلکہ اُمت کی رائی پر چھوڑ دیا ہی تو کہاں سے کہتا ہی کہ حضرت زکریا نے خلیفہ اور جانشین طلب کیا تھا اور جسوقت کہ وہ ولی جواد اور جانشین پیغمبر کا ہوا تو یا تو پیغمبر ہوگا یا غیر پیغمبر کہ بسبب وراثت علم پیغمبر کے متبع جمیع صفات حمیدہ اور فضائل پسندیدہ ہوگا پھر بعد اُسکے رضیاً ہونیکی دعا کرنی کہنا کہ واجعلہ رب رضیاً کیا معنی رکھی کہ یہ لغو اور بیفائدہ ہوجاتا ہی اور تبدیل احکام کے لئے خصوصیت نبی اعلام کی کیا ہے جو شریر ہوگا وہ بدلے گا ایسا کہنا چاہئے تھا کہ میں اشرار اُمت سے بیزار ہوں اور اگر خدا تعالی کسیکو خلیفہ کردیتا تو کیا نبی اعلام وغیرہ تبدیل احکام نہیں کرسکتے تھے اُنکو کون مانع تھا اور کس نے فرمانبرداری کی حضرت زکریا اور یحیی کے یہاں تک کہ ظالموں نے دونوں باپ بیٹوں کو قتل کرڈالا اور آخر جانشین طلب کیا تھا وہ کون تھا بیٹا تو حضرت زکریا کا نہتا اسواسطے کہ تو کہہ چکا ہی کہ فرزند کے طلب کرنیکی دعا نہتی اور خدا تعالی نے دی تو وہ چیز دی کہ جسکی آرزو نہتی پھر دعا اُنکی کیونکر مستجاب ہوئی کہ اُنہوں نے فرزند کا غیر طلب کیا تھا نہ فرزند اور دیا خدا تعالی نے فرزند اور حال ہی کہ خدا تعالی نے فرزند ہی طلب کیا تھا نہ کوئی جانشین چنانچہ سورہ آل عمران میں بھی خدا تعالی نے حضرت زکریا کی دعا کا ذکر کیا ہی اور اُس دعا میں تصریح طلب اولاد کا ذکر ہے چنانچہ فرماتا ہی وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً یعنی اور بخش تو مجھکو اولاد پاکیزہ اور اگر خدا تعالی کسیکو پیغمبر کا جانشین کرے تو کیا وہ موافق مرضی خدا کے نہوگا جو اُسکے کہنے کی احتیاج ہوئی کہ اپنی مرضی کے موافق بھی اُسے کرو اور موالی کے معنی ہرگز قایمان مقام کے نہیں ہیں اس مقام میں اور یہ کسیسے نہیں لکھا ہی اور یہ کوئی نہیں کہتا ہی کہ حضرت زکریا کے دعا سے پہلے فرزند تھا فرزند ہوتا تو دعا کیوں کرتے اور جو یہ کہا ہے کہ موالی کے لئے جو دعا نصرانی اسوجہ سے سب غلط ہے دعا ہر ایک کے واسطے ہوسکتی ہے بلکہ موالی ہی کی اصلاح کی دعا کرنی چاہیے تھی اُنکی جانشین ہونیکا دعا بیان تھا یہ بیان موالی میں سے تو خدا تعالی کسیکو حضرت زکریا کی دعا سے لایق جانشینی کے نہیں کرسکتا تھا اور اُنکی غیر کو کرسکتا تھا یہ ترجیح بلامرجح کیونکر درست ہوا اور اسکی کیا وجہ ہے کہ غیر کی طلبگاری ہو اور اُنکی طلبگاری نہو اور ہرگز ظاہر معنی کا یہ نہیں ہے کہ فرزند تو میرے نہیں ہوسکتا کوئی جانشین ہی سہی قرآن میں کیوں تحریف کرتا ہی کیا حضرت زکریا خدا کی قدرت کے منکر تھے جو ایسا گمان کرتے اور کہتے کہ فرزند تو میرے ہو ہی نہیں سکتا بلکہ یہ کہا کہ میں بوڑھا ہوں اور زوجہ میری بانجھ ہی فرزند میرے کیونکر ہو کہ خلاف عادت ہے خدا تعالی نے فرمایا کہ مجھپر یہ آسان ہے اور غیر جانشین کو نہ تو حضرت زکریا نے طلب کیا نہ خدا تعالی نے کوئی غیر اُنکو دیا بلکہ فرزند طلب کیا تھا سو خدا تعالی نے فرزند عطا کیا اور فرزند کا طلب کرنا ہم مفصل پہلے اس سے ابتدا میں لکھ چکے ہیں اور جب فرزند کا طلب کرنا ثابت ہوا وارث ہونیکے واسطے تو وراثت مالی مراد ہوگی اور جو کہ جانشین ہوگا آخر میں وہ فرزند ہی تھا نہ غیر فرزند اور ارباب علم وفضل کو طلب فرزند ممنوع نہیں ہے نہ مذموم ہی بلکہ حدیث میں آیا ہی حضرت صلعم نے فرمایا کہ کثرت سے نکاح کرو تاکہ اُمت میری بڑہے اور زیادہ ہو اور خدا تعالی جو فرماتا ہی کہ دانکو الا یامی منکم کیا طلب اولاد کے لئے فرماتا ہی یا مزہ حاصل کرنیکے واسطے شاید حضرت زکریا کی اُمت میں طلب اولاد کا حکم نہو اور تعجب ہے ارباب علم وفضل اور مرشدان صاحب کمال کو تمنا خلیفہ راشد اور جانشین کامل کے ہو اور رسول خدا صلعم جو سب سے افضل تھے اور دین بھی اُنکا قیامت تک تھا اور لوگوں کے گمراہ ہوجانیکا بھی مظنہ تھا وہ کوئی اپنا جانشین طلب نکرے اور لوگوں کی رائی پر چھوڑ دے کہ وہ جہلا کو جانشین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردیں قال الشیخ الاشعری اور یہ جو بعض اوہام میں حضرت زکریا کے دعا میں بجائے ولی لفظ وزیر ہے جو باتفاق معنی اولاد کے کلام اللہ میں منقول ہی تو اس سے یہ لازم نہیں کہ سورہ مریم میں بھی اس دعا سے اولاد ہی مطلوب ہو اس لئے کہ مکرر سہ کرر دعا کا اتفاق ہوا ہو سورہ مریم میں جس دعا کا ذکر ہے اُس علت وقت تک بسبب اسکے کہ اولاد کی طرف سے مایوس ہوں جانشین ہی کی تمنا ہو مگر کچھ تو اس سبب سے کہ مایوس کو اُس ہی چیز کی تمنا ہوتی ہی جسکی طرف سے مایوس ہو نہیں تو مایوس ہی کیوں نہو خداوند کریم ارحم الراحمین قاضی الحاجات مجیب الدعوات نے بوجہ خاطرداری حضرت زکریا کے ساری تمنا پوری کردی کچھ اس وجہ سے مدنظر رحمت وقدرت خداوندی عطا فرزند ہوا ہو کہ اسدعا کے بعد قبل قبولیت جب حضرت مریم کو دیکھا ہو کہ بے موسم خداوند کریم اُنکو پہنچاتا ہی تو اُنکو بھی اُمید ہوئی ہو کہ عجب نہیں ہم بھی بے موسم فرزند عنایت ہوجاتو ایسے ارحم الراحمین قدیر کے رحمت اور قدرت سے کیا بعید ہے اس لئے اُسوقت خاص فرزند ہی کی دعا کی ہو اور خداوند مجیب الدعوات نے قبول فرمائی ہو بہرحال

مگر دعاؤں کا اتفاق ہوا ہو اول بسبب نہونے سامان لڑکے کے فقط جانشین ہی کی دعا کے ہو بعد میں یوں سمجھ کر کہ سامان کی خدا کو ضرورت نہیں اسبات کی دعا کی ہو کہ جانشین
ہی ملے تو فرزند ہی ملے لیکن جس آیت میں کلام ہے اُس آیت میں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ دعا فرزند ہی اُسمیں مقصود ہے اور باینہمہ جس جگہ لفظ ذریت ہے وہاں ہی اگر اولاد معنوی یعنی خلیفہ
راشد اور مرید کامل اور شاگرد رشید مراد ہو تو کیا قباحت ہے آخر شاگردوں اور مریدوں کو فرزند بول ہی بولا کرتے ہیں **اقول** بے شک سورہ آل عمران میں اور سورہ مریم میں دونوں
سورتوں میں ایک ہی مطلب ہے اور دونوں جگہ لا ب فرزند مراد ہے اور یہی مذہب مسلمانوں کا ہے مگر تو البتہ سب مسلمانوں کی مخالف کہتا ہے تبلا کہ سب مسلمانوں کا مذہب صحیح ہو یا تیرا قول
واہی اور دونوں سورتوں میں خدا تعالی نے اسی ایک قصہ طلب فرزند کو ذکر کیا ہے جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کا ایک قصہ کئی جگہ قرآن میں ذکر کیا ہے اور وہ ہی ایک دعا تھی
حضرت زکریا کی حضرت مریم کا حال دیکھ کر اور سن کر ہرگز وقوع میں نہیں آئی وہ دعا کہ جسکی شاہد میں تفسیریں مسلمانوں کی اور جو مضمون دعا کا سورہ آل عمران میں ہے وہ ہی سورہ مریم
میں ہے مگر اُس میں ذریت کا لفظ فرمایا ہے اور اسمیں ولیا کا کہ جو اپنے لطف سے ہو جیسا کہ تفسیروں میں لکھا ہے اور حضرت زکریا اولاد سے مایوس ہرگز نہ تھے مایوس تو ادنی مومن بھی نہیں
ہوتا ہے رحمت خدا سے چہ جائیکہ پیغمبر اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ لَا يَيْئَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ یعنی نہیں نا اُمید ہوتے ہیں رحمت خدا سے مگر قوم کفار کیا حضرت زکریا
کو بھی تو نے کافروں میں سے مقرر کیا ہے البتہ اسقدر جانتے تھے وہ کہ موافق عادت کے نہیں ہے اس عمر میں اولاد کا ہونا لیکن جب حضرت مریم کے پاس بے موسم میوے دیکھے تو جانا
کہ قدرت خدا سے یہ بھی بعید نہیں ہے اور مایوس ہرگز نہ تھے اور مایوس اُسکو کہتے ہیں کہ بالکل اُمید منقطع ہو جاوے اور حضرت زکریا سے یہ بات بہت بعید تھی اور مایوس ہوتی تو دعا طلب فرزند
کیوں کرتے آخر خدا کو قادر جانتے تھے تو دعا کی گو بے موسم میوے دیکھ کر کی ہے اور وہ ایک ہی دعا تھی حضرت زکریا کی طلب فرزند کے دونوں سورتوں میں جو کہ خدا تعالی نے قبول فرمائی
اور دعا کی مکرر ہونیکا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اور جو احتمالات واہیہ تو نے نکالی ہیں سب باطل ہیں سامان تولد کا ہونا اور سامان تولد کے خدا کو کیا ضرورت تھی اور یہ کیا کہ پہلے
تو اُسکو نہ سمجھے اور بعد میں سمجھے پہلے کیا قدرت خدا کے معتقد نہ تھے اور جس آیت میں کلام ہے بیشک اُسمیں دعا طلب فرزند تھی جیسا کہ اہل سنت کی تفسیروں میں لکھا ہے اور اگر تو تسلیم نہیں کرتا ہے
تو کون ہے اور کس شمار میں ہے کس نے پرسد کہ بہیا کیستی پہلے اپنا اعتبار پیدا کیجئے اُسوقت ایسا کلمہ زبان سے نکالئے آپ بھی علماء غیر معتبرین کی رکیں کرنے لگے آپکی بھی ہی نقل ہے کہ جیسے مینڈک اور مچھر کی جنانچہ کوئی
کہتا ہے کہ مینڈک کہا میرے تو ایک لغل جڑا دے مچھر نے کہا کہ مجھکو بھی پایا بہا پہنا دے اور دیکھو الٹی بات کو لکھتا ہے کہ ذریت سے مراد اس مرید کامل ہو کیا خدا تعالی حضرت زکریا کی دعا کو نہ سمجھا تھا کہ اُنہوں نے طلب تو کیا کچھ اور
خدا نے دیا کچھ اور حضرت زکریا نے جو کہا کہ ہم تو من دیدہ ہو گئی ہیں ہمارے لڑکا کیونکر پیدا ہو تو کیا وہ مرید ہی حضرت زکریا کی زوجہ کی شکم سے پیدا ہوتا جو ایسا کہا البتہ یہ کہنا چاہیئے کہ
حضرت زکریا کے تو مرید طلب کئے تھے مگر خدا تعالی نے اُنکی دعا قبول نکی اور ایک فرزند کہ جسکے آرزو اور طلب نہ تھی وہ دیدیا جسکو چاہتے تھے اگرچہ فرزند عزیز تر ہے مگر موافق آرزو کی نہ تھا ✦

قال الشیخ الاشعری اور فرزند ناخلف کو کہا کرتے ہیں کہ یہ ہمارا نہیں ہے بلکہ خود خداوند کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بوجہ ناخلفی یوں کہا کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں
اور وجہ ایسی بیان فرمائی کہ یعنی بدا طوار ہوتا جس سے یوں معلوم ہو جاوے کہ جو نیک اطوار ہیں سو وہ سب بمنزلہ برادر اور فرزند ہیں بلکہ سورہ ہود میں جو حضرت نوح کا قصہ مذکور ہے تو اس سے
یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب متبعان نوح کو اہل نوح فرمایا جس سے ایک دفعہ تو یوں سمجھ میں آئے کہ حضرت نوح کی کنبہ کے لوگ مراد ہیں اسلیئے کہ حضرت نوح کو یہ حکم ہوا تھا کہ جب طوفان کی آمد ہو تم
کشتی میں سب قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا چڑھا لیجو اور اپنی اہل کو چڑھا لیجو ظاہر ہے کہ جانوروں کے اور اہل و عیال کی چڑھانیکو تو فرمایا اور سوا انکے اور مسلمانوں کے چڑھانے
کو نفرمایا اور یہ سب جانتے ہیں کہ خداوند کریم سے منجملہ محالات ہے کہ جانوروں کے بچاؤ کی تدبیر تو کی جاوے اور مسلمانوں کے بچاؤ کا سامان نکیا جاوے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب مسلمانوں کو
اہل و عیال نوح ہی میں شمار کر لیا ہے اللہ جب متبع اور مرید داخل اہل و عیال ہوئے اور فرزند ناخلف اہل و عیال سے خارج ہوئے تو ہو سکتے ہے کہ ذریت سے مرید اور متبع ہی مراد ہو
چنانچہ عرب کے محاورات میں اپنی زمرہ کے لوگوں کو آل اور ذریت کہہ یا کرتے ہیں مگر انصاف یوں ہی ہے کہ سورہ آل عمران میں جو دعا زکریا علیہ السلام میں لفظ ذریت واقع ہے تو وہاں
اولاد ہی مراد ہے پر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سورہ مریم میں بھی لفظ ولی سے اولاد ہی مراد ہو ہاں یہ ثابت ہو جاتا کہ سوائے ایکبار کے اسباب میں حضرت زکریا علیہ السلام نے
دعا ہی نہیں کی تو ٹھکانے کی بات ہے پر مغائرت لفظ یعنی یہاں ولی و الفاظ کا ہونا اور وہاں ولی و اسباب پر شاہد ہے کہ چند بار دعا کا اتفاق ہوا پھر کیا ضرور ہے کہ فرزند مجعول ہو البتہ اگر بجز فرزند کے مراد لینی معنی صحیح نہ ہو سکیں تو ایک بات بھی ہے لیکن یہاں تو معاملہ بالعکس ہے فرزند کی مراد لینے میں صحت معنی زائل ہو جاتی تو عجب نہیں چنانچہ مر
ہو چکا کہ جملہ کانت امراتی عاقرا اسیطرف مشیر ہے اور اگر یوں کہیے کہ اس سیاق سے حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ غرض تھی کہ وجہ دعا معلوم ہو جاوے اور اسباب کی مانند اس کا
اندیشہ نہ ہے کہ اولاد موجب فتنہ ہے اس جلالت قدر پر کیا مناسب تھا کہ ایسی تمنا نازیبا کو زبان پر لائے دوم جملہ کانت امراتی عاقرا سے مثل جملہ واشتعل الراس شیبا
جو اپنی بڑھاپے پر بھی دلالت کرتا ہے اپنا عجز اور بے سروسامانی ثابت ہو جاتا کہ باعث جوش رحمت اور موجب حرکت قدرت ہو نہ یہ کہ بوجہ بے سروسامانی و قطع امید مقصود ہے تو قطع نظر

اسکی کہنے جو معنی بیان کئے ان معنی سے عمدہ نہیں تو کم تو کسیطرح نہیں اور ہمکو لاتسلم کہنے کی اس سبب سے پھر بھی گنجایش ہے اسسے تو بات ہماری ہی نہیں کہ ولی بمعنی فرزند تو ہو ہی نہیں سکتا اگرچہ اسکا مصداق فرزند ہی کیوں نہو غرض بہرحال یہ لفظ بمعنی ولیعہد اور جانشین ہے اور جب بمعنی ولیعہد اور جانشین ہوا تو وراثت سے وہی وراثت مقصود ہوگی جو ولیعہد اور جانشین کو سزاوار ہے تاکہ لفظ ولی کے اختیار کرنیکا بھی فائدہ معلوم ہو اور وہ ظاہر ہے کہ یہی وراثت منصب اور وراثت علمی ہے۔ وراثت مالی بطور معروف جیسے بدلائل و قرائن مرقوم بالا آیۂ فہب لی الخ میں وراثت مالی کا مراد نہونا معلوم ہو چکا اب بشہادت روایت کلینی و قرائن مذکورہ یہی متحقق ہو گیا کہ وراثت علمی اور وراثت منصب ہی منصود ہے اور خلجان جو دربارۂ تخالف ہر دو آیہ مشار الیہا و حدیث ماترکناہ صدقۃ ظاہر بمبیان حدیث کلام اللہ میں کھٹکتا تھا بنیاد سے اکھڑ گیا اور بہر نہج اطمینان کامل ہو گئی کہ حدیث مذکور کسی آیت کی مخالف ہی نہیں جسکی وجہ سے اسکو غلط کہا جائے اور دشمنان صدیق اکبر کی وہی گود در صورت غلط ہونے حدیث مذکور کے بھی شیعوں کا اہل سنت پر کچھ دباؤ نہیں ہو سکتا چنانچہ بحوالہ اشارۂ یوصیکم اللہ اور ہدایت آیۂ ما افاء اللہ مرقوم ہو چکا بلکہ الٹی شیعوں کو اپنی دن نظر آئے کہ اس حدیث کی مصداق انکی حدیثیں بھی نکلیں اور نیز اب اسکی کسیطرح حاجت نہیں کہ جیسے اس حدیث کا مخالف ہونا ثابت ہو گیا ویسے ہی قطع نظر مخالف ہونیکے فی حدذاتہ اسکا صحیح ہونا بھی صحیح ہو جائے **اقول** فرزند ناخلف کو یہ کون کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے اور اگر کہا تو اپنی زوجہ پر اس نے تہمت زنا کی کی اور مستحق عذاب نار ہوا اور دوسری زٹل سنیے کہ خدا تعالیٰ پر بہتان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت نوح کے حق میں خدا تعالیٰ نے کہا نوح سے کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے اب اپنے دین میں تجھ کامل ہو گیا خدا پر تہمت کرکے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا ہے کہ اے نوح یہ تیرا بیٹا نہیں ہے بلکہ یہ کہا تھا کہ تیری اہل میں سے نہیں ہے یعنی مومنین میں سے نہیں ہے اور مومن اور کافر میں جسے ولایت منقطع ہو جاتی ہے تو کافر مومن کی اہل میں سے نہیں ہوتا ہے اسواسطے فرمایا کہ تیری اہل میں سے یعنے تیرے دین والوں میں سے نہیں ہے اور سبب ہے کہ بعد اسکی عامل کو بیان کیا کہ انہ عمل غیر صالح اور یہ کہاں کہا ہے خدا نے کہ یہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور مومنین اگرچہ بمنزلہ فرزند کے ہوتے ہیں لیکن جب وقت کوئی یہ کہے کہ الٰہی مجھکو فرزند عطا کر تو اس سے یہ مراد نہو گی کہ مجھکو مرید یا تابع بخش ورنہ کوئی اس سے ایسا سمجھیگا اور اگر خدا تعالیٰ نے جو آیت میں فرمایا تو اہل نوح فرمایا ہے فرزندان نوح نہیں فرمایا ہے اور اہل تو آدمیوں کے ہمراہیوں کو کہتے ہی ہیں لیکن ہمراہیوں کو اولاد نہیں کہتے ہیں اور اگر سب مسلمانوں کو اہل نوح کہا تو اس سے کیا ہوتا ہے اہل تو انکے تھے ہی کہ انکے دین پر وہ تھے لیکن فرزندان نوح انکو نہیں کہا ہے تاکہ مرید اور متبع پر اطلاق فرزند کا صحیح آوے اور ذریت سے مراد مرید اور متبع ہو جاوے اور عرب کے محاورات میں اگر بفرض تسلیم زمرہ کو کسیکے آل اور ذریت بولتے ہیں تو موحدین کو بولتے ہونگے اور اگر کوئی مرید و تابع خدا تعالیٰ سے طلب کرے تو یہ ہرگز نہ کہیگا کہ الٰہی مجھکو اولاد اور ذریت بخش اور اگر ذریت کا لفظ کہیگا تو اس سے اولاد ہی مراد ہوگی نہ مرید اور خدا تعالیٰ جو قرآن میں ذریت آدم اور ذریت نوح فرمایا ہے وہاں اولاد ہی مراد ہے نہ مرید اور انصاف یہ نہیں ہے جو تو کہتا ہے بلکہ انصاف یہ ہے کہ دونو آیتوں میں سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم کی اولاد ہی مراد ہے نہ مرید اور سوائے ایکبار کے حضرت زکریا نے دعا ہی نہیں کی تھی وہ ہی ایک دعا ہے کہ جو حضرت مریم کے پاس بے موسم میوے دیکھکر دعا کی تھی کہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے کہ مجھکو بھی وقت خلاف عادت کے اولاد دیوے اور بعض الفاظ میں دعاؤں کی مغائرت ہونی دلیل چند بار کی دعا کی نہیں ہو سکتی وہ ہی ایک قصہ حضرت موسیٰ کا ہے کہ کئی جگہ قرآن میں مذکور ہے اور الفاظ میں اسکی مغائرت بھی ہے اور ولی کو سب مفسروں نے فرزند پر محمول کیا ہے اور اسی امر کا قرینہ بھی ہے اور تمام مفسرین تیری طرح باؤلے نہ تھے جو صحت معنی اولاد کو چھوڑ کر جو کہ مراد کے معنی میں ہیں معنی غلط اختیار کرتے اور مرقوم بھی ہو چکا ہے کہ [illegible] دلیل کی طرف نہیں ہے اور حضرت زکریا کو کسی بات کا اندیشہ نہ تھا دعا کے بعد اولاد موجب فتنہ بھی نہیں ہوتی ہے انہوں نے تو اولاد طیبہ طلب کی تھی اور اپنا بڑھاپا اور زوجہ کا بانجھ ہونا جو حضرت زکریا نے بیان کیا تو اسیواسطے کہ رحمت خدا جوش میں آئے قطع امید کے واسطے لیکن تو پہلے اس سے ثابت کر کہ حضرت زکریا مایوس ہو گئے تھے اور قطع امید کر دی تھی رحمت خدا سے اور جس چیز پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہو اسکو لاتسلم نہیں کہہ سکتے اور اگر تو لا الٰہ الا اللہ کو بھی لاتسلم کہ

دیکھی جاتی ہی کہ جہاں خود نہ سنا ہو اور درصورتیکہ کوئی شخص اپنے کانوں سے کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنلی تو اُسکی لئے وہ اپنا ایک سننا لاکھوں کی خبر دینے سے زیادہ ہوگا کیونکہ راویوں کی کثرت کے جو روایت میں ضرورت ہوتی ہی تو اس لئے ہوتی ہی کہ جھوٹ ہونیکا وہم جاتا رہی اور جب اپنے کانوں سے سن لیا تو پھر جھوٹ کا احتمال ہی نہیں رہتا جو اُسکی رفع دفع کی ضرورت ہو بلکہ لاکھوں کے بیان سے گو یقین حاصل ہو جائے پر ایسی تسلی اور اسقدر اطمینان نہیں ہوتا جسقدر دیکھنے سے ہوتا ہی کلکتہ دلی لندن مکہ مدینہ کے ہونے میں گو ہمیں اس وجہ سے شبہ نہیں کہ ہزاروں لاکھوں بیان کرتے ہیں لیکن دیکھنے میں جو بات ہے وہ سننے میں نہیں اسلئے مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ جب دیکھنے کی چیزوں میں یہ حال ہی کہ اوروں کا کہا اگرچہ لکھو کہا کیوں نہوں اپنے دیکھنے کی برابر نہیں تو سننے کی باتوں میں بھی یہی سمجھنا چاہئے کہ اوروں کی خبر اور روایت اگرچہ لکھو کہا کیوں نہوں اپنے کان کے سننے کی برابر نہیں ہوسکتا چنانچہ اظہر من الشمس ہے پھر جب ابوبکر صدیق اپنے کان سے ایک حکم سن چکے ہوں تو اُنپر یہ اعتراض کرنا کہ جس روایت پر اُنہوں نے عمل کیا بجز اُنکے اُسکا اور کوئی راوی نہیں علماء شیعہ کے کمال سلامت عقل اور خوبی فہم پر دلالت کرتا ہی اتنی بات تو ہر ادنی اعلے جانتا ہی کہ حدیث نبوی اُس شخص کے حق میں جس نے اپنے آپ بلاواسطے سنی ہو یقین بلکہ عین الیقین ہے اُس کو اُس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے کسی دوسرے سے سنے یا نہ سنے اس لئے اجماع اصولیین شیعہ سنی اس بات پر ہی کہ خبر کا متواتر و غیر متواتر اور واحد اور مشہور وغیرہ ہونا بہ نسبت انہیں لوگوں کے ہے جنہوں نے نبی کو دیکھا اپنے آپ اُنکی بات سُنی بلکہ اوروں کے واسطے اُنکی باتیں سنی کہ نہ اُنکے حق میں جنہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بچشم خود دیکھا اور بگوش خود اُنکے کلام سنے ایسے لوگوں کے حق میں جنہوں نے پیغمبر صلعم کی بات اپنے کانوں سے سن لی ہی رسول اللہ صلعم کی حدیث متواتر سے بڑھکر ہی سو ابوبکر صدیق نے اپنے سننے کے موافق آپ عمل کیا تھا کسی دوسرے کی گردن پر تو چھری نہیں رکھی غرض اعتراض تو بہرحال بیجا ہاں بے اعتقادی کی وجہ سے اُنکی بات کا اعتبار نکرو تو یہ دوسری بات ہی بلکہ اُسکو اعتراض سے کیا علاقہ معہذا کلموا الناس علے قدر عقولہم ہم اُسی راہ پر چلتے ہیں جس راہ شیعہ چلیں اگر کثرت راویوں ہی سے حدیث ہوتی ہی اپنے سننے سے نہیں ہوتی تو سنیے جیسے روایات کے غلط ہونیکی دو صورتوں ہیں ایک تو یہ کہ اُسکی راوی کذاب و مفتری ہوں دوسرے یہ کہ اُسکے معنی مخالف عقل یا معارض نقل صحیح ہوں ایسی ہی صحت روایات کی بھی ہی دو ہی صورتیں سمجھنی چاہئیں ایک تو یہ کہ اُسکے راوی صادق ثقہ دیندار ہوں دوسرے یہ کہ قرآن یا احادیث صحیحہ اُسکے معنوں کے مؤید ہوں اور عقل اُسکی مدلول کے مساعد ہو علی ہذا القیاس جیسے راویوں کی قلت اور روایا صحیحہ کے مخالف بقدر مخالفت اعتبار کے بھی قلت ہوتی ہی چنانچہ سب جانتے ہیں ایسی ہی کثرت روایات و تاقلال اخبار اور موافقت اخبار و روایات صحیحہ سے بقدر موافقت اعتبار کو بھی ترقی اور زیادتی ہوتی ہی اس لئے دونوں قسم کی وجوہ اور دونوں قسم کی وجوہ اعتبار کی طرف اشارہ کیا جاتا ہی **اقول** صدق ابوبکر کا سننا کسی طرح سے ثابت نہیں ہوسکتا جسوقت کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے اُنکو کاذب سمجھا ہو بقول عمر چنانچہ صحیح مسلم میں ہی اور بیفائدہ اور فضول بحث کرکے کاغذ کو سیاہ کرتا ہی کبھی تو کہتا ہی کہ سنا ہوا مثل دیکھنے کے کب ہوتا ہی اور کہیں راویوں کی کثرت اور قلت کے بحث کرتا چلا جاتا ہی اس سے تو ہم کو کچھ بحث ہی نہیں ہے بلکہ یہ روایت خود بنالی ہی اور جناب رسولخدا صلعم مخالف قرآن کے ایسا کیوں فرماتے اور اگر رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہوتا تو حضرت فاطمہ اُسکے کہنے کو رد کیوں کرتیں اور اگر حضرت فاطمہ سے تمہارے زعم میں غلطی ہوئی تھی تو بعد اُسکے تو سمجھ جاتیں اور چھ مہینے جو زندہ رہیں اور تا دم واپسیں ابوبکر سے کلام نکیا اس عرصہ میں حضرت علی تو اُنکو سچا سمجھے اور کہتے کہ خلیفہ رسول سچ کہتا ہی تم خفا مت ہو لیکن حضرت علی نے بھی اس روایت کو تسلیم نکیا اور پھر عمر کے زمانہ میں عمر سے دعوی میراث کا کیا پہلے تم رسولخدا صلعم سے اس روایت کا سننا ثابت کرلو اُسوقت کہو کہ ابوبکر نے اپنی سنے ہوئے پر عمل کیا اور اپنا سنا غیر سے سننے کی برابر نہیں ہوتا ہی سو ابوبکر نے اس روایت کو رسولخدا صلعم سے سنا ہی نہیں ہے اور اپنی طرف سے روایت بنا کر حضرت فاطمہ کے گلے پر چھری رکھی ہی اور اپنے سنے ہوئے پر عمل اُسوقت کہا جاتا ہی کہ جسوقت مظنہ بدگمانی اور تہمت کا نہو اور بے اعتقادی کی جہت سے یہ بات نہیں ہے بلکہ واقع میں ابوبکر نے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی نہیں ہی چنانچہ ثابت ہے اور راویوں کی تو قلت اور کثرت سے یہاں کچھ بحث ہی نہیں ہے اور ابوبکر اُس روایت میں بیشک کاذب ہیں اور روایت اُنکی مخالف ہی قرآن کے اور ابوبکر اس روایت میں صادق نہیں ہیں اور نہ آیت قرآنی اُسکی صحت کے مؤید ہے اور جب قرآن ہی کے مخالف ہوئے تو وہ روایت ایسی کونسی ہوگی کہ جو اُسکی صحت کے مؤید ہوگی بلکہ جو روایت کہ اُسکی مؤید ہوگی وہ بھی کاذب ہی ہوگی **قال الشیخ الاشعری** راویوں کی کثرت کا تو یہ حال ہی کہ ابوبکر ہی اسکے راوی نہیں کوئی دس بارہ راوی ہیں اور وہ بھی ایسے ایسے کہ جنکی نانی آسمان و زمین نے بھی کہتے بھی سنی ہونگی اور یہ جو علماء شیعہ فرماتے ہیں اور مولوی عمار علی صاحب بھی اُسے ہی گاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک سے فقط ایسی روایت کو سنا کر جواب ٹلایا کہ اُسکا راوی ایک آدمی کے سوا یعنی اپنے آپکے اور کوئی نتھا دروغ محض اور سراسر بہتان ہی اس لئے کہ اہل سنت کی کتابوں میں حدیث بروایت زبیر بن العوام اور حذیفہ بن الیمان و ابوداؤد و ابوہریرہ و عباس و علی و عثمان و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عایشہ ام المومنین و عمر بن الخطاب و ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین صحیح و ثابت ہوئی ہی اگر حضرت عایشہ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اسباب میں شیعوں کو اعتبار نتھا تو حضرت علی اور حضرت حذیفہ وغیرہم نے کیا تقصیر کی ہی جو اُنکا ہی اعتبار جاتا رہا مگر شیعوں کی نزدیک اس سے زیادہ اور کیا خطا ہوگی کہ حق کہہ گذری اور وہ بھی ایسی مقدمہ میں جسمیں حق کہے سے مدعیان محبت شیعیا مرتضی بغاوت کی بات پہیلی پڑی ہی مگر بنظر خیر خواہی شیعہ اتباع آیت کلا تمد ہولا علماء شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ سُنیوں کی بدشگنی کے لئے اپنی ناک اپنے ہاتھ سے کیوں کاٹتے ہو یہی خبر ہی کہ معصوم کے قول کے نہ ماننے سے شیعہ پھر شیعہ نہیں رہتا بزعم خود کافر ہو جاتا ہی

درد ورتیکہ حضرت علی کا اس روایت میں نام آگیا پھر تو جی چاہے یا نچاہے ماننا ہی چاہئے علی ہذا القیاس حضرت حذیفہ کی بات سمجھنی کیونکہ اگر وہ معصوم نہیں تو درباب روایت معصوم ہی نہیں اسواسطے کہ ملا عبداللہ مشہدی نے اظہار الحق میں انہیں حضرت حذیفہ کے حق میں پیغمبر خدا صلعم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہی ما حدثکم بحدیفۃ فصدقوہ یعنی جو کچھ حذیفہ تمسے کہا کرے اُسے سچ ہی سمجھو اور سچ ہی کہو اور کسیکو یہ تامل ہو کہ اور ہوں تو ہوں حضرت علی اسکے راوی ہونگے تو اپنی تصدیق کے لئے اصح الکتب اہل سنت سے وہ حدیث ناظرین کے پیش نظر کرتا ہوں جس سے بالخصوص حضرت علی کا بہ نسبت اس حدیث کے راوی ہونا ثابت ہو جائے اخرج البخاری عن مالک بن اوس بن الحدثان النصری ان عمر بن الخطاب قال بحضرۃ من الصحابۃ فیہم علی والعباس وعثمان وعبدالرحمن بن عوف والزبیر بن العوام وسعد بن ابی وقاص انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ قالوا اللھم نعم ثم اقبل علی علی والعباس فقال انشدکما باللہ ھل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذلک قالوا اللھم نعم حاصل یہ ہے کہ امام بخاری نے مالک بن اوس بن الحدثان النصری کے واسطے سے روایت کیا ہی کہ تحقیق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مجمع میں جس میں حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص بھی تھے یوں فرمایا کہ میں تمہیں اُس خدا کی قسم دیتا ہوں اور خدا کو یاد دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان و زمین قایم ہیں کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہی اُن سب نے کہا ہم خدا کے روبرو کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہی پھر حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہا کہ میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں اور خدا کو یاد دلا کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہی اُن دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم خدا کے روبرو کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی فقط **اقول** سوای ابوبکر کے کوئی اس روایت ماترکناہ صدقۃ کا راوی نہیں ہے یعنے ایک بھی راوی نہیں ہے چہ جائیکہ دس بارہ اور جن لوگوں کا نام لکھا ہی ہرگز انہوں نے یہ روایت نہیں کی ہی اور علماء شیعہ اور مولوی حمار علیصنا جو فرماتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ روایت سنا کر حضرت فاطمہ کو فدک نہ دیا اور اُس روایت کا راوی سوای ابوبکر کے کوئی نہیں ہے یہ بات دروغ اور بہتان نہیں ہی بلکہ راست اور صحیح ہی اور تب فریقین اسکی شاہد ہیں تاریخ الخلفا میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہی کہ اختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عندہ احدا منہ علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور اسی ہی ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھا ہی واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عندہ من ذلک علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یعنی اختلاف کیا میراث میں اُس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس نپایا نزدیک کسیکے اس امر سے علم کو پس کہا ابوبکر نے کہ سنا ہی میں نے رسول خدا صلعم کو فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیاء ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ چھوڑا ہے ہمنے وہ صدقہ ہے اور شرح مختصر الاصول عضدی میں جس جگہہ کہ بیان کیا ہی جواز تعبد کو خبر واحد کے ساتھ وہاں بھی یہی لکھا ہی کہ یہ روایت ابوبکر سے ہے نہ اور کسی سے اور مولوی عبدالعلی نے شرح مسلم میں بھی یہی لکھا ہی اور کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں بھی لکھا ہی خوف طوالت سے عبارتیں اُنکی کتابوں کی نقل نہیں کی اور امام غزالی نے بحوالہ مولوی نظام الدین پدر مولوی عبدالعلی شرح مسلم الثبوت میں بھی لکھا ہی اور سوای اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہی کہ سوای ابوبکر کے کوئی راوی اس روایت ماترکناہ صدقۃ کا نہیں ہے اور بخاری سے جو روایت لکھی ہی وہ روایت باتوں کی بالکل [illegible] اور ساختہ اور پرداختہ بخاری کے اور اسی نام کی بنا پر چنانچہ کذب اسکا ظاہر ہو جائیگا اور تتمہ اُس روایت کا منافض اللھم نعم کے چنانچہ ترجمہ اسکا یہ ہی کہا عمر نے بعد وفات پائی رسول خدا صلعم نے پس کہا ابوبکر نے کہ میں خلیفہ رسول خدا صلعم کا ہوں اور قبضہ کیا اُسپر ابوبکر نے اور عمل کیا جس طرح سے کہ رسول خدا صلعم عمل کرتے تھے اور حضرت علیؑ اور حضرت عباس کی طرف منہ کرکے کہا کہ تم اسوقت ذکر کرتے ہو ابوبکر ایسا ہی جیسا کہ تم کہتے ہو اسکے حق میں اور حال یہ ہے کہ قسم ہی خدا کی وہ سچا اور نیک اور تابع حق کے تھا یہ کافرہ جو عمر نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ باعتقاد عمر حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر کو صادق اور نیک اور تابع حق نہیں جانتے تھے ورنہ اسکے کہنے کی کیا احتیاج تھی اور جن لوگوں کا نام لکھا ہی سوا علی اور عباس اور حذیفہ کے مثل زبیر اور ابوہریرہ اور عثمان اور عبدالرحمن اور سعد بن وقاص اور عایشہ اور ابوبکر اور عمر کے ہماری نزدیک کسیکی بابت سے قدر اور منزلت نہیں ہے مثل اور عوام الناس کے ہم اُنکو جانتے ہیں چہ جائیکہ ایسے ہوں کہ انکا نام زمین و آسمان نے نہ دیکھا ہو اور پھر امر واقعی یہ ہی کہ انہوں نے ہرگز ایسا بیان نہیں کیا ہی علی الخصوص حضرت علی کہ کئی مرتبہ وہ اصل روایت بکری کی تکذیب کر چکے ہیں اور ابوبکر کو جھوٹا قرار دے چکے ہیں اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کنز العمال وغیرہ سے کہ جسوقت ابوبکر نے حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت فاطمہ کے روبرو ماترکناہ صدقہ کو روایت کیا تو حضرت علی نے اسکے رد میں آیت وورث سلیمان داؤد اور آیت فہب لی من لدنک ولیا سے استدلال کیا اور روایت بکری کو کاذب جانا اور ہمیشہ ابوبکر کو بلکہ عمر کو بھی کاذب جانتے رہے اور دعوی میراث رسول خدا صلعم کا عمر کے زمانہ میں بھی کیا اور عمر نے کہا کہ تم دونوں مجھکو اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہی اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہی کہ جسوقت عمر نے ان دونوں سے یہ کہا تو ان دونوں نے کچھہ عذر نکیا اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہی کہ علی اور عباس دونوں اس مقدمہ میں اپنے مخالف کو یعنی ابوبکر اور عمر کو ظالم جانتے تھے اور جمع الجوامع میں سیوطی نے لکھا ہی کہ ابن جلندری نے رسول خدا صلعم کے پاس ہدیہ بھیجا اور اُن حضرت صلعم نے وفات

بائی بنی ابوبکر کے پاس وہ ہدیہ لیگیا حضرت علی کو دی اور کہا کہ یہ ہدیہ ابن علبندری کا ہی کہ جو رسولخدا صلعم کیواسطے بھیجا ہی یہ فدک نہیں ہے تو کسواسطے لیتا ہی اور عسقلانی نے لسان المیزان میں ترجمہ محمد عبداللہ میں لکھا ہی کہ واعظ ابلخی نے ایک روز اپنی مجلس میں کہا کہ ایکروز فاطمہ زہرا کریا اور بکا کرتی تھیں حضرت علی نے کہا کہ کیوں روتی ہو کیا مینے تمسے فدک کو چھین لیا ہی یا مینے تمہارا حق غصب کیا ہے یا مینے تمکو کوئی اذیت پہونچائی ہی پس کیونکر حضرت علی کو راوی اس روایت موضوعہ کا کہا جائی اور جب علی نے یہ روایت نہیں کی ہی تو معلوم ہوا کہ کسی نے یہ روایت نہیں کی ہی اور نہ عمر نے کسی سے پوچھا ہی اس روایت ماترکناہ صدقۃ کو اور عثمان کو جو راوی اس روایت کا لکھا ہی یہ بھی غلط ہی اسواسطے کہ عثمان تو ازواج رسولخدا صلعم کی طرف سے وکیل ہوکر ثمن کا یعنی آٹھویں حصہ کا تقاضا کرنے گئے تھے عائشہ نے جواب میں کہا کہ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہی لانورث ماترکناہ صدقۃ چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہی اگر یہہ روایت راست ہوتے تو عثمان انکی وکالت کیوں قبول کرتے بلکہ کہتے کہ مینے رسولخدا صلعم سے سنا ہی کہ انکا مال کسیکو نہیں پہنچتا ہی اور ازواج حضرت سے اختصاص رکھتی تھیں انہوں نے بھی اس روایت کو نہ سنا یہاں تک کہ عثمان کو وکیل کیا اپنی حصہ کے طلب میں اور اگر عثمان اس روایت کو سنتے تو فدک کو مروان خاص کے جاگیر میں کیوں کر دیتے مال فقرا کو چنانچہ فتح الباری میں لکھا ہی کہ عثمان نے فدک کو مروان کے جاگیر میں کر دیا تھا اور باقی کے آدمیوں نے اگر درصورت فرض اللہم نعم کہا تو یہ سب ابوبکر اور عمر کے مریدوں میں سے تھے انکی روایتوں کا کیا اعتبار ہی لیکن سنا رسولخدا صلعم سے کسی نے نہیں ہے اور اگر یہہ روایت راست ہوتی تو جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی میراث کا کیا تھا اور ابوبکر نے انکے جواب میں ماترکناہ صدقۃ کہا تھا تو کوئی تو ان آدمیوں میں سے اسکی شہادت ادا کرتا اور کہتا کہ مینے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی لیکن کسی نے بھی اسوقت نکہا اسوقت یہ جماعت کہاں گئی تھی یہانتک کہ حضرت فاطمہ غصہ ہوئیں ابوبکر پر اور تمام عمر کلام نکیا کسی نے بھی نکہا کہ ای دختر رسولخدا ابوبکر سچ کہتے ہیں تمہارے باپ نے ایسا ہی فرمایا تھا مگر کیسکی زبان سے نہ نکلا اور ابن ابی الحدید نے بھی ایسا ہی لکھا ہی چنانچہ بیان کیا ہی شرح نہج البلاغہ میں کہ ان کانت ھذہ الروایات ایام ابوبکر وما نقل ان احدا من ھؤلاء یوم خصومۃ فاطمۃ روی من ھذا شیئا یعنی کہاں تھیں یہ روایتیں زمانہ میں ابوبکر کے اور نہیں نقل کی گئی ہی کہ تحقیق کسی نے ان لوگوں میں سے جن کے نام اس روایت میں لکھی ہیں روز نزاع فاطمہ اور ابوبکر اسمیں سے کچھ بھی روایت کی ہو اسی جہت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ روایت موضوع ہی اور سراسر موضوعیت اس سے ٹپکتی ہی ایسی روایت موضوعہ کو شیعوں کے پیش کرنا کہ جسکو اہل سنت کی بھی علما نے پسند نکیا ہو بڑی حماقت کی بات ہی اور حضرت علی کہ معصوم ہیں اور حضرت حذیفہ کہ بڑی ثقہ ہیں انکی قول کو ہم البتہ بسر و چشم قبول کرتے ہیں لیکن انہوں نے تو ایسا فرمایا ہی نہیں ہے انکی طرف بدروغ منسوب کر دیا ہی چنانچہ اس روایت کی کذب سے ظاہر ہی اور ناک تو اپنی شیعوں کی صندمیں سنی ہی کاٹتے ہیں کہ ایسے ایسے بزرگوں کی طرف دروغ اور افترا کو منسوب کرتے ہیں خصوصا حضرت علی کی طرف کہ جو ایسے دروغ سے بمراحل دور پڑے ہیں اور اگر تم کوئی جھوٹ معصوم کی طرف منسوب کرو تو شیعہ اس جھوٹی بات کو کیونکر تسلیم کریں کیسی باتیں جعل اور فریب کی لکھتا ہی کوئی جانے کہ حضرت علی نے ایسا ہی فرمایا ہوگا اور حذیفہ کو اگر رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہی تو کیا عجب ہے حذیفہ تو بیشک راست گو ہیں لیکن جس نے کہ حذیفہ سے یہ روایت کی ہی وہ تو راست گو نہیں ہے وہ بھی ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے اور صدیق حذیفہ سے لازم نہیں آتا ہی کہ یہ روایت انہوں نے بیان بھی کی ہو اور ابوبکر بھی اس روایت میں راست گو ہوں پس جو روایت کہ بخاری سے لکھی ہی اور حضرت علی کو بھی اسکے راویوں میں سے لکھا ہی سب غلط ہی اور کوئی امر اسکا پایہ اعتبار میں نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت علی نے اس حدیث کو روایت کیا ہی اور وہ بھی یوں نہیں بقسم روایت کیا ہی سو اگر اس روایت کی تسلیم میں عذر تھا کہ اس حدیث کے ایک ہی راوی ہیں خود ابوبکر صدیق اور جس حدیث کا کل ایک ہی راوی ہو اور پھر کلام اللہ کی بھی مخالف ہو تو اس پر عمل کرنا ہرگز درست نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ابوبکر صدیق نے کلام اللہ کو چھوڑ کر ایک اپنی ہی روایت پر عمل کیا تو قطع نظر اسکی کہ جہاں علما شیعہ مخالفت سمجھتے ہیں ~~وہاں مخالفت بھی ہے~~ وہاں مخالفت نہیں موافقت ہی فقط اپنی سمجھ کا قصور ہے چنانچہ ظاہر ہو چکا اور پھر قطع نظر اس سے کہ یہ ایک روایت اور زیادہ کی روایت کا فرق وہاں ہی جہاں اس روایت کو مردی عنہ سے اپنے کانوں نہ سنا ہو اور درصورتیکہ اپنے کانوں سن لیا ہو تو کوہیہ سننے والا ایک ہی ہو یہ لاکھوں کے بیان سے زیادہ ہی بفضلہ تعالی یہ عذر بھی مرتفع ہوگیا کیونکہ اس روایت کے اسقدر راوی ہیں کہ کمتر روایات کے اسقدر راوی نہیں ہونگے اور پھر انمیں بھی اکثر وہ لوگ جو مبشر بالجنت ہیں اور پھر انمیں سے بھی ایک حضرت علی تو ایسی ہیں کہ ان اکیلوں کی روایت لاکھوں کے برابر ہی خصوصا شیعوں کے نزدیک کہ انکے نزدیک انکی روایت کا غلط ہونا محال ہی چہ جائیکہ موکد بالقسم ہو بہرحال شیعوں کے طور پر تو اس روایت کے صحت اور اس روایت کا اعتبار کلام اللہ کی صحت اور اعتبار سے کم نہیں پھر ابوبکر صدیق ہی کب ہو سکے ہی کہ ایسی روایت پر عمل نکریں اور اسکا اعتبار نکریں اور اہل سنت کے طور پر خود ظاہر ہی ہی کہ اسکے سب راوی بڑے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں ایک کا کہنا بھی ہزاروں کے کہنے کی برابر ہے پس معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی اسدرجہ کے معتبر اور صحیح ہی کہ قطعیت میں کلام اللہ کی برابری کری ہی کیونکہ یہ جماعت کی جماعت جسکا مذکور ہوا قطع نظر اسکے کہ ایک جماعت کثیر نے انمیں ایک ایک ایسا ہی کہ اسکا کہا مفید یقین اور خبر متواتر کی برابری کرے چہ جائیکہ سب کے مجموعہ کو لحاظ کیجے **اقول** یہ روایت

جھوٹی ہی چنانچہ ہم ثابت کرآئے اور حضرت علی نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا نہ قسم سے نہ بے قسم اور ہم اہل سنت کے کتابوں سے ثابت کرآئے ہیں کہ سوا ابوبکر کے کوئی روایت لاوارث کا راوی نتھا اور بیشک یہ روایت مخالف کلام اللہ کی ہے اور ایسی روایت پر عمل کرنا ہرگز درست نہیں ہی اور جو منصف ہوگا اسکو مخالف ہی سمجھیگا شیعونکی سمجھکا اسمیں کچھہ قصور نہیں ہے چنانچہ ظاہر ہوچکا اور ابوبکر نے ہرگز اس روایت کو اپنے کانوں سے نہیں سنا ہی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ خود بنالی ہی حضرت فاطمہ کے دعوی کے رد کرنیکو چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور سوا ابوبکر کے کوئی اسکا راوی نہیں ہے اور صحیح بخاری مین جو چند لوگوں کے نام لکھے ہیں اُن لوگوں نے ہرگز روایت نہیں کی ہی اور نہ عمر بن خطاب نے اس روایت کو اُن لوگوں سے پوچھا ہی ایک ناصبی نے یہ روایت بنا کر عمر کی طرف منسوب کردیا ہی کہ اُسنے فلانے اور فلانے سے پوچھا تو اُنہوں نے اس روایت کا اقرار کیا اور واقع میں اس طرح سے نہیں ہے اور وہ لوگ گو معتبر بالجملہ ہیں اہل سنت کے نزدیک لیکن اس روایت کو اُنہوں نے روایت نہیں کیا ہی اور نہ حضرت علی نے روایت کیا ہی گو اُنکی اور روایت صحیحہ لاکھوں کی روایت کے برابر ہی اور شیعوں کے نزدیک یہ روایت ایسی ہی جیسے انجیل میں تین خدا ہونیکی روایت ہے اور کلام اللہ سے اس جھوٹی روایت کو کیا نسبت ہے اور مثل کلام اللہ کے اسکا ہرگز اعتبار نہیں ہوسکتا کہیں راست کی برابر بھی دروغ کا اعتبار ہوسکتا ہی اور ابوبکر نے آخر یہ جھوٹی روایت بناکر اُس پر عمل کیا ہی اور اہل سنت کے نزدیک اگرچہ یہ لوگ جلیل القدر ہیں لیکن یہ روایت اُنہوں نے نہیں کی ہی کذب اس روایت کا واضح ہوگیا ہی اور ضعیف بھی یہہ روایت نہیں ہے بلکہ ضعیف سے بھی مرتبہ میں کمتر ہی چھائیکہ قطعیت کیا راوی اسکا مالک بن اوس معصوم تھا جو اسکو قطع کہا جائے بلکہ تیرے نزدیک تو معصوم سے بھی غلطی ہوتی ہی اور جماعت مذکورہ میں سے تو کسینے اسکو روایت ہی نہیں کیا ہی مالک بن اوس نے روایت کیا ہی اور اُس جماعت کا نام لکھدیا ہی اُس جماعت کو تو کسواسطے کہتا ہی کہ اُنہوں نے روایت کیا ہی **قال الشیخ الاشعری** القصہ بوجہ کثرت رواۃ وصدق ودیانت راویان توضحت واعتبار حدیث ماترکناہ صدقت کا چال ہی کہ اول تو اسکے اسقدر راوی ہیں کہ کمتر روایات کے اسقدر راوی ہونگے اور پھر وہ بھی ایسے ایسے جلیل القدر صحابی اور اگر بوجہ موافقت آیات واحادیث دیکھئے تو آیات کا تو یہ حال ہی کہ خود آیت یوصیکم اللہ ہے جسکے مخالفت کے بہروسہ علماء شیعہ بہت کودتے ہی اسکے موافق ہی مخالف نہیں چنانچہ اس طرح سے مرقوم ہوچکا ہی کہ ناظرین کو انشاء اللہ شبہ نرہیگا اور اگر کسیکو مخالفت معلوم ہوگی تو ایسی عقل کے اندھوں سے یہ ڈر ہی کہ جن احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ اور صدقات کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہی اُن احادیث کو بدرجہ اولی آیہ انما الصدقات للفقراء والمساکین کے مخالف سمجھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسبات کا طعن کرنے لگیں کہ نعوذ باللہ خلاف کلام اللہ عمل کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا فقر وفاقہ مشہور معروف ہی اور بنا پر دعا کرنا کہ الٰہی مجھکو جیتے جی اور مرتے دم تک مسکین ہی رکھ اور قیامت کو زمرہ مساکین ہی میں اُٹھائیو سب کو معلوم ہی اور جب آپ فقیر اور بلکہ فخر الفقراء والمساکین ہوئے تو آپکو زکوۃ وصدقات کا لینا بدرجہ اولی درست ہوا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ آیہ انما الصدقات میں کوئی اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کا نہیں پایا بخلاف آیہ یوصیکم اللہ کے کہ اسمیں خطاب کا امت کے ساتھ مخصوص ہونا جو بقرینہ غلبہ صیغہ یوصی سمجھا جاتا ہی چنانچہ مرقوم ہوچکا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حکم سے مخصوص ہونے پر شاہد کامل ہی اور جیسا تفاق فریقین احادیث جو زکوۃ وصدقات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں انما الصدقات کے مخالف نہوئی بلکہ موافق ہوئی تو حدیث ماترکناہ صدقۃ بدرجہ اولی موافق ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلعم کا حکم میراث سے مخصوص ہونا سیاق سورہ اعنی شروع سورہ سے تو معلوم ہو ہی تھا چنانچہ مرقوم ہوچکا خود آیہ یوصیکم اللہ سے بھی مفہوم ومعلوم ہوتا ہی بخلاف آیہ انما الصدقات کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسکے حکم سے مخصوص ہونا اگر معلوم ہو تو بتکلف ومنہم من یلزمک فی الصدقات سے جو انما الصدقات سے بفاصلہ چند آیہ مقدم ہی معلوم ہو کیونکہ ماحصل اسکا یہ ہی کہ بعض منافقین میں سے وہ لوگ ہیں کہ اسی پیغمبر تجھپر زکوۃ بانٹنے میں طعن کرتے ہیں اگر انہیں بھی بلجائے تو راضی ہوجائیں ورنہ ملی تو غصہ میں بھر جائیں اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تقسیم زکوۃ تھا پھر جو انما الصدقات فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ حق فقرا اور مساکین ہے منافقین کے باپ کا اسمیں اجارہ نہیں القصہ جب رسول اللہ صلعم کے منصب تقسیم اور فقراء ومساکین کے مصرف ہونے اور منافقین کے مستحق نہونے کو لحاظ کیا جاتا ہے تو یوں سمجھ میں آتا ہی کہ رسول اللہ صلعم اس حکم سے خارج ہیں اور یہ ایسی بات ہے کہ کوئی شخص کسی مسکین کو کچھ دیکر یوں کہی کہ اسکو مساکین پر تقسیم کردینا اغنیاء کو نہ دینا تو گو وہ مسکین بھی جسکو وکیل تقسیم کیا ہی مسکین ہے لیکن بحکم شہادت فہم عرف وہ شخص اس حکم سے خارج ہی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ آیہ واعلموا انما غنمتم من شئ میں اور آیت ما افاء اللہ میں فللرسول شمول کہنے کی ضرورت ہوئی القصہ آیہ انما الصدقات سے رسول اللہ صلعم کا مخصوص ہونا فقط ایک آیت ومنہم من یلزمک فی الصدقات جو جملہ منفصل اور قرینہ خارجی ہی بدقت اور تکبت سمجھ میں آتا ہی اور آیہ یوصیکم اللہ سے آپکا مخصوص ہونا بے تکلف قرینہ داخلی خارجی دونوں سے سمجھ میں آتا ہی تو اگر وہ احادیث جنسے رسول اللہ صلعم پر زکوۃ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہی آیہ انما الصدقات کے مخالف نہیں موافق ہیں تو حدیث ماترکناہ صدقۃ آیہ یوصیکم اللہ سے زیادہ تر موافق ہوگی علی ہذا القیاس آیہ وورث سلیمان داؤد اور آیہ فہب لی من لدنک سے بھی حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ مخالف نہیں موافق ہی کیونکہ ان آیات میں میراث علمی اور میراث منصبی مراد ہی میراث مالی مراد نہیں چنانچہ بدلائل واضحہ واضح ہوگیا اور حدیث ماترکناہ صدقۃ میں میراث مالی مراد ہی میراث علمی مراد نہیں باقی رہی احادیث سے موافقت سو اسکا حال یہ ہی کہ اہل سنت کی نزدیک تو یہ حدیث ماترکناہ صدقۃ اس درجہ کو صحیح ہے کہ اسکی سند کے دریافت کرنیکے لیے کسی اور صحیح حدیث کی موافقت کی ضرورت نہیں

بلکہ اور حدیثوں کی صحت کی میزان اور معیار اسکو کہئے تو زیبا ہی یا نیہہ یہی حدیث کئی طریقوں سے یعنی سندوں سے مروی ہی اور وہ سب کی سب صحیح ہیں اور یہی معنی ہیں حدیث کے صحیح کے موافق ہونیکے کیونکہ حدیث کی صحت باعتبار سند صحت کے ہوتی ہی اور حدیث کا تعدد باعتبار تعدد سند کے ہوتا ہے اگر متن یعنی ایک عبارت کئی سندوں سے مروی ہو تو اُس حدیث کو پھر ایک حدیث نہیں کہتے ہیں اُسکی تعداد بمقدار تعداد اسانید کی ہوگی اور جب وہ ایک حدیث نہوئی بلکہ متعدد ہوئی تو باینوجہ کہ متن ایک ہی ہی ایک دوسرے کے موافق ہوگی اور چونکہ حدیث ماترکناہ صدقۃ کا یہی حال ہی بلکہ بعض بعض الفاظ میں بھی فرق ہی گو معنی باہم موافق ہی ہوں تو بیشک انکو ایسی چند حدیثیں کہیں گے کہ ایک دوسرے کے موافق ہیں اور پھر جب سندیں صحیح ہوئیں تو یوں کہہ سکیں ہیں کہ یہ حدیث احادیث صحیحہ اہل سنت کے موافق ہی **اقول** سوائے ابوبکر کے کوئی بھی راوی روایت ماترکناہ صدقۃ کا نہیں ہے اور سوائے اسکے ایک روایت موضوعہ مالک بن اوس کی جو کہ صحیح بخاری میں لکھی ہی اسکا بھی موضوع ہونا ہم بیان کر چکے وہ اور کونسا راوی اس روایت کا ہی جھوٹ کیوں لوگ اور جبکہ اور کوئی راوی نہو اور اہل بیت علیہم السلام نے اُس روایت کو تسلیم نکیا تو اس روایت کے دروغ ہونیمیں کیا کلام ہی اور آیہ یوصیکم اللہ ہی کی جہت سے تو وہ روایت غلط ٹھہری ہی کہ اس روایت کے مخالف ہے اور موافقت کا دعوی تو کہانے کرتا ہی اور جو احتمالات موافقت کے تو نے اپنی طبیعت سے ایجاد کئے تھے ہمنے اُن سب کو رد اور باطل کر دیا ہی اور جن روایات کے حکم سے جناب رسولخدا صلعم انما الصدقات للفقراء سے مستثنے ہوئی ہی وہ روایتیں متواترات میں سے ہیں اور کل مسلمانوں کا اتفاق ہی حضرت کے مستثنے ہونے پر اور عقل کا اندھا تو ہی کہ روایت بکری کو اُن روایات کے برابر کرتا ہی یہ روایت بکری جسکو وافقان سور شرع نے جھوٹا ٹھہرا دیا ہی اور ایک شخص کی روایت کہ جو خواہش نفس کے موافق ہی وہ اُن روایتوں کی کہ جو کثرت سے ہیں اور سب مسلمانوں کا اتفاق اُنپر ہی کیونکر برابر ہو جائیگی اور اگر حضرت نے بھی نفسہ اپنے تئیں فقیر کہا تو اس سے کیا ہوتا ہی خدا تعالی نے تو حضرت کو خاص کر کے فقیر کہیں نہیں فرمایا ہی اور اگر حضرت کی تخصیص کے واسطے آیہ انما الصدقات میں اشارہ نہیں ہے تو متواترات اور اتفاق اہل اسلام حضرت کے مستثنے ہونے پر دلالت کرتا ہے اور آیہ یوصیکم اللہ میں سے حضرت کو کسی نے خاص نہیں کیا ہی اور قرینہ غیبت کا حضرت کے خاص ہونے پر دلالت کرتا ہی اس طرح کا کلام اللہ میں بہت آیا ہی کہ خطاب عام سب کی طرف ہے پیغمبر کے اور غیر پیغمبر کی طرف اسی طرح آیہ یوصیکم اللہ میں خطاب عام ہی اور جو کچھ تو نے حضرت کے مخصوص ہو جانیکی مقدمہ میں لکھا تھا وہ سب باطل ہو گیا اور جو احادیث کہ زکوۃ اور صدقہ کے حرام ہونیکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہیں اُنپر اتفاق کل مسلمانوں کا ہی اسواسطے وہ روایتیں آیہ انما الصدقات کے مخالف نہونگی اور اگر ابوبکر کی روایت کو جانتی ہیں کہ یہ روایت ابوبکر نے رسولخدا صلعم سے نہیں سنی ہی بلکہ خود بنالی ہی اسواسطے یہ روایت اُس آیت کے موافق نہیں ہو سکتی بلکہ مخالف ہی ہیگی اور جناب رسولخدا صلعم کا مخصوص ہونا حکم میراث سے شروع سورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوا اور جو کچھ تو نے لکھا تھا وہ باطل ہو گیا اور نہ آیہ یوصیکم اللہ سے مفہوم و معلوم ہوتا ہی اور آیہ انما الصدقات کے حکم سے جناب رسولخدا صلعم کا مستثنے ہونا متواترات سے اور اعتقاد اور مسلمات جمیع اہل اسلام سے ثابت ہے نہ آیہ ومنهم من يلمزك في الصدقات سے اسکا بحث ذکر ہی اسکو کیا تعلق ہی کہ حضرت کا مخصوص ہونا آیہ انما الصدقات کے حکم سے کچھ اسی آیہ ومنهم من يلمزك سے ثابت نہیں اور بہت سی روایتیں ہیں اور حضرت کا خاص ہونا آیہ یوصیکم اللہ کے حکم سے کسی قرینہ خارجی یا داخلی سے ثابت نہیں ہے اور جن احادیث سے رسولخدا صلعم کا خاص ہونا آیہ انما الصدقات کے حکم سے ثابت ہے وہ احادیث مسلمات میں سے ہیں اور روایت ماترکناہ صدقۃ آیہ یوصیکم اللہ کے موافق نہیں ہے بلکہ بالکل مخالف اسکی ہی اور ایسے ہی آیہ وورث سليمان داود اور آیہ فہب لی کی مخالف ہی کیونکہ ان آیتوں میں وراثت مالی مراد ہی نہ وراثت علمی و منصبی چنانچہ پہلے اس سے بدلائل ثابت ہو لیا ہی اور روایت ماترکناہ صدقۃ سے البتہ وراثت مالی مراد ہے اور یہ روایت اسطرح سے البتہ صحیح ہی کہ ابوبکر نے بیان کی ہی اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے لیکن وجناب رسولخدا صلعم سے یہ روایت نہیں سُنی تھی بلکہ خود بنالی تھی اور بعد اسکے جو کچھ لکھا ہی وہ سب بیکار ہی اسواسطے کہ ہم اس روایت کے مروی ہونیکا کب انکار کرتے ہیں اسی روایت پر تو سارا جھگڑا ہی اور بیشک ابوبکر نے یہ روایت بنا کر حضرت فاطمہ کے روبرو بیان کی اور حضرت فاطمہ بھی یہ روایت سنکر ابوبکر سے ناراض ہوئیں اور تمام عمر ابوبکر سے کلام نکیا **قال الشيخ للاشعري** مگر اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ اسکی صحت میں اگر شک ہو تو شیعوں کو ہو اسلئے لازم یوں ہی کہ احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ شیعہ اسکی صحت پر شاہد لائی لہذا معروض خدمت علماء شیعہ بلکہ عوام خواص امامیہ یہ عرض ہی کہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک کتاب کافی کلینی ہی بڑھا کتب احادیث میں کوئی کتاب معتبر نہیں ہی سو وہ علامہ کلینی ہی کی روایت سے جو بروایت ابوالبختری امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہوا ہی ان العلماء ورثة الانبياء ذلك ان الانبياء لم يورثوا درهما ولا دينارا وانما اورثوا احاديث من احاديثهم فمن اخذ بشئ منها فقد اخذ حظا وافرا اور چونکہ ترجمہ اسکا مرقوم ہو چکا ہی تو مکرر ترجمہ کے لکھنے کی ضرورت نہیں پر اتنا کہنا ضرور ہی کہ اس روایت میں بہ نسبت روایت صدیق کے کوئی بات کم نہیں بلکہ اتنی بات زیادہ ہی کہ اس روایت میں حضرت امام جعفر صادق نے بنظر بدگمانی شیعہ اسکی وجہ بھی بیان فرما دی ہی کہ انبیاء کے علم کی تو وارث ہوتے ہیں اور اُنکے مال کا کوئی وارث نہیں سو درصورتیکہ نسخہ لم یورثوا صحیح ہو تب تو مطلب ظاہر ہی کیونکہ حاصل یہ ہوگا کہ انبیاء کی جو فقط علماء وارث ہیں کوئی اُنکے اموال متروکہ کا وارث نہیں ہوتا وجہ یہ ہی کہ اُنہوں نے بھی تو کسی سے کچھ درہم و دینار میراث میں نہیں لیا اور اگر نسخہ لم یورثوا صحیح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ علماء کے وارث الانبیاء ہونیکی وجہ یہ ہے کہ انبیاء نے درہم و دینار کچھ نہیں چھوڑا ہی نہیں جو اُسمیں میراث جاری ہو اُنہوں نے فقط احادیث میراث میں چھوڑی ہیں **اقول** روایت

ماترکناہ صدقۃ کو اس طرح سے ہم صحیح جانتے ہیں کہ ابوبکر نے اسکو روایت کیا ہے مگر جناب سولخدا صلعم سے اس روایت کو سننا صحیح نہیں ہے اور احادیث صحیحہ شیعہ میں سے نہیں ہے وہ روایت کہ جو تو بیان کریگا وہ روایت سنی کی ہے کہ اسکا راوی ایک ناصبی ہے اور کتاب کافی شیعوں کے نزدیک البتہ معتبر ہے لیکن روایتیں اسمیں سب طرح کی ہیں معتبر بھی اور ضعیف بھی اور تقیہ کی بھی اور ابوالبختری کی روایت جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے وہ روایت معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ راوی جو اسکا ابوالبختری ہے وہ ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے اور درصورت تسلیم یہ روایت ابوبکر کی روایت کے برابر نہیں ہوسکتی اول تو یہ کہ ابوبکر کی روایت میں وراثت مالی مراد ہے اور اس روایت میں وراثت علمی مراد ہے اور دوسرے یہ کہ اس روایت میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے فقط نہ نفی اثاث و اراضی اور عقار کی اور ہمارا کلام اراضی میں ہے نہ درہم اور دینار میں اور ابوبکر نے کل مال کی نفی کی ہے کہ پیغمبر کی کسی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا نہ عمامہ کا نہ عبا کا نہ بدن کے لیڑوں کا اور نہ بچھونوں کا نہ سواری کا نہ اثاث البیت کا اور امام جعفر صادقؑ نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ انکے مال کا کوئی وارث نہیں ہے جھوٹ کیوں کہتا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ درہم و دینار کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انکی زمین کا کوئی وارث نہو اور یہ جو فرمایا ہے کہ علما وارث انبیاء کے ہیں تو مراد اس سے یہ ہے کہ انکے علم کے وارث ہیں اور کسی چیز کے سو یہ بات ظاہر ہے کہ علماء انکے علم ہی کے وارث ہونگے نہ انکی کسی اور چیز کے اور رسمی علم کے جو وارث ہونگے وہ انکے ورثہ مالی ہونگے اور اگر انہوں نے درہم و دینار میراث میں نہیں لیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ اور بھی کچھ میراث میں نہ لیا ہو مثل مکانات اور اراضی اور گھوڑوں کے چنانچہ حضرت سلیمان وارث ہوئے حضرت داؤد کے کہ گھوڑے انکی وراثت میں آئے جیسا کہ تفسیر بیضاوی اور کشاف وغیرہ میں لکھا ہے اور اگر انبیاء نے درہم اور دینار نہیں چھوڑا ہے کہ جسمیں میراث جاری ہوتی سوائی درہم و دینار کے دیگر چیزوں کو تو چھوڑا ہے اراضی وغیرہ کو جسمیں میراث جاری ہے اور جواب اس روایت کا مفصل پہلے اس سے گزر گیا ہے لیکن یہ ایک امر کو آٹھ دس مرتبہ لکھتا ہے اور ہمکو زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی جواب دینا ہوتا ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا فدک وغیرہ سو فدک تو رسول اللہ صلعم کی ملک ہی میں نہ تھا جیوں کہ فدک چھوڑکر آپ اس جہان سے تشریف لیگئے چنانچہ بشہادت آیہ ما افاء اللہ بخوبی روشن ہوچکا ہے اور سوائے اسکے اور اشیاء مثل لباس مرکب مکان کے سو مکان آپکے پاس فقط حجرہائے ازواج مطہرات تھے سو گواہی کلام اللہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے سب ازواج ہوچکے تھے اسلئے کہ خداوند کریم یوں ارشاد فرماتا ہے وقرن فی بیوتکن یعنی اے بیبیو تم اپنے گھروں میں ٹھیری رہو یوں نہیں فرمایا وقون فی بیوت النبی یعنی نبی کے گھروں میں ٹھیری ہو معلوم ہوا کہ وہ حجرے ازواج کے ہوچکے تھے بوجہ یہ کہ مملوک ازواج ہوئی ہوں یا اور کسی وجہ اور یہ احتمال کہ سکونت کے گھر کو تمام عالم رہنے والوں کا گھر کہا کرتے ہیں اگرچہ مالک اسکا کوئی اور ہو اور ادھر کرایہ کے مکانوں کو بھی اپنا گھر کہا کرتے ہیں قطع نظر اسکے کہ مجاز ہو اور بے ضرورت مجازی معنی مراد لینے کی اجازت نہیں اور پھر اس سے قطع نظر کیجیے کہ خدا کو کیا ضرورت ہوئی کہ فی بیوت النبی نہ فرمایا اور یہ فرمایا شیعوں کے لیے اور یہ سب بیہودہ شوخی ہے امام کی بات غلط ہوجائیگی بلکہ تو ان معنی کی اپنی طور پر ضرورت نہیں کیونکہ تاحین حیات مملوک رسول اللہ صلعم تو بحکم حدیث الانورث الخ وہ حصہ قرار پاچکے تھے جیسے آمدنی فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صرف میں آتی تھی ہمکو تو ان معنی کے کہنے میں تصدیق حدیث حضرت امام صلعم بدغلطی ہوا کر آیہ قرن فی بیوتکن کے وہ بھی نہیں ہے عرض کرو تو شیعوں ہی کو دشواری ہے ہمیں لیا اس مکانات بھی وقت وفات آپکے تھے باں البتہ اس باب میں ہمکو باقی رہا مگر قوت ایمان کی بات تو یوں ہے کہ حضرت امام کے اس حصر کو انبیاء نے بے احادیث میراث میں کچھ چھوڑا ہی نہیں سمجھکر ہرگز تعامل نہ فرمایا ہوگا بلکہ یوں سمجھکر کہ رسول اللہ صلعم نے انبیاء مذکورہ کو دنیا میں چھوڑا لیکن شاید کہ یکو اپنے جیتے جی ہی دیدیئے ہوں اور پھر جو انکے پاس موجود نہیں تو بوجہ عاریت ہوں **اقول** فدک بتملیک سولخدا صلعم مملوک تھا جسکا گواہ آیہ ما افاء اللہ ہے اور اپنی حین حیات میں جناب سولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فقط سبب فرمایا تھا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور اسکا ذکر پہلے اس سے ہوچکا ہے اور حجرے حضرت کے مملوک ازواج نہ ہوئے تھے بلکہ انکے رہنے کیواسطے دیدیئے تھے آخر زوجہ کے رہنے کو کوئی مکان چاہئے اور رہنے کے واسطے بنی سے یہ لازم نہیں ہے کہ رہنے والے کی ملک بھی ہو چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وکا تخرجوھن من بیوتھن یعنی اور نہ نکالو تم انکو گھروں انکے سے دیکھو یہاں خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ عورتوں کو جو طلاق دو تم جبتک عدہ انکا تمام نہو لو تو انکو انکے گھروں سے نہ نکالو تو کیا وہ گھر ان عورتوں کے تھے جنمیں وہ رہتی تھیں بلکہ انکے شوہروں کے گھر تھے جسکو سب جانتے ہیں اور وہ موتیہ جو ان گھروں میں اپنے شوہروں کے رہتی تھیں اسواسطے انکے گھر فرمایا اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ گھر ان عورتوں کے مملوک ہوجائیں اور اگر وہ گھر عورتوں کے مملوک ہوں تو انکو گھروں سے نکالنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور ایسا ہی وقرن فی بیوتکن ہے اور اس محاورہ کی جہت سے فی بیوت النبی کہنے کی کوئی احتیاج نہ ہوئی اگر شیعوں کو کسی طرح کی دشواری ہے نہیں ہے اور نہ بات امام کی غلط ہوئی ہے اور روایت لانورث بالکل جھوٹی ہے رسولخدا صلعم کا ترکہ صدقہ نہیں ہوسکتا اور آمدنی فدک کی حضرت زہرا کے صرف میں کچھ تھی وہ تو ابوبکر نے ضبط کرلیا تھا اور ازواج کی حجروں کو انسے نہ لیا وہ انکے پاس ہی رہنے دی اور حدیث حضرت صادق کی کوئی نہیں ہے بلکہ ابوالبختری ناصبی کی ہے اور جواب اسکا ہم کئی مرتبہ دے چکے اور حجرے حضرت کی ازواج کی اور سوائے اسکے سب حضرت کی ملک تھے قبل وفات اور بعد وفات اور مرکب اور لباس وغیرہ بھی جو کچھ حضرت نے چھوڑا وہ حضرت ہی کی ملک تھا اور دعوے فرض روایت کو رد معنی اسکی ہم

کہ انبیاء علیہم السلام علماے موروث احادیث وعلم ہی کی ہیں اور کسی چیز اور درہم ودینار کو وراثت علما کے واسطے نہیں چھوڑتے تو اس میں نفی وراثت درہم ودینار کے ہی نہ مکانات اور اراضی وغیرہ دیگر اثاث البیت کے اور جو کچھ چھوڑا ہی حضرت نے بعد اپنے سوا نی فدک کے اپنے جیتے جی کسیکو دینا ثابت نہیں ہی اور یہ کہنا کہ بوجہ عاریت حضرت کے پاس تھا یہ کسیکی عقل میں ہی آتا ہی اور جو کسیکو دیتے تو اپنے پاس کیوں رکھتے کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** الحصہ اپنی سمجھ میں نہ آنیکے باعث حضرت امام کی بات کی تکذیب نکیجے ہاں اپنی سمجھ اور عقل کی تعلیط کیجے لیکن اطمینان قلب مومنین کے لئے یہ اشارہ مرقوم ہی کہ لم یورثوا کے یہ معنی نہیں کہ آپ دنیا میں کچھ چھوڑ کر نہیں گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ میراث میں نہیں چھوڑ گئے سو اس صورت میں بجز اسکے نہیں بن پڑتی کہ یہ راوی جسکے راوی ابوبکر صدیق ہیں یعنی لانورث ماترکناہ صدقہ صحیح ہو اور حضرت امام نے بوجہ واقعیت اس وصیت کے حصہ کرکے دیا ہو کہ انبیاء نے بجز احادیث کے میراث میں کچھ نہیں چھوڑا بہرحال روایت حضرت امام ہمام جعفر صادق روایت صدیق اکبر سے اسباب میں کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں تاکچھ کم نہیں بلکہ بہ نسبت زیادہ ہی اول تو آپنے بطور حصر یہ فرمایا کہ انبیاء نے بجز احادیث میراث کے لئی کچھ چھوڑا ہی نہیں حدیث ابوبکر صدیق میں یہ بات نہیں کیونکہ طاہر ہی کہ حضرت امام کے حصہ سے دو باتیں معلوم ہوئی اول تو یہ کہ یا تو انبیاء علیہم السلام نے کچھ چھوڑا ہی نہیں یا چھوڑا ہے تو وہ میراث کے قابل نہیں دوسرے یہ کہ انہوں نے میراث میں احادیث کو چھوڑا ہے اور حضرت ابوبکر کی روایت سے فقط اتنا ہی معلوم ہوتا ہی کہ اموال متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں معہذا حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث میں اس دعوی کے ساتھ کہ متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں کوئی دلیل نہیں اور حضرت امام نے اسکی دلیل بھی فرمادی اور اپنی دعوی کو موجہ کردیا سو سنیوں کی طرف سے تو آپکو اطمینان ہی تھا سو جہ کثرہ جو ساتھ لگایا تو سو آپکی طرف سے آپکی خاطر جمع تھی انکی نفاق سے عیاں تاکہ میری بات سیدھی انگلیوں حضرات شیعہ ماننے والے معلوم نہیں ہوا اس لئے اپنی دعوی کو موجہ کرکے بیان فرمایا تھا لیکن آفرین شیعوں کو کہ حضرت امام کے بات کے نہ ماننے سے گو ایمان ہی خاک میں رل گیا مگر کیا امکان جو امینوں سے باز آئیں اپنی وہی ہٹ دھرمی کی ایک ٹانگ گاڑی جاتے ہیں خیر خداوند کریم ہی انکو سمجھیں کہ نہ پیر کے نہ فقیر کے نہ اصحاب کے نہ امامونکے بالجملہ جاے شرم ہے کہ جنکی آڑ میں اصحاب کرام پر طعن کرتے تھے وہ خود ہم صفیر اصحاب ہیں یہ وہی مثل ہی کہ مدعی سست اور گواہ چست والے بہرحال شیعہ کہ اصحاب کو برا کہکے تو نور ایمان ہی کھویا تھا پر ائمہ کی بات نہ ماننے سے ایمان ہی کھودیا کیونکہ بزعم شیعہ منکر قول ائمہ کا کافر ہی خصوصاً جبکہ ایسے معتبر کتابوں کے واسطے سے معلوم ہوجاے جسکا نام کافی کلینی ہی **اقول** حضرت امام کی بات کی تکذیب کسی طرح سے نہیں ہوتی اور جو کچھ کہ مراد امام کی ہی وہ تو سمجھا نہیں ہے اور لم یورثوا کے یہ معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا درہم اور دینار میں کوئی وارث نہیں ہوتا ہی نہ یہ کہ زمین اور مکان وغیرہ کا بھی کوئی وارث نہو اور میراث میں درہم ودینار کو البتہ نہیں چھوڑ گئے کہ جمع کرنا اسکا سخت پر دلالت کرتا ہی اور روایت ابوبکر کی یعنی لانورث ماترکناہ صدقہ ہرگز صحیح نہیں ہوسکتے کہ اس میں نفی وراثت کل متروکہ کی ہی نہ درہم ودینار تنہا کے اور حضرت امام نے نفی وراثت درہم ودینار تنہا کے کی ہی نہ کل متروکہ کی اور امام کی حصر سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وراثت علماے واسطے بجز احادیث کے انبیاء نے اور کچھ نہیں چھوڑا اور اگر کل متروکہ مراد لیا جائے تو انکی کل متروکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو روایت ہی غلط ہوگی اسواسطے کہ اس صورت میں کلام اللہ کی آیتوں کے مخالف ہوگی معلوم ہوا کہ حصر اضافی ہی اور اگر یہ روایت دروغ بھی ہو تو کچھ بعید نہیں ہے اسواسطے کہ یہ روایت ابوالبختری کی ہی جو سنی عامی تھا اور درصورت فرض ابوبکر کی روایت میں اور اس روایت میں بڑا فرق ہی کہ ابوبکر کی روایت میں تو نفی وراثت کل متروکہ کی ہی اور اس روایت میں نفی وراثت درہم ودینار کی ہی اور یہ اس روایت میں کہاں ہے کہ انبیاء نے بجز احادیث میراث میں کچھ چھوڑا ہی نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ انبیاء احادیث کے وارث کئے گئے ہیں علماء کے واسطے اور سوا اسکے اور چیز کے وارث انکے واسطے نہیں کئے گئے ہیں اسواسطے کہ اس روایت میں وراثت علم کا ذکر ہے اسواسطے مراد علم ہی ہوگی اور نفی اس میں درہم ودینار کے وراثت کی ہی اور اسکے سوا اور چیز کی نفی نہیں ہے اور اس روایت میں اسکا تو ذکر ہی نہیں ہے کہ کچھ چھوڑا ہی یا نہیں چھوڑا ہی بلکہ وراثت وعدم وراثت کا ذکر ہی اور انہوں نے میراث میں احادیث کو جو چھوڑا ہے تو مطلب اس سے یہ ہی کہ علماء کے واسطے میراث میں احادیث کو چھوڑا ہے اور دلیل حضرت امام نے کوئی نہیں بیان کی ہی اور یہ اس صورت میں ہے کہ اس روایت کو تسلیم کریں ورنہ یہ روایت ابوالبختری سنی کی ہی کہ حضرت صادق علیہ السلام کیطرف منسوب کی ہی اسکا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر ہم تسلیم کرینگے تو اس روایت میں جو انما کلمہ حصر کا ہے وہ حصر اضافی کی واسطے ہوگا اور پھر اس میں کسیطرح کی قباحت نہیں ہے اور اگر حصر حقیقی مراد ہوگا تو لم یورثوا کے اور اور تو کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہوگی کہ وہ علماء کی طرف پھریگی یعنی لم یورثوہم اور مفصل پہلے اس سے ہم بیان کرچکے ہیں جسجگہ کہ اسنے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور یہ طرہ ابوالبختری کا لگایا ہوا ہے نہ امام کا کہ ابوالبختری کو سنیوں کی طرف سے تو بہ سبب انکے نفاق کی خاطر جمع ہی تھی لیکن شیعوں کو جانتا تھا کہ یہ بدون ایجاد افترا اور دروغ کے بسبب اپنے حسن اعتقاد کے تسلیم نکرینگے اور میری بات کو سیدھی انگلیوں ماننے والی نہیں معلوم ہوتی سو اس لئے اس نے یہ افترا امام علیہ السلام پر کیا لیکن آفرین ہی شیعوں کو کہ مفتری کی بات کو نہیں مانتی اور سنیوں نے جو اسکی لکھنے کو مانا تو ایمان ہی انکا خاک میں رل گیا اور ابوبکر کی روایت کا کذب قرآن اور حدیث سے دونوں سے ثابت ہوگیا ہی اور اہل سنت وہی گانی جاتے ہیں کہ ابوبکر سچا تھا مگر کیا امکان جو امینوں سے باز آئیں خداوند کریم انکو سمجھے نہ پیر کے ہیں یہ نہ فقیر کے نہ خدا کے نہ رسول کے

نہ اصحاب کے نہ امام کے اور ہم اصحاب پر ہرگز طعن نہیں کرتے ہیں بلکہ اُن لوگوں پر کرتے ہیں کہ جو صحابیت کی شرف سے خارج ہو گئے ہیں اور اُن لوگوں کے ہم صغیر امام علیہ السلام ہرگز نہیں ہیں اور ائمہ علیہ السلام کا فرمانا بسر و چشم ہم قبول کرتے ہیں اگر ثابت ہو جائے کہ یہ قول امام کا ہی اور اگر کوئی اُسپر افترا کرے تو اُسکو کاہیکو ہم تسلیم کرینگے اور کافر تو تم ہو گئی ہو ثلثہ کی پیروی میں اور کلینی میں تو سب طرح کی روایتیں ہیں معتبر اور غیر معتبر اور اس سے زیادہ غیر معتبر کیا ہوگی کہ راوی اسکا سنی ہی جو کہ ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے اور اُس میں یہ بھی روایت ہی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام خلفاء ثلثہ کو اور معاویہ کو بعد صلوٰۃ واجبہ کے لعنت کیا کرتے تھے اسکو بھی تو تسلیم کرلے **قال الشیخ الاشعری** القصہ حدیث ماترکناہ صدقۃ بشہادت حدیث کلینی مذکور جو صحیح ہی اصح ہے معہذا ایک اور حدیث کلینی ہی اُسکی موید ہی چنانچہ وہ بھی مرقوم ہو چکی لیکن بنظر احتیاط اُسے بھی لکھ دیتا ہوں رہی الکلینی عن ابی عبداللہ ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان مرقوم ہو چکا اس لئے یہاں اسیقدر مرقوم ہونا مناسب ہے کہ اس سے اتنی بات معلوم ہوتی ہی کہ انبیاء کی میراث وہ میراث علم ہے باقی رہا دلیل عقلیہ اور قرائن عقلیہ سے حدیث مذکور کا صحیح ہونا سو اسکا بیان بھی اوپر ہو چکا ہے مگر بطور یاددہانی فقط اشارت یہ بات مرقوم ہی کہ اول تو انبیاء اپنی قبور میں زندہ موجود ہیں اور زندہ کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہاں اگر وہ اشیاء اُسکی کارآمد نہ ہیں اس لئے وہ اُن اشیاء کو کسی موقع میں صرف کرنیکو کہی تو اُسکی خدام کو لازم ہی کہ اُن اشیاء کو اُسیطرح صرف کریں سو در صورتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو باتفاق حیات النبی ہیں گوشہ قبر میں زندہ موجود ہوں اور پھر دلائل اُسپر شاہد ہوں چنانچہ اوراق سابقہ میں مذکور ہوئیں تو میراث تو اُنکی متروکہ میں جاری ہو گی لیکن اُنکے خلیفہ کے ذمہ جو بمنزلہ کارکن ہوئی ہی کیونکہ خلیفہ اسے ہی کہتے ہیں یہ بات لازم ہوگی کہ در باب اموال بنوی جو یا ہی اشعارات بنوی رہے سو چونکہ اشارہ بنوی حضرت ابوبکر صدیق کو جو خلیفہ راشد تھے اسباب میں بایں طور معلوم ہوا کہ ماترکناہ صدقۃ تو اُنکے ذمہ اُسکی تعمیل لازم پڑی اور کوئی ناقی ریشناس باوجود دلائل مسطورہ سابق حیات نبوی کو نمانے تو اُنکے لئے دوسری ہدایت عقلی موجود ہے اگر ہدایت پر آنا اُنکو منظور ہو وہ یہ ہے کہ انبیاء خدا کے سامنے اپنے آپ کو مالک ہی نہیں سمجھتے پھر وہ کیونکر نکہیں کہ ہمارے متروکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی کیونکہ وہ ہماری ملک ہی نہیں خدا کی ملک ہے ہمارے پاس فقط مستعار تھا جب ہم ہی نرہی تو عاریتاً کہاں تھا لہٰذا لازم یوں ہی کہ جیسے کہ یہ خدا کا مال ہی خدا ہی کی راہ میں صرف ہونا چاہئے مگر چونکہ یہ بات سابق میں مشرحاً بیان ہو چکی ہی تو یہاں اسقدر ہی بہت ہی **اقول** حدیث کلینی کے شہادت سے روایت ماترکناہ صدقۃ سرلز صحیح نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور دوسری حدیث کلینی کے جو لکھی ہی ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان اسکا جواب بھی ہم لکھ چکے ہیں پہلے اس سے لیکن یہ ایک بات کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ لکھنا ہی اور اسیطرح سے اس نے کتاب کو طول دیا ہی اور مطلب اسمیں تھوڑا ہی ہی اور اس روایت میں وراثت علمی مراد ہی اسواسطے آوے ہم اسکا یہاں بھی جواب دیدیں اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ وراثت علمی ہوتی ہی نہیں ہے جس جگہ کہ قرینہ علم کا موجود ہوگا وہاں البتہ موجود ہوگی سب جگہ اور اس روایت سے یہی ثابت ہوا کہ انبیاء کے وارث علم کے بھی ہوتے ہیں کہ علم کے سوا اُنکے اور کسی چیز کے وارث نہیں ہوتے اور اس حدیث کی صحت کا ہم انکار ہی نہیں کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی قبور میں زندہ بیٹھے رہنے کو جو لکھا ہی اسکا جواب پہلے اس سے ہم مفصل لکھ چکے اور یہ ایک دیوانوں کی سی بات ہی بھلا اُس زندگی کو یہاں کیا تعلق ہی اول تو یہ کہ مرنا آپکا اور اس جہان سے چلا جانا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اور فرماتا ہی كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اور جب حضرت کا مرنا ثابت ہو گیا تو یہ حضرت کو میوں کر زندہ کہا جاتا اور اگر زندہ کہا جاتا تو معلوم ہوا کہ حضرت کو حیات ہوئی ہی کہ دہ بار جسم مع روح دنیس ہوئی ہی اور قبر [illegible] اور چلتے پھرتے ہیں جنت میں اور قبر کے کوٹھا تاریک میں حضرت کا کیا کام ہی لیکن وہاں بھی حضرت کیواسطے ایک روضہ ہو گیا ہو کہ ریاض جنت میں سے ہیں لیکن یہ زندہ کے بعد مرنے کی میراث کو مانع نہیں ہے اور اگر وہ حضرات مرے نہیں ہیں اور زندہ قبر میں موجود ہیں تو باہر نکلکر کیوں نہیں فرما دیتے کہ بیٹے ابوبکر سے کہدو یا تھا کہ میرے ترکہ کا بعد میرے کوئی وارث نہیں ہوا و خضر کا مال ہی اُمت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ گمراہ ہوئی چلے جاتے ہیں اور ہدایت نہیں کرتے اور اگر اُنہیں موقعہ پر صرف کرنیکو کہہ جاتے تو یہ وصیت ہوتی اور ابوبکر کے قول سے ثابت ہوتا ہی کہ وصیت نہیں کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انبیاء کا مال کسیکو میراث میں نہیں پہنچتا ہی اور وصیت تو ثلث مال میں جاری ہوتی ہی لیکن ابوبکر نے تو حضرت فاطمہ کو یہ بھی نہیں کہا تھا کہ وصیت نہیں کی تھی اور ابوبکر کو رسول خدا صلعم نے تو خلیفہ کیا ہی نہیں وہ خلیفہ کیونکر ہو جائیں گے عمر نے خلیفہ کیا تھا اُنکو کہنا چاہئے اور یہ جو لکھا ہی کہ انبیاء آپکو مالک کسی چیز کا نہیں سمجھتے یہ بات بھی غلط ہے اگر مراد اس سے یہ ہی کہ دنیا میں اُنکی کوئی ملک ہی نہیں تو اس سے یہ لازم آتا ہی کہ جو کچھ وہ خریدتے ہیں یا کسیکو دیتے تھے وہ سب غیر جائز ہوا اور لونڈیوں کو جو اپنے متصرف میں لاتے تھے مرتکب حرام کے ہوئے ہوں کہ مال غیر مملوک میں تصرف کیا اور آزاد کرنا غلاموں کا بھی عبث ہوا اور راہ خدا میں دینا بھی بیکار ہوا کہ ملک غیر میں تصرف کیا اور حال یہ کہ حضرت کا مالک ہونا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ فرماتا ہی خدا تعالیٰ کہ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ اور فرماتا ہی وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى اور غنی ہونا بدون ملک کے حرام کی جہت سے ہو نا اور اگر یہ مراد ہی کہ جو چیز ہے وہ خدا کی ہی اور لوگوں کے پاس عاریۃً ہی ہو جائینگے تو سب بندگان خدا اپنے تئیں مالک کسی چیز کا نہیں سمجھتے اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہے خدا کا ہی اور ہمارے پاس تو یہ مستعار ہی کچھ خصوصیت انبیاء کی نہیں ہے سب ہی ایسا جانتے ہیں سو اس صورت میں چاہئے کہ کسی آدمی کے ترکہ میں میراث جاری نہ ہو

قال الشیخ الاشعری علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فدک نہ دینا بوجہ ظلم وعناد ہوبالوجہ حقانیت مگر چونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسمیں سے کچھ نہیں دیا اور علی ہذا القیاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی نہیں دیا حالانکہ موافق قانون میراث یہ دونو بیبیاں بھی وارث تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تھیں بلکہ ان سب میں معزز اور ممتاز تو معلوم ہوا کہ یہ نہ دینا محض باتباع امر حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تھا بوجہ عناد وظلم وفساد تھا اور نہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی پر ظلم کرتے تو کرتے اپنی بیٹیوں پر نہ کرتے معہذا جو لوگ غصب کرنیوالی ہوتے ہیں وہ لوگ بندہ ہوا وہوس ہوتے ہیں تارک الدنیا اور زاہد نہیں ہوتے جو لوگوں کے اموال چھین لیں پر بوجہ زہد وتقوی وترک دنیا اپنی خواہشات نفسانی کو مار کر بیٹھ رہیں اور کسے ہاتھ نہ لگائیں پھر جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک کو نہ چھیڑا اور اسے ہاتھ نہ لگایا نہ اپنی خرچ میں لائے نہ اولاد کو نہ اہل وعیال کو دیا تو کیا وجہ پیش آئی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فدک کا نہ دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلعم نے اسکے باب میں حکم ناطق سن چکے تھے **اقول** ازواج کو آٹھواں حصہ پہنچتا تھا حضرت کے ترکہ میں سے اور عائشہ کو بسبب اسکے کہ حضرت صلعم کی نو بیبیاں تھیں بہتر واں حصہ پہنچتا تھا چنانچہ مشہور ہے کہ کسی نے عائشہ سے کہا تبغلت تجملت ولو عشت تقیلت ھلک التسع من القن وبالکل تملکت + یعنی خچر پر چڑھی تو اونٹ پر چڑھی تو اور اگر زندہ رہیگی تو ہاتھی پر چڑھیگی تو واسطے تیرے نواں حصہ ہے آٹھویں میں سے اور بالکل مالک ہوگئی تو سو ازواج کے تحت میں حجرات تھی ہر ایک ایک حجرہ کی مالک ہوگئی تھی اور ابوبکر نے وہ حجرہ انسے نہیں لیا ہے بلکہ انکے قبضہ ہی میں رہنے دیے تھے پھر انکو کیا چاہئے تھا وہ تو اپنا اپنا حصہ پا چکی تھیں فاطمہ ہی بیچاری مظلومہ محروم رہی اور عائشہ اور حفصہ کو یہ احتیاج تھی باوا ان دونو کے مالک ہوئے تھے لاکھوں روپے کی آمدنی تھی خوب چٹ کرتی تھیں اور عائشہ تو ہر سال دس ہزار درہم پایا کرتی تھی اور ابوبکر اور عمر انکو دیا کرتے تھے چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ کان ابوبکر وعمر یعطیان عائشۃ فی کل سنۃ عشرۃ آلاف درھم یعنی دیتے تھے ابوبکر اور عمر عائشہ کو ہر سال دس ہزار درہم پھر اسکو کیا پروا تھی اور ایسے ہی حفصہ کا حال ہے اور درصورت فرض اگر حفصہ اور عائشہ جمیع ترکہ سے محروم رہیں، ابوبکر نے فدک کو نہ چھیڑا اور نہ ہاتھ لگایا اور نہ اہل وعیال میں سے کسیکو دیا تو اسکی ابوبکر کو کیا پروا تھی اسکو تو منظور ایذای فاطمہ تھی اور اس مظلومہ کا محروم رکھنا ترکہ رسول خدا صلعم سے تھا کہ وہ مظلومہ محبوا اور محروم رہی اور ایسا ہو کہ ثروت اور وقعت بہم پہنچا کر دعوی خلافت کا کریں اور اگر اپنی بیٹیوں کو فدک سے محروم رکھا تو اس سے کیا ہوتا ہے وہ اور طرح سے ہزاروں درہم اور دینار پاتی تھیں اور فدک کا نہ دینا انکو اسوجہ سے تھا کہ رسول خدا صلعم سے اسکے باب میں حکم ناطق سن چکے تھے حکم تو انہوں نے کچھ بھی سنا تھا **قال الشیخ الاشعری** اور ان سب جانے دیجئے ابوبکر کی صدیق کی نسبت تو شاید شیعیان فریب باز بحکم المرء قیس علی نفسہ فریب کا ہی احتمال کریں حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف تو یہ گمان نہ ہوگا سو انکا حال سنئے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی سے لیکر آخر تک سب میں شریک ہیں کہ رسول اللہ صلعم کا ترکہ جیسے خمس وغیرہ حضرت عباس اور انکی اولاد کو اسمیں دخل نہ دیا ان سب کو کارھا صابرا کیا اور ازواج مطہرات کا بھی حصہ نہ دیا حالانکہ نصف ترکہ کے یہ دونو فریق مالک ہوتے تھے پس اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی تو بزرگان اہل بیت کیوں ابوبکر صدیق کی راہ ہولیے ابوبکر صدیق اگر مرتکب ظلم وتعدی اور جور قبیح تھے تو چنداں متبع نہ تھا لیکن ان بزرگواروں کو جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں کیا بلا پیش آئی کہ سب کے سب ایسے ظلم پر رواداری ہوئے اسلئے کہ باجماع سیر وتواریخ باتفاق علماء حدیث ثابت اور متحقق ہے کہ آنحضرت صلعم خیبر اور فدک وغیرہ حضرت عمر کے زمانہ میں حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں تھا لیکن حضرت علی نے انجام کار حضرت عباس کا قبضہ اٹھا دیا فقط انہیں کا قبضہ رہا پھر حضرت علی مرتضی کے بعد حضرت امام حسن کے قبضہ میں رہا انکے بعد حضرت امام حسین کے قبضہ میں رہا بعد ازاں حضرت امام زین العابدین اور حضرت حسن بن حسن کے تحت تصرف میں رہا وہ لیتے دیتے رہے انکے بعد حضرت زید بن حسن برادر حسن بن حسن کا اسپر تصرف ہوگیا اسکے بعد مروان کے پنجوں پڑ گیا پھر برادر مروانیوں کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بادشاہی کی نوبت آئی چونکہ وہ خلیفہ عادل اور بادشاہ انصاف پرور تھے انہوں نے کہا جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضہ کو مانگنے پر بھی مدتی ہو میراث اسمیں کیونکر حق ہوسکتا انہوں نے پھر حضرت فاطمہ زہرا ہی کو اسکا متولی کر دیا پس ائمہ معصومین اور بزرگان اہل بیت کے عمل درآمد سے عیاں ہوگیا کہ رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی ورنہ وہ حضرات اسلئے اولاد ائمہ معصومین نے ان لوگوں کو دخل نہ دیا جو بقانون میراث وارث تھے اور یقین متحقق ہوگیا کہ حدیث صدیق اکبر یعنی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یا اخبار صحیحہ وروایات حضرت ابوبکر صدیق کا حضرت فاطمہ کو متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ دینا ایسا ہی صحیح ہے کہ ائمہ اہل بیت نے ازواج مطہرات اور عم بزرگوار اور نبی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا بلکہ حضرت صدیق اکبر کی جانب دلائل حق پرستی زیادہ تر ہیں کیونکہ ائمہ اہل بیت کی نسبت ازواج مطہرات اور نبی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ دینے میں ظاہر بیان کم فہم کو مثل خوارج یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ نفع کی چیز دیکھ کر نہ دیا کیونکہ فدک وغیرہ گو وقف تھا لیکن خرچ اہل بیت مقدم تھا معہذا طعن وشنیع کا بظاہر اتنا اندیشہ نہ تھا کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے وارثوں کی کچھ غیر نہ تھی ایسی جگہ چیز کے پہنس جانے اور خرچ ہوجانیکو یوں ہی کہا کرتے ہیں کہ گھی کہاں گیا کھچڑی میں لیکن ابوبکر صدیق کی جانب نفع کا تو یہ حال ہے کہ قاعدہ کی رو سے ایک حبہ کی توقع نہ تھی کیونکہ نہ وارث ہوسکتے ہیں منجملہ مصارف مندرجہ آیہ

ما افاء اللہ تھی کیونکہ آپ کچھ مسکین فقیر نتھے اور بھ ظاہر میں بھی باتفاق و یقین ایک حبہ تک کا تغلب آسمیں نہیں کیا آئندہ سوائے مردمان فہمیدہ اور عاقلان سنجیدہ کے کسی سے کلمۂ خیر کی توقع نہ تھی بلکہ الٹے عقل کے دشمنوں سے یہ اندیشہ تھا کہ یوں کہیں گے دیکھو رسول اللہ صلعم کی وفات کے ہوتے ہی آنکھیں بدل لیں کہ حضرت فاطمہ کا بھی لحاظ نکیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ دبا بیٹھے چنانچہ بلا کم و کاست ظہور میں آیا غرض کہ علاج کی منفعت کی امید نتھی اگر تھی تو تمام عمر کی سوختگی کی امید تھی القصہ گو حضرت صدیق اکبر نے بھی وارثان نبوی کو متروکۂ نبوی بوجہ تعمیل ایماء نبوی نہیں دیا اور ائمۂ اہل بیت نے بھی بوجہ مذکور متروکۂ نبوی وارثان نبوی کو نہیں دیا لیکن ابوبکر صدیق کا مذہبا ایک مجاہدۂ عظیم تھا اور ائمۂ اہل بیت کا مذہبا فقط مذہبا ہی تھا خصوصاً جبکہ نیازمندی و اخلاص و محبت صدیق اکبر و حقوق اہل بیت خصوصاً حضرت فاطمہ زہرا کو لحاظ کیجئے اور اسپر پھر حضرت فاطمہ کے ایک فعہ بمقتضا بشریت ناخوش ہو جانیکو دیکھئے تو ہر شناسان طریقہ پر واضح ہو جائیگا کہ ایسے وقت میں پابند حکم نبوی رہنا ایسے ہی ہے — بالایمان مستقیم العقل سراپا اتباع نبوی کا کام ہے جیسے ابوبکر صدیق لیکن بشیونکی عقل کی آنکھیں پھوٹ گئی ہیں حق و باطل کی تمیز کیونکر کریں مگر اسمیں ابوبکر صدیق کا کیا قصور ہے گر نبید بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ہے جیسے اندھے کو اندھیرا تو اندھیرا نور بھی اندھیرا ہی نظر آتا ہے ایسے ہی شیعوں کو بسبب عداوت کے اندھے ہو جانے کے باعث خوبیاں بھی برائیاں نظر آتی ہیں چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر الحاصل بقرائن عقلیہ واضح و لائح ہو گیا کہ حضرت صدیق اکبر کا مذہبا فقط بوجہ اتباع امر نبوی تھا اور حدیث اعنی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ صحیح و بلا غبار ہے سوائے اتباع امر نبوی اور پیروی حدیث مذکور کسی قسم کا احتمال انکی جانب نہیں ہو سکتا اور سابقاً بہت کثرت روات اور صدق و دیانت جملہ راویان اور ہجوم قرائن نقلیہ اس حدیث کا اعتبار اور اسکی صحت معلوم ہو چکی تھی تو اب کسیکو دربارۂ صحت حدیث مذکور کسیوجہ سے مجال دم زدن باقی نہ رہی اگر کسیکو حوصلہ ہو تو بسم اللہ **اقول** ابوبکر کی فریب بازی میں کیا شک ہے کہ ایک فریب کر کے دختر رسولخدا صلعم کو اسکی میراث سے محروم رکھا اور پیروی سے ابوبکر کی اہل سنت کی طبیعت میں بھی فریب بازی آگئی ہے اور جو کچھ لکھا ہے اس شیخ نے کہ جب اہل بیت کے ہاتھوں پڑا ترکہ رسولخدا صلعم کا تو عباس کو اور انکی اولاد کو محروم رکھا سو اہل بیت کے پاس کسوقت آیا تھا شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرنا چاہئے اور اگر ہم تسلیم بھی کریں تو وجہ اسکی یہ ہے کہ ہمارے نزدیک سولخدا صلعم کی ترکہ میں سے حضرت عباس کو کچھ نہیں پہنچتا ہے وہ مال دختر اور ازواج کا تھا اور حضرت عباس نے جو میراث طلب کی تھی محض واسطے حجت اور معاونت جناب علی بن ابیطالب اور اظہار ظلم اور خیانت ابوبکر کے طلب کی تھی اور اگر فرض کریں ہم کہ اہل بیت جائداد رسولخدا صلعم پر قابض ہو گئے اور حضرت عباس اور انکی اولاد کو اسمیں سے کچھ نہ دیا تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے کہ حضرت عباس محروم الارث تھے اور باقی رہیں ازواج آنحضرت سو یہ کہانسے معلوم ہوا کہ انکو نہیں دیا تھا اسکو ثابت کرنا چاہئے اور دوسرے تسلیم ہو سکتا ہے کہ حصہ ہر ایک بی بی کا بہتر و اں حصہ ہوتا ہے وہ حجروں میں محصور ہو گیا ہو اور فدک کو تو جناب رسولخدا صلعم حضرت فاطمہ کے نام ہبہ کر چکے تھے جیسے کہ کتب فریقین سے ثابت ہے اسمیں سے اور کسیکو کیونکر پہنچتا اور بزرگان اہل بیت ابوبکر کی راہ ہرگز نہیں چلے ہیں اور کسیکا حصہ انہوں نے نہیں دبایا ہے اور انسے ہرگز ایسا ظلم وقوع میں نہیں آیا ہے مثلاً ابوبکر کو اسکو ثابت کرنا چاہئے کہ اہل بیت کے پاس آیا اور انہوں نے نہ دیا اور ایک جھوٹ بات اپنی طرف سے کہدینی بے سند اسکو کون مانتا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ اجماع اہل تواریخ اور اتفاق علماء حدیث اسپر ہے کہ فدک وغیرہ متروکہ رسولخدا صلعم عمر کی زمانہ میں حضرت علی و حضرت عباس کے قبضہ میں نہ تھا بالکل جھوٹ اور غلط ہے انکے قبضہ میں ہرگز نتھا ابوبکر نے اسکو قبض کیا اور بدستور عمر کے زمانہ میں اسی طرح عمر کے پاس ہا بھلا عقل میں بھی آتی ہے یہ بات کہ علی و عباس کے قبضہ میں ہا عمر کے زمانہ میں اگر حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں تھا تو وہ دونو عمر کے زمانہ میں عمر سے پھر دعوی کا تحصیل حاصل کیوں کرتے جیسا کہ صحیح مسلم کی کتاب جہاد میں لکھا ہے اور ابوبکر اور عمر کو کاذب و خائن اور آثم کیوں جانتے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ طلب کیا علی و عباس نے عمر سے میراث کو وہ علی اور عباس ظالم اعتقاد کرتے تھے اسکو کہ جو کوئی مخالف تھا انکا اس مقابلہ میں یعنی ابوبکر اور عمر اور ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے اور لکھا ہے صاحب فتح الباری اور ابن ابی الحدید نے کہ بڑی مشکل کی بات ہے اگر علی و عباس نے رسولخدا صلعم سے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کو سنا تھا تو پھر عمر سے زمانہ میں عمر کے کسواسطے طلب کیا اس سے معلوم ہوا کہ فدک وغیرہ حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں نتھا اور جو کچھ صحیح بخاری ہے ثابت ہوا ہے بتصحیح وہ یہ ہے کہ متروکہ حضرت صلعم کا جو کچھ مدینہ میں تھا وہ تو حضرت علی اور عباس کو دیا اور خیبر اور فدک نہ دیا چنانچہ عائشہ سے روایت ہے صحیح بخاری میں اور اس روایت میں ہے کہ فاطمہ دختر رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے بعد وفات آنحضرت صلعم کے سوال کیا یہ کہ تقسیم کر کے میراث میری دیدی اسمیں سے کہ دے کیا ہے خدا تعالی نے رسولخدا پر ابوبکر نے یہ سنکر کہا کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ پس غضب میں ہو گئی فاطمہ دختر رسولخدا صلعم ابوبکر پر اور غصہ کیا اس پر یہ سنکر اور تہاجرت اختیار کی ابوبکر سے اور اسکی ملاقات کو ترک کر دیا یہانتک کہ مر گئیں اور زندہ رہیں بعد رسولخدا صلعم کے چھ مہینے کہا عائشہ نے کہ فاطمہ سوال کرتی تھیں ابوبکر سے حصہ اپنا اسمیں سے کہ چھوڑا تھا رسولخدا صلعم نے خیبر اور فدک میں سے اور صدقہ اسکے سے جو مدینہ میں تھا پس انکار کیا ابوبکر نے اسکے دینے کا اور کہا کہ میں ترک نکرونگا کسی چیز کو جو کہ رسولخدا صلعم عمل میں لاتے تھے مگر عمل کرونگا جو کچھ کہ عمل کرتے تھے رسولخدا صلعم میں خوف کرتا ہوں اس سے کہ اسکے امر میں سے کسی چیز کو ترک کر کے ضائع کر دوں لیکن صدقہ آن حضرت کا جو کہ مدینہ میں تھا عمر نے علی و عباس کو وہ دیدیا مگر خیبر اور فدک کہ اسکو عمر نے اپنے پاس رکھا دیکھو اس روایت میں لکھا ہے کہ عمر نے خیبر و فدک علی و عباس کو نہیں دیا بلکہ اپنے پاس رکھا اور یہ لکھنا ہے کہ علی و عباس کو دیا معلوم نہیں یہ شخص کہانسے کہتا ہے کہ عمر کے زمانہ میں خیبر اور فدک علی و عباس کے قبضہ میں تھا اور انجام کار

علی نے عباس کا قبضہ اٹھا دیا اور دیکھو صحیح مسلم میں صریح لکھا ہی کہ علی اور عباس نے عمر کے زمانہ میں عمر سے دعویٰ فدک وغیرہ کا کیا اگر اُنکے قبضہ میں ہوتا تو پھر وہ کیسے دعویٰ کرتے اور بعد اُسکے جو لکھتا ہی کہ حضرت علی کے بعد فلانے اور فلانے کی قبضہ میں ہا اُنکی اولاد میں سے یہ بھی غلط ہی اور ہماری کتابوں میں کہیں مذکور نہیں ہے لیکن قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہی کہ عمر بن عبد العزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فدک دیا خواہ مستحق جانکر خواہ بطریق تولیت اُسکے مصارف میں تقسیم کرنیکو لیکن یہ کہانسے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اولاد فاطمہ زہرا علیہا السلام میں سے کسیکو نہیں یا یہ کہاں لکھا ہی کہ فلانے شخص نے اولاد فاطمہ زہرا میں سے دعویٰ کیا اور امام محمد باقر نے اُسکو نہ دیا جیسا کہ حضرت فاطمہ نے دعویٰ کیا اور ابوبکر نے نہ دیا اور جس تفصیل سے کہ اس شیخ نے لکھا ہی اسطرح سے تو اہل سنت کی کتابوں میں بھی نہیں ہے اور جو کچھ اہل سنت کی کتابوں میں ہے وہ اسطرح سے ہی کہ مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ کی حاشیہ میں شرح مقاصد سے نقل کی ہی کہ کتب تواریخ میں اس طرح مذکور ہی کہ فدک جسطرح سے کہ ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک تھا پھر جاگیر کرلیا اُسکو مروان نے اور فتح الباری میں لکھا ہی کہ عثمان نے مروان کی جاگیر کردیا تھا اور اُسی شرح مقاصد میں لکھا ہی کہ مروان نے اپنے فرزند عبد الملک اور عبد العزیز کو فدک ہبہ کردیا پھر خلیفہ ہوا ولید بن عبد الملک تو ہبہ کیا عمر بن عبد العزیز نے اپنے حصہ کو ولید کو اور سلیمان بن عبد الملک نے بھی اپنا حصہ ولید کو ہبہ کردیا پس وہ کل ولید کے پاس ہوگیا پھر عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت میں فدک کو اسی طرح کردیا کہ جیسے پہلے سے چلا آتا تھا بعد اُسکے ۱۲۰ھ میں ماموں نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک اولاد فاطمہ کو دیدے اُس نے محمد بن الحسن بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کو اور محمد بن عبد اللہ بن زید بن الحسین بن زید کو دیدیا تاکہ قیام کریں وہ اُسکے ساتھ اور اُنکے کنبہ کے آدمی کہ اُسمیں سے کہاتے رہیں اور اسی سبب سے ماموں شیعہ شمار کیا گیا ہی اب دیکھو تو اسمیں کس امام کا دوازدہ امامون سے نام لکھا ہی کہ اُسکے پاس ملک رہا جو یہ لکھتا ہی کہ شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں اُنہوں نے کسیکو اولاد فاطمہ میں سے نہ دیا کس طرح کا دروغگو ہی کہ جو کچھ چاہتا ہی بے سر و پا لکھتا ہی اور بعد اسکے جو لکھتا ہی کہ عمر بن عبد العزیز جو بڑا عادل تھا اُس نے کہا جس چیز کو رسولخدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو باوجود مانگنے کے نہ دیا یہ روایت پہلے اس سے گزر چکی ہی اور اسکا جواب ہم لکھچکے ہیں یہ روایت بالکل غلط ہی اور یہ عقل کا دشمن جو لکھتا ہی کہ اُنہوں نے پھر حضرت فاطمہ کو اُسکا متولی کردیا بھلا حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں کہاں تھیں جو وہ اُنکو متولی فدک کا کرتا اتنی بھی خبر اسکو نہیں ہے اور ہم لکھ چکے کہ ائمہ معصومین کے عملدرآمد میں فدک ہرگز نہیں رہا ہے اور جو کچھ یہ اپنی طرف سے لکھتا ہی سب جھوٹ ہی اور اگر ہم فرض کریں کہ ائمہ معصومین کے تحت میں فدک رہا ہی تو کہانسے ثابت ہوا کہ اُنہوں نے اور حقداروں کو حصہ نہیں دیا اور یہ غلط ہی کہ اور نکو دخل نہ دیا اول تو ائمہ معصومین علیہم السلام کا عملدرآمد ہی اسمیں ثابت نہیں ہے اور درصورت فرض سب کو حصہ بیشک دیا ہوگا اس صورت میں روایت لانورث بالکل باطل ہی اور ہم لکھچکے کہ ائمہ کے قبضہ ہی میں فدک نہیں آیا تھا کہ وہ اور نکو حصہ دیتے اور کسی بعضے امام کے قبضہ میں آیا ہو تو اُس سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اُسنے کسی اور کو نہ دیا ہو اور عباس کو تو ہمارے نزدیک پہنچتا نہیں ہے اور ازواج کی پاس اُنکے حصہ میں حجرہ اُنکے تھے اور اگر ازواج اور بنی عم رسولخدا صلعم کو حصہ نہیں دیا تو ابوبکر اور عمر اور عثمان نے نہیں دیا اور ابوبکر کی طرف کوئی دلیل حق پرستی کی نہیں ہے اور جواب اسکا پہلے اس سے مفصل گزر گیا ہی اور شبہ تو نواصب اور خوارج کا اُسوقت ہو کہ جسوقت اُنکے قبضہ میں آیا ہو اور اُنہوں نے نہ دیا ہو اور فدک وقف ہرگز نہ تھا اور ایسا بھی نہیں ہے کہ کوئی چیز اُنکے پاس نہیں گئی ہو اور اُنہوں نے اُنکو نہ دی ہو یہ حال تو ابوبکر ہی کا تھا کہ وارثو نکو نہ دیا حضرت کے اور ابوبکر نے فدک کو اپنی نفع کے واسطے ضبط نہیں کیا تھا اُسکو کیا پڑی تھی لاکھوں درہم اور دینار حاصل ہوتے ہے اُسکو تو فدک نہ دینے سے منظور یہ تھا کہ علی اور فاطمہ کو کسیطرح کی قوت حاصل نہ ہو تاکہ ایک جماعت کھڑی کرکے دعویٰ خلافت کا کریں اور اگر اپنی نفع کے واسطے ضبط کیا ہو تو بھی بعید نہیں ہے بلکہ ثابت ہے اہل سنت کی کتابوں سے کہ خالص اپنی ہی واسطے فدک کو کرلیا تھا چنانچہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہی کہ اِنَّ فَدَكَ جَعَلَهَا اَبُوبَكْرٍ لِنَفْسِهِ خَالِصَةً وَلَمْ يَجْعَلْ لِعُمَرَ اَيْضًا یعنی فدک کو ابوبکر نے اپنی ذات کے واسطے خالص کرلیا تھا اور بعد اُسکے عمر نے بھی ایسا ہی کیا ہی پس جو لکھتا ہی کہ ایک جہت کا تغلب ابوبکر نے اُسمیں نہیں کیا بالکل غلط ہی اور اس جرأت کو تو دیکھو کہ باتفاق فریقین لکھتا ہی اور وہ اہل سنت کی نزدیک بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ شیعہ اور ابوبکر نے بیشک فاطمہ کا کچھ لحاظ نکیا اور رسول اللہ صلعم کا ترکہ دبا بیٹھے چنانچہ بلاکم و کاست ظہور میں آیا اور ابوبکر نے ازراہ تعدی ارثان نبی کو متروکہ نبی نہیں دیا اور ایام نبوی مذہنی کیواسطے کچھ نہ تھا اور ائمہ اہل بیت کیپاس متروکہ نبوی کا ہونا ثابت نہیں ہی اور جو کسی بعضی کی پاس آیا تو مذہنیا اُسکا ثابت نہیں ہے اور ابوبکر کا مذہنیا صریح ظلم تھا نہ مجاہدہ عظیم اور ائمہ اہل بیت کا مذہنیا ثابت نہیں ہے اور ابوبکر کو کچھ نیازمندی اور محبت اہل بیت کیے نسبت نہ تھی خصوصاً حضرت فاطمہ کی نسبت کہ اُنکا حق غصب کرلیا اور ناخوش ہونا حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے مقتضای بشریت نہ تھا بلکہ ناخوش ہونا حق اُنکا تھا اسواسطے کہ جانتی تھیں اور اُنکو یقین تھا کہ متروکہ رسولخدا صلعم میں میرا حق ہے اسواسطے دعویٰ کیا تھا اور اگر مقتضا بشریت ہوتا تو اتنا طول اُنکی ناخوشی کو نہ ہوتا کہ تادم واپسین ناخوش رہیں اور اگر اُنکو معلوم نہ تھا تو حضرت علی نے اُنکو مطلع کردیتے اور کہتے کہ رسولخدا صلعم کا ترکہ اُنکے وارثو نکو نہیں پہنچتا ہی لیکن اُنہوں نے بھی مطلع نکیا یہانتک کہ عمر کے زمانہ میں خود دعویٰ وراثت کا کیا اور منصفان شناسان طریقہ پر خوب واضح ہی کہ ایسے وقت میں ابوبکر نے پابندی حکم نبوی کی ہرگز نہیں کی بلکہ اُنکی دختر نیک اختر پر ظلم کیا یا کام ایما مذاق اُنکا ہرگز نہیں ہے جو کہ ابوبکر نے کیا اور منصفون کی عقل کی آنکھ پھوٹ رہی ہی جو ایسے امر واضح کا انکار کرتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتے ہیں ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ جیلی مذہبی کو

اندھیرا تو اندھیرا نور بھی اندھیرا ہی نظر آتا ہی ایسے ہی سنیوں کو بسبب محبت ثلاثہ کی اندھے ہو جانیکے باعث برائیاں بھی خوب ہی معلوم ہوتی ہیں ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
خوب بنگاہ بدیتمش در نظر ہ الحاصل بقرائن عقلیہ و دلائل نقلیہ واضح و لایح ہوگیا کہ ابوبکر کا مذہبا فقط بوجہ ظلم اور تعدی تھا نہ بوجہ اتباع امر نبوی اور روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ ابوبکر
کی وضع کی ہوئی ہی سوائے مخالفت حکم خدا و رسول کے اور کسی قسم کا احتمال اُنکی طرف نہیں ہو سکتا اور آیات قرآنیہ کے حکم سے اور بسبب نہونے کسی اور راوی کے سوائے ابوبکر کے اس روایت کا موضوع
اور غیر معتبر ہونا معلوم ہو چکا تھا تو اب یکو دربارہ کذب روایت مذکور کسی وجہ سے مجال دم زدن باقی نہی اگر کسیکو کچھ حوصلہ ہو تو بسم اللہ **قال الشیخ الاشعری** اور یہ بھی متحقق
ہو گیا کہ مولوی عمار علی صاحب کا در باب حدیث صحت مذکور یوں قسم فرمانا کہ اول تو یہ روایت خلاف قرآن کے دوسرے یہ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وارثوں میں سے بیٹی سے نہ اپنی
بیبیوں سے کسی سے نکہا کہ میرا مال صدقہ ہی تمکو نہیں پہنچتا تم دعوی نکرنا اور حکم خدا کا جو اُنکے واسطے تھا اُسکو اُنسے چھپا رکھا اور ایک اجنبی شخص سے کہ اُسکو کسیطرح کا دخل پیغمبر خدا
کی وراثت میں نتھا اُسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بھی نکہا ایک سخن البتہ فریب یا گفتگو البہانہ ہی کیونکہ جسے وہ خلاف زن کہتی ہیں وہ حقیقت میں موافق قرآن
ہے چنانچہ مفصل معلوم ہو چکا پر سمجھ نہو تو کسیکا کیا قصور ؎ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست۔ اور جہاں وہ یوں کہتی ہیں کسی دوسرے صحابی سے بھی نکہا وہاں سن رہے
تو روایت ہی موجود ہی منجملہ حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت فاطمہ بھی ہیں اور خدا جانے اور کتنوں سے سنا ہوگا کہ اُنکی روایت ہی کا اتفاق نہوا لیکن میں لو یصاحب کو خبر نہو تو ہمارا
ذمہ نہیں کہ انہیں خبر کیونکر ہوئی وہ یوں ہی بیخبری میں لڑتے ہیں ہاں دیدہ و دانستہ فریب کرتے ہیں باقی رہا یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وارثوں سے کسی سے نکہا اگر بسبب بیخبری
کے لکھا ہی تب قابل تنبیہ ہے کہ کسی چیز کی کسیکو خبر نہو تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز واقع میں نہو اکثر مولو یصاحب کو موجودات اور واقعات میں سے کس کسکی خبر ہی خصوصاً موجودات عالم غیب
اور واقعات عالم گزشتہ کی ہرگز کچھ اطلاع نہیں پر اسوجہ سے وہ معدوم نہیں اور غیر واقع نہیں کہلائی جاتی ہاں مولو یصاحب کے ذہن کا سہی البتہ امید ہے کہ دم لا وجود الا مشاہدت بہر اُٹھیں
اور اگر نشہ کی ترنگ میں آ ترانہ زیب زبان و نقش قرطاس ہوا ہی تو اسکا جواب و کان میفروشاں پر ملیگا اقول جو کچھ مولو یصاحب نے لکھا ہی "وہ راست اور حق ہی اور یہ بھی متحقق ہو گیا
ہمارے کہنے سے کہ روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ ابوبکر کی بنائی ہوئی ہی اور جو کچھ مولو یصاحب نے لکھا ہی یہ گفتگو البہ فریب اور البہانہ نہیں ہے جو منصف یکیگا یہی کہیگا کہ مولوی
صاحب سچ لکھتی ہیں اور البہ فریب تیری گفتگو ہی کہ جب تجھکو جواب سکا نہ آیا تو یہ کہکر ٹالا اور ہر چند تو اسکے جواب میں ہاتھ پاؤں مارتا ہی لیکن جواب سکا تجھ سے بن نہیں پڑتا اور
وہ روایت ابوبکر کی موافق قرآن کے ہرگز نہیں ہے بلکہ بالکل مخالف ہی چنانچہ مفصل پہلے اس سے گزر چکا پر سمجھ نہو سنیو نکو تو ہمارا کیا قصور سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست ۔ اور یہاں
بیشک کسی دوسرے صحابی سے وہ روایت بیان نہیں کی ہی اور وہ روایت جو لکھی ہی صحیح بخاری میں سے مالک بن اوس سے اُسکا موضوع ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں وہ روایت بالکل جھوٹی ہی
کہاں گئے تھے اُس روایت کے راوی جسوقت کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابوبکر سے دعوے وراثت کا کیا تھا اور ابوبکر سے جواب سنکر
غصہ میں ہو گئیں کہ تمام عمر اُس سے کلام نہ کیا اور جب فاطمہ زہرا علیہا السلام ناراض ہو گئیں ابوبکر سے تو ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام اور
عباس اور عمر اور عثمان اور زبیر اور عبدالرحمن اور سعد بن وقاص جو کہ اس روایت کی لوک ہیں کسی سے بھی نکہا کہ اے یاران رسولخدا صلعم جو پنچایت اور فیصلہ و غضب میں ہو رہے ہیں تم
چلکر اُنسے کہدو اور میرے کہنے کی گواہی دو کہ رسولخدا صلعم نے بیشک فرمایا تھا لانورث ماترکناہ صدقۃ لیکن نۂ تو ابوبکر نے اُنمیں سے کسیکو شہادت کی تکلیف دی اور نہ کسی نے جھگڑا سنکر از خود
بیان کیا کیسے دروغگو ہیں لوگ اور کیسے بے سروپا ہیں روایتیں انجی علی الخصوص محمد اسمٰعیل بخاری ناصبی کہ عداوت میں اہل بیت کی کیسی روایتیں گھڑتا ہی اور اس روایت لانورث کو
رسولخدا صلعم سے کسی نے نہیں سنا ہی نہ ابوبکر نے کسی اور نے لیکن ابوبکر نے یہ روایت وضع کر لی ہی جیسے کہ صاحب بخاری نے وہ روایت مالک بن اوس کی وضع لی ہی اور اہل سنت ہی کی
روایتیں اُسکو باطل کرتی ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس کا نام لکھتی ہوئے اسکو شرم نہیں آتی کہ اُنہوں نے تو عمر کے زمانہ میں بھی دعوی وراثت کا کیا تھا دیکھو کیسی جھوٹی گواہی
دیتی اور عائشہ تو خلیفہ صاحب کی مخر نیک اختر ہیں وہ تو اپنے باپ کی ہی کہینگی اور حضرت علی اور حضرت عباس کے مقدمہ میں تو محدثین اہل سنت حیران ہیں کہ اُنہوں نے روایت لانورث
کو سنا تھا تو پھر عمر سے دعوی کس واسطے کیا چنانچہ فتح الباری وغیرہ سے نقل ہو چکی ہی اور مولوی صاحب کیا کسیکو بھی خبر اس روایت کی نہیں ہے سوائے ابوبکر کے کوئی سنتا تو کہتا اور جب سنا
تو کون کہے اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر مثل ابوبکر کے اور ہم بیخبری میں نہیں لڑتے ہیں اور نہ دیدہ و دانستہ فریب کرتے ہیں موافق تحریر علمار اہل سنت کے کہتے ہیں کہ اسکا راوی سوائے ابوبکر
کے کوئی نہیں ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اہل سنت کی کتابوں سے اور یہ مقدمہ میراث رسولخدا صلعم کا مثل اور وقائع دنیا کے نہیں ہے کہ جو اُسکی خبر نہو سب احکام تو جناب رسولخدا صلعم
نے پہنچا دیے اور اپنی میراث کی کسیکو خبر نہ کی یہ امر عقل میں نہیں آتا ہی اور موجب حکم آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے حضرت پر واجب تھا فاطمہ زہرا کو اس سے مطلع کرتا کہ بعد میرے دعوی نکریں اور
ابوبکر کون ہے کہ جو اُنسے کہتی اور اس امر کی حضرت فاطمہ کو ضرور خبر ہونی چاہیے تھی اور تمام دنیا کے وقائع سے کیا مطلب ہے اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہی وہ ایک واہی بات ہے اُسکا جواب کیا ہو
اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ ہر ایک واقعہ کی اطلاع ہونی چاہیے ہم تو اُس امر کو کہتے ہیں جو کہ ضروری ہی **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر حضرت عباس اور حضرت عائشہ وارث نہوتے تو یوں بھی

کہنا تھا کہ اپنے وارثوں میں سے کسی سے نہا اور حضرت علی ہر چند وارث نہتے لیکن اول تو وارثوں سے زیادہ مقرب تھے دوسرے وہ حضرت فاطمہ کی جو وارث نہیں وارث تہے یعنی اُنکی خبر گیران اور اُنکی طرف سے لینے دینے والے وہی تھے سو بہ نسبت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سنانیکے اُنکا سنا دینا اور اُنکا کہنا زیادہ تر مفید تھا علاوہ بریں اس قسم کے مضمون جو موت کی خبر دیں قرباء کے حق میں معمولی ہوتے ہیں خصوصاً بیٹی کہ اُسکو بہ نسبت فرزند اور اکثر اور اقربا کے والدین کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہی تو اگر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم موافق رای ناقص مولوی عمار علی صاحب حضرت فاطمہ زہرا سے یہ مضمون فرماتے کہ تمہارے لئے حکم خداوندی یوں ہی کہ میری وفات کے بعد میرے ترکہ میں سے کچھ نہ لینا تو کچھ فائدہ تو ہرگز نہتا اسلئے کہ جو کچھ اُنکے کہنے سے کام چلتا اس سے زیادہ حضرت علی کی کہنے سے کام چلتا نظر آتا تھا اور اُنسے کہہ ہی چکے تھے مگر چونکہ یہ مضمون متضمن خبر وحشت اثر وفات سرور عالم صلعم تھا تو ہیبت و عظمت جلالت مرتبہ حضرت زہرا رضہ ہوتا سو ایسا کونسا حضرت زہرا رضہ کا آزردہ کرنا تو اب تھا یا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زہرا رضہ کے دشمن تھے کہ بیوجہ و بے سبب اُنکو رنج و غم میں ڈالدیتے آپ خود جانتے تھے کہ اگر بالفرض والتقدیر میری وفات کے بعد حضرت زہرا رضہ نے اطلاع حضرت علی رضہ ابوبکر صدیق سے جو آپکے نزدیک بالیقین خلیفہ ہونیوالے تھے طلب میراث ہوتی تو ابوبکر صدیق دین میں ایسے سست نہیں کہ کسی کے لحاظ و پاس سے حق بات زبان پر نہ لائیں اور پھر حضرت زہرا ایسی ناحق پرست نہیں کہ باوجود سن لینے حدیث نبوی کے زبان صدیق صادق سے ہٹ دھرمی کریں اور طلب میراث سے باز نہ آئیں اور اگر بمقتضاء بشری جیسے حضرت موسیٰ حضرت ہارون پر بیجا بوجہ غلط فہمی معترض ہوئے تھے اور اُنکو قصور وار سمجھا تھا مقدمہ میراث میں حضرت زہرا رضہ کو حضرت صدیق اکبر پر کچھ اعتراض ہوگا اور اُنکا یہ عذر کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہی لانورث ماترکناہ صدقۃ بوجہ غلط فہمی جو مرتبہ بشریت کو لازم ہی اور انبیاء بھی اُس سے چھوٹے ہوئے نہیں یا یہ اعتبار سے ساقط ہوگا تو حضرت علی موجود ہیں وہ اس حدیث کو سنا دینگے القصہ مولوی صاحب کا یہ گمان کہ کسی سے اپنے وارثوں میں سے نہا سراسر دروغ اور بہتان ہی **اقول** البتہ حضرت عباس وارث تھے لیکن اُنسے رسول خدا صلعم نے ہرگز لانورث ماترکناہ صدقۃ کو نہیں کہا اگر اُنسے کہتے تو پھر وہ دعوی ارث عمر کے زمانہ میں کیوں کرتے جیسا کہ دعوی کرنا اُنکا صحیح مسلم میں لکھا ہی اور عائشہ تو ابوبکر کی دختر تھیں وہ تو جو کہیں گی اُنپر باپ کے قول کے مطابق کہینگی اور اُنکو کیا پروا تھی دس ہزار درہم اپنے باپ اور چچا سے پایا کرتی تھیں جیسا کہ صواعق محرقہ میں لکھا ہی اور حضرت علی اگرچہ حضرت فاطمہ کی طرف سے لینے دینے والے تھے لیکن اُنہوں نے حضرت فاطمہ کو نہ سمجھایا کہ تم ابوبکر سے کسواسطے خفا ہوتی ہو ابوبکر جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں سمجھانا تو درکنار بلکہ خود ابوبکر سے گفتگو کی اس مقدمہ میں اور قرآن کی آیتیں سنسیں لائے کہ رسول خدا صلعم کا ترکہ اُنکے وارثوں کو پہنچتا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم اہلسنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور بعد اسکے عمر کے زمانہ میں دعوی وراثت کا کیا حضرت عباس کے ہمراہ ہوکر اور اُنکا سنا دینا مفید تر تھا تو کیوں نہ سنایا حضرت فاطمہ کو اور اُنکو اُس رنج ابوبکر سے باز کیوں نہ رکھا اور اپنی وفات کے تو جناب رسول خدا صلعم نے علانیہ لوگوں کو خبر دیدی تھی جبکہ حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی ہی اس سے سوا موت کے کیا خبر ہوگی اور اکثر امور کے مقدمہ میں فرمایا ہی کہ بعد میرے ایسا کرنا اور بعد میرے ایسا ہوگا کیا یہی خبر موجب رنج ہوتی تھی اور سوائے اسکے اور کوئی خبر موجب رنج نہتی یہ بات کسیکے عقل میں بھی آتی ہی کہ جو یہ شیخ نجدی کہتا ہی اور یہ کہنا کہ بعد میرے تم وراثت کا دعوی کرنا اسمیں اُسیوقت مرنا میکے کیا بات ہے تاکہ رنج ہو کچھ تو یہ فرماتا ہی نہیں چاہئے تھا کہ میں ابھی مرتا ہوں بلکہ یہ فرماتے کہ بعد میرے دعوی نکرنا سو معلوم نہیں میں بعد وفات پاؤں یا تیس برس بعد اسمیں بعد قبل موت کے آنیکی کون صوبت ہے جس سے رنج ہو اور مرنا تو ضرور ہی ہی کیا حضرت فاطمہ نہیں جانتی تھیں کہ ایک روز حضرت جنت کو سدھارینگی اور گو رنج ہوتا ہو لیکن پہنچانا حکم خدا کا حضرت پر واجب تھا یہ کیا پچ بات نکالی ہی موت کے خبر کی اور فائدہ حضرت فاطمہ سے کہنے کا یہ تھا کہ ابوبکر غاصب نہ ٹھیرتے اور حضرت علی کی کہنے سے کام چلتا نظر آتا تھا تو اُنہوں نے کیوں نہ کہا بلکہ خود دعوی وراثت کا کیا اور حکم خدا کے سننے میں حضرت فاطمہ ہرگز آزردہ نہوتیں اچھا ہوا کہ ابوبکر نے اُنکو آزردہ کیا اور حضرت فاطمہ نے دعوی کیا اور حضرت علی کو اطلاع بھی تھی اور پھر کچھ نہ کہا حضرت فاطمہ سے اور ابوبکر سے ایسے دیندار تھے کہ کچھ لحاظ نکیا اور نہ حق بات کہی بلکہ ایک روایت بنا کر حضرت فاطمہ کا حق غصب کر لیا اور حضرت زہرا حق پرست تو نہتیں لیکن ابوبکر کو اُنہوں نے غاصب جانا اور باوجود سننے روایت لانورث کے زبان ابوبکر سے ایسی ہٹ دھرمی کی کہ تا دم واپسیں ابوبکر سے کلام نکیا اور یہ ہٹ دھرمی اُنکی بمقتضاء بشریت تھی اگر ایسی ہوتی تو چند روز میں زائل ہوجاتی لیکن چھ مہینے تک یہی ہٹ دھرمی رہی اور طلب میراث سے باز نہ آئیں اور حضرت موسیٰ سے ہرگز غلط فہمی نہیں ہوئی وہ جانتی ہی کہ حضرت ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے اور حضرت ہارون کے ساتھ جو ایسا کیا اور ڈاڑھی اُنکی پکڑکر اپنی طرف کو کھینچا تاکہ اس امر کے اظہار کرنیکو واسطے تھا کہ جو کچھ قوم سے ظہور میں آیا اُنکا گوسالہ پرستی کرنا اور ارتداد کہ ایک امر عظیم تھا تاکہ اس حرکت کو حضرت موسیٰ کی دیکھکر قوم کے لوگ جانیں کہ یہ امر بڑا قبیح تھا کہ جو ہم سے وقوع میں آیا جسکے واسطے حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی پر ایسی خفگی کی کہ اُسکی ڈاڑھی پکڑکر اپنی طرف کو کھینچا تاکہ قوم کے آدمی ہدایت پائیں اور آیندہ کو ایسا نکریں اور غلطی حضرت موسیٰ سے نہیں ہوئی تھی تعجب ہے کہ انبیاء کو معصوم بھی کہتے ہیں اور خاطی بھی ٹھیراتے ہیں ثلاثہ کو عیوب سے بری کرنیکے واسطے کہ خلفاء ثلاثہ میں سے کسیکا عیب ظاہر نہونے پائی گو انبیاء کا خاطی اور غلطی پر ہونا ثابت ہوجائے اور حضرت زہرا کو ابوبکر پر اعتراض کیا تھا اپنی میراث کو طلب کرتی تھیں ابوبکر نے جھوٹی روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ بنا کر حضرت فاطمہ کو جواب دیدیا اور حضرت فاطمہ اور انبیاء علیہم السلام سے کسی سے غلطی نہیں ہوئی ہی ابوبکر کی خاطر سے انبیاء کو کسواسطے غلطی پر کہتا ہی غلطی پر تو ابوبکر ہی تہے اور حضرت علی تو موجود تھے اگر

یہ روایت لانورث راست تھی تو حضرت علی نے کیوں نہ سنا دیا اور مولوی صاحب نے جو لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے اپنے وارثوں میں سے کسی سے نہیں کہا یہ امر راست اور واقعی ہے اور اس شیخ کا لکھنا بالکل دروغ ہی اگر حضرت اپنے وارثوں میں سے کسی سے کہتے تو کوئی تو گواہی دیتا جسوقت حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی کیا تھا لیکن کچھ بھی نہ ہوا کسی نے اور حضرت عباس نے تو حضرت علی کی ہمراہ ہو کر دعوی ہی کیا تھا وراثت کا اگر رسولخدا صلعم سے روایت لانورث سنتے تو پھر عمر کی خلافت میں دعوی میراث کا عمر سے کاہیکو کرتے +

قال الشیخ الاشعری اور یہ جو اس کہنے کو حکم خدا کا چھپا رکھنا اپنے نزدیک سمجھتے ہیں اسکو بجز اسکے کہ دیوانوں کی بکواس کہئے اور کیا کہئے اول تو حضرت فاطمہ سے بظاہر چھپانے کے کوئی معنی ہی نہیں اسلئے کہ وہ ائمہ اہل بیت سے کسی بات میں کم نتھیں جب ائمہ کو علم ما کان اور علم مایکون ہو تو حضرت فاطمہ کو بدرجہا اولی ہوگا کیونکہ انکا رتبا کثرا ائمہ سے زیادہ ہے کم نہیں بلکہ یوں کہیں تو زیبا ہی کہ رسول اللہ صلعم نے انسے کہنے کی حاجت ہی نہ سمجھی کہ تو اسے جسکے کہے معلوم نہو سکے اور اگر ما کان اور مایکون میں سے احکام کو مستثنے رکھئے یا حضرت فاطمہ زہرا کو درباره علم ائمہ سے کم کہئے تو اسے چھپانا نہیں کہتے کہ ایک گروہ میں سے دو چار کو بتلایا اور باقیوں کو نہ بتلایا سب جانتی ہیں کہ حدیثیں دو چار کی کانوں میں پڑتی ہی پھر چھپی نہیں رہتی نقل مشہور ہے نہاں کے ماند آں راز کز و سازند محفلہا + خاصکر علم دین کے باب میں کیونکہ درباب رسل تدریس تبلیغ واحکام جو کچھ فضائل اور تاکیدیں منقول ہیں سب کو معلوم ہیں پھر کیا امکان جو ایسے بات چھپی رہی آخر جو احکام خداوندی نازل ہوتے تھے سر رکائنات علیہ افضل الصلوات وعلی آلہ کونسی خانخانہ ہر ہر فرد بشر کے کان میں کہتی پھرتی تھی یہی ہوتا تھا کہ ایک دوسے آپ نے کہا انہوں نے اوروں سے اسی طرح آگے پیچھے سب کو خبر ہو جاتی تھی اور اب تک یوں ہی بتدریج آدمیوں کو خبر ہوتی جاتی ہی ہاں اگر آپ سب کو کہدیتے کہ دیکھو خبردار اور کسیکو اطلاع نہو تو البتہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم خداوندی چھپا رکھا علاوہ بریں عقل کی بات جو تھی وہ آپ کر گزری یعنی حضرت صدیق اکبر سے کہکر خلافت لیتے یہ بات واشگاف فرمادی اور ظاہر ہی کہ دینا لینا دونو ہی کا کام ہی دینے والی کا بھی اور لینے والے کا بھی اگر ان میں سے ایک بھی اپنے کام سے ہٹ بیٹھے تو دوسرے سے کیا ہو سکتا ہی دینے والا اگر دے نہیں تو لینے والا کیونکر لے اور لینے والا اگر لے نہیں تو دینے والا کسطرح دی پھر لینے دینے والوں میں سے اگر ایک کو بھی روک دی تو جس چیز کا بدستور رکھنا منظور ہو وہ بدستور رہیگی سو بدستور حضرت ابوبکر صدیق کو دینے سے روک دینے میں مطلب حاصل تھا اسلئے حضرت فاطمہ سے کہنے کی ضرورت نہوئی **اقول** ہمارے نزدیک جناب رسولخدا صلعم نے کوئی حکم نہیں چھپا رکھا ہی جو کچھ کہ خدا کے یہاں سے نازل ہوا ہی سب پہنچا دیا ہی اور اگر کچھ حکم نازل ہوا کہ انبیاء کا ترکہ انکے وارثوں کو نہیں پہنچتا تو اسکو بھی پہنچا دیتے اور اگر ابوبکر ہی سے کہا ہوتا تو بھی مضائقہ تھا لیکن ابوبکر سے تو حضرت نے کہا ہی نہیں اور اگر کہتے تو ماہران علوم دین اور واقفان احکام شرع متین اور روایان سید المرسلین اسکو تسلیم کرتے اور اگر کسی اور نے بھی سنا ہوتا تو وقت دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گواہی دیتا اور چھپانا تو تمہارے مذہب کے موافق لازم آتا ہی کہ حضرت نے ابوبکر سے تو کہدیا کہ جو ایک شخص اجنبی تھا اور اپنے وارثوں سے کہ جنسے کہنا ضروری تھا کہ نزاع نہ ہے پیچھے نکریں انسے نکہا اور انسے حکم کو چھپا رکھا اور یہ بات دیوانوں کی سی نہیں ہے دیوانہ اور پاگل تو ہی کہ معقول بات کو واسطے اخفا عیوب ابوبکر کے دیوانوں کی سی بات کہتا ہی اور اس سے تو یہ لازم آتا ہی کہ حضرت فاطمہ سے جو کہا نہیں ہے تو چھپایا ہی ہو اور حضرت فاطمہ کا اگرچہ مرتبہ بڑا تھا لیکن یہ ضرور ہے کہ انکو علم ہی ائمہ معصومین کا سا ہو ائمہ تو قائم مقام پیغمبر کے تھے انکو سب طرح کا علم چاہئے اور حضرت فاطمہ کیا امام تھیں کہ انکا بھی ایسا ہی حال ہو اور ائمہ معصومین کو تو علم سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے پہنچا تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم نے مرنے سے پہلے حضرت علی کو اپنی چادر میں لیا اور انکو کچھ اسوقت تعلیم کیا لوگوں نے حضرت علی سے پوچھا کہ تمکو جناب رسولخدا صلعم نے کیا فرمایا کہا کہ اسوقت مجھکو ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب میں ایک ہزار مسائل تھے اور بعضی روایت میں ہی کہ ایک لاکھ باب تعلیم کئے کہ ہر باب میں ایک لاکھ مسائل تھے اور علم ما کان اور مایکون سے مراد نہیں ہے کہ بالفعل انکو سب حاضر تھا بلکہ یہ مراد ہی کہ ہر امر کی علم پر متمکن اور قادر تھے جس چیز کا علم چاہتے خدا تعالی الہام کر دیتا اور تمہارے نزدیک تو یہ رتبہ جملا ہی کو جنکو تم اولیاء اللہ کہتے ہو علم ما کان اور مایکون حاصل تھا اور غیب کی باتیں بتاتے تھے اپنے مکاشفہ میں دیکھئے تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس کو مولوی جامی کی اور سوا اسکے تصوف کی کتابونکو انمیں کیا لکھا ہی اور ائمہ معصومین سے بھی زیادہ کرامات انمیں بیان کرتے ہیں اور اگر حضرت فاطمہ کو اسکا علم نہوتا تو وہ ابوبکر سے دعوی کاہیکو کرتیں پھر حضرت فاطمہ سے کہنے کی احتیاج کسواسطے نہو کہ بے کہے انکو معلوم نہوا اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ کو علم ہر چیز کا تھا اور تو علم ما کان اور مایکون پر جو طعن کرتا ہی یہ باعث عداوت اہل بیت علیہم السلام سے ہی کہ جو اسلاف سے تمکو پہنچا ہی ورنہ علم ما کان اور مایکون تو قرآن سے ثابت اور جملا ہوں میں بھی ثابت کرتے ہو اور گروہ میں سے دو چار سے حضرت نے ہرگز نہیں کہا تھا بلکہ کسی سے بھی کہا تھا اگر کہتے تو جسوقت کہ ابوبکر کو حضرت فاطمہ نے جھوٹا ٹھیرایا تھا اسوقت کوئی تو گواہی دیتا اور نہیں تو عمر اور عثمان اور عبدالرحمان اور سعد وغیرہ میں سے کوئی تو کہتا کہ ہاں رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہی لیکن کسی نے بھی نہ کہا اور نہ اسکے کان پڑی اگر کسیکے کان میں پڑتی تو کوئی تو اسوقت کہتا پھر اور چھپانا کسکو کہتے ہیں اور صواعق اور تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی میں لکھا ہی کہ سوا ابوبکر کے حضرت علی میراث کا علم کسیکو نہ تھا اور یہ لکھتا ہی کہ اس مضمون کا تذکرہ محفلوں میں ہوا اور بہت شہرت ہو گئی اسکی چنانچہ لکھتا ہی کہ نہاں کے ماند آں راز کز و سازند محفلہا + اور علم دین ہی کی تو تھی یہ بات کہ وقت دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے جسکا پتا نہ لگا اور حضرت فاطمہ زہرا نے خفا اور آزردہ ہو کر ابوبکر کو جھوٹا ٹھیرا دیا اور آخر یہ بات چھپی ہی ہی اور

کسی نے بیان کی آسوقت وہاں ایسا ہی ہوتا تھا کہ خانہ بخانہ ہر بشر سے رسولخدا سے نہیں کہتے تھے دو چار سے کہتے تھے پھر مشہور ہوجاتا تھا لیکن اسکو تو کسی سے کہا ہی نہیں تھا اگر کہتے تو مشہور ہی ہوجاتا لیکن نہیں کہا کسی سے صرف ابوبکر نے اپنی رائے سے ایجاد کرلیا ہے اور ابوبکر کون تھے جس سے کہتے اور کس نے انکو خلیفہ کیا تھا جس نے انکو خلیفہ کیا تھا اسکے خلیفہ ہونگے رسولخدا صلعم نے تو انکو خلیفہ کیا ہی نہیں ہے کہ انکو خلیفہ اپنا جانکر یہ بات انسے کہدیتے اور لینے والے دینے والے کی بات کا یہاں کیا ذکر ہے اور کہدینے کی کیا بات ہے ابوبکر سے تو رسولخدا صلعم نے کہا ہی نہیں ہے اور ابوبکر سے کہنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں تھی وہ تھے کون جو انسے کہتے اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا تو یہ مقدمہ تھا انسے ہی کہنا خفا تھا جب انسے نہ تھا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر نے یہ ایک جھوٹی روایت بنائی ہے اور اگر یہ روایت راست ہوتی تو حضرت فاطمہ زہرا سے بھی ضرور ہی کہتے اور اگر انسے نہ کہتے تو کسی اور سے کہتے کہ مشہور ہوجاتا اور حضرت فاطمہ زہرا دعوی نہ کرنے پاتیں اور اگر دعوی کرتیں تو لوگ انکو اس دعوی سے باز رکھتے اور اگر اور کوئی نہ ہوتا تو حضرت علی تو انکو باز رکھتے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی یہ بات کہ مطلب یوں بھی حاصل ہوسکتا تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا سے ہی کو یہ حدیث سنا دیتے اور حضرت صدیق اکبر سے یہ بات نفرماتے بلکہ حصول مقصود اس صورت میں بوجہ احسن ہوتا کیونکہ اتنا جھگڑا ہی جواب ہوا تو جواب یہ ہے کہ واقعی حصول مقصود کی یہ بھی ایک صورت تھی لیکن اس صورت میں جواب ظہور میں آنے چند مصلحتیں ایسی ساتھ لگی ہوئی تھیں کہ درصورت مرقومہ ہرگز نہ تھی تفصیل اسکی یہ ہے کہ اول تو ایسی صورت کے صدیق اکبر سے فرمانے میں صحت خلافت صدیق اکبر کی طرف اشارہ مدنظر تھا تاکہ حاضرین محفل سمجھ جائیں کہ یہ وہ شیئیں جو صدیق اکبر کو کی جاتی ہیں تو اپنا جانشین کرنا انہیں ہی مدنظر ہے کسی مصلحت سے بتصریح نہیں فرماتے تو کیا ہوا اور یہ کچھ نیا ہی اشارہ نہیں ایسے ایسے بلکہ اس سے بڑھ چڑھکر اور بہت سے اشارہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام بلکہ کلام ربانی میں پائی جاتی ہیں اور اس سے مولوی عمار علی صاحب کے اس سخن نامعقول کا بھی جواب نکل آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اجنبی شخص سے جو اسے کسی طرح رسول اللہ صلعم کی وراثت میں کچھ دخل نہ تھا یہ فرمایا کہ لانورث ماترکناہ صدقۃ اور حاصل جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کو معلوم تھا کہ میرے بعد سررشتہ اختیار صدیق اکبر کے ہاتھ میں ہوگا اسلئے جو امور ضروریہ خلافت قابل وصیت ہیں وہ انہیں سے کہنی چاہئیں تاکہ اسکے موافق کاربند ہوکر انداز خلافت کو ہمرنگ نبوت کردیں دوسرے ایسی صورت میں فقط لینے والے کو منع کرنے میں یہ بھی اندیشہ ہے کہ مبادا الطبع انسانی حکم خداوندی کو چھپالے گو بوجہ محفوظیت یا معصومیت حضرت زہرا اس موقع خاص میں تو ڈر نہیں مگر قواعد کلیہ شرعیہ میں خاص خاص امور کا اعتبار نہیں ہوتا اسیواسطے اگر کسی قضیہ میں کوئی ولی کامل کہ اسکی ولایت اور صدق و دیانت پر تمام عالم متفق ہو تن تنہا ثبوت دعوی کی گواہی دی تو گو بیقین کامل ہے کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بولتا ہرگز قبول نہوگی اور اگر ایسے دو آدمی کہ بظاہر پیرایہ عدالت رکھتے ہوں گو قاضی کے نزدیک بھی وہ و نو ملا حد فسق میں اس ایک کے برابر نہوں بلا تامل مقبول ہوگی وجہ اسکی یہی ہے کہ قواعد کلیہ شرعیہ کو بانیوجہ کہ جو ان قواعد کے لحاظ سے مقصود ہی کسی خاص موقع میں انکے لحاظ کرنے میں وہ مقصود بوجہ احسن اور بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہی نہیں چھوڑ سکتے **اقول** بیشک مطلب اسی طرح حاصل ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہ کو یہ روایت سنا دیتی یا اور کوئی جس سے مشہور ہوجاتا کہ حضرت نے ایسے فرمایا ہے گو ابوبکر کو بھی سنا دیتے لیکن حضرت نے تو کسی سے ایسا نہیں فرمایا اور سوائے ابوبکر کے کسی کی زبان گویا نہیں ہوئی وقت دعوی فاطمہ زہرا کے اور کسی نے بھی ابوبکر کے قول کی تصدیق نہ کی اور خلافت کو اس سے کیا تعلق ہے خلیفہ کرنا ابوبکر کا تو حضرت کو منظور ہی نہ تھا اور اسیواسطے مرض الموت میں مرنے سے پہلے اسامہ بن زید کے مطیعوں میں سے مقرر کرکے ارادہ ابوبکر اور عمر کے نکالدینے کا کیا تھا کہ وقت وفات میری کہ یہ یہاں موجود نہوں کہ فساد برپا کریں اور خلیفہ حق کی خلافت میں خنہ انداز ہوں اور فرمایا جھزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ چنانچہ ملل نحل اور شرح مواقف میں ہے لیکن لعنت خدا کو تو اختیار کیا اور مدینہ کو نہ چھوڑا خلافت کے غصب کرنیکی واسطے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ علی بن ابیطالب کو رسولخدا صلعم خلیفہ کرچکے ہیں خم غدیر پر اور اب پھر علی کی خلافت کی تاکید کرینگے چنانچہ یہی ہوا کہ جب حضرت نے چاہا کہ علی کی خلافت کے مقدمہ میں کچھ میں لکھوں اور دوات اور قلم طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے واسطے ایک سند لکھدوں کہ بعد میرے گمراہ نہو تم عمر نے یہ سنکر جناب رسولخدا صلعم کو کہا کہ یہ مرد بیماری میں بہکتا ہے اور ہذیان اسکو ہوتا ہے کتاب خدا ہمکو کفایت کرتی ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ میں جانتا تھا کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ علی کو اسیواسطے نہیں گئے اسواسطے میں نے منع کیا اور اگر رسولخدا علی کو خلیفہ کرتے تو قریش اسکی اطاعت ہرگز نہ کرتے اور کار برہم ہوجاتا اور استیعاب میں لکھا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ ہاں علی حقدار اور سزاوار خلافت کا ہے لیکن اسکی طبیعت میں خوش طبعی اور مزاح بہت ہے اسواسطے ہمنے اسکو نہیں کیا اور تو ابوبکر کو کہاں سے خلیفہ رسول مقرر کرتا ہے کیا رسولخدا صلعم نے انکو خلیفہ کیا تھا خلیفہ تو وہ انکو ہیں جنہوں نے انکو خلیفہ کیا تھا اور اگر ابوبکر کو خلیفہ کرنا منظور ہوتا تو کون مانع تھا اور یہ ہی عذر کہ کسی مصلحت سے نکیا یا یکسر پوچ بات ہے دیوانوں کی سی اور عمر کہ حیران ابوبکر کو خلیفہ کیا تھا اسنے بھی ابوبکر کی خلافت کو ناگہانی اور اتفاقی سمجھا تھا قابل اطمینان کے نہیں جانتے تھے چنانچہ عمر نے کہا کہ کانت بیعۃ ابوبکر فلتۃ وقی اللہ شرہا یعنی ہی

بیعتِ ابوبکر ناگہانی بچایا خدا نے اُسکے شر سے اور اسکے بعد یہ ہی کہ جو کوئی پھر ارادہ کرو اسکو تو قتل کرو اور ہمنے فرض کیا کہ اشارہ صحت خلافت کی طرف تھا لیکن صحابہ میں سے
اس اشارہ کو کس نے سنا اور وہ کون تھے حاضرین مجلس جنہوں نے یہ اشارہ سنا تھا سوائے ابوبکر کے کسی کی زبان سے بھی اُسوقت یہ کلمہ نہ نکلا اور اگر یہ اشارہ صحت خلافت کا تھا تو بیچ
کہو تجھکو قسم ہی پیر دستگیر کی کہ وقت انعقادِ خلافتِ ابوبکر کسی نے ذکر کیا تھا کہ حضرت نے ابوبکر کی صحت خلافت کے واسطے فرمایا تھا لانورث ما ترکناہ صدقۃ یا ابوبکر نے دعوی کیا تھا
وقت غصب کرنے خلافت کے کہ میں حقدار خلافت کا ہوں کہ حضرت نے میری صحت خلافت کی طرف اشارہ کیا تھا اور خاص مجھ سے ہی حضرت نے فرمایا تھا لانورث ما ترکناہ صدقۃ
اور حال یہ ہے کہ اس کا کسی نے بھی ذکر نہیں کیا بلکہ مہاجرین اور انصار میں یہ گفتگو تھی منا امیر و منکم امیر اور ہمنے فرض کیا کہ صحت خلافت ہی کی اشارہ کے واسطے حضرت نے
ابوبکر سے فرمایا تھا لیکن جیسا ابوبکر سے کہا تھا ایسا ہی فاطمہ زہرا وغیرہا سب وارثوں سے اپنے کہا ہوتا تاکہ یہ جھگڑا نہ ہوتا بلکہ موجب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کے واجب تھا رسول خدا
صلعم پر حضرت فاطمہ زہرا پر اسکا ذکر کرنا کہ بے موجب کسی چیز کا دعوی نکریں اور ابوبکر کی خلافت کی طرف کہیں اشارہ نہیں ہے نہ قرآن میں نہ حدیث میں یہ شیخ بالکل جھوٹا ہے
اور بڑا دروغگو ہی اگر کسی جگہ اشارہ تھا تو وقت قائم کرنے خلافت ابوبکر کے کوئی تو ذکر کرتا اور نہ ابوبکر نے کوئی دلیل اپنے استحقاق خلافت کی پیش کی جیسے کہ حضرت علی پیش
کرتے تھے اور جو ابوبکر نے کہا کہ الائمۃ من قریش اور اپنی خصوصیت کی کوئی بات بیان نہ کی اور مولوی عمار علی صاحب نے تو وہ لکھا ہی کہ آجتک تیرے اسلاف سے جواب صحیح اُسکا
نہیں ہو سکا تیری تو کیا حقیقت ہی اور جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے سب بے ہودہ ہے جواب معقول اُسکا تجھ سے ہرگز نہیں ہو سکا صرف احتمالات واہیہ ہی تو نکالتا ہی لیکن جواب تجھ سے
نہو سکا اور ہاں سو لخدا صلعم جانتی تھے کہ بعد میرے ابوبکر خلافت کو غصب کریگا اور میرے وارثوں کو میراث سے محروم رکھیگا پھر کیوں کہتی اُس غاصب سے اور خلافت تو اُنکی باطل ہی اُسکا
ذکر تو صحبت تو کرتا ہی اور رہی حضرت فاطمہ تیری نزدیک بیشک یہی ہی کہ فاطمہ زہرا طمع نفسانیت کی جہت سے طلب کرتی تھیں اور حق اُنکا کچھ نہ تھا اور یہ عذر محفوظیت اور خصوصیت
کا کس واسطے کرتا ہی میرے نزدیک فاطمہ زہرا بالکل جھوٹی تھیں اور یہاں گواہی کا کیا ذکر ہی کیا فاطمہ زہرا کوئی شہادت ادا کرتی تھیں یہاں تو یہ ذکر ہی کہ اگر ابوبکر سے کہا تھا تو فاطمہ زہرا
سے بھی کہا ہوتا کہ اُنسے کہنا واجب تھا ابوبکر سے چاہیئے کہتی اور اگر یہی بات ہے کہ ایک شخص کا قول معتبر نہیں ہے تو ابوبکر تنہا کا قول روایت لانورث میں کیونکر معتبر ہوا اور کہاں ثابت ہوا کہ جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے
ایسا فرمایا تھا اُسوقت کسی نے بھی گواہی دی **قال الشیخ الاشعری** الحال گو حضرت فاطمہ کو حدیث مذکور کی سنا دینے میں نزعم شیعہ مقصود اصلی بہ نسبت اسکے زیادہ تر اچھی طرح حاصل ہو جاتا کہ
صدیق اکبر سے فقط کہدیا لیکن قاعدہ کلیہ یہی ہی کہ ایسے موقع میں دینے والے کو روکا جائے نہ لینے والیکو اور بالبداہہ یہ کہنا ہی غلط ہی کہ اگر حضرت فاطمہ کو یہ حدیث سنا دیتے
تو جھگڑا نہوتا اور مقصود بوجہ احسن حاصل ہو جاتا کیونکہ اول تو جھگڑے کا ہونا ہی مسلم نہیں چنانچہ انشاء اللہ معلوم ہو جائیگا یہ فقط شیعوں کی شرارت ہے کہ افسانہ بے اصل کو
کوچہ و بازار میں گاتے پھرتے ہیں حاشا و کلا جو بوں ہوا ہو دوسرے اگر کسی قسم کے فی الجملہ انبیاء میں تنکر رنجی دو چار روز کے لئے ہو بھی گئی تو اسے جھگڑا نہیں کہتے ایسے ایسے امور میں
بھی ہو جاتے ہیں حضرت موسی اور حضرت ہارون کا قصہ کس نے نہیں سنا معہذا جو رنج کہ قریب ہے مبدل بصلح ہو جائے اُسکے ہونیکا کچھ اعتبار نہیں اُسکو عرف میں کالعدم
سمجھتے ہیں ایسی رنجوں کا اگر کھٹکا بھی ہو تو ہم پیش بندی نہیں کیا کرتے سو بایں لحاظ گو نہ صدیق اکبر ایسے ناقد رشناس ہیں کہ حضرت زہرا کے سامنے عذر معذرت نہ پیش
نہ حضرت زہرا ایسی کج طبع ہیں کہ سب ہی نہونگی اسکا دختر پیغمبر خدا نے کچھ لحاظ نکیا ہو الحمد للہ کہ اسی طرح ظہور میں آیا چنانچہ روایت محاج السالکین جو انشاء اللہ
اب قریب ہے مذکور ہوتی ہی اسبات پر شاہد ہی کہ حضرت صدیق اکبر نے عذر کیا اور حضرت زہرا نے قبول فرمائے اور بدل و جان اُنسے پھر منزلہ شیر و شکر ہو گئیں تیسرے یوں کہنا کہ
حضرت فاطمہ سے یوں کہدیتے تو جھگڑا نہوتا جب یہ ہی کہ رسول اللہ صلعم عالم الغیب بھی ہوتے بیسیوں آیات احادیث کی گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلعم بلکہ تمام موجودات میں سے کسیکو
علم غیب نہیں قل لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ اول آیہ ہی بالخصوص رسول اللہ صلعم کا عالم الغیب نہونا اور
دوسرے سے علی العموم ملائکہ اور انبیاء اور جن و بشر کا عالم الغیب نہونا ثابت ہی جسے شک ہو ترجمہ کے کلام اللہ بہت موجود ہیں تو میں سیپارہ کے نصف و ثلث کے مابین اور بیسویں سیپارہ کے
اول رکوع میں آیات مذکورہ کو تلاش کرکے اپنی تسلی کر لے اور ظاہر ہی کہ اس طرح کے امور کا وہیان گمان میں بسا اوقات نہیں آیا کرتا جو یوں کہیں کہ عقل سے معلوم کرکے پیش بندی
کرتے تھے ہاں جو نسی مصلحتیں بیان کیں اور انشاء اللہ کرونگا وہ البتہ لحاظ عقلی کی تھیں چنانچہ عاقل سمجھتے ہیں اور حیوان لا یعقل نہ سمجھیں تو کیا کیجے تیسری مصلحت یہ ہے کہ جب لوگ
سمجھکر کہ جتنا دونوں کے کہنے سے کام چلتا ہی اتنا ہی ایک سے بھی ایک ہی کے سنا دینے کی تجویز ٹھیرتی تو پھر مناسب یہ ہی کہ ابوبکر صدیق ہی کو روکیں کیونکہ فعل اعطا انہیں سے
ظہور میں آتا باقی حضرت فاطمہ لینے والی تھیں اور ظاہر ہی کہ دینا لینے کی فرع ہی اور دینا اصل ہی اور اصل کے اکھاڑ دینے میں جو کچھ قلع و قمع فساد ہوتا ہی وہ فرع اور شاخ کی
قطع کرنے میں نہیں ہوتا الحاصل جس فساد کی پیش بندی کیلئے اس حدیث کو سنا دینا مدنظر تھا صدیق اکبر کے کہنے میں تو اُسکی بیخ و بنیاد کا اکھاڑ دینا تھا اور حضرت فاطمہ کے کہدینے
میں گویا شاخ کو قطع کر دیا یا یوں کہئے کہ پھل نہ لگا سو اسکے اگر حسب گفتار سراپا نامعقول شیعہ کوئی اور فساد بیچ میں اتفاق سے کھڑا ہوتا نظر آئے تو اُسکی مدافعت کے لیے اسکی

نہیں چھوڑا جاتا یعنی اسبات کا لحاظ مقدم ہی کہ مملکہ نبوی دستبرد وارثان نہو جائے اسمیں بلا سی کسی قسم کا تنازع ہی کیوں نہ پیش آجائے **اقول** البتہ مقصود اصلی
یہی تھا کہ حضرت فاطمہ کو سناتے اور ابوبکر کو چاہتے سناتے چاہتے نہ سناتے اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہی کہ جو تو کہتا ہی اور قاعدہ کلیہ کیا بلکہ عقل کے نزدیک بھی یہ بات پسندیدہ نہیں ہے
کہ دینے والی ہی کو سنایا جاے اور لینے والے کو نہ سنایا جاے اگر لینے والے کو نہ سنایا جائے اور اسکو خبر نہو اور پھر وہ دینے والے سی دعوی کرے اور دینے والا دینے سے انکار کرے تو متہم بخیانت
ہو جاتا ہے اور تنہا دینے والے سی کہنے میں کچھ کام نہیں چلتا ہی اور دینے والے کی عقب گزاری نہیں ہو سکتی ہی اور روکنا لینے والے ہی کا چاہئے نہ دینے والیکا جو بات کہتا ہی الٹی
ہی کہتا ہی اور بیشک اگر حضرت فاطمہ سے بھی کہدیتے تو کچھ جھگڑا نہوتا کہ حضرت فاطمہ دعوی ہی سے دست بردار ہو جاتیں اور یہ کہنا کہ اول تو جھگڑا ہونا ہی مسلم نہیں ہے اسوقت
مسلم ہی کہ جب صحیح بخاری اور مسلم اور جامع الاصول وغیرہ صحاح اپنے کو دھوڈالے اور بدون اسکے کام نہیں چلتا ہی جھگڑا تو ایسا ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا ابوبکر پر غضبناک
ہوگئیں اور تمام عمر اس سے کلام نکیا اگر شرارت ہے تو علماء اہل سنت کی ہی کہ انہوں نے یہ جھگڑے کے مضامین لکھے ہیں اور جو بات کہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے
اسکو بے اصل کہنا تیرا ہی کام ہی اگر جھوٹ نہ لکھیں اہل سنت تو محافظت انکے دین کی کیونکر ہو اور یہ جو لکھتا ہی کہ چنانچہ معلوم ہو جائیگا وہ بھی ایک اقرار اور جھوٹ ہی جسکو
یہ لکھیگا اور سخریجی دو چار روز کی نہیں ہوئی بلکہ جیتک حضرت فاطمہ زندہ رہیں چھ مہینے تک موافق روایت صحیح بخاری کے ہمیشہ رنج اور غصہ میں رہیں اور کبھی ابوبکر سے
کلام نکیا یہانتک کہ اس دار ناپائدار سے رحلت کر گئیں اور حضرت موسی اور حضرت ہارون میں کبھی رنج آپسمیں نہیں ہوا ہے تو جھوٹ لکھتا ہی چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت
کر چکے اور کیونکر اسنے ایسا امر وقوع میں آئی کہ وہ معصوم تھا اور حضرت فاطمہ کا رنج قریب کیا تا دم واپسین مبدل نہیں ہوا جسکے شاہد صحیح بخاری ہی اور نہ ابوبکر سے انہوں نے
صلح کی اور اگر بالفرض حضرت فاطمہ کے سامنے ابوبکر نے کچھ عذر کیا ہو تو یہ عذر بدتر گناہ سی ہے حق تو انکا غصب کر لیا پھر عذر کے کیا معنی ہاں عذر یہ تھا کہ حق انکا واپس
کر دیتے اور مجامع السالکین کا جو حوالہ دیتا ہی شیعوں میں تو اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہی اور اگر کسی ناصبی کی ہو تو اسکا کیا اعتبار ہی بہتیری رہ گئیں اس مقدمہ میں جھوٹی وضع
کی ہیں اور حضرت فاطمہ نے عذر ابوبکر کا ہرگز قبول نہیں کیا ہی یہ تو کہانسے کہتا ہی کہ پھر بمنزلہ شیر و شکر کے مل گئیں تیری کتب صحاح میں تو لکھا ہی کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر ایسی
غضبناک ہوئیں کہ دم آخر تک ابوبکر سے کبھی کلام نکیا اور ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ رسولخدا صلعم اگر حضرت فاطمہ سی کہدیتے تو جھگڑا نہوتا اور ہم خود مقر ہیں اس امر کے کہ رسولخدا صلعم
عالم الغیب نتھے ان آیتوں کے لکھنے سی کیا فائدہ ہی اور جھگڑا تو اسواسطے ہوا کہ جو امر کہ واجب تھا رسولخدا صلعم پر موجب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے اسکو نہ پہنچایا کیا اتنی بھی سمجھ
رسولخدا صلعم کو تمہارے نزدیک نتھی کہ اگر میں سناؤنگا تو یہ بیسبب بے خبری کے دعوی کریگی ہاں اگر حضرت یہ جانتے کہ فاطمہ ابوبکر کو راست گو جانتی ہیں جو وہ کہینگے یہ قبول کر لینگی تو حضرت
فاطمہ سی نہ کہتے یہ بات بھی نہیں ہے ابوبکر کو تو حضرت فاطمہ نے دروغگو ہی سمجھا اور جو مصلحتیں کہ آپنے مذکور کی ہیں اور آئندہ جو کچھ ذکر کروگے ہرگز لحاظ عقل کے قابل نہیں ہیں پہلی مصلحتیں تو
رد ہو گئی ہیں آئندہ بھی رد ہو جائینگی اور عاقل اسکو سمجھ جائینگے اور حیوان لاعقل نہ سمجھینگے اور کام جو کچھ چلتا تھا وہ حضرت فاطمہ کے سنانے سی چلتا تھا ابوبکر کو چاہتے سناتے چاہتے
نہ سناتے اور روکنا بھی حضرت فاطمہ ہی کو چاہئے تھا کہ وہ دعویدار تھیں کہ دعوی نکرنے پائیں ابوبکر کو کہ انکے روکنے میں کیا فائدہ تھا وہ تو دینے والے تھے انسے ہی کہنے میں اور لینے
والے سی نہ کہنے میں صورت جھگڑے کی تھی سو وقوع میں آئی اور معلوم نہیں ہو سکا کیا مطلب ہے کہ دینا لینے کی فرع ہی اور دینا اصل ہی دینے ہی کو اصل اور فرع دونو مقرر کیا ہے اور لینے
کو کچھ ہی نہا کہ وہ کیا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ دینا اصل لینے کی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اینا ہی اصل ہی کہ کوئی لینے والا پہلے مقرر ہو لیگا تو تب دیا جائیگا اور اصل کے اکھاڑنے میں
جو قلع قمع فساد ہوتا ہی وہ فرع کے اکھاڑنے میں نہیں ہوتا سو اس فساد کے دفع کرنے میں اگر حضرت فاطمہ کو سنا دیتے تو بیخ و بنیاد کا اکھاڑ دینا تھا اور ابوبکر کے کہدینے میں گو یا تاخیر
کو اکھاڑا سو اسکے اگر حسب مختار نامعقول کوئی اور فساد بیچ میں اتفاق سی کھڑا ہوتا نظر آئے تو اس دینے والے کی جہت سے ہوگا نہ لینے والیکی جہت سے اور اسبات کا لحاظ مقدم ہی کہ
مملوکہ نبوی انکے وارثوں کو پہنچے بلا سے کسی قسم کا تنازع ہی کیوں نہ پیش آجائے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال قطع نظر اسکے کہ حضرت فاطمہ زہرا کے کہنے میں سرمو تسامح آزار خاطر
مبارک حضرت نہ نظر آتا تھا اور مطلب انکے کہنے میں بھی حاصل ہو سکتا تھا اقتضاء عقلی بھی یوں ہی تھا کہ حضرت فاطمہ سے نہ کہئے اور حضرت صدیق اکبر ہی کی گوش گزار کر دیجئے کیونکہ جب وہ
خلیفہ ہوئی تو پھر سررشتہ اختیار انہیں کے ہاتھ ہوگا جب وہ متروکہ نبی وارثوں کو نہ دینگے تو حضرت فاطمہ یا اور کسی وارث کے پاس آپنے جائیگا جو وہ اسکو اپنا مملوک سمجھکر تصرف ناجائز کر بیٹھیں
اور اسوجہ سے انکو اطلاع کرنی ضرور ہو باقی رہی فقط طلبگاری تو اسمیں تا وقتیکہ اسبات کی اطلاع نہو کہ ہمارا حق نہیں کچھ گناہ نہیں جو اسکی پیش بندی کی ضرورۃ ہو
معہذا حضرت عباس اور حضرت عائشہ سے کہدینا کفایت کرتا تھا اسلئے کہ اگر میراث تقسیم ہوتی تو یہ دونو صاحب بھی کچھ کم نصف کے مالک ہوتی سو اگر میراث تقسیم ہوتی تو سبھی کو
برابر تقسیم ہوتی پس لاجرم انکو بھی اطلاع ہوتی سو اگر فاطمہ کو پہلے ہی معلوم نہوتا اور نہ ابوبکر صدیق کو خبر ہوتی تب ان دونو کا سننا کافی تھا وقت ضرورت بیشک حال معلوم
ہو جاتا اور ان سب کو جانے دو نہ ابوبکر صدیق کا ذکر کرو اور نہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے معلوم ہونیکا کچھ خیال کرو فقط حضرت علی ہی فرما دینا ایسا ہی تھا جیسا فاطمہ سے

فرمایا کیونکہ اُنکی طرف سے کارکن اور خبرگیراں جبتک وہی تھے وہ نوصاحبزادے جبتک صغیرالسن ہی تھے پیغمبر خدا صلعم جانتے تھے کہ اول تو میراث کا لینا کچھ کلھیا میں گوڑ پھوڑنا نہیں جو چپ چپاتے ہو جائے پھر وہ اسقدر مخفی پر لینے والے اور قبضہ کرنیوالے حضرت علی ہی ہونگے ادھر حضرت عائشہ اور حضرت عباس بھی بہ نسبت حضرت فاطمہ کے کوئی غیر نہ تھے ایک بجائے والدہ دوسرے بجائے والد اور ظاہر ہی کہ ایسے قرابتیوں میں بیشتر اتفاق ملاقات ہوا اور اس سبب سے ایکدوسرے کو اُسکے نفع و نقصان کے اگر کچھ اطلاع ہوتی ہی تو اطلاع کر دیتا ہے خصوصاً امر دینی کی نفع و نقصان کی باتیں اور وہ بھی ایسی لوگوں سے جو دنیا کو طلاق دی بیٹھے ہوں ایسے مواقع میں اگر مقتضائے بشری کوئی رنج فیما بین واقع ہو جاتا ہی تب اُسکے نفع و نقصان کی اطلاع کر دیا کرتے ہیں کیونکہ ایسے مواقع میں اگر کچھ رنج بھی ہو جاتا ہی تو بوجہ محبت ہوتا ہی بوجہ عناد و بغض نہیں ہوتا جو دوسرے نقصان کا روادار ہو چونکہ رنج کی دو طرح کی ہونیکی تحقیق آیہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء کی ذیل میں گزر چکی اسلئے فقط اسی پر اکتفا کرکے معروض کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے سنانے میں ہی نظر آتا تھا کہ لاجرم اُنکے وسیلے حضرت فاطمہ اور نیز اور وارثو نکو یعنی ازواج باقیہ کو اطلاع ہو جاویگی شروع میں نہیں وقت طلب یا وقت قبض و تصرف تو ضرور ہی یہ بات معلوم ہو جائیگی کیونکہ ایسی باتیں کچھ راز کی تو ہیں ہی نہیں جو کسیکو اطلاع نہو **اقول** حضرت فاطمہ سے کہنے میں ہرگز آزار خاطر اُنکا نہ تھا اور نہ اُنکے عین مناسب بلکہ واجب تھا اور ابوبکر کو سمجھانے کا تعلق تھا جو اُنسے کہتو وہ کون اور ہرگز عقل کسی عاقل کی بیجز تجھ دیوانہ کے اقتضا نہیں کرتی ہی کہ حضرت فاطمہ سے نکہا جائے بلکہ اُس مظلومہ ہی سے کہنا چاہئے تھا تاکہ دعوی کرکے ابوبکر کو غاصب ٹھیرائیں اور خلیفہ ابوبکر کو کس نے کیا ہی رسولخدا نے تو اُنکو مدینہ سے نکالدینے کا حکم کر دیا تھا اسیسوا کہ خلافت میں علی کی بھیڑ اُنھیں اور زبردستی بصواب دید عمر خلیفہ بنا بیٹھے تو اس سے کیا ہوتا ہی اور متروکہ نبی دار تو نبی یا تن پہنچا جسکے وہ مستحق تھی ابوبکر کے ظلم سے اور اگر پہنچتا تو تصرف اُنکا اسمیں بجا تھا کہ وہ مالک اسکی تھیں اور حضرت عباس اور عائشہ سے کہدینا اگرچہ کفایت کرتا تھا لیکن حضرت عباس سے کہنا نہ عائشہ سے حضرت عباس سے کہتی تو وہ عمر کے زمانہ میں دعوی وراثت کا عمر سے کاہیکو کرتے اور ابوبکر اور عمر کو وہ کاذب اور خائن کاہیکو جانتے اور عائشہ نے اگرچہ سنا تھا لیکن اپنی باپ کی بولی بولگئی اُسکو کب منظور تھا کہ باپ میرا غاصب مشہور ہوا اور سوا اُسکے دس ہزار درہم ہر سال روزینہ میں پاتے تھے ابوبکر اور عمر سے وہ ابوبکر کے ہمداستان کیونکر ہونگی اور عائشہ اگرچہ ماں تھی لیکن مادر نامہربان تھیں کہ اپنے فرزندوں سے عداوت رکھتی تھیں اور حضرت علی کا فرماذنیا بہ چند ایسا ہی تھا جیسا حضرت نے فرمایا لیکن حضرت علی سے تو کہا ہی نہیں تھا حضرت علی تو وہ تھے کہ ہمراہ فاطمہ اور عباس کے جاکر ابوبکر سے میراث کے مقدمہ میں گفتگو کی اور میراث کے مقدمہ میں آیت وورث سلیمان داؤد و آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم میں لا وجہا پنہ کنز العمال و طبقات سعد میں ہے اور بعد اسکے عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی وراثت کا کیا ہمراہ عباس کے جاکر اور عمر نے کہا کہ تم دونوں جانتے ہو ابوبکر کو کاذب و خائن اور آثم و غادر و خیانت مجتبائی مسلم میں لکھا ہی اگر حضرت علی سنتے تو پھر کیا باعث تھا میراث کے طلب کرنیکا پس جو کچھ کہ اسپر بنا کرکے لکھا ہی سب باطل ہے اور حضرت فاطمہ کو اُنکا اتنا قدر ہوا لہ تا دم مرگ اُنکی یہ رنج بہت کا کیونکر ہو سکتا ہے اور بہت کا ہوتا تو زائل ہو جاتا اور نہ تو حضرت عباس اور عائشہ کو سناتیں اور نہ کسی وارث کو اطلاع ہوتی اگر اطلاع ہوتی تو دعوی کیوں کرتے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اسی چھپانا نہیں کہتے کہ دس بارہ بلکہ شاید زیادہ کے سامنے ایک بات فرماویں اور وہ بات بھی اس قسم کی کہ اُسکی تعمیل اگر ہو سکے تو حد بک طاقت بشر ہو تب تک نہ ہو سکے منجملہ اُنکے کہ سنو نہیں پے جا و خاص کر حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عائشہ سے کہ دو توانیں وارث ہیں اور ایکدوارث کے [illegible] یعنی اُنکا حکم خدا کو بہ نسبت وارثان نبوی تھا پیغمبر صلعم نے وارثوں سے چھپا رکھا جہاں تک نہیں ہاں چھپا رکھنا تھا نہیں یہ [illegible] حضرت زید شہید سے حکم امامت امام محمد باقر نے چھپا رکھا اور پھر حیف یہ ہے کہ حکم بھی ایسا رکھا اور سکی ماننے سے کذا [illegible] بدتا ویز حدیث من یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ شیعوں کا بھی عقیدہ ہے اس لئے کہ اسکی معنی شیعوں طور پر [illegible] نجانے یعنی اُسکی امامت کی اُسکو خبر نہو تو وہ جاہلیت کا سا مرنا مریگا ایسا مسلمہ جو رکن رکین ایمان تھا چھپا رکھا تھا سو چھپانا اسے کہتے ہیں کہ اُسکا [illegible] وارث کے کان میں لا نورث ما ترکناہ صدقۃ نکہا اور اگر سند مطلوب ہے تو لیجے کلینی کی روایت موجود ہی کسی ایسے ویسے رند بازاری کے نہیں **روی الکلینی** عن ابان قال اخبرنی الاحمس بن زیدبن علی بعث الیہ وہو مختلف قال فاتیتہ فقال یا ابا جعفر ما تقول ان طرق طارق منا اتخرج معہ قال فقلت لہ ان کان ھذا بابک واحاک خرجت معہ فقال لو ان ان اخرج فاجاھد ھؤلاء القوم فاخرج معی فقلت لا افعل جعلت فداک فقال اترغب بنفسک عن نفسی فعلت انما ھی نفس واحدۃ فان کان للہ فی الارض حجۃ فالمتخلف عنک والخارج معک سواء فقال یا ابا جعفر کہت اجلس معہ الی فی الخوان فیلقمنی البضعۃ السمینۃ ویردد اللقمۃ حتی تبرد شفقۃ علی ولم یسعنی الا ذاک واذا اخبرک لم یخبرنی قال فقلت خاف علیک ان لا تقبل فتدخل النار واخبرنی انک قبلت مخوت وان لم اقبل بمالی ان ادخل النار **علامہ کلینی** ابان سے یوں روایت کرتے ہیں کہ احمس نے بیان کیا کہ احول نے مجھ سے یوں نقل کی کہ حضرت زید بن امام زین العابدین نے جسوقت کہ وہ مخفی تھی کسیکو میرے پاس بلانیکو بھیجا تو اُنھوں نے کہا کہ ابو جعفر یہ طلب ہمارا [illegible] کا تیری اسمیں کیا رائے ہے اگر ہماری طرف سے اچانک کوئی بلانیوالا تیرے پاس آئے یعنی ہم اپنی مدد کے لئے تجھے بلوائیں تو اُسکے ساتھ ہمارے بلوانے سے تو ہو ہی لیگا کہ نہیں احول نے کہا میں نے حضرت سے یوں عرض کی کہ بلوانیوالا تمہارے باپ یا تمہارے بھائی یعنی امام محمد باقر ہوتے تو مضایقہ نہ تھا میں بھی ساتھ ہو لیتا اُنھوں نے فرمایا میرا ارادہ یوں ہے

کہ میں نکلوں اور اُن لوگوں سے یعنے مروانیوں سے جہاد کروں سو تو ہی میرے ساتھ چل میں نے عرض کی کہ میں آپکے قربان جاؤں مجھ سے ہرگز یہ کام نہوگا اُنہوں نے فرمایا کیا تو اپنی آپکو ہمسے علیحدہ بچاتا ہے مینے کہا میں اور تم تو ایک ہی ہیں پر درصورتیکہ روی زمین پر کوئی خدا کی طرف سے محبت یعنے امام موجود ہو تو تمہاری ساتھ رہیگا نیوالا اور تمہاری ساتھ جانیوالا دونوں برابر ہیں یعنی امام کے ہوتے تمہارے ساتھ جہاد میں کچھ فائدہ نہیں اُنہوں نے کہا سن تو ابو جعفر میں اپنے باپ کے ساتھ خوان پر بیٹھا کرتا تھا وہ مجھی چھانٹ چھانٹ کے گوشت کی موٹی بوٹیاں دیتے تھے اور میرے لئے ٹھنڈا کرتے تھے یہانتک کہ خوب ٹھنڈا کھانے کے قابل ہوجاتا یہ سب قصہ محبت کے سبب تھا سو بڑے تعجب اور کمال حیف کی بات ہے کہ یہانتک اُسکا تو شفقت کرنے میں لحاظ کیا اور دوزخ کی آگ سے بچانیمیں اُنہیں مجھپر کچھ محبت نہ آئی جو تجھے امام باقر کی امامت کی خبر کردی اور مجھے خبر اصلا نکی لاحول کہتا ہی مینے کہا تمسے یہ خوف ہوا کہ یہ دائم نماز نہ تو اس سبب سے دوزخ میں جاؤ اور مجھے یوں سمجھکر خبر کردی کہ اگر مینے قبول کیا تو فبہا نجات پائی نہیں تو اُنکی بلا سے دوزخ میں جاؤنگا تو میں جاؤنگا انتہی **اقول** دس بارہ کیا ایک آدمی سے بھی جناب سولخدا صلعم نے نہیں کہا چنانچہ ہم ثابت کرچکے اور تیرے دس بارہ کو باطل کرچکے پھر چھپانا نہوا تو کیا ہوا اور طشت از بام افتادہ کیسا کہ کسیکو بھی یہ روایت لانورث معلوم نتھی کہ کسینے رسولخدا صلعم سے یہ روایت کبھی نہ سنی تھی ابوبکر نے اپنے دل سے وضع کرلی تھی حضرت فاطمہ کا حصہ ندینیکو اور دس دس بارہ بارہ مرتبہ ایک بات کا یہ ذکر کرتا ہی اور بیفائدہ کاغذ کو سیاہ کرتا ہی ہمتو کئی مرتبہ لکھچکے کہ حضرت علی اور عباس اور عائشہ نے کسینے اس روایت کو رسولخدا صلعم سے نہیں سنا بار بار اسکا ذکر کیوں کرتا ہی اور اگر جھک مارا ہی تو تیری اسلاف نے جھک مارا ہی مناسب صواعق محرقہ اور صاحب تاریخ الخلفاء وغیرہ نے جنہوں نے لکھا ہے کہ سوا ابوبکر کے لانورث ماترکناہ صدقۃ کو کسینے روایت نہیں کیا ہی اور کوئی اس روایت کو نہیں جانتا تھا اور کافی کی روایت کو دیکھکر جو کہتا ہی کہ چھپانا اسکو کہتی ہیں کہ حضرت امام زین العابدین نے زید سے حکم امامت امام محمد باقر کو چھپایا اس روایت کے ذکر کرنے سے اس مقام میں کیا فائدہ ہی اور اگر زید سے روایت امامت کو بیان نہیں کیا تو زید کون تھی کہ خاص اُن سے بیان کرتے ہزاروں آدمی رعیت کے تھے اُنمیں سے ایک زید بھی تھے کچھ زید کی امامت کا تو حکم نہیں تھا کہ اُن سے چھپا رکھا جسکی امامت کا حکم تھا اُسکو سنا دیا اور کہا نہیں زید سے اس خوف سے کہ اگر قبول نکریگا تو جہنم میں جائیگا اسواسطے اُنکے سامنے ذکر نکیا اور اُن سے کہنے کی خصوصیت کیا تھی سب آدمی برابر تھے اور اُنکا یہ مقدمہ بھی نتھا جو اُن سے کہتے اور اگر یہ مقدمہ تھا تو کل مسلمانوں کا تھا بعد اسکے جب امر شایع ہوجاتا تو وہ بھی سن لیتے اگر قبول کرتے فبہا ورنہ مستحق عذاب کے ہوتے اور موافق روایت من لم یعرف امام زمانہ کے امام کا پہچاننا اور جاننا زید کے ذمہ تھا کہ وہ خود آثار و علامات و خوارق عادات اور شہرت سے امام کو پہچانتے اور اس شیخ نجدی نے اس روایت کا اوپر کا ٹکڑا تو لکھا ہی اور آخر کو ترک کردیا کہ اُسمیں لکھا ہی کہ ابو جعفر نے جب وجہ امامت کی ظاہر نکی زید کے سامنے بیان کی تو زید نے مجھکو معذور رکھا اور کرامت اور ولایت اور حجت اور امام ہونا امام جعفر صادق کا بیان کیا اور امام جعفر صادق کو امام محمد باقر علیہما السلام نے امام کیا تھا جب انکی امامت کے قائل ہوئے تو امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے پہلے قائل ہوئے لیکن امام زین العابدین کے ذکر نکرنیکی وجہ کو سمجھے نتھے جب ابو جعفر نے سمجھایا تو سمجھے اور پھر ابو جعفر کو معذور رکھا اور امام زین العابدین علیہ السلام پر یہ واجب نتھا کہ ہر فرد بشر کو سنا دیں کیا اُنہوں نے ہر ایک کو بلا کر سوا زید کے یہ حکم سنا دیا تھا اور محض زید ہی کو نہیں سنایا بلکہ کسیکو سنایا اور کسیکو نہ سنایا اور انمیں سے ایک زید بھی تھے کہ خوف مذکور کی رعایت سے اُنکو خود نہ سنایا بخلاف فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہ حضرت کی میراث کا مقدمہ اُنسے بھی تعلق رکھتا تھا یا ازواج سے اُنکو حکم اپنی میراث کا سنا دینا ضرور تھا یا مجمع میں اصحاب کے ذکر کرتے کہ جس سے مشہور ہوجاتا کہ انبیاء کا ترکہ اُنکی وارثوں کو نہیں پہنچتا جب ایسا ہوتا تو پھر حضرت فاطمہ دعوی نکرتیں اور ابوبکر کو غاصب ٹھہراتیں لیکن حضرت نے اپنی میراث کے حال سے کسیکو خبر نہ کی ابوبکر نے ایک جھوٹی روایت بنا کر کہہ دیا کہ پیغمبر ترکہ کسی کو نہیں پہنچتا اور امامت کا مقدمہ خاص زید کا نتھا بلکہ ہزاروں آدمیوں کا تھا اگر ایک فرد سے بسبب کسی مصلحت کے اُسکا ذکر نکیا تو جائی اعتراض نہیں ہے اور حضرت فاطمہ سے ذکر نہ کرنے کی باوجودیکہ خاص وہ اُنکا ہی مقدمہ تھا کوئی مصلحت نتھی بلکہ ذکر کرنا ہی ضرور تھا اور بعضے علماء اہل سنت کے نزدیک امام زمانہ کا قرآن ہی اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی یہی لکھتے ہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ اس حکم کو کہ امام زمانہ کا قرآن ہی رسولخدا صلعم نے کس سے کہا ہی اُسکو بیان کرو اور جب کہ حضرت نے کسی سے نہیں کہا ہی تو حکم خدا کو حضرت رسولخدا نے تمام اُمت سے چھپایا اور ظاہر ہی تو کہ حضرت نے کسی سے نہیں فرمایا اسیواسطے اسمیں اختلاف ہے اور بعضی کہتے کہ امام زمانہ کا بادشاہ ہی اور عدالت کی اُسمیں شرط نہیں ہے اور جامع الرموز شرح مختصر وقایہ میں لکھا ہے کہ امام میں اسلام کی بھی شرط نہیں ہے اس صورت میں امام زمانہ اہل سنت کے نزدیک انگریز ہوسکتے ہیں اور یہ حدیث من لم یعرف امام زمانہ جو لکھی ہے اس سے لازم آتا ہی کہ موافق مذہب اہل سنت کے حضرت فاطمہ موت جاہلیت اور کفر پر مری ہوں اسواسطے کہ پہچاننا کیا وہ تو امام زمانہ پر جبتک زندہ رہیں غضب میں رہیں اور امام زمانہ کو جھوٹا جانا اور چھ مہینے حضرت علی بھی جبتک ابوبکر سے بیعت نہیں کی بے امام رہی **قال الشیخ الاشعری** ہرچند اس روایت سے بہت سے مضمون مفید مطلب اہل سنت برآمد ہوتے ہیں لیکن اول تو اس مقام میں اُن سب کا ذکر کرنا بیموقع ہے دوسرے فرصت ہی کہاں اسلئے فقط اتنی بات گزارش ہی کہ اس روایت سے بتصریح معلوم

ہوا کہ حضرت امام زین العابدین نے دیدہ و دانستہ اپنے فرزند ارجمند زید شہید سے امامت حضرت امام محمد باقر کو چھپا لیا حالانکہ اُسکا جاننا منجملہ ارکان ایمان تھا چنانچہ اس روایت سے بھی ظاہر ہے اب اہل انصاف سے یہ عرض ہے کہ فدک کو کہ جو منجملہ متاع دنیوی تھا امامت امام وقت کی برابر کہیئے جسکا جاننا منجملہ ارکان ایمان ہے اور پھر حضرت امام زین العابدین کے دیدہ و دانستہ چھپا لینے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارہ میں آدمیوں کے سامنے بغرض تبلیغ کہدینے کے مقابل کیجئے اور پھر اسپہ لحاظ کیجئے کہ باایںہمہ حضرت امام زین العابدین نے جو امام محمد باقر کی امامت کی حضرت زید شہید کو اطلاع نکی تو اسمیں کیا نقصان نکلا اور آنحضرت صلعم نے جو حضرت فاطمہ زہرا سے کہی اور وارث نہیں حدیث لانورث ماترکنا صدقہ نکہا اور برعم شیعہ فقط صدیق اکبر ہی سے کہا تو کیا ضرر پیش آیا ظاہر ہے کہ بہ نسبت امام محمد باقر حضرت امام زین العابدین کے لب کشا نہونے میں انجام یہ نکلا کہ نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد حضرت زید شہید بوجہ جہل رکن ایمان یعنی امامت امام وقت چنانچہ روایت مسطورہ سے ظاہر ہے مستوجب دوام عذاب اور داخل زمرہ کفار ہوئے اگر بذات خود امام زین العابدین فرزند ارجمند سے یہ بات فرمادیتے تو اُمید قوی تھی کہ حضرت زید تسلیم ہی کر لیتے اشتباہ دروغ احول دروغگو جو فی الحال رہزن ایمان ہوا اس صورت میں ہمیں سے اُٹھ جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط ابوبکر صدیق ہی سے حدیث مذکور کو کہا تو خرابی نہ نکلی کیونکہ جو کچھ مقصود تھا وہ حاصل ہی ہو گیا ترکہ نبوی صدقہ ہی رہا بہرحال اُسمیں میراث جاری ہونے پائی بلکہ اگر بالفرض والتقدیر سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حدیث کو بوجہ فراموشی مثلاً کسی سے نفرماتے نہ صدیق اکبر سے نہ کسی اور سے تب بیش برین نیست کہ نادانستگی میں وارثان نبوی ترکہ نبوی کو جو فی الحقیقت وقف تھا خورد و برد فرماتے سو ہم علماء شیعہ ہی سے استفسار کرتے ہیں اگر کوئی نادانستگی میں مال وقف کو اپنا مال سمجھ کر کہا ئے تو اُسکے ذمہ کیا گناہ ہے بہرحال حضرت زین العابدین کے حکم خداوندی کے چھپا لینے سے جو کچھ نقصان نکلا اُسکو ایکطرف رکھئے اور رسول اللہ صلعم کے اس کہنے سے جو مطلب کے حصول میں کچھ حرج نہوا اور درصورتیکہ اخفاء کلی جو کسیطرح حکام وارثوں کا نقصان دینی یا دنیوی نہ تھا اُسکو دوسری طرف رکھئے القصہ ہر دو کے تمام لوازم کو اُدھیڑ کے تولئے اور پھر بولئے کہ کس طرف پلہ جھکتا ہے اور اخفاء حکم کسطرف ہے اور کسطرف نہیں بہرحال ہر کس و ناکس پر ان تقریروں سے واضح ہو گیا کہ کسیطرح رسول اللہ صلعم سے اخفاء حکم نہیں ہوا اور بزعم شیعہ قطعاً اور یقیناً حضرت امام زین العابدین نے اخفاء حکم خداوندی کیا لیکن آفرین ہے مولوی محمد علی کی فہم اور فراست کہ ہی تو اخفا سمجھتے ہیں اور اسے نہیں سمجھتے بار خدایا انہیں کسنے کہا تھا کہ تم بھی دین و مذہب کے باتوں میں دخل دو جو اتنی عقل و فہم پر اہلسنت سے الجھتے ہیں کوئی مولوی یعنی آپ کیوں اہل سنت سے دست و گریباں ہونیکا ارادہ کیا الجھنی کو بلا ہیں آپ تو کچھ خیر ہے صاحب لگا یا ہاتھ کس نے اپکی زلف پریشاں کو علماء اہل سنت تو درکنار عوام اہل سنت بھی بمنزلہ دلاوران عالی نظر میدان مناظرہ میں ایسے سمجھ والونکو بمنزلہ زبان بے تہیار سمجھکر متعرض نہیں ہوا کرتے ہاں درصورتیکہ گریباں گیری ہو جائیں تب بضرورت و ناچاری اُنکے ہاتھ پاؤں کی خبر لیتے ہیں اس لئے اس ہیچمدان نے بھی جو کچھ کیا سو کیا بہرحال معاف کیجئے گا لیکن سچ تو یوں ہے آپکو بری تو لگے گی جیسی آپکی باتیں ہیں ایسے منہ سے بمعنی نوگوشتر بے مہار بہتر ہے وہ اگر اتفاق سے ناک تک پہنچ بھی جائے تو بیش برین نیست ناک ہی کیسکی جلیگی دل تو کسی عاقل کا نہ جلے گا پر آپکے حرف بمعنی اور سخن نامعقول میں طرفہ ستم یہ ہیں کہ بحکم جواب جاہلاں باشد خموشی حقیقت میں قابل جواب تو ہوتے نہیں جو جواب دیا جائے البتہ خاموش ہو کر جی جلانا پڑتا ہے پر اس ہیچمدان نے جب جانا کہ جاہلوں کے جواب میں عالم البتہ نہیں بولا کرتے مجھ اس ہیچمدانی پر کیا ہوا جو خاموش ہو کر بیٹھ رہوں معہذا اب سر پر آبنی وقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی ۱۲ مقدار اوراق کو سیاہ کیا اور آگے اور لے بڑھے

اقول ہمارے نزدیک رسول اللہ صلعم نے کوئی حکم نہیں چھپایا ہے جو کچھ خدا کے یہاں سے لائے وہ سب امت کو سنا دیا لیکن اہل سنت کے مذہب موافق لازم آتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے حکم خدا کا اپنے وارثوں سے چھپایا اور حضرت امام زین العابدین نے حکم خدا کا نہیں چھپایا ہے بلکہ اسکو اپنے دوستوں پر ظاہر کر دیا ہے از آنجملہ اول کہ جو راوی اس روایت کا ہے آخر اُسنے بھی حضرت امام زین العابدین ہی سے سنکر بیان کیا ورنہ اُسکو کیا خبر تھی مگر حضرت زید شہید سے اُسوقت ایک مصلحت سے ذکر نہیں کیا کہ اگر دفعۃً سنیگا تو اُسکو حسد ہوگا اور انکار کر کے عاصی ہو جائیگا اور اکثر ایسا ہوتا ہے حضرت یوسف نے جو خواب اپنا اپنے باپ کے روبرو بیان کیا تو اُنہوں نے حضرت یوسف کو منع کیا کہ تو اپنے بھائیوں سے اس خواب کا ذکر نہ کر اسواسطے کہ اس خواب سے ایک مرتبہ پایا جاتا ہے وہ سنینگے تو حسد کرینگے اور تیرے ساتھ کید کرینگے اور یہی ہوا کہ جب سنا تو حضرت یوسف کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا باوجودیکہ اہل سنت کے نزدیک وہ سب انبیاء تھے اور زید تو کچھ بھی نہ تھے اسیواسطے حضرت امام زین العابدین نے زید سے ذکر نکیا کہ وہ حسد کر کے مستحق عذاب ہو جائیگا لیکن یہ جانتے تھے کہ جب امامت امام محمد باقر کی مشہور ہو جائیگی اور یہ بھی حسد کو یکسو رکھکر طالب حق ہوگا تو اُنکی امامت کا قائل ہو جائیگا اور ایسا ہی ہوا اور یہ بڑی شفقت تھی امام زین العابدین کی زید کے حال پر اسلئے ذکر نکیا اور عذاب خدا سے بچا لیکن ایک دوسرے سامنے ذکر کرنے سے کہ وہ بھی موافق مصلحت کے ہو تو یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بالکل حکم کو چھپا رکھا ایک سے اگر نکہا تو سوی اسکے اور لوگوں سے کہدیا جناب رسولخدا صلعم حکم خدا کا کیا ہر آدمی کو سناتے تھے اور اگر کسی بعضی کے سامنے ذکر نکیا تو اُس سے یہ لازم نہ آیا کہ حضرت نے حکم خدا کا چھپا رکھا لیکن روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کا تو جناب رسولخدا نے کسی سے ذکر ہی نہیں کیا ہے یہ روایت تو ابوبکر نے وضع کر لی ہے اور اگر وہ حضرت ابوبکر سے ذکر کرتے تو حضرت فاطمہ اور علی و عباس اسکو تسلیم کرتے لیکن کسی نے تسلیم نکیا اور ابوبکر کو اس روایت میں کاذب جانا اور ہاں روایت کلینی سے تصریح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے دیدہ و دانستہ حکم امامت امام محمد باقر کا زید شہید سے پوشیدہ کیا اور ایسی

حالت میں پوشیدہ کرنا ہی ضرور تھا جیسے کہ حکم اپنی میراث کا اپنے وارثوں پر ظاہر کرنا ضرور تھا اور جاننا امامت امام زمانہ کا خود مکلف پر ہے کہ وہ آپ تحقیق کرے علامات امامت اور خوارق عادات سے جیسے کہ پیغمبر کو معلوم کرتے ہیں علامات نبوت سے اور فرق ہر چند متاع دنیا میں سے تھا لیکن بہ خبر رسولخدا صلعم کے حق کا کہا جانا ظلم اور تعدی ہے دین اور ایمان کی بات نہیں ہے یہ بھی مثل انکار امامت کے ہے اور اسیواسطے حکیم سنائی بھی کہتے ہیں کہ ؎ مر مرا با دنی آید ز روی اعتقاد حق زہر خوردن و دین پیمبر داشتن ورہم تو خود کہتے ہیں کہ زید سے حکم امامت کا چھپانا مصلحت مذکورہ کی سبب سے تھا جیسے کہ روایت لانورث کا اپنے وارثوں پر ظاہر کرنا ضرور تھا کہ ابوبکر غاصب ٹھیرتے علی اور فاطمہ اور عباس کے نزدیک اور قیاس روایت بکری کا روایت کلینی پر نہیں ہو سکتا کہ روایت بکری کی چھپانے میں تو نقصان ہے اور ظاہر کرنے میں فائدہ ہے اور حکم امامت امام محمد باقر کا حال بالعکس ہے کہ اسکے چھپانے میں تو نقصان ہے اور ظاہر کرنے میں فائدہ ہے کہ اسکے چھپانے میں زید سے تو فائدہ ہے اور ظاہر کرنے میں زید سے نقصان ہے اور ہم کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں بار بار کیا پوچھتا ہے کہ رسولخدا صلعم نے جو اپنے وارثوں سے لانورث کا ذکر نکیا تو ابوبکر غاصب قرار دیگئے اور شیعہ یہ کب کہتے ہیں کہ فقط ابوبکر ہی سے کہا یہ تو سنی کہتے ہیں اور شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت نے کسی سے بھی نہیں کہا نہ ابوبکر ہی سے نہ کسی اور سے بلکہ ابوبکر نے یہ روایت وضع کر لی ہے فاطمہ زہرا کا حق دبانے کو اور اگر امام زین العابدین نے زید شہید سے امام محمد باقر کی امامت کا ذکر نہیں کیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ زید شہید اس سے جاہل ہو کر مرے ہوں اور بعد اسکے انکو علم اسکا نہوا ہو سینکڑوں سبب ہیں انکے اور سب سے تو اتفاق کہنے کا ہوا ہی نہوگا چاہئے کہ جن لوگوں نے نہیں سنا ہے وہ سب جاہل ہی مرے ہوں اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور اگر انہوں نے نہیں سنا ہے تو قصور انکا ہے انہوں نے تحقیق کیوں نہیں کیا اور تجسس کیا رسولخدا صلعم نے اگر کہدیا ہے کہ میں پیغمبر خدا ہوں اور ظاہر ہے کہ تجھ سے ہرگز نہیں کہا ہے چاہئے کہ تو بھی نبوت سے جاہل ہو کر مرے اور داخل زمرہ کفار ہو اور اگر تو نے کسی وجہ سے دریافت کر لیا ہے تو بعد اسکے زید نے بھی دریافت کر لیا ہوگا اور اگر حضرت امام زین العابدین بذات خود فرماتے زید سے تو بیشک زید کو حسد ہوتا اور انکار کرتے اور جو شخص کہ اس روایت کا راوی ہے وہ ہی اس خوف انکار کا بھی راوی ہے اگر یہ روایت راست ہے تو کل روایت راست ہے اور اگر یہ دروغ ہے تو کل روایت دروغ ہے اور اول تو جو کہ واقعی ہے وہ تو یہ ہے کہ رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے کہا ہی نہیں ہے بلکہ ابوبکر نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر سے تو حضرت نے کہا ہے اور اپنے کسی وارث سے نہیں کہا ہے تو اسمیں بڑی خرابی ہے چنانچہ کئی مرتبہ ہم بیان کر چکے اگر ابوبکر کے کہنے کو وارث حضرت کے تسلیم کر لیتے تو مطلب حاصل ہوتا اور جسوقت کہ انہوں نے ابوبکر کے قول کی تصدیق نہ کی تو مطلب کہاں حاصل ہوا اور ترکہ رسولخدا صلعم کا ابوبکر تنہا کے کہنے سے صدقہ نہیں ہو سکتا جسکا مملوک رسولخدا صلعم ہونا قرآن کی آیتوں سے ثابت ہے اور احکام خدا میں فراموشی کا احتمال رسولخدا صلعم کی طرف نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی حکم کو بھول جائیں اور امت کو نہ سنائیں پھر فائدہ نبوت کا کیا تھا کہ جو پیغمبر احکام کو بھول جائے وہ تو اسی وقت سنا دیتے تھے جسوقت کہ حکم نازل ہوتا تھا اور اگر موافق تیرے کہنے کے بھول جاتے تو وارثان نبوی نے حق کو حضرت کے ترکہ میں سے لیکر کھاتے کہ قرآن کی آیتوں سے حضرت کے ترکہ میں حق انکا ثابت ہے اور ترکہ حضرت کا وقف ہرگز نہ تھا کہ بے موجب اسکو خورد و برد کرتے اور اگر کوئی دیدہ و دانستہ مال وقف کو اپنا مال سمجھکر کھائے تو اسکو گناہ ہوتا ہوگا اور جو کوئی نادانستگی میں کھائے تو اسکے ذمہ کیا گناہ ہے اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے حکم خدا فقط زید سے چھپانے میں بڑا فائدہ ہوا اور کچھ نقصان نہیں ہوا اور رسولخدا صلعم نے اگر بالفرض ابوبکر سے کہا اور اپنے کسی وارث سے نہیں کہا تو بڑا حرج ہوا کہ اسکو ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے اور ہمارے بیان کرنے سے معلوم ہو گیا کہ اپنے وارثوں سے جو حضرت نے نفرمایا تو ابوبکر کا غاصب اور خائن ہونا ظاہر ہو گیا اور اخفا تو دونوطرف ہے لیکن حضرت امام زین العابدین کے اخفا میں کسیطرح کی خرابی نہیں ہے اور رسولخدا صلعم کے اپنے وارثوں سے چھپانے میں اور فقط ابوبکر سے کہنے میں بڑی خرابی ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ کام حضرت صلعم کا اخفا حکم کا نتھا لیکن اہل سنت کی تقریروں سے لازم آتا ہے کہ اخفا حکم کا کیا اور امام زین العابدین علیہ السلام اخفا حکم کی زید سے ہم خود مقر ہیں لیکن مناسب انکو اخفا حکم ہی تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور رسولخدا صلعم کو مناسب نہیں تھا کہ اپنے وارثوں سے حکم کو چھپائیں اور مولوی عمار علی صاحب تو دونوہی کو اخفا سمجھتے ہیں لیکن ایک کو مناسب جانتے ہیں اور دوسرے کو غیر مناسب اور مولوی صاحب ممدوح کا تو ہرگز کسی سے قصد الجھنے اور مناظرہ کرنیکا نتھا ایک شخص نے کہ جو انکا ہم مذہب تھا اور وہ بھی کچھ ایسا پڑھا لکھا نہ تھا تین چار باتیں مولویصاحب سے دریافت کی تھیں سو انہوں نے اپنی تحقیق کے موافق جواب انکا لکھدیا سو معلوم نہیں تو شیطان بیچمیں کہاں سے کود پڑا اور مولویصاحب کے درپے ہو گیا اور جا بجا انکی مذمت لکھنی لگا اور دست بگریبان ہو گیا ؎ الجھنے کو بلا ہیں آپ تو کچھ خیر ہی صاحب ۔ لگایا ہاتھ کس نے آپکی زلف پریشاں کو ۔ علما شیعہ تو درکنار عوام شیعہ بھی بمنزلہ دلاوران عالی نظر میدان مناظرہ میں ایسی سمجھ والونکو جیسا کہ تو ہی بمنزلہ زنان بے ہتیار سمجھکر کچھ معترض نہیں ہوتے اگر تو ہاں دو صوتیکہ گریباں گیر ہی ہو جائیں جیسا کہ تو خواہ مخواہ الجھتا ہے تب بضرورت ناچاری انکی ہاتھ پاؤں کی خبر لیتے ہیں اور جواب ندان شکن دیکر انکو سرنگوں کرتے ہیں اس بیچدان نے بھی جو کچھ کیا سو کیا بہرحال معاف کیجیگا کہ آپنے چھیڑ چھاڑ کی تو جواب پایا لیکن سچ تو یوں ہے آپکو بری تو لگیگی جیسی آپکی باتیں ہیں ایسی سخنہای بیمعنی سے تو کوزشتر بے مہار ہی بہتر ہے وہ اگر اتفاق سے ناک تک پہنچ بھی جائے تو بیش بر بینی ست ناک ہی جلیگی دل تو کسی عاقل کا نہ جلیگا

پر آپکے حرف بمعنی اور سخن نامعقول میں طرفہ ستم یہ ہیں کہ بحکم جواب جاہلاں باشد خموشی + حقیقت میں قابل جواب تو موتے نہیں کہ جواب دیا جاوے کہ دیوانوں اور پاگلوں کے سے الفاظ ہیں البتہ خاموش ہو کر جی جلانا پڑتا ہی پر اس بیچدان نے جب جانا کہ جاہلوں کے جواب میں علم البتہ نہیں ہم لاتے مجھے اس بیچدانی پر کیا ہوا جو خاموش ہو کر بیٹھ رہوں اسلئے اوراق کو سیاہ کیا اور آگے جواب میں اسکی بیہودہ باتوں کی اور محنت کرنی پڑی **قال الشیخ الاشعری** سو منصفان بے روی وریا اور بھی سنیں کہ بعد ازیں مولوی عما علی صاحب کچھ ایسا رقم فرماتے ہیں جس سے حضرت فاطمہ زہرا کا مکرر صدیق اکبر کے پاس جا کر میراث کا طلب کرنا اور انکا فدک کو حضرت فاطمہ کے نام لکھدینا اور پھر اتفاق سے حضرت عمر کا آجانا اور انکا اس کاغذ کو پھاڑ ڈالنا نکلتا ہی سو اسکا جواب بحکم مثل مشہور درد مرا باید دوا را باید۔ موافق نقل ہندی گوہ کی دارو ہوت یوں چاہئے تھا کہ حضرت فاطمہ ایکبار بھی میراث کی طلب کے لئے صدیق اکبر تک نہیں گئیں چہ جائیکہ دوبارہ مطالبہ کی نوبت آئی ہو اور حضرت صدیق اکبر نے انکے نام جاگیر کا کاغذ لکھدیا ہو اور حضرت عمر نے اسی پھاڑ ڈالا ہو وہ شروع سے لب کشا ہی نہیں ہوئیں مگر چونکہ جھوٹ پھر جھوٹ بھی ابتداء ہو یا دروغ کی جزا میں معہذا اوندکریم جھوٹوں کو سینکڑوں طرح شرماتا ہی چنانچہ ابھی انشاء اللہ تعالے معلوم ہو جاتا ہی سچ بولنا مناسب اور انسب نظر آیا اسلئے گزارش یہ ہی یاد رہے کہ یہ محض دروغ بیفروغ ہی طومار بندیوں سے سچوں کو جھوٹا نہیں کیا کرتے اہل سنت کا قول محکم ایسی پوچ باتوں سے خلل پذیر نہیں ہو سکتا باقی یہ حوالہ دینا کہ سبط ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی سیرت میں تحریر کیا اور واقدی محدث اہل سنت نے اور برہان الدین حلبی شافعی نے اپنے سیر میں لکھا ہی محض ایک سخن بلہ فریب ہے سادہ لوحان اہل سنت کے گمراہ کرنیکے لئے بحکم اتباع پیشوایان خویش مولوی صاحب بھی یہ چال چلتے ہیں چونکہ در باب تنقیح روایات مفید مطلب شیعہ ایک بحث طویل مرقوم ہو چکی ہی اور اسکے کمر بیان کرنیمیں بجز درد سر تازہ کچھ سود نہیں اسلئے مکلف ناظرین ہوں کہ چند اوراق پلٹ کر اسباب میں اپنی تسلی کر لیں پر اتنا اشارہ یہاں بھی کئے دیتا ہوں کہ اول بڑی دلیل اسبات کی کہ یہ قصہ کہ حضرت فاطمہ بار گئیں اور حضرت صدیق اکبر نے فدک کا جاگیر نامہ انکے نام لکھدیا اور حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا سراسر دروغ اور بہتان بے اصل ہی یہ ہے کہ شیخ ابن مظہر حلی منہج الکرامت میں یوں رقم فرماتے ہیں لما وعظت فاطمۃ ابا بکر فی فدک کتب لھا کتابا و سردھا علیھا یعنی حضرت فاطمہ نے جب ابو بکر کو فدک کی مقدمہ میں وعظ و پند کیا تو ابو بکر نے حضرت فاطمہ کے نام اسی لکھدیا اور فدک کو انکے حوالہ کر دیا انتہی اور ظاہر ہی کہ شیخ مظہر حلی دشمنی صدیق اکبر میں مولیصاحب کے بھی فسر ہیں اور یار غار کی عداوت میں انسے بھی اول ہیں مولوی صاحب نے اگر یہ باتیں سیکھی ہیں تو انہیں بزرگواروں کے بہکانے سے سیکھی ہیں اگر کچھ بھی اسکی اصل ہوتی تو یہ کی سن کر دیتے اور سوئی کا بہالا بادیتے آخر اتنا بھی تو اسی غرض سے لکھا ہے کہ صدیق اکبر بوجہ غبار ہی فدک کا دبانا چاہتے تھے پر وعظ و پند کی باعث آخر کار ہاتھ سے چھوڑا اگر اپنی بات میں سچے ہوتے اور حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ صحیح ہوتی تو وعظ پر متاثر ہونیکی کیا ضرورت تھی الٹے وہی حضرت فاطمہ کو نصیحت کرتے سو اسے پھاڑ ڈالنے کا قصہ کچھ بھی حاصل رکھتا تو وہ کیا کیا زبان درازیاں نہ کرتے بلکہ شیخ ابن مظہر حلی نے تو اہل سنت کے لئے بہت تخفیف تصدیع کر دی یہانتک کہ اہل انصاف کے نزدیک تو شیعہ پر لازم ہوا کہ شیخ ابن بابویہ صدیق اکبر کے بھی بدل جان معتقد ہو جائیں کیونکہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ خیر الحمد للہ کہ شیعوں ہی کی روایات سے دروغ مولوی عما علی صاحب کا ثابت ہو گیا و للہ المؤمنین القتال اقول جو کچھ مولوی عما علی صاحب نے لکھا ہی سب سچ ہی اور اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی اپنی قیاس کا حوالہ نہیں دیا اور یہ دروغ نہیں ہے اسواسطے کہ یہ تمام کی کتابوں سے ثابت ہے اور اگر دروغ ہی تو جرم ہمارا علماء اہل سنت کی گردن پر ہی کہ انہوں نے لکھا ہی اور یہ بھی خوب بات ہی کہ سب جہان کا جواب دینا تو اپنی کتابوں کو بھی جھوٹا ٹھہرائے اگر جواب نہیں آتا تھا تو خاموش ہو رہتا اپنے علماء کو کس واسطے دروغگو ٹھیراتا ہی اور اگر گیدڑ کی دارو موت ہے تو وہ گیدڑ تیرے علماء کا ہی اسکے عوض میں موت کو ان کی نذر میں گزران اگر اس نے حضرت فاطمہ کے جانبکا واسطے میراث کی انکار کر دیا تو اپنی کتابوں کو بخاری و مسلم اور جامع الاصول وغیرہ کو جھٹلائیگا ہمارا اسمیں کیا نقصان ہی پر تیری مس ہوتا ہی کہ تیل کو ن کرتا ہی کہ تو کسی شمار و قطار ہی میں نہیں ہے اور حضرت فاطمہ کا ابو بکر کی پاس اپنا آدمی بھیجنا واسطے طلب میراث کی اور خود جانا ابو بکر کی پاس دونو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے مسند احمد بن حنبل کی روایت میں تو یوں ہی کہ ارسلت فاطمۃ الی ابی بکر انت ورثت رسول اللہ ام اھلہ فقال لا بل اھلہ یعنی بھیجا فاطمہ نے کسیکو طرف ابو بکر کے کہ تو وارث ہی رسول خدا صلعم کا یا اہل اسکے پس کہا انہیں بلکہ اہل اسکے وارث ہیں اور بعد اسکے حضرت فاطمہ نے کہا کہاں ہے سہم رسول خدا کا ابو بکر نے کہا کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہی فرماتے تھے کہ پیغمبر وفات پائی تو وہ اسکا ہی حق ہی کہ جو بعد اسکے قائم مقام اسکے ہو اور میں نے مسلمانوں پر اسکا روکنا مناسب جانا حضرت فاطمہ نے فرمایا تو اور جو کچھ تو نے رسول خدا سے سنا ہی زیادہ عالم ہوا و صحیح بخاری میں عائشہ سے روایت ہے کہ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ ابا بکر الصدیق بعد وفات رسول اللہ ان یقسم لھا میراثھا چنانچہ پہلے بھی یہ روایت گزر گئی ہی اور ابن جریر اور بیہقی اور ابو یعلی نے اسطرح سے روایت کی ہی چنانچہ کنز العمال میں مذکور ہی عن ابی الطفیل قال جاءت فاطمۃ ابی بکر الصدیق فقالت یا خلیفۃ رسول اللہ انت ورثت رسول اللہ ام اھلہ قال لا بل اھلہ قالت فما بال فقال انی سمعت رسول اللہ یقول اذا اطعم اللہ نبیا طعمہ ثم قبضہ کانت للذی یلی بعدہ فلما رایت ان ارادہ علی المسلمین قلت وانت وما سمعت من رسول اللہ اعلم ثم رجعت یعنی ابو طفیل سے روایت ہے کہ آئیں فاطمہ زہرا طرف ابو بکر صدیق کی پس کہا ای خلیفہ رسول خدا کے تو وارث ہی رسول خدا کا یا اہل اسکے کہا ابو بکر نے نہ میں وارث نہیں ہوں بلکہ اہل رسول خدا کی

وارث ہیں حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ کیا ہی حال تمہارا کہ ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جسوقت کہ خدا پیغمبر کو کوئی کھانا پہر وفات دی اُسکو تو ہوگا وہ کھانا اُس شخص کے واسطے کہ جو حاکم ہوئی بعد اُسکے جسوقت میں حاکم ہوا تو میں نے یہ مناسب سمجھا کہ رد کردوں میں یعنی تقسیم کردوں میں اُس کھانیکو مسلمانوں پر حضرت فاطمہ نے سنکر فرمایا کہ تو ہی اور جو کچھ تو نے رسولخدا صلعم سے سنا ہی زیادہ عالم ہوا و ربعینہ یہی روایت ابن نضر میں ہے لیکن اُسمیں اتنا زیادہ ہی کہ خرجہ ابن السمان فی الموافقۃ اور یہی روایت فصل الخطاب میں ہے دیکھو ان روایتوں میں حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس جانا اور میراث کا سوال کرنا ثابت ہے اور صحیح بخاری میں ایک روایت بڑی طول لائی ہی اسواسطے اُسکو نہیں لکھا اور وہ مشہور بھی زیادہ ہی اور سوا اسکے اِن روایتوں سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ وارث رسولخدا صلعم کے اُنکے اہل ہی ہیں چنانچہ ابوبکر نے خود اقرار کیا اور کذب روایت لانورث کا صدقہ کا واضح ہوگیا اور اس روایت سے بھی کذب اُسکا ثابت ہوگیا کہ عثمان نے فدک مروان تنہا کی جاگیر میں کردیا تھا اور اگر روایت لانورث صحیح ہوتی تو عثمان مروان تنہا کی جاگیر میں اُسکو کیوں کرتا اور جاگیر میں اُسکی کردینا ثابت ہے فتح الباری و مرقاۃ شرح مشکوۃ اور مؤطا وغیرہ سے اور ہم اس سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں اسکو اور تو ابتدا سے جھوٹ بولتا چلا آتا ہی لیکن ہرگز نہیں نباہتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا ایک اور جھوٹ تیرا عنقریب ہے جسکے بہروے تو مولویصاحب ممدوح کی تحریر کو جھوٹا ظاہر کریگا اور حقیقت میں جھوٹ تیرا ہی لکھنا ہوگا نہ مولویصاحب کا اور جو کچھ مولویصاحب نے لکھا ہی اُسکے سچے ہونیمیں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے کہ وہ اہل سنت کی کتابوں سے ہی اور اسکو جواب جو اُسکا نہیں آیا ہی اور نہ عمر کے الزام کاغذ کی پھاڑ ڈالنے کا لگا ہی اور جواب اُسکا اسکو نہیں آیا ہی تو فریب بازی اور ابلہ فریبی کی باتیں کرتا ہی اور کہتا ہی کہ محض دروغ بیفروغ ہی طومار بندیوں سے جنکو جھوٹا ہونیکی تے اور جیسا کہ محکم قول اہل سنت کا ہی کہ جھوٹے مضامین سے اسنے کاغذ کو سیاہ کیا ہی میری تحریر سے سب واضح ہوجائیگا اور اپنی کتابوں کی ہی تحریر کو پوچ کہتا ہی تو یہ جواب کیا ہوا اور یہ حوالہ جو مولویصاحب نے انکی کتابوں کا دیا ہی کہ تمہاری کتابوں میں یہ لکھا ہی کوئی عاقل تامل کریگا کہ یہ کیا ابلہ فریبی کی بات ہی کیا اسکا جواب یہی ہی جو یہ کہتا ہی اگر یہی بات ہے کہ کتاب کا حوالہ دینا فریبی بات ہوجائے تو ہماری کتابونکا یہ کا ہیکو حوالہ دیتا ہی اب اہل انصاف کو ملاحظہ کرنا چاہئی کہ اسکا بالکل اسکو جواب نہیں آیا ہی اسواسطے یہ عاجز ہوکر ایسی گفتگو کرتا ہی اور جسوقت جواب اسکا نہ آیا تو پھاڑ ڈالنا نوشتہ ابوبکر کا کہ عمر نے اُسکو پھاڑ ڈالا تھا ثابت ہوا اور جو کچھ کہ اس نے پہلے اس سے لکھا ہی منصفونکو اُسکے دیکھنیسے ظاہر ہوجائیگا کہ اس نے فقط احتمالات واہیہ لکھکر کاغذ کو سیاہ کیا ہی اور ہمنے اُن سب کو باطل کردیا ہی اور یہ حضرت فاطمہ کی میراث طلب کرنیکو اور عمر کے کاغذ پھاڑنے کو جو سراسر دروغ اور بہتان کہتا ہی یہ اسکی ابلہ فریبی کی بات ہے جسکو شک ہو اُن کتابونمیں دیکھ لے اور اگر کسیکے کوئی کتاب نہیں ہے تو ہمسے کہی کہ ہم اُسکو دکھلادیں اور اسی پر گفتگو کو ملتوی کرے اور یہ وہ شخص ہی کہ جس نے ایسی بات کا انکار کیا تھا جو چھپی کتابوں میں اہل سنت کے لکھی ہوئی ہی دعوی ہبہ فدک کا کہ حضرت فاطمہ زہرا کا ابوبکر سے تھا اُسکی گفتگو کا قیاس کرلینا چاہئی اور یہ عبارت منہج الکرامت کی اس نے پہلے اس سے بھی لکھی تھی اور اب بھی لکھتا ہے اور اسمیں چالاکی مولوی عبدالعزیز صاحب کی ہی کہ اس عبارت کے اول کو تو لکھا اور آخر کو جو کہ مضر تھا اُسکو نہ لکھا اور یہ شیخ خود تو کچھ جانتا نہیں ہے مولویصاحب مذکور کی بھروسے انکی پیروی سے جو کچھ وہ لکھتے ہیں یہ بھی اُسیطرح لکھتا ہی اور اُسکو خبر نہیں ہے کہ شاہصاحب نے اسمیں چالاکی کی ہی اور وہ عبارت منہج الکرامت کی یہ ہی لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لها کتابا وردها علیها فخرجت من عندہ فلقیها عمر فخرق الکتاب یعنی جسوقت وعظ کیا فاطمہ نے اور نصیحت کی ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھدیا ابوبکر نے واسطے فاطمہ کے ایک نوشتہ اور حوالہ کردیا فدک کو فاطمہ کے پس باہر نکلی فاطمہ ابوبکر کے پاس سے پس ملاقات کی فاطمہ سے عمر نے پس پھاڑ ڈالا عمر نے اُس نوشتہ لکھے ہوئے ابوبکر کو انہی سوچالاکی شاہصاحب نے یہ کی کہ اُس نوشتہ کی لکھدینے کا تو ذکر کیا اور اُسکے آخر میں جو لکھا ہی کہ عمر نے اسکو پھاڑ ڈالا اُسکو نہ لکھا دینے کے واسطے اور انکی پیروی سے یہی اس شیخ نے کیا کہ آخر کا فقرہ جسمیں کاغذ کی پھاڑ ڈالنے کا ذکر تھا اُسکو اڑا دیا ایسی ایسی انکی چالاکیاں بہت ہیں اور یہ روایت منہج الکرامت کے مطابق ہی اُن روایات پھاڑ ڈالنے کاغذ کی جو کہ مولوی عبدالعلی صاحب نے اہل سنت کی کتابوں سے لکھے ہیں اور ابن مطہر حلی علیہ الرحمۃ کو بھی بقدر معلوم ہوگا جو کچھ کہ علماء شیعہ حال اہل ہند نے کتب اہلسنت سے تحقیق کیا ہی محض پیروی ہی انکی نہیں ہے تو جو کہتا تھا کہ اسکی اصل کچھ نہیں ہے اگر ہوتے تو شیخ ابن مطہر حلی بھی لکھتے سو اب تو نے دیکھ لی اُن روایات کتب اہلسنت کی کہ منہج الکرامت تصنیف علامہ حلی علیہ الرحمۃ میں اسطرح ہی کہ عمر نے کاغذ پھاڑ ڈالا لیکن تجھ باؤلی کو کیا خبر تھی شاہصاحب کی کہنیسے تو نے لکھدیا ہی بڑی دروغگو اور حق پوشیدہ کرنیوالی تو شاہصاحب ہیں اور آخر کو ابوبکر نے فدک کو دیا ہی لیا اور عمر کو منع کیا کاغذ کے پھاڑنیسے اور اگر اُسکو منظور ہوتا تو بعد پھاڑنے کی پھر لکھدیتے وہ تو ایسی تابع تھے اُنکے کہ اُنکے کہنیسے بت پرستی اختیار کرلیتے اور جو کچھ کہ تعدی اہل بیت پر ہوئی ہی اور حقوق اُنکی غصب ہوئے ہیں یہ سب حضرت عمر کی رای سے ہوئے ہیں اور دیکھ لے تو کہ پھاڑ ڈالنے کا ذکر علامہ حلی علیہ الرحمۃ نے بھی کیا ہی جیسے کہ علماء اہل سنت نے کیا ہی لیکن زبان رازی کچھ نہیں کی ہی اور شیخ ابن مطہر حلی نے تو بڑا الزام پایا ہی اہل سنت کو کہ کاغذ کا پھاڑ ڈالنا جو کہ اہلسنت کی کتابونمیں تھا اُنہوں نے بھی لکھدیا ہی اور عمر نے ابوبکر کی اس فضیحت کے مان لینیکو ضائع کرکے مثل اغنیچ کردیا اور جسوقت کہ ابوبکر عمر کی پیروی میں ایسے ہی ہوگئے جیسے کہ پہلے تھے تو وہ توبہ اُنکی باقی نہ رہی اور پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی اور الحمدللہ جو کچھ مولوی عبدالعلی صاحب نے سنیوں کی کتابوں سے لکھا تھا وہ بھی علامہ حلی علیہ الرحمۃ کے کلام سے ثابت ہوا اور مولویصاحب ممدوح کا صدق اور اس شیخ کا کذب ظاہر ہوا وکفی اللہ المؤمنین القتال قال الشیخ الاشعری بہرحال جو باتیں مولویصاحب نے تراشی ہیں مولویصاحب کے بڑونکو بھی سوجھی تھیں یہ تازہ الہام ہے مولویصاحب کو ہوا ہی معہذا واقدی محدثین کے نزدیک مجمل وضاعین ہے یعنی اس

زمرہ میں معدود ہی جو جھوٹی حدیثیں بنا کر بیان کرتے ہیں اور ابن جوزی کا حوالہ اسباب میں ہمارے سر آنکھوں پر کیونکہ انہوں نے دھوکے بازوں کے فریب سے بچانیکے لئے اُمت محمدی کے لئے ایک کتاب خاص اسی فن میں تصنیف کی ہی کہ فلانی فلانی حدیث موضوع ہے تاکہ کوئی دھوکہ نکھائے سو انکی اس کتاب سے نقل کرنیمیں اہل سنت کی بات کا ہرجہ کرنا ہی اور اگر بالفرض ایسے استدلال بھی مفید مطلب ہوا کریں اور اسپر نظر نہو کہ خود مصنف کتاب اُن بات کی نسبت جو اُسکے حوالہ سے بیان کیجاتی ہی کیا کہتا ہی تو کل کو ملحدان بیدین کی اس بات کا شیعہ کیا جواب دینگے کہ کلام اللہ میں ان اللہ فقیر موجود ہی یعنی خدا محتاج ہی تو معلوم ہوا کہ خدا محتاج ہی اور اگر یوں کہئے کہ خدا نے یہود کے اس قول کو بطور رد و تکذیب درج کلام اللہ کیا ہے چنانچہ ظاہر ہے تو جواب سبط ابن جوزی کے اس روایت کے درج کرنیکا معلوم ہوتا ہی بہرحال اس دغابازی کا کیا ٹھکانا ہی کہ عوام اہل سنت کے سامنے یا تو اُن کتابوں کا نام لیتی ہیں جو غیر مقبول اور پایہ اعتبار سے ساقط ہیں یا بوجہ شرارت و چالاکی ایسی کتابوں کا حوالہ دیجاتی ہیں کہ گو وہ کتابیں معتبر ہیں پر اس روایت کو جسکا حوالہ دیتی ہیں بنظر دفع شر دغابازان لکھکر موضوع لکھدیا ہی یہ فرقہ عوام کو دھوکا دینے کے لئے انہیں روایات کو پیش نظر کر دیتی ہیں اور اکثر موقع میں اس سے بڑھ کر یہ کرتے ہیں کہ ایک بات اپنی جی سے تراشکر کسی کتاب غیر مشہور کی طرف منسوب کر دیتی ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اول تو یہ کتابیں کہاں پھر اتنے دردسر کی کسکو ضرورت بہرحال مولوی صاحب کا یہ اشارہ کہ حضرت فاطمہ کا حضرت صدیق اکبر کے پاس طلب میراث کے لئے گئیں شاید بایں غرض ہو کہ کر رسہ کر رجانیمیں اور غلط صحیح غل و شور مچانیمیں کچھ تو ہاتھ پڑ جائیگا **اقول** مولوی صاحب نے اپنی جی سے کوئی بات نہیں تراشی ہی بلکہ علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور مولوی صاحب کے بڑوں نے بھی یہ لکھا ہی جیسا کہ علامہ حلی کے لکھنے سے معلوم ہوا جب دونوں فرقوں میں یہ روایت موجود ہی تو اسکا انکار نہیں ہو سکتا اور پٹنا کاغذ کا عمر کے ہاتھ سے ثابت ہو گیا اور جواب اسکا اس شیخ سے کچھ حاصل نہوا اور جو کچھ لکھا ہی وہ نہایت پوچ ہی اور واقدی کو اس نے پہلے بھی لکھا تھا کہ وہ جھوٹا ہی اور اب بھی لکھتا ہی اور حال یہ ہی کہ وہ اہل سنت کا راوی ہی اور علماء اہل سنت اُسکے قول کو سند میں لاتے ہیں خوب بات ہی کہ اپنا مطلب ثابت کرنیکو تو وہ سچا ہو جاتا ہی اور دوسرونکی مطلب کے واسطے اُسکے قول کا اعتبار نہو یہ کیونکر ہو سکتا ہی اور اگر کسی ایک شخص نے اُسکی روایت کو اپنے مخالف پاکر کاذب لکھا تو سب کے نزدیک کاذب نہیں ہو سکتا اور سوا استیعاب کے خطبہ میں اُسکی توثیق لکھی ہوئی ہی اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں اُسکو مرتبہ میں مثل بخاری اور مسلم کے لکھا ہی چنانچہ روایت غدیر کے ذکر میں لکھتے ہیں و در روایت نکردہ اند مگر از اہل حفظ و اتقان کہ در طلب حدیث طواف بلاد و سیر امصار کردہ اند مثل بخاری و مسلم و واقدی و غیر ایشان از اکابر اہل حدیث اور واقدی تنہا ہی کی یہ روایت نہیں ہے بلکہ سوا اُسکے اور لوگ بھی تو روایت کرتے ہیں پھر کیونکر معتبر نہوگی یہ روایت اور ابن جوزی کا یہاں کیا ذکر ہی اُسکا حوالہ کس نے دیا ہے اور اُسکی کتاب میں سے کس نے نقل کیا ہی کہ جو تو لکھتا ہی کہ اہل سنت کی باتوں کا اور پختہ کرنا ہی مولوی صاحب نے تو حوالہ سبط ابن جوزی کی کتاب کا دیا ہی اور اگر ابن جوزی نے کوئی رسالہ احادیث موضوعہ کے باب میں لکھا ہی تو ہمکو اس سے کیا لیکن اس روایت کو جسمیں کہ ابوبکر کی نوشتہ کے پھاڑ ڈالنے کا ذکر ہی اور جسنے اسکو پھاڑ ڈالا ہی اُس نے بھی موضوعات میں سے نہیں لکھا ہی اور سبط ابن جوزی نے اسطرح سے نہیں لکھا ہے جیسے کہ ابن جوزی نے رسالہ احادیث موضوعہ میں لکھا ہی سبط ابن جوزی نے تو اسطرح سے لکھا ہی کہ جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث میں ہے اور کلام اللہ میں ان اللہ فقیر یہود کا قول ہی جو خدا تعالی نے نقل کیا ہی اور سبط ابن جوزی کا قول اسطرح کا نہیں ہے کہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسی کا قصہ خدا تعالی نے قرآن میں ذکر کیا اور بطور رد اور تکذیب کے سبط ابن جوزی نے اُس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا ہی جھوٹ کیوں لکھتا ہی اور اگر دغاباز ہوتی تو اہل سنت کی علماء ہوتی جنہوں نے یہ روایتیں لکھی ہیں ہمتو نقل کر دیتی ہیں اور جن کتابوں کا نام مولوی صاحب نے لکھا ہی وہ ہرگز غیر مقبول نہیں ہیں اور یہ روایت اُن کتابوں میں موجود ہے اور بنظر دفع شر دغابازان نہیں لکھی ہے اور نہ اُسکو موضوع لکھا ہی اور یہ کتابیں غیر مشہور بھی نہیں ہیں اگر شک ہی تو مولوی حامد حسین صاحب سلمہ اللہ کے کتب خانہ میں جا کر دیکھ لے اور دروغگوئی شیعوں کا کام نہیں ہے کہ یہ دعوی کریں کہ یہ روایت اہل سنت میں ہے اور ہم اُسکو موضوع کر کے ایک فرضی کتاب کا حوالہ دیدیا اور لکھا ہی کہ شمعونی کتاب ہے جیسے کہ منہاج السالکین مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی ہی جوڑا لکھدی اور للہدیا کہ یہ کتاب شیعوں کی ہی اور اسمیں روایت لکھی ہی کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے راضی ہو گئیں اور حال یہ ہی کہ شیعوں میں کوئی کتاب اس نام کی نہیں ہے اور دعوی شیخ فدک کا بھی شاہ صاحب نے انکار کیا کہ دیدہ و دانستہ سچی بات کو جھوٹ لکھا اور حال یہ ہی کہ میں کتابوں سے زیادہ کتابوں میں فدک کا ذکر ہی اور یہ شیخ بھی اُنہی بیروی سے اکثر جھوٹ لکھتا ہی اور جو روایت کہ مولوی صاحب نے انکی کتابوں سے لکھی ہی وہ روایت بھی معتبر ہیں اور وہ کتابیں بھی معتبر ہیں لیکن یہ روایت ہی لیکن جب اُنکے جواب سے عاجز ہوا تو اب طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہی کہ اہل سنت کی جن کتابوں کا نام لیتی ہیں جو غیر مقبول ہیں اور کبھی لکھتا ہی کہ گو وہ کتابیں معتبر ہیں لیکن اس روایت کو بنظر دفع شر دغابازان لکھکر موضوع لکھدیا ہی اور کبھی لکھتا ہی کہ ایک بات اپنی جی سے تراشکر کسی کتاب غیر مشہور کیطرف منسوب کر دیتی ہیں اور یہ سب جھوٹ ہے جو کچھ کہ اسنے لکھا ہی اسواسطے کہ اگر سچ ہوتا تو ایک بات ہوتی نہ یہ کہ یوں ہی یا یوں ہی اور مولوی صاحب نے مکر جانا حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس واسطے طلب میراث کے اہل سنت کی کتابوں میں سے لکھا ہی اب تو سمجھ لے مکر جانے سے کیا مراد ہی غلط صحیح شور و غل مچانے سے کچھ تو پلہ پڑیگا یا سارا حصہ ہاتھ آئیگا یا ابوبکر کچھ بھی نہ دینگے **قال الشیخ الاشعری** پھر ایک اور مولوی صاحب کی بیہودہ گفتار سنیے مولوی صاحب ایسا رقم فرماتے ہیں کہ حضرت علی وغیرہ صحابہ ابوبکر کو سچا جانتے تھے اس بات میں کہ پیغمبر خدا

ترکہ سب صدقہ ہو تو پھر علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ثانی کی خلافت میں عمر رضی اللہ عنہ سے جاکر کیوں دعوی کیا چنانچہ عمر نے علی اور عباس کو کہا کہ تم دونوں ابوبکر کو کاذب اور خائن اور غادر اور اثم جانتے ہو اور مجھی یہی تم دونوں کا ذب اور خائن اور غادر اور اثم جانتے ہو اور میں وہی کرونگا جو کہ ابوبکر کرتا تھا یہ روایت صحیح مسلم میں لکھی ہوئی ہی اور مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ عثمان کے خلافت میں یہی دعوی کیا تھا پس اگر ابوبکر انکے نزدیک سچا ہوتا تو انکے زمانہ میں ہرگز دعوی نکرتے معلوم ہوا کہ ابوبکر اس روایت میں بالکل جھوٹا تھا ازراہ عداوت روایت بنا کر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی و عباس سے اقرار کرتا ہی کہ تم ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے تھے اور مجھی یہی تم کاذب و خائن جانتی ہو پس جسوقت کہ علی نے انکو کاذب جانا تو بے شک ہم ہی کاذب اور خائن انکو جانینگے یہی مطلب غصب سے تھا یہاں تلک مولوی صاحب کے خرافات لایعنی ہوی اس میں کوئی ایکدو لفظ کا فرق ہوگا پر معنی میں تفاوت نہیں اب ہماری بھی سنیئے اس عبارت سے مولوی صاحب کے دو مطلب ہیں ایک تو یہہ کہ اگر حضرت علی اور حضرت عباس جیسے ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سچا جانتی تو حضرت عمر کی خلافت میں حضرت عثمان سے دعوی نکرتے اور علی ہذا القیاس حضرت عثمان کے زمانہ میں دعوی نکرتے دوسرا یہ ہے کہ جب باقرار حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس کا ابوبکر صدیق کو کاذب اثم غادر خائن جاننا صحیح ہوا تو ہم بھی باتباع مرتضوی ابوبکر کو کاذب اثم غادر خائن سمجھینگے سو اول اعتراض کا تو جواب ہی کہ یہہ ایک نئی غازی مولوی صاحب کی ہی عوام کے بہکانے کے لئے ایسی الزر فریبیاں کرتے ہین حقیقت میں اپنی عاقبت خراب کرتے ہین جو لوگ اصل روایت صحیح مسلم کو دیکھینگے وہ جان جائینگے یہ قصہ دیگر گوں ہی یعنی حضرت عمر کے زمانہ میں جس محفل میں یہ نوبت آئی ہی کہ حضرت عمر نے یوں کہا تھا کہ تم ابوبکر صدیق کو کاذب اثم خائن سمجھتی تھے اُس محفل میں یہ نسبت تولیت تکرار تھا نہ نسبت وراثت چنانچہ اس حدیث سے بھی جسکا مضمون کچھہ کچھہ مولوی صاحب نے درج رقیمہ کیا اور بروایت مالک بن اوس مروی ہی اور نیز صحیح مسلم ہی کی اور حدیثوں سے یہ بات عیان ہے لیکن مولوی صاحب یا تو بوجہ بلادت اور غباوت نسمجھا ہو اور یا باتباع پیشوایان قدیم دوسروں کی بات بےفہم کر گئے جسقدر دہوکا دسکیں نہیں قرطاس کیا ہی ہر چند جی یوں چاہتا تھا کہ احادیث مشارالیہا کو تمامہا لکھئے لیکن احادیث مشارالیہا کے تمامہا لکھنے میں قصہ بہت دور پہنچتا ہے خصوصاً حدیث مالک بن اوس مذکور کہ وہ ایک ہی بہت طویل و عریض ہے اور بلا یہہ اکثر مواقع شرح طلب اور اس فرصت قلیل اسمیں سب میں سے مختصر سا قصہ استنباط کرکے اور دو چار جملے بجنسہا لکھ کر مترددوں کی اطمینان کئے دیتا ہوں حدیث عایشہ جو اس حدیث سے کچھ آگے صحیح مسلم میں موجود ہے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت میں منجملہ ترکہ نبوی صلعم فقط اُس زمین کا جو مدینہ کے رقبہ میں اور قرب و جوار میں تھے حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کر دیا تھا خیبر اور فدک کو اپنی تولیت میں رکھا تھا اس حدیث سے جسکا مولوی صاحب نے ذکر فرمایا یوں معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمر نے خدا کو درمیان دیکر حضرت علی و عباس سے یہ عہد لیلیا تھا کہ اسمیں وہی کام کیجو جو رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے مگر حدیث مذکور سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اُٹھا دیا چنانچہ حدیث مذکور کی یہ الفاظ اسپر شاہد ہیں فاما صدقة بالمدينة فدفعها عمر الى علي وعباس فغلبه عليها علي جسکا یہ حاصل ہی کہ مدینہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا اُسکو حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کے حوالہ کر دیا سو حضرت علی نے اُسکو آباد کیا اور اپنا قبضہ کر لیا جب بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سنیئے کہ جب حضرت علی تمام اُس زمین پر جو دونوں کی تفویض اور سپردگی میں تھی قابض ہو گئی تو آپس میں دونوں صاحبوں میں جھگڑا پڑا اُسکی فیصلہ داد کے لئے یہ صورت پیش آئی کہ یہ دونوں صاحب آپ بھی حضرت عمر کے پاس گئے اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو بھی کچھ ایک پہلے انکے پاس بھیجا تھا کہ وہ بھی کچھ سہارا لگائیں اور خلیفہ سے کہہ سنکر کچھ صلح کرا دیں اور اسی انکو مولویصاحب دعوی میراث کے لئے انا سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ حضرت عمر کا اور حضرت علی اور حضرت عباس کو یوں کہنا کہ تم ابوبکر کو کاذب وغیرہ سمجھتے تھے اسی دفعہ میں پیش آیا ہی چنانچہ ناظران حدیث مذکور پر پوشیدہ نہ رہیگا الحاصل جب حضرت عمر کے پاس جنہوں صاحب تشریف لائے اور یہ مذکور ہوا تو اول تو حضرت عمر نے ان جنہوں صاحبوں کو قسم دیکر پوچھا کہ تمہیں معلوم ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہی لانورث ماترکناہ صدقة اور ان صاحبوں نے اقرار کیا کہ بیشک فرمایا ہی بعد ازاں بہت سی گفتگو کی بعد یہ فرمایا ثم جئتنی انت وهذا وانتما جميع امركما واحد فقلتما ادفعها لنا فقلت ان شئتم دفعتها اليكم على ان عليكما عهد الله ان تعملا فيها بالذى كان يعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذتما بذلك قال اكذلك قالا نعم قال ثم جئتمانى لاقضى بينكما ولا والله لا اقضى بينكما بغير ذلك حتى تقوم الساعة فان عجزتما عنها فردا الى اس عبارت کا حاصل یہ ہی کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کیطرف متوجہ ہو کر یہ فرمایا کہ پھر تم اور یہ دونوں میرے پاس آئی اور ہم دونوں باہم متفق تھے اور تم دونوں کی بات ایک تھی سو تم دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ ترکہ ہمارے حوالہ کر دو میں نے کہا تمہیں منظور ہی تو اس شرط پر دیتا ہوں کہ خدا سے عہد کرلو کہ اس میں وہی کیجو جو رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے سو تم دونوں نے ترکہ مذکور کو اس شرط پر لیا پھر حضرت عمر نے کہا یوں ہی بات ہی اُن صاحبوں نے کہا اسیطرح ہی بعد ازاں حضرت عمر نے اُن دونوں سے کہا اب تم دونوں میرے پاس آئی ہو کہ میں تمہارا فیصلہ کر دوں یعنی زمین کو بانٹ کر دونوں کو جدا جدا متولی کر دوں یوں نہیں قسم اللہ کی اسکے سوا قیامت تک میں کچھ اور حکم نہ دونگا اگر تم سے تولیت کا سرانجام نہو سکے تو لاؤ مجھے ٹہا دو یہانتک حاصل مطلب تھا **اقول** یہ گفتار مولوی صاحب کی بیہودہ نہیں ہے اُنہوں نے تو اہل سنت کی کتاب سے لکھا ہی اگر بیہودہ ہونگی تو علماء اہل سنت ہی ہونگی جنہوں نے ایسا لکھا ہی اور

مولویصاحب نے جو کچھ لکھا ہی سب واقع ہی اور مولویصاحب کے تحریر کے بعد جو لکھا ہی کہ اب ہماری بھی سنئے کہ اس عبارت سے مولویصاحب کے دو مطلب ہیں میں کہتا ہوں کہ ایک مطلب اور بھی ہی کہ اُس سے ابوبکر اور عمر کا منافق ہونا حضرت علی اور عباس کے نزدیک سمجھا جاتا ہی اور وہ یہ ہی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں لکھا ہی عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلعم اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر × یعنی عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے چار خصلتیں ایسی ہیں جسمیں وہ چاروں ہونگی تو وہ منافق خالص ہوگا اور جسمیں ایک خصلت اُنمیں سے ہوگی اُسمیں ایک خصلت نفاق کی ہوگی یہانتک کہ ترک کرے اور وہ خصلتیں یہ ہیں جسوقت امانت اُسکے پاس رکھی جائے تو اُسمیں خیانت کرے اور جسوقت بات کرے تو جھوٹ بولے اور جسوقت عہد کرے تو وفا نکرے اور جسوقت مخاصمہ کرے تو کاربد کرے اور دوسری روایت صحیح بخاری میں ہی کہ علامات نفاق کی تین خصلتیں ہیں اور ابوہریرہ سے وہ روایت ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا نشانی نفاق کی تین خصلتیں ہیں اگرچہ نماز پڑہے اور روزہ رکھے اور گمان کرے کہ میں مسلمان ہوں جسوقت بات کرے جھوٹ بولے اور جسوقت وعدہ کرے خلاف وعدہ کرے اور جسوقت امانت کو کسیکی لیوے تو اُسمیں خیانت کرے اب سمجھنا چاہئے کہ عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم دیکھتے ہو اور بموجب روایات بخاری اور مسلم کے یہ علامتیں نفاق کی ہیں تو دونو کا منافق ہونا علی اور عباس کے نزدیک ثابت ہوا اور اول اعتراض کا جواب اس شیخ نے کیا خوب لکھا ہی کہ یہ ایک نئی دغابازی مولویصاحب کی ہی کوئی اس دغاباز سے پوچھے کہ جواب کیا اسیطرح ہوتا ہی کہ جو تو لکھتا ہی اور اگر یہ نیا اعتراض ہی کہ تو نے تحفہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے اسکو نہیں دیکھا ہی اور ایک مرجد دیکھکر چونکا ہی تو کیا یہ اعتراض ہونیسے جاتا رہیگا اور یہ اعتراض ہی کہ جسکے جواب میں علماء اہل سنت حیران ہیں اور یقصد دگرگوں نہیں ہے بلکہ جسطرح سے کہ مولویصاحب نے لکھا ہی اُسی طرح ہی چنانچہ معلوم ہوگا اور عمر کی محفل میں ہر چند تکرار تولیت کا تھا لیکن کاذب وخائن کا ذکر جو عمر نے کیا تھا وہ بہ نسبت تولیت کے نہتا بلکہ بہ نسبت دعوی میراث کی تھا چنانچہ اُسی روایت میں مالک بن اوس کے موجود ہے اور تولیت کی تو صورت یہ ہی کہ علی اور عباس موافق روایات اہل سنت کے جھگڑتے ہوئے عمر کے پاس واسطے فیصلہ کے گئے تھے تاکہ کچھ حکم کردیں سو اسصورت میں کہنا عمر کا علی اور عباس کو کہ تم دونو مجھکو اور ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے تھے کوئی وجہ بھی رکھتا ہی پھر تولیت کے فیصلہ کے واسطے اور عمر انکو بوجہ کہ تم ہمکو ایسا جانتے تھے یہ بات نہیں ہے بلکہ دعوی میراث دونو خلیفوں سے کیا اور اُنکو اپنی حقوق کا غاصب جانکے اُنسے دعوی میراث کا کیا تب عمر نے کہا کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو دونو کو کاذب اور خائن جانتے ہو اور تولیت کی جہت سے کہنا کہیں عقل میں بھی آتا ہی کیا فریبی اور دغابازی یہ شیخ سمجھی کہ جب جواب نہیں آتا ہی تو مطلب کو دگرگوں کردیتا ہی اور مولویصاحب بلید اور غبی نہیں ہیں بلکہ انہوں نے خوب سمجھکر لکھا ہی تو کسواسطے دھوکا دہی کی باتیں کرکے لوگونکو گمراہ کرتا ہی اور تماشے کی بات ہے دھوکا تو خود دیتا ہی اور لگاتا ہی مولویصاحب کے سر اور حضرت علی کو جو لکھا ہی کہ وہ عمر کیطرف سے متولی ہوئے تھے بالکل غلط ہی وہ اس قابل ہی نہتھے کہ تولیت کو اختیار کریں جس شخص نے کہ دنیا کو طلاق دیدی ہو ویسی ردی کا ہیکو اختیار کریگا اور تسپر یہ کہ عباس بن عبدالمطلب کے سر دبا بیٹھے علی کی شان سے یہ امر نہایت بعید ہے اپنی مچلپر غلبہ ہونیسے اور انکا حق دبا بیٹھنیسے انکو بھی بل مثل ثلاثہ کے دغاباز سمجھتے ہیں اور یہ روایت بھی کی محافظت کے واسطے بنائی ہی اور اُسمیں عمد کیا ہی کہ جسطرح رسولخدا صلعم مسلمین پر تقسیم کرتے تھے تم بھی ایسا ہی کرنا اور خود بدولت جانا اور عائشہ کی اس روایت میں صاف لکھا ہی کہ عمر نے خیبر اور فدک اپنی ملک میں رکھا تھا اور یہ شیخ کس طرح کا جھوٹا ہی کہ اسنے پہلے اس سے لکھا ہی کہ خیبر اور فدک عمر کے زمانہ میں علی اور عباس کے قبضہ میں تھا اور صحیح بخاری میں جو یہی روایت عائشہ کی ہی اُسمیں لکھا ہی کہ مدینہ کی زمین تو عمر نے علی اور عباس کے سپرد کی اور خیبر اور فدک کو اپنے پاس رکھا اور فقرہ اُسمیں نہیں ہے کہ فاما صدقتہ بالمدینۃ فدفعہا عمر الی علی وعباس فغلبہ علیہا علی جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ علی عباس غالب ہوکر انکا حصہ بھی دبا بیٹھے اور اُسمیں صاف کس طرح کے دونگو میں طرح کی اقرار کرتے ہیں اور علی اور عباس دونو جھگڑتے ہوئے ہی اگرچہ موافق روایات اہل سنت کے عمر کے پاس گئے لیکن عثمان وعبدالرحمن وغیرہ کو انہوں نے عمر کے پاس واسطے سفارش کے نہیں بھیجا تھا یہ تو غلط لکھتا ہی بلکہ عمر نے خود بلایا تھا مالک کے کہنے سے چنانچہ اسی روایت میں مالک کی موجود ہے اور مولویصاحب نے اُنکے اس ادعا پر دعوی میراث اسواسطے کہتے ہیں کہ عمر نے اُسوقت لوگوں سے قسم لیکر گواہی لی اس امر کی کہ رسولخدا صلعم نے لانورث ماترکناہ صدقۃ فرمایا تھا یہ میراث ہی کی دعوی پر دلالت کرتا ہی نہ تولیت پر اور تولیت کے مقدر کو اس سے کیا تعلق ہی اور بعد اسکے رسولخدا صلعم کی اُس جائداد کا ذکر ہی جو مال فدک میں سے تھی یہ بھی دعوی میراث ہی پر دلالت کرتا ہی نہ تولیت پر اور بعد اسکے پھر لوگوں سے اقرار کرایا ہی روایت لانورث کا یہ بھی دعوی میراث ہی پر دلالت کرتا ہی اور پھر دعوی میراث کو واضح کرکے بیان کیا کہ جسمیں ابوبکر اور عمر کا کاذب ہونا مذکور ہی اور بعد اسکے تولیت کا ذکر ہی حتی جئتنی انت وعمک الخ تک اور جو کچھ اُس روایت سے مالک کی ثابت ہے یہ ہی کہ عمر نے لوگونکو بلایا عثمان وغیرہ کو اور علی اور عباس کو بھی بلایا اور عباس نے عمر سے کہا اور میان میرے اور اُس کاذب وآثم وغادر وخائن کے حکم کر یعنی درمیان میرے اور علی کے اِن الفاظ کو لحاظ کرنا چاہئے کہ حضرت عباس پر کیسی تہمت کی ہی کہ علی کو اُنہوں نے اِن الفاظ کے ساتھ یاد کیا اور بعد اسکے عمر نے لوگوں سے شہادت طلب کی روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کی کہ رسولخدا صلعم نے ایسا ہی فرمایا تھا سب نے کہا ہاں اور یہ سب جھوٹ ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور کسی نے بھی گواہی نہیں دی یہ بالکل جھوٹا فقرہ ہی اور بعد اسکے اہل نحلے کا ذکر ہی اور بعد اسکے پھر گواہی لانورث کا ذکر ہی لیکن یہ ذکر گواہی بالکل موضوع ہی اسواسطے کہ جسوقت اُنہوں نے قسم کھاکر گواہی دی تو پھر اپنی طرف گمان کاذب وخائن جاننے کا کیونکر

ہوتا اور کئی مرتبہ بار بار اس تالیف میں اسکا ذکر کرنا بھی اسکے موضوع ہونے پر دلالت کرتا ہی اور کیونکر موضوع نہو کہ جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا اور ابوبکر نے روایت لانورث سے اُنکا دعوی باطل دیا تھا تو کسی نے بھی نہا کہ ہمنے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی اور جب سب سے بقسم گواہی لی تو عمر نے کہا کہ فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلعم یعنی جسوقت وفات پائی رسول اللہ صلعم نے تو کہا ابوبکر نے میں ہوں خلیفہ رسولخدا صلعم کا فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب هذا میراث امراته من ابیها پس آئی تم دونوں عباس اور علی کہ طلب کرتا تھا تو اے عباس میراث اپنی بھائی کی بیٹی کی طرف سے اور طلب کرتا تھا یہ علی میراث زوجہ اپنی کی اُسکے باپ کی طرف سے تم دونو میراث کو ابوبکر سے طلب کرتے تھے فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم لانورث ما ترکناہ صدقة فرایتماہ کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انه لصادق بارّ راشد تابع للحق پس کہا ابوبکر نے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے نہیں میراث ہوتی ہیں ہم کہ ہمارا کوئی وارث ہو جو کچھ چھوڑا ہی ہمنے وہ صدقہ ہی پس دیکھا تمنے اسکو جھوٹا بدکار دغاباز خیانت کرنیوالا اور خدا جانتا ہی کہ بتحقیق وہ البتہ سچا نیک رہنما تابع واسطے حق کے تھا تو فی ابوبکر وانا ولی رسول اللہ وولی ابی بکر فرایتمانی کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق بارّ راشد تابع للحق فولیتما پھر مر گیا ابوبکر اور میں خلیفہ رسولخدا کا اور خلیفہ ابوبکر کا ہوں پس دیکھا تمنے مجھکو بھی جھوٹا بدکار دغاباز خیانت کرنیوالا اور خدا جانتا ہی کہ میں البتہ سچا نیک رہنما تابع واسطے حق کی ہوں پس متولی کر گئی تم دیکھو اس سے صاف ظاہر ہی کہ عمر نے کہا کہ جسوقت رسولخدا نے وفات پائی تو ابوبکر نے کہا کہ میں خلیفہ ہوں رسولخدا کا اور تم دونو ابوبکر سے میراث طلب کرنے آئے علی تو اپنی زوجہ کیطرف سے اور عباس بھائی کی بیٹی کیطرف سے ہوکر اور ابوبکر نے کہا کہ رسولخدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی تو تمنے اسکو جھوٹا اور خائن جانا اور جب ابوبکر مر گیا اور میں خلیفہ ہوا تو تمنے مجھلو بھی کاذب اور خائن جانا اور پھر تم متولی ہوئے اور اپنا جھگڑا لائی دیکھو وہ بھی میراث کا دعوی تھا جسکی عمر نے خبر دی ہی کہ تمنے ابوبکر کو اور مجھکو اسمیں ایسا اور ایسا جانا پھر تمکو متولی کر دیا اور اُس متولی کرنیکی کیفیت بعد اسکے لکھی ہی اسی روایت میں حتی جئتنی انت وهذا وانتما جمیع امرکما واحد فاعطیتکما اس شیخ نے مع ترجمہ اسکو لکھا ہی سو معلوم ہوا کہ کاذب اور خائن ارث کا مقدمہ میں جانا خانہ تولیت کے باب میں اور کاذب خائن جاننے سے کیا علاقہ ہوا پھر تم نے فرض کیا کہ حضرت علی اور عباس تو لیت کا ہی جھگڑا لیکر آئے اور اسمیں فیصلہ چاہتے تھے لیکن اسکے درمیان میں عمر نے مال فی کا اور علی اور عباس سے دعوی کرنے میراث کا ابوبکر سے اور اپنے سے ذکر کیا اور کہا کہ تم دونو ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن جانتے تھے اور بعد اسکے پھر تولیت کا ذکر کیا جسقدر سے آخر تک لیکن یہ سب دعوی کرنا میراث کا ثابت ہے اور طالب بھی میراث ہی کے ہوئے تھے نہ تولیت کے اور سب علماء اہل سنت نے میراث ہی کا دعوی سمجھا ہی نہ تولیت کا اور اسکے جواب میں حیران ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تفسیر میں ابن حجر نے لکھا ہی کہ وفی ذلک اشکال شدید وهو ان اصل القصة صریح فی ان العباس وعلیا قد علما بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لانورث ما ترکناہ صدقة فکیف یطلبان بعد ذلک من عمر یعنی اور اسمیں ایک مشکل سخت ہے اور وہ یہ ہے کہ اصل قصہ کی ظاہر اسمیں ہے کہ تحقیق عباس اور علی نے جان لیا تھا کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہی لانورث ما ترکناہ صدقہ پس اگر رہا تھا اُن دونوں سے پیغمبر خدا صلعم سے تو پس کیونکر طلب کرتے ہی وہ دونوں بعد اسکے عمر سے اور بعد اسکے جواب میں اسکے ابن حجر نے لکھا ہی کہ اور جو کچھ ظاہر ہوا اور زیادہ علم تحقیق لیا ہی امر اسمیں اُس حدیث پر جو مقدم ہوئی ہی پہلے اسکے حق فاطمہ میں اور تحقیق ہر ایک علی اور فاطمہ و عباس اعتقاد کرتے تھے اسکا کہ علوم قول لانورث کا خاص کیا گیا ہی بعضی چیز کے ساتھ جو بعد اپنی چھوڑنی سوائی بعض کے اور اسیواسطے مذہب کیا عمر نے طرف علی اور عباس کے کہ وہ دونوں اعتقاد کرتے تھے ظلم کو اُس شخص کے کہ جو مخالفت کرے اُن دونوں کی اس مقدمہ میں انتہی اس کلام سے ابن حجر کی معلوم ہوا کہ جناب امیر اور عباس ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں ظالم جانتے تھے اور ابوبکر سے مخالفت رکھتے تھے اور اگرچہ مخالفت کی وہی ہوتی جو ابن حجر نے گمان کیا ہی تخصیص روایت ابوبکر کی تو اسکو ظالم اور فاسق اور خائن کہو سوا جانتے کہ اسصورت میں کہ ابوبکر نے اس روایت کو عدم پر حمل کیا انکے نزدیک خطا فی الاجتہاد ہو اور خطائے اجتہادی موجب کذب اور اثم اور غدر اور خیانت کا نہیں سنا ہوگا یا عمد ایک بدیہی امر کو جو حضرت علی اور عباس نے ابوبکر کو تصریح خلیفہ رسولخدا کا کاذب اور آثم اور غادر اور خائن جانا اور باقرار ابن حجر اعتقاد ابوبکر کے ظلم کا کیا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر نے یہ روایت لانورث کذب کرکے رسولخدا صلعم کیطرف منسوب کردی ہی اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہی وهذا الحدیث یدل صریحا علی انهما جاءا یطلبان المیراث لا الولایة وهذا من المشکلات یعنی اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی بتصریح اس امر پر کہ تحقیق وہ دونوں آئی کہ طلب کرتے تھے میراث کو نہ تولیت صدقہ کو اور یہ مشکلات میں سے ہی اور اشکال وہ ہی کہ ابن حجر نے تو لانورث کہا ہی اور وہ اسکو جانتے ہی پھر کیواسطے عمر سے یہ ارث طلب کرتے شاید یہ گمان کرتے ہوں کہ عمر ابوبکر کے حکم کو توڑ ڈالیں گے اور یہ بھی بعید ہی اور نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہی کہ یہ لفظ ظاہر اسکا لائق نہیں عباس کے اور بعید ہی علی سے کہ اُس میں بعض ان اوصاف کا ہو کہ وہ اسطرح گمان کرے یہاں تک کہ کہا کہ اور جسوقت کہ مسدود ہوی طریقی تاویل کی تو منسوب کرینگے ہم کذب کو طرف راویوں اس روایت کے اب واضح ہو گیا کہ طلب میراث کے مقدمہ میں یہ سب امور پیش آئی اور عمر نے علی اور عباس کو کہا کہ تم دونوں ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور آثم اور غادر اور خائن جانتے ہو اور باطل ہوا جو کچھ کہ اس شیخ نے لکھا تھا اور اُسکی سمجھ کا قصور واضح ہو گیا **قال الشیخ الاشعری** اگر شرح سننا منظور ہی تو سنئے کہ اگر حضرت علی اور حضرت عباس حضرت عمر سے طالب میراث ہوئے تھے اور حضرت عمر نے ترکہ نبوی کہ اُنکی طلب کے موافق اُنکی حوالہ کر دیا تھا تو اُسکی کیا وجہ ہوئی کہ باوجود معصوم ہونیکی حضرت عباس کا حصہ بھی دبا لیا شیعوں کو یہ اعتقاد ہوگا کہ حضرت عمل (خوف باللہ نقل کفر کفر نباشد) ایسے دغاباز ہیں کہ اپنا دیکھیں تھے نہ پرایا جو ملگیا سو ہضم کر لیا شاید معصوم ہونیکی شیعوں کے نزدیک

یہ معنی ہوں کہ کتنا ہی کچھ ظلم وستم کر بیٹھیں انکو سب مباح اور معاف ہی انصاف دیکھئے تو معتقدان مرتضوی کے لئے یہ حضرت علی کا قبضہ حضرت عباس سے اٹھا دینا اس بات کے لئے گواہ عادل ہی کہ اُس ترکہ میں کسیکو میراث نہیں پہنچتی تہی وہ ترکہ وقف تھا سو درصورت وقف ہونیکی اگر متولی ہوں اور ایک دوسرے کا قبضہ اُٹھا دیا تو اُسپر کچھ ظلم نہیں بلکہ بسا اوقات قرین مصلحت ہوتا ہی اس لئے زمین اور باغ جبتک کسی طور پر نہیں بٹتے تمامتر تک تردد کامل نہیں ہوسکتا یعنی ایسی صورت میں اکثر زمین اُفتادہ پڑی رہتی ہی سو افتادہ پڑی رہنے میں بجز اسکے اور کیا خوبی ہی کہ مساکین وغیرہ اہل مصرف کا حق مارا گیا بظاہر یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ حضرت علی کی رائے اور حضرت عباس کی رائے درباب تردد کچھ مخالف ہوی سو حضرت علی نے دیکھا کہ اول تو حضرت عباس کی رائے پر رہے تو نقصان اہل مصرف ہی مثلاً جس مزارع کو حضرت عباس دینا چاہتے ہوں بہ نسبت اُس مزارع کے جسے حضرت علی دینا چاہتے ہوں کم محصول اپنے ذمہ رکھتا ہو یا نادہندہ یا باز ہو دوم اُس مخالف رائے میں بندوبست معلوم اس لئے بطور خود اُس ترکہ کو برخلاف رای حضرت عباس کسیکے حوالہ کردیا ہو اور یہ بات حضرت عباس کو گراں گزری ہو اسلئے حضرت عمر سے اس بات کے خواستگار ہوئے ہوں کہ آدھوں آدھ بانٹ کر دونوں کو جدی جدی زمین کا متولی کردیں معہذا جو عبارت عربی آخر میں مرقوم ہوئی ہی وہ خود اسی بات پر شاہد ہی کہ یہ جھگڑا فقط تولیت کا تھا اس لئے کہ اول حضرت عمر کا اسبات پر عہد لیکر دینا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہی وہی کیجو خود وہی اسکی دلیل ہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کرکے دیا تہا ورنہ اس شرط کے کیا معنی اگر میراث میں دیا تہا تو میراث تو وارثونکی ملک ہوتی ہی اور مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہی ورنہ ہر شخص سے بہ نسبت اراضی مملوکہ کے یہی عہد لیا جایا کرتا دوم پھر حضرت عمر کا فرمانا کہ قیامت تک اسکی خلاف حکم نہ دونگا خود اسی بات کو ثابت کرتا ہی کہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی بطور تولیت حضرت علی اور حضرت عباس کے حوالہ کردیا تھا بطور میراث نہ دیا تہا ورنہ مقصود حضرت عباس اور حضرت علی فقط تقسیم کردینا تہا سو اسمیں حضرت عمر کا کیا نقصان تھا کہ ایک شئی مشترک کو فیمابین دو مالکوں کے تقسیم کردیں اگر نخل کرنے تو دینی ہی میں کرتے جب دے چکے تو پھر تقسیم میں کیا مشکل تہی اس درصورت تولیت یہ اندیشہ تھا کہ ایک بیٹی اور ایک چچا کا میراث میں آدھوں آدھ کا ساجھا ہوتا ہی سو اگر حضرت علی جو حضرت فاطمہ کیطرف سے وکیل تہے اور حضرت عباس کو آدھوں آدھ بانٹ کر جدا جدا متولی کردیجئے تو مبادا رفتہ رفتہ اگلے فرقونمیں اس تقسیم کو دیکھکر دیکھنی پر تنی والے یوں سمجھ جائیں کہ نصف حضرت فاطمہ کی اولاد کا مملوک ہی اور نصف حضرت عباس کی اولاد کا مملوک ہی علاوہ بریں حضرت علی اور حضرت عباس کا قسم کہاکر اس بات کا اقرار کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک یوں ارشاد فرمایا ہی کہ لانورث ماترکناہ صدقۃ اور پھر میراث کا طلب کرنا شیعوں ہی کی سمجھ میں آدے اور ان سب سے بڑھکر یہ ہے کہ مولوی صاحب پہلے یوں رقم فرما چکے ہیں کہ حضرت صدیق کے لئے نسبت فدک کے معافی کا کاغذ لکھدیا تہا حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا پر جب حضرت ابوبکر کی خلافت میں آئے ہیں تو اپنی خلافت میں تو بدرجہ اولی حاوی ہونے چاہئیں پھ حضرت علی اور حضرت عباس نادان ہیں نعوذ باللہ کہ باوجود اس قصہ کے معلوم ہونیکے مفت خفیف اور رسوا بننے کے لئے ایسی لغو حرکت اور نامعقول بات کرتے

اقول حضرت علی اور حضرت عباس تو مدعی خیر اور فدک کے بہی تھے اور موافق روایت عائشہ کے عمر نے انکو ندیا سو موافق طلب کے انکو عمر نے کہاں دیا اور یہ جو لکہا ہی کہ علی نے غلبہ کرکے سب آپ ہی لیلیا اور حضرت عباس کو ندیا یہ بالکل غلط ہی علی کی ایسی شان ہرگز نہیں یہ سب افترا ہی اُنپر اور یہ طریقہ تو ثالثہ ہی کا تہا الہ کون کا حق دابیٹھیں اور ایسے دغاباز تہے کہ پناہ بخدا جو ملکیا خود لیلیا اور یہ بہی تمہارے نزدیک کثرت عبد جاہیں ظلم وستم کریں سب انکو مباح ہی اور کتابوں میں اہل سنت کے انکے ظلم وستم سب لکھے ہوئے ہیں اور باوجود اسکے انکی بہت تعریف کرتے ہیں اور اگر فرض کریں ہم کہ حضرت علی نے سب دبالیا تہا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں کسیکا حق نہیں تہا بلکہ حق بجانب علی تہا کہ انہوں نے سب دبالیا اسواسطے کہ مذہب حق میں سوا خذ اعلم کے ترکہ میں سے حضرت عباس کچھ نہیں پہنچتا وہ دلائل ترکہ حضرت کا بعد وضع ہشتم حصہ ازواج کے تمامہ حق حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ہی نصف ترکہ تو رضا اور باقی کا ردا موجب بتداولوالارحام بعضھم اولی ببعض سے پس اگر حضرت علی نے کل لے دبالیا تو اسمیں قباحت نہیں ہی اور کل دبانے سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ وہ وقف ہوجائے اور نہ ہمارے نزدیک تولیت ثابت ہوتا ہی اسواسطے کہ یہ ایجاب منافعین کا ہی اور تولیت پر بنا کرکے جو تردد دینیں میں ہی رای لگائی ہی سب باطل ہی کہ تولیت سے کچھ واسطے ہی نہیں اور نہ حضرت علی اور حضرت عباس عمر سے اسبات کے خواستگار ہوئے ہیں کہ ہمکو آدھوں آدھ کردو اور عبارت آخر لی آگے یہ تولیت پر دلالت کرتی ہی لیکن اُسکی ماقبل کی عبارت دعوی وراثت پر دلالت کرتی ہی اور درصورت فرض عہد لیا تو اُس تولیت پر لیا نہ میراث پر اور ہم ہی کہتے ہیں کہ میراث میں تو پھر نہیں ہمارا دعوی یہ کب ہی کہ میراث میں دیا دعوی میراث تو انکار روایت لانورث بناکر رد کردیا تہا جسکے سبب سے حضرت علی اور حضرت عباس نے ابوبکر اور عمر کو کاذب وخائن جانا تہا اور اگر انہوں نے ترکہ نبوی حضرت علی اور عباس کو بطور تولیت تمہارے نزدیک دیدیا تو اس سے کیا لازم آتا ہی ہم یہ کب کہتے ہیں کہ بطور میراث کے دیا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ دیا ہی نہیں بطور میراث نہ بطور تولیت یہ دینی کا قول تو تمہارا ہی اور حضرت علی کا اقرار روایت لانورث کا ہرگز ثابت نہیں ہی بلکہ بالکل غلط ہی چنانچہ کئی دفعہ ہم لکھ چکے اور اگر حضرت علی کے نزدیک بات ثابت ہوتی تو حضرت فاطمہ کو دعوی نکرنے دیتے اور ابوبکر سے اس مقدمہ میں گفتگو نکرتے چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہی اور اگر حضرت فاطمہ نے نادانستگی میں دعوی کرلیا تہا تو انکو ابوبکر سے ناراض ہوئے دیتے اور میراث کا طلب کرنا اُس شہادت کے بعد اُس روایت ہی میں صحیح نظر کے بکھیڑے کچھ شیعہ ہی سکو نہیں کہتے ہیں اور اس سے بہی معلوم ہوتا ہی کہ وہ شہادت غلط ہی اور وقوع میں ہرگز نہیں

آئی ہو اور بہاڑ ڈالنا نوشتہ ابوبکر کا تو سنی اور شیعہ دونوں کی کتابوں سے ثابت ہی چنانچہ مذکور ہولیا ہی کہ وہ نوشتہ عمر نے پہاڑ ڈالا اور باوجود اس علم کے کہ حضرت عمر ابوبکر کی خلافت میں حاوی تھے تو اپنی خلافت میں تو بہت حاوی ہونگے ہم یہی کہتے ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس یہی جانتے تھے کہ عمر سے طلب کرنیسے کچھ نہ دینگے اور پھر جو گئے اور طلب کیا میراث کو عمر سے تو واسطے تمام حجت کے اور ظاہر کرنے ظلم ثانی کے مثل ظلم اول کے اور اگر طلب نکرتے تو عمر کا کذب اور خیانت کیونکر ظاہر ہوتا مثل کذب اور خیانت ابوبکر کے یہ کچھ خفت کی بات نہیں ہے اور اگر خفت ہی ہو تو کچھ پروا نہیں ہے کہ مقصود اصلی تمام کرنا حجت کا اور ظاہر کرنا اُنکی ظلم کا تھا اور اس سے زیادہ اور کیا خفت ہوگی کہ اُنکا حق چھین کر اُنکو مجبور کرکے بٹھا دیا اور آخر سنیوں ہی کی کتابوں میں عمر سے بھی میراث کا طلب کرنا لکھا ہی **قال الشیخ الاشعری** اس سے تو یوں معلوم ہوتا ہی کہ اگر بالفرض بفرض محال یہ بات وقوع میں آئی بھی ہی تو اول تا ہے حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمر کے پاس آنا جبکہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی اُنکے حوالہ کیا تھا محض طلبگاری تولیت کے لئے ہو طلبگاری میراث کے لئے نہو کیونکہ جب بات آنکھوں دیکھ چکے ہوں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا جو جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک شخص نے لحاظ نکیا دوسروں کا لکھا لکھایا کاغذ پھاڑ ڈالا ہو وہ ہمارا کیا لحاظ کرینگے اور وہ بھی اپنی حکومت میں ہم تو دوسرے ہی درجہ میں ہے خیر یہ بات تو غلط ہی کہ ابوبکر صدیق نے کاغذ لکھدیا ہو اور حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا پر اتنی بات صحیح ہی کہ اول بار کا حضرت علی اور حضرت عباس کا آنا ہی محض طلبگاری تولیت کے لئے تھا چنانچہ لفظ ادفع للینا سے یہ بات خود ظاہر ہے جو لوگ مذاق سخن شناسی رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں باقی رہی یہ بات کہ طلب تولیت میں ان صاحبوں کو کیا فائدہ تھا جو خلجان اپنے سر دہرنا تجویز کیا تو جواب اسکا یہ ہی واللہ اعلم بحقیقت الحال کہ وقف نبوی میں منجملہ مصارف حق اقربا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مقدم ہی اُس سے بچے تو اور کہیں صرف کیا جائے خاص کرنے میں تو اشارہ خداوندی ہی موجود ہے چنانچہ اسلئے ذی القربی کو اوروں سے مقدم ذکر فرمایا اور حدیثوں سے بھی اسطرح کی مضمون نکلتے ہیں مگر خلیفہ کو اول تو تمام خلافت کا انتظام درپیش ہی فقط اوقاف ہی کا انتظام اُنکی ذمہ نہیں جو ہمہ تن اُسکی طرف متوجہ ہو کر تردد کامل کرائیں معہذا جنکو کچھ اوقاف سے توقع ہو جسقدر اسکے جی کو لگی ہوئی ہوگی وہ دوسروں کے دل کو کاہیکو لگی ہوئی ہوگی اس لئے حضرت علی اور حضرت عباس خواستگار تولیت ہوئی ہوں اور حضرت عمر نے بھی بلحاظ وجوہ مذکورہ اور نیز یوں سمجھکر کہ جو حال بنی ہاشم کہ فلانا محتاج ہی فلانا نہیں فلانے کو اسقدر حاجت ہے فلانے کو اسقدر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوگا وہ بھی کاہیکو معلوم ہوگا اور یہ اندیشہ باقی ہی نہیں ہا کوئی اس دنیے کو میراث کا دنیا سمجھے کیونکہ لانورث ماترکناہ صدقۃ کا گھر گھر غل پڑگیا یہ بات قبول فرمائی ہو اور با اینہمہ بنظر احتیاط تقسیم نفرمایا تاکہ مبادا رفتہ رفتہ بہت زمانوں کے بعد کوئی جاہل یوں نہ سمجھ جائے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس کو مالک سمجھا تھا جب تقسیم کردیا مگر حضرت ابوبکر صدیق نے بطور تولیت ہی کسیکو دینا گوارا نکیا کیونکہ حضرت فاطمہ کے طلب میراث کا تازہ قصہ تھا اس قصہ سے سب کے کان چرے اسوقت اگر بطور تولیت ہی دیتے ہر کوئی اس دنیے کو بطور میراث سمجھتا لانورث ماترکناہ صدقۃ اگر سنا ہی ہوتا تب کسی دھیان آتا **اقول** اس شرارت کو دیکھئے اس شیخ کے کہ جس امر کا وقوع صحیح مسلم اور ترمذی سے ثابت ہی اور صحیح بخاری سے بھی پایا جاتا ہی اور شارح مسلم اور شارح صحیح بخاری نے اُسکے وقوع کا اقرار کرکے اسمیں اشکال پیدا کیا اُسکو یہ کہنا ہی کہ بفرض محال یہ ایسا ہی جیسے کہ کوئی آنکھوں دیکھی ہوئی چیز کو کہے کہ محال ہی اور ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عباس تولیت کے طلبگار ہرگز نہیں ہوئے ہیں اور تو جو بار بار تولیت کو پیش کرتا ہی سب غلط ہی اور ہم تو جوابات لکھتے ہیں تیری کتابوں سے لکھتے ہیں اور تو اپنی باپ دادا کے من جوڑی باتیں ہماری جواب میں بیان کرتا ہی ہم اُس واہیات کو کیونکر قبول کرینگے اُنکا قول تو مثل بول کے ہے اور طلبگاری میراث کی تیری کتابوں سے ثابت ہے، اور تمہارے حضرات سلم کہتے ہیں کہ علی اور عباس نے دعوی میراث کا کیا جسکے مدعی میں کاذب اور خائن ہوئے اور تولیت کے مدعی میں کوئی کاذب اور خائن ہرگز نہیں ہو سکتا ہی خائن اُسی وقت ہوگا کہ جسوقت کسی کا حق دبا بیٹھے گا اور کاغذ کے پھاڑنیکا جواب ہو چکا کہ واسطے تمام کرنے حجت کے اور ظاہر کرنے ظلم ثانی کے کہ وہی اس غصب کے مدعی ہوئے تھے دوبارہ اُن سے بھی دعوی کیا کہ انکار کرکے مثل اول کے وہ بھی غاصب اور ظالم مشہور ہو جائیں اور ابوبکر کا عذ لکھدینا اور عمر کا اسکو پھاڑ ڈالنا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے اور تولیت کے طلب میں حضرت علی اور حضرت عباس کا جانا بالکل غلط ہے غلط کو صحیح کسواسطے کہتا ہی اور تولیت کے قصہ کا موضوع ہونا ظاہر ہے جو لوگ مذاق سخن شناسی رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اور طلب تولیت کے فائدہ کی جو وجہ لکھی ہے اپنی رائے سے ایجاد کرکے لکھی ہے، ہم تولیت کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں فائدہ کیسا اور اقربا کے مقدم رکھنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ جب انکی صرف سی کچھ بچے تو دوسرے کو دیجے بلکہ سب کے حصے اُسمیں برابر ہیں اور ذکر میں ایک فرقہ مقدم ہو ہی گا اور نہ حضرت علی اور حضرت عباس تولیت کے اس جہت سے جو کہ لکھی ہی طالب ہوئے اور لانورث ماترکناہ صدقہ کا غل ابوبکر کے کہنے سے پڑگیا ہوگا لیکن سوا ابوبکر کے اُسوقت اور کسینے بھی نکہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے ایسا سنا ہی اور حقیقت میں ابوبکر نے بطور تولیت ہی دینا گوارا نکیا اس جہت سے کہ انکے پاس کسی طرح سے پہنچنا مناسب ہی نہیں ہے ایسا نہو کہ میں تو بطور تولیت دوں اور یہ اپنی میراث سمجھ کر اُس سے متمتع ہوں اور دعوی اپنی ملکیت کا کر بیٹھیں اور جو فائدہ کہ میرے اسکے غصب کرنیمیں سوچا تھا وہ جاتا رہی **قال الشیخ الاشعری** - اور یہی وجہ فی الجملہ موجب گرانے خاطر حضرت علی اور حضرت عباس معلوم ہوتی ہی جسکو حضرت عمر غصہ سے باعث بایں الفاظ تعبیر فرماتے ہیں کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن سمجھتے تھے کیونکہ تمام جہان کا دستور ہی اور نیز کلام اللہ اور احادیث سے بھی یہ بات نکلتی ہی

کہ اگر کسی سے کسی موقع میں معاملہ قلبی کے برخلاف کوئی بات ظہور میں آتی ہی تو بطور مبالغہ اُسکے ساتھ معاملہ قلبی کے بھی نفی کردیا کرتے ہیں مثلاً فیمابین اقربا و احباب اگر کسی سے کسی قسم کی بے اعتنائی اور بے پروائی کسی وجہ خارجی کے باعث ظاہر ہوتی ہی تو مبالغۃً کہدیا کرتے ہیں کہ یہ ہمارے قریب اور دوست کیوں ہوتے یا یہہ کہ ہمکو اپنا قریب اور دوست ہی نہیں سمجھتے سو قرابت اور رشتہ داری نسبی کا حال تو ظاہر ہی کہ وہ تو کسی طرح زائل ہو ہی نہیں سکتی چہ جائیکہ بے اعتنائی اور بے پرواہی سے اور دوستی کا حال بھی ظاہر ہی کیونکہ بے اعتنائی اور بے پروائی کی جو جناب کو شکایت ہوتی ہی تو بوجہ ثبوت محبت اور بقاء اُلفت ہوتی ہی ورنہ اجنبیوں سے کون شکایت کرتا ہی علی ہذا القیاس حضرت علی اور حضرت عباس کیجناب سے فی الجملہ کشیدگی اور گرانی خاطر حضرت صدیق اکبر سے جسکا ابھی بیان تھا ظہور میں آئی تو یہ گرانی خاطر اور یہ کشیدگی جو بظاہر فی الجملہ اطمینان قلبی اور اعتبار دلی کے مخالف ہی جو ان دونوں کو بہ نسبت صدیق اکبر کے حاصل تھی کیونکہ اس سے نظر عوام میں بے اعتباری کی بو آتی تھی اس لئے حضرت عمر نے اُس بے اعتباری کو جو اُنکے دلمیں مرکوز تھا نفی کرکے مبالغۃً اُنکی طرف منسوب کیا اور دلیل اسبات کی کہ یہ کلمہ مبالغۃً فرمایا تھا بیان حقیقت مدنظر نہ تھا خود ظاہر ہی کیونکہ حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ کے خود مقر تھے نہیں تو یونہیں کہئے کہ انکی نزدیک صدیق اکبر نے متروکہ نبی دینگا دینگی سو دبار کہا تھا اور انکی عقیدہ موافق وہ دغاباز اور خائن کاذب اثم تھے معہذا حضرت عمر کا قرینہ غصب خود اس ارادہ کے مصحح ہی لیکن آفریں ہی مولوی عمار علی صاحب کے فہم پر اور جن سے انہوں نے ایسی تعلیم پائی اُنکی فہم پر کہ ایسی بات کو جو تمام عالم میں مروج ہو اُس زمانہ میں ہی کہ پیشوا شیعہ ہو گذری نہیں سمجھتے کوئی اُنکا مداح بہت سے بہت توجیہ کرے تو یہ کرے کہ مولوی صاحب سمجھتے تو ہیں لیکن ابلیس لعین کی روح کے خوش کرنیکے لئے دیدہ و دانستہ فریب سے تحریف معانی کرتے ہیں سبحان اللہ کہ حضرت عمر کا یہ کہنا تو انہیں یاد رہا کہ تم حضرت صدیق اکبر کو کاذب اور اثم غادر خائن سمجھتے تھے اور یہ یاد نرہا کہ انہوں نے اُسکے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا واللہ یعلم انہ لصادق وبار راشد تابع للحق یعنی اللہ خوب جانتا ہی کہ ابوبکر صدیق بیشک سچے تھے نیک اطوار ہدایت پر حق کے تابع تھے **اقول** تمام جھوٹ اور دروغ سے کاغذ کو سیاہ کیا ہی اس شیخ نے سوال تو کچھ ہی اور جواب اُسکا کچھ ہی سوال تو زمین سے ہے اور جواب دیتا ہی آسمان سے اصل اس قصہ کی سننی چاہئیے کہ خلیفہ ثانی حضرت علی اور عباس سے کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے وفات پائی اور بعد اُنکے ابوبکر خلیفہ ہوئے تو تم دونوں نے رسول خدا صلعم کے ترکہ میں ابوبکر سے دعوی میراث کا کیا عباس نے تو حضرت کے چچا ہونیکی جہت سے اور علی نے اپنی زوجہ کیطرف سے کہ وہ دختر تھی رسول اللہ صلعم کی اُسوقت ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہی کہ میرے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا جب تمنے ابوبکر سے یہ سنا تو اُسکو کاذب اور خائن اور اثم اور غادر جانا اور ایسا ہی معاملہ تمنے میرے ساتھ کیا کہ مجھکو بھی ایسا ہی جانا جو لوگ کہ فہمیدہ اور منصف ہیں سوائے اسکے اور کچھ اس سے نہ سمجھیں گے کہ حضرت علی اور عباس نے جو دعوی میراث کا کیا اور ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر نے فرمایا ہی میرا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس جواب میں اُنہوں نے ابوبکر کو کاذب اور خائن جانا ہی کہ پیغمبر خدا صلعم نے ایسا نہیں فرمایا ہی اور خائن جانا ہی ابوبکر کو اور غادر اور اثم جانا ہی تو اسواسطے کہ رسول خدا صلعم کے ترکہ میں ابوبکر خیانت کرکے بیٹھ رہا کہ اُنکی وارثوں کو نہ دیا اور دغابازی کی اور گناہ تمت کیا اب کوئی منصف بتلاوے کہ سوائے اسکے اور کیا مطلب ہے اور یہ جو للہتا ہی کہ ابوبکر نے کسیکو بطور تولیت نہیں دیا سو جب مجھے انہ نے خاطر علی اور عباس معلوم ہوئی تو حضرت عمر نے بایں الفاظ تعبیہ فرماتے ہیں اول تو ابوبکر کی تولیت سے کیا علاقہ ہی ابوبکر کی تولیت کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہے دوسرے اس گرانی خاطر علی و عباس کو تم نے کیونکر جانا ابوبکر نے تو تولیت نکرنیکی جہت انکی خاطر گراں ہی اور اگر ابوبکر نے کسیکو متولی نکیا تو علی و عباس کی خاطر پر یہ گراں کیوں گزرتا وہ کون سے جو اس جہت سے گراں خاطر ہوتے اور پھر حضرت عمر نے پر حصہ لیوں ہوئے اُنکا کیا قصور تھا اور اُنہوں نے کیا بات کہی تھی جو حضرت عمر کو اُنپر غصہ آیا اُنہوں نے تو اپنی زبان سے یہ بھی نہیں کہا کہ ابوبکر نے جو اسکو متولی نہیں کیا تو بھلا اسکا یہ ہی اور گرانی خاطر اُنکے عمر کو کیونکر معلوم ہوئی کیا عمر کو علم غیب تھا کہ اُنکے دل کا حال عمر کو معلوم ہوگیا اور اُنہوں نے کوئی ایسا امر بھی نہیں کیا تھا کہ جس سے گرانی خاطر معلوم ہو اور اگر گرانی خاطر بھی ہی بالفرض تھی تو ابوبکر کا متولی نکرنا تو ایسا امر عظیم اور گناہ سخت نتھا کہ جسکی جہت سے وہ ابوبکر کو کاذب اور خائن اور غادر اثم جانتے اور متولی نکرنے میں ابوبکر کا کذب کس بات میں ہوا اور خیانت کس چیز کی کی اور متولی نکرنا کیا کوئی ایسا ہے جو اثم ٹھیرے اور قرآن سے یہ بات ثابت ہے کہ معاملہ میں بیگناہ کو مومنین آپس میں گنہگار مقرر کردیا کرتے ہیں یہانتک کہ اس پاک اوصاف کو مبالغۃً چوٹا دغاباز بدکار ٹھہراویں اور قرباء اور احباب کسی وجہ خارجی سے آپسمیں تو ایسا کہدیتے ہیں کہ یہ ہمارے دوست کیوں ہوتے لیکن چوٹا دغاباز جھوٹا نہیں کہتے ہیں اور اگر کہتے ہیں تو اجلاف اور عوام الناس جنکا بند شرع نہیں ہیں وہ کہتے ہیں نہ کہ اولو العزم چہ جائیکہ خلفاء نبوت اور اگر اجلاف بھی کہتے ہیں تو اُنکی کہنے کو سوائے تیرے اچھا لون کہتا ہی سیدھی بات جو کچھ کہ ہی کہ علی اور عباس نے میراث کے دابنیکی جہت سے ابوبکر کو کاذب اور خائن کہا تھا جو کہ عبارت حدیث سے پایا جاتا ہی وہ تو کہتا نہیں ہے اور جس بات کو کسی طرح کا تعلق نہیں ہے اور نہ اُسکا کچھ ذکر ہے وہ کہتا ہی سوال دیگر جواب دیگر اور نسب میں تو حضرت علی اور عباس کو ابوبکر اور عمر سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے وہ بنی ہاشم یہ بنی تیم اور بنی عدی اور دوستی کا حال جیسکہ تھے وہ اُسوقت ظاہر ہوگیا تھا کہ جسوقت حضرت عمر ابوبکر کے کہنے سے علی و عباس کے دونوں کی جلانیکو لکڑیاں لیگئے تھے اور دوستوں سے شرفا شکایت میں یہ نہیں کہتے ہیں کہ تو بڑا چوٹا دغاباز بدکار ہی اور شکایت بھی ہوتی ہی تو ایسی سخت نہیں ہوتی ہی اور اگر ہوتی ہی تو امر واقعی کے ہوتی ہی نہ غیر واقعی کے اور معلوم نہیں حضرت علی و عباس کی کشیدگی اور گرانی خاطر ابوبکر کیطرف سے عمر نے کس امر میں اور کس وجہ سے دریافت کرتے تھے اور اگر ابوبکر نے کسیکو متولی نہیں کیا تھا اسوجہ سے وہ گراں خاطر تھے لیکن عمر نے تو موافق روایت اہل سنت کے اُنکو متولی بھی کردیا تھا پھر عمر کو اُنہوں نے کاذب اور خائن اور غادر

اور آثم کسوجہ سے سمجھا اسکی طرف سے تو گمان طرفداری کی بھی کوئی نہیں اسواسطے کہ اُس نے تو اُنکو متولی کردیا تھا حق بات تو یہ ہیگی کہ ابوبکر اور عمر نے اُنکا جو حق دبالیا تھا اُنہوں نے اسواسطے کاذب اور خائن اُنکو جانا پر تو کہتا نہیں ہی ایکے واہی بات اپنی جی سے جوڑکر کہتا ہی اور کاذب اور خائن جو جانتا تھا اُن دونوں نے ان دونوں کو تو حقیقت میں جانا تھا نہ مبالغۃً اسواسطے کہ وہ دعوی اپنی حق کا اُنسے کرتے تھے اور یہ دیتی تھے اسواسطے کاذب اور خائن جانتی تھے اور عمر نے بھی مبالغۃً نہیں کہا تھا بلکہ یہ مراد تھی کہ حقیقت میں ہمکو یہ کاذب اور خائن جانتی ہیں اور حضرت عمر نے صاف صاف بے لگاؤ کہولکر کہدیا کہ تم دونوں ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن اور آثم اور غادر جانتی ہو اور حدیث ما ترکنا ہ صدقۃ کے علی اور عباس ہرگز منکر نتھے بلکہ اسکی مُبطِل تھی چنانچہ مفصل پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور یہ روایت اُنکے اقرار کے بالکل جھوٹی ہی اور یہ افترا ہی اُنپر اور دھنگا دھنگی سے دبالینے کا بھی یہی حاصل ہی جو کہ کاذب اور خائن کہنے سی حاصل ہی اسمیں اور اُسمیں کچھ فرق نہیں ہے اور حضرت عمر کا غضب اسیواسطے تھا کہ وہ اُنکو کاذب اور خائن جانتی تھے اور جو شخص کہ کسیکو چوٹا دغاباز سمجھیگا اُسکو اُسپر غصہ ضرور آئیگا یہی وجہ ہی غصہ ہونیکی اور آفریں صد آفریں مولوی عمار علی صاحب پر کہ اُنہوں نے وہ مضمون لکھا ہی اہل سنت کی کتابوں سے کہ اہل سنت اُسکے جواب میں ہر چند ہاتھ اور پاؤں مارتے ہیں اور تاویلیں کرتے ہیں لیکن کچھ نہیں بن پڑتا اور اہل سنت کو گنجایش گفتگو کرنیکی نہیں رہی یہانتک کہ نووی نے شرح مسلم میں لکھدیا کہ بجز اسکے کہ ہم اس روایت کے راویوں کو کہیں کہ وہ جھوٹے تھے اور کچھ بھی تاویل نہیں بن پڑتی جب ایسے ماہروں سے جواب نہوسکا تو یہ شیخ بیچارہ کیا جواب دیگا اور جو کچھ اسنے جوابدیا ہی دیکھو موجود ہی کہ وہ اسکا جواب ہے یا کسی اور مطلب کا اور یہ تو اسکا دستور ہی کہ جب مولوی عمار علی صاحب کے جواب دینے میں عاجز ہوتا ہی تو اُنکی مذمت کرنی لگتا ہی اگر اُنکی عوض میں ہم خلفاء ثلثہ کی مذمت لکھیں تو اُسکا باعث بھی ہوگا اور جو بات کہ حق ہی جسکو شیعہ کہتے ہیں اسی شیخ نجدی اُسکو تو بھی خوب سمجھتا ہی لیکن تلبیس لعین کی رو سے خوش کرنیکے لئے تو دیدہ و دانستہ فریب سے تحریف معانی کرتا ہی اور حضرت عمر جو ابوبکر کو اور اپنے آپ کو صادق کہتے اور میاں مٹھو کی بولی بولتے تھے اُسکے ذکر سے ہمکو کیا غرض تھی اور اُنکے اس کہنے کو کون راست جانتا ہی **قال الشیخ الاشعری** الحاصل مولوی صاحب کی کم فہمی یا فریب بازی ہی جو بھی ایسی بیہودہ باتیں فرماتے ہیں کہ کہیں کا سر کہیں کا پاؤں ورنہ بمعنی مذکور عرف میں ایسی کلامو کا مروج ہونا وہ لوگ ہی جانتے ہیں جنکو عقل نہیں چہ جائیکہ اہل عقل اور اگر بھی اس قسم کے محاورات کی تصحیح کیلئے کلام ربانی ہی کی سند مطلوب ہو تو ہم کو اس سے بھی درگزر نہیں اس لئے یہ آیت حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا جو سورہ یوسف کے رکوع اخیر میں موجود ہی گوش گزار ہی اسکے بظاہر یہ معنی ہیں یہاں تک کہ جب رسولوں کو ناامیدی ہونے لگی اور وہ یوں خیال کرنے لگے کہ اُن سے جو کچھ امداد کے باب میں خدا کیطرف سے وعدہ وعید تھے سب جھوٹ تھی ہماری مدد اُنکے لئے آپہنچتی مگر سب اہل اسلام جانتے ہیں کہ انبیاء کی شان سے بہت بعید ہی کہ خدا سے ناامید ہوں اور کیونکر ناامید ہوں اس سورت میں اس رکوع سے پہلے رکوع میں جملہ یہی موجود ہی اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ جسکا یہ مطلب ہی بیشک ناامید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں پھر کسی مسلمان کے خیال میں آسکتا ہی کہ رسول اور ناامید ہوجائیں سو اگر حضرت عمر کی صدق روایت کے بہروت باتباع مرتضوی صدیق اکبر کو مولوی صاحب کاذب خائن وغیرہ سمجھتے ہیں تو خداوند کریم تو عمر سے زیادہ ہی سچے ہیں خدا کے فرمانکی تصدیق کرکے رسولوں کو خدا کی امداد سے ناامید سمجھکر حسب ایما آیت لائیس نعوذ باللہ کافر سمجھنے لگیں علی ہذا القیاس جو رسولوں کی نسبت جو اسی آیت میں مذکور ہی کہ دعاہائے خداوندی میں اُنکو خیال دروغ ہوا تو اسمیں بھی لازم ہی کہ مولوی صاحب رسولوں کی اتباع میں کمر چست باندہیں سو اول تو اکثر محاورات کلام اللہ سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ خیال باطل جسکسی وجہ سے جی میں جم جایا کرتا ہی اور اُسکا یقین ہوجایا کرتا ہی اُسکو ظن کہا کرتے ہیں چنانچہ سورہ جاثیہ میں کفار کے اس عقیدہ کی نسبت کہ مرنیکی بعد پھر کوئی اُٹھایا نجائیگا اور لوگوں کا یوں ارشاد ہی کہ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا یعنی وہ یوں ہی اٹکلوں کی باتیں کرتی ہیں الغرض کفار کو اپنے اس عقیدہ میں شک نتھا مگر چونکہ ایک خیال غلط تھا جناب باری نے اُسکو بلفظ ظن تعبیر فرمایا ایسے ہی اس مضمون میں سورۂ انشقاق میں انہ ظن ان لن یحور فرمایا سو اس محاورہ کے موافق اگر ظنوا انہم قد کذبوا کے معنی لیجئے تب تو مولوی صاحب کو لازم ہی کہ نعوذ باللہ بزعم خود باتباع پیغمبران برگزیدہ خداوند کریم کی مدعاؤنکو بالیقین جھوٹا سمجھیں اور اگر موافق مشہور ظن کے معنی گمان غالب یا شک سمجھیں تب مناسب یہ ہی کہ رسولوں کو تو یوں سمجھیں کہ اُنکو خدا کے کہے کا یقین نتھا اور اسوجہ سے نعوذ باللہ اُنہیں کافر سمجھیں اور اپنے آپ اُنکا اتباع کرکے دین ایمان کو برباد کریں اور اگر یوں تاویل کیجئے کہ رسولوں کو خوطن و شک تھا بہ نسبت خداوند صادق القول نتھا بلکہ نصرت کی دیر ہونے سے یوں سمجھے کہ اگر وعدہائے نصرت وعدہائے خداوندی ہوتے لاجرم اُن عدوں کا ظہور ہولیتا اتنی دیر نہ لگتی ہو نہو یہ وساوس شیطانی تھے وعدہائے خداوندی تھے تو اس صورت میں اول تو ہمیں کچھ نقصان نہیں جو کچھ بہ نسبت باس قوم ہوچکا وہی کافی ہی دوسرے ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں لازم آئیگا کہ انبیاء کو وحی پر اطمینان نہو نعوذ باللہ سو یہ ہم جانتے ہیں شیعہ بھی تسلیم نکریں کیونکہ جب انہیں یقین نہیں تو پھر کسکو ہوگا تو پھر چاہئے کہ ایمان ایک معنی بے مصداق ہوجائے کیونکہ ایمان کو یقین لازم ہی پھر اگر اپنی اطمینان اسطرح کرینگے کہ اُنکو بمقتضاء بشریت بے اختیار خیطرات دل میں گزرتے تھے اُسکو خداوند کریم نے بلفظ ظن نواہ وہ اپنے معنی میں ہو یا بمعنی یقین مبالغۃً تعبیر کردیا ہی تو یہی بات ہے جو ہمنے پہلے بیان کی ہی سو حضرت عمر کی بات کو بھی ایسا ہی سمجھو مگر ہاں اگر یوں کہئے کہ خدا کیطرف بوجہ بداکذب کا احتمال ہوسکتا ہی حضرت عمر کیطرف یہ احتمال نہیں تو البتہ ہمکو مشکل ہی مگر اُسکے لیے بداکے ابطال کی تقریر کیطرف مراجعت ضروری ہی **اقول**

کہ مولوی صاحب کی کم فہمی ہی نہ کچھ فریب بازی ہی جو مضمون کہ صحیح مسلم کی روایت کا ہی وہ تو انہوں نے بیان کر دیا اور فریب بازی تو کرتا ہی کہ جو معنی کہ واقعی اور صحیح ہیں اُس سے اعراض کر کے
ایک مطلب دا ہی کہ جسکے نہ سر ہی نہ پاؤں اپنی رای ناقص سے ایجاد کر کے بیان کرتا ہی کہ جسکو کوئی بھی پسند نکریگا اور کلام اللہ کی آیتوں پر بہت سے ملحدوں نے اعتراض کیا ہی اور مسلمانوں نے اُسکا
جواب دیا ہی اگر تو مسلمان ہی تو جواب اُسکا تیری ذمہ ہے اور آیتیں کلام اللہ کی دو طرح کی ہیں محکمات اور متشابہات اور جنکے دلوں میں کجی ہی وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور انبیاء ہمارے نزدیک
معصوم ہیں جب ہمارا یہ اعتقاد ہوا تو جو آیت قرآن کی کہ مخالف بشان انبیاء کی ہوگی وہ متشابہات میں سے ہے ہم اُسکی تاویل کرینگے جیسے کہ اور آیات دالہ تجسیم جناب باری عزاسمہ کے تاویل
کرتے ہیں اور حضرت عمر معصوم نہیں کہ اُنکے قول میں تاویل کی جائے کہ مبالغۃً فرمایا ہی اُنکے تو ظاہر قول ہی پر عمل کیا جاویگا چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا ہی کہ غیر معصوم کے قول کی تاویل نہیں
ہو سکتی اگر ایسا ہی ہو تو ہر شخص کا کلمۂ کفر تاویل کر کے صحیح کر دیا جائے اور عمر کے قول کی مبالغہ ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے ایک شخص نے آنسے دعوی اپنے حق کا کیا اور انہوں نے اُسکے نزدیک
ایک جھوٹی بات بنا کر اُسکے دعوی کو رد کیا تو وہ اُسکے نزدیک کاذب و خائن ہی ٹھیریگا اور عمر نے قرائن سے جانکر ہی کہا تھا کہ بیشک یہ کاذب و خائن ہمکو جانتی ہیں اور قرینہ یہ تھا کہ اہل ابوبکر سے روایت لا نورث ما ترکنا
صدقۃ کو سن چکے تھے اور بعد اُسکے پھر جو یہ مجھ سے طلب کرنے آئے ہیں تو یہ ہمکو کاذب و خائن ہی جانتی ہیں اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے اسواسطے عمر نے کہا کہ تم ہمکو کاذب و خائن جانتی ہو اور کلام اللہ کی آیت بیان
کی ہی حتی اذا استیأس جو معنی کہ اُسکے صحیح ہیں وہ تو کہتا نہیں ہے اُلٹی معنی کہتا ہی جس پر خواہ مخواہ اعتراض ہوا اور معنی صحیح اُسکے یہ ہیں کہ تاخیر کی ہمنے عذاب نازل کرنیمیں امم سابقہ پر چونکہ ہمارے پیغمبروں کو
جھٹلاتے تھے امتوں سابقہ میں سے حتی اذا استیأس الرسل یہانتک کہ نا امید ہوئے مرسلین اُنکے ایمان سے بسبب خبر دینے خدا کے سولنکو اور رعنیت اُن امتوں کی طرف کفر کے وظنوا انہم قد کذبوا
اور یقین کیا اُن سولوں نے کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے کہ قوموں نے اُنکو جھٹلایا اور یہ روایت ہے عائشہ سے اور حسن بصری سے اور قتادہ سے اور ابو علی جبائی سے جو کہ علماء اہل سنت ہیں اور ابن عباس اور ابن مسعود اور
سعید بن جبیر اور مجاہد اور ابن زید اور ضحاک اور ابی مسلم سے روایت تخفیف ذال کذبوا کی ہی اور ضمیر ظنوا کی طرف امتوں کے پھرتی ہی یعنی ظن کیا امتوں نے کہ جھوٹ کہا تھا پیغمبروں نے جو کچھ کہ ہمکو خبر کی تھی
اُنہوں نے نصرت کے آنے کی اور عذاب کے نازل ہونیکی اور یہ روایت تخفیف کذبوا کی بیضاوی میں بھی ہی اور بیضاوی میں لکھا ہی کہ بعضے کہتے ہیں کہ ظنوا کی ضمیر طرف امتوں کے پھرتی ہی اور کذبوا کی طرف
رسولوں کے یعنی ظن کیا اُن امتوں نے کہ وہ پیغمبر جھٹلائے گئے اپنے وعدہ میں اور سوا اسکے اور وجوہ بھی لکھی ہیں یعنی اور یقین کیا اُن سولوں نے کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے کہ قوموں نے اُنکو جھٹلایا تو جاءہم
نصرنا آئی اُن سولونکو نصرت ہماری بسبب پہنچنے عذاب کے کفار پر فنجی من نشاء پس نجات دیتی ہیں ہم عذاب سے جسکو چاہتے ہیں ہم کہ وہ مومنین ہیں ولا یرد بأسنا عن القوم المجرمین
اور نہیں پھیرا جاتا ہی عذاب ہمارا قوم گنہگاروں سے پس جو کہ اس شیخ نے معنی لکھی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں سواسطے کہ معنی صحیح یہ ہیں کہ نا امید ہوئے وہ انبیاء اُن قوموں کے ایمان سے بسبب خبر کرنے خدا کے
کہ یہ ایمان نہ لائینگے اور اس جہت سے کہ وہ اپنی کفر پر ایسے مصر تھے کہ پیغمبروں کو اُنکے ایمان لانیکا یقین ہو گیا تھا اب کوئی صورت اعتراض کی اس آیت پر نہیں ہے کہ کوئی کہنے لگے کہ انبیاء رحمت خدا سے کیونکر نا امید
ہو گئے یہ کام تو کفار کا ہی اور جو معنی کہ اس شیخ نے لکھی ہیں سو اپنے مذہب کے موافق لکھی ہیں ان معنی سے نعوذ باللہ انبیاء کا زمرہ کفار میں داخل ہونا لازم ہو گیا اور غضب یہ ہی کہ خود ہی آیہ فنجی من نشاء کی
ذکر میں پہلے اس سے لکھ چکا ہی کہ جب حضرت زکریا مایوس ہو گئے تو طلب فرزند کی دعا کی اور یہاں لعنۃ اللہ نا امید رحمت خدا سے کفار ہوئے ہیں اور وہ تو کہتے ہیں کہ انبیاء رحمت خدا سے ہرگز مایوس نہیں ہوئے
البتہ تم کہتے ہو اور عمر کو اس روایت میں ہم تو سچا ہی جانتے ہیں کہ خلیفہ رسول ہو کر جھوٹ نہ بکیونکر بولینگے اور اگر جھوٹ بولتے ہیں [illegible]
ہیں اور جب جھوٹ بولتے ہوئے تو قابل خلافت کے نہ رہے کیا الہام دیدہ و دانستہ کیا اور خدا تعالی کے راست گو ہونیمیں کیا کلام ہی کہ وہ تو اصدق الصادقین ہے اور اُسکے صدق سے بھی [illegible]
نہ ہمیں اور اس آیت سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا ہی کہ رسولونکو خیال دروغ آیا ہو یہ بھی اگر ہی تو تمہارے نزدیک ہے نہ ہمارے نزدیک اور شان انبیا بلند اور بری ہی خیال دروغ اور باطل سے اور کلام اللہ سے ہرگز ثابت
نہیں ہوتا ہی کہ کسی پیغمبر اور مومن کے جی میں خیال باطل جم جائے اور اگر کسی غیر مومن کے دل میں جم جاوے تو اُس سے ہمکو کچھ کام نہیں ہے اور نہ کفار کے ظن سے ہمیں کچھ مطلب ہے سو اگر حضرت عمر کے خیال
میں مثل کفار کے خیال باطل جم گیا تھا تو وہ مرۂ کفار میں سے شمار کئے جائینگے نہ مومنین میں سے اسمیں بھی تمہارے ہی واسطے قباحت ہے نہ ہمارے واسطے اور ظنوا انہم قد کذبوا کے معنی ہم بیان اوپر اسمیں کچھ قباحت
نہیں ہے اور ہمارے نزدیک کسی پیغمبر نے خدا کو جھوٹا نہیں سمجھا ہی اور اُس آیت سے یہ لازم آتا ہی اگر لازم آتا ہی تو تیرے نزدیک لازم آتا ہے کہ وعدہ خدا کو جھوٹا ہی سمجھے اپنے نزدیک یا بتباع علمیا اور اگر ظن کو گمان کے معنی
میں کہیں تو تیرے ہی نزدیک لازم آتا ہی کہ انبیاء کو خدا کے کہے کا یقین نہ تھا نہ ہمارے نزدیک اور تو ایسے پیغمبروں کے اتباع میں کہ جنکو خدا کے کہے کا یقین نہ تھا اپنے دین و ایمان کو برباد کرا اور اگر یوں تاویل
کیجے کہ رسولونکو جو ظن و رفوع تھا وہ بہ نسبت خدا کے قول کے نہ تھا بلکہ نصرت کے دیر ہونے سے یوں سمجھے تھے سو اسمیں بھی کچھ قباحت ہے وہ تیرے ہی واسطے ہے نہ تو آیت کے اُتنے ہی معنی بیان کرتا ہی نہ ہمارے واسطے
اور ہمارے نزدیک یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ بمقتضاء بشریت اُنکے دلونمیں خطرات بیجا گزرتے تھے یہ بھی تیرے ہی نزدیک ہوگا اور عمر کا یہ کہنا کہ تم ہمکو کاذب و خائن جانتی ہو بطور خطرات کے خلیفہ صاحب کے
دلمیں نہیں گزرا تھا بلکہ بالیقین جانتے تھے کہ یہ دونو ہمکو کاذب و خائن جانتی ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے کہہ چکے اور خدا کیطرف احتمال کذب کا شیعونکو ہرگز نہیں ہے اور جو کوئی ایسا احتمال کرے اُسکو شیعہ لعنت
کرتے ہیں اور نہ کافر سمجھتے ہیں اور نہ بدا سے یہ معنی مراد لیتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک تو ہر کتا اور سور اور گدہا اور گھوڑا اور آدمی وغیرہ خدا ہے اور بعضے اولیا اہل سنت نے دعوی خدائی کا کیا ہی تھا چنانچہ بایزید بسطامی
کہتے تھے کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی پاک ہوں میں بزرگتر ہی شان میری اور کہتے تھے کہ لا الہ الا انا فاعبدونی یعنی نہیں معبود ہے کوئی سوا میرے پس بندگی کرو تم مجھکو چنانچہ مثنوی رومی

بھی اُنکا حال بیان کرتے ہیں ؎ گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں لاالہ الاانا ہا فاعبدوں ✦ با مریداں آں فقیرِ محتشم ✦ بایزید آمد کہ یک یزداں منم ✦ نیست اندر جبہ ام غیر از خدا چند جوئی در زمین و در سما ✦ او منصور حلاّج تو اناالحق کہا ہی کرتے تھے مشہور و معروف ہے سو احتمال کذب کا شیعہ ان خداؤں کی طرف کرتے ہونگے نہ خدائے حقیقی خالق ارض و سما کی طرف کہ اُسکی طرف ایسا احتمال کرنیوالے کو بودہ کافر جانتے ہیں اور عمر کی طرف احتمال صدق اور کذب میں دونو میں تمہارے ہی واسطے خرابی ہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال انبیاء کی نسبت خداوند کریم کا یہ فرمانا کہ وہ مایوس ہوگئے یا اُنکو خدا کی نسبت یا وحی کی نسبت احتمال دروغ ہوا بجز اسکے صحیح نہیں ہوسکتا کہ موقع تعریض و عتاب میں مبالغہ فرمادیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو عبرت ہو اور آپ ایسے خیالات میں نہ پڑجائیں یا اور کسی وجہ سے مبالغہ فرمادیا ہے سو ایسے ہی حضرت عمر کے قول مذکور کو بھی سمجھئے بہرحال یہ آیت ہمارے مطلب کے لئے ثبوت کامل ہے اور اسی قسم کی بہت سی نظیریں اہل فہم کلام الٰہی سے نکال سکتے ہیں کہ اگر معنی ظاہری مراد لیجئے اور قرائن صارفہ کا کچھ خیال نکیجئے تو دین و ایمان کی کچھ خیر نہیں سو اگر مولویصاحب کو کچھ ایمان کا ڈر ہے تو بہرخواہ مخواہ معنی ظاہری پر جو بے لحاظ قرائن خارجیہ کے تبادر الی الفہم ہیں کچھ لحاظ نکریں بلکہ معنی مقصود ربانی پر نظر رکھیں یعنی آیہ حتی اذا استیأس الرسل کے یہ معنی لیں کہ انبیاء کی تو دل میں یقین ہی تھا کہ وعدہائے الٰہی صادق ہیں ایک روز نہ ایکروز بیشک مدادِ الٰہی آنیوالی ہے غرض دل سے کوئی صورت انقطاع امید اور ظن دروغ کی نہیں پر جیسے بمقتضاء بشریت ہمارے تمہارے دل میں خدا و رسول کی خیالات فاسدہ اوپر کے دلمیں آجاتے ہیں اور اس سے اعتقاد قلبی میں کچھ فرق نہیں آتا ایسے ہی انبیاء کے دلونمیں بھی بمقتضاء بشریت بہ نسبت وعدہائے الٰہی خیالاتِ فاسدہ بے اختیار گزر جاتے ہیں اور خدانخواستہ اطمینان قلبی میں کچھ فتور نہ تھا کہ جیوں کہئے کہ وہ واقعی ناامید ہوگئے تھے اور یقین ہوگیا تھا کہ وعدہائے الٰہی محض دروغ تھے یا اُنکے صدق کا یقین نہ رہا تھا مگر چونکہ اس قسم کے خیالات کی وجہ سے گو تہ دل میں نہوں اور بے اختیار ہی آتے ہوں ظاہر لفظ میں یوں ہی کہتے ہیں کہ دل میں اعتقاد ہی نہیں یہ بات بعد تامل ہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ فقط اوپر کے خیالات ہیں تو خداوند کریم نے بھی برعایت ظاہر بالطور مبالغہ متعارف اُن خیالات کو بلفظ ظن اور بیقراری اور بے تاملی بشری کو جسکے لوازم میں سے یہ خیالات ہیں بلفظِ یاس تعبیر فرمایا لیکن اسی طرح اگر حضرت علی اور حضرت عباس کی نسبت حضرت عمر کے اس فرمانے کو کہ تم صدیق اکبر کو اور مجکو کاذب و خائن وغیرہ سمجھتے ہو حضرت علی اور حضرت عباس کی کشیدگی و شکایت پر جو بمقتضاء بشریت برخلاف اعتقاد اور محبت قلبی کی جو تہ دل میں جمی ہوئی تھی اوپر کے دل میں گزرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی محمول کریں تو اس سے زیادہ اور تو کچھ گناہ نہوگا کہ کلام اللہ کی ایک روش اختیار کی اور یہ بات تو حضرت علی اور حضرت عباس نے منہ سے نکالی بھی تھی احتمال ہے کہ حضرت عمر ہی غلط سمجھ گئے ہوں کہ دونو صاحب کچھ اس قسم کا خیال تہ دل میں یا اوپر کے دل میں رکھتے ہیں ہم تو اسکے یہی معنی سمجھتے ہیں جو حضرت عباس نے حضرت علی کو بالمواجہ مجمع عام میں اسی جلسہ میں بعینہ یہی الفاظ کہے ہیں چنانچہ اسی حدیث میں جسکی حوالہ سے مولویصاحب حضرت عمر کا حضرت علی اور حضرت عباس کو یوں کہنا کہ تم صدیق اکبر کو کاذب خائن وغیرہ سمجھتے ہو ثابت کرتے ہیں موجود ہے مگر اسکو نقل کا ہیکو کرکے یہ تو صدیق اکبر ہی سے ضد ہے بہرحال سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ حق بات یہی ہے جو میں نے عرض کی ورنہ حاشا و کلا جو حضرت علی اور حضرت عباس کے دلمیں ذرہ برابر صدیق اکبر کی طرف سے بدگمانی ہو مگر افسوس یہی ہے کہ مولویصاحب اپنی تیرہ درونی کے باعث حضرت عمر کو بھی اگر بلحاظ ظاہر یوں فرمادیں کہ حضرت علی کے دل میں صدیق اکبر کی طرف سے کچھ فرق ہے تو بے تحقیق اعتبار کرلیں اور حضرت خود اپنی زبان مبارک سے قسمیں کھا کھا کر ایسے کمالات جو لگ بھگ مرتبہ نبوت کے ہیں صدیق اکبر کی تعریف میں بیان فرمائیں اور علی ہذا القیاس اور ائمہ نے چنانچہ سابقاً بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ مفصلاً مرقوم ہوچکا ہے لیکن تسپر بھی کیا امکان جو مولویصاحب کے اور سوا انکے اور شیعوں کے دلمیں کا کھوٹ ہے سبحان اللہ کیا سمجھ ہے صدیق اکبر کی جو کریں تو حضرت عمر بھی معتبر ہوجائیں اور تعریف ہو تو پھر حضرت علی ہی کہی جاؤ کوئی نہیں سنتا کسی نے سچ کہا ہے کل شئی یرجع الی اصلہ تم تو نہیں کہہ سکتے پر شیعوں کے طور پر مولویصاحب کی وہی مثل ہے کہ حضرت موسیٰ کی سبابہ بنی اسرائیل سیدھے نہوئی اور سامری کی ایک طلسم پر دین ایمان کھو بیٹھے اس تقریر کی بو مولویصاحب کو اپنی اس جرنیلی اعتراض کی قلعی کھل گئی ہوگی **اقول** بے ذائقہ ہے یہ اعتراض کہ جس سے کچھ فائدہ نہیں ہے کاغذ کو سیاہ کئے جاتا ہے اور پیغمبروں کی عیوب نکالتا چلا جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا رحمتِ خدا سے مایوس ہونا ثابت کرتا چلا جاتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ رحمتِ خدا سے مایوس ہوئے تھے اور نہ اُنکو خدا کی وحی کی نسبت احتمال دروغ تھا جیسا کہ ہم بیان کرآئے ہیں اپنی رائے سے جو چاہتا ہے سو تراشتا ہے اور بھلا یہاں مبالغہ کو کیا دخل ہے صاف صاف آیت کے معنی ہیں لیکن جس کو دان ہی کی سمجھ میں نہ آئیں اسکا کیا علاج اور نہ عمر کے قول میں کچھ مبالغہ تھا چنانچہ کئی مرتبہ ہم اسکو لکھ چکے اور اس آیت سے تیرا مطلب گزنابت نہیں ہے اے شیخ بلکہ اس آیت کو کچھ تعلق ہی نہیں ہے اور آیت میں تحریف کرکے ایک بیہودہ بات جو اپنی رائے سے پیدا کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو خاطی اور مجرم ٹھیراتا ہے عمر کی خاطر سے اور ایک بیہودہ تاویل ایجاد کرکے عمر کو صاف اور بری کرتا ہے کیونکر ہوسکتا ہے یہ بات کذب و خیانت کی تو جم گئی اور عمر کے قول میں ہرگز تاویل نہیں ہوسکتی کہ تاویل کی اسمیں گنجائش ہی نہیں ہے اور کلام اللہ میں اگرچہ ایسی آیتیں ہیں کہ ظاہر معنی اُسکے خلاف عقائد کے ہیں لیکن یہ آیت ایسی نہیں ہے اسکے معنی تو صاف ہیں مگر تو جو اہل بیت علیہم السلام کی پیروی سے برگشتہ ہے اسواسطے الٹے معنی تیری سمجھ میں آتی ہیں اور ہم میں اور تم میں یہی فرق ہے کہ تم تو آیت کے وہ معنی بیان کرتے ہو جس سے انبیاء علیہم السلام پر طعن وارد ہو اور ہم وہ معنی کہتے ہیں کہ جس سے طعن انبیاء پر نہونے پاوے اور تمہارا دستور ہے جب کوئی ثلاثہ کی عیوب کا ذکر کرتا ہے تم اسکے عوض میں انبیاء علیہم السلام کے عیوب اور خطاؤں کی ثابت کرنیمیں کوشش کرتے ہو اور انبیاء علیہم السلام رحمتِ خدا سے ہرگز مایوس نہوئے تھے بلکہ انکو یقین تھا وعدہائے الٰہی کے صادق ہونیکا اور منتظر تھے اُسکے ایفا کے اور مایوسی انکو قوموں کی ایمان لانے سے ہوگئی تھی جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں

نہ وعدہ کے وفا ہونے سے اور اوپر کے دل سے سب سے انکو یقین تھا اور جیسکہ ہمارے اور تمہارے دلونمیں بمقتضاے بشریت خیالات فاسدہ گزرتے ہیں انکے دلوں میں نہیں گزرتے اور اگر انکے دلونمیں بھی گزرتے تو وہ پیغمبر کاہیکے ہوتے اور معصوم کیونکر ہوتے اور ہم میں اور انمیں کیا فرق رہتا اور جو کچھ کہ تاویل کی ہے یہ تاویل بھی واہی ہے کہ اسکو عاقل ہرگز پسند نکریگا اور جو کچھ کہ تاویل کی ہے حضرت عمر میں جاری نہیں ہوسکتی چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ محبت تو دل میں جمی ہوئی ہو اور اوپر کے دل سے کشیدگی اور شکایت ہو اول تو اس کشیدگی کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کس جہت سے تھی کوئی ایسا ہی امر عظیم ہوگا کہ جسکی جہت سے ایسے کشیدہ ہوئے کہ انکو کاذب اور خائن جانا سوائے غصب حق کے اور کیا چیز ہے اور طلب میراث ہی کا مقدمہ درپیش تھا سو اسکے اور کوئی امر تو درپیش نتھا اور یہ امر نہیں ہے کہ حضرت عمر انکی کشیدگی اوپر کے دل سے جانتی ہوں بلکہ یہ جانتے تھے کہ یہ ہمکو کاذب اور خائن تہ دل سے جانتے ہیں گو اپنی زبان سے نہیں کہتے ہیں اسواسطے عمر کو یہ حال انکا اس قرینہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ ابوبکر نے جو روایت لانورث بیان کی تو انہوں نے اسکو تسلیم نکیا اور ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا جانکر پھر میرے پاس میراث طلب کرنے آئی اور اگر ابوبکر کو سچا جانتی تو مجھ سے کیوں طلب کرتی بیشک یہ ہمکو کاذب اور خائن جانتی ہیں اسواسطے عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا کہ تم دونو ہمکو کاذب اور خائن جانتے ہو اور کلام اللہ کی پیروش نہیں ہے جو کہ تو نے اپنی رائے ناقص سے بیان کی اور اگر حضرت عمر غلط سمجھ گئے تھے تو ہوسکتا ہے کہ ابوبکر بھی روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کو غلط سمجھے ہوں کہ حضرت کے ارشاد کے خلاف سمجھے ہوں اسواسطے کہ خلاف کلام اللہ کے حضرت ایسا کیوں فرماتے اور اس غلط فہمی پر حق وارثوں کا حضرت کے دبانا نہ چاہیئے تھا اور حضرت عباس نے جلسہ عام میں ہرگز ایسا نہیں فرمایا یہ بھی ایک وضعی فقرہ ہے جیسے کہ اقرار روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کا وضعی ہے اور اگر واقع میں ایسا ہی ہے تو اسکا جواب بھی تمہارے ذمہ ہے کہ تمہاری کتاب کی روایت میں آیا ہے اور مولوی عمار علی صاحب کو تو اس فقرہ کے ذکر کرنے سے کچھ غرض ہی نتھی وہ کیوں ذکر کرتے لیکن ہمنے پہلے اس سے اسکا بھی ذکر کردیا ہے اس روایت کے بیان کرنیمیں اور یہ فقرہ بھی حضرت عمر کے قول کاذب خائن کی رعایت کیلئے بنایا گیا ہے کہ دیکھو حضرت عباس نے بھی علی کو ایسا کہا ہے لیکن ہمکو اس سے کیا ہمارا مطلب تو جس بات سے ہے اسی سے ہے اور صدیق اکبر سے ہمکو خواہ مخواہ کچھ ضد نہیں ہے انہوں نے جو سید المرسلین اور خاتم النبیین کی اولاد کا حق دبایا تھا اسواسطے کہتے ہیں اور حضرت علی نے کسی پیغمبر کی اولاد کا حق نہیں چھین لیا تھا جو انکو کچھ کہتے اور اگر حضرت عباس نے بموجب حضرت علی کو ایسا کہا ہوگا تو وہ گنہگار ہوئے ہونگے ہمکو اس سے کیا اور حضرت علی اور عباس کو بدگمانی ابوبکر کیطرف سے مثل آفتاب روشن کے ظاہر ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے پائی جاتی ہے اور ہم لکھ چکے ہیں اور تو اگر اپنی تیرہ درونی کی جہت سے اسکا انکار کرے تو تیرا انکار پیش نہیں جاتا ہے اور جسوقت حضرت عمر بیان کریں کہ علی کے دلمیں ابوبکر کیطرف سے کچھ فرق ہے تو بیشک اسکا بدون تحقیق کے اعتبار کرسکے کہ وہ دو یعنی ابوبکر اور عمر آپمیں دو قالب اور ایک جان ہے جب ایسا شخص اپنے ایسے یار کی بری بات کہیگا تو اسکا کیونکر اعتبار نہوگا کہ سوا اسکے اور وجوہ سے بھی ہمکو یہ بات ثابت ہے اور اگر حضرت خود تعریف میں انکی ایسے کمالوں کو بیان کریں کہ جو لگ بھگ نبوت کے ہیں تو ایسے بیان سے ہمکو واضح ہوجائیگا کہ یہ وضعی بات ہے اور ان حضرت نے ایسا نہیں فرمایا کہ ہم اور روایات مشہورہ سے انکے بے کمالی کو جانتے ہیں اور جو کچھ کہ اور آئمہ سے روایتیں بیان کی ہیں ہمنے ان سب کو رد کردیا ہے اور جو انکا دیدیا ہے لیکن تس پر بھی کیا امکان ہے اس شیخ کے اور سوا اسکے اور سنیوں کے دلمیں کا کفر ٹوٹے سبحان اللہ کیا سمجھ ہے کہ ابوبکر کی ہو اگر حضرت عمر کریں تو وہ غیر معتبر ہوجائیں اور شیعوں کی تعریف اگر جناب رسولخدا صلعم کریں اور بشارت جنت کی دیویں اور فرمائیں کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ تو کہی جاؤ کوئی بھی نہیں سنتا سچ کہا ہے کل شئی یرجع الی اصلہ ہم تو نہیں کہہ سکتے پر سنیوں کے طور پر اس شیخ کی وہی مثل ہے کہ حضرت موسیٰ کے سینکڑوں معجزوں پر بھی بنی اسرائیل سیدھے نہوئے اور سامری کی ایک طلسم پر دین و ایمان کھو بیٹھے اس تقریر کی بوداغ شیخ کو اپنی اس حریفانہ جواب کی قلعی کھل گئی ہوگی قال الشیخ الاشعری اور اگر بالفرض یہ بات بھی دلنشین ہو کہ حضرت عمر نے جو کہا وہ واقعی تھا نہ اسمیں کچھ غلطی ہے نہ اسکے سوا ظاہر معنوں کی اور کوئی معنی تو میری عرض یہ ہے کہ میں بر بنیت حضرت علی اور حضرت عباس کے دلمیں یہی بات ایک دفعہ کو جم گئی ہو کہ صدیق اکبر نے خیانت کی اور جھوٹ بولا یا کہ رسول اللہ صلعم نے لانورث ماترکناہ صدقۃ فرمایا ہے لیکن مولا صاحب فرمائیں تو سہی کہ اتنا بات سے انکے کیا ہاتھ لگا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے دست و گریبان ہونیکا قصہ مشہور و معروف ہے اسکے سبب بجز اسکے کچھ اور بھی تھا کہ حضرت موسیٰ یا نیوجہ کہ انکی خلقی یہ بات تھی کہ خلاف شریعت اور مخالف حکم الٰہی دیکھا نہیں اور انکے تن بدن میں آگ لگی نہیں دیر برابر اگر کہیں خدا کی نافرمانی نظر پڑجاتی تھی تو تھامی نہیں تھے طور سے لوٹکر جب بچھڑے کی پوجا پاٹ دیکھی تو ایکدفعہ ہی لوحیں سمجھ گئی تھیں بلکہ بنی اسرائیل نے کیا تو کیا حضرت ہارون ہی انکے شریک حال ہوگئے یا انہوں نے بنی اسرائیل کو نہ روکا جو یہ فساد پھیل گیا بہرحال انکو شریک حال سمجھا یا یوں سمجھا کہ انہوں نے کسیکو روکا نہیں لیکن اس سمجھ میں دل تو حضرت موسیٰ کو کچھ شک نہیں ہا تہا نہیں نوبت یہانتک نہ آئی کہ انکے سر کے بال اور ڈھاڑی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچے فقط شک اور تردد میں اتنی پیقدری تو کم عقل ہی نہیں کرتے چہ جائیکہ حضرت انبیا کی جنکا کمال عقل بالیقین معلوم ہے دوسرے یہی سب جانتی ہیں کہ حضرت موسیٰ کی غلط فہمی تھی جیوں سمجھے ہارون اول تو نبی معصوم تہے ایسے امر میں شریک ہونا یا منع نکرنا انمیں منجملہ محالات ہے دوسرے اگر معصوم نہوتے تب واقع میں انسے کچھ خطا ہوئی تھی بے تحقیق فقط ظاہر حال کی وجہ سے یہ سمجھکر کہ حضرت ہارون سے درباب نہی عن المنکر تقصیر ہوئی یا خود انکے شریک حال ہوگئے حضرت

موسی اپنے آپے سے باہر نکل گئے ورنہ حضرت ہارون بہرطور بے خطا تھے شریک حال ہونا کجا منع اور زجر و توبیخ میں انہوں نے اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کی تھی تقدیر سے بات راست نہ آئی اب دیکھئے کہ جب ایک معصوم دوسرے معصوم سے اتنی بدظن ہوجاتے ہوں کہ نوبت ہشت و مشت کے پہنچی تو حضرت علی اگر فی الجملہ کچھ حضرت ابوبکر کیطرف سے بدگمان ہوجائیں تو کیا حرج ہے اور اہل سنت کو اسکی تسلیم میں کیا دشواری ہے نہ ابوبکر صدیق انکے نزدیک معصوم ہیں جو انکی کذب و خیانت کی منسوب ہونے میں کسی رکن ایمان کا تھامنا مشکل پڑجائے نہ حضرت علی انکے اعتقاد میں معصوم کہ انکی طرف غلط فہمی کی نسبت کرنے سے کچھ جی ڈرے اور پھر بالفرض ہنوز یہ بھی متحقق نہیں کہ بالیقین حضرت علی کے جی میں صدیق اکبر کی طرف سے کچھ گمان فاسد ہو فقط حضرت عمر نے اپنے عندیہ کے موافق وہ بھی مبالغۃً ایک بات کہدی ہے ورنہ حضرت علی کا بہ نسبت حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ اقرار کرنا اور پھر حد سے بڑھ کر تعریفیں کرنی چنانچہ سابقاً مذکور ہوچکا ہے خود اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ دل مرتضوی لبریز حسن اعتقاد صدیق اکبر تھا اسپر بھی اگر مولوی صاحب بزعم خود باتباع حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ صدیق اکبر کو کاذب و خائن و غادر و آثم سمجھتے ہیں تو بہ نسبت حضرات ہارونی دو قدم آگے بڑھ کر انکے عصیان اور شراکت شرک کا چھاتی ٹھوک کر اقرار کرینگے کیونکہ اول تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معصوم اور بزعم شیعہ معصوم ورنہ اہل سنت پر یہ طعن کیوں ہوتا کہ انکے امام ابوحنیفہ وغیرہ غلطی کہا سکتے ہیں دوسرے حضرت موسیٰ کا بہ نسبت حضرت ہارون علیہما السلام بالیقین خطاوار سمجھنا بالیقین معلوم ہے تو اس صورت میں کوئی صورت مولوی صاحب کو اس عقیدہ میں کمی کرنیکی نہیں اور حضرت عباس حضرت علی کے بھی بزرگ ہیں دین کے نہیں نسب ہی کے سہی تھوڑا بہت کچھ انکا بھی اتباع چاہئے بہت نہیں تھوڑا ہی سہی معہذا حضرت عباس رسول اللہ صلعم کو نہایت محبت تھی چنانچہ بحوالہ قاضی نوراللہ شوشتری مرقوم ہولیا ہے تو انکی بات باون تولے پاؤرتی کے نہیں تو کچھ تو اعتبار رکھتی ہوگی سو جس سند سے مولوی صاحب کو صدیق اکبر کی نسبت حضرت علی کا کاذب سمجھنا کچھ معلوم ہوا ہے اسی روایت میں حضرت علی مرتضی کو بعینہ اسی طرح برا کہنا اس سے بھی پہلے مذکور ہے بلکہ شاید حضرت عمر نے انہیں کی بات سے سمجھا ہو کہ ایسے معاملات میں اتنی رنج میں ایک دوسرے کو کاذب وغیرہ سمجھتے ہیں اسی قیاس پر انہوں نے کہدیا کہ تم صدیق اکبر کو ایسا سمجھتے ہو سو بحکم محبوبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگی حضرت علی حضرت عباس کا بھی اقتدا چاہئے اگر عذر بے اعتقادی ہے تو بہت نہیں تھوڑا ہی سہی واہ کیا دین ہے کیا آئین ہے جس مذہب کی ایسے دلائل ہیں وہ خود مذہب کیسا ہوگا قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اقول جو کوئی تیری پوچ تقریر کو پسند نکرے وہ تو بلادت کی جہت سے ہو اور جو کوئی پسند کرے وہ تیرے نزدیک خوب سمجھا ہوا ہے یہ کیونکر ہوسکتا ہے پسندیدہ وہ ہے کہ جسکو اپنا اور بیگانہ سب پسند کریں اور جو کچھ کہ تو نے لکھا ہے اسکو کوئی بھی پسند نکریگا اور بیشک جو کچھ کہ عمر نے کہا تھا کہ تم ہمکو کاذب اور غادر جانتے ہو یہ سب واقعی تھا اور کچھ غلطی اسمیں نہیں ہے اور ظاہر معنی اسکے یہی ہیں اور البتہ حضرت علی اور عباس کے دل میں یہ بات جم گئی تھی ابوبکر اور عمر نے دونوں نے خیانت کی ہے اور روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کے بیان کو نہیں جھوٹے ہیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے دست و گریبان ہونیکا قصہ جو ہے اس میں تیرا کیا مطلب ہے اور تمہارا دستور ہے کہ جب کوئی ابوبکر اور عمر پر انکی بداعمالی کی جہت سے طعن کرتا ہے تو تم اسکی جوض میں انبیاء علیہم السلام کے حبیبوں کو ثابت کرتے ہو اور ہم اسکو دفع کرتے ہیں اسواسطے کہ وہ معصوم ہیں اور معصوم سے بدی کا ظہور میں آنا خلاف عصمت کے ہے تخالفین دونوں ایک جگہ جمع کیونکر ہوں اور یہ قصہ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ کا وہ ہے کہ اسمیں کوئی بات گرفت کی نہیں ہے حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر جو اپنی طرف کو کھینچا تھا اسکو تم کہتے ہو کہ حضرت موسیٰ کا یہ فعل بد تھا کہ ہارون بیگناہ کو غلط فہمی کی جہت اپنی طرف کو کھینچا سو حضرت موسیٰ نے جو حضرت ہارون کو اپنی طرف کو پکڑ کر کھینچا یہ فعل انکا بد نتھا اور نہ حضرت موسیٰ کے سمجھنے میں غلطی تھی بلکہ عمداً کھینچا تھا اور جانتے تھے کہ ہارون اسمیں بیگناہ ہے اور حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کے بال پکڑ کر اپنی طرف کو بنی اسرائیل کے دکھانیکے واسطے اور اوپر ظاہر کرنیکے واسطے کھینچا تاکہ وہ جانیں کہ وہ فعل ہمارا گوسالہ پرستی کا بڑا سخت اور نہایت ہی بد تھا کہ جسکے واسطے موسیٰ نے غصہ میں ہوکر اپنے بھائی ہارون بیگناہ کی کہ جسکو پیغمبر بھی کہتا ہے ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے تاکہ وہ لوگ اس فعل کو موسیٰ کے دیکھکر توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت نکریں اور حضرت ہارون بھی اس مصلحت کو سمجھے ہوئے تھے اسیواسطے انہوں نے بھی کہا کہ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ پس نہ تو مجھپر دشمنوں کو اور حضرت موسیٰ نے طلب مغفرت کی دعا اپنے واسطے تو اس لئے کی کہ میرے بھائی کے ساتھ مصلحتہً یہ حرکت کی ہے کہ اسکو کھینچا ہے شاید تیری پسند نہو اور اپنے بھائی کے واسطے اسواسطے مغفرت چاہی کہ اس نے سختی سے منع نکیا ہوگا اور حلیم اور نرم بہت تھے، نرمی سے انہوں نے منع کیا ہوگا اور بعضی کہتے ہیں کہ اسواسطے حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ نے غصہ ہوکر کھینچا کہ جسوقت بنی اسرائیل نے یہ حرکت گوسالہ پرستی کی کی تھی تو اسکو دیکھ کر میرے پاس کیوں نہ چلا آیا کہ اسپر عذاب نازل ہوتا اور اسی واسطے حضرت موسیٰ نے طلب مغفرت کے اپنے واسطے اور اپنے بھائی کے واسطے دعا کی کہ مصلحت سے جو میں ہارون کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اور بھائی میرا وہاں سے کیوں نہ چلا گیا لیکن وہ پہلے معنی بہتر ہیں اور یہ بات نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو قصوروار سمجھ کر اپنی طرف کو کھینچا تھا اور یہ بات کہ حضرت موسیٰ خلاف شرع جو کوئی امر دیکھتے تو انکو بہت غصہ آتا تھا اور آپے سے باہر ہوجاتے تھے یہ سب سچ ہے لیکن یہ سمجھنا حضرت موسیٰ کا نعوذ باللہ کہ ہارون بھی انکی شریک حال ہوگئے یا انہوں نے کسیکو اس حرکت سے روکا نہیں یہ کیونکر درست ہوسکتا ہے اگر ایسا سمجھئے تو یا تو حضرت موسیٰ پیغمبر نہ تھے یا حضرت ہارون پیغمبر نہ تھے بلکہ عوام الناس میں سے تھے اور جو کوئی ایسا گمان کرے انکی طرف اسکو ایمان انبیاء پر نہیں ہے اور وہ شخص ایک بڑا فرقہ اکرتا ہے انبیاء علیہم السلام پر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو خدا کا رسول بھی جانیں اور پھر یہ بھی

سمجھیں کہ اس نے شرک کو اختیار کیا بڑی تعجب کی بات ہی کہ حضرت موسی پیغمبر تو ہوگئی لیکن یہ نہ سمجھے کہ پیغمبری کیا چیز ہے ایسے تو حضرت موسی نادان تھی کہ پیغمبر کو مشرک گوسالہ پرست گمان کریں تمہارے نزدیک ایسا ہی ہوگا مگر ہم تو اس اعتقاد سی پاک ہیں اور بعد اسکے جو کچھ تو لکھتا ہی کہ اس سمجھنے میں حضرت موسی کو کچھ شک نہیں رہا تھا یہ لکھنا تیرا بالکل غلط ہی بلکہ حضرت موسی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہی اور ہارون نے انکو روکا ہوگا کہ وہ پیغمبر ہیں اور اسیواسطے وہ پیغمبر ہوکر آئے ہیں کہ لوگوں کو شرک سی منع کریں مگر لوگوں نے انکا کہنا نہ مانا چنانچہ خدا تعالی حضرت ہارون کے قول کو بیان کرتا ہی جو کہ حضرت موسی سے انہوں نے عذر کیا تھا یا بن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلونی اور انکے بال پکڑ کر جو حضرت موسی نے کھینچے تو اسی مصلحت سے کہ ہم بیان کرچکے پہلے اس سے اور حضرت موسی کو شک اور تردد اس میں ہرگز نتھا بلکہ یقین تھا کہ ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہی اور سوا میرے کوئی نہیں جانتا ہی کہ حضرت موسی سے غلط فہمی ہوئی اور جس طرح سی تو کہتا ہی اسطرح وہ سمجھی ہی نہیں تھے بلکہ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہارون اسمیں بالکل بے قصور ہی اور بیشک حضرت ہارون معصوم تھے اور ایسے امور میں شریک ہونا اور منع نکرنا منجملہ محالات ہی اور یہی حضرت موسی سمجھی ہوئے تھے اور اسی لئے انکو بے قصور جانتے تھے اور ظاہر حال سی حضرت موسی یہ سمجھے ہی نتھی کہ ہارون سے در باب نہی عن المنکر تقصیر ہوئی یا انکے شریک حال ہوئی اور کیونکر شریک ہونیکا گمان کرتے کیا وہ حضرت ہارون کو مشرک جانتے تھے اور حضرت موسی حضرت ہارون سے ہرگز بدظن نہیں ہوئے اور نوبت ہشت مشت کی اسی مصلحت سے پہونچی کہ جو لوگوں کو دکھانیکو ایسا کیا تھا تاکہ اس فعل کو نہایت قبیح سمجھکر اس سے توبہ کریں اور آیندہ ایسی حرکت نکریں اور حضرت علی جو ابوبکر کیطرف سے بدگمان ہوئے باعث اسکا یہی ہی کہ دختر رسول خدا صلعم کا حق دبا بیٹھے اور سوا اسکے بدگمانی اور کس امر کی تھی اور کیا کیا تھا ابوبکر نے حضرت علی کا جو وہ بدگمان ہوتے اور اہل سنت کو اسکی تسلیم میں دشواری کیوں نہیں ہی کہ ایسا ڈاکو اور لٹیرا لوگوں کا مال ظلم سے غصب کرنیوالا خلیفہ اور نایب رسول نہیں ہوسکتا ہی اور اگر یہی حال ہی خلافت رسول کا تو سلام ہی ایسی خلافت کو خوب خلافت مقرر کی ہی جو ٹے دغابازوں کے اور حضرت علی کیطرف ہرگز گمان غلط فہمی کا نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ دعوی انکا مدلل تھا اور ابوبکر کیطرف حضرت علیؑ کو بیشک گمان فاسد تھا کہ اسکے قرائن اور علامات موجود تھی اور حضرت عمر کا عندیہ بھی صحیح تھا کہ وہ بھی بیوجہ نہیں کہتے تھے اور مبالغہ نہیں کرتے تھے بلکہ جو کچھ کہ واقع میں تھا اسکے موافق کہتے تھے اور انکے نزدیک قرائن اسلے موجود تھے کیا تمہارے حضرت عمر ایسے یاوہ گو تھے کہ بیوجہ علی اور عباس پر تہمت کرتے اور اقرار روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کا حضرت علی نے ہرگز نہیں کیا ہی چنانچہ کئی مرتبہ ہم ثابت کرچکے یہ فقرہ بالکل موضوع ہی اور تعریف ابوبکر کی کرنی جیسے کہ ہے وہ خوب معلوم ہی اور جواب اسکا پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور حسب اعتقاد حضرت علی کو جیسا کہ ابوبکر سے تھا وہ خطبہ شقشقیہ سے جسکا اقرار علماء اہل سنت کرتے ہیں کہ یہ کلام جناب امیر کا ہے اور بعض روایت اہل سنت سے خوب واضح ہی اور حضرت ہارون ہرگز شریک بنی اسرائیل کے شرک میں نتھے اور نہ حضرت موسی انکی نسبت ایسا گمان تھا تو انبیاء پر بہتان کرتا ہی اور کیونکر ایسا ہوسکتا ہی کہ پیغمبر شرک کو اختیار کرے یا ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر پر گمان شرک کا کرے پیغمبر تو بیچارے بازاری آدمی ہیں کہ شرک کے دفع کرنیکو تو مبعوث ہوکر آئے اور پھر خود ہی شرک کرنے لگیں کیا حضرت موسی پیغمبر یکی غرض سے جاہل تھی جو ایسا گمان حضرت ہارون کی نسبت کرتے اور حضرت موسی بیشک معصوم تھی اور غلط فہمی سے پاک تھے اور غلط فہمی انسے ہرگز نہیں ہوئی ہی تیری سمجھ ہی کی غلطی ہی اور وجہ حضرت ہارون کی اپنی طرف کھینچنے کے ہم پہلے اس سے بیان کرچکے ہیں اور حضرت موسی نے حضرت ہارون کو ہرگز خطاوار نہیں سمجھا تھا ابوبکر کی خاطر سے تو انکا خطاوار سمجھنا ثابت کرتا ہی اور ہمارے نزدیک یہ کہ انکو ہرگز خطاوار نہیں سمجھا تھا اور جو معنی کہ آیت مذکورہ کے صحیح ہیں اسکو ہم بیان کرچکے اور حضرت عباس حضرت علی کے البتہ بزرگ ہیں اس جہت سے کہ وہ انکے چچا ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت مولی الصلعم حضرت عباس سے محبت رکھتی تھے اور حضرت عباس کی بات کا ہمارے نزدیک اعتبار بھی ہی لیکن حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب اور خائن اور آثم اور غادر ہرگز نہیں کہا ہی یہ جملہ اس میں واسطے رعایت حال عمر کے زیادہ کردیا ہی یہ کہنیکو کہ عباس نے بھی تو علی کو ایسا کہا ہی اور کیونکر اعتبار کیا جاسکا کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو ایسا کہا ہی حضرت علی نے کیا حضرت عباس کا کوئی حق دبا لیا تھا جو ایسا کہتے اور اگر بروایت اہل سنت دونوں متولی ایک زمین کی ہوئی تھی کہ اسکا محاصل ضرر پر تقسیم کردیا کرتے تو متولی ہونیسے مالک اس زمین کے نہیں ہوگئی تھے کہ عباس کے حق کا دبانا ثابت ہو بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت علی ہی تنہا متولی رہی اور حضرت عباس کو تولیت سے ہٹا دیا اور تولیت ایک عہدہ ہوتا ہی کسیکی شی مملوک نہیں ہوتی اور حضرت عباس تولیت کے انتظام سے ناواقف ہونگے اور انکی شراکت سے ضرر ہوتا ہوگا اسواسطے انکو ہٹا دیا ہوگا اس میں کاذب اور خائن کہنے کی کیا صورت ہی اور ہمارے نزدیک تو یہ تولیت ہی ثابت ہی نہیں ہے یہ بھی ساختہ اور پرداختہ مریدان عمر کا ہی اور حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر اور عمر کو کاذب جانتے تھے تو اس جہت سے انہوں نے کاذب اور خائن جانا اور حضرت علی نے حضرت عباس کی کوئی زمین مملوکہ غصب نہیں کرلی تھی اور اسکے غصب کرنیکی حیلہ کو کوئی روایت نہیں بنالی تھی کہ عباس علی کو کاذب اور خائن کہتے اور عباس نے جو علی کو ایسا بیہودہ کلمہ کہا کاذب اور خائن تو اسکا جواب بھی اہل سنت ہی کے ذمہ ہی کہ انکی کتاب میں لکھا ہی ایسا واہی کلمہ اور ہمارے ذمہ اسکا جواب بھی نہیں ہے کہ ہم تو اس فقرہ کو موضوع ہی جانتے ہیں کہ بیاس خاطر عمر اسکا اضافہ کردیا ہی اور حضرت عمر نے کاذب اور خائن یہ سمجھکر نہیں کہا ہی کہ ایسے معاملات میں ایسا ہی کہدیا کرتے ہیں بلکہ اپنی علم کے موافق کہا ہی کہ انہوں نے باوجودیکہ روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کو ابوبکر سے سنا تھا اور پھر جو مجھ سے طلب کرنے آئے تو بیشک یہ ہمکو

کاذب و خائن جانتے ہیں جو بات کہ راست اور صحیح ہی وہ تو کہنا نہیں ہے اور جو کہتا ہی وہ الٹی ہی کہتا ہی وہ کیا دین اور کیا آئین ہی جس مذہب کے ایسے لائل ہیں وہ مذہب کیا ہوگا ۵
قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا ۔ **قال الشیخ الاشعری** اب ایک بات شرح طلب باقی رہی مگر اسکے بیان میں متردد ہوں ما بین خیال کہ وہ بات شاید کسیکے خیال میں آجائے تو یہ اندیشہ ہی کہ مبادا کسی متردد کو تردد پیدا ہو یا کسی متعصب کو جای انگشت نہادن ملی اور جب بھی خیال آتا ہی کہ کبھی یوں ہی ہو جاتا ہی کہ روٹی کھائی تو ہو کے مرلئے اور کہائی تو ہیضہ مین جان ہی گزر لئے ڈرتا ہوں کہ شاید کم فہم نسمجھیں اور بیٹھے بٹھلائے گمراہ ہوں میں اگر لکھوں تو شاید خبر بھی نہو لیکن ما بین خیال کہ روٹی کو خداوند کریم نے نفع ہی کو لئے بنایا ہے نقصان ہو جانا تو اتفاقی ہی اسلئے ہیضہ کے اندیشہ سے کوئی کھانا نہیں چھوڑ دیتا میری کلام تو کیا چیز ہے خود کلام ربانی میں کلام ربانی کی نسبت یوں فرماتے ہین یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا گمراہ کرتا ہی اول ہی ہدایت اسکے بعد پھر جب خداوند کریم نے اپنی بات کو کسی ہی نہ چھپایا ہو میں اپنی جی کی بات کو کیوں چھپاؤں جیسے کلام اللہ ربانی اصل ہدایت کے لئے ہے یوں کوئی اپنی کج فہمی سے بے راہ ہو تو ایسے ہی وہ باتیں جو کلام اللہ و حدیث سے مستنبط ہوئی ہیں اصل مین وہ ہدایت ہی کے لئے ہیں یوں کوئی بات کسی کے مغز کو نہ سمجھی اور بہک جائی تو اپنا سر کھاؤ بہرحال لکھنا ہی مناسب سمجھکر لکھتا ہوں **اقول** جو کچھ تم لکھوگے وہ سب پوچ اور واہی ہی اور جو اب شیعوں کے اعتراض کا نہیں ہو سکتا ہی دیکھوگے کہ ہم اسکو کس طرح سے رد کرینگے اور تمہارے دانت توڑینگے اور کلام ربانی تو بیشک ہدایت کے لیے ہے لیکن تمہارا کلام لوگوں کا گمراہ کرنیوالا ہی اور تم کلام اللہ اور حدیث سے وہ بات استنباط کرتے ہو کہ جسکو کوئی بھی پسند نکرہی **قال الشیخ الاشعری** حدیث مالک بن اوس مذکور میں جسکے بعض مضامین مولوی صاحب نے رقیمہ میں درج فرمائے ہیں اور اسکو روایت صحیح مسلم کہا ہی یوں مرقوم ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو اسی جلسہ مین جسمیں دونو صاحب جھگڑتے ہوئے آئے تھے بغرض الزام یوں بھی فرمایا تھا فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک و یطلب ھذا میراث امراتہ من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ اسکے بعد یہ فرمایا ہ کاذبا اثما غادرا خائنا حاصل مطلب یہ ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلعم جب حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اب میں ہوں سارے ماتوں کا ولی اور متولی تو تم دونو آئے تم تو اپنے بھتیجے کی میراث مانگتے تھے اور یہ اپنی بیوی کیطرف سے انکے باپ کی میراث مانگتے تھی اور کریہ بیٹی بیوی کی طرف انکے باپ کی میراث مانگتے ہے اسپر صدیق اکبر نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے یوں ارشاد فرمایا ہی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ سو تمنے انہیں کاذب آثم غادر خائن سمجھا فقط اس سے دو باتیں اہل سنت کی قال کے خلاف معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کو اہل سنت یوں کہتے ہیں کہ اسکے راوی حضرت علی اور حضرت عباس بھی ہیں اور اس سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ انہیں خبر بھی نتھی ورنہ اہل سنت کے اعتقاد کی موافق حضرت علی تو حضرت علی ہیں حضرت عباس کی طرف بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ باوجودیکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا ہو کہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ پھر طلبگار میراث ہوں دوسرے یہ بات ہے کہ لفظ میراثک اور لفظ میراث امراتہ اور نیز صدیق اکبر کا یہ جواب دینا کہ رسول اللہ صلعم نے یوں فرمایا کہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ صاف اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ وہ دونو طالب میراث ہوئے پھر جب ان دونو صاحبوں کو حدیث مذکور کی خبر ہی نہوئی تو اب یوں معلوم ہوتا ہی کہ ان دونو کا صدیق اکبر کو کاذب وغیرہ سمجھنا اسوجہ سے تھا کہ انہوں نے انکی میراث ندی چنانچہ حضرت عمر نے بھی اس دینی ہی کی تفریع میں یہ بیان فرمایا ہی فرایتماہ کاذبا الخ سو اس صورت میں تو جیسی غلط ہو گئی کہ حضرت علی کو صدیق اکبر سے بانیوجہ کچھ کشیدگی تھی کہ وہ انکی تولیت تک کے روادار نہوئے اور اس کشیدگی ہی کی وجہ سے حضرت عمر نے کہا کہ تمنے صدیق اکبر کو کاذب وغیرہ سمجھا تو اب بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتا نہ دل سے کاذب وغیرہ سمجھا ہو کیونکہ کسیکی میراث کا نہ دینے والا بالیقین خائن ہی البتہ اس حدیث میں یوں مذکور ہوتا کہ ان دونو صاحبوں نے صدیق اکبر سے بھی تولیت ہی مانگی تھی جیسے کہ حضرت عمر سے مانگی تھی پر صدیق اکبر نے تولیت سے بوجہ مذکورہ بانیوجہ انکار کیا تو یوں بھی کہنے کی گنجایش تھی کہ تولیت کے نہ دینے میں کچھ ستم نہیں تولیت کسیکا حق نہیں خلیفہ کو اختیار ہی جسے چاہی سمجھکے موافق متولی کرے **اقول** دو باتوں کے سوا ایک اور بات بھی خلاف اعتقاد اہل سنت کے ہوئی اور پہلے اس سے ہم اسکو لکھ چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ابوبکر اور عمر حضرت علی اور حضرت عباس کے نزدیک منافق بھی تھے اسواسطے کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح میں لکھا ہی کہ کذب و خیانت اور آثم اور غدر اوصاف منافق کی ہیں اور بقول عمر علی اور عباس ان دونو صاحبوں کو ابوبکر اور عمر میں سمجھتے تھے اسواسطے ابوبکر اور عمر کا منافق ہونا علی اور عباس کے نزدیک ثابت تھا اور حضرت علی اور حضرت عباس کا راوی روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کا ہونا اہل سنت کے نزدیک ثابت نہیں ہے بلکہ راوی اسکا مالک بن اوس ہے اور اس نے کئی شخصوں کا نام بیان کر دیا ہی کہ ان لوگوں نے روایت لا نورث کا اقرار کیا ہی کہ ہمنے جناب رسولخدا صلعم سے یہ روایت سنی ہی اور ایک انمیں سے حضرت علی اور حضرت عباس بھی ہیں اور حال یہ ہی کہ کسی نے انمیں سے جناب رسولخدا صلعم سے روایت لا نورث کو نہیں سنا ہی اگر بالفرض اس روایت کو جناب رسولخدا صلعم سے سنتے تو کوئی شخص تو گواہی دیتا اسکی جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے دعوی وراثت کا ابوبکر سے کیا تھا اور ابوبکر نے یہ روایت موضوعہ حضرت فاطمہ کے سامنے بیان کر کے حضرت فاطمہ کا دعوی باطل کر دیا تھا اور حضرت فاطمہ اس روایت کو سنکر اسقدر غضبناک ہوئیں کہ ابوبکر سے تا دم واپسیں کلام نہ کیا حضرت فاطمہ کے دعوی کے وقت یہ لوگ کہاں گئے تھے کہ کسی نے بھی نہ کہا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے

روایت نورث کو سنا ہی اور حضرت علی نے تو باوجود سننے اس روایت کے ابوبکر سے گفتگو کی میراث کی مقدمہ میں اور میراث انبیاء کی جاری ہونیمیں استدلال کیا کلام ابعد کی آیتوں سے
جیسا کہ کنز العمال اور طبقات محمد بن سعد میں لکھا ہی اور بعد اسکے عمر کے زمانہ میں عمر سے میراث کو طلب کیا اگر اس روایت کو جناب سولخدا صلعم سے سنتے تو پھر کیوں طلب کرتے یہ روایت
حضرت علی اور حضرت عباس کے اقرار کرنیکی بالکل موضوع ہی اسمیں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے ورنہ عمر علی اور عباس کو کیوں کہتے کہ تم دونو جھوٹے اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے ہو اس سے
معلوم ہوا کہ انہوں نے روایت لانورث کو جناب سولخدا صلعم سے ہرگز نہیں سنا تھا اسواسطے عمر سے بھی میراث کو طلب کیا اور جسیکہ حضرت علی اور حضرت عباس کا اقرار کرنا لکھا ہے اس روایت میں
ایسے ہی عثمان کا اقرار کرنا بھی لکھا ہی کہ اس نے بھی اقرار کیا اور گواہی دی کہ میں نے روایت لانورث کو رسولخدا صلعم سے سنا ہی یہ بھی غلط ہی اسواسطے کہ اگر عثمان اس روایت کو سنتے تو ازواج
حضرت کی طرف سے واسطے طلب ثمن حصہ کے وکیل کا ہیکو بھیجتی ازواج کو جواب ہی دیدیتے کہ تمکو ثمن حصہ نہیں پہنچتا ہی اسواسطے کہ ترکہ رسولخدا صلعم کا صدقہ ہی حالانکہ ایسا نہوا اور وکیل بھیجی اور
اگر عثمان روایت لانورث کو سنتے تو فدک کو مروان تنہا کی جاگیر میں کا ہیکو دیتے چنانچہ یہ قصہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت
عباس اور عثمان وغیرہ نے اس روایت لانورث کا اقرار نہیں کیا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ کو اہل سنت کہتے ہیں کہ اسکے راوی حضرت علی اور حضرت عباس
بھی ہیں کہنا اسکا غلط ہی اور جس روایت میں انکا اقرار کرنا لکھا ہی وہ روایت بالکل موضوع ہی اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ حضرت علی اور حضرت عباس روایت لانورث کو سنتے اور پھر میراث
کو طلب کرتے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس روایت موضوعہ کو رسولخدا سے سنا ہی نہیں تھا بلکہ ابوبکر نے اس روایت کو وضع کر لیا تھا اور وضع کرکے حضرت فاطمہ کے روبرو اسکو پڑھا اور
حضرت علی نے بھی اسکو سنا لیکن معتبر نہ جانکر پھر دعوی میراث کا کیا اور جو کچھ شیعوں کیطرف سے لکھا ہی اسمیں شبہ نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ظاہر ہوتا ہی روایت مسلم سے اور تولیت کا
تو شیعہ ذکر ہی نہیں کرتے ہیں ورنہ کوئی ابوبکر سے تولیت کا طالب ہوا تھا اپنی رای ناقص سے ایجاد کرکے کہتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اب ان دونو اعتراضوں کا جواب لکھوں شر
ہوش سنئے اول تو ہم فرض کریں کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے تولیت ہی صدیق اکبر سے طلب کی تھی تب ان الفاظ سے کچھ اسکے مخالف انشاء اللہ تعالی نہ نکلیگا اور یہی
الفاظ جو حدیث میں مذکور ہیں طلب تولیت پر محمول ہوجائینگے گو ظاہر میں طلب میراث ہی پر دلالت کریں وجہ اسکی یہ ہی کہ سابق میں معنی میراث کی تحقیق میں گزر چکا ہی کہ میراث معنی حقیقی
بھی قائم مقام ہوتا ہی پر اصطلاح فقہا میں میراث بمعنی مشہور میں مخصوص ہوگیا ہی اور اگر معنی حقیقی نہیں تب اسمیں تو کلام ہی نہیں کہ مجاز متعارف ہے چنانچہ محاورات قرآنی میں
بہت سے مواقع میں اسی معنی میں مستعمل ہی اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا
وَنُوْرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا وسوا انکے اور بھی عبارت میں بھی معنی مراد ہیں اول دو آیتوں کا ترجمہ تو گزر ہی چکا اور تیسری آیت کا حاصل یہ ہی کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی ہم زمین کے وارث
ہونگے اور جو زمین پر رہنے والی ہیں انکی بھی اور ظاہر ہی کہ بمعنی مشہور خداوند کریم کسیکا وارث نہیں الحاصل ان آیات میں میراث سے میراث بمعنی قائم مقام ہونیکی مراد ہی سو تولیت میں بھی
ہوتا ہی کہ متولی وقف کرنیوالی کا قائم مقام ہوتا ہی اس صورت میں میراثنا من بنی اخینا کا میراث امرأۃ من بہا کے بانویہ معنی ہونگے لہ تولی عباس اینا بہتیجے یعنی سرور کائنات
علیہ وعلی آلہ افضل الصلوت کے قائم مقام ہونیکی اور انکے ترکہ کے متولی ہونیکی طلبکار ہی اور یعنی حضرت علی من تربین یعنی [illegible]
ہونیکی خواستگار تھے اس تقریر پر تو کلمہ من جو من ابنا میں ہے صلہ میراث ہوگا اور مجموعہ صلہ اور موصول کا حاصل قائم مقام ہونا نکلیگا اور یا یوں کہیے کہ قائم مقام
ہونا تو فقط لفظ میراث کا مدلول ہی اور لفظ میراث کا صلہ اگر ہی تو محذوف اور کلمہ من مذکور امر سہل ہے اور حاصل مطلب ہوا کہ تم تو قائم مقام ہونیکی یعنی تولیت کے نتیجے کی وجہ سے طالب ہوئی اور
حضرت علی خسر کے طلبگار ہوئی یہ تو جبھی تو با ہیں نظر ہیں کہ میراث کی یہ معنی نہیں جو اسمعروف ہیں اور اگر بالفرض خلاف شیعہ باعتبار معنی حقیقی معنی معروف ہی میں منحصر رکھیں اور پھر اسکو
کسی دوسرے معنی کیطرف منقول بھی نہ کہیں یا اسجگہ بجز معنی معروف عوام کے اور معنی مستبعد معلوم ہوں تب بھی یہ کلام معنی مذکور پر دلالت کرنے میں کمی خریگی ہوسکتا ہی کہ بطور تشبیہ حضرت
عمر نے طلبگاری تولیت کو بوجہ استحقاق قرابت میراث فرمادیا ہو وبوجہ قرابت استحقاق جناکر تولیت کے انیکو طلب میراث سے جسقدر مشابہت ہے ظاہر ہی اور یہ توجیہ جب بھی بن پڑتی ہی
جبکہ مادۂ میراث کو معنی معروف میں منحصر نہ رکھیں بلکہ بدستور معنی معروف غیر مشہور میں عام سمجھے چنانچہ ظاہر ہی باقی اس صورت میں اگر کوئی طالب قرینہ صارفہ ہی جو ارادہ معنی حقیقی
سے روکے تو اس سے زیادہ اور کیا قرینہ ہوگا کہ دو چار ہی سطر پہلے حضرت علی اور حضرت عباس کا اقرار گزرا ہی کہ واقعی رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی لانورث ماترکناہ صدقۃ لیکن
یہ بات قابل بیان باقی رہی کہ ہمنے مانا یہ تینوں توجیہیں صحیح اور حضرت علی اور حضرت عباس تولیت ہی کے طلبگار ہوئے تھے طلب میراث کے نہوئے تھے لیکن صدیق اکبر کے
اس جواب کو کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ماترکناہ صدقۃ طلب تولیت سے کیا علاقہ کیونکہ بالیقین اس حدیث میں میراث بمعنی معروف مراد ہیں اس صورت میں اس
سوال و جواب کا وہی حال ہوگا جیسا مشہور ہے سوال از آسمان جواب از ریسماں یا جیسے مثل مشہور ہے زمین کی کہیں تو آسمان کی سنیں اسلیے ہمیں اور بھی تکلیف اٹھانی
پڑی خیر سر بسر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد + **اقول** جواب دونو اعتراضوں کا جو کچھ کہ تو نے لکھا ہی یہ جواب نہیں ہے سوال دیگر جواب دیگر اور یہ اعتراض درکنار جسنا جواب نہیں

ہوسکتا اور لڑنا دعوے کرنے سے جو کچھ کہ تو نے لکھا ہے کیا فائدہ ہے اور اب تک گفتگو کرنیکا تجھ کو سلیقہ تو نصیب ہوا ہی نہیں ہے گفتگو کرنیکو مستعد ہو گئی اور تولیت کو جو فرض کرتا ہے یہاں تولیت سے بحث کسکو ہے یہاں تو بحث میراث میں ہے اور کس کتاب میں سنی کی یا شیعہ کی لکھا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر سے طالب تولیت کے ہوئے تھے اے اکذب الکاذبین اپنے جی سے جوڑ کر کسواسطے کہتا ہے یہاں تو گفتگو میراث میں ہے کہ پہلے حضرت فاطمہ نے دعوی میراث کا کیا اور ابوبکر نے جھوٹی روایت بنا کر جو حضرت فاطمہ کے دعوی کو رد کیا تو حضرت علی نے آیات قرآنیہ سے ابوبکر کو جھوٹا ٹھیرایا اور اسکی روایت کو رد کیا اور اسوقت حضرت عباس بھی موجود تھے حضرت فاطمہ اور حضرت عباس تو طالب میراث تھے اور ہمراہ انکے حضرت علی بھی گئے تھے اور ابوبکر سے گفتگو کی اور ابوبکر نے کہا آنہ جیسے کہ میں جانتا ہوں تو بھی جانتا ہے اور بعد اسکے عمر سے دعوی میراث ہی کا حضرت علی اور حضرت عباس نے عمر کے زمانہ میں کیا اور یہ اس روایت میں موجود ہے کہ عمر نے حضرت عباس سے کہا کہ تو ابوبکر سے میراث اپنے بھتیجے کی ترکہ میں سے چچا ہو کر طلب کرتا تھا اور علی اپنی زوجہ کی میراث طلب کرتا تھا لکھا تو ہے اسمیں میراث کا لفظ اور یہ اسکو تولیت قرار دیتا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور تولیت کے دینے میں مالک کو اختیار ہوتا ہے چاہے کسیکو دیوے - چاہے نہ دیوے اور جسکو چاہے دیوے اور اگر کوئی تولیت کو حاکم سے طلب کرے اور وہ نہ دیوے تو اسکو جھوٹا اور جھوٹا دغاباز نہیں کہتے ہیں اور نہ اسکا تولیت کے نہ دینے میں کچھ جرم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عمر نے علی اور عباس سے کہا کہ تم ابوبکر کو کاذب اور آثم اور غادر اور خائن جانتے ہے اور مجھکو بھی ایسا ہی جانتے ہو تولیت کے نہ دینے میں تو کوئی پاگل اور دیوانہ بھی ایسا نہ سمجھیگا کہ جو تو جھوٹی جھوٹی باتیں بناتا ہے اور جو حق ہے وہ نہیں کہتا ہے کہ علی اور عباس نے میراث اپنی طلب کی تھی ابوبکر سے جب ابوبکر نے میراث انکی نہ دی ایک روایت بنا کر تو انہوں نے ابوبکر کو کاذب اور خائن جانا اور پھر عمر سے دعوی کیا تو عمر کو یقین ہو گیا کہ باوجود سنی روایت کے ابوبکر سے جو پھر یہ میرے پاس طلب کرنے آئے ہیں بیشک یہ ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن جانتے ہیں مطلب روایت کا مسلم کی اور تولیت کو کیا تعلق ہے ابوبکر سے تو تولیت کو کسی نے طلب ہی نہیں کیا ہے اور عمر سے جو طلب کیا ہے تو تولیت کو تو وہ بعد اسکے ہے کہ پہلے عمر نے حضرت علی اور عباس سے یہ کہلیا ہے کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور آثم اور غادر اور خائن جانتے ہو چنانچہ اس روایت مسلم کی ثابت ہے اور ہمارے نزدیک کسیلئے تولیت ثابت نہیں ہے ہم تو حضرت علی کی شان کو ارفع جانتے ہیں اس سے کہ طالب تولیت کے ہوں یا کسیکی تولیت کو قبول کریں اور میراث کو بھی واسطے اتمام حجت کے طلب کیا تھا اسکے بھی وہ طامع تھے کہ بنا الطلاق دیدی تھی اور جبکہ تولیت باطل ہوئی تو جو کچھ کہ اسپر بنا کر کے بعد اسکے لکھا ہے وہ سب بھی باطل ہے جواب لکھنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور جو الفاظ کہ حدیث مسلم کی مذکور ہیں طلب تولیت پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتے اور معنی حقیقی میراث کی قائم مقام ہونے کے نہیں ہیں بلکہ میراث اس مال کو کہتے ہیں کہ جو مردہ سے کسیکو پہنچے چنانچہ صراح میں لکھا ہے کہ میراث مالیکہ از مردہ بکسے رسد یہی مراد میراث سے فقہا کی ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ میراث ہے باپ کی یعنی کیا تیرے باپ کا مال متروکہ ہے اور قائم مقام ہونے کے معنی مجازی ہونگے اگر کوئی یہ کہے کہ میراث مالیکہ از مردہ بکسے رسد یہ مجاز متعارف ہے اور یہ دونوں آیتوں میں میراث کے معنی حقیقی ہو سکتے ہیں کہ زمین تو حقیقت میں خدا ہی کی ہے لیکن بندوں کو بھی وارث اسکا کہا ہے بعد مرنے کے اور بنی اسرائیل کو وارث کیا فرعونیوں کا بعد انکے مرنیکے کہ وہ انکے سب مال کے گھر اور زمین اور باغ اور اسباب وغیرہ کے وارث ہوئے اور یہ بھی آیت اور معنی مجازی مراد ہیں کہ قرینہ اسکا موجود ہے لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ ان تینوں آیتوں میں میراث بمعنی قائم مقام ہو اور اگر ہم فرض کریں کہ بمعنی قائم مقام ہی ہے تو اس روایت میں قائم مقام مراد نہیں ہو سکتی واسطے کہ اسمیں تو صراحۃ یہ لکھا ہے کہ حضرت علی اور عباس اپنا اپنا حصہ میراث کا طلب کرتے تھے نہ رسولخدا صلعم کی قائم مقام ہونیکو اور نہ انکے ترکہ کے متولی ہونیکو اور تولیت کا تو کچھ علاقہ ہی نہیں ہے کہ ہم اسکو باطل کر چکے ہیں اور اس روایت میں قائم مقام ہونیکے معنی کیا خوب پیدا کئے ہیں کہ باوا بھی جس کو لیندکرے روایت میں یہ ہے کہ وہ دونوں بزرگ صریح رسولخدا صلعم کے ترکہ میں جو کچھ کہ انکو پہنچتا ہے طلب کرتے تھے اور یہ کہتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے قائم مقام ہونیکو طلب کرتے تھے کیسا فریب بازی ہے کہ کیونکر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے لیکن ایسے بیہودہ گو کے دھوکے میں کون آتا ہے اور کلمہ من گو صلہ میراث کا ہو لیکن مجموعہ صلہ اور موصول کا حاصل قائم مقام ہونا نہ نکلیگا جیسے کہ ہم اوپر بیان کر چکے اور مدلول میراث کا قائم مقام ہونا نہیں ہے بلکہ مدلول اسکا وہ مال ہے کہ جو مردہ سے زندہ کو پہنچتا ہے اور محذوف کی یہاں کچھ احتیاج نہیں ہے بدون محذوف ہی کے یہاں معنی صحیح اور درست ہیں اور تولیت کا ابوبکر سے کوئی طالب نہیں ہوا تھا تولیت کا جملہ بالکل موضوع اور جھوٹا ہے اور یہ دونو توجیہیں باطل ہیں اور شیعہ تم سے خواستگار میراث کے معنی حقیقی کے نہیں ہیں وہاں تو بجز معنی حقیقی کے کچھ مراد ہی نہیں ہو سکتے اور حضرت عمر کے نزدیک بھی وہی معنی حقیقی معروف مراد ہیں اور تشبیہ کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے جو معنی کہ میراث کے لغت میں لکھے ہیں وہ ہی مراد ہیں اور تولیت میں قرابت کو کچھ استحقاق نہیں ہے جسے چاہے متولی کرے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تولیت کی جگہ میراث کہا جائے کیا تولیت کہنا عمر کو نہیں آتا تھا یہ تو ایسا ہے کہ جیسے ہاتھی کی جگہ گھوڑا بولا جائے یا دن کی جگہ رات بولا جائے یہ شیخ درپردہ حضرت عمر پر طعن کرتا ہے کہ تولیت کی جگہ میراث بول گئے بڑی غلطی ہوئی ہے انسے اگر یہ شیخ انکے زمانہ میں ہوتا تو انکی اتالیقی کے لائق تھا انسے کہتا کہ میراث کی جگہ تولیت کا لفظ بولنا چاہئے لیکن یہ اسوقت نہ ہوا تو حضرت عمر سے غلطی ہو گئی کہ تولیت کی جگہ میراث بولے اور لفظ تولیت جو مناسب تھا اسکو ترک کیا اسواسطے ناچار ہو کر تشبیہ کی صورت نکالنی پڑی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ شیخ حضرت ابوبکر کی بھی اتالیقی کے لائق تھا کہ اسکو وہ سوجھی جو حضرت ابوبکر کو بھی نہ سوجھی تھی ابوبکر نے تو یہ کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے مال متروکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے

اور اس نے یہ لکھا کہ ہمارے پیغمبر صلعم کی دنیا میں کوئی چیز مملوک ہی نتھی اس صورت میں فاطمہ کیا وارث کس چیز کی ہوتی اور وہ جبکہ حضرت علی اور حضرت عباس کے اقرار کا دوجا سطر پہلے جو گذرا ہے اُسکو کئی مرتبہ ہم باطل کر چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ یہہ موضوع اپنی کھ کی بات تھی جسقدر چاہا اُسمیں زیادہ کر دیا اور تو جسمیں تمہاری سب باطل ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر سے ہرگز بہ گز تولیت کے طالب نہیں ہوئے تھے اور نہ ہم لانورث ماترکناہ صدقۃ کو قول رسول خدا صلعم جانتے ہیں خواہ اسکو تولیت سے کچھ علاقہ ہو خواہ نہو تولیت تو تیری ایجاد کی ہوئی ہی اور روایت لانورث لے ابوبکر واضع ہیں یہ سوال و جواب تیری دونوں بیجا ہیں **قال الشیخ الاشعری** اس تحریر کے مشغلہ کی کلفت بھی آخر انتہا مالہ ایکروز رفع ہونیوالی ہی سو بچشم انصاف اور بگوش ہوش دیکھیو اور سنیئے کہ یہ جواب سوال مذکور کے کسطرح مطابق آتا ہی جناب من جواب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مطابقی دوسرا بر استزامی مطابقی کے معنی تو یہ سمجھے ہیں اُس کلام کے معنے مطابقی میں جواب ہو اور جواب الستزامی کے ہماری اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ اُسکے معنی مطابقی کو اقرار یا انکار لازم ہو سو اس جواب کو درصورتیکہ حضرت علی اور حضرت عباس کیطرف سے طلب میراث بمعنی معروف ظہور میں آئی بمنزلہ جواب مطابقی سمجھنا چاہئے کہ حقیقت میں الستزامی ہی کیونکہ ان الفاظ میں سے کسیکے معنی مطابقی یہ نہیں کہ میں دونگا یا نہ دونگا مگر چونکہ اس جواب سے انکار ایسا ہی ظاہر ہے جیسا یوں کہدیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا اسلئے اس جواب کو بمنزلہ جواب مطابقی سمجھئے اور درصورتیکہ حضرت علی اور حضرت عباس طالب تولیت ہوئے ہوں تو اس جواب کو الستزامی سمجھئے اس لیے کہ اس صورت میں اسکے یہ معنی ہونگے کہ تمہاری متولی کر دینے میں یہ اندیشہ ہی مبادا حضرت فاطمہ کے طلب میراث کے ذریعہ سے خلائق تمہیں جانشین نہو جائے کہ نہیں جو دیا ہی تو بطور میراث دیا ہی اور پھر رفتہ رفتہ یہ بات منقول ہوتی رہی یہانتک کہ تمہارے بعد اس میں تصرفات مالکانہ ہونے لگیں اور آگے جو پیدا ہونیوالی ہیں اسکو میراث سمجھکر بانٹ چونٹ برابر کریں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہی لانورث ماترکناہ صدقۃ یہ چند بعد اس تقدیر اس ایک جواب کے دو مختلف سوالوں پر مطابق آنے میں کسی پیچیدہ کو تامل رہی تو رہی مگر بنظر احتیاط و مزید توضیح ایک مثال مرقوم ہی اگر کوئی بادشاہ کسی امیر کی جاگیر اُسکے انتقال کے بعد ضبط کیکے کسی افسر کو یوں حکم دیوے کہ تم بطور خود لوگوں کو نوکر رکھا کر اور کما انتظام کر کہ تو اُس امیر کی اولاد جسکی جاگیر ضبط ہوئی ہی کسی وجہ سے یوں سمجھتے ہوں کہ یہ جاگیر دوامی ہمارے لئے تھی اور اُس افسر کے اچانک نظم و نسق کو دیکھکر یوں کہیں کہ یہ جائداد تو ہماری ہی تم اسی لیوں دباتے ہو لازم یوں ہی کہ اسے ہمارے حوالہ کر دو تو اسکا یہ جواب کہ بادشاہ نے اس جاگیر کو ضبط کر لیا ہی تبدیل نہیں پا سکتی جیسا صحیح ہی ویسا ہی اس صورت میں بھی صحیح ہی کہ اُس امیر کی اولاد اپنی جاگیر کے ضبط ہونے سے مطلع ہوں پر بنہ وقت طلب معیشت اُس افسر سے اس بات کے ملتجی ہوں کہ تم آخر کسی کو اسکے انتظام کے لئے تو لا رکھو گے اگر ہمارے ہاتھوں اسکا انتظام کراؤ تو ہم اسکا استحقاق بھی رکھتے ہیں امیر متوفی کی اولاد میں کہ اس صورت میں اور اس صورت میں اتنا فرق ہوگا کہ پہلی صورت میں تو جواب مذکور کافی وافی ہی اور دوسری صورت میں بعض مقدمات جواب الستزامی سمجھے جاتے ہیں اور حاصل جواب یہ ہے کہ یہ جائداد ضبط ہو چکی ہی اگر تمکو نوکر ہی رکھا جائے تب بھی یہ اندیشہ ہے کہ کوئی غماز بادشاہ کے کان میں کچھ جا پڑھی اور بادشاہ کے دلمیں خیال بیٹھ جائے کہ افسر نے امیرزادوں سے کچھ سازش کر لی جائداد کو بدستور نہیں دیا ہے پھر نہ تمہاری خیر نہ میری خیر **اقول** تمہاری تحریر کے مشغلہ کی کلفت البتہ ایک روز رفع ہونیوالی تھی لیکن اس تحریر سے تمکو کچھ فائدہ نہوا جو کچھ تمنے لکھا تھا سب ہیچ کیا اسسے تو نہ لکھنا ہی تمہارے واسطے بہتر تھا کہ یہہ تو نہ مشہور ہوتا کہ فلانے نے جو کچھ لکھا تھا ایک شخص نے اسکو باطل کر دیا اور یہ سوال و جواب لکھنا بمنزلہ سیاہ کرنا سفید کاغذ کا اور اپنی اوقات ضائع کی اس سوال کو تو ہم تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں پھر جواب تمنے اسکا کسواسطے لکھا یہ بات تو تمنے ایسی لکھی ہی اپنے جی سے جوڑ کر نہ کسی سنی کی کتاب میں سے نہ کبھی شیعہ سے اور حکم تمہارا کوئی جواب نہیں چاہتا ہے نہ مطابق نہ الستزامی اور جن چیزوں کا جواب چاہئے تھا وہ تمسے کچھ نہو سکا اور حضرت علی اور حضرت عباس تو اپنی میراث جو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے انکو پہنچتی تھی وہ طلب کرتے تھے ابوبکر سے تولیت تمنے کہاں سے نکالی اسکی تو وہ ابوبکر سے طالب ہی نہیں ہوئی تھی اور یہ جو لکھا ہی کہ اس اندیشہ سے تولیت انکو نہ دی کہ رفتہ رفتہ اسمیں تصرف مالکانہ کرلیتے سو تم تو لکھ چکے ہو کہ روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کا گھر گھر شہرہ ہو گیا تھا اور سب کو جانتے تھے کہ جناب رسول خدا صلعم نے ایسا فرمایا ہی پھر لیو کر وہ اسکو اپنے ملک کر لیتے اور متولی اُسکے حضرت علی اور حضرت عباس ہوتے تھے سو وہ بھی ابوبکر کے زمانہ تک اور بعد ابوبکر کی عمر کو اسکی تولیت کا اختیار تھا تمہارے نزدیک کیا علی اور عباس ایسے بے ایمان تھے کہ تولیت کو اپنی ملک کر لیتے اور اگر ہمیشہ کو وہ تولیت ہوتی تو بعد علی اور عباس کے اُنکی اولاد حسنین اور ابن عباس وغیرہ بھی ایسے بے ایمان تھے کہ تولیت کو اپنی ملک کر لیتے اور قرابت کی جہت سے مستحق بھی تولیت کا اُنکو جانتے ہو اور پھر یہہ اندیشہ بھی نکالتے ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہی اور اگر یہی اندیشہ تھا تو عمر نے اُنکو متولی کسواسطے کیا تھا اُنکو بھی چاہئے تھا اس اندیشہ کی جہت سے اُنکو متولی نکرتے بلکہ اُنکے واسطے یہ اندیشہ ضرور تھا کہ بعد اُنکے کوئی ایسا خلیفہ نتھا کہ تولیت کو سنبھالتا اور حضرت عثمان جو اُنکے بعد ہوئی تھی وہ تو اپنا اور بیگانہ سب کا خورد و برد کر گئے تھے اور فدک کو مروان کی جاگیر میں کر دیا تھا وہ انتظام تولیت کا کیا کرتے اور باوجود اسکے یہ عمر نے اُنکو متولی کر دیا اور کچھ اندیشہ نکیا یا یہہ کہ ابوبکر کی عقل عمر کی عقل سے زیادہ تھی کہ اس نے تو تولیت کو اُنکی منظور نکیا اور اسنے منظور کر لیا اور عمر کا تولیت کرنا ہی باطل کرتا ہی ابوبکر کی تولیت کو کہ ابوبکر سے کیسے تولیت کو طلب ہی نہیں تم تو لکھ چکے ہو کہ روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کا گھر گھر شہرہ ہو گیا تھا اور سب کو جانتے تھے کہ جناب رسول خدا صلعم نے ایسا فرمایا ہی پھر لیو کر وہ اسکو اپنے ملک کر لیتے اور متولی اُسکے حضرت علی اور حضرت عباس ہوتے تھے سو وہ بھی ابوبکر کے زمانہ تک اور بعد ابوبکر کی عمر کو اسکی تولیت کا اختیار تھا تمہارے نزدیک کیا علی اور عباس ایسے بے ایمان تھے کہ تولیت کو اپنی ملک کر لیتے اور اگر ہمیشہ کو وہ تولیت ہوتی تو بعد علی اور عباس کے اُنکی اولاد حسنین اور ابن عباس وغیرہ بھی ایسے بے ایمان تھے کہ تولیت کو اپنی ملک کر لیتے اور قرابت کی جہت سے مستحق بھی تولیت کا اُنکو جانتے ہو اور پھر یہہ اندیشہ بھی نکالتے ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہی اور اگر یہی اندیشہ تھا تو عمر نے اُنکو متولی کسواسطے کیا تھا اُنکو بھی چاہئے تھا اس اندیشہ کی جہت سے اُنکو متولی نکرتے بلکہ اُنکے واسطے یہ اندیشہ ضرور تھا کہ بعد اُنکے کوئی ایسا خلیفہ نتھا کہ تولیت کو سنبھالتا اور حضرت عثمان جو اُنکے بعد ہوئی تھی وہ تو اپنا اور بیگانہ سب کا خورد و برد کر گئے تھے اور فدک کو مروان کی جاگیر میں کر دیا تھا وہ انتظام تولیت کا کیا کرتے اور باوجود اسکے یہ عمر نے اُنکو متولی کر دیا اور کچھ اندیشہ نکیا یا یہہ کہ ابوبکر کی عقل عمر کی عقل سے زیادہ تھی کہ اس نے تو تولیت کو اُنکی منظور نکیا اور اسنے منظور کر لیا اور عمر کا تولیت کرنا ہی باطل کرتا ہی ابوبکر کی تولیت کو کہ ابوبکر سے کیسے تولیت کو طلب ہی نہیں

کیا تہا اور جو کوئی طلب کرنیکو کہتا ہے وہ جہوٹا اور مفتری ہی اور جسوقت کہ ہمارے نزدیک تو لیت اور روایت لانورث دونوں باطل ہیں تو جواب کا سوالوں کے مطابق ہی کرنا باطل ہی اور حجت باطل تہیرے تو بڑا ہی بلید الطبع ہے وہ شخص کہ جو اس سوال اور جواب کو پسند کرے اور بعد اسکے ایک مثال بادشاہ اور امیر کی جو دی ہی وہ بہی باطل اور بیفائدہ اور زائد ہی اسکی کیا احتیاج تہی مطلب نامعقول فرضی تو بدون اس مثال کے بہی واضح ہی پس ہمارے نزدیک تو اسکی کچہہ اصل ہی نہیں ہے اپنی طرف سی جو چاہو فرض کرکے لکھو قلم کیا کسی نے پکڑا ہی **قال الشیخ الاشعری** ۔۔۔ سر جواب حضرات شیعہ اپنی حسب دلخواہ لیں یعنی یہی سہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس طالب میراث ہی ہوئے تہے لیکن باوجود اسبات کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکے تہے کہ لانورث ماترکناہ صدقۃ پہر اس طلب کی وجہ یہ ہوئی ہوگی آدمی تہے بہول گئے جب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا تب یاد آیا سو اس بہولجانے میں حضرت علی کی شان میں کچہہ فرق نہیں آتا بڑے بڑے رسول بہول چوکے ہیں حضرت آدم کی شان میں خداوند کریم فرماتے ہیں **وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ** یعنی ہم نے حضرت آدم کو پہلے سے تقید تاکید سب کچہہ کیا تہی پہر بہی بہول گئے جب حضرت آدم پیغمبر ذیشان ہوکر خود خدا کی تقید و تاکید کو بہول جائیں تو حضرت علی تو امام ہی تہے وہ پہر حضرت آدم ہی کی اولاد میں اور بحکم الولد سر لابیہ انکی نسیان کے وارث وہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام بات کو بہول جائیں جس میں کسی قسم کی تاکید و تقید نہیں نہ علی العموم نہ بالخصوص حضرت علی کو تو فرمائے کیا قباحت ہے علی ہذا القیاس حضرت موسی علیہ السلام کا حسب ہدایت خداوندی حضرت خضر کے پاس جانا اور حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے بغرض تعلم علم ملازمت کا درخواست کرنا اور حضرت خضر کا تاکید تمام یوں کہنا کہ تمسے میرے ساتھ نرہا جائیگا یعنی میری باتیں تمہارے خیال میں آئینگی تم خواہ مخواہ اعتراض کئے جاؤگے پہر ہماری تمہاری کیسی بنے گی پہر ان سب کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسی سے عہد لینا کہ اگر میری ہمرہی مدنظر ہے تو جبتک میں نہ بتاؤں تم کسی بات کو نہ پوچہیو یہ سارا قصہ سورہ کہف میں سولہویں سیپارہ کی شروع سے کچہہ کم پہلے مذکور ہی اس اعتقاد پر کہ خدا کے بہیجے ہوئے گئے اور اس اہتمام پر کہ سفر دور و دراز قطع کیا اور پہر کیسا کیا انکار اور اقرار ہوئی حضرت خضر کی جلالت قدر اور انکی باتوں کا معقول ہونا یکلخت دل سے نکل گیا اور اپنا عہد بہی بہول گئے چنانچہ حضرت خضر کو مع حضرت موسی علیہ السلام جب ایک گہاٹ کے ملاحوں نے بوجہ اعتقاد بے لئے دئے سوار کر لیا اور انہوں نے بیچ میں جاکر اس کشتی کا تختہ توڑ ڈالا تو حضرت موسی علیہ السلام سے نرہا گیا اور یہ کہہ اٹہے **أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا** یعنی اے خضر کیا تمنے کشتی کو اس لئے توڑ دیا کہ بیٹہنے والونکو ڈبو دو تمنے بہی عجب کام کیا کہ کشتی والوں کے احسان کے بدلے یہ نقصان کیا اسکے جواب میں جب حضرت خضر نے یوں فرمایا **أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا** یعنی میں تمسے کہا نہا کہ تمسے میری ساتہہ صبر نہو سکیگا تو حضرت موسی علیہ السلام نے یہ عذر کیا **لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ** یعنی میں بہول گیا تہا تم مواخذہ نکرو الحاصل اس اہتمام اور اس تقید پر اتنی جلدی حضرت موسی بہول گئے ہوں تو پہر حضرت علی کا اتنی دیر کے بعد بہولجانا کچہہ بہی بات نہیں حضرت موسی اولوالعزم رسول اور حضرت علی نہ رسول نہ نبی نہ اولوالعزم نہ غیر اولوالعزم باایں ہمہ کوئی اہتمام اور پیش بندی نفی فقط نہانی رسول اللہ صلعم سے ایک بات چلتی چال سن لی وہ بہی اس طرح پر کہ علی العموم رسول اللہ صلعم نے یہ بات فرمائی کچہہ حضرت علی کی سنانیکی اسمیں تخصیص نتہی اور حضرت موسی کو بالخصوص بات پیش آئی کہ خدا کے بہیجے ہوئے اور آگے جو کچہہ گزرا سو گزرا اور اگر انصافاً ان شیعہ حضرت موسی و حضرت آدم علیہما السلام کے نسیان پر نہ شرمائیں تو خود سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کو جناب باری تعالی عز اسمہ یوں ارشاد فرماتے ہیں **وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ** یعنی یاد کر اپنے رب کو جب بہول جایا کرے اس سے صاف امکان نسیان بہ نسبت پیغمبر آخر الزمان صلعم ثابت ہے بلکہ شان نزول اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے کفار سی ایک بات کا وعدہ کیا کہ کل بتاؤنگا اتفاق سی انشاء اللہ کہنا بہول گئے اس پر خدا کیطرف سے یہ نصیحت ہوئی معہذا کتب صحاح شیعہ مثل کافی کلینی اور تہذیب ابوجعفر طوسی میں اسانید صحیحہ سے مروی ہی کہ پیغمبر خدا صلعم کو نماز میں سہو ہوا دو رکعت کی جا فقط دو ہی ادا کی پہر جب سرور مسلمین صلی اللہ علیہ و علیہم اجمعین کو امور دینی میں سہو ہوا ہو تو حضرت علی تو امتی ہی ہیں الحاصل ظاہر الامکان یہ بات ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو باوجود حدیث مذکور کو اپنے کانوں سے سن لینے کی سہو واقع ہوا ہو اور وقت پر یاد نرہا ہو اور یہ بہی ظاہر ہے کیونکہ میراث کا قصہ تو ایسا عام ہی کہ سارا جہان اسمیں شریک حسب عادت بنی نوع اگر طلب کریں بہی تو دنیا بعید ہے لیکن جب صدیق اکبر نے یاد دلایا تب یاد آگیا اسیواسطے حضرت عمر نے جب فدک کو متولی کر دیا تو حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اٹہا دیا ورنہ متروکہ نبوی میں حق میراث سمجہتے تو گو حضرت عمر نے متولی کرکے دیا تہا حضرت عباس کے قبضہ کو اپنے قبضہ سے مقدم سمجہتے اسلئے کہ وہ حقیقۃً وارث ہے اور حضرت علی خود وارث نتہے حضرت فاطمہ کیطرف سے وکیل تہے پہر اپنی خلافت میں سب حقداروں کو انکا حق پہنچاتے ازواج مطہرات کو ازواج مطہرات کا حصہ بانٹ دیتے حضرت عباس کی اولاد کو انکا حصہ الگ کر دیتے چونکہ اپنی خلافت میں بہی مبتدو سابق رہنے دیا اور تقسیم نکیا اور کیسکا حصہ دیا چنانچہ بحوالہ اجماع فریقین مرقوم ہو چکا ہی تو پہر بجز اسکے اور کوئی صورت نہیں کہ حضرت صدیق اکبر کے یاد دلانے سی بات یاد آگئی اور اسی لئے حضرت عمر کے سامنے اقرار کیا باقی رہی یہ بات کہ اس صورت میں پہر صدیق اکبر کیطرف سی بدگمانی کی کوئی صورت نہیں جو حضرت عمر نے یوں فرمایا کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم وغیرہ سمجہتے تہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ بمقتضا بشریت چنانچہ مرقوم ہوا اوپر کے دل میں گہ وبیگاہ یہ خیال گزرا ہو کہ ہر چند یہ حدیث صحیح ہے لیکن پہر استحقاق تولیت ہمیں بہی تہا باایں ہمہ جو صدیق اکبر نے قبضہ رکھا ہی تو ہو نہو کچہہ دال میں کالا ہی اور یہ خیال پیرایہ حال سے یا کسی قال سے حضرت عمر کو مترشح ہوا ہو اسلئے انہوں نے بطور تنبیہ و شکایت انکے منہ پر کہدیا اور اسی لئے انہوں نے بنظر انصاف سکوت فرمایا ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اس تقریر کے بعد امید یوں ہے کہ جنکو خداوند کریم نے عقل سلیم عطا فرمائی ہی اگر کسی نابکار کی صحبت سے بے راہ بہی ہیں تو راہ پر آجائیں

اور جو نہ آئیں تو اپنا سر کھائیں مَنْ یُضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا هَادِیَ لَہٗ اب الحمد للہ کہ جمیع امور متعلقہ حدیث صحیح مسلم کی بیان سے فراغت پائی ملاذم یوں ہی کہ بقیہ خرافات خط مولویصاحب کا بھی جواب دندان شکن جو مولوی عماد علی صاحب اور نیز دیگر پیشوایان شیعہ کے دانت کیا توڑی منہ ہی سی دئے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کر کے صفحہ قرطاس اور قلم و دوات کو ہاتھ سے دھریجے **اقول** یہ جواب تو تمہارا ایسا ہی ہے کہ جسکو لڑکے بھی پسند نکریں اور حضرت علی اور عباس کے طالب میراث ہونیمیں کیا شبہ ہی سارے جہان کے آدمیوں سے پوچھو یہی کہینگے کہ وہ طالب میراث ہی تھے اور یہی روایت مذکورہ سے ثابت ہے مگر تو کہ وجود کو رات کہنے والا ہی ایسا ہرگز نہیگا کہ تو مدعی کا انکار کرنیوالا ہی اور ایسا وہ کون ظاہر و باطن کا اندھا ہی کہ جو یہ کہدیگا کہ علی نے روایت لا نورث رسول خدا صلعم سے سنی تھی مگر فراموش کر گئے اور جب ابوبکر نے یاد دلایا تو یاد آیا بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ اکثر اصحاب نے یہ روایت جناب رسول خدا صلعم سے سنی تھی سب بھول گئے حضرت علی کی کیا خصوصیت ہے اسواسطے کہ سوائے ابوبکر کے کسیکے پاس روایت نتھی جیسا کہ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ میں لکھا ہی اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی میراث کا کیا ہی اور ابوبکر نے یہ روایت بیان کی ہی تو کسی نے بھی گواہی نہدی کہ ہمنے رسول خدا صلعم سے ایسا سنا ہی کیا سبھی بھول گئے اور اگر حضرت علی اس روایت کو سنکر بھول گئے تھے اور ابوبکر نے یاد دلایا تھا تو انکو یاد آجاتا اور اسکو تسلیم کرتے لیکن انہوں نے تو اسکو مانا ہی نہیں اور ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا جانکر ابوبکر سے گفتگو کی اور اس روایت کے ابطال میں کلام اللہ کی آیتوں سے سند پکڑی اور بعد اسکے عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی میراث کا کیا جسپر عمر نے کہا کہ تم مجھکو بھی کاذب و خائن جانتے ہو اور اگر یہی جواب فراموشی ہی ہی تو ہم کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ خلافت بعد میرے حق علی کا ہی اور سوائے اسکے اگر کوئی خلیفہ بن بیٹھیگا تو امیر لعنت خدا اور رسول کی ہوگی اور ابوبکر نے یہ سن لیا تھا مگر بھولگئے اسواسطے خلافت کو ناحق اپنے کیا اور جب حضرت علی نے یاد دلایا تو یاد آیا لیکن پھر خلافت کو نہ چھوڑا اور اگر انبیاء کو یا علی ہی کو کسی امر کی نسبت وحی ہوجاتی تو وہ ہمیشہ اسطور پر کہ علی العموم رسول اللہ صلعم نے یہ بات فرمائی کچھ حضرت علی کی ساتھ خصوص نتھی یا کسی کتاب میں تو نے دیکھا ہی اے اکذب الکاذبین جھوٹا جھکڑا اپنا ایمان کیوں برباد کرتا ہی اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں نسیان کا جو لکھا ہی ہمکو تو اسمیں کچھ کفتگو ہی نہیں ہے نسیان انکو ہوکر وہ ہمارا کلام تو احکام جایز اور غیر جایز اور حلال و حرام میں ہے ایسے امور دینی کو سنکر فراموش نہیں کرتے ہیں اور وہ ذکر کہ از انسیت نسیان مشیت مراد ہی یعنی جسوقت تو انشاء اللہ تعالیٰ کہنا بھولجائے تو جب تجھے یاد آئے اسوقت تو کہہ اور نسیان علم مراد نہیں ہے کہ انکا نسیان تو ہو ہی نہیں سکتا اور تفسیر بیضاوی میں جو نسیاً منسیاً قول کی یہاں بھی معنی نسیان کے ترک کے لکھے ہیں یعنی جسوقت تک کہ ہمنے تو بعض اس چیز کو کہ حکم کیا ہی تجھکو اسکا اور کافی بیان روایت رسول خدا صلعم کے نازل نہیں کیا ہی وہ بھی سہو و نسیان کی آئی ہی وہ بھی سہو و نسیان پہنچانیکا نہیں ہے اور واسطے تعلیم امت کے بھی ہو سکتا ہی اور شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہی کہ پیغمبر خدا سہو نہیں ہوتا اور نہ ائمہ معصومین سہو ہوتا ہی اور جو روایتیں سہو کی آئی ہیں وہ تقیہ پر محمول ہیں چنانچہ تہذیب الاحکام میں مرقوم ہی اور حضرت علی تو وہ ہیں کہ جو کچھ انہوں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہی کبھی فراموش ہی نہیں کیا ہی اور دلیل اسکی آیت وتعیہا اذن واعیۃ یعنی اور یاد رکھے اس نصیحت کو کان یاد رکھنے والا یہ مضمون تو قرآن کی آیت کا ہی اور طبرسی نے باسناد خود بکھوا ہی روایت کی ہی جسوقت آیہ نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم نے کہا کہ خداوندا وہ کان علی کا کان ہو جو یاد رکھے اور بعد اسے علی نے کہا جو کچھ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہی اسکو کبھی نہیں بھولا ہوں اور تفسیر ثعلبی جو اہل سنت کی تفسیر ہی یہ لکھا ہی کہ آیت علی بن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہی اور حضرت علی سے روایت کی ہی کہ فرمایا کہ فرمایا مجھکو رسول خدا صلعم نے اپنے منہ سے کہ آرزو کی اے علی تجھکو نہ بھولوں اور تجھکو اپنے نزدیک کروں اور دور نکروں اپنے سے اور تجھکو تعلیم کروں تو اسکو سنے اور یاد کرے و فراموش نہ ہو اور تفسیر ثعلبی میں بھی بعینہ یہی روایت لکھی ہی اور حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہی کہ آیت علی کی شان میں نازل ہوئی ہی اور تفسیر کشاف میں لکھا ہی کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے نزدیک نازل ہونی اس آیت کے علی سے کہ سوال کیا میں نے خدا سے کہ اس کان کو خدایا کان کردے آپ علی پس سنے تو بعد سے اور نہیں ہے واسطے میرے کہ بھولوں میں اور یہی سبب تھا کہ بعد رسول خدا صلعم کے حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ پوچھو تم مجھسے جو کچھ چاہو پہلے اسسے کہ کم کرو تم مجھکو اور صحابہ نے اس مسئلہ میں اسواسطے حضرت علی سے رجوع کیا کرتے تھے اور ملا نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر نیشاپوری میں قول صاحب کشاف کے ذیل میں لکھا ہی کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا علی سے کہ جبسے آیت نازل ہوئی کہ میں نے دعا خدا سے یہ کی جو اہل سنت کی تفسیر ہے یہ لکھا ہی کہ آیت علی بن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہی اور حضرت علی سے روایت کی ہی فرمایا کہ فرمایا مجھکو رسول خدا صلعم نے اپنے منہ سے کہ آرزو کی اے علی تجھکو نہ بھولوں اور تجھکو اپنے نزدیک کروں اور دور نکروں اپنے سے اور تجھکو تعلیم کروں تو اسکو سنے اور یاد کرے و فراموش نہ ہو اور تفسیر ثعلبی میں بھی بعینہ یہی روایت لکھی ہی اور حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہی کہ آیت علی کی شان میں نازل ہوئی ہی اور تفسیر کشاف میں لکھا ہی کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے نزدیک نازل ہونی اس آیت کے علی سے کہ سوال کیا میں نے خدا سے کہ اس کان کو خدایا کان کردے آپ علی پس سنے تو بعد سے اور نہیں ہے واسطے میرے کہ بھولوں میں اور یہی سبب تھا کہ بعد رسول خدا صلعم کے حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ پوچھو تم مجھسے جو کچھ چاہو پہلے اسسے کہ کم کرو تم مجھکو اور صحابہ نے اس مسئلہ میں اسواسطے حضرت علی سے رجوع کیا کرتے تھے اور ملا نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر نیشاپوری میں قول صاحب کشاف کے ذیل میں لکھا ہی کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا علی سے کہ جبسے آیت نازل ہوئی کہ میں نے دعا خدا سے یہ کی

کمال ہو دیں پیش فرمانا علی کے بعد اس دعا کے کوئی بات نہیں بھولا میں تو حال ہی حضرت علی کی یاد داشت کا کہ جو قرآن سے ثابت ہے اور یہ شیخ بلا دلیل لکھتا ہی کہ وہ اس روایت کو بھولگئے تھے اور یہ فضیلت ہے سوائے علی کے کسی صحابی کو حاصل نہیں اور امکان سہو اور بات ہے اور وقوع میں آنا سہو کا اور بات ہے احتمالات سے کام نہیں چلتا ہم تو اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ جو وقوع میں آئی ہی اور کتب اہلسنت اسکی شاہد ہیں اور تو ایک احتمال ہی نکالکر جواب دیتا ہی یہ بڑی ذلیل ہی تیرے عجز کی جواب سے اور حضرت علی اور حضرت عباس نے روایت لاتورث کو رسولخدا صلعم سے ہرگز نہیں سنا ہی اور اگر سنتے تو البتہ یاد رکھتے اور اگر بالفرض سنکر بھولگئے تھے تو ابوبکر کے یاد دلانے سے تو یاد کرتے اور طلب کرنا بیوجہ نہیں ہوتا ہی اگر طلب کیا اور بلا وجہ کوئی کسیکے دپے نہیں ہوتا ہی اور نہ عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کیا ہی اور نہ علی نے عباس کا قبضہ اٹھایا ہی پس جناب وٹ ہی اور اگر یہ تولیت فرض کیجائی اور حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اٹھادیا ہو حق بجانب علی ہی کہ حضرت علی نے بخیال کیا ہو کہ یہ جائداد متروکہ رسولخدا صلعم حق فاطمہ زہرا ہی اور موافق مذہب حق کے وہ عصبہ کو باطل جانتی ہیں حضرت عباس کا اسمیں کچھ حق نہیں ہے اسواسطے حضرت عباس کا قبضہ اسپر سے اٹھادیا اور حضرت علی کو حضرت فاطمہ کی وفات سے پہلے وارث نہ تھی لیکن بعد وفات خود وارث بھی ہوگئی تھے اور حسنین علیہما السلام کے ولی تھی اور وکیل حضرت فاطمہ کے اسوقت کیونکر تھی حضرت فاطمہ تو گزر گئی تھیں اور خلافت کا حضرت علی کی تحال تھا کہ فدک تو مروان کے پنجہ میں تھا کہ عثمان نے اسکو اپنی خلافت میں جاگیر اسکی کردیا تھا مروان سے لینے کا کہیں ذکر ہی نہیں لکھا اور سوائے اسکے جو کچھ کسیکے پاس تھا وہ اسی کی پاس رہا کہ آپ بسبب مستقل نہ ہونے خلافت کے اور فرصت نہ ملنے دشمنوں کے کسی چیز میں دست اندازی نہیں ہوئے اور بدستور سابق رکھا اور جسکو اپنا ہی حق نہ لیا تو اور کو کیا دیتے اور ازواج مطہرات تو اپنا حصہ لے بھی چکی تھیں کہ حجرات پر قابض ہوگئی تھیں انکا حصہ ہوتا ہی کیا تھا سب کا آٹھواں حصہ تھا اور وہ اس سے زیادہ لے چکی تھیں اور حضرت عباس کی اولاد کو کچھ پہنچتا ہی نہ تھا اور فریقین کا اجتماع اسپر نہیں ہے کہ جو کوئی لکھا ہی اگر یہ ہوگا تو اہل سنت کے نزدیک ہوگا اور ابوبکر کی یاد دلانے کا حال ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور عمر سے سامنے انہوں نے ہرگز اقرار نہیں کیا ہو بسبب جھوٹ ہی اور اس اقرار کو ہم کئی مرتبہ باطل کرچکے ہیں اور کاذب اور خائن جاننا ادنی مومن کا بھی بمقتضا رشریعت درست نہیں ہوسکتا ہی چہ جائیکہ خلیفہ پیغمبر اور نائب رسول کیونکر یہ ہوسکتا ہی کہ کوئی مومن کو اور مومن بھی کیسا کہ سید المومنین اسکو جو تا دغا باز جھوٹا بدکار جانے اور شیعہ جو اپر لعنت کرتے ہیں اسمیں اور اسمیں کیا فرق ہی فقط الفاظ کا فرق ہی ورنہ حال ایک ہی ہی شیعہ تو انکو بھی اسی معذور رکھو اگر شیعہ انکو ملعون جانتے ہیں تو حضرت علی اور عباس انکو بقول حضرت فاروق اعظم جھوٹا اور جو تا دغا باز بدکار جانتے تھے اور ایک دل میں دو باتیں کیونکر جمع ہوسکتی ہیں اور وہ اوپر کا دل کو نسا ہی سوائے اس ایک دل کے البتہ یہ ہوسکتا ہی کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر اسکے مخالف ہو اور ایک دل میں یا ایک زبان پر ایسی دو باتیں مخالف ایک وقت اور ایک آن میں جمع نہیں ہوسکتیں اور تولیت کا ذکر کیا ہی نہ تو ابوبکر کا ارادہ تولیت کے دینے کا کسیکو ہوا اور نہ کوئی ابوبکر سے تولیت کا طالب ہوا جھوٹی باتیں کیوں لکھتا ہی جھوٹ لکھتے ہوئے تجھ شرم نہیں آتی ہی اور جسکے ابوبکر کے وہم و خیال میں بھی تولیت نہو تو سلوائی قبضہ کھینچ لینے کی اور بکا کری اور ڈال میں کالا ہونے سے شاید یہ مراد ہو کہ ابوبکر نے یہ خیال کیا ہو کہ اگر میں انکو متولی کرونگا تو اپنی زمین سمجھکر دبا بیٹھیں گے سو اسکا وہاں وہم بھی نہ تھا اور نہ ابوبکر کے دلمیں بطور تولیت کسیکو دینا کبھی گزرا تھا کہیں لکھا ہو تو کہدو اور جھوٹ لکھنے سے کیا فائدہ اور یہ عمر کو نہ کسیکے قال سے کہیں سے نہیں معلوم ہوا یہ میری بناوٹ ہی اور سیدھی بات تو یہ ہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے ابوبکر کی منہ سے روایت لاتورث کو سنکر تسلیم نکیا اور عمر کے زمانہ میں عمر سے پھر دعوی کیا تو عمر نے جانا کہ یہ دونو ہمکو کاذب و خائن اور آثم اور غادر جانتی ہیں اور میں چھپاتا ہوں کہ خائن کسیکو کسیکا حق، باپ بیٹے میں جانتی ہیں یا کسی اور امر میں سیدھی بات تو کہتا نہیں ہے جو کہتا ہی الٹی کہتا ہی اور ان دونو بزرگوں نے جو عمر سے کاذب و خائن سنکر سکوت کیا اور کچھ عذر نکیا کہ ہمکو تم ایسا کیوں کہتے ہو ہم تو ہمکو ایسا نہیں سمجھتے ہیں اور نہ کسی اور نے اسکا تکرار کیا اور عمر سے نکہا کہ وہ تو ایسا نہیں سمجھتے ہیں تم انکی طرف ایسا گمان کیوں کرتے ہو یہ تو بڑی دلیل ہی عمر کی اس قول کی راستی کی کہ بیشک وہ ابوبکر اور عمر کو کاذب و خائن و آثم اور غادر جانتی تھے اور اس نے وہ پوچ گفتگو تحریر کی ہی کہ جنکو خداوند کریم نے غفل سلیم عطا فرمائی ہی گو میری تحریر کو نہ دیکھیں اگر اسکی تحریر کو دیکھتے سنتے تو لیتے ہیں کہ بڑا بادہ گو ہے ہی شخص اور اگر تھوڑا سا میلان بھی طرف تسنن کے ہوگیا ہوگا تو انکو تو اسکی تحریر کو دیکھکر شیعہ خالص ہوگئی ہونگے اور کہتے ہونگے کہ یہ دیوانہ تو نہیں ہے کہ جو ایسے باؤلوں کی سی باتیں لکھتا ہی اور مولوی عمار علی صاحب نے صحیح مسلم سے وہ روایت لکھی تھی کہ جسکا جواب معقول اس شیخ سے کچھ نہو سکا تاویلوں اور احتمالوں پر ہی اکتفا کیا لیکن میں نے بھی اسکی ایسی خبر لی اور ایسا اسکا سر کچلا ہی اور دانت اسکے توڑے ہیں کہ پھر ارادہ گفتگو کا شیعوں سے نکریگا اور اس تحریر کو میری دیکھکر بہت دم اور پشیمان ہوگا اور اپنی جیبیں کہیگا کہ کاش میں جواب مولوی عمار علی صاحب کے خود نہ لکھتا **قال الشیخ الاشعری** اسلئے التماس یوں ہے کہ آگے مولوی عمار علی صاحب یوں رقم فرماتے ہیں اور صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ جسوقت ابوبکر نے فدک کے دینے سے انکار کیا فاطمہ سر اسپر غضبناک ہوئیں اور تمام عمر پھر کبھی اس سے کلام نکیا اور صحیح مسلم میں لکھا ہی کہ فاطمہ نے وقت مرنے کے وصیت کی کہ ابوبکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں انتہی یہ آخر عبارت غلط ہی اور یہاں مولوی صاحب کی ترکی تمام دلی مگر اہل فہم پر پوشیدہ نہیگا کہ بعد ثبوت مضامین مسطورہ بالا خصوصاً اشارۃ یوصیکم اللہ درباره مستثنے ہونے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہی جاء اللہ آیہ ما فاء اللہ بارہ وقف ہونے فدک وغیرہ اموال فی کے صدیق اکبر پھر بوجہ دینے فدک کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کچھ اعتراض نہیں ہوسکتا ہاں آلسا اطہر حضرات شیعہ خوارج و نواصب کو گنجائش لب کشائی ہی کہ حضرت فاطمہ باوجود معصوم ہونیکی چنانچہ عقیدہ شیعہ یہی ہی فدک وغیرہ اموال وقف میں سے کسلئے طلبگار میراث ہوئیں اور یہ وہ بھی بمقدر کہ صدیق اکبر نے ایک حق بات کہدی تو الٹی غصہ کے مارے ملنا رلنا ملت ملاقات سب ترک کردی مگر چونکہ سائل کو آنچ نہیں سچی بات ہر طرح درست ہی اہلسنت کو اس قدمہ میں کچھ دشواری نہیں جیسے وہ صدیق اکبر کو اس مقدمہ میں بے قصور سمجھتے ہیں حضرت فاطمہ زہرا سا جگر گوشہ سید الوری محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مورد اعتراض نہیں سمجھتے

اور بالبداہہ کوئی قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منقوض نہیں ہوتا عیاں راچہ بیاں **اقول** ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب جناب رسولخدا صلعم کو اُمت کے لوگوں کی سب کی طرف ہی اور رسولخدا صلعم اُسکے حکم سے مستثنے نہیں ہیں اور یہ بھی ہمنے ثابت کر دیا ہی کہ مال فے وقف نتھا بلکہ مملوک تہا اور جو احتمالات کہ اُسکے وقف ہونیمیں اس شیخ بجدی نے نکالی تہی ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہی اور جسوقت کہ ثابت ہوا کہ متروکہ رسولخدا صلعم وقف نتھا تو دعوی حضرت فاطمہ کا صحیح ہی اور اعتراض کے حضرت فاطمہ پر کوئی وجہ نہیں ہی اور نہ کسی ناصبی اور خارجی نے آجتک یہ اعتراض حضرت فاطمہ پر کیا ہی اور ناصبی اور خارجی کو تو عداوت حضرت علی سے ہی نہ حضرت فاطمہ سے مگر تجھکو عداوت حضرت فاطمہ سے بھی ہی اور در پردہ تو اُنپر طعن کرتا ہی اور منسوب کرتا ہی اُسکو طرف خوارج اور نواصب کے اور تجھکو عداوت ہی حضرت فاطمہ سے اس جہت سے کہ وہ ابوبکر پر غضبناک کیوں ہوئیں یہانتک کہ اُس سے کلام کرنا چھوڑ دیا اور جو کچھہ تو بظاہر اُنکی تعظیم کے فقرے لکھتا ہے یہ سب لوگوں کے جتانیکے واسطے ہی کہ کوئی مطعون نکرے اور ہمارے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا بیشک معصوم ہیں کہ عصمت اُنکی قرآن سے ثابت ہے، اور دعوی اُنہوں نے اپنے حق کا کیا تہا اُس مال میں سے کہ ہرگز وہ مال موقوف نتھا چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور ابوبکر نے ہرگز ہرگز حق بات نہیں کہی تہی بلکہ ایک روایت مخالف کلام اللہ کے اپنی طرف سے وضع کرکے کہدی تہی اور جب اُنکا حق غصب کر لیا تو ایسے غاصب سے طمار لنا کیا چاہئے اول تو پہلے ہی سے خلافت کے غصب ہونیسے بیحد رنجیدہ نہیں اور پھر یہ مقدمہ پیش آیا تو رنج پر رنج ہوا اسواسطے طمار لنا ترک کیا اور سچ کو بیشک آنچ نہیں ہے لیکن حضرت ابوبکر سچے نتھے روایت مذکورہ میں اور ابوبکر اس مقدمہ میں سراسر قصوروار ہیں جیسا کہ ہم لکھ چکے اور فاطمہ زہرا پر اعتراض کیونکر ہوا اُنہوں نے کیا کیا کہ اُنکا حق دبایا ہے لیکن تو تو نواصب اور خوارج کے بہانہ سے اعتراض ہی اُنپر کر چکا ہی اور پھر لکھتا ہی کہ مورد اعتراض اُنکو نہیں سمجھتے اور یہ کیونکر ہو سکے کہ حق ہی اُنکا غصب ہوا اور پھر وہی مورد اعتراض بھی ہوں اور اگر قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منقوض نہیں ہوتا ہی تو ہمکو اس سے کیا لیکن یہ بھی اُنکا ہی کام ہے کہ چوتے غبازوں بدکاروں کو موافق قول حضرت علی کے خلیفہ رسول اور نائب پیغمبر جانتے ہیں اور ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے اہل سنت کے نزدیک و لا یعزل الامام بالفسق کا کہ اگر امام چوری کرے شراب پیوے زنا کرے اعلام کرے لیکن امامت سے معزول نہیں ہوتا ہی اور جامع الرموز شرح مختصر وقائع میں یہ لکھا ہی کہ کچھہ ایمان بھی شرط نہیں ہے امام کے واسطے اس صورت میں اگر بزیا کوئی ہندو بھی اُنکے نزدیک امام ہو سکتا ہی اسیواسطے کیسے ہی افعال ہوں خلیفہ کے لیکن قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منقوض نہیں ہوتا ہی کیسا ہی ظلم کرے اور اگر یہی بات ہی تو پھر کیوں جھگڑتے ہیں ابوبکر کی طرف سے اگر حق فاطمہ غصب کیا تو کیا قباحت ہے امامت میں تو فرق نہیں آتا ہی **قال الشیخ الاشعری** دوسری بات کچھہ دور نہیں کان درست کیجئے اور سنئے حضرت فاطمہ زہرا نہ ہر چند سیدۃ النساء ہیں بلکہ اُنکی خاکپای ہمارا کبار اولیاء اُنکے غلامان غلام مورد افضال کبریا اور اُنکی محبت جو محبت کے طور پر ہو باعث نجات اشقیا اور اُنکا اعتقاد جو اعتقاد کی طرح پر ہو باعث ترقی درجات علی لیکن یہ ہرگز اُمتی نہیں نبی نہیں فہم قرآن مجید میں کچھہ حاجت تفسیر نبوی کہتی نہیں کیونکہ فقط زبان دانی اور قوت فہم دقائق معانی سے آجتک کوئی کلام ربانی اور شرح اشکال آیات فرقانی بجز مورد وحی آسمانی یعنی سرور دو جہان پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ و علی آلہ و ازواجہ و اہلبیتہ و اصحابہ و سلم کے متصور نہیں چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہی اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیْکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ یعنی بھیجا ہمنے تم میں رسول تمہیں میں سے جو پڑہتا ہی تم پر ہماری آیات اور سنوارتا ہی تمکو اور تعلیم کرتا ہی تمکو قرآن اور تلقین بات قطعہ فرمائی کہ تلو علیکم کہ تو بسکی یہ معنی ہیں کہ پڑہتا ہی تم پر ہماری آیتیں تعلیم الفاظ قرآنی پر دلالت کرتا ہی اور یزکیکم جسکے یہ معنی ہیں کہ سنوارتا ہی اور پاک صاف کرتا ہی تزکیہ باطن یعنی تلقین بات قطعہ فرمائی کہ تعلیم الکتاب و ایاتا قطع نظر اسکے کہ تعلیم علوم میں معانی ہی سے متعلق ہے، بعد تلو علیکم کے یہ فرمانا اسبات پر دلیل کامل ہی کہ تعلیم معانی کی تعلیم ہی پھر جب تعلیم میں خطاب تمام اُمت کی جانب ہو خاص کر مسلمانان ملک عرب کی طرف جو بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میں مشرف باسلام ہو چکے تہے چنانچہ لفظ منکم سے عیاں ہی تو معلوم ہوا کہ درست علم معانی قرآن میں متابعت سرور دو جہان صلی اللہ علیہ و سلم تہی اور نیز یہ بھی متحقق ہوا کہ تعلیم معانی قرآن کے قابلیت بھی کسی میں نہیں جبتک تزکیہ نام نہو تب تک تعلیم معانی قرآنی موقوف ہی اسیواسطے بعد تعلیم الکتاب کے بعد یزکیکم فرمایا و شواہد اس دلیل کے قرآن میں بہت ہیں فلان علم پر مورد پر پوشیدہ نہ رہیگا ایکجا قرآن میں وَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ فرماتے ہیں یعنی اتاری ہمنے تجہپر کتاب جسمیں ہر چیز کا بیان ہی اور ایک جا سوا پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم کے اور کسکو فرماتے ہیں وَ مَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یعنی نہیں دئے گئے تم علم سے مگر تہوڑا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم کے مستثنے ہونیکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ قل اور جو اس سے پہلے ہی اسبات پر شاہد ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بمنزلہ فاصد اس حوالے اور اس زمانے کے ہیں داخل زمرہ مخاطبین نہیں اور بالبداہہ یہ ہم سب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم ہی قرآن کے دقائق کو خدا ہی کے برابر سمجھتے ہیں لیکن اسمیں بھی شبہہ نہیں کہ اور دل سے سب سے زیادہ سمجھتے ہیں اقتضاء بشریہ کلام اللہ میں اس قسم کی بہت سے مضامین ملینگے جنسے موی احقر کی تصدیق ہو اور بسبب کجی طبیعت کے اُنکے مؤید ہونیمیں کیوجہ سے انکار کیجے تو کرو بدتاویز آیت اِنَّا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا جو کچھہ بندہ سمجھا اُن نے عرض کیا ہی وہ کسیکے باپ سے رد نہیں کیا جا سکتا خیر بہرحال حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا در باب فہم معانی قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کیطرف محتاج ہونا کلام اللہ سے ثابت اور نیز پر اہل سنت کے نزدیک یہ بات لاریب مسلم ہی اور اسکے مخالف کسی دلیل عقلی یا نقلی سے آجتک کوئی بات اُنکو ثبوت کو نہیں پہنچی اور کیونکر پہنچے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا در بارہ فہم قرآن رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کا محتاج ہونا اظہر من الشمس ہے محتاج دلیل نہیں اسکے خلاف کا غلط ہونا بھی ہر کسیکے نزدیک روشن پھر اگر کسی آیت کے فہم میں بسبب اسکے کہ اُسکی تفسیر

زبان گوہر ریز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے نہ سنی ہوئی الجھا غلطی ہوجائے اور اسکے کسی شارہ مخفی کو نہ سمجھے تو اہل انصاف فرمائیں تو اسمیں کیا محال ہی علی ہذا القیاس ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلکہ اجہل لوی شخص اہل فہم میں اس شارۂ مخفی کو جو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے رہگیا ہو تنسیہ وہ تفسیر نبوی سمجھ جائیں تو قباحت ہے نہ اسبات سے کچھ کسر شان حضرت زہرا رضی اللہ عنہا لازم آتی ہی اور نہ اسوجہ سے دوسروں کو انپر فوقیت ہوسکتی ہی **اقول** فاطمہ زہرا علیہا السلام بجمیع اوصاف حمیدہ موصوف تھیں اور بموجب حکم آیۂ تطہیر معصومہ تھیں اسی واسطے ہم انکو معصومہ جانتے ہیں اور پیغمبر اور امام انکو نہیں جانتے ہیں اور معصوم جو ہم انکو جانتے ہیں تو یہ اس شیخ کی نزدیک محبت کے اور اعتقاد کی طور پر نہیں ہے اسیواسطے اس نے کہا ہے کہ محبت محبت کے طور پر ہو اور اعتقاد اعتقاد کے طرح ہو اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ امتی تھیں اور نبی نتھیں اور قرآن کی تفسیر کے باب میں انکو رسولخدا صلعم کیطرف احتیاج بھی تھی لیکن جناب مولی اصلعم نے انکو سب تعلیم کردیا تھا اور جسقدر کہ دقایق معانی قرآن تھی وہ انپر واضح کردیے تھے وہ تعلیم رسولخدا صلعم ہر ایک دقیقہ سے آگاہ ہوگئی تھیں اور ایسی کوئی آیت ہی نتھی کہ جسکی تفسیر رسولخدا صلعم سے نہ سنی ہو تاکہ اسکی تفسیر کو اپنی رائے سے بیان کرکے اسمیں غلطی کریں اور بموجب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کے خدا تعالے کا حضرت کو حکم تھا انکی تعلیم کے واسطے اور حضرت نے انکو تعلیم کرکے ہر ایک مکاہا کردیا تھا اور اسی جہت سے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ لا تعلموهم فانهم اعلم منكم یعنی نہ تعلیم کرو تم انکو کہ وہ تم سے زیادہ سیکھی ہوئی ہیں بلکہ حضرت نے تو سب کو تعلیم کردیا ہی بموجب اس کہ یہ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے جو اسمیں لکھی ہی یعنی بھیجا ہمنے تم میں پیغمبر کو تمہیں میں سے کہ پڑہتا ہی اوپر تمہارے آیتیں ہماری اور پاکیزہ کرتا ہی تمکو شرک اور معاصی سے اور سکھلاتا ہی تمکو کتاب اور حکمت کو کہ وہ قرآن ہی اور آیتیں جو پڑہتے ہے تو مراد اس سے یہ ہی کہ وہ ہماری ایسی آیتیں ہیں کہ جو تم پر پڑھتا ہی کہ مثل انکی فصاحت اور بلاغت میں کوئی نہیں لاسکتا اور تعلیم قرآن سے یہ مراد ہی کہ اسکے معانی سے سب کو آگاہ کرتا ہی سو سب معانی قرآن سے مطلع ہوگئے مگر بعضے بعضے آدمی جو کہ بلید الطبع اور غبی تھے جیسے کہ خلفاء ثلاثہ وہ البتہ بعضی آیتوں کے مضامین کو باوجود ارشاد جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور واضح کرنے حضرت کے نہیں سمجھے اور جو کچھ سمجھے تھے اسکو بھول گئے اسیواسطے غلطیاں کرتے تھے احکام میں اور لوگ انکو متنبہ کرتے تھے استیعاب میں لکھا ہی کہ میراث دادی و نانی میں غلطی کی ابوبکر نے اور عبدالرحمن نے انکو متنبہ کیا اور کنز العمال کی کتاب الفرائض میں لکھا ہی کہ خالہ اور پھوپھی کی میراث بھی ابوبکر پر مشتبہ تھی اور تفسیر کشاف میں لکھا ہی کہ ابوبکر کلالہ کو بھی نہ جانتے تھے کہ کسکو کہتے ہیں اور کنز العمال میں لکھا ہی کہ حدیث واطاء سے ابوبکر کو اطلاع نہ تھی اور تفسیر اتقان میں لکھا ہی کہ اَبّا کے معنی خلیفہ صاحب نہیں جانتے تھے اسی طرح کثرت سے مجہولات ابوبکر کے ہیں کہاں تک لکھے جائیں اور عمر کے مجہولات سے بھی زیادہ ہیں وہ تو ایسے تھے کہ زنان پردہ نشین ناقص العقل والدین سے رشک کرتے تھے اور حضرت علی کا تو وہ علم ہی کہ جسکا سب کو اقرار ہی اور فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہی کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں ہر آیت کو قرآن کی جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی پہاڑ پر یا زمین پر رات کو یا دن کو اور کس مقدمہ میں نازل ہوئی سو اہل بیت کے علم کے برابر اور ورنکا علم کیونکر ہوگا اور جناب مولی اصلعم نے اپنی اہل بیت کو سب امور سے آگاہ کردیا تھا کوئی ایسی آیت نہتی کہ انکی سمجھ سے باقی رہگئی ہو باوجود اسکے یہ کہنا کہ کسی آیت کی تفسیر رسولخدا صلعم سے نہ سنی ہو اور اسمیں حضرت فاطمہ سے غلطی ہوجائے اور ابوبکر اسکو سمجھ جائے یہ کمال تعصب اور بے دینی کی بات ہے کہ جو کہ عالم ہو اور جسکے گھر میں سے قرآن و علم دین نکلا ہو اور اسکے حق میں رسولخدا فرمائیں کہ انکو تعلیم مت کرو یہ شخص زیادہ عالم ہیں وہ تو قرآن کے معانی کو نہ سمجھے اور ایک مرد جاہل بلید الطبع کہ جو احکام قرآن سے بخوبی واقف نہو اور غلطیاں کھاتا ہو وہ اسکو سمجھ جاوے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ اور پھر لکھتا ہے کہ کیا مجال ہی اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی تو فرماتا ہی کہ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور اس نے جاہلوں کو علماء پر ترجیح دی ہی اور حضرت علی جو کہ عالم قرآن تھے اور ہر ایک آیت کے حال سے آگاہ تھے اور انکے حق میں رسولخدا صلعم فرمائیں کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی انسے شب و روز صحبت حضرت فاطمہ کو رہتی ہو وہ تو قرآن کی آیت کو نہ سمجھیں اور ابوبکر ایک مرد جاہل سمجھ جائے اور ہمنے فرض کیا کہ حضرت فاطمہ سے غلطی ہوئی تھی لیکن حضرت علی نے اس غلطی کو کیوں نہ سنبھالا اور حضرت فاطمہ کو غصہ ہونے سے کیوں نہ منع کیا وہ بھی تو موجود تھے بلکہ ابوبکر ہی حضرت فاطمہ کیطرف ہوکر گفتگو کی انبیا کے موروث ہونے میں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جو کہ معصوم ہیں انکو تو غلطی پر کہتا ہی اور خطائیں انکی ثابت کرتا ہی اور ابوبکر جو کہ جائز الخطا ہے اسکی بات کو صحیح جانتا ہی کیا دینداری ہی تیری اور حال یہ ہے کہ معاملہ بالعکس ہے کہ معصوم سے خطا نہیں ہوتی اور ابوبکر سے اگر غلطی ہو تو کیا مضائقہ ہی ہوسکتا ہی کہ رسولخدا صلعم کے فرمانے کو ابوبکر نہ سمجھے ہوں روایت لانورث کی مقدمہ میں حضرت نے کچھ فرمایا ہو اور یہ کچھ اور سمجھے ہوں لیکن ابوبکر تو ہرگز نہ کہیگا اور انبیاء اور فاطمہ زہرا علیہم السلام ہی کو غلطی پر کہیگا اور اس نے جو آیہ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا الخ بیان کرکے لکھا ہی کہ اس سے یہ ثابت ہے کہ بدون سمجھانے رسولخدا صلعم کے کوئی نہیں سمجھتا ہی قرآن کو اور بڑے لاف کے ساتھ بیان کیا ہی کہ جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہی کہ کسیکے باپ سے رد نہیں کیا جاسکتا اور اہل سنت کے نزدیک بات مسلم ہی اور حضرت فاطمہ کا محتاج ہونا معانی قرآن میں رسولخدا کیطرف اظہر من الشمس ہے یہ سب غلط ہی اسواسطے کہ معانی تو اس آیت کے یہ ہیں کہ پیغمبر آیتو سنو ہماری تمپر پڑہتا ہی اور قرآن تمکو سکھاتا ہی لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ اور کوئی زبان عرب کا جاننے والا بھی قرآن کو نہیں سمجھ سکتا ہے اور بدون سمجھائے رسولخدا صلعم کے کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی سورۂ یوسف کے اول میں فرماتا ہی کہ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

یعنی تحقیق نازل کیا ہی ہمنے اُسکو قرآن عربی تاکہ سمجھو تم تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی کہ یہ سمجھنا علت ہی زبان عربی میں نازل کرنے کی یعنی زبان چونکہ مدینہ کے لوگوں کی عربی تہی اسواسطے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا کہ وہ خود اسکو سمجھ جائیں اور دوسرے آدمی کے بتانیکے محتاج نہوں اور سورۂ محمد میں لکھا ہی کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا یعنی پس کیا نہیں سوچتے ہیں اور فکر و تامل نہیں کرتے ہیں وہ قرآن میں کیا اُنکے دلوں پر قفل لگے ہوئی ہیں کہ اُسکے نصیحتوں کو جو کہ اُسمیں لکھی ہیں نہیں سمجھتے ہیں دیکھو کہ اسمیں علی العموم حکم ہی کہ اسمیں فکر و تامل کرکے خود سمجھیں تو اس شیخ کے نزدیکت ہی کہ فاطمہ زہرا تو اسکے سمجھنے میں غلطی کریں اور سب آدمی اسمیں تامل کرکے بے تعلیم رسولخدا صلعم کے سمجھ جائیں اور اس شیخ کے نزدیکت ہی کہ فاطمہ زہرا میں سب طرح کی خوبیاں ہیں لیکن جسوقت ابوبکر سے کسی امر میں تکرار ہو تو اُسوقت فاطمہ زہرا جھوٹی اور غلطی پر ہیں گو نفس الامر میں حضرت فاطمہ ہی غلطی نہوئی ہو اور ابوبکر سچے ہیں اور صواب پر ہیں اور اسمیں کیا قباحت ہے انبیاء علیہم السلام بہی تو غلطی کیا کرتے تہے اور ہمنے فرض کیا کہ اگر کسی امر میں حضرت فاطمہ سے غلطی ہو جائے تو کسر شان اُنکی نہیں ہوتی ہی لیکن جب غلطی اُنسے وقوع ہی میں نہ آئی ہو تو ہم کیونکر کہدیں کہ حضرت فاطمہ سے غلطی ہوئی احتمالوں سے مقابلہ میں واقعی امروں کے کام نہیں چلتا ہے

قال الشیخ الاشعری اگر ایک بات کے سمجھ لینے سے سمجھنے والونکو نہ سمجھنے والوں پر فوقیت ہوا کرتے تو خضر کو حضرت موسی علیہ السلام پر فوقیت ہوتی کیونکہ کشتی کی توڑنے اور لڑکے کے قتل کرنیکی وجہ باوجودیکہ یہ سب حضرت خضر نے بامر خداوندی کیا تھا حضرت موسی علیہ السلام سمجھے اور حضرت خضر — اُن سب کی وجوہ جانتے تھے چنانچہ واقعان کلام ربانی جانتے ہیں حالانکہ مذہب صحیح یہی ہی کہ حضرت خضر نبی نتھے اور اگر تھے بھی باجماع امت حضرت موسی حضرت خضر سے افضل ہیں اور حضرت داؤد کا کہیتی کے مقدمہ میں غلطی کھانا اور حضرت سلیمان کا حکم خداوندی کا سمجھانا معروف و مشہور ہے اور قرآن میں مذکور حالانکہ جسوقت یہ قصہ پیش آیا اُسوقت حضرت داؤد پیغمبر وقت تھے اور پیغمبر بھی کیسے اولوالعزم اور حضرت سلیمان جبتک نبی نہوئے نہتے لو نہ امام اور بالیقین صغیر السن کیونکہ وقت وفات حضرت داؤد حضرت سلیمان کی عمر کل بارہ برس کی تھی جب قصہ پیش آیا جب تو وہ بھی چھوٹی عمر ہوگی پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام حالانکہ نبی وقت اور رسول اولوالعزم تھے ایک مسئلہ میں غلطی کریں اور ایک لڑکا نو عمر بات صحیح کہدے تو اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہی اگر ایک اشارہ بے تعلیم نہ سمجھیں وہ بہی آیہ یوصیکم اللہ کا اشارہ جو منجملہ آیات قرآن مجید ہی جسکا فہم کامل بغیر تفہیم و تعلیم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ممکن نہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور حضرت صدیق اکبر بلکہ اجل کے پڑھنے لکھنے والے جو کسیطرح حضرت فاطمہ بلکہ اُنکی خاکپائے اُنکے سگ در کی برابر نہیں ہو سکتی بوجہ تعلیم نبوی سمجھ جاویں تو کچھ حرج نہیں علی ہذا القیاس ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک کا نہ ملنا معلوم ہو کیونکہ ایسے قصے اکثر مجاہدین و غازیین کو معلوم رہتے ہیں اور بالیقین آیہ ما افاء اللہ سے بہی راضی نہی کا غیر مملوک احدی ہونا بتامل ہی نکلتا ہی چنانچہ ناظران وجوہ مسطورۂ بالا باوجود زیادہ تحقیق غیر مملوک ہونے راضی نے لکھے گئے ہیں پوشیدہ نہ رہیگا اور اس سمجھنے اور اس بے علمی کے باعث بعد وفات سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ و اکمل التحیات حضرت صدیق اکبر سے طالب میراث ہوئے کیونکہ جبتک اشارہ وجوہ راضی نے یوصیکم اور اشارات مذکورہ پر اور علی ہذا القیاس وجوہ غیر مملوک ہونے راضی نے آیہ ما افاء اللہ کے پیش و پس سے مستنبط ہیں نظر نہ ہوئے تب تک ظاہر آیہ یوصیکم اسی طرف ہے کہ پیغمبر آخر الزمان صلعم بہی حکم میراث میں شریک امت ہیں **اقول** یہ توہم نہیں ہیں نہ ایسا کہتے ہیں نہ ایسا کہنے والوں کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن سمجھنے والے کو سمجھنے والا اور نہ سمجھنے والے کو نہ سمجھنے والا کیونکر مقرر کر دیں اپنی طرف سے اور حضرت موسی اور حضرت خضر کا قصہ جو یہاں بایں اسکے کہ بالنسبت ہے حضرت موسی تو اتعالی خود پوشیدہ کھا کشتی کی توڑنے کی اور لڑکے کی قتل کی وجہ کو اسواسطے حضرت سے اُس وجہ سے جو آگاہ نہیں تھے تو حضرت خضر پر اعتراض کرتے تھے اور حضرت فاطمہ کو تو رسولخدا صلعم نے سب کچھ تعلیم کر دیا تھا اور ہر ایک امر کی اور تفسیر قرآن سے آگاہ کر دیا تھا اور اگر تعلیم نہ کرتے تو حضرت پر اعتراض جناب باری عز اسمہ ہوتا اسواسطے کہ اُنکو حکم تہا تعلیم کر دینے کا پھر حضرت فاطمہ کیونکر غلطی کرتیں اور کیوں سمجھتیں اور حضرت داؤد نے بہی کہیتی کے مقدمہ میں گو غلطی نہیں کھائی تو اُس پر تہمت کرتا ہی بلکہ اُنہوں نے موافق اُس حکم کے فرمایا تھا جو کہ پہلے سے چلا آتا تھا اور حضرت سلیمان کو خدا تعالی نے دوسری طرح سمجھا دیا تھا اُنہوں نے اُسکے موافق کہا اس صورت میں حکم حضرت سلیمان ناسخ ہوگا حضرت داؤد کا اسواسطے کہ دونو خدا ہی کے حکم تہے اور غلطی حضرت داؤد کی نہیں ہوئی تہی اور حضرت فاطمہ کو تو سب کچھ رسولخدا صلعم نے تعلیم کر دیا تھا تو یہ باتیں نہیں کہہ سکتے کہ کوئی اشارہ بے تعلیم نہ سمجھیں وہ تو سب سمجھی ہوئی تھیں اور آیہ یوصیکم اللہ کو وہ خوب سمجھی ہوئی تہیں چنانچہ آپ اسواسطے اُنہوں نے دعوی میراث کا کیا چنانچہ پہلے اس سے تفسیر کبیر سے لکھ چکے ہیں اور ابوبکر اور اجل کے پڑھنے لکھنے والی حضرت فاطمہ کے برابر ہرگز نہیں سمجھ سکتی ہیں کہ اُنکو براہ میں تعلیم رسولخدا صلعم کی تھی اور یہ لوگ جو کچھ کہیں گے اپنی رائے سے کہیں گے خواہ غلط ہو خواہ صحیح ہو اور جو کوئی حضرت فاطمہ کے قول کے خلاف کہیگا بیشک قول اُسکا غلط ہوگا اور ایسا بہی نہیں ہو سکتا کہ جسوقت رسولخدا صلعم نے اُنکو سب کچھ تعلیم کر دیا ہو تو فدک کا نہ ہونا اُنکو معلوم نہو فدک تو وہ ہی کہ ابوبکر ہی جسکا دعوی حضرت فاطمہ نے کیا تھا کہ مجھکو یہ میرے باپ نے ہبہ کیا ہی اور یہ سبب بابت اُن کتابوں میں لکھا ہی بلکہ ہبہ کر دینا بہی لکھا ہی اور اسیواسطے دعوی ہبہ کا کیا تھا اور جب ابوبکر نے فدک اُنکو مذیا تو پھر دعوی میراث کا کیا چنانچہ پہلے اس سے ذکر ہو لیا ہی پھر حضرت فاطمہ کو فدک کا نہ ملنا کیونکر نہ معلوم ہوتا اور آیہ ما افاء اللہ ہی سے فدک کا نہ ملنا بخوبی معلوم ہوتا ہی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور جو وجوہ قولنے اُسکے مملوک نہونیکی لکھی ہیں ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہی اور حضرت فاطمہ بے علم ہرگز نہیں بلکہ خوب سمجھی ہوئی تہیں اسیواسطے بعد رسولخدا صلعم کے ابوبکر سے دعوی میراث کا کیا تھا اور حضرت فاطمہ اُن وجوہ کو مملوک نہونیکی جو قولنے لکھا ہے

سب کو باطل جانتی تھیں اور حکم آیہ یوصیکم اللہ کا واسطے رسول خدا صلعم کے اور امت کے سب کے واسطے عام جانتی تھیں موجب تعلیم رسول خدا صلعم کے اسواسطے دعوی میراث کا ابوبکر سے کیا

قال الشیخ الاشعری مگر جب ابوبکر نے حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سنادی ہو تب اس طلبگاری سے ایک گونہ ندامت اور رنج حاصل ہوا ہو کیونکہ انبیاء اور مرسلین اور صدیقین اور کاملین کو لازم ہے کہ اگر کوئی بے اعتدالی انسے ظہور میں آئی تو بعد اطلاع اسپر ندامت ہوا کرے چنانچہ حضرت آدم کا گیہوں کے کھالینے پر نادم ہونا اور علی ہذا القیاس حضرت نوح علیہ السلام کا دعاء نجات فرزند سے نادم اور پشیمان ہونا اور حضرت موسی علیہ السلام کا قتل قبطی سے شرمندہ ہونا خود قرآن میں موجود ہے اور اس امت کے باعث حضرت صدیق اکبر سے ربط و ضبط میں فرق آگیا ہو اور ملنا رلنا بدستور سابق نرہا ہو۔ یہ کہ ہم بھی کلام و سلام کی نوبت نہ آئی ہو کیونکہ اس طرح کی متارکۃ تین دن سے زیادہ حرام ہے چہ جائیکہ تمام عمر وہ بھی ایسے مسلمانوں میں بہر حال ترک کلام میں جو بعض روایات میں ہے اہل سنت کے نزدیک حضرت فاطمہ کیطرف کچھ حرف نہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کلام نکرنے سے یہ مراد ہے کہ جب حدیث لانورث سن لی تو پھر فدک کے مقدمہ میں کچھ چون چرا نہیں کی اور صدیق اکبر کے چھوڑ دینے سے یہ مراد ہے کہ چپکے ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ رہیں اور بعد حدیث مذکور کے سن لینے کے پھر انکا پیچھا نہیں لیا اور کیونکر ایسا اگر ایسا ہو تو حضرت فاطمہ اور دنیاداروں میں کیا فرق رہا مگر صدیق اکبر تو باضافہ محبت اعتقاد و نیازمندی و انقیاد اس ملنے کو غصہ پر محمول کر کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوئے ہوں اور علی ہذا القیاس اور لوگ بھی اسی غصہ ہی سمجھتے ہوں اور اسی لئے صدیق اکبر نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو سفارش کے لئے اندر بھیجا ہو اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے تسکین صدیق اکبر کے لئے اظہار رضا اور خوشی کا کر دیا ہو **اقول** ارے ناصبی دشمن فاطمہ زہرا الٹا حضرت فاطمہ ہی کو تو الزام دیتا ہے کہ وہ دعوی میراث کر کے نادم اور پشیمان ہوئیں اور حال یہ ہے کہ تمام علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے روایت لانورث کو سنکر ابوبکر پر غصہ ہوئیں اور کلام کرنا انسے چھوڑ دیا اور تو کہتا ہے کہ نادم ہو کر بیٹھ رہیں آخر تو نے بھی اس اعتقاد فاسد کی سزا پائی کہ اہل مکہ نے تیرے ارتداد کا فتوی لکھا کسی اور امر ہی کی جہت سے سہی اور نادم کیونکر ہوئیں حضرت فاطمہ اگر نادم ہوتیں تو ابوبکر سے عذر کرتیں کہ مجھکو اس روایت لانورث کی خبر نتھی اسواسطے میں نے دعوی میراث کا کیا تھا وہ تو غصہ ہوئیں ابوبکر پر کیا غصہ کو ندامت کہتے ہیں اور غصہ انکا صاف ابوبکر کے جھوٹ بولنے پر دلالت کرتا ہے اور نادم تو اسوقت ہوتیں کہ جب جانتیں کہ ابوبکر اس روایت میں راست گو ہیں انہوں نے ابوبکر کو اس روایت میں دروغگو ہی جانا تھا اور اسواسطے جسوقت حضرت علی نے اس روایت کو ابوبکر سے سنا تو اسکے رد میں کلام اللہ کی آیتوں سے استدلال کیا اور ابوبکر کو اسکا جواب آیا چنانچہ ہم پہلے اس کو اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور اگر ابوبکر اس روایت میں سچے ہوتے اور حضرت فاطمہ کو یہ روایت سنکر ندامت ہوتی تو حضرت علی اور حضرت عباس عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی کا ہیکہ کرتے اور ابوبکر اور عمر کو کاذب و آثم اور غادر و خائن کا ہیکو سمجھتے جو بات لکھتا ہے احتمالی لکھتا ہے کہ شاید حاصل ہوا ہو اور فلانی بات یوں ہوئی ہو ارے کوئی بھی دلیل واقعی تیری پاس ہے کہ جسکو علماء نے لکھا ہو اور وہ قابل جواب کے ہو تیری کتب صحاح میں تو لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور ملنا رلنا اس سے بالکل ترک کیا کہ اس نے حسبا ہجرت ہی اختیار کی اور تو برخلاف اپنی کتب کے کہتا ہے کہ نادم ہو کر بیٹھ رہیں اور اگر انبیاء اور صدیقین غیرہم کوئی بے اعتدالی کریں اور بعد اطلاع نادم ہوں تو یہ کیا لازم ہے اسکو کہ حضرت فاطمہ ہی نادم ہوئی ہوں بے اعتدالی کی جہت سے حضرت فاطمہ نے تو موجب حکم خدا کے میراث کو طلب کیا تھا اور ایک شخص نے مخالف حکم خدا کے ایک بات بیان کی تو اسمیں ندامت کی کون وجہ ہے۔ انتہای کار یہ ہے کہ یوں سمجھی ہونگے کہ یوں بھی ہوگا لیکن میں نے رسول خدا صلعم سے ایسا نہیں سنا ہے اور نادم ہونیکی کیا وجہ ہے خدا کے حکم کے موافق جو حضرت فاطمہ نے اپنا حق طلب کیا تو تیرے نزدیک بے اعتدالی ٹھیری اور جو شخص کہ خلاف حکم خدا کے بیان کرے وہ تیرے نزدیک صحیح اور درست ہے اور ابوبکر سے جو ربط اور ضبط میں فرق آیا وہ ناراضمندی کی جہت سے تھا چنانچہ تیری کتب صحاح میں لکھا ہے کہ سنتے ہی غضبناک ہوگئیں اور جسوقت آدمی نادم ہوتا ہے تو بسبب شرمندگی کے سر اسکا نیچے ہو جاتا ہے اور پھر چوں بھی نہیں آتا ہے چہ جائکہ غضبناک ہونا اور تین دن سے زیادہ متارکہ اسوقت حرام ہوگی کہ جسوقت جانبین سے اپنے ایمان پر قائم ہوں اور جسوقت کہ ایک شخص صریح بے ایمانی کا کام کرے اور ظلم کر کے گلے پر چھری پھیرے تو اسکی متارکہ حرام نہیں ہے اور ترک کلام میں حضرت فاطمہ کیطرف حرف کیا ہوا انکا ترک کلام اپنے موقع پر تھا کہ انکے نزدیک ابوبکر قابل کلام کرنے ہی کے نہ رہے تھے جسوقت کہ انہیں ظلم کیا اور حق بجانب فاطمہ تھا اور یہ کہنا کہ روایت لانورث سنکر حضرت فاطمہ نے فدک کے مقدمہ میں کلام نکیا یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ جب مہاجرت ہی اختیار کی تو پھر بالکل ہی کلام نکیا کیا فدک اور کیا غیر فدک کے کلام نکرنے میں کچھ خصوصیت نہیں ہے اور یہی تنقیح شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ لفظ فهجرت ابابكر ولم تزل مهاجرة حق توفیت رد کرتا ہے اس امر کو کہ جو ترمذی نے اپنے شیخ علی بن عیسی سے حکایت کی ہے کہ خاص میراث میں کلام نکیا اور جبکہ حضرت فاطمہ سنتی ہی روایت لانورث کو غضبناک ہوگئیں تو میراث کے مقدمہ میں کلام نکرنیکی کیا خصوصیت ہے بلکہ مطلق کلام کرنا ناراض ہو کر ترک کیا اور اگر اپنے گھر میں چپکی بیٹھ رہیں تو ابوبکر کو راست گو جانکر نہیں بیٹھیں بلکہ صبر کر کے بیٹھ رہیں ابوبکر سے ناراض ہو کر جیسا کہ النسوان شرفارکا دستور ہے اور تیرے نزدیک تو بہتر یہ تھا کہ فاطمہ ابوبکر سے دو بدو گفتگو کرتیں اور ہمیشہ نزاع رکھتیں یہ شعار حضرت فاطمہ کا نتھا یہ کام تو حضرت عائشہ کا تھا کہ اپنے گھر کو چھوڑ کر خلاف حکم خدا کے حضرت علی سے لڑنے بصرہ کو چلی گئیں اور خچر پر سوار ہو کر گھر سے باہر نکلیں اور حضرت امام حسن کے جنازہ پر تیر برسائے اور ابوبکر کو اعتقاد و محبت حضرت فاطمہ سے کچھ نتھی اگر ایسا ہوتا تو گو ابوبکر کے نزدیک فدک حق فقراء تھا لیکن سب مسلمانوں سے بحل کروا کے حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیتے انکو اختیار تھا جیسا کہ رسول خدا صلعم نے حضرت زینب دختر خدیجہ کبرا کا

قلادہ جو کہ انہوں نے اپنے شوہر کے فدیہ میں دیا تھا سب مسلمانوں سے بجل کر واکے انکو واپس کر دیا لیکن ابوبکر کو تو فاطمہ زہرا کا آزردہ کرنا منظور تھا وہ کیوں دیتے اور عثمان نے تو کسی سے پوچھا بھی نہیں تھا بدون بجل کرائے ہی مروان کو فدک دیدیا اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں فدک کے مذہبی کی ایک وجہ نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ میں نے علی بن علی الفارقی الشافعی مدرس عربی مدرسہ بغداد سے پوچھا کہ کیا فاطمہ زہرا سچی تھیں کہا ہاں سچی تھیں میں نے کہا پھر ابوبکر نے فدک انکو کیوں نہ دیدیا جسوقت کہ وہ انکے نزدیک سچی تھیں یہ سنکر تبسم کیا اور ایک کلام لطیف جواب میں فرمایا باوجودیکہ عادت انکی خوش طبعی کی نہ تھی کہا کہ اگر آج ابوبکر فدک فاطمہ کو دیدیتے تو کل کو فاطمہ ابوبکر کے پاس جاکر اپنے شوہر کے واسطے دعوی خلافت کا کرتی اور ابوبکر کو خلافت سے دور کرتی اور پھر کچھ عذر ابوبکر کو خلافت کے چھوڑ دینے میں نہ تھا اور ابوبکر کے نزدیک فاطمہ کے دعوی کے راست ہونے میں کچھ شبہ نہ تھا اور نہ ملنا حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے محمول غصہ پر نہیں ہے بلکہ حقیقت میں غصہ ہو گئی تھیں ابوبکر سے ناراض ہو کر جیسے کہ روایات صحیحہ میں وارد ہے اور سب دنیا ایسا ہی جانتی ہے اور ابوبکر کا دروازہ فاطمہ پر حاضر ہونا اور علی مرتضی کو واسطے سفارش کے اندر بھیجنا اور حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے راضی ہو جانا سب غلط ہے اور یہ روایت شعبی اور اوزاعی کی ہے اور باطل کرتی ہے اسکو روایت اصح الکتب بخاری کی ایک جگہ تو صحیح بخاری میں ہے کہ فغضبت فاطمة بنت رسول الله وهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله ستة اشهر اور دوسری جگہ صحیح بخاری میں غزوہ خیبر کے ذکر میں یہ روایت ہے فوجدت فاطمة على ابي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد النبي ستة اشهر اور حاصل دونو روایتوں کا یہ ہے کہ غضب اور غصہ میں ہوئی فاطمہ دختر رسول خدا صلعم اور ترک کر دیا ابوبکر کو کہ ملنا اس سے چھوڑ دیا پس ہمیشہ ابوبکر سے مفارقت رکھی اور کبھی نہ ملی اور نہ کبھی ابوبکر سے کلام کیا یہانتک کہ وفات پائی اور زندہ رہی بعد رسول خدا صلعم کے چھ مہینے دیکھو ان دو روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر سے کبھی نہ ملیں اور نہ کبھی کلام کیا ناراضگی سے راضی ہونا تو کہاں سو صحیح بخاری کی روایت کے مخالف جو روایت ہوگی وہ باطل ہوگی اسواسطے وہ روایت شعبی و اوزاعی کی بھی باطل ہے جسمیں حضرت فاطمہ کا راضی ہونا لکھا ہے ورنہ صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ نہ کہو بلکہ اضبط الکتب بعد کتب الضلال کہو اور ابوبکر جوہری نے تو اسطرح لکھا ہے کتاب سقیفہ میں کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے کہا کہ میں تجھ سے کبھی کلام نکرونگی ابوبکر نے کہا کہ میں تجھ سے کبھی نہ چھوڑونگا فاطمہ نے کہا کہ میں تیرے حق میں دعای بد کرونگی ابوبکر نے کہا کہ میں تیرے واسطے اچھی دعا کرونگا جب حضرت فاطمہ کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے پس شب کو دفن کی گئیں اور ابن قتیبہ نے کتاب الامامت والسیاسۃ میں ایک بڑی روایت اس مقدمہ میں لکھی ہے مختصر یہ ہے کہ عمر نے ابوبکر سے کہا کہ چلو فاطمہ کے پاس ہمنے اسکو غضبناک کیا ہے جب وہ لوگ گئے اور اذن چاہا تو حضرت فاطمہ نے اپنے پاس آنیکا اذن نہ دیا حضرت علی سے کہا تو وہ انکو اندر لیگئے اور حضرت فاطمہ کے پاس جاکر بیٹھے تو فاطمہ نے انکی طرف سے اپنا منہ پھیر کر دیوار کیطرف کر لیا اور جب سلام کیا ان دونو نے تو حضرت فاطمہ نے جواب سلام کا نہ دیا اور ابوبکر نے گفتگو کی اور کہا کہ تم مجھے عائشہ سے زیادہ عزیز ہو اور روایت نورث بیان کی کہ میں نے رسولخدا سے ایسا سنا تھا حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے بیان کرتی ہوں کیا رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ خوشنودی فاطمہ کی میری خوشنودی سے ہے اور ناراضگی فاطمہ کی میری ناراضگی ہے جو کوئی دوست رکھے فاطمہ کو اس نے مجھکو دوست رکھا اور جسنے اسکو دشمن رکھا اس نے مجھکو دشمن رکھا اور جسنے اس کو راضی رکھا اس نے مجھکو راضی رکھا دونو نے باتفاق کہا ہاں حضرت نے ایسا ہی فرمایا تھا اسوقت حضرت فاطمہ نے کہا کہ گواہ رہو میں خدا کو اور اسکے فرشتوں کو تحقیق تم دونو نے مجھے ناراض کیا اور راضی نہ کیا اور جسوقت ملاقات کرونگی رسولخدا صلعم کی تو تم دونو کی شکایت کرونگی اور ابوبکر سے کہا کہ میں تیرے ساتھ اور فاطمہ راضی ہوئی اور یہ شیخ رضامندی بیان کرتا ہے اور یہ روایت موافق ہے روایت بخاری اور مسلم کے اور روایت شعبی اور اوزاعی کی جو رضامندی فاطمہ کی ہے وہ مخالف ہے اسواسطے اسکا اعتبار نہ ہوگا **قال الشیخ الاشعری** باقی کسیکے بلیس یہ خلجان ہے کہ روایات میں تصریح مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا صدیق اکبر سے غصہ ہو گئیں تو اسکا جواب ہے کہ اول تو روایات صحیحہ مثل روایات مسلم و بخاری میں فوجدت فاطمة واقع ہے اور وجدت جیسا بمعنی غضبت ہے جو غضبہ پر دلالت کرتی ہے ایسا ہی بمعنی حزنت بھی ہے جنون و غم پر دلالت کرتی ہے چنانچہ قاموس غیرہ کتب لغت میں یہ بات نہیں جسکا تامل ہو پھر کونسی ضرورت ہے وجدت بمعنی غضبت ہی لیجاوے خواہی نخواہی حضرت فاطمہ کا غصہ ثابت کیجاوے اور اگر کوئی وہابی یوں تحریر کرے کہ ہمنے مانا وجدت دونو معنی میں مستعمل ہوتا ہے بلکہ اسکے بعد اگر کلمہ علی ہوتا ہے تو غصہ کے معنے میں ہوتا ہے ل اگر اسکے صلہ میں حزن واقع ہو تو پھر معنی حزن کی گنجایش ہے مگر اس مقام میں بعد وجدت صحیح مسلم میں فقط علی ابی بکر ہی ہے اس علامہ نے کہا ہے کہ وجدت بمعنی غضبت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی عقیدہ کے موافق دوسرے کے کلام کے معنے سمجھتا ہے اسیواسطے روایت بالمعنی اول تو ہر کسیکے مقبول نہیں تو ہم پایہ روایت باللفظ نہیں پھر یہ کہنا ملن ہے کہ حقیقت الامر کچھ اور ہو اور راوی کچھ اور سمجھگیا ہو آخر حضرت موسی کو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا اور اپنی معاملات کو اگر تامل کرے تو اکثر ایسے قصے پیش آتے ہیں ممکن ہے کہ کہنے والے نے فقط وجدت فاطمہ کہا ہو اور سننے والے نے بایں خیال کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شان کو جو در حقیقت بوجہ مذلمت تھی بوجہ غضب سمجھ کر باتمام وجدت کو بمعنی غضبت محمول کر کے روایت بالمعنی کے وقت روایت بالمعنی کے ہو اور اپنی سمجھ کے موافق فقط علی ابی بکر ہی زیادہ کر دیا ہو **اقول** بیشک روایات میں اہل سنت کے یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا ابوبکر پر غصہ ہوئی اور سب علماء اہل سنت بھی یہی کہتے ہیں اور یہ قصہ بمنزلہ درایت کے ہے گو روایت میں آیا ہے اور سیکڑوں کتابیں اسمقدمہ میں تصنیف ہو گئیں اور حضرت فاطمہ کے غصہ ہونیکا انکار کسی نے نہیں کیا لیکن جواب اپنی اپنی رائے کے موافق دیتے ہیں اور کیونکر انکار کریں کہ روایت صحیحہ میں آیا ہے اور وجدت کو بمعنی حزنت بھی ہے لیکن اس جگہ بمعنی غضبت ہی ہے اور علی کے کلمہ

کیہ علماء واقع ہوئے سے اوپر ہی تو ضبہ ہوگئی تہ اور سوا اسکے یہ ہے کہ صحیح بخاری میں غضبت ہی آیا ہی جیسے کہ دوسری جگہہ وجدت آیا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ وھجرت ابابکر الخ اور ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ واما سبب غضبہا مع احتجاج ابی بکر بقول اللہ کذا الخ اور دوسری جگہہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ولکنہا غضبت من روایۃ ابی بکر علیہا فیما سالتہ من المیراث فرای علی ان یوافقہا فی لا ینقطع عنہ الخ سو وجدت پر منحصر نہیں ہے حدیث میں غضبت ہی آیا ہی اور وجدت سے مراد علماء نے غضبت لی ہی نہ حزنت اور وجدت علی ابی بکر میں جو اسنے تاویل مہمل کی ہی اور راوی کو روایت کے الزام دیا ہی کہ اُس نے اُسمیں کہٹا بڑہا دیا ہی اور روایت بالمعنی کی ہی تو ایسے اہل سنت کے مذہب کو اسنے خاک میں ملا دیا اسواسطے کہ اجماع اہل سنت کا بخاری اور مسلم کی صحت پر ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت صلعم نے جو فرمایا ہی کہ تہتر فرقوں میں ایک فرقہ ناجی ہے وہ اہل سنت ہیں اسواسطے کہ اُنکے مذہب میں صحیحین ایسے ہیں کہ ایسے کسی مذہب میں نہیں ہیں اور مدار اُنکے مذہب کا اُن دونوں کتابوں پر ہی اور یہ خود ہی پہلے اس سے لکھ چکا ہی کہ حذیفہ اُنمیں صحیح صحیح جہان اور پہٹک کرکے درج کی گئی ہیں اور اسواسطے نام اُنکا صحاح رکھا ہی اور یہاں لکہتا ہی کہ راوی نے سُنا تو کچہہ اور اور سمجہا کچہہ اور اور روایت بالمعنی کی جہت سے مطلوب کی غیر سمجہہ کر اپنی طرف سے کہٹا بڑہا دیا ہی جب یہہ احتمال اس روایت میں ہے تو سب روایتوں میں اُنکے ایسے احتمال جاری ہوسکتے ہیں اور جب یہہ حال ہی اُنکی روایتوں کا تو اُنکا اعتبار ہی نرہا اور مدار اہل سنت کے مذہب کا جو اُنپر تہا وہ بہی باطل ہوا اسواسطے کہ ظاہر معنی کا تو اُنکی اعتبار نہیں ہے موافق اعتقاد اس شیخ نجدی کے اصل میں وہ کچہہ اور ہونگے اور راوی نے خلاف اصل کے سمجہہ کر کچہہ اور لکہدیا اور جب یہہ ممکن ہی اس روایت میں کہ راوی نے کچہہ اور سمجہہ کر علی ابی بکر اسمیں زیادہ کردیا ہے تو یہی احتمال ہی کہ راوی نے اپنے مذہب کی محافظت کی واسطے لعنت کے جگہہ وجدت لکہدیا ہے اسواسطے کہ اصل میں یوں تہا فلعنت فاطمہ علی ابی بکر اور ہمارا احتمال قوی اور صحیح ہی اہل سنت کے احتمال سے اسواسطے کہ ہم اُنکے مخالف جو ہیں تو اپنے مذہب کے موافق احتمال نکال سکتے ہیں اور اہل سنت نے جب اُسکو صحیح تسلیم کرلیا کہ یہ روایت صحیح ہی تو پہر وہ اُسمیں کوئی احتمال نہیں نکال سکتے ہیں اور روایتیں بخاری اور مسلم کی بالمعنی ہرگز نہیں بلکہ باللفظ ہیں جو الفاظ کہ سنے وہی بیان کردیئے اور اگر روایتیں انکی بالمعنی ہوتیں تو احتمال کمی اور زیادتی کا اُنمیں ہوتا تو صحاح اُنکو نکہتے بلکہ مثل توریت اور انجیل کے محرف ہوتے جیسے کہ اس شیخ نے اُنکو محرف ٹہیرا دیا ہی اور حضرت موسیٰ کو حضرت خضر سے یہ معاملہ پیش نہیں آیا ہی کہ حضرت موسیٰ تو حضرت خضر کی رمز کو سرّ لیے سمجہے ہی نتہے اور ندامت کا جواب پہلے اس سے ہم دیچکے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال جبتک احتمالات صحیحہ پیدا ہوسکیں تب تک اہل عقل کو لازم یہی ہے کہ اہل کمال کیطرف بدگمان نہوا کریں جناب باری تعالیٰ نے جو قصہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہ السلام کا سورہ کہف میں بیان کیا ہی جس میں حضرت خضر کا اُن ملاحوں کی کشتی کا توڑنا جنہوں نے انکے ساتھ احسان کیا تہا اور بے لئے دیئے اُنکو پار اُتار دیا تہا اور بے گناہ صغیر لسن لڑکے کا قتل کردینا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان دونوں باتوں پر اعتراض کرنا مذکور ہی اُسکے بیان کرنے میں ایک یہ بہی حکمت ہے کہ مردان کوتہ بین کو اگر بزرگان دین کو امر خلاف عقل یا نقل نظر آئی تو اپنی نظر کا قصور سمجہیں اور اُنکی نسبت گمان بد نکریں علی ہذا القیاس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ظنوا المومنین خیرا فرمایا ہی تو اُسسے بہی غرض یہی ہی کہ اگر تمہاری نظر میں کسی مومن کامل کا کوئی کام خلاف شرع نظر آئی تو گو ظاہر میں روک ٹوک کرو تاکہ اگر واقع میں برا ہو تو اُسکا انسداد ہوجائے پر دل ہی گمان نہو اپنی طرف سے نیک ہی گمان کرتے رہو نہ یہہ کہ اچہی کاموں کو اچہا سمجہو کیونکہ اچہی کام کو ہر کوئی خود بخود اچہا سمجہتا ہے حکم کی کیا حاجت ہی اس تقریر سے اگر کسی کے جی میں یہ روک بہی ہوگا کہ ان احتمالات سے کیا کام چلتا ہی ظاہر میں جو کچہہ سمجہہ میں آوے ہمتو جانیں وہی بات ٹہیک ہوگی تو انشاء اللہ مرتفع ہوجائیگا **اقول** جو کچہہ تو نے احتمالات لکہی ہیں وہ احتمالات نہیں ہیں بلکہ تو نے تو بے اعتباری روایات صحیحین کے بیان کی ہی کہ راوی نے ضرور کچہہ اور سمجہا اُس سے کچہہ اور تو اس سے معلوم ہوا کہ روایتیں صحیحین کی غیر معتبر ہیں اور مدار اہل سنت کے مذہب کا جو اُن دونوں کتابوں پر تہا وہ بہی باطل ہوا اور بدگمانی تو اُسوقت نہوا کرے جسوقت کہ کوئی خبر اہل کمال کی ایسی سنی کہ جو احتمال بدی کا اور نیکی کا دونوں کا رکہتی ہو اور جسوقت بدی اُسکی ثابت ہوجائے اسطرح سے کہ اُس سے یقین حاصل ہوجائے تو گمان بد کیونکر نہوگا بہت ہوگا تو یہہ ہوگا کہ سکوت کریگا کچہہ کہیگا نہیں لیکن دل میں البتہ بدگمان رہیگا اور جسوقت کہ یہہ مقدمہ اخبار صحاح سے ثابت ہوگیا تو یہ ایسا ہی جیسا کہ اپنی آنکہہ سے دیکہا ہو اور یقین کامل ہوگیا ہو اس صورت میں اسکے خلاف کا گمان کب ہوسکتا ہی یہ تو ایسا ہی جیسا کہ ایک ڈوم کے تیر لگا تہا اُس نے کہا کہ خدا کرے میرے تو تیر نہ لگا ہو اور حضرت موسیٰ کے قصہ کو جو بار بار لاتا ہی اور انبیاء علیہم السلام کو الزام دیتا ہی اُسمیں بات کہاں ہے اور ابوبکر کے افعال کا قیاس اسپر نہیں ہوسکتا ہی کہ وہ ایک شخص جائز الخطا ہے جو کچہہ اُن سے صادر ہوگا اُسکے ظاہر ہی پر عمل ہوگا اور انبیاء کے قصہ میں مصلحت ہی اور ہی اور وہ معصوم ہی اُنکا قیاس اُنپر کیونکر ہوگا اور پہلے ابوبکر کا اہل کمال میں سے ہونا ثابت کرو تب ایسی بات اُنکے مقدمہ میں کہو اور کمال تو علم سے ہوتا ہی یا شجاعت سے سو دونوں کا حال معلوم ہے عیاں راچہ بیاں اور یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ کسیکو قتل کرتے ہوئے دیکہیں تو اُسکو قاتل نکہیں اور اپنی نظر ہی کا قصور سمجہیں بیشک جیسا ہوگا ویسا ہی کہا جائیگا اور دن کو رات نہیں کہہ سکتے اور اسکے بزرگ دشمنان اہل بیت جو تہی کسی نے تو اولاد رسول کا خون بہایا اور کسی نے گہر کا اُنکی جلانا چاہا اور کسینے زہر دلوایا اور کسینے ہتک حرمت اور آبروریزی کی اور کسینے ایذا پہنچائی اور یہ سب کتابوں میں لکہا ہی اور مٹ سکتا نہیں تبخف القلم ما ہو کائن تو بجز اسکے کہ اُنکے افعال کو محمول نیکی پر کریں اور کہیں کہ اُنکا غصب کرنا اور قتل کرنا اولاد رسول خدا کو اور اُنکو آزار پہنچانے سب خیر تہی اور اُنکے افعال کا خیر ہی ظن کرنا چاہئے تو اور کیا کہیں کہ مذہب ہی باطل ہوتا ہی کہ جنکی ایسے بزرگ ہیں تو مذہب اُنکا صحیح کیونکر ہوگا اور ہمسے تو یہہ نہیں ہوسکتا ہی کہ جن لوگوں نے اُنکو

آزار پہنچائی ہیں خلاف حکم خدا اور رسول کے اُنکو اچھا کہیں مودۃ القربی میں سید علی ہمدانی نے لکھا ہی اور ایک روایت بیان کی اور اُسمیں یہ ہی کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا من رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ ومن رضیت عنہ رضی اللہ عنہ ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ ومن غضبت علیہ غضب اللہ یعنی اسلمانو جو اُس پر ظلم کرتا ہی جو میری بیٹی فاطمہ پر ظلم کرتا ہی اُسکی اولاد پر ظلم کرتا ہی اور اُسکی ذریت پر ظلم کرتا ہی اور اُسکی شیعہ پر ظلم کرتا ہی حاصل یہ ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس سے میری بیٹی فاطمہ راضی ہو اُس سے میں راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے خدا راضی ہی اور جس پر غضب میں ہو میری بیٹی فاطمہ میں اُسپر غضب میں ہوتا ہوں اور جس پر میں غضب میں ہوں خدا اُس پر غضب میں ہوتا ہی اور فتح الباری شرح بخاری کی اُس حدیث میں کہ جسکے ایذا دینے سے رسولخدا کو ایذا ہوتی ہی لکھا ہی کہ جس نے حضرت فاطمہ کو ایذا دی اُس نے بیشک رسولخدا کو ایذا دی شہادت اُس خبر کے اور خدا تعالی فرماتا ہی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا ہم کیونکر نیک گمان کریں کہ جنہوں نے فاطمہ پر اور اُسکی اولاد پر ظلم کیا ہی اور حضرت فاطمہ کو غضب میں لائی ہیں اور ظنوا المومنین خیرا جو حضرت نے فرمایا ہی تو اول تو یہہ کہ مومنین کے لئے فرمایا ہی پہلے اُن لوگوں کا ایمان صحیح ثابت کر لو تب اُنکی مقدمہ میں ایسا کہہ کہو اور دوسرے یہہ کہ جس چیز کا یقین ہو اُسکا ظن کیسے کرینگی اور خدا تعالی تو فرماتا ہی کہ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا اور فرماتا ہی کہ فَاجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اور امام غزالی اور ملا علی قاری وغیرہ بھی روایت ظنوا المومنین خیرا کی یزید کے حق میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مومن تھا اُسکو برا مت کہو کہ ظنوا المومنین خیرا حضرت نے فرمایا ہی سو یہ تو اہل سنت ہی کو مبارک ہو کہ اولاد رسولخدا کے ایذا پہنچانیکو اور قتل کرنیکو اور خانہ بربادی کرنیکو خیر گمان کریں اور ہم تو اُسکو مومن ہی نہیں جانتی ہیں مومن جانیں تو نیک گمان کریں اور معلوم نہیں اُنہوں نے پہلے سے اس مقدمہ میں اسقدر گفتگو کیوں کی ہی ایک یہی جواب کافی تھا کہ ظنوا المومنین خیرا **قال الشیخ الاشعری** بہرحال گو یہ احتمال ہی نظر آتے ہیں مگر عقل سلیم ہو تو پایہ تحقیق سے کم نہیں کیونکہ مناسب حال حضرت فاطمہ اور حضرت صدیق اکبر یہی ہی معہذا منصب دعوی منکران صدیق اکبر کیطرف ہی اور ظاہر ہی کہ دلیل مدعی جبھی مفید مطلب ہوتی ہی کہ کوئی احتمال خلاف مطلوب مدعی علیہ کے فقط ایک لاتسلم میں شیخ چلی کا گھر بنا بنایا ڈھ جائیگا سو اگر دشمنان صدیق اکبر کو یہہ منظور ہو کہ بفقط وجدت اور قصہ مندرجہ روایات سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غصہ ہونا ثابت کریں تو اول ان احتمالات کو باطل کریں جب اس طریق سے اپنی عاقبت خراب کرنیکا ارادہ کریں اور ہمنے مانا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسمقدمہ میں حضرت صدیق اکبر سے آزردہ خاطر ہوئیں لیکن اس سے حضرت صدیق اکبر کا قصوروار ہونا کہاں سے ثابت ہوا تہا نہایت سے نہایت ثابت ہو تو یہہ ہو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بوجہ غلطی صدیق اکبر کو قصوروار سمجھکر اُنپر غضبناک ہوئی ہوں سو ایسا بسا اوقات انبیاء اور مرسلین کو بھی باہم پیش آتا ہی حالانکہ بالیقین معصوم ہیں چہ جائیکہ صدیق حضرت ہارون علیہ السلام کا بھتیجے کے پوچھنے کے مقدمہ میں بقصور ہونا کلام اللہ سے ثابت ہے اور پھر بالیقین حضرت موسی کا آپہ غصہ ہونا یہانتک کہ حضرت ہارون کی ڈاڑہی اور سر کے بال کھینچنے تک کی نوبت آئی خود کلام اللہ ہی میں موجود سو جیسا حضرت ہارون تو یوں بقصور تھے ہی اور حضرت موسی یوں کہہ سکتے تہے کہ وہ اپنی عندیہ میں بیجا غصہ نہیں ہوئے تہے بلکہ بایں نظر کہ اُنکا بڑی بہائی پر غصہ ہونیکا کوئی منصب تھا اگر خدا واسطے کی بات نہوتی تو حضرت ہارون اُنکا خون بہی کر دیتے تو دم نہ مارتے چہ جائیکہ یوں دست وگریبان ہونیکی نوبت آتی پر مسلمان کو یقین ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس غیظ وغضب میں اجر عظیم ملی اب لازم یوں ہے کہ اسیطرح حضرت فاطمہ سید النساء اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے باہم رنجش اور چپقلش کو سمجھے اور دونوں کو اسمقدمہ میں بے قصور وماجور سمجھے اور ہمنے امید ان کے لئے اسکی تحقیق آیت محمد رسول اللہ کے ذیل میں بخوبی کی ہی اگر کسیکو زیادہ تر تسکین منظر ہو تو پلٹ کر دیکھ لے **اقول** جو کچھہ تو نے لکھا ہی احتمال نہیں تو اور کیا ہی اور ابتدا سے یہ احتمالات ہی لکھتا چلا آتا ہی اور جواب میں ہماری کوئی امر محقق اسکے ہاتھہ نہیں لگا ہی اور ہم جو لکھتے ہیں امر محقق واقعی لکھتے ہیں اسکی کتابوں سے اور یہ احتمالی بات لکھتا ہی بھلا احتمال سے بھی کہیں کام چلتا ہی اور احتمال کو پایہ تحقیق میں تو تجھہ جیسے کسی دیوانہ اور خبطی کے عقل جانیگی عقل سلیم کا ہیکو جانیگے امر محقق اپنی مرتبہ پر ہے اور احتمال اپنی جگہہ پر ہے اور حضرت فاطمہ وابوبکر کا حال جو کچھہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور احتمال کو وہاں کچھہ دخل نہیں کہ مضمون روایات کا صاف صاف ہی اور جو احتمالات کہ تو صحیحین کے روایتوں میں نکالتا ہی ہمارا اُس میں کیا نقصان ہم اپنا مطلب وطن سے ثابت کرینگے لیکن تیرا مذہب باطل ہی اسواسطے کہ باجماع علماء اہل سنت مدار صحت مذہب اہل سنت صحیحین کی صحت پر ہی لہذا جسوقت کہ صحیحین کی روایتوں میں تو نے احتمال زیادتی اور کمی الفاظ کا پیدا کیا اور راوی نے سنا تو کچھہ اور سمجھا اُس روایت کو اور طرح سے کہ جس طرح وہ روایت چلی آتی ہی اُسکی غیر سمجھہ کر لکھدی تو اور روایتوں کا کہاں اعتبار رہا اور وہ روایتیں صحیحہ کیونکر ہوئیں اور جب وہ روایتیں صحیحہ نکلیں کہ جن پر مدار اہل سنت مذہب کا تہا تو مذہب ہی اہل سنت کا باطل ہوا اور یہہ جو لکھتا ہی کہ ہمکو لاتسلم کہنا کافی ہی سو ہم تو روایتیں صحیحین کی پیش کرتے ہیں اور صحیحین کی روایتوں کو علی الخصوص صحیح بخاری کی روایت کو اہل سنت نہایت صحیح اور یقینی مثل کلمہ لا الہ الا اللہ کے یقینی جانتے ہیں تو اُن روایتوں کو تسلیم نکر اور اہل سنت کے زمرہ سے خارج ہو جا اور اگر تو لا الہ الا اللہ کے جواب میں بھی لاتسلم کہی تو تیری زبان کس نے پکڑ لی ہی اور ابوبکر سے ہمکو دشمنی کس بات کی ہی تو جو ہمکو دشمن اُنکا لکھتا ہی یا کوئی جائداد ہماری بھی اُنہوں نے غصب کی ہی جیسے کہ حضرت فاطمہ کی جائداد غصب کی ہی تو جانتا ہی کہ اگر ہمکو اُنسے دشمنی بھی ہی تو اسی جہت سے ہی کہ اُنہوں نے حق فاطمہ علیہا السلام غصب کیا ہی اور جسکی بابت سے ہم کہتے ہیں وہ تو بھی جانتا ہی لیکن تو اُسمیں تاویلیں نکالتا ہی اور احتمالات پیدا کرتا ہی اور تیرا احتمالات کو باطل کر کے کبھی ہم اپنی مطلب کو پا کر چکے اور غصہ ہونا حضرت فاطمہ کا رد

صحیحہ سے ثابت ہی کہ جسکا انکار اہل سنت ہرگز نہیں کرسکتے ہیں اور بیشک حضرت فاطمہ ابوبکر سے آزردہ خاطر ہوئیں یہانتک کہ جبتک زندہ رہیں ابوبکر سے کلام نکیا اور قصوروار ہوا
ابوبکر کا اسواسطے ثابت ہوا کہ ابوبکر نے جھوٹی روایت بناکر حضرت فاطمہ کو دعوی سے ہٹادیا اور اسیواسطے وہ ابوبکر سے آزردہ خاطر ہوئیں اور کوئی وجہ آزردگی کی نہتی اور تو بھی اسکو خوب جانتا ہی
اور تم ابوبکر کا قصور ثابت کرواتا ہی اور حضرت فاطمہ سے اسمقدمہ میں غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہی وہ ہر ایک حکم سی خوب واقف تہیں کہ جناب سولخدا صلعم نے انکو ہر ایک حکم سی آگاہ کردیا
تہا حضرت کے ذمہ انکا آگاہ کردینا واجب تھا اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکہا ہی اہل بیت علیہم السلام کے مقدمہ میں کہ جناب سولخدا صلعم لوگوں کو فرماتے تہے کہ تم انکو تعلیم مت کرو یہ تم سی
زیادہ عالم ہیں اور انبیاء اور مرسلین جسوقت معصوم ہوئے تو اُن سے ہرگز غلطی نہیں ہوتی تو اُن مقربان درگاہ خدا پر تہمت کرتا ہی اور حضرت موسی کی غلطی کا کئی مرتبہ ذکر کرچکا ہی اور حضرت موسی سے
غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہی اور نہ اُنہوں نے حضرت ہارون کو اسمیں قصوروار سمجہا ہی اور اُنکی ڈاڑہی اور سر کے بال پکڑکر جو اپنی طرف کو کہینچا تہا تو قصوروار سمجہکر اُنکو نہیں کہینچا تہا بلکہ لوگونکی
دکہانیکو کہینچا تہا جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تہی تاکہ وہ لوگ جانیں کہ یہہ گناہ گوسالہ پرستی کا بہت بڑا سخت گناہ ہی کہ موسی نے غصہ ہوکر اپنی بڑی بہائی بیگناہ کو اسطرح سی کہینچا اور اسکو
دیکہکر وہ لوگ متنبہ ہوں اور اُس فعل سی توبہ کریں اور آیندہ کو ایسی حرکت نکریں اور حضرت ہارون بہی اس بات کو سمجہی ہوئی تہی یہ جنگ زرگری دونوں بہائیوں کا تہا واسطے ہدایت
قوم کے اور حضرت فاطمہ و ابوبکر کی رنجش اسطرح کی نہیں ہے کہ اُسپر قیاس کیا جائے حضرت موسی کا غصہ تو دکہانیکا تہا تہوڑی دیر کا سو بہی ظاہر کا نہ دل سے اور حضرت فاطمہ کا غصہ ایسا
نتہا بلکہ وہ ظاہر و باطن میں دونوں میں کیساں تہا اگر ایسا ہوتا تو تہوڑی دیر میں زائل ہوجاتا لیکن وہ تو آخر دم تک رہا اور مرتے دم تک ابوبکر سے مہاجرت رہی جیسے کہ صحیح بخاری میں
ہے اور جو کچہہ آیت محمد رسول اللہ کے ذیل میں بیان کیا تہا وہ سب باطل ہوگیا اور بنا بنایا شیخ چلی کا سا وہ گہروندھگیا اسکا حوالہ دینی سے کیا فائدہ **قال الشیخ الاشعری** اور اس سے
بہی درگزریجئے ہم کہتے ہیں شیعہ ہی سچ فرماتے ہیں صدیق اکبر قصوروار ہی تہی لیکن جب اُنہوں نے توبہ کرلی تو پہر کیا گناہ باقی رہ گیا جو شیعوں کی زبان نہیں تہمتی مشہور ہی التائب
من الذنب کمن لا ذنب له ہاں "توبہ کرنیکا ثبوت اگر مدنظر ہو تو یہ بات معقول لیکن ہم سند ہی ایسی کہتی ہیں جیسے شیعہ سلمنا سلمنا کہتے کہتے تہک جائیں اور برسر و چشم رکہتے رکہتے مرجائیں شیخ
ابن مطہر حلی منہج الکرامت میں یوں ارشاد فرماتے ہیں لما اعطیت فاطمة ابابکر فدک کتب لها کتابا ورد علیها یعنی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صدیق اکبر کو فدک کے
مقدمہ میں وعظ و پند کیا تو اُنہوں نے فدک کو اُنکے نام لکہکر فدک کو اُنکے حوالہ کردیا یہ روایت ہرچند چندبار گزرچکی ہی لیکن بحکم نقل مشہور ھو المسک ما کررتہ یتوضوع یعنی مشک کو جتنا زیادہ
کہولا جتنی بار لگاؤ زیادہ ہی زیادہ خوشبو دیگا بار بار اس روایت کی نقل کرنیکو جی چاہتا ہی یہ بہی ایک حضرت فاطمہ زہرا سیدہ النساء رضی کی کرامت ہی کہ حق بے تہمت بیخ تا حق سے شیعوں ہی کے
موہنے اُنکو بری کردیا اور صدیق اکبر کی نیک نیتی کو ماننا چاہیئے کہ کیسے طوفان سی اُنکو بچالیا اور شیعوں ہی کے موہنے اُنکے سب اعتراضوں کا جواب دلوادیا اب کسی شیعہ مذہب کا یہ موہنہ نہیں
کہ بہ نسبت صدیق اکبر بوجہ غصب فدک اہل سنت سے ناشی ہو اس روایت نے شیعوں کے سب دعوے کو ڈہمس کردیا ہبہ کا ہو یا میراث کا وصیت کا یا اور کسی وجہ کا بہرحال خداوند ذوالجلال
نے شان وکفی باللہ المومنین القتال دکہلادی اگر بالفرض بفرض محال یہ روایت شیعوں کی ایسی معتبر کتابوں میں نہوتی تب دوسری دستاویز حضرت صدیق اکبر کی بری الذمہ
ہونیکی موجود ہی منہاج السالکین میں جو عمدہ کتب فرقہ امامیہ ہے اور نیز اور کتابوں میں یہ روایت موجود ہی اور اسی کے لکہنے کا وعدہ بہت دور سے ہم کرتے چلے آتے ہیں سو آج بفضلہ تعالی اُسکا
وقت آپہنچا کل اہل مرہون بوقتہ یہ روایت قابل مطالعہ ہی ان ابابکرا رای ان فاطمة انفضت عنه هجرته ولم تکلم بعد ذلک فی امر فدک فکیف ذلک عندکم فاراد استرضاءها فاتاها فقال لها
صدقت یا ابنة رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما ادعیت ولکنی رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطی منها قوتکم والصانعین منها
فقالت افعل فیها کما کان ابی رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعل فیها فقال ذلک الله علی ان افعل ما کان یفعل ابوک فقالت والله لا فعلن ذلک فقالت اللهم اشهد فرضیت بذلک واخذت
العهد وکان ابوبکر یعطیهم منها قوتهم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل حاصل اس روایت کا یہ ہی کہ جب ابوبکر نے دیکہا کہ حضرت اُن سے
کشیدہ خاطر ہوگئیں اور اُنکو چہوڑ بیٹہیں پہر فدک کے مقدمہ میں کچہہ گفتگو نہ کی تو یہ بات اُنہیں دشوار معلوم ہوئی سو اُنکو راضی کرنیکا ارادہ کیا اُنکے پاس حاضر ہوکر یہ عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی صاحبزادی تم اپنے دعوے میں سچی ہو تمکو رسول اللہ صلعم نے ہبہ کردیا ہو گا مگر میں چاہتا کروں رسول اللہ صلعم کو میں نے یوں دیکہا ہی کہ اسکی آمدنی کو تقسیم کردیا کرتے تھے اور تمہارے کہانے پینے کا خرچ اور مصلحتوں کی
مزدوری یہ جو کچہہ بچے تہا فقیروں مسکینوں کو دیا کرتے تھے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ ایسا تم بہی دو نہیں کیے جاؤ بمنزلہ حضرت میرے والد بزرگوار سید الابرار محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے
اُنہوں نے کہا اسبات پر تم مجہہ سی قسم لو میں ہی کرتا ہونگا جو تمہارے والد بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے اُسپر حضرت فاطمہ زہرا نے قسم سی پوچہا کیا تم سچ ہی اسطرح کروگے صدیق
اکبر نے قسم کہاکر عرض کی میں ہی کرونگا جواب ٹہیرا ہے اُسپر حضرت فاطمہ زہرا نے یوں کہا کہ آہی تو گواہ رہیو سو بات پر راضی ہوگئیں اور صدیق اکبر سے عہد لیلیا سو صدیق اکبر اُنہیں امیر
سے اُنکے کہانے پینے کا خرچ دیکر باقی کو فقراء اور مساکین اور مسافروں کو تقسیم کردیا کرتے تھے انتہی **اقول** جو کچہہ شیعہ کہتے ہیں سب سچ ہی اور ابوبکر بیشک قصوروار تھے کہ اُنہوں نے حق
فاطمہ زہرا علیہا السلام کا غصب کیا تھا اور توبہ اُنہوں نے ہرگز نہیں کی اگر توبہ کرتے تو فدک حضرت فاطمہ کو دی دیتے اور روایت جو تمنی منہج الکرامت کی مولوی عبد العزیز صاحب کے پیروی سے

لکھی ہی اسکے اخیر کا فقرہ نہیں لکھا اور وہ روایت اس طرح ہی لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لھا کتابا ورد ھا علیھا فخرجت من عندہ فلقیھا عمر فقال الکتاب
جب نصیحت کی حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھدیا ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے واسطے ایک نوشتہ اور پھیر دیا وہ فدک پر پس نکلیں حضرت فاطمہ وہ نوشتہ لیکر ابوبکر
کے پاس سے پس ملاقات کی عمر نے حضرت فاطمہ سے پس پھاڑ ڈالا عمر نے اس نوشتہ کو حضرت فاطمہ کے ہاتھ سے لیکر حوکہ ابوبکر نے لکھا تھا اول تو یہ روایت سیر اہل سنت کی ہی اور علامہ حلی
علیہ الرحمۃ نے انکی کتابوں سے یہ روایت لکھی ہی اسواسطے کہ انسان العیون اور سیرت سبط ابن جوزی میں بھی یہی روایت پھاڑ ڈالنی نوشتہ کی موجود ہے اور دوسرے مولوی عبدالعزیز صاحب نے اسمیں
چالاکی کی ہی کہ آخر کا فقرہ جوکہ انکے مضر تھا اسکو نہ لکھا یہ ایسا ہی جیسے کہ لاتقربوا الصلوۃ پر عمل کیا اور وانتم سکاری پر کچھ نظر نہ کی اور عمر نے جو کاغذ پھاڑا تو ابوبکر نے اسکو تسلیم
کیا پھر تو یہ کہاں باقی رہی اور عمر کے اس کاغذ کے پھاڑ ڈالنے سے طعن دو بالا ہو گیا ایک تو یہ کہ ابوبکر نے عمر کی پیروی سے فدک فاطمہ کو نہ دیا اور دوسرے یہ کہ عمر نے جو اہانت حضرت فاطمہ کی
کی کہ انکا کاغذ پھاڑ کر انکو رنج پہنچایا اسپر راضی ہو گیا اور اس روایت کو لکھکر شیخ بہت خوش ہوتا ہی مولوی عبدالعزیز صاحب کے دھوکا دینے سے اور یہ خبر نہ تھی اسلوکہ اسکے آخر
میں کیا لکھا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ بار بار اس روایت کے نقل کرنیکو جی چاہتا ہی سو نقل کرو ہمنے اجازت دی لیکن پوری روایت لکھو اور اسکے آخر میں سے حذف نکرو اور اگر ایسا ہی ہے
تو لاتقربوا الصلوۃ پر بھی عمل کرو اور نماز کے پڑھنے کو ترک کر دو اور انتم سکاری پر کچھ نظر نکرو اور یہاں حضرت فاطمہ کی بڑی کرامت ہے کہ جیسے ابوبکر جال میں پھنسے ہوئے تھے ویسے ہی پھنسے ہوئے
اور اس سے نکلنے نہ پائے اور جو اعتراض کہ شیعوں کے اوپر تھے قائم رہے اور شیعوں کے نزدیک جیسے کہ غاصب تھے حضرت ابوبکر ویسے ہی غاصب ہے اور اس روایت نے ابوبکر پر اعتراض کو دوبالا کر دیا اور اہل سنت
کا دعوی درہم برہم ہو گیا اور شیعہ اس گفتگو میں اہل سنت پر غالب ہے وکفی اللہ المؤمنین القتال اور یہ روایت اگرچہ شیعوں کی کتاب میں ہے اور باوجودیکہ منقول اہل سنت کی کتابوں سے ہے لیکن
پھر اہل سنت کے حق میں مضر ہی جیسے کہ معلوم ہوا اور روایت منہاج السالکین کی پہلے اس سے بھی دو تین مرتبہ مجملاً ذکر کی ہی اور اب مفصل بیان کی ہی مولوی عبدالعزیز صاحب کے فقہ سے دیکھا
لیکن اسکو یہ خبر نہیں ہے کہ یہ روایت منہاج السالکین نام کتاب نصر اللہ کابلی صاحب سواقع کا گھڑا ہوا اور وضع کیا ہوا ہی اور اسکی پیروی سے مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنی کتاب میں اسکو درج
کیا ہی اور مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے اس نے لکھا ہی اور طرفہ ماجرا یہ ہی کہ یہ شیخ اسکو عمدہ کتاب فرقہ امامیہ کی لکھتا ہی اور لکھتا ہی کہ اور کتابوں میں بھی یہ روایت جو ہی اور
جھوٹ لکھنے سے کچھ خوف خدا نہیں کرتا ہی لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور مولوی حیدر علی نقش فروش نے تو چالاکی کی ہی کہ اس کتاب کے مصنف کو بھی تجویز کر کے لکھ دیا ہی اور حال یہ ہے
کہ شیعوں میں تو اس نام کی کوئی کتاب ہے اور نہ انکی کسی کتاب میں یہ روایت ہے اور شیعہ تو ہمکو اسی روایت پر لعنت کرتے ہیں تم بھی لعنت کرو جب عاجز ہوئے اہل سنت شیعوں کے جواب سے
اور دیکھا کہ غضب فاطمہ غضب خدا ہے تو یہ روایت بنا کر شیعوں کیطرف منسوب کی ہی اور کسی راوی کا نام نہیں لکھا ہی ویسے ہی یہ ایک روایت بنا کر لکھدی ہی محض دروغ اور اپنے مذہب کی
محافظت دروغ اور افترا ہی ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ کو دیکھو کہ انہوں نے اسمیں کسقدر دروغ لکھا ہی اور دیکھو جو کچھ اپنے مطلب کی بات تھی وہ ہی سب اس روایت
میں داخل کی ہی کہ کوئی بات باقی نہ رہجائے لیکن کیا فائدہ ہی کہ جھوٹی دلیل سے کوئی غلبہ نہیں ہو سکتا ہی جھوٹ جھوٹ ہی ہی رہیگا روایت کا جسکی کچھ اصل نہیں ہے باطل ٹھیرے تو جو کچھ آپ
بنا کر کے لکھا ہی وہ بھی سب باطل ہی قال الشیخ الاشعری اس روایت سے چند فائدے ملے ایک تو یہ کہ صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کے دعوی ہبہ میں جھوٹا نہیں سمجھا پر یوں سمجھکر
کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہیں ہوتا چنانچہ متفق علیہ سنی و شیعہ ہے اور اسکی تحقیق سابقا گزر چکی ہی پہلے سے حمد کیا سو اگر بالفرض والتقدیر روایت صحیح بھی ہو جائے تو شیعوں کو
یہ تاسف کہ صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو جھوٹا سمجھا تھا چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے بھی سبا تونامرا سمی میرا در خیل صاحب میں لکھا اپنا نامہ سیاہ کیا ہی محض بیجا اور
بیموقع ہی دوسرا فائدہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے فدک کی آمدنی میں سے ایک حبہ تک نہیں چھوا بلکہ حضرت فاطمہ زہرا کے خرچ سے جو کچھ بچا فقرا و غیرہم کو دیدلا دیا سو معلوم ہوا کہ فدک
کے مدینے میں کوئی غرض دنیاوی نہ تھی ہو نہ رسول اللہ صلعم سے اسبات میں بیشک کچھ سن لیا تھا جو باوجود اس بے غرضی اور بے طمعی کے حضرت فاطمہ زہرا کو مدت العمر ان دنوں باتوں سے
نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ام ایمن اور حضرت علی کی گواہی کا قصہ ایک شیعہ نکاڈھکوسلا بنا ہوا ہی کیونکہ گواہوں کا مطالبہ تو جبھی ہوتا ہی کہ مدعی کی طرف سے دعوی کا احتمال ہو یہاں اگر آپ
خورد و برد کرنا مدنظر ہوتا تو یوں بھی کہنے کو گنجائش تھی کہ یہ فقط ٹال ٹلاؤ تھی مگر بدگمانی کو اب بھی شاید یہ گمان ہو کہ اول مدینہ ہی مدنظر ہو گا اور اسوقت گواہ بھی جلد کیسے ملیں لہذا دکانداری کے
خدا تعالی یا اندیشہ ملامت خلق سے حضرت زہرا کے پاس آکر اپنی بات کے بنانیکے لئے یہ حیلہ برپا کیا ہو سو اسکا جواب دل تو یہی ہی کہ یہاں ہم کی دار و نہیں مقام یاس و حسرت ہے
تسلیم کیا یونہیں تہا لیکن فدک اگر برا تھا تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی ناخوشی ہی کی وجہ سے برا تھا جب وہ راضی ہو گئیں تو شیعوں کو بیچ کیوں ہی مگر اس صورت میں بوجہ مخالفت حضرت
زہرا کچھ نہیں پر وبال بڑی تو بڑی حضرت صدیق کو تو خدا نے بچا ہی لیا تیسرا فائدہ یہ ہی کہ فدک تا حین حیات سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات آپ ہی کی تصرف
و تصرف میں رہا حضرت فاطمہ زہرا قابض اور دخیل نہوئی تھیں و نہ صدیق اکبر کے اسبات کے جواب میں کہ میں عمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں دیکھا ہے کہ نہیں تھا اخراج اور محصول
کی محصلی دیکر فقرا وغیرہم کو بانٹ دیا کرتے تھے یوں فرماتے کہ اچھا یونہی کیا کرو بلکہ اپنا قبضہ جتانیکے جہاں ہاں سوائے سبب ہبہ کا دعوی کیا مالانہ یہ ایک مخفی بات سر کوئی ناسی نہیں

جان سکتا تو قبضہ تو کھلی بات ہی اسکے دعوی میں کیا دشواری ہی بیچکے تو دو تین ہی گواہ بھی اسکے تو ہزاروں نقل آتے چوتھا یہ کہ صدیق اکبر دل سے یہی چاہتے تھے کہ فدک سیدۃ النساء ہی کے پاس چلا جائے اور انکی خاطر مبارک پر کسیطرح میل نہ آئے ورنہ انکو انکے ناخوش ہونے میں کیا دشواری تھی اور انکی خوش کرنیکی کیا ضرورت ہوتی اور یہ پہلے آیہ محمد رسول اللہ کے ذیل میں ثابت ہو چکا ہی کہ طالب ضا بجز محب اور کوئی نہیں ہوتا اور اگر کوئی یوں خیال کرے کہ یہ سارا تملق اور ظاہرداری فقط دفع بدنامی کیلئے تھا تو اول تو لفظ کبر ذلک فادا ستر ضا جسکے یہ معنی ہوئے کہ حضرت فاطمہ کا ناخوش ہو جانا انہیں بھاری پڑا اور انکے راضی کرنیکا ارادہ کیا خود اسی بات پر دلالت کرتا ہی کہ واقعی ابوبکر کو یہ بات بہت شاق تھی اور اسیواسطے انکے راضی کرنیکی فکر میں تھے دوسرے اگر بدنامی کا اندیشہ تھا تو مخالفین سے تھا موافقین تو بہرحال انکی طرف سے مطمئن ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اول تو فدک رسول اللہ صلعم کا مملوک نتھا پھر ترکہ نبوی میں میراث نہیں چلتی مگر مخالفین نے اب کونسی کمی کی جو راضی کرکے انکی زبان بند کرنی چاہتی تھی سو اس سے بہتر تو یہی تھا کہ جب بیچ آپ لینا مدنظر نہیں تو حضرت فاطمہ زہرا سفہ کے حوالہ کر دیتے اس عقل و دانائی پر کہ موافق مخالف ہندو مسلمان یہود نصاریٰ سب قائل ہیں ایسی حرکت انسے تصور میں نہیں آتی شیعوں جیسے کم عقل ہوں تو مضائقہ بھی نتھا بلکہ عقل اس روایت کو دیکھکر صدیق اکبر کے صدق و دیانت پر شاہد ہی اور بالیقین انکو اسمقدمہ میں بری الذمہ سمجھکر انکی طرف سے معتذر ہی کہ درصورت صحت وایت ہبۂ فدک بلکہ ہر صورت جو صدیق اکبر نے فدک دینے میں استادگی کی حالانکہ حضرت سیدۃ النساء کا یہ منصب تھا کہ کسیطرف انکا گوشۂ خاطر مائل ہو اور پھر اسکے موافق نہو تو وجہ نہیں ہوئی کہ صدیق اکبر کو انکی رضا کی کچھ پروا ہی نتھی ورنہ اسکے کیا معنی تھے کہ دیندار صاحب اختیار ہو کر حضرت فاطمہ کی ناخوشی سے کچھ دشواری ہو یا انکا رنجیدہ ہو جانا انپر شاق ہو بلکہ تہ دل سے انکی رضا کے خواہاں تھے بلکہ با انیہمہ جو فدک نہ دیا حالانکہ اپنے لئے بھی نہ رکھا تو بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ کسی حکم خدا کی پابندی اور تابعداری پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ناچاری تھی اور مصلحتہای دینی و دنیوی کی رعایت تھی سو پابندی خداوندی کا تو یہ حال ہی کہ آیہ یوصیکم اللہ اور آیہ ما افاء اللہ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہی ہے کہ خدا کی اطاعت کی چاہئے سو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نورث ما ترکناہ صدقہ فرمایا ہو اور زیادہ اسکی تصدیق کی وجہ یہ ہے کہ اسکی مصدق اور اسکے موافق روایتیں شیعوں کی معتبر کتابوں سے نقل بھی ہوئی ہیں اور مصلحتوں کی یہ صورت ہے کہ اول تو احکام خدا اور رسول صلعم سراپا حکمت اور مصلحت ہی ہوتے ہیں +

اقول جو کچھ اس نے اس جھوٹی روایت پر بنا کرکے لکھا ہی سب باطل ہی آخر تک جسقدر کہ اسکا قول ہی اور ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو دعوی ہبہ میں جھوٹا نہیں جانا تھا بلکہ سچا جانا تھا لیکن گواہ جو انسے طلب کئے اس سے لازم آتا ہی کہ انکو راست گو نہیں جانا بلکہ جھوٹا جانا تا اسواسطے مولوی علی صاحب نے لکھا کہ جھوٹا سمجھا اور واقع میں تو ابوبکر جانتے تھے کہ فاطمہ زہرا اپنے دعوی میں سچی ہیں لیکن عمدًا ایک بہانہ کرکے نہیں دیا اور قبضہ بھی حضرت فاطمہ کا فدک پر تھا یہانتک کہ ابوبکر نے وہ قبضہ اٹھا دیا اور روایت ہبہ تو ایسی صحیح ہی کہ نہایت معتبر کتابوں میں اہل سنت کی موجود ہی لیکن ابوبکر نے دعوی ہبہ میں حضرت فاطمہ کو جھوٹا جانکر اپنا نامہ سیاہ کیا اور ابوبکر کو منظور ایذاے فاطمہ تھی کہ وہ مظلومہ فدک کی آمدنی سے متمتع نہوں اور اپنے فائدہ کا لحاظ ابوبکر کو نتھا اگرچہ اور لوگ اسکو کھائیں لیکن فاطمہ زہرا اسکو نکھائیں اور رسولخدا صلعم سے ابوبکر نے اس مقدمہ میں کچھ نہیں سنا تھا اور باوجود اس بے غرضی اور بے طمعی کے جو فاطمہ کو نہیں یا تو آزار فاطمہ منظور تھا اور بغرضی بھی ثابت نہیں ہے اور گواہی ام ایمن کی اور حضرت علی کی اہل سنت کی بیس پچیس کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہی چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور شیعوں کا یہ دھکوسلا نہیں ہے اور ابوبکر کو بیشک احتمال دروغ کا حضرت فاطمہ کیطرف نتھا لیکن نہ دینے کو اسواسطے ایک بہانہ کیا کہ گواہ انسے طلب کئے اور ابوبکر کو خوف خدا کچھ نتھا اور نہ اندیشہ ملامت خلق کا تھا اور نہ حضرت زہرا کے پاس آکر کوئی حیلہ برپا کیا اور حضرت زہرا بگڑ راضی نہیں ہوئیں ابوبکر سے اور ابوبکر کسیطرح سے نہیں بچ سکتے ہیں اور رسولخدا صلعم کی زندگی ہی میں فدک پر قبضہ حضرت فاطمہ کا ہو گیا تھا لیکن ابوبکر نے قبضہ انکا اٹھا دیا اور حضرت فاطمہ نے یہ بھی نہیں کہا ہی کہ اچھا یوں ہی کیا کرو یہ سب جھوٹ ہی اور قبضہ کے جتانے کی کیا احتیاج تھی قبضہ کو تو حضرت فاطمہ کے سب جانتے تھے جب قبضہ انکا اٹھا دیا تو دعوی ہبہ کا کیا اور ابوبکر ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ فدک فاطمہ کے پاس جائے اور اگر چاہتے تو موافق دعوی کے فوراً واپس کر دیتے اور ابوبکر کو فاطمہ زہرا کی خاطر ہرگز نہیں چاہی تھی اور نہ ناخوش ہونا انکا ابوبکر پر بھاری پڑا تھا اور کبر ذلک علیہ فادا ستر ضا ہا غلط محض ساختہ اور پرداختہ ہی اور نہ ابوبکر کو کوئی بات شاق تھی اور نہ حضرت فاطمہ کے راضی انیکی فکر میں ہوئے اور اندیشہ بدنامی کا ابوبکر کو کچھ نتھا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فدک بیشک مملوک رسولخدا صلعم کا تھا اور مملوک ہونا اسکا قرآن ہی سے ثابت ہے اور جب مملوک حضرت کا ہوا تو البتہ میراث اس میں جاری ہوگی اور ہندو مسلمان نصرانی کوئی قائل نہیں ہے اس امر کا کہ ایسی حرکت انسے تصور میں نہیں آتی تو ہی غلط لکھتا ہی اور یہ مقتضائے تری کم عقلی کا ہے اور جو روایت کہ ابوبکر کے صدق و دیانت کی شاہد ہی وہ بالکل جھوٹی ہے ایک مرد سنی نے اپنی مرضی کے موافق وہ روایت وضع کر لی ہی اسکی سند نہیں ہو سکتی اور ابوبکر کو اس مقدمہ میں بری الذمہ کوئی سمجھ نہیں سکتا اور صریح حضرت فاطمہ نے دعوے ہبہ کا کیا اور چاہا کہ میرے پاس فدک آجائے یہ تھا انکا گوشۂ خاطر لیکن ابوبکر نے اسکو ضبط کر لیا اور انکو نہ دیا اور منصب حضرت فاطمہ کا سب کچھ تھا اگر کوئی سمجھتا لیکن ابوبکر تو کچھ سمجھا ہی نہیں اور نہ ابوبکر کو

کچھہ پروا حضرت فاطمہ کی نہی اور نہ کچھہ دشواری ہوئی اور نہ فاطمہ کا رنجیدہ ہونا ابوبکر پر شاق ہوا اور نہ ظاہر اور نہ باطن کسی طرح سے فاطمہ کی رضا کے خواہاں تھے اور فدک جو فاطمہ کو ندیا اور گو
اپنے پاس بھی اُسکو نرکھا تو صرف فاطمہ کے ایذا دینے کے واسطے فاطمہ کو ندیا کہ یہہ اس سے متمتع نہو اور ایسا نہو کہ اس سے قوت بہم پہنچا کر دعوی خلافت کا کریں اور خدا کا حکم ابوبکر کو اسمیں کچھہ نہا لہ نہ
تابعداری پیغمبر صلعم کی نہی اور نہ کوئی مصلحت دینی تھی البتہ مصلحت دینی ہوتو مضایقہ نہیں ہے اور آیت یوصیکم اللہ اور آیت الا افاء اللہ بھی اسپر دلالت نہیں کرتے ہیں چنانچہ معلوم ہوچکا اور
خدا تعالی کی اطاعت تو ابوبکر نے کسی طرح سے نہیں کی ہی بلکہ خلاف حکم خدا کے کیا ہی رسولخدا صلعم کی اطاعت کہاں ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ بیشک ابوبکر نے روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ
اپنی طرف سے وضع کرکے حضرت فاطمہ کے دعوی کو باطل کیا اور شیعوں کی کسی کتاب میں مصدق نہیں ہے اور یہ دو روایتیں پہلے منہج الکرامت کے اور دوسرے معراج السالکین کے
جو لکھی ہی پہلے کی تو آخر میں سے وہ فقرہ اُڑا دیا کہ جو اُنکی مضر تھا اور ہم اُسکو بیان کرچکے اور دوسرے کا حال یہ ہی کہ نہ تو اس نام کی کوئی کتاب شیعوں میں ہی اور نہ یہ روایت شیعوں کی کسی کتاب میں ہے
یہ روایت بالکل جھوٹی ایک شخص سنی نے واسطے الزام شیعوں کے بنالی ہی اور احکام خلاف سول شاعرہ کے نزدیک موافق حکمت اور مصلحت کے بھی نہیں ہوتے ہیں بھی اپنے مذہب کے خلاف
کہتا ہی اور جسوقت کہ روایت معراج السالکین جھوٹی ہوئی تو پھر ہمکو کسی بات کی جواب لکھنے کی احتیاج نتھی لیکن اس روایت میں باتیں لکھی ہیں کہ جو مخالف ہیں ہمارے مقصود
کے اور اُن مطالب کے جو ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کرآئے ہیں اسواسطے ہمنے اسکے جواب کیطرف مجملا الشارہ کردیا ہی **قال الشیخ الاشعری** ماسوا اسکے اگر صدیق اکبر
بپاس خاطر حضرت زہرا رضہ فدک اُنکے حوالہ کردیتے اور درصورت صحت روایت ہبہ فدک اس بات کی رعایت نکرتے کہ ہنوز دعوی ہی کوئی دستاویز کامل نہیں کیونکہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن
بلکہ اُنکے ساتھہ حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی گواہی موافق قانون خداوندی قابل اعتبار نہیں تو اول تو عام وخاص کے دل میں یہ بات نہ نشین ہوجاتی کہ خلیفہ سب مستحقوں کو برابر نہیں
سمجھتا رودارں کو بے ثبوت بھی کامیاب کردیتا ہی اور سوا اُنکے اوروں سے قرار واقعی حجتیں طلب کرتا ہی اور واقعی یہہ بات شیوہ انصاف سے بہت بعید ہے معہذا باعث تنفر خلایق امر دینی امور
خلافت جو موجب بے انتظامی دین ہی ہوجاتا اور پھر یہہ آگ ہرگز بجھا ہی نہ بجھتی اور اگر بالفرض اسکے کام خلافت میں کچھہ فرق نہ آتا تو یہہ وبال کسکے سر پر رہتا کہ قیامت تک حکام اسلام
یہی شیوہ برتتے اور اُنکے لئے یہہ حجت اور دستاویز ہوجاتے کہ خلیفہ راشد نے ایسا کیا تو ہم بھی ایسا ہی کرینگے رودارں کو موہنہ مانگے موتی دینگے غیروں کی نہ سنینگے دوسرے اس صورت
میں لازم آتا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم اس حدیث کے مصداق ہوجائیں العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ یعنی کسی چیز کو کسیکو للہ دیکر پھر اُس سے لوٹانے والا ایسا ہی جیسا کتا
قے کرکے پھر چاٹ لیوے اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ جب آنحضرت صلعم فرما چکے ہوں لانورث ماترکناہ صدقۃ تو جو چیز تا وقت وفات آپکی ملک میں تھی سب صدقہ ہوگئی اور یہہ بات باتفاق
فریقین ثابت ہے کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہیں ہوتا اور اب اس حدیث سے یہہ ثابت ہوا کہ تا دم وفات فدک سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبضہ و تصرف میں رہا تو اگر یہہ بھی کیا تب
قبضہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نہونے پایا تھا سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہمیشہ قبضہ رہا تو یہہ ہبہ باتفاق فریقین موجب ملک سیدۃ النسا نہوا بلکہ ہمیشہ دم وفات
تک سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں رہا تو بیشک یہہ بھی صدقہ ہوگیا سو درصورتیکہ بعد قبول نہونے دعوی ہبہ کے بزعم شیعہ عوض نہ لیا ہوتو جیسے ہبہ کی صورت میں بعض یا من حیث
سیدۃ النسا بوجہ مذکور نہ سکے میراث کی صورت میں اسوجہ سے نہ سکے کیونکہ وارث کے ملک نائب ملک مورث ہوتی ہی جب تحقق ہو تو وہ پہلے متحقق ہو سو یہہ جبھی ہوسکتا ہی کہ جو چیز بقول لانورث
ماترکناہ صدقہ حضرت کے طرف سے صدقہ ہوچکی ہو اور ملک سے نکل گئی تھی پھر ملک نبوی میں آئی ورنہ جو چیز خارج از ملک مورث ہو اُسمیں میراث کا جاری ہونا محال ہی سو ایسی حرکت
نعوذ صدیق اکبر سے کب ہوسکتی تھی جس سے ایسا حرف بیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف عائد ہو معہذا لانورث اور صدقہ ہونا جب صحیح ہو کہ قابل ملک وارث نرہی یہہ بھی اگر ملک وارث
اُس میں جاری ہو تو اجتماع نقیضین لازم آئی دستاویز تو حضرت فاطمہ کے پاس نتھی لیکن اُسکو عمر نے پہاڑ الاتھا **اقول** اور حضرت علی اور ام ایمن اور حسنین کی گواہی کا ذکر
ذکر پہلے اس سے مفصل گذر گیا ہی اور حال حضرت فاطمہ کو فدک دیدینے کا باوجود سن لینے روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کے صورت فرض سن لینے روایت مذکورہ کے یہہ ہی کہ ہم یہہ تو نہیں کہتے
ہیں کہ بے اطلاع اور اُنکے ابوبکر فاطمہ کو فدک دیدیتے تاکہ عام اور خاص کے دل میں یہہ گذرتا کہ خلیفہ سب مستحقوں کو برابر نہیں سمجھتا اور رودارں کو بے ثبوت بھی کامیاب کردیتا ہی اور اوروں سے
حجتیں طلب کرتا ہی ہمارا مقصود تو حضرت فاطمہ کے دینے سے یہہ ہی کہ جو معاملہ رسولخدا صلعم نے زینب دختر خدیجۃ الکبری سے کیا تھا وہی معاملہ ابوبکر حضرت فاطمہ سے کرتے اور زینب نے تا
حضرت نے یہہ معاملہ کیا تھا کہ جسوقت ابوالعاص شوہر اُنکا جنگ بدر میں گرفتار ہوکر آیا تو حضرت زینب نے اُسکی رہائی کے واسطے قلادہ اپنا فدیہ میں اُسکے رسولخدا کے پاس بھیجا کہ اُسکی
عوض میں ابوالعاص کو رہائی دیویں اور وہ قلادہ وہ تھا کہ حضرت خدیجہ نے حضرت زینب کو جہیز میں دیا تھا جسوقت جناب رسولخدا صلعم نے وہ قلادہ دیکھا تو اُسکو پہچانا اور آب دیدہ
ہوئے اور اُسوقت حضرت کو بہت قلق ہوا اور سب مسلمانوں سے اُسکو بجل اور معاف کروا کے پھر زینب کے پاس اُسکو واپس کیا تو اسی طرح سے فدک کہ حضرت نے دیا تھا ایک ٹکڑا تھا
ابوبکر سب مسلمانوں سے حضرت فاطمہ کے واسطے کہ زینب سے مرتبہ میں زیادہ نہیں بجل کروا کے حضرت کو فاطمہ کو دیدیتے اور اگر چار پانچ آدمیوں سے بھی معاف کروا لیتے تو یقین ہی کہ جو مسلمان اس حال
کو سنتا وہ بپاس خاطر رسولخدا صلعم اُسیوقت بجل کو دیتا اور کوئی تکرار نکرتا اور کیسکے دلمیں نگذرتا کہ ابوبکر مستحقوں کو برابر نہیں سمجھتے ہیں اور بے انصافی کرتے ہیں اور نہ اسمیں

بہی مروی ہی لعنت اللہ علی الکاذبین کسقدر دروغ نویس ہے یہ شیخ شیعوں کی روایت کا تو حال سن لیا اور اب سنیوں کی روایات کو سنئے اگرچہ روایتیں انکی ہمپر حجت نہیں ہو سکتی لیکن پھر مفید مطلب اہل سنت نہیں اسواسطے کہ شیخ عبد الحق شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ غضب آنحضرت امتداد کشید و تا زندہ بود مہاجرت نمود ابوبکر را دیکھو یہ روایت موافق ہمارے اور مخالف اعتقاد اہل سنت کے ہے اور دوسری روایت عبد الحق کی کہ جسکی یہ شیخ سند پکڑتا ہی یہ ہی کہ و در بعضے روایات آمدہ است کہ چوں واقع شد میان ابوبکر و فاطمہ آنچہ واقع شد رفت ابوبکر نزد فاطمہ استاد بر در او در گرمی آفتاب الخ اس روایت سے غرض عبد الحق کے ضعف اس روایت کا ہی کہ لکھتا ہی و در بعضی روایات آمدہ است اور فصل الخطاب اور کتاب الوفا بیہقی اور مشکوۃ اور ریاض نضرت اور کتاب الموافقت ابن سمان میں ان سب کتابوں میں روایت ابوبکر کے فاطمہ زہرا کے پاس بسفارش علی جانیکی اور عذر کرنیکی دو شخصوں کی روایت پر منحصر ہے شعبی کے اور ذاعی کے اور شعبی کا تو اعتبار اسواسطے نہیں ہے کہ وہ دشمن علی بن ابیطالب علیہ السلام تھا چنانچہ اپنے محل میں ثابت ہے اور سوائے اسکے یہ ہے کہ شعبی نے اس روایت کو بطریق مرسل بیان کیا ہی اور ایسا ہی حال ذاعی کا ہی کہ اسنے بھی بطریق مرسل بیان کیا ہی اسواسطے یہ روایتیں معتبر نہیں ہیں اور بڑی دلیل ان روایتوں کی موضوع اور جعلی ہونیکی یہ ہے کہ یہ روایتیں مخالف ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے روایتوں کی کہ جنکی برابر بعد کلام اللہ کے کسی کتاب کی روایت صحیح نہیں ہے اہل سنت کے نزدیک چنانچہ صحیح بخاری میں ایک جگہہ تو لکھا ہی فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ و ہجرت ابابکر فلم تزل مہاجرتہ حتی توفیت و عاشت بعد رسول اللہ ستۃ اشہر اور دوسری جگہہ غزوہ خیبر کے ذکر میں لکھا ہی فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذالک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت و عاشت بعد النبی ستۃ اشہر اور اسی طرح صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے اور حاصل ان روایتوں کا یہ ہے کہ فاطمہ دختر رسول خدا صلعم غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے مفارقت اور مہاجرت اختیار کی اور ہمیشہ رہی مفارقت ابوبکر سے یہانتک کہ مر گئیں اور کبھی ابوبکر سے کلام نکیا تا دم مرگ اور زندہ رہیں بعد پیغمبر خدا کے چھہ مہینے اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ میں ترجمہ روایت بخاری میں لکھا ہی کہ پس در غضب آمد فاطمہ پس ہجران کرد ابوبکر را پس ہمیشہ بود ہجرت کنندہ مر او را تا آنکہ وفات یافت اور صحیح بخاری میں لکھا ہی لا یحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلثۃ لیال یعنی حلال نہیں ہے واسطے کسی مسلمان کے کہ مفارقت کرے اپنے بہائی سے زیادہ تین شب سے اور میں کہتا ہوں کہ اگر فاطمہ زہرا ابوبکر کو مسلمان جانتیں تو اس سے چھہ مہینے مفارقت کا ہیکو اختیار کرتیں اور دیکھو روایتوں سے بخاری اور مسلم کے ثابت ہوا کہ فاطمہ زہرا ابوبکر سے ہمیشہ مہاجرت میں رہیں ہیں اور کبھی ابوبکر سے کلام نکیا پس روایتیں فصل الخطاب اور کتاب الوفا وغیرہ کے جو مخالف ان روایات صحیحہ کے لکھے ہیں حضرت فاطمہ کے ابوبکر سے راضی ہو جانیکی بالکل وضعی اور غلط ہیں اور کون ایسا باولا ہوگا کہ صحیحین کی روایتوں کو چھوڑ کر ان جھوٹی روایتوں کو معتبر جانیگا اور شیعہ جب کسی روایت سے انکی سند پکڑتے ہیں تو یہ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیحین میں نہیں ہے تاکہ معتبر ہو اس صورت میں وہ روایتیں کہ جو صحیحین کی روایتوں کے مخالف ہیں بیشک غیر معتبر بلکہ غلط ہونگی پس جو کچھہ کہ ان روایتوں میں ہے کہ ابوبکر دھوپ میں کھڑے رہے اور حضرت فاطمہ ابوبکر سے راضی ہو گئیں علی کی سفارش اور قسم دینے سے یہ سب غلط ہی اور فرقہ زیدیہ کو تو مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ میں اپنی میں سے لکھتے ہیں انکا کیا اعتبار ہی اور یہ روایتیں تو سب غلط ہیں اور عداوت ابوبکر کو اہل بیت سے خلافت کے مقدمہ میں نہی کہ یہ منصب انکو نہ پہنچنے پائے اور اسیواسطے فدک کو غصب کیا کہ انکو کسیطرح سے قوت اور شوکت نہ ہونے پائے کہ خلافت کے مقدمہ میں سر اٹھا سکیں بلکہ ہمیشہ دبے ہوئے اور دست نگر رہیں اور یہ جو لکھا ہی کہ انکی محبت اور اعتقاد اور تعظیم اور تکریم میں ایسے فنا تھے کہ باوجود عروج خلافت اور شوکت سلطنت کی حضرت فاطمہ کے سامنے اپنی تئیں مثل غلاموں کے سمجھتے تھے اور اس سبب سے مرتبہ صدق و صفا کو پہنچی تھی اور دنیاداری کی بو ہوتی تو ایسے امور ظہور میں نہ آتے اور شان و شوکت پر اتنی متین نکرتے اور فاطمہ کو ابوبکر پر بڑا بھروسا تھا اور کسیکے تصور میں آسکتا ہی کہ کوئی فقیر بادشاہ جبار کے سامنے ایسی باتیں کرے اور وہ بادشاہ ایسے متوں سے منائے یہ سب غلط ہی کوئی بات ایسی ظہور میں نہیں آئی اور اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ابوبکر نے عمر کو آگ اور لکڑیاں انکے ہمراہ کرکے فاطمہ زہرا کا گھر جلانیکو بھیجا مع ان لوگوں کے کہ جو اس گھر میں تھے اور اس گھر میں علی اور فاطمہ اور حسنین تھے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی اور کنز العمال اور تاریخ طبری میں تو یہ لکھا ہی کہ ابوبکر وقت مرنیکے افسوس کرکے کہتے تھے کہ کاش میں فاطمہ کا دروازہ نہ کھولتا جب حال تھا تو ابوبکر کو کیا غرض تھی کہ حضرت فاطمہ کے پاس جاکر اسطرح سے عذر کرتے اور اگر بالفرض و التقدیر کچھہ عذر کیا بھی تو اس سے کچھ ابوبکر کی کسر شان نہ تھی کہ اسکے باپ کے نام سے یہ سب کچھہ حاصل تھا انکی جوتیوں ہی کا صدقہ تھا اور اسکے شوہر ہی کا حق تھا کہ جسکو ابوبکر دبا بیٹھی تھے اور ایک شان و شوکت انکو حاصل ہو گئی تھی لیکن حضرت فاطمہ راضی ابوبکر سے ہرگز نہیں ہوئی ہیں اور صحیح وہ ہے کہ جو مطابق روایت بخاری اور مسلم کے ابن قتیبہ نے کتاب السیاست والامامت میں لکھا ہی کہ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ چلو فاطمہ کے پاس ہم اسکو غضب میں لائی ہیں جب گئے وہ در خانہ اور حضرت فاطمہ سے اذن چاہا کہ ہم آئیں تو انہوں نے اذن نہ دیا اور مفصل اس روایت کو پہلے اس سے میں لکھ چکا ہوں اور ابوبکر جوہری نے بھی کتاب سقیفہ میں اسیطرح لکھا ہی **قال الشیخ الاشعری** اور بالبداہت اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر بالفرض و التقدیر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے مرتے دم اسبات کی وصیت بھی کی ہو کہ میری جنازہ پر ابوبکر نہ آنے پائے تو بسبب کمال حیا اور پردہ داری کی یہ وصیت کی ہوگی اور تخصیص ابوبکر کے نہ آنے دینے کی اسوجہ سے ہو کہ انکو حضرت زہرا ایسا سمجھتی تھیں کہ یہ خواہ مخواہ حاضر ہی ہونگی کیونکہ انکو جسقدر تعظیم و تکریم اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش نہاد خاطر ہے اور وں کو نہیں لہذا ابوبکر ایکبار کی رنجش سے شرمائی ہوئی ہیں اسکے تدارک کے لئے وہ کوئی ایسا موقع نچھوڑینگی جو اسمیں

غیر حاضری باعث اشتباہ اور موجب بدگمانی اہل بیت ہو علاوہ بریں وہ خلیفہ وقت ہے امامت نماز اور امامت جنازہ دونوں سے متعلق تہیں اس لئے بالخصوص انکا نام لیکر منع کیا
غرض اگر تخصیص کہیں سے ثابت ہو بھی جائے تو اسکے یہ وجوہ ہیں ورنہ علی العموم مردان نامحرم کے حاضر ہونیکی آپ روادار نہیں اس لئے یہ وصیت کی کہ مجھکو شب کو دفن کر دینا اور دلیل اسبات
کی کہ بوجہ حیا و پرداری علی العموم ممانعت تہی صدیق اکبر ہی کی کچھ خصوصیت نہتی یہ ہے کہ بروایت صحیحہ یہ بات مروی ہے کہ حضرت سیدۃ النساء نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ بعد موت
جسے پردہ مردوں کے سامنے مجھکو لائیں اور اس زمانہ کی عادت یہ تھی کہ عورتوں کو مثل مردوں کے بے پردہ یعنی کہورہ نعش کو لیجایا کرتے تھے اسپر اسماء بنت عمیس نے عرض کیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا
ہے کہ خرما کی شاخوں سے کجاوہ کی صورت نعش بناتے ہیں حضرت زہرا نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے تم بنا کر دکھلا حضرت اسماء نے بنا کر دکھلایا تو حضرت ہر از رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں
اور تبسم کیا اور ہرگز بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انکو کبھی کسی نے تبسم کرتے نہ دیکھا تہا اسوجہ سے حضرت زہرا نے حضرت اسماء کو وصیت کی کہ میرے مرنیکے بعد تو ہی مجھے غسل دیجیو
حضرت علی تیری ساتھ رہیں کسی دوسرے کو نہ آنے دیجو غور کیجئے کہ غسل کے وقت صدیق اکبر کے آنے کی کوئی صورت ہی نہتی بلکہ کسی مرد کے آنے کی کوئی سبیل ہی نہیں اسوقت جو اور لوگ
کے آنیسے ممانعت ہوئی تو یہ طلب ہوا کہ عورتوں کو بھی نہ آنے دیجو سو جسے عورتوں سے اسقدر شرم ہو کہ بعد مردن ننگے بدن انکے سامنے ہونیسے شرمائے وہ مردوں کے جنازہ پر آنے سے کیونکر
نہ شرمائے سو اسلئے حضرت علی نے انکو رات ہی کو دفن کر دیا اور کسیکو اطلاع نکی القصہ بوجہ تستر و باعث حیا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اسبات کی روادار نہوئیں کہ میرے جنازہ پر کوئی
مرد حاضر ہو ورنہ حضرت ابوبکر کی کوئی تخصیص نتہی اور ہرگز کسی روایت میں اہل سنت کے روایات میں سے یہ بات نہیں کہ بالخصوص حضرت صدیق اکبر کے نام سے ممانعت ہوئی ہو علی العموم
ممانعت ہوئی تہی شیعوں کی شرارت ہے کہ ممانعت انکے نام لگادی اور پھر لاوری کہ عوام اہل سنت کے سامنے انکی کتابوں کا حوالہ بتا دیتے ہیں **اقول** حضرت زہرا نے جو وصیت کی تھی کہ ابوبکر
میرے جنازہ پر آنے پائے آزردگی کی جہت سے تھی کہ ابوبکر سے ناراض تھیں اور ستر اور پردہ داری کے لئے ابوبکر کی کیا خصوصیت تھی اگر اس جہت سے ہو تو بھی کی واسطے ہوتی نہ خاص ابوبکر کے
واسطے اور بعد نزول آیۂ حجاب معمول زنان عرب یہی تہا کہ اپنے اعضا کو لباس سے پوشیدہ کر لیتی تھیں اور خود حضرت فاطمہ اسی طرح واسطے طلب فدک کے ابوبکر کے پاس تشریف لیگئی تھیں
اور سوائے اسکے اسماء بنت عمیس نے کہورہ بنا کر دکھلا دیا تھا اسواسطے کہ آسمیں بھی پردہ کی صورت تھی اور یہ وصیت حضرت فاطمہ نے نہیں کی تھی کہ جسوقت میں برہنہ ہوں وقت غسل
دینے کے اسوقت ابوبکر کو میرے پاس نہ آنے دینا اور اس امر کی وصیت کرنی کیا ہے ایسے وقت میں تو کسیکو مردوں میں سے عورتوں کے جنازہ پر جانا جایز نہیں ہے اور وصیت جو حضرت فاطمہ نے کی
تھی تو ابوبکر سے آزردہ اور ناراض ہو کر کی تھی چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور ابوبکر جوہری نے اپنی کتاب سقیفہ میں لکھا ہے کہ قالت فاطمۃ لابی بکر لا کلمتک ابدا
قال ابوبکر لا ھجرتک ابدا قالت واللہ لادعون اللہ علیک قال واللہ لادعون اللہ لک فلما حضرتہا الوفاۃ اوصیت ان لا یصلی علیہا فدفنت لیلا حاصل یہ کہ فاطمہ نے ابوبکر سے
کہا کہ میں تجھ سے کبھی کلام نکرونگی ابوبکر نے کہا کہ میں تجھ سے کبھی مفارقت نکرونگا فاطمہ نے کہا کہ قسم ہے خدا کی میں تیرے حق میں خدا سے دعا نکرونگی ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا
کی میں تیرے حق میں خدا سے دعا نیک کرونگا پس جسوقت کہ وقت وفات فاطمہ آیا تو وصیت کی فاطمہ نے کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے پس دفن کی گئی شب کو اور ایسے ہی بخاری اور
مسلم کی روایتوں سے سمجھا جاتا ہے دیکھو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آزردہ ہو کر ابوبکر سے وصیت کی کہ میرے جنازہ پر نماز پڑھنے نہ آئے اور یہ آنے دینے کی تخصیص میں واسطے ابوبکر کے جو
لکھا ہے کہ اسوجہ سے منع کیا یہ بھی ایک ایسی ہی وجہ ہے اور تعظیم و تحریم اہل بیت کی ابوبکر ہرگز نہ کرتے تھے بلکہ انکو آزار پہنچاتے تھے اور ارادہ فاطمہ کے گھر کے جلانیکا مع علی اور حسنین کے
کیا اور دروازہ فاطمہ زہرا کا توڑا جب نے کی نوبت پہنچی تو کہنے لگے کہ کاش میں فاطمہ زہرا کا دروازہ نہ کھولتا چنانچہ کنز العمال اور تاریخ طبری میں لکھا ہے یہ تو سنیوں کی
کتابوں میں ہے اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ گھر فاطمہ کا جلا دیا اور نظام معتزلی نے لکھا ہے کہ محسن شکم مادر میں شہید ہوا عمر کی لات مارنے سے انکے ظلموں کا حال کہاں تک بیان کریں
اور پھر لکھتا ہے کہ جو تعظیم اہل بیت پیش نہاد ابوبکر ہے وہ اوروں کے نہیں اور رنجش سے نشرمائے ہوئے ہیں انکو تو یاس کو بھی رنجش نہیں گئی تہی اگر رنجش تہی تو حضرت فاطمہ کو تہی
ابوبکر سے اور حضرت فاطمہ کا ایسا رنج تھا کہ جو زائل ہو جاتا اور ابوبکر کو امام نماز تھی اور امام جنازہ بھی تھی ہمنے تسلیم دیا لیکن منع انکو آزردہ ہو کر کیا ورنہ ممانعت میں تخصیص ابوبکر کی
کیا تھی اور اب بھی یہی دستور ہے کہ جو کوئی کسی سے آزردہ ہوتا ہے گو بھائی ہو یا اولاد میں سے ہو یہی کہتا ہے کہ یہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے اور علی العموم سب نامحرموں کو حضرت فاطمہ نے منع
نہیں کیا ہے گو دل سے روادار نامحرموں کے حاضر ہونے کی نہوں اور شب کو دفن کرنے کی بھی وصیت کی ہوگی اور کہورہ جو اسماء نے بنا کر دکھلایا اسکو بھی پسند کیا کہ اسمیں پردہ اری بہت
تہی لیکن منع اپنی جنازہ پر آنے سے سوائے ابوبکر کے کسیکو نہیں کیا ہے اور غسل کے وقت ابوبکر کے منع کرنیکی کون وجہ تھی کوئی مرد نامحرم کیا عورتوں کے غسل کے وقت عورتوں کے ننگے
بدن کو دیکھنے جایا کرتا ہے جو وہ ابوبکر کو منع کرتیں اسوقت تو خود ہی کوئی نامحرم نہیں جا سکتا ہے پھر ابوبکر کے منع کرنیکی کیا خصوصیت تہی اگر منع کرتیں تو سبھی کو منع کرتیں نہیں کہتا
کہ ابوبکر کو تو مطلق ہی منع کیا تھا کہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے اور عورتوں میں بھی فقط عائشہ ہی کو منع کیا تھا ابوبکر کی جہت سے کہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے ورنہ عورتوں کو
عورتوں کے جنازہ پر جانے کی ممانعت نہیں ہے اور عورت بھی کون کہ زوجۂ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو منع کیا چنانچہ

شیخ عبد الحق دہلوی نے جذب القلوب میں لکھا ہی کہ جسوقت حضرت عائشہ حضرت فاطمہ کے انتقال کی خبر سنکر محفل عزا میں تشریف لیگئیں تو اسماء بنت عمیس نے منع کیا اور عائشہ کو نہ آنے دیا حضرت عائشہ وہاں سے پھر کر چلی آئیں اور اپنے باپ سے شکایت کی کہ اسکو کیا ہو گیا ہے کہ حائل ہوتی ہی یہ درمیان ازواج پیغمبر کے اور انکی دختر کے میت کے حضرت ابو بکر نے اسماء کو بلا کر دریافت کیا کہ تو کسواسطے منع کرتی ہی عائشہ کو اسماء نے کہا کہ میں مجبور ہوں کیا کروں جناب سید کائنات نے اسی طرح مجھکو وصیت کی تھی اب فرمائیے کہ یہ ممانعت بھی کیا از راہ تستر نہ تھی یا وہ ملال اور غبار تھا ابو بکر کیطرف سے کہ انکی دختر کو بھی نہ آنے دیا باوجودیکہ وہ زوجہ سولخدا صلعم تھیں اور حضرت فاطمہ کی مادر گرامی تھیں کوئی اپنی والدہ سے بھی خواہان تستر ہوتا ہے اور عورتوں سے اگر کوئی شرماتی ہی تو غیروں سے نہ اپنی مادر گرامی سے اور ابو بکر کو جو منع کیا تھا تو جنازہ پر آنے سے اور نماز پڑھنے سے منع کیا تھا نہ سامنے اور روبرو آنے سے پھر ابو بکر کی کیا خصوصیت تھی بزرگوں کے جنازہ پر تو سبھی جاتے ہیں اور بباعث تستر اور حیا حضرت زہرا نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میرے جنازہ پر کوئی حاضر نہو بلکہ ابو بکر تنہا ہی کو منع کیا تھا سو معلوم ہوا کہ آزردہ ہو کر منع کیا تھا نہ حیا اور تستر کے باعث سے اور یہ تخصیص ممانعت ابو بکر اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہی چنانچہ ہم لکھ چکے اور بخاری اور مسلم میں بھی اسکا اشارہ ہی اور شیعوں کی یہ شرارت نہیں بلکہ علماء اہل سنت کی شرارت ہے کہ عوام کے ننگ کرانے کو کتابوں میں لکھ گئے اور جسوقت اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہو تو پھر شیعہ اہل سنت کی روبرو حوالہ کیوں نہ دینگے جو بات کہ ہو گزری ہی وہ کب مٹ سکتی ہی اور مولوی عبد العزیز صاحب اسکا اقرار کر چکے ہیں اسیواسطے اس ممانعت کو محمول بر تستر کیا ہی اور انکی ہی پیروی ہی اس نے بھی اسی طرح لکھا ہی ابتدا میں اور اب انکار کرتا ہی منع کرنیکو ابو بکر کے **قال الشیخ الاشعری** تسپر مولوی عمار علی صاحب نے تو یہ طوفان جوڑا ہی کہ شرم کی آنکھیں پھوڑ کر صحیح مسلم کا نام لے دیا کہ اسمیں روایت موجود ہی کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے وقت وفات یہ وصیت کی تھی کہ ابو بکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آئیں خدا جانے یہ بیحیائی کہاں سے آرائی ہے یا ایجاد فقیر ہی کہ الصلاۃ مطلقا جھوٹ بولنے سے شرم نہیں آتی صحیح مسلم کوئی نایاب کتاب نہیں ہزاروں نسخے اسکے موجود ہیں حذف کرنیکی نہی گنجایش نہیں اگر یہ روایت ہو تو کوئی کہیں سے نکالدی فقط اسمیں اتنی بات ہے کہ جب حضرت زہرا نے وفات پائی تو حضرت علی نے انکو شب ہی کو دفن کر دیا اور صدیق اکبر کو اطلاع نہ کی اور نماز پڑھی آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چنانچہ تسکین ناظرین کے لئے عبارت صحیح مسلم منقول ہی اسکا ترجمہ بلاکم و کاست یہی ہی جو میں عرض کیا وہ عبارت یہ ہے فلما توفیت دفنها زوجها علی بلیل وصلی علیها ولم یوذن بها ابابکر وصلی علیها علی اور اس عبارت سے آگے پیچھے کہیں وصیت کا ذکر نہیں ہے خدا جانے مولوی صاحب نے اس عبارت میں سے یہ معنی کہ حضرت زہرا نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے نہ آنے دینے کی وصیت کی تھی کونسی زبان اور کونسے محاورہ کے موافق نکال لئے سبحان اللہ علماء شیعہ کی یہ امانت و دیانت اور صدق گفتار ہی کہ دیدہ و دانستہ ایسے جھوٹ بولتے ہیں غرض صحیح مسلم میں تو فقط اتنی بات ہے کہ حضرت علی نے حضرت سیدۃ النساء کو شب کو دفن کر دیا اور صدیق اکبر کو اطلاع نکی اور اپنے آپ نماز جنازہ پڑھی اور یوں بھی ایک قول ہے کہ حضرت عباس نے چند ایک اہل بیت کے ساتھ نماز پڑھکے رات ہی کو دفن کیا مگر بہرحال صحیح مسلم میں وصیت کا ذکر معلوم نہیں ہوتا اور اگر بالفرض کسی روایت میں اسباب میں کوئی وصیت بھی ہو تو اسباب کی وصیت ہوگی کہ مردوں میں سے میرے جنازہ پر کوئی نہ آئے چنانچہ بعضی روایات میں آیا ہی کہ دوسرے دن جو حضرت صدیق اور حضرت عمر اور سوا انکے اور صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تعزیت کیلئے حاضر ہوئے تو شکایت کی ہمیں آپنے نہ خبر کی ہمیں بھی شرف نماز اور شرف حضور جنازہ میسر آجاتا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ جب میں دنیا سے اٹھوں تو مجھے رات ہی کو دفن کر دینا تاکہ میرے جنازہ پر کسی نامحرم کی نگاہ نہ پڑے سو میں نے انکی وصیت کے موافق عمل کیا ہی غرض اس روایت سے اور بھی روایت مشہور سے علی العموم نامحرموں کے آنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہی صدیق اکبر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تخصیص کا اشارہ بھی نہیں مگر شیعوں کے بدگمانی کا یہ حال ہی کہ اہل بیت کی تمام حرکات سکنات کو مطابق منشا نہ بیٹھیں یا نہ بیٹھیں صدیق اکبر کی عداوت پر محمول کرتے ہیں اور عقل و نقل کا کچھ لحاظ نہیں کرتے انکی وہی مثل ہی جیسے مشہور ہے سب نے سنا ہوگا ؎ سگے را چوں کلوخی بر سر آید ۔ ز شادی بر جہد کین آستخوان ست ۔ وگر نعشے دہد کس بر دوش دارند ۔ لئیم الطبع پندارد کہ خوان است ۔ **اقول** مولوی عمار علی صاحب نے شرم کی آنکھیں نہیں پھوڑی ہیں آنکھیں شرم کی تو نے ہی پھوڑی ہیں کہ صریح تیری کتاب میں موجود ہی اور پھر تو اسکا انکار کرتا ہی اور صحیح مسلم میں جو لکھا ہی کہ ولم یوذن بہا ابا بکر اس سے کیا مطلب ہے کہ ابو بکر کو جنازہ پر آنے کا اذن نہ دیا یہ موافق وصیت کے تھا یا تستر کی جہت سے اور اگر تستر کی جہت سے ہوتا تو ابو بکر کی کیا تخصیص تھی ممانعت میں اور اذن نہ دینے میں اور نہ وصیت کے واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ لفظ وصیت بھی مذکور ہو کر ہی کوئی کہے کہ میرے بعد فلانے کو اسقدر دینا تو وصیت ہو گئی وصیت کا لفظ چاہی ذکر کرے چاہی ذکر نکرے اور یہ اذن نہ دینا دال وصیت ہی پر ہے اسواسطے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے وصیت کی تھی کہ جن لوگوں نے مجھے آزار پہنچایا ہی ان لوگوں کو میرے جنازہ پر نہ آنے دینا اور مراد اس سے ابو بکر اور عمر ہیں سو حضرت علی نے موافق وصیت کے ابو بکر کو آنیکا اذن نہ دیا جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں لکھا ہی اور یہ جو صحیح مسلم میں لکھا ہی کہ لم یوذن بہا ابا بکر یہ وصیت ہی پر دلالت کرتا ہی کہ جو کچھ رنجش بھی حضرت فاطمہ اور ابو بکر میں تھی اور حضرت علی سے کچھ واسطہ نہ تھا اور اگر کچھ تھا تو حضرت فاطمہ ہی کی جہت سے تھا سو یہ اذن نہ دینا ابو بکر کو موافق وصیت حضرت فاطمہ کے تھا اور عمر کا جو نام لکھا ہے یا اسواسطے کہ وہ دونو آپسمیں لازم و ملزوم تھے اور وصیت جب کی تھی تو عمر کا بھی نام لیا تھا لیکن صحیح مسلم میں ابو بکر ہی کے ذکر پر اکتفا کی اور عمر کا نام نہیں لکھا اور حدیث صحیح مسلم کی تغییر

واقع ہوئی ہی سقیفہ ابوبکر جوہری میں کہ جو ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے اسمیں وصیت کا لفظ بھی مذکور ہی اور صحیح بخاری میں لم یوذن بہا ابابکر ہجراں کے بعد واقع ہوا ہے سو عدم ایذان سے مراد سوائے وصیت کے اور کچھ نہیں ہو سکتے اور جذب القلوب میں تو تصریح لکھا ہی چنانچہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ اسماء بنت عمیس کو حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ عائشہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے آزردگی عائشہ سے ابوبکر کی جہت سے تھی کہ وہ خفا انکی تھی یا کسی اور جہت سے تھی اور صحیح مسلم میں گو برعایت ابوبکر واضح کر کے نہیں لکھا ہی لیکن یہ اشارہ وصیت فاطمہ ہرا ہی کی طرف ہے والعاقل یکفیہ الاشارہ اور ہمارے مولوی صاحب کا کام جھوٹ بولنا نہیں ہے جھوٹا تو ہی اور تیرے بزرگ جھوٹے ہیں جو جھوٹی روایتیں بنا کر شیعوں کیطرف منسوب کر دیتی ہیں اور دفن کرنا شب کا اور خود ہی حضرت علی کا نماز جنازہ پڑھنا اسی جہت سے تھا کہ ابوبکر جنازہ پر نہ آنے پائیں ورنہ منصب نماز پڑھانیکا ابوبکر کا تھا کہ وہ خلیفہ بنے ہوئے تھے اور ہم عبارت مسلم کو بیان کر چکے کہ ولم یوذن بہا ابابکر سے مراد وصیت ہی ہی گو لفظ وصیت کا اسمیں مذکور نہیں ہوا ہی اور جو کچھ مولوی صاحب سمجھے ہیں وہ صحیح ہی اور ہم اسکو بیان کر چکے کہ مراد اس سے وصیت ہی ہی البتہ روایت مسلم میں نام عمر کا نہیں لکھا ہے فقط ابوبکر کا نام ہی اسواسطے کہ وصیت جو کی تھی تو دونوں کے نام کی تھی چنانچہ اور روایتوں میں ہے اسواسطے عمر کا بھی نام لکھدیا کہ بانی مبانی سب امور کے یہی تھے اور علماء شیعہ نے کچھ جھوٹ نہیں لکھا ہی تاکہ انکی امانت اور دیانت میں خلل آوے دیکھو صحیح مسلم میں یوذن بہا موجود ہے اور مراد اس سے یہ ہی کہ ابوبکر کو آنیکی اجازت نہ دی اور اگر ایذان بمعنی اطلاع ہی اور یہی معنی ہیں کہ اطلاع نہ کی تو اسی سبب سے کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی چنانچہ اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہی اور صحیح مسلم میں گو اس روایت میں لفظ وصیت کا نہیں ہے لیکن لم یوذن بہا وصیت پر دلالت کرتا ہی اور اگر وصیت سے نہ آنے دینے کی ہی نہ کل موجودوں کے نہ آنے دینے کی اور یہ روایت علی العموم نامحرموں کے جنازہ پر نظر نہ پڑنیکی دوسری ہے کہ نامحرموں کی نظر نہ پڑنیکی حیثیت سے ہے اور ابوبکر کے جنازہ پر نہ آنے دینے کی روایت دوسری ہے کہ اسمیں نامحرم ہونیکی حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ آزردگی کی جہت سے ہی کہ میرے جنازہ پر نہ آئے جیسا کہ کوئی کسی سے ناراض ہوتا ہی تو کہتا ہی کہ یہ میری جنازہ پر نہ آنے پائے مگر اہل سنت کا تو فاطمہ کی محبت میں حال ہے کہ جسقدر کہ انہوں نے اہل بیت پر ظلم کئے ہیں اور آزار پہنچائے ہیں مطابق بیٹھیں یا نہ بیٹھیں انکی سب ظلموں کو نیکی ہی پر محمول کرنیکی تاویلیں کر کے اور عقل اور نقل کا کچھ لحاظ نہیں کرتے انکی وہی مثل ہی جیسے مشہور ہی سنا ہوگا ؎ سگے را چوں کلوخی بر سر آید ۔ ز شادی بر جہد کیں استخوان است ۔ وگر نعشے دو کس بر دوش دارند لئیم الطبع پندارد کہ خوان است **قال الشیخ الاشعری** القصہ ابوبکر صدیق کی ممانعت کی یا حضرت عمر کی ممانعت کی کہیں تخصیص و تصریح نہیں بلکہ فصل الخطاب کی روایت سے تو یوں ثابت ہوتا ہی کہ معاملہ دگرگوں ہی اسلئے کہ اسمیں یوں مذکور ہی کہ ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف عشاء کی نماز کے وقت جا ضرر ہوئے اور حضرت فاطمہ زہرا کی رحلت مغرب عشا کے بیچ منگل کے دن ۳ رمضان شریف کی تیرہ تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ سے چھ مہینے بعد ہوئی تھی اور آپ کی عمر شریف اٹھائیس ۲۸ برس کی تھی ابوبکر صدیق موجود تھے ان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیش امام ہوئے چار تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھائی (۱۲) روایت سے تو قدر شناسان علی رضی اللہ عنہ کو بھی تحقیق ہوتا ہی کہ حضرت سیدۃ النساء نے ہرگز صدیق اکبر کی آنے دینی وصیت نہ کی تھی کیونکہ حضرت امام حسین یہ عزم رکھتے ہوں کہ سعید بن العاص کو حالانکہ وہ کچھ مؤدب نہ تھا امام ہونے دیں تو حضرت علی تو حضرت علی ہیں ادھر صدیق اکبر کا یہ ادب کہ تھوڑے ہی دن پہلے کیا کیا ناک رگڑ چکے تھے سو اگر حضرت فاطمہ وصیت تکذیب تین تو اول تو صدیق اکبر کو دھکا دلا دیتی ورنہ نماز کا تو کیا ذکر کیونکہ بوجہ اپنی شجاعت اور صدیق اکبر کی ادب کے باعث کوئی وجہ تقیہ کی بھی نہ تھی القصہ صدیق اکبر کی ممانعت کی کوئی روایت نہیں ہیں ہاں ایسی روایتیں ہیں جنسے عموم ممانعت ثابت ہے اور اگر بالفرض تخصیص کر کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا نام بھی ہو تو حضرت ابوبکر کے منع کی وجوہ تو مذکور ہو لیں باقی رہی حضرت عمر سو اول وجہ میں تو وہ صدیق اکبر کے شریک ہی نہیں اور علی ہذا القیاس دوسری وجہ میں کیونکہ یہ صدیق اکبر کے سامنی نمبر اور وزیر مشیر تھے سو صدیق اکبر کے سب کام انہیں کے مشورہ سے تھے سو اگر حضرت ہر ا رضی اللہ عنہا بوجہ ندینی فدک کے کچھ صدیق اکبر سے رنج تھا اور اس سبب سے وہ حضرت ہر ا رضی اللہ عنہا سے خفا ہوئے تھے تو حضرت عمر سے پہلے تھا اور یہ پہلے انسے خفا ہوئے ہوئے تھے باقی رہی تیسری وجہ اسمیں بھی حضرت عمر صدیق اکبر کے ایک وجہ سے شریک ہیں کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان صدیق اکبر بمنزلہ لازم و ملزوم ہی یہ ممکن نہ تھا کہ صدیق اکبر بلائے جائیں اور حضرت عمر کو خبر نہ ہو سو اگر بالفرض والتقدیر کسی روایت میں اہل سنت کی ممانعت تخصیص نام ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی نکل آئے تو انکی وجوہ یہ ہیں جو میں نے عرض کیں عداوت اور بغض صدیق اکبر یا حضرت عمر تھا **اقول** ابوبکر کی ممانعت کی تخصیص کو تصریح بخاری اور مسلم میں موجود ہی اور لکھا ہی اسمیں کہ ولم یوذن بہا ابابکر اور ابوبکر اور عمر کے دونوں کی ملا کر ممانعت اور روایتوں میں ہی اور ابوبکر جوہری نے لکھا ہی کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازے پر نماز نہ پڑھے اور فصل الخطاب کی روایت کہ جسمیں ابوبکر کا نماز پڑھانا حضرت فاطمہ پر لکھا ہی چار تکبیروں کے ساتھ رد کرتی ہی اسکو روایت بخاری اور مسلم کی کہ ابوبکر کا اتفاق حضرت فاطمہ کے جنازہ پر جانیکا ہوا ہی نہیں تھا اور جو روایت کہ مخالف روایات صحیحین کے ہے اسکا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور سوائے اسکے یہ شیخ خود لکھ چکا ہی اس روایت کے مخالف روایتیں کہ حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھائی اور ابوبکر اور عمر و غیرہ صحابہ نے صبح کو جا کر حضرت علی سے شکایت کی کہ تم نے ہمکو خبر نہیں کی کہ ہم بھی نماز جنازہ پڑھتے سو یہ روایت فصل الخطاب کی بالکل غلط اور موضوع ہی اور ابوبکر کو جنازہ فاطمہ زہرا پر آنیکی حضرت فاطمہ کیطرف سے ممانعت تھی اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حضرت امام حسن کے جنازہ پر حضرت امام حسین نے نماز پڑھی تھی نہ سعید بن العاص نے چنانچہ معلوم ہوگا اور ابوبکر نے تھوڑے سے

دلوں میں کچھ بھی ناک نہیں رگڑی اور اگر بالفرض حضرت فاطمہ سے کچھ عذر کیا تو وہ راضی نہیں ہوئیں اور ایسی کہاں کی صاحب حشمت اور لشکر تھے حضرت علی کہ ابوبکر کو دھکے دلوا دیتے جبوقت ابوبکر نے عمر کو بھیجا ہے اور عمر آگ اور لکڑیاں لیکر فاطمہ زہرا کا گھر جلانے گئی ہیں مع علی اور فاطمہ اور حسنین کے جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے سو اس صورت میں تو علی کچھ کر نہ سکے۔ ابوبکر کو دھکے دلوا دیتے کہیں عقل میں بھی آتا ہے اور شجاعت ہر جگہ کام نہیں آتی ہے جناب رسولخدا صلعم کی شجاعت سے تو حضرت علی کی شجاعت زیادہ تھی اور حضرت علی جانباز و شجاع تھے وہ بھی حضرت کے ہمراہ موجود تھے لیکن جب کفار کا غلبہ ہوا تو یہی حکم ہوا حضرت کو کہ تم یہاں سے ہجرت کر کے چلے جاؤ اور خدا تعالیٰ کی برابر تو کوئی قادر نہیں ہے ایک اشارہ میں جا سے تو سب کچھ فنا کر دے مگر اپنے حبیب کو مکہ میں بچا سکا اور حکم ہجرت کا دیدیا سو جو کام خدا تعالیٰ کا بدا وہ موافق مصلحت کے ہے اور ایسا ہی جناب رسولخدا صلعم اور علی مرتضی کا کام موافق مصلحت کے تھا ہر جگہ شجاعت نہیں آزمائی جاتی ہے اور تقیہ بھی حضرت علی کا موافق مصلحت کے تھا نہ کسیکے خوف سے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ خاص ابوبکر کی ممانعت کی روایتیں موجود ہیں اور مولوی صاحب نے ممانعت کو تسلیم کر کے جواب دیا ہے کہ ممانعت تستر کی جہت سے تھی اور حضرت عمر مشیر کیلئے باقی مبانی سب امور ابوبکر کے وہی تھے اور ابوبکر کو برای نام خلیفہ بنا رکھا تھا وہ انکی سب امور میں شریک تھے اور جو کچھ وجوہ ابوبکر اور عمر کی ممانعت کی لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور ممانعت جو انکو ہوئی تو آزردگی کی جہت سے ہوئی کہ حضرت فاطمہ زہرا انسے ناراض تھیں **قال الشیخ الاشعری** اور دلیل عقلی اسبات کی کہ حضرت صدیق اکبر کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ پر نہ بلوانا بوجہ حیا، سیدۃ النساء اور بباعث پردہ داری حضرت زہرا رضی اللہ عنہا تھا نہ بوجہ کدورت اور ناخوشی یہ ہے اگر بوجہ کدورت اور ناخوشی ہوتا تو اسوجہ سے ہوتا کہ مبادا صدیق اکبر انکے جنازہ کی نماز پڑھائیں کیونکہ وہ خلیفہ تھے امامت نماز جنازہ انہیں سے متعلق تھا سو یہ بات کسی وجہ سے درست نہیں ہو سکتی اسلئے کہ باجماع مورخین شیعہ وسنی جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر لائے امام حسین نے سعید بن العاص کو جو معاویہ کیطرف سے مدینہ کا امیر تھا نماز پڑھانیکے لئے اشارہ کیا اور یہ فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلعم کی سنت یوں نہ ہوتی کہ امام جنازہ امیر ہو اگر تو تجھے ہرگز آگے نہ بڑھاتا سو معلوم شد کہ حضرت سیدۃ النساء نے حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانیکے اذیتہ سے وصیت نہ فرمائی تھی ورنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کسطرح حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی خلاف کرتے اور ظاہر ہے کہ سعید بن العاص ہزاروں مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کمتر تھا خاصکر لیاقت نماز میں کیونکہ کوئی چھ مہینے ہی گزرے تھے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش نماز تمام مہاجر اور انصار کا کیا تھا اور اسباب میں کمال ہی تاکید فرمائی تھی پھر کیونکر احتمال ہو کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اس تھوڑی سی مدت میں تمام واقعات بھول گئی ہوں الحاصل دلائل نقلیہ و عقلیہ و نو اسباب پر شاہد ہیں کہ شیعوں کا یہ وہم کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صدیق اکبر کو جنازہ پر آنے دینے کی روادار نہیں عقل کے نہ ہونیکے باعث پیدا ہوا ہے اور ان وجوہ کو بھی جانے دو ہمکو فقط روایت مجاج السالکین ابھی مرقوم ہوئی ہے کافی ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اگر صدیق اکبر کی بالخصوص جنازہ پر آنیکی روادار نہ ہوتی تو بوجہ رنج روادار نہ ہوتی سو اس روایت سے یہ بات عیاں ہے کہ حضرت زہرا کے دن مبارک میں اگر بالفرض رنج تھا بھی تب وہ زائل ہو گیا تھا اور دونو باہم راضی خوشی ہو گئی تھے مگر کوئی خبیثہ منافق پیشہ حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو نعوذ باللہ منافق سمجھے اور یوں کہے کہ یہ راضی ہو جانا فقط ظاہرداری کے لئے ہوگا تو یہ بات علیحدہ ہے پر یہ بات شیعوں ہی کی سمجھنے کی ہے المرء یقیس علی نفسہ جیسے وہ خود ہیں ایسی ہی بزرگان دین کو سمجھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کار پاکاں را قیاس از خود مگیر + گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر **اقول** ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت زہرا کا منع کرنا ابوبکر کو کہ میرے جنازہ پر نہ آوے اور نماز جنازہ نہ پڑھے آزردگی کی جہت سے تھا نہ بواسطہ حیا اور تستر کے اور حضرت امام حسن کے جنازہ پر نماز سعید بن العاص نے ہرگز نہیں پڑھائی ہے اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ نماز جنازہ کی امیر ہی پڑھایا کرے اور نہ حضرت امام حسین نے ایسا فرمایا ہے اور اگر یہ بات سنت ہوتی تو حضرت علی حضرت فاطمہ کے جنازہ کے نماز کا ہیکو پڑھاتے بلکہ ابوبکر پڑھاتے اور روایات صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علی ہی نے پڑھائی نہ ابوبکر نے اور یہ جو لکھا ہے کہ باجماع مورخین شیعہ وسنی حضرت امام حسن کے جنازہ کی نماز سعید بن العاص نے پڑھائی یہ بھی غلط ہے بلکہ اجماع مورخین اور محدثین شیعہ کا یہ ہے کہ حضرت امام حسن کے جنازہ کی نماز حضرت امام حسین نے پڑھائی ہے چنانچہ ملا یعقوب کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی کی کتاب حجت میں لکھا ہے لما قبض الحسن وضع علی السریر ثم انطلقوا بہ الی مصلی رسول اللہ الذی کان یصلی فیہ علی الجنائز فصلی علیہ الحسین ثم حمل حتی ادخل المسجد حاصل یہ کہ جسوقت فات پائی حضرت امام حسن نے اور جنازہ انکا تابوت میں رکھا گیا پھر لیجانیکو رسولخدا صلعم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں کہ وہ نماز پڑھتے تھے جنازوں پر تو نماز پڑھی حضرت امام حسین نے پر حضرت امام حسین نے اور وہاں سے جنازہ کو اٹھا کر مسجد کیطرف داخل کیا پس معلوم ہوا کہ سعید بن العاص نے امام حسن کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھائی اور نہ حضرت امام حسین نے سعید سے یہ کہا تھا کہ سنت سے یہ ہوتی کہ نماز جنازہ امیر پڑھائے تو میں تجھے آگے نہ بڑھاتا اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں ابوبکر جوہری کی کتاب سے کہ حضرت زہرا نے وصیت کی کہ میری جنازہ پر ابوبکر نماز نہ پڑھائے سو اسیواسطے ابوبکر حضرت زہرا کے میرے جنازہ پر ابوبکر نہ آئے اور امام حسن نے حضرت زہرا کے خلاف ہرگز نہیں کیا ہے چنانچہ معلوم ہوا اور جناب رسولخدا نے بھی ابوبکر کو نماز پڑھانیکا حکم نہیں دیا تھا بلکہ عائشہ نے اپنی طرف سے کہدیا تھا کہ میرا باپ نماز پڑھائے اور سنیوں ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوبکر نماز پڑھانیکو کھڑے ہوئے تو جناب رسولخدا صلعم شور و غل سنکر وہاں گئے اور ابوبکر کو پیچھے ہٹا کر اور بیٹھ کر خود نماز پڑھائی سو معلوم ہوا کہ رسولخدا صلعم نے ابوبکر کو نماز پڑھانیکا حکم نہیں دیا تھا عائشہ نے نماز پڑھانیکو کہدیا تھا اور حضرت فاطمہ کو ابوبکر کا جنازہ پر آنا روادار نہ ہونا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے اسکو تسلیم کر کے جواب دیا ہے کہ تستر کی جہت سے منع کیا تھا سو اہل سنت کو

خصوصاً مولوی عبدالعزیز صاحب ہی کو عقل نہیں ہے، کہ جو ایسا کہتے ہیں اور معراج السالکین شیعوں میں کوئی کتاب نہیں ہے اور روایت اُسکی بالکل غلط ہی کہ صاحب صواقع نے بسمع کی ہوئی اور بنائی ہوئی ہے اور حضرت فاطمہ ابوبکر سے دم آخر تک راضی نہیں ہوئیں ہیں ہمیشہ ابوبکر سے آزردہ اور ناراض رہی ہیں اور اسواسطے ابوبکر کو اپنے جنازہ پر نہیں آنے دیا اور رنج حضرت فاطمہ کا ہرگز زائل نہیں ہوا اور حضرت فاطمہ کو کوئی سنی منافق ہی ایسا سمجھیگا کہ وہ منافق تھیں اور ظاہرداری کے واسطے ابوبکر سے راضی ہوگئی تھیں شیعہ تو ابتدا سے اسکا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے کبھی راضی نہیں ہوئیں تھیں اور منافق تو خود ہی یہ شیخ اور کہتا ہی شیعو کو اور شیعہ تو وہ ہیں کہ جنہوں نے ابوبکر کا اور عمر کا منافق ہونا حضرت علی اور عباس کے نزدیک صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے ثابت کیا ہی جا دیکھ لے جس جگہ کہ صحیح مسلم کی روایت سے ابوبکر اور عمر کا کاذب اور آثم اور خائن اور غادر ہونا ہمنے لکھا ہی وہاں یہ بھی موجود ہی اور شیعہ تو پاک اور صاف ہیں نفاق سے اور اگر منافق ہیں تو تیری شیخین ہیں تو شیعوں کو جو کہ پاک ہیں اپنے اوپر اور اُنپر قیاس کرتا ہی ؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر ۔ **قال الشیخ الاشعری** ۔ اور بالفرض بھر کیا ہوتا ہی چاہیئے شیعو کی آنکھیں ڈھنڈی ہوں یہ ممکن نہیں اگر بالفرض والتقدیر بزعم شیعہ حضرت فاطمہ ہرایئہ صدیق اکبر سے اس جہان سے ناخوش ہی گئی ہوں تو درصورتیکہ خدا و رسول خوش ہوں کچھہ نقصان نہیں اور جو کچھہ نقصان تھا بھی تو اُسکی تدبیر اور اُسکا بندوبست خود خداوند کریم نے لکھو کہا برس پہلے کر دیا سورہ حجر میں فرماتے ہیں وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ اس آیت میں متقیوں کے جنت میں داخل ہونیکی کیفیت بیان فرماتے ہیں مطلب یہ ہے اور نکالڈالی ہمنے جو کچھہ اُنکے دلونمیں خفگیں تھی وہ بھائی ہوگئی تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ متقیوں اور پرہیزگاروں میں آپسمیں رنج بھی ہوجایا کرتے ہیں اور وہ رنج اُنکو کچھہ مضر نہیں ہوتے بعنایت خداوندی جنت میں جانے کے خارج نہیں ہوتی بلکہ جنتی ہونیکی وجہ سے وہ رنج بھی خود زائل ہوجاتے ہیں سو اگر بالفرض بزعم شیعہ حضرت فاطمہ حضرت صدیق اکبر سے رنجیدہ ہی اس جہان سے گئی ہوں تب اس آیت بشارت آمیز نے صدیق اکبر اور اُنکی ہواخواہونکی تسلی کردی اور شیعوں کے آنکھوں میں خاک ڈالدی **اقول** شیعو کی آنکھیں کیونکر ٹھنڈی ہوں جب فاطمہ پر ایسی ستم ہوں کہ رنجیدہ ہوکر اس جہان سے رحلت فرمائیں اور حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے رنجیدہ ہوکر اس جہان سے جانا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہی شیعو کا زعم یہ نہیں ہے اور خدا اور رسول ابوبکر سے ہرگز خوش نہیں ہیں اسواسطے کہ جس سے فاطمہ ہرا ناراض ہو اُس سے خدا اور رسول بھی ناراض ہیں کنز العمال میں روایت ہی حضرت علی سے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک اور یہی اصابہ میں روایت ہے اور مرزا محمد معتمد خاں بدخشی نے بھی مفتاح النجا میں یہی روایت کی ہی یعنی تحقیق خدا تعالی غضب میں ہوتا ہی تیرے غضب کے واسطے اور راضی ہوتا ہی تیری رضامندی کیواسطے اور فتح الباری میں لکھا ہی جو چیز کہ فاطمہ ہرا کو اذیت دیتی ہی وہ رسولخدا کو بھی اذیت دیتی ہی اور مودۃ القربی میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے حضرت سلمان سے فرمایا فمن رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ ومن لا رضیت عنہ رضی اللہ عنہ ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ غضب اللہ علیہ یعنی جس سے میری بیٹی فاطمہ ہرا راضی ہو میں اُس سے راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے خدا راضی ہی اور جس پر غضب میں ہوتی ہی بیٹی میری فاطمہ اُسپر غضب میں ہوتا ہوں اور جسپر میں غضب میں ہوں اُسپر خدا غضب میں ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس سے فاطمہ راضی نہوگی تو خدا و رسول بھی اُس سے راضی نہوں گے اور ابوبکر اور عمر سے جو حضرت فاطمہ ناراض گئی ہیں تو خدا اور رسول بھی اُن سے ناراض ہیں اور خدا تعالی نے جو تدبیر کی ہی آیت وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم میں وہ متقی اور پرہیزگاروں کے واسطے کی ہے نہ ابوبکر اور عمر کے واسطے پہلے ایمان تو اُنکا موافق قواعد صحیحہ کے ثابت کرلو اور متقی ہونا تو بعد اسکے ہے جو شخص کہ فاطمہ ہرا پر ستم کرے اور اُسکا گھر اور اُسکے شوہر اور فرزندوں کے جلانیکے واسطے آگ اور لکڑیاں لیجائے اور اُسکا دروازہ کھولے تو وہ مومن متقی بھی رہتا ہی متقی ہونا تو بعد ایمان کے ہی اور ہمکو تو اُنکے ایمان ہی میں کلام ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے سلب ایمان اُنکا ثابت ہے حکیم سنائی لکھتے ہیں کہ ؎ مرا باور نمی آید زدوی اعتقاد ۔ حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن ۔ سو وہ مومنین متقی ہیں جو بہشت میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے نہ خلفاء ثلثہ اور اس آیت سے تسلی بھی مومنین متقیین کی ہی نہ ابوبکر اور عمر کی کہ اُنکے حق میں آیت نہیں ہے بلکہ یہ آیت شان میں حضرت علی کے اور اُنکے شیعو کی ہی جیسا کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہی یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ اور اس آیت نے اور اس حدیث نے سنیو کی آنکھوں میں خاک ڈالدی کہ شیعو کی جنت میں جانیکی بشارت قرآن میں اور حدیث میں دونوں میں ہی اور خلفاء ثلثہ اور اُنکے ہواخواہ اس بشارت سے خارج ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید کوئی شیعی چرپوزیوں میں سے تکرار کرے کہ ہرچند اس آیت میں بشارت ہی جو مذکور ہی لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ اوروں ہی کے لئے یہ بشارت ہے جن سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناخوش ہوں اُنکے لئے اس بشارت میں حصہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شان میں یوں ارشاد فرمایا ہی اور یہ حدیث متفق علیہ طرفین ہی کان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما اذاھا ویبغی ما ارابھا فان غضبھا اغضبنی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہی کہ یاد رہی یہ بات کہ فاطمہ میری بدن کا ٹکڑا ہے جس سے اُسے تکلیف ہو اُس سے مجھے ہی تکلیف ہو جس بات سے وہ گھبراتی ہی اُس سے میں ہی گھبراتا ہوں سو جو شخص اُسکے غصہ کریگا وہ مجھے غصہ کریگا فقط اور ظاہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ کرنیوالا کون ہوتا ہے سو اسکا جواب ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پہلی ہی روایت کرنے سے بین گئے کیونکہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی فمن اغضبھا اغضبنی جسکے معنی ہیں کہ جو اُسے غصہ کریگا وہ مجھی غصہ کریگا اور یوں نہیں فرمایا من غضبت علیہ غضبت علیہ یعنی جس پر وہ غصہ ہونگی اُسپر میں بھی غصہ ہونگا ظاہر ہے کہ کسیکو غصہ کردینے کی یہ صورت ہی کہ دیدہ ودانستہ کسی بات کلام سے کوئی شخص اُسے غصہ دلانیکا ارادہ کرے سو کمال نادانی کی بات ہی کہ کوئی شخص صدیق اکبر کیطرف یہ بات منسوب کرے کہ اُنہوں نے بالقصد حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا تھا جو جانتے ہی تھے وہ تو جانتے ہی تھے پر وہ جو نہیں جانتے ہے اب تو آپسپر بھی واضح ہوگیا کہ صدیق اکبر اس غصہ میں معذور تھے اور باایں ہمہ پھر عذر معذرت کیا کیا کچھ نہ کئے روایت کو ٹٹولئے تو معلوم ہوجائے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا کہ والیہا ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی یعنی اللہ کی قسم ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ کرنا اور اُنکی خدمت کرنی بہت ہی زیادہ ہی میرے نزدیک اپنی قرابتیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے اور جیا اُنکی طرف اغضاب نہوا یعنی بالقصد اُنکو غصہ نہ دلایا بلکہ حتی المقدور اُسکا بچاؤ ہی کیا ہو تو وہ پھر کس طرح اس وعید میں داخل ہونگی اور اگر بالفرض کچھ ہوا ہو بھی تو اتنا ہوا ہو کہ حضرت فاطمہ مقتضائے بشریت غصہ ہوگئی ہوں سو اسکو اگر ہم مان لیں اور اُن توجیہات کا جو مذکور ہوئیں کچھ خیال نکریں تو بیش بریں نیست کہ موافق وعدہ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ قیامت کو سینہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے وہ رنج نکالا جائیگا اور دونوں میں سے کسیکو وہ آپسکی شکر رنجی مفر نہو **اقول** حضرت فاطمہ کے ناخوشی سے ناخوشی رسولخدا صلعم کی ہی اور رسولخدا صلعم کی ناخوشی سے ناخوشی حضتعالی کی ہی جو کوئی کرہو اسمیں خصوصیت کسیکی نہیں ہے اور جس سے خدا یتعالی ناخوش ہو اُسکے واسطے عذاب ہی اور حکم آیت وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ کا واسطے پرہیزگاروں اور متقیوں کے ہی نہ واسطے اُن لوگوں کے کہ جو خدا کو ناخوش رکھتے ہیں اور ابوبکر متقیوں میں سے تھے جیسے کہ ہم پہلے اس سے بیان کرچکے ہیں اور روایت اغضبنی اغضبھا سے جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر کی کچھ رعایت نہیں کی ہی بلکہ ابوبکر ہی کے حق میں ایسا فرمایا ہی اور ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو غصہ میں کیا اور خود اقرار کرتے ہیں غصہ میں لانیوالے چنانچہ ابن قتیبہ نے کتاب السیاست والامامت میں لکھا ہی بیان خلافت ابوبکر میں فقال ابوبکر لعمر انطلق بنا الی فاطمۃ فانا قد اغضبناھا فانطلقا جمیعا فاستادنا علی فاطمۃ فلم تاذن حاصل یہہ کہ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ چل تو ہمراہ ہماری فاطمہ کیطرف کہ تحقیق ہم غصہ میں لائی اُسکو پس چلے وہ دونوں اور اجازت چاہی فاطمہ کے پاس جانیکی تو فاطمہ نے اذن نہ دیا اور یہ بھی حضرت نے فرمایا ہی کہ من غضبت علیہ غضبت علیہ چنانچہ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں لکھا ہی اور زادان سے روایت کی ہی کہ رسولخدا صلعم نے سلمان سے فرمایا ہی کہ فمن رضیت عنہا بنتی فاطمۃ رضیت عنہ ومن رضیت عنہ رضی اللہ عنہ ومن غضبت علیہا بنتی فاطمۃ غضبت علیہ ومن غضبت علیہ غضب اللہ علیہ یعنی پس وہ شخص کہ راضی ہو اُس سے بیٹی میری فاطمہ تو راضی ہوں میں اُس سے اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے خدا راضی ہی اور وہ شخص کہ غضب میں ہو اُس پر بیٹی میری فاطمہ تو غضب میں ہوتا ہوں میں اُسپر اور جسپر میں غضب میں ہوتا ہوں خدا یتعالی اُسپر غضب میں ہوتا ہی اور جو شخص کہتا ہے کہ ابوبکر نے قصداً حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا وہ نادان نہیں ہے دیکھو ہم پہلے ہی بیان کرچکے ہیں کہ ابوبکر اور عمر عمداً فاطمہ کو غصہ میں لائی اُنکا حق غصب کرکے حق اُنکا غصب کیا تو اُنہوں نے غصہ کیا اور حق اُنکا غصب نکرتے تو وہ غصہ کاہیکو کرتیں اور عمداً غصہ میں لانیکے فاطمہ زہرا کے کچھ ضرورت ہی نہیں ہے واسطے ناخوشی خدا اور رسولخدا کی بلکہ جسپر فاطمہ غضب میں ہو اُسپر خدا غضب میں ہوتا ہی لہذا غضب میں لانیکا کرے یا نکرے چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا یا فاطمۃ ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک یعنی ای فاطمہ تحقیق کہ خدا غضب میں ہوتا ہی واسطے غضب تیرے کیا اور راضی ہوتا ہی واسطے رضامندی تیرے کیے یعنی جسپر تو غصہ ہوتی ہی خدا اُسپر غصہ ہوتا ہی اور جس سے تو راضی ہوتی ہی خدا اُس سے راضی ہوتا ہے اس روایت سے بہرنہج خدا یتعالی کا ابوبکر سے راضی نہونا ثابت ہوگیا اور کنز العمال میں بھی یہی روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ سے ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک اور اصابہ میں بھی یہی روایت ہی اور مفتاح النجا میں بھی یہی روایت ہے اور سوا اسکے اور بہت کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کچھ قصداً غصہ دلانے پر موقوف نہیں ہی بلکہ جس پر فاطمہ زہرا غصہ ہونگی خدا یتعالی اُس پر غصہ ہوگا اور ایسے شخصوں کا غصہ بے موجب نہیں ہوتا ہی اور اگر بے موجب ہو تو خدا یتعالی اُنکے غصہ کرنیسے کاہیکو غصہ کرے اور کہنا ابوبکر کا حضرت فاطمہ کو فانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیابنۃ رسول اللہ احب الی ان اصل من قرابتی ایک مرتبہ کا بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ مکرر عرض کرنا یہ سب غلط ہی اور اگر فرض بھی کیا جاوے تو یہ قول محض لسانی فریب دغا کا باوجود ایذا دینے اور تکلیف پہنچانے اُس مظلومہ کے بسبب غصب کرنے فدک کی اور مخالفت اُس مخدومہ کے اور جناب امیر علیہا السلام کے اور نہ سنی دعوے ہبہ کی اور نہ میراث کی اور نہ منظور رکھنی گواہی امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی باوجود منظور رکھنے مجرد دعوی ایک اذنے شخص کے بدون شہادت دوسرے کے کسی کام کا نہیں ہی اور کچھ فائدہ نہیں ہے ایسی ظاہرداری کی باتوں سے ابوبکر کی جانب سے بیشک اغضاب ہوا چنانچہ ہم اسی قول کے اول میں بیان کرچکے اور جب اغضاب ہوا تو وہ بیشک وعید میں داخل ہونگی اور حضرت فاطمہ مقتضائے بشریت ہرگز غصہ نہیں ہوئیں ہیں بلکہ غصہ اُنکا بجا اور اپنے محل پر تھا اور غصہ حضرت فاطمہ کا بمقتضائے بشریت کیونکر ہو کہ فاطمہ کے غصہ سے تو خدا اور رسولخدا غصہ میں ہوتے ہیں چنانچہ احادیث میں آیا ہی اور گزر گیا ہی اور اگر بمقتضائے بشریت ہوتا تو خدا اور رسولخدا صلعم فاطمہ زہرا کے غصہ کا ہیکو غصہ میں ہوتے اور بموجب حکم آیہ ونزعنا الخ کے گو فاطمہ زہرا کے سینہ سے رنج نکالا جائے لیکن ابوبکر کو نجات نہوگی وہ تو اپنے کئے کی سزا پائیں ہی گے پھر فاطمہ زہرا کا سینہ تو خود بخود صاف ہوجائیگا **قال الشیخ الاشعری** اور اگر قطع نظر غصہ کرنیسے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا خود بخود غصہ ہوجانا ہی اس وعید میں داخل کردی تو شیعوں کو ہم سے زیادہ مشکل پڑیگی کیونکہ ابوبکر

صدیق تو معصوم نہیں اگر اُنسے کوئی حرکت بیجا ہوجاوے اور اس سبب سے کسی وعید میں شامل ہوجاویں تو کچھہ بعید نہیں پر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تو شیعوں کے نزدیک معصوم تہے اُن سے جو بارہا مقدمات خانگی میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو رنج ہوگیا ہی تو اسکا کیا سبب ہے بلکہ اسکے فرمانیکا الا ان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما اذاہا بھی ہوا تہا کہ حضرت زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اس وجہ سے فی الجملہ ناچاقی ہوگئی تہی کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا پیام بہیجا تھا اسمیں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا روتی ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس تقریب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خطبہ ارشاد فرمایا الا ان فاطمۃ بضعۃ منی الخ سو اگر فقط حضرت فاطمہ کے غصہ ہوجانیکی باعث صدیق اکبر وعید مذکور میں داخل ہوجائیں تو حضرت امیر پہلے داخل ہونگے کیونکہ اول تو خطبہ اُنہیں کے سمجہانے سنانے کو فرمایا تہا دوسرے حضرت صدیق اکبر تو بوجہ اشارات خداوندی اور ارشاد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فدک نہ دینے میں معذور تہے اور پہر باینہمہ باشارہ حدیث معراج السالکین یہاں معلوم ہوتا ہی کہ اگر حکم خداوندی نہوتا تب بہی اُنکی تہ دل میں بہی تمنا تہی کہ فدک حضرت فاطمہ ہی کے پاس رہی لیکن حضرت علی نے جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو اُنکو کیا دشواری تہی پہر بہی نہیں کہ تہ دل سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی کے موافق ہوں علی ہذا القیاس اگر یکبار حضرت امیر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا رنجیدہ ہوکر گھر سے باہر تشریف لے گئے اور مسجد میں زمین ہی پر بدون تکیہ بچھونے سوگئی جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی خبر ہوئی آپ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور پوچہا کہ تیری چچا کا بیٹا یعنی علی مرتضی کہاں ہیں عرب میں ایسی موقع میں اکثر ایک دوسرے کو چچا کا بیٹا بولتے ہیں خیر حضرت زہرا نے عرض کی مجہ سے لڑکر نکلگئے اور دوپہر کو بہی یہاں نہیں سوئے اور یہ دونوں روایتیں کچہہ سنیوں ہی کی کتابوں میں نہیں شیعوں کی کتابوں میں بہی موجود ہیں باقی روایت اول سے اسمطلب پیش آمدہ کی ایک اور بات بہی نکلتی ہی وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ آخر بشر تہیں بمقتضائے بشریت غصہ آجاتا تہا اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو اُنہوں نے موافق حکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی گناہ یا کسی گناہ کا ارادہ کیا تھا پہر اب غصہ کی وجہ بمقتضائے بشریت اور کچہہ نہیں بلکہ دونوں روایتوں سے اتنی بات نکلتی ہی کہ معصوم کو بمقتضائے بشریت غصہ آجانا محال نہیں بلکہ بسا اوقات پیش آجاتا ہی اور اس سبب سے بے اختیار غصہ چڑہ جاوے اور اُس غصہ میں دوسرے کی معصومیت کا بہی لحاظ نرہی اور کوئی صورت نہیں سوا اسکے ہی ہم بمقتضائے بشریت کہتے ہیں اسیطرح اگر حضرت فاطمہ کو صدیق اکبر پر بہی بمقتضائے بشریت غصہ آجاوے اور اُنکا کچہہ قصور نہو تو کیا دشوار ہی اور یوں انکار ہی لغو فقط بمقتضائے بشریت حضرت فاطمہ کے غصہ ہوجانے سے بے اسکے کہ کوئی دیدہ و دانستہ بوجہ اُنکو غصہ دلاوے آدمی وعید مذکور میں داخل نہیں ہوسکتا **اقول** خود بخود کسیکو غصہ نہیں آتا ہی جب تک کہ اُسکا کوئی باعث نہو اور نہ حضرت فاطمہ کو خود بخود غصہ آیا بلکہ دیدہ و دانستہ اُنکا حق جو غصب کیا تو اسواسطے اُنکو غصہ ہوا اور شیعوں کو کچہہ مشکل نہیں ہے اگر مشکل ہی تو اہل سنت کو ہی کہ ابوبکر کے بچانے میں ہاتہہ اور پاؤں مارتے ہیں اور کچہہ نہیں بن پڑتا اور حضرت علی شیعوں کے نزدیک بے شک معصوم ہیں لیکن حضرت زہرا کو اُن سے کچہہ رنج کبہی نہیں ہوا ہی اور لا ان فاطمۃ بضعۃ منی علی کے سنانے کو نہیں فرمایا ہے بلکہ ابوبکر اور عمر کے سنانیکو فرمائے ہے جانتی تہے حضرت کہ بعد میرے یہ فاطمہ کو ایذا پہنچائینگے اور حق اُسکا غصب کرینگے اور علی اور فاطمہ میں کبہی ناچاقی ہی نہیں ہوئی جو ایسے فرماتے اور وہ روایت ابوجہل کی بیٹی سے حضرت علی کی درخواست نکاح کرنے کی بالکل غلط ہی اور ناصبیوں کی وضع کی ہوئی ہی حضرت علی نے سرگز ارادہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنیکا نہیں کیا تھا اور اسطرح کی روایتیں معاویہ نے حضرت علی کی طعن میں اور خلفاء ثلاثہ کی فضائل میں علماء کو انعام اور جواہر دیکر بہت بنوائی ہیں کہ بخاری اور مسلم میں بہی وہ روایتیں درج کی گئی ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں شیخ ابوجعفر اسکافی سے روایت کی ہی ان معاویۃ وضع قوما من الصحابۃ وقوما من التابعین علی روایۃ اخبار قبیحۃ فی علی تقتضی الطعن فیہ والبراءۃ منہ وجعل لہم علی ذلک جعلا یرغب فی مثلہ حاصل یہ کہ معاویہ نے مقرر کیا تھا ایک قوم کو صحابہ میں سے اور ایک قوم کو تابعین میں سے قبیح اور بد روایتوں کے بنانے پر حضرت علی کی حق میں کہ مقتضی ہوں طعن کرنے پر علی کے اور بیزاری کرنے پر اُس سے اور مقرر کی تھی واسطے اُنکے اس روایت بنانے پر اجرت کہ رغبت ہو اسطرح کی روایت بنانے پر منہم ابوہریرۃ وعمرو بن العاص والمغیرۃ بن شعبۃ ومن التابعین عروۃ بن الزبیر بعضے اُن صحابہ میں سے جو کہ روایت بناتے تھے ابوہریرہ تھا اور عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ اور تابعین میں سے جو کہ روایت بناتے تھے عروہ بن الزبیر تھا اور بعد اسکے چند روایتیں ان لوگوں سے لکہی ہیں کہ جس سے اُنکی جہنمی ہونیمیں کچہہ شک نہیں ہے بلکہ بڑی افترا کئے ہیں اُن دشمنوں نے رسول خدا صلعم پر اور بعد اسکے لکہا ہی واما ابوہریرۃ فروی عن الحدیث الذی مفاداہ ان علیا خطب بنت ابی جہل فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسخطہ فخطب علی المنبر فقال اما اللہ لا یجتمع بنت ولی اللہ وعدو اللہ ان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما اذاہا فان کان علی یرید بنت ابی جہل فلیفارق ابنتی فلیفعل ما یرید حاصل یہ کہ ابوہریرہ سے ایک حدیث روایت کی گئی ہی جسکے یہ معنی ہیں کہ تحقیق علی نے پیغام نکاح کا دیا ابوجہل کی دختر کو رسول خدا صلعم کی زندگی میں پس ناخوش ہوئے اور غصہ میں لائی حضرت یہ بات اور منبر پر چڑہکر خطبہ پڑہا اور فرمایا کہ قسم ہی خدا کی نہ مجتمع ہوگی دختر دوست خدا کی اور دختر دشمن خدا کی ایک جگہ تحقیق فاطمہ پارہ بدن میری ہی ایذا دیتی ہی مجہکو وہ چیز کہ جو ایذا دیتی ہی اسکو اگر علی دختر ابوجہل کی چاہتا ہی تو چاہئے کہ میری دختر سے مفارقت اختیار کرے بعد اسکے کرے جو کچہہ چاہتا ہی یہ روایت ہے کہ جو علی کے دشمنوں نے وضع کی ہی علی پر طعن کرنیکے واسطے اور سوا اسکے اس روایت کے مضمون ہی سے اس روایت کا دروغ ظاہر ہی اسواسطے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ جناب رسول خدا صلعم کو حضرت علی کی جانب سے یہ خیال ہو کہ اُس نے ابوجہل کی

دختر ہی کیوں پیغام نکاح دیا خود ہی تو خدا نے یہاں سے چار عورتوں کا حکم لایا اور پھر اپنی دختر کے واسطے یہ حکم خدا ناگوار ہوا کہ میری دختر کے سوا اور عورت کو علی کیوں کر لاوے اور وہ بھی منبر پر علی الاعلان فرمائیں بلکہ خفا ہو کر کہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے لوگوں کو تو کہتا ہے کہ تم چار عورتیں نکاح میں لاؤ اور اپنی دختر کے واسطے یہ حکم پسند نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسکا شوہر اور کوئی زوجہ نکاح میں لاوے اور حضرت علی نے کونسا فعل حرام کیا تھا جو اُنپر یہ عتاب ہوا کہ سوائے فاطمہ زہرا کے دوسری عورت سے کیوں نکاح کرتا ہے اور حضرت فاطمہ جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے وہ خدا کے حکم سے ہرگز ناراض نہ ہوئی کہ خدا کا حکم تو چار عورتوں کے کرنیکا ہے اور وہ ناراض ہوا کہیں کہ میرا شوہر ایک عورت سے زیادہ سے کسواسطے نکل رہا ہے کہیں یہ عقل میں بھی آتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے جھوٹ اپنی طرف سے کہ حضرت علی میرا اور حضرت فاطمہ میں فی الجملہ ناچاقی ہوگئی تھی اسواسطے حضرت امیر نے ابوجہل کی دختر سے نکاح کرنا چاہا یہ اُس روایت میں کہاں ہے اپنی طرف سے جو چاہتا ہے سو لکھتا ہے اور حضرت فاطمہ حضرت علی پر ہرگز غصہ نہیں ہوئیں وہ روایت ہی جھوٹی ہے پھر حضرت علی کیونکر اُسکے وعید میں داخل ہونگے اور الا ان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیھا اور جگہ بھی حضرت نے فرمایا ہے اور اسطرح کی روایتیں بہت آئی ہیں اور ہم لکھ بھی چکے ہیں اور حضرت نے ابوبکر اور عمر کے سننے اور سمجھانے کے واسطے ایسا فرمایا تھا کہ بعد میرے فاطمہ کو ایذا نہ پہنچائیں اُسکا حق غصب کرکے نہ علی کی سمجھانے کو اور ابوبکر کو نہ حکم خدا تھا فدک کو نہ دینے کا اور نہ حکم پیغمبر تھا بلکہ خلاف حکم خدا کے اُنہوں نے کیا اور حدیث مجعول لسانہ بالکل جھوٹی ہے اسکی صحت ہرگز نہیں ہو سکتی اور ابوبکر کو ہرگز منظور نہ تھا کہ فدک حضرت فاطمہ کے پاس ہے اگر منظور ہوتا تو وہ ڈیٹ لیتے اور حضرت علی نے ہرگز ارادہ نہیں کیا تھا ابوجہل کی دختر سے نکاح کرنیکا بہ اُنپر بہتان اور افتراء ہے اور علی اور فاطمہ میں ہمیشہ اتفاق اور اتحاد رہا ہے اور دوسری روایت جو لکھی ہے کہ ایکبار حضرت امیر حضرت فاطمہ سے رنجیدہ ہو کر گھر سے باہر تشریف لیگئے اول تو یہ کہ میاں بی بی کی تکرار اکثر کھانے پینے پر ہوتی ہے بی بی کہتی ہے کہ فلانی چیز لاؤ اور میاں کہتے ہیں کہ میں کہاں سے لاؤں میرے پاس کچھ نہیں ہے سو اسطرح کی رنجیدگی شمار میں نہیں ہے حضرت فاطمہ اُنسے کچھ چاہتی ہونگے اور اُنکے پاس موجود نہ ہوگا اسواسطے رنجیدہ ہو کر چلے گئے ہونگے اور خدانخواستہ ایسی بات اُنکے درمیان آپس میں نہیں ہوتی تھی جو موجب غضب اور ناضامندی کا ہو اور باوجود اسکے اس روایت کا بھی اعتبار نہیں ہے چنانچہ علل الشرائع میں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ لیس ھذا الخبر عندی بمعتمد ولا ھو بمعتقد فی ھذہ العلۃ لان علیا وفاطمۃ ما کان لیقع بینھما کلام یحتاج رسول اللہ الی الاصلاح بینھما بسلام لانہ علیہ الصلوۃ سید الوصیین وھی سیدۃ نساء العالمین یقتدیان باللہ جل جلالہ یعنی نہیں ہے یہ خبر میرے نزدیک معتمد اور نہ معتقد میرے ہے اس علت میں اسواسطے کہ علی اور فاطمہ ایسی نہیں کہ واقع ہوئیں ایسا کلام کہ محتاج ہوں سو لخدا اصلعم طرف اصلاح کے اور صلح کرانے کے درمیان اُن دونوں کی ایک کلام کرکے سواسطے رحضرت علی تو سردار اوصیاء کے ہیں اور فاطمہ سردار زنان عالم کی ہیں پیروی کرتے ہیں وہ دونوں نیک خلق میں رسول اللہ صلعم کی اور اسکے لکھا ہے کہ ابوتراب جو اُنکا نام ہوا تو اس جہت سے ہوا کہ عبداللہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ وہ صاحب میں کا ہے اور حجت خدا کی ہے لوگوں پر زمین کے اسواسطے ابوتراب نام ہوا حضرت علی کا اور یہ دونوں روایتیں اگر شیعوں کی کسی کتاب میں ہیں تو نام اُنکا کیوں نہیں لکھا اور حضرت فاطمہ کو بمقتضاء بشریت ہرگز غصہ نہیں آتا تھا خصوصاً وہ غصہ تو بمقتضاء بشریت ہرگز نہ تھا جو کہ ابوبکر پر غصہ آیا تھا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور سوائے اسکے یہ ہے کہ جو غصہ بمقتضاء بشریت ہوا ہے وہ جلد زائل ہو جاتا ہے اور ابوبکر پر تو چھ مہینے غصہ رہا تھا وہ غصہ بمقتضاء بشریت ہوتا تو اتنی دیر نہ کھینچتا اور حدیث میں آیا ہے کہ فاطمہ کے غصہ ہونے سے خدا غصہ ہوتا ہے اگر غصہ اُنکا بمقتضاء بشریت ہوتا تو خدا کا ہیکو غصہ ہوتا اور نہ حضرت علی نے ارادہ ابوجہل کی دختر سے نکاح کا کیا اور نہ حضرت فاطمہ اُنسے غصہ ہوئیں اور بالفرض والتقدیر اگر کسی معصوم کو بمقتضاء بشریت غصہ ہوتا ہے تو وہ جلدی فرو ہو جاتا ہے بلکہ غیر معصوم کا غصہ بھی جلد جاتا رہتا ہے اور ابوبکر پر جو حضرت فاطمہ کو غصہ ہوا تو چھ مہینے غصہ بمقتضاء بشریت کیونکر ہو جائیگا اس غصہ کا اُنکے غصہ پر قیاس نہیں ہو سکتا اور علی اور فاطمہ ایسی نہ تھی کہ بے اختیار اُنکو غصہ چڑھ جائے اور دوسرے کی معصومیت کا لحاظ نہ ہو اور حضرت فاطمہ کو جو ابوبکر پر غصہ ہوا وہ ابوبکر کے قصور کا تھا کہ ابوبکر نے حق فاطمہ کا غصب کیا تھا اور ابوبکر بمشتبک اُنکے غصہ کے وعید میں داخل ہیں **قال الشیخ الاشعری** علاوہ بریں سب جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بمقتضاء بشریت حضرت ہارون پر جو اُنکے بڑے بھائی تھے اور نبی مقرب تھے غصہ ہوئے یہانتک کہ سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ کر کھینچنے کی نوبت آئی اور یہ سب کو یقین ہے کہ حضرت ہارون علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام نے کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کرنیکا ارادہ نہیں کیا تھا کیونکہ نبی کا بالقصد غصہ لانا کفر ہے مگر تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ ہونے میں کچھ شک نہیں ہے پس اگر اتنی غصہ ہو جانیکو یہ کہئے کہ یہ بھی اغضاب ہے یعنی انہیں کیطرف سے ہے تو نعوذ باللہ حضرت ہارون کو یوں کہنا پڑیگا کہ اسوقت کافر تھے اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ فقط بمقتضاء بشریت کوئی شخص کسی پر غصہ ہو جائے تو اُسے اغضاب نہیں کہتے ہیں اور یہی قصہ یعنیہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا ہے کہ صدیق اکبر کی طرف سے اغضاب نہیں فقط حضرت فاطمہ کیطرف اگر تھا تو غضب تھا ہاں ہم کہتے ہوئے ڈرتے ہیں اغضاب ہوا ہے تو بظاہر حضرت علی سے ہوا ہوگا کیونکہ وہ خاوند تھے اُنکو اتنا ادب نہ ہوگا جتنا ابوبکر صدیق کو ہوگا **اقول** حضرت موسیٰ علیہ السلام ہرگز اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام پر غصہ نہیں ہوئے تھے جو کچھ اُنکا غصہ تھا وہ امت پر تھا کہ اُنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی اور حضرت موسیٰ نے جو بال حضرت ہارون کے پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا تو امت کے لوگوں کے دکھانیکے واسطے کھینچا تھا تاکہ وہ جانیں کہ یہ فعل گوسالہ پرستی کا بڑا سخت گناہ ہے کہ جسکے سبب حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی بے گناہ کی بال پکڑ کر کھینچے اور اس حال کو دیکھکر بنی اسرائیل اُس فعل سے توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت عمل میں نہ لائیں جیسے کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو کہیگا کہ ءانت قلت للناس

اتخذونی وامی الهین من دون الله یعنی کیا تو نے کہا تھا اے عیسیٰ آدمیوں کو کہ مقرر کرو تم مجھکو اور ماں میری کو دو معبود سوا خدا کے اور حال یہ ہی کہ حضرت عیسیٰ نے ایسا ہرگز نہیں کہا تھا لیکن لوگوں کے دکھانے کو خدا تعالیٰ نے ایسا فرمایا کہ روز قیامت کے ہم عیسے سے ایسا کہینگے اور یہ اسواسطے فرمایا کہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے اسکو سنکر ڈریں اور توبہ کریں ایسی ہی حضرت موسیٰ نے لوگوں کے دکھانیکو اپنے بھائی کو ساتھ لیا اور حقیقت میں حضرت ہارون پر حضرت موسیٰ غصہ نہیں ہوئے ہیں کہ وہ بیگناہ تھے کیا حضرت موسیٰ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ ہارون پیغمبر اور معصوم ہی اور پیغمبر ایسی حرکت نہیں کرتا ہی کہ گوسالہ پرستی کو اختیار کرے یا اس حرکت سے راضی ہو اور جیسے کہ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ کو غصہ دلانیکا ارادہ نہیں کیا تھا ایسے ہی حضرت موسیٰ نے حقیقت میں اُنپر غصہ بھی نہیں کیا تھا غصہ تو اُنکا جو کچھ تھا اُمت پر تھا اور بالقصد غصہ کسیکو کون دلاتا ہی لیکن حرکت بعضا آدمی ایسی کرتا ہی کہ اس حرکت سے دوسرے کو غصہ آجاتا ہی لہذا یہی معنی غصہ دلانے سے اور اگر اس غصہ دلانے سے پیغمبر سے کفر ہوجانا چاہئے کہ حضرت عمر کافر ہوجائیں اسواسطے کہ وہ جناب سولخدا صلعم کو غصہ میں لائے تھے چنانچہ مشکوٰۃ کی کتاب الاعتصام میں لکھا ہے عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم بنسخة من التوراة فقال یا رسول الله هذه نسخة من التوراة فسکت فجعل یقرء ووجه رسول الله صلی الله علیه وسلم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری بوجه رسول الله فنظر عمر الی وجه رسول الله فقال اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضینا بالله ربا وبمحمد نبیا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفس محمد بیده لو بدا لکم موسی فاتبعتموه وترکتمونی فضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسی حیا وادرک نبوتی لاتبعنی رواه الدارمی یعنی جابر سے روایت ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب لائے رسولخدا صلعم کی پاس نسخہ توریت کا اور کہا کہ یا رسولخدا یہ نسخہ توریت کا ہی حضرت یہ سنکر خاموش ہورہے اور عمر نے پڑہنا اسکا شروع کیا اور چہرہ مبارک رسولخدا صلعم اُسکو سنکر متغیر ہوتا تھا ابوبکر نے کہا عمر سے کہ روئیں تجھکو عورتیں رونے والیاں کیا نہیں دیکھتا ہی تو چہرہ کو رسولخدا صلعم کے اُسوقت عمر نے کہا کہ پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کے غضب خدا کے سے اور غضب رسول اُسکے سے راضی ہوئے ہم خدا سے اُسکے پروردگار ہونے پر اور محمد صلعم سے نبی ہونے پر جناب سولخدا صلعم نے فرمایا قسم ہی اُس شخص کی کہ جان محمد کی جسکی دست قدرت میں ہے اگر ظاہر ہوتا واسطے تمہارے موسیٰ تو البتہ پیروی کرتے تم اُسکی اور ترک کردیتے تم مجھکو پس گمراہ ہوجاتے راہ راست سے اور اگر زندہ ہوتا موسیٰ اور پاتا وہ مجھکو تو البتہ پیروی کرتا وہ میری روایت کیا ہی اسکو دارمی نے انتہی دیکھو حضرت عمر اسقدر غصہ میں لائے جناب سولخدا صلعم کو کہ رنگ چہرہ مبارک کا متغیر ہوگیا اور یہ باز نہیں آتے تھے اور پڑھے ہی جاتے تھے جب ابوبکر نے منع کیا تو باز آئے یہ قصداً غصہ دلانا نہیں تو اور کیا ہی لیکن اُسوقت تو میاں عمر کافر ہوئے گو بعد اسکے پھر رجوع کی اور نہی فرض کیا کہ عمر رسولخدا صلعم کو عمداً غصہ میں نہیں لائے لیکن رسولخدا صلعم کا اُنپر غضب میں ہونا ثابت ہوا اور جسپر رسولخدا صلعم غضب میں ہوں اُسپر خدا غضب میں ہوتا ہی اب بتلاؤ کہ جسپر خدا کا اور اُسکے رسول کا غضب ہو وہ کیسا ہی اور اس روایت سے اور فوائد بھی معلوم ہوئے ایک تو رغبت عمر کی طرف کتب منسوخہ محرفہ کے اور دوسرے یہودیوں کے دین کے اور دوسرے عمر کا اور اُنکے ہمدموں کا دین محمدی سے متزلزل ہونا اسواسطے کہ اُن حضرت صلعم نے قسم کھائی ہی کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو تو تم میرے دین کو ترک کرکے موسیٰ کے دین پر ہوجاؤ اور میرا دین وہ ہے کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو تو سوا میری پیروی کے اُسکو چارہ نہو اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ دین محمدی پر مستحکم نتھے بلکہ دین اُنکا برائے نام تھا کہ حضرت صلعم کی دین کی ترقی قرائن سے دریافت کرکے ایمان لائے تھے واسطے اطلاق کے القصہ حضرت موسیٰ کے غصہ ہونیمیں اگرچہ کچھ شک نہیں لیکن وہ غصہ اُنکا اُمت کے لوگوں پر تھا جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی نہ حضرت ہارون پر کہ وہ بیگناہ تھے اور بیگناہ پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہی مگر دیوانہ اور حضرت موسیٰ دیوانہ نتھے سو تو یہاں اغضاب ہے حضرت ہارون کی طرف سے نہ حضرت موسیٰ کا غصہ دلوں علیہ السلام پر ہے پھر حضرت ہارون اُسوقت کیونکر کافر ہوں اور نہ حضرت موسیٰ کا غصہ بمقتضاء بشریت تھا بلکہ عمداً سمجھ بوجھکر غصہ کیا تھا اُنکی حرکت نالایق کو سنکر اور اُنکی وہ حرکت ہی حضرت موسیٰ کو غصہ میں لائی تھی جیسے کہ ابوبکر کا فعل حضرت فاطمہ کو غصہ میں لایا تھا اور گو حضرت موسیٰ کا غصہ تھوڑا سا تھا تھوڑی بیر کا اور فرض کیا ہم نے کہ اسکو غضب نہیں کہتے ہیں لیکن حضرت فاطمہ کا غصہ تو ابوبکر پر مدام رہا ہی اور ہم لکھ چکے ہیں اہل سنت کی کتاب سے اغضاب ابوبکر کا اور عمر کا دونوں کا فاطمہ زہرا کو اور اُس مظلومہ کو غصہ میں لانا اور اغضاب بیجا کرنا یقینی ہی جسپر غضب میں ہونا رسولخدا صلعم اور جسپر غضب میں ہونا رسولخدا صلعم اُسپر غضب میں ہوتا ہی خدا تعالیٰ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے تو اپنا اغضاب بیجا کرنے والے کو ایسی بھی تو حضرت فاطمہ کا کسی غیر غضب میں ہونا موجب ملال کا اور اُسکے مخدورہ کے غضب سے خدا تعالیٰ غضب میں ہوتا ہی چنانچہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ یا فاطمة ان الله یغضب لغضبک ویرضی لرضاک اور حضرت علی سے فاطمہ زہرا کی نسبت ہرگز اغضاب وقوع میں نہیں آیا ہے دونوں میں کبھی رنج ہی نہیں ہوا جسوقت حضرت فاطمہ زہرا کا وقت رحلت قریب ہوا تو حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے کہا کہ اگر تمہارے باب میں کوئی تقصیر مجھ سے ہوئی ہو تو اُسکو بحل کردو حضرت علی نے کہا میں نے تمسے کچھ نہیں دیکھا اور اسیطرح حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اگر مجھسے تمہارے حق میں کچھ قصور ہوا ہو تو تم مجھکو بخشدو حضرت فاطمہ نے کہا کہ میں نے سوا خوبی کے تمسے کچھ نہیں دیکھی یہ بات جو روایت میں ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کے تھے کیلئے دوسری عورتیں نکاح میں لانیکا ارادہ کیا تھا جسپر حضرت فاطمہ نے حضرت رسولخدا صلعم سے عائشہ کو سوکن لانیکا ادب ٹھہرایا چنانچہ قاضی ابوالحسن نے اپنی کتاب میں لکھا ہی خود کہتی ہیں کہ جب میں رسولخدا صلعم سے راضی ہوتی تھی تو محمد کہتی تھی اور جب ناراض اور خفا ہوتی تھی تو برب ابراہیم کہتی تھی اور عائشہ اور حفصہ دونو رسولخدا صلعم کو غصہ لانے میں چنانچہ سورہ تحریم کی تفسیر میں لکھا ہی اور جناب سولخدا صلعم نے فرمایا ہی ان تتوبا الی الله فقد صغت قلوبکما چنانچہ قرآن میں خدا تعالیٰ حضرت کے قول کو نقل کرتا ہی بلکہ خدا تعالیٰ کو بھی غضب میں لائی ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ اسپر

عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن اور ابوبکر نے خوب ادب کیا فاطمہ زہرا کا کہ حق اُسکا غصب کرلیا اور اسقدر رنجیدہ کیا اُسکو حق اُسکا غصب کرکے ایک جھوٹی روایت کے وسیلے سے کہ وہ آزردہ ہی اس جہان سے رحلت کرگئی اور اُس مظلومہ کا گھر جلا نیکو ہمراہ عمر کے آگ اور لکڑیاں بھیجی اور حکم دیا عمر نے کہ جلادو مع اُن آدمیوں کے جو اس گھر میں ہیں چنانچہ شہرستانی نے ملل نحل میں نظام سے روایت کی ہی کہ ان عمر ضرب بطن فاطمۃ حتی سقط المحسن من بطنہا وکان یصیح احرقوا الدار بمن فیہا وما کان فیہا غیر علی وفاطمۃ والحسن والحسین یعنی تحقیق عمر نے مارا پاؤں یا اور کوئی چیز شکم فاطمہ پر یہاں تک کہ گر پڑا محسن فاطمہ کے شکم میں سے اور چیخ مارکے کہتا تہا عمر کہ جلادو خانہ فاطمہ کو مع اُن لوگوں کے جو اسمیں ہیں اور نتھا اُس گھر میں کوئی سوائے علی اور فاطمہ اور حسن حسین کے اور میزان ذہبی اور تاریخ عقد بن عبد ربہ میں لکھا ہی کہ ان عمر رکض بطن فاطمۃ حتی سقط المحسن یعنی تحقیق عمر نے لات ماری شکم فاطمہ پر یہاں تک کہ گر پڑا محسن پیٹ میں سے اور ابوبکر نے دروازہ اُس مظلومہ کے گھر کا گرایا چنانچہ تاریخ طبری میں اور منتخبات علی متقی اُستاد شیخ عبدالحق دہلوی میں لکھا ہی کہ وقت مرنیکے ابوبکر افسوس کرکے کہتے تہے لیتنی ترکت بیت فاطمۃ ولم اکشف بابہ واہ کیا ادب کیا فاطمہ کا اُسوقت معلوم ہوگا کہ جسوقت اہل بیت رسول خدا صلعم درگاہ خدا میں نالش کرینگے چنانچہ شاعر کہتا ہی ؎

آل نبی دریدہ گریباں کشادہ مو ٭ فریادہ بردر حرم کبریا زنند **قال الشیخ الاشعری** علاوہ بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی کو بوجہ معلوم سنا کر اُس خطبہ کا پڑہنا جس میں لفظ اغضبہا ہے اسبات پر گونہ دلالت کرتا ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اغضاب پیش آیا ہو اور جب صدیق اکبر کیطرف سے اغضاب ہی نہیں تو پھر اُنکو وعید فمن اغضبہا اغضبنی میں داخل سمجھنا اپنے آپ اسمیں داخل ہونا ہی کیونکہ عقیدہ باطل سے حضرت فاطمہ اور خود بدولت جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم ہی بیشک ناخوش اور غصہ ہوتے ہیں تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو وجہ سے غصہ اور رنج ہوگا ایک اپنے آپ دوسرا حضرت فاطمہ کے سبب سے اور اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ اغضاب ہی فقط بمقتضائے بشریت ہی نہیں اس سبب سے بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ بدگویاں صدیق اکبر بایں طور کہ وہ وعید اغضبہا اغضبنی میں داخل ہیں آپ اُس وعید میں داخل ہوتے ہیں سو جو لوگ بدگویاں مذکور میں سے اس دار دنیا سے چلدئے وہ تو چلدئے پر مولوی عمار علی صاحب وغیرہ باقی شیعہ تو اپنا فکر کریں اور اس عقیدہ بد سے باز آکر توبہ استغفار سے تدارک افات کریں آئندہ نہ مانیں تو وہ جانیں ؎ ما نصیحت بجائے خود کردیم

روزگاری دریں بسر بردیم ٭ در نیاید بگوش اندر کس ٭ بر رسولاں بلاغ باشد و بس ٭ اب لازم یوں ہے کہ بس کیجے کیونکہ کوئی بات مولوی صاحب کی خرافات میں سے باقی نہیں جسکا جواب شافی بفضلہ تعالی اس رسالہ میں درج نہیں ہوا **اقول** ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ روایت ابوجہل کی دختر کی پیغام نکاح کی بالکل جھوٹی ہی اور حضرت علی کے دشمنونکی وضع کی ہوئی ہی اور سنا نا تو اُس میں کیکا نہیں لکھا ہی اور اگر الفاطمۃ بضعۃ منی کبھی سنا یا ہوگا تو ابوبکر اور عمر کو سنا یا ہوگا لا واسطے کہ جناب رسولخدا صلعم جانتے تہے کہ بعد میرے یہ فاطمہ کو ایذا پہنچائینگے اور اُسکا حق غصب کرکے اور اُسکو غضب میں لائینگے اور یہی ہوا کہ حضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کو ایذا پہنچائی کہ اُس مظلومہ کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئی چنانچہ اہل سنت کی متعدد کتابوں میں لکھا ہی اور حق اُس مظلومہ کا غصب کرکے اُسکو غصہ میں لائی چنانچہ بخاری و مسلم میں موجود ہی اور حضرت علی کیجانب سے ہرگز اغضاب وقوع میں نہیں آیا ہی اُنکی طرف اغضاب کو منسوب کرنا بہتان ہے اُپر التبہ ابوبکر سے اغضاب ظہور میں آیا چنانچہ ہم لکھ چکے اور جب اغضاب اُن سے ظہور میں آیا یا باعث ہوئی فاطمہ کے غضب کے اُنکا حق غصب کرکے تو بیشک وہ وعید میں اغضبہا اغضبنی کی داخل ہونگی اور جو کہ اسکا انکار کرتے ہیں وہ خود اسمیں داخل ہوتے ہیں اسواسطے کہ اُنکے اس عقیدہ باطل سے حضرت فاطمہ اور خود بدولت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بیشک ناخوش اور غصہ ہوتے ہیں اور ابوبکر جو حضرت فاطمہ کو غصہ میں لائی ہیں تو اس صورت میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو وجہ سے رنج ہوگا ایک اپنے آپ دوسرا حضرت فاطمہ کے سبب سے اور اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ اغضاب ابوبکر سے ظہور میں آیا ہی بمقتضائے بشریت نہیں ہے اس سبب سے بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ ابوبکر اور ہمراہیان اور پیروانکے بانیطور کہ وہ ابوبکر کی پیروی سے وعید فمن اغضبہا اغضبنی میں داخل ہیں آپ اُس وعید میں داخل ہوتے ہیں سو جو لوگ محبان ابوبکر میں سے اس دار دنیا سے چلدئے وہ تو چلدئے پر مولوی شیخ محمد قاسم وغیرہ باقی اہل سنت تو اپنا فکر کریں اور اس عقیدہ سے باز آکر توبہ و استغفار سے تدارک افات کریں آئندہ نہ مانیں تو وہ جانیں ؎ ما نصیحت بجائے خود کردیم ٭ روزگاری دریں بسر بردیم ٭ در نیاید بگوش اندر کس ٭ بر رسولاں بلاغ باشد و بس ٭ اب لازم یوں ہے کہ بس کیجے کیونکہ کوئی بات مولوی محمد قاسم صاحب کی خرافات میں سے باقی نہیں رہی جسکا جواب شافی بفضلہ تعالی اس رسالہ مختصر میں درج نہیں ہوا جو کچھ اُنہوں نے اپنی رائے ناقص سے یا پیروی سے مولوی عبدالعزیز صاحب کے لکھا تھا ہمنے سب کو باطل کردیا اور اب خلاصہ جواب طعن فدک میں جو کچھ شیخ بھی لکھتی ہیں اُسکا جواب ہی لکھنا چاہئے **قال الشیخ الاشعری** خلاصہ جواب طعن فدک جو صاحب مذہب تشیع کی حمایت کریں اور بوجہ ہبہ فدک یا میراث فدک اول الخلفاء کی شکایت کریں تو اُنکو در صورت دعوی ہبہ بھی تین مقدموں کا اثبات لازم ہی اور در صورت ادعاء میراث بھی تین باتونکی تحقیق واجب ہے کی صورت میں تو اول ملوک نبوی ہونا فدک کا دوسرے وقوع ہبہ تیسرے حصول قبض علی ہذا القیاس در صورت میراث اول ملوک نبوی ہونا فدک کا دوسرے زوال حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور انقطاع تعلق روح پر فتوح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو جسم اطہر سے حاصل تہا تیسرے عموم خطاب یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین تک کہ حضرت بھی داخل زمرہ مخاطبین ہوں اور یہ خطاب مثل دیگر اشخاص مومنین اُمت آپ کو بھی شامل ہو لیکن اوقات فرصت اور دانشوران فنون دانستمندی پر واضح ہوگا کہ اہل سنت کو جو اس مقدمہ میں مدعا علیہ ہیں قبل استماع دلیل دعوی فقط لانسلم یعنی محض انکار اور عدم تسلیم ہی کافی ہی دونوں دعووں کی مینوں مقدموں میں

اگر ایک مقدمہ کو بھی تسلیم نکریں تو نہ خود مورد طعن ہوسکیں اور نہ طعن مذکور حضرت صدیق اکبر پر واقع ہوسکے چہ جائیکہ تینوں مقدموں کو نہ مانیں اور اگر مقدمات ثلثہ مذکورہ کو بدلائل واضحہ باطل کردیں یا اُنکے نقائض کو بدلائل قوی ثابت کردیں تو پھر تو میدان اُن سے کون لے سکتا ہی ناظران ہدیت الشیعہ پر مخفی نرہیگا کہ ہبہ کے تین مقدموں میں سے آخر کے دو مقدمے تا ہنوز اہل تشیع سے ثابت نہوئے بلکہ موافق اصول اہل سنت اُنکی نقیض ثابت ہے اور میراث کے دعوی کے لئے جو تین مقدمے موقوف علیہ ہیں اُنمیں سے دوسرے مقدمہ کا ابطال اگرچہ بظاہر دشوار ہی پر اس ہیچمدان نے اس باب خاص میں ایک رسالہ مسمی بآب حیات لکھا ہی جسکی ضخامت پانچ جزو سے کم نہوں گے اور انشاء اللہ اگر منشی محمد حیات صاحب کی عنایت سے تو وہ بھی قریب ہے مطبوع ہوکر مطبوع طباع ہوتا ہی اُسکے دیکھنے کے بعد اُمید خدا سے یوں ہے کہ شیعوں میں ہی جو صاحب انصاف پرست ہوں حق بول اُٹھیں اور نہ اہل حق یعنی اہل سنت کا تو کام ہی ہی کہ حق کو حق مانیں اور باطل کو باطل جانیں رہا اول مقدمہ ہبہ اور میراث کا اور تیسرا مقدمہ میراث کا اُنکا ابطال اور اُنکے نقیضوں کا اثبات رسالہ ہدیت الشیعہ میں بتفصیل تمام خصوصا مقدمہ اولے ہبہ اور میراث کا بطلان تو ایسا واضح ہی کہ بجز تیرہ درون کور باطن اُس میں اور کوئی متامل نہوگا یہی وجہ ہوئی کہ سنہ ۱۲ میں جو مرکز دائرہ تشیع نصیر الدین طوسی ثانی نور اللہ شوشتری مکانی مفتی محمد قلی کے قرۃ العین مولوی حامد حسین جو اثنا عشر لد ہیانہ وارد میرٹھ ہوئے اور میر مہدی علی فرزند ارجمند عمدہ دراز علی خاں کے مکان پر تشریف لائے اور یہ پریشان روزگار جو بوجہ علاقہ مطبع مجتبائی وہاں اُن دنوں شب و روز گذارتا تھا اُنکی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ اس قسم کا مذکور آیا تو مولوی صاحب موصوف کو کچھ جواب نآیا وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ **اقول** ملوک سولخدا صلعم ہونا فدک کا پہلے اس سے ہم ثابت کرآئے ہیں اور ملوک سولخدا صلعم ہونا مال فے کا قرآن سے ثابت ہے اور فدک ہی مال فے میں سے تھا اور ہبہ ہونا فدک کا فریقین کی کتابوں سے مع قبض کے ثابت ہے چنانچہ مفصل ہم لکھ چکے اور صورت میراث میں ہی ملوک ہونا فدک کا ثابت ہولیا ہی یہانتک کہ ابوبکر کے قول نحن معاشر الانبیاء سے بھی ثابت ہی جیسا کہ پہلے ہم لکھ چکے اور زوال حیات سرور کائنات علیہ و آلہ الصلوات قرآن اور کتب احادیث اور تواریخ سے ثابت ہے۔ اور جو یہ کہتا ہی کہ رسولخدا صلعم نے وفات نہیں پائی ہی وہ ایک دیوانہ ہی اور وفات حضرت کی شائع اور ذائع ہی تمام اہل اسلام کی زبانوں پر یہانتک کہ بسبب مختلف ہونے تاریخوں وفات کے بارہ وفات مشہور ہوگئی اور جس مہینے میں وفات پائی ہی اُس مہینے کا نام ہی بارہ وفات کا مہینا مشہور ہوگیا اور کتب تواریخ اہل سنت میں جسجگہ کہ حضرت کی وفات کا ذکر لکھا ہی وہاں لکھا ہی کہ ملک الموت جو حضرت کی روح مقدس کو قبض کرنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ ای ملک الموت روح کے قبض ہونے میں بڑی تکلیف ہوتی ہی کیا اُمت کے لوگونکی بھی روح ایسے ہی سختی سے قبض کریگا ملک الموت نے عرض کی کہ یا رسولخدا جس آسانی سے کہ میں آپکی روح قبض کرتا ہوں اس آسانی سے مینے کسیکی روح قبض نہیں کی ہی پھر زوال حیات کسکو کہتے ہیں اور جو کوئی جناب سولخدا صلعم کی زوال حیات کا قائل نہیں ہے وہ منکر قرآن ہی اسواسطے کہ جسوقت جناب سولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے وفات پائی تو عمر نے کہا کہ رسولخدا مرے نہیں ہیں اور لوگوں کو دھمکا کر کہتے تھے کہ یہ نکہو کہ حضرت مرگئے ہیں حضرت تو آسمان پر گئے ہیں وہاں سے آکر سزا دینگے ابوبکر نے عمر سے منکر کہا کہ اَلَکَ اَلَمْ تَکُ اَمَا تجھکو خبر نہیں ہے کہ خدا تعالی فرماتا ہی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ تب عمر نے منکر کہا کہ گویا میں یہ آیت سنی ہی نہیں اور سب اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی اور عموم خطاب یہ یوصیکم اللہ کا واسطے رسولخدا صلعم کے اور اُمت کے دونو کیواسطے ثابت ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور بنابر یہ سولخدا صلعم زمرہ مخاطبین داخل ہیں اور اہل سنت جو تخصیص کرتے ہیں وہ باطل چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور شیعہ اپنے دعوے کے اثبات کے واسطے قرآن اور کتب اہلسنت سے سند لاتے ہیں وہ تینوں [illegible] اہلسنت یا تو اگر کہ شیعوں نے یہ روایتیں ہماری کتابونمیں داخل کردی ہیں اور یہ عذر ہرگز قابل تسلیم نہیں ہوسکتا اور یہی تنویر مناظرہ کا کہ واسطے الزام خصم کے اُسکے مسلمات کو پیش کرتے ہیں اور شیعہ بے دلیل کبھی دعوی نہیں کرتے ہیں اور جسوقت اُنہوں نے اپنی دعوی کو بدلائل ثابت کردیا تو الانسلم کہنا خصم کا باطل ہوگیا اور تینوں مقدموں کو اپنی بدلائل ثابت کرکے میدان کو اپنے ہاتھ سے لیلیا ہی اور جو کچھ کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی وہ اُنپر حجت ہے اور ابوبکر سے طعن ہرگز دفع نہیں ہوسکتا چاہو تم کسی مقدمہ کو تسلیم کرو چاہو نکرو ہم بخوبی طعن کو ابوبکر پر جما چکے ہیں اور تمنے ہر چند ہاتھ اور پانو ماری تینوں مقدموں کے باطل کرنیمیں اور اُنکے نقائص کے ثابت کرنے میں لیکن تمنے تمہاری سب ہذیانات کو رد کرکے مانند غبار کے پراگندہ کردیا اور آپ جو لکھتے ہیں کہ آخر کے دو مقدمے تا ہنوز اہل تشیع سے ثابت نہیں ہوئے بالکل غلط کہتے ہو آپنے کونسی کتاب شیعوں کی دیکھی ہی ایک تحفہ مولوی عبد العزیز صاحب کا جو کہ رد کیا ہوا پڑا ہی وہ آپنے دیکھا ہی اور اگر آپ تحفہ کے رد کو دیکھتے ہو تو پھر ایسا نہ کہتے اور دیکھو ہم نے کیسا ثابت کیا ہی آخر کے دونو مقدموں کو اور تمہارا رسالہ آب حیات اگر ہمارے پاس پہنچیگا تو ہم اُسکو بھی رد کرینگے جیسا کہ تمنے اسکو رد کیا ہی اور زوال حیات رسولخدا صلعم کو قرآن ہی اور کتب اہل سنت سے ثابت ہے اور منکر اُسکا منکر قرآن ہی اور تیسرے مقدمہ میراث کے بیان میں علماء اہل سنت کے یہ تک تم کافر ہوگئے ہو اور اہل سنت ہرگز حق کو حق نہیں کہتے ہیں اور نہ باطل کو باطل کہتے ہیں بلکہ بالعکس اسکے کہتے ہیں اور اگر باطل کو باطل کہتے تو نلانہ کی پیروی نکرتے اور ہدیۃ الشیعہ میں جو کچھ لکھا تھا وہ سب باطل ہوگیا اور مقدمہ اولی ہبہ اور میراث کا ثبوت تو ایسا واضح ہی کہ بجز تیرہ درون کور باطن اُسمیں اور کوئی متامل نہوگا اور جو کچھ اُسکے ابطال میں آپنے لکھا تھا وہ سب باطل ہوگیا اور جناب مولوی سید حامد حسین صاحب کو جو آپ لکھتے ہیں کہ میری بات کا جواب کیونکر نہ آیا یہ آپ غلط کہتے ہیں کہ جواب نہیں آیا وہ آپکو قابل خطاب جانکر خاموش ہورہے ہونگے کہ اُنکا یہ دستور نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس سے وہ زبانی گفتگو کریں اور عوام الناس کیطرف واسطے جواب کے متوجہ ہوں اور دو بدو گفتگو کریں اگر کچھ دریافت کرنا تھا تو لکھکر دیدیا ہوتا تو اُسوقت دیکھا ہوتا کہ وہ جواب اُسکا لکھتے ہیں یا نہیں اور یہی مزخرفات ہوگا جو کچھ کہ آپنے اس رسالہ میں لکھا ہی سو اُسکو تو ہمنے ہی رد کردیا ہی اور مولوی حامد حسین صاحب تو وہ ہیں کہ مولوی عبد العزیز

صاحب اور مولوی حیدر علی صاحب انکو رد کئے ہوئے پڑے ہیں اور ایسا پڑا کیا ہے انکو کہ پھر سر نہیں اٹھا سکتے اور آپ کی تو کیا حقیقت ہے +

فصل فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ایک خطبہ ہے کہ بعد غصب ہونے فدک کے ابوبکر کے سامنے مجمع میں مہاجرین اور انصار کے اسکو حضرت فاطمہ نے پڑھا ہے اور ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں اور سوای اسکے اور علماء اہل سنت نے اسکو لکھا ہے اور ابن اثیر صاحب جامع الاصول نے نہایہ میں اور مسعودی نے مروج الذہب میں زمخشری اور صاحب فائق نے فائق میں اسکی صحت کا اقرار کیا ہے کہ اسکے بعضی لغات کو حل کیا ہے اور لکھا ہے کہ فاطمہ زہرا کے خطبہ میں یہ لفظ آیا ہے اور وہ خطبہ بہت طولانی ہے لیکن کچھ اسمیں سے مع ترجمہ کے کہ جو جناب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہ نے فارسی میں اسکا ترجمہ کیا ہے تحریر کرتا ہوں لما بلغ فاطمۃ اجماع ابی بکر علی منعہا فدک لاثت خمارہا واشتملت بجلبابہا واقبلت فی لمۃ من حفدتہا ونساء قومہا تطأ ذیولہا ما تخرم مشیتہا من مشیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی دخلت علی ابی بکر وقد حشد الناس من المہاجرین والانصار فضربت بینہا وبینہم بریط بیضاء وقال بعضہم قبطیۃ بالکسر والضم ثم انتنت اجمہتہا لہا القوم بالبکاء ثم امہلت طویلا حتی سکتوا من فورتہم ثم قالت ابتدی بحمد من ہو اولی بالحمد والطول والمجد والحمد للہ علی ما انعم وله الشکر علی ما الہم وذکر خطبۃ طویلۃ وقالت فی آخرہا فلما بلغ بفاطمہ زہرا علیہا السلام خبر رسید کہ ابوبکر تصمیم عزم بر منع فدک نمودہ مقنعہ مطہرہ را بر سر پیچید و چادر عصمت در بر کشیدہ با جماعتے از زنان خویشان و کنیزان روانہ مسجد شد و از نہایت حیا چادرش در پایش می پیچید و رفتار آنحضرت فرقے از رفتار جناب رسالتمآب نداشت تا اینکہ نزد ابوبکر آمد و او در میان گروہے از مہاجرین و انصار نشستہ بود پس پرده در میان آنحضرت و آن گروہ کشیدند و ناله جانسوزی کشید کہ خروشے از مردم برخاست و صدای گریہ و زاری بلند شد پس زمانے مہلت داد تا فریاد و بکا تسکین یافت و صدا ہا فرو نشست بعد از آں خطبہ را نہایت فصاحت و بلاغت انشاء نمود و فرمود ابتدا میکنم بحمد پروردگاریکہ سزاوار حمد و شکر و فضل و بزرگواری ہست و سپاس ہیچیاس خدا راست بر نعمتہاے بے انتہای او و مر او راست شکر بآنچہ الہام کردہ است خطبہ را نہایت طولانی ادا کرد و در آخر آں میفرماید فاتقوا اللہ حق تقاتہ واطیعوہ فیما امرکم بہ فانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء واحمد واللہ الذی عظمتہ ونورہ یبتغی من فی السموت ومن فی الارض الیہ الوسیلۃ ونحن وسیلتہ فی خلقہ ونحن خاصتہ ومحل قدسہ ونحن حجتہ فی غیبہ ونحن ورثۃ انبیائہ پس بترسید از خدا بنہجیکہ حق ترسیدن است و فرمانبرداری کنید او را در آنچہ او فرموده است شما را پس بتحقیق کہ نمی ترسد خدا را از بندگان او مگر علماء و حمد و شکر نمائید خدائیرا کہ بعظمت نور او میجویند اہل آسمان و اہل زمین بسوے او وسیلہ را و ما ئیم وسیلہ او تعالی در میان خلق او و ما ئیم از خاصگان او و محل قدس او و ما ئیم حجت او در میان بندگان او و ما ئیم وارثان پیغمبران او و گفت اما فاطمہ ابنۃ محمد اقول عودا علی بدء وما اقول ذلک سرفا ولا شططا فاسمعوا باسماع واعیۃ وقلوب راعیۃ اور بعد از سے دور تک خطبہ کو ادا کیا اور اسکے بعد فرمایا کہ منم فاطمہ دختر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میگویم سخنے را کہ اول و آخر یکے است یعنی از سر تا پا حق و صواب است و میگویم این کلام را از روی خطا و تجاوز از حق پس بشنوید بگوشہاے حق نیوش و دلہاے حق آگاہ ثم قالت جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم فان تعزوہ تجدوہ ابی دون نسائکم ولخابر عمی دون رجالکم فبلغ الرسالۃ صادعا بالنذارۃ مائلا عن سنن المشرکین ضاربا ثبجہم یدعو الی سبیل ربہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ اخذا باکظام المشرکین یہشم الاصنام وینکث الہام حتی انہزم الجمع وولوا الدبر حتی تفرا اللیل عن صبحہ واسفر الحق عن محضہ ونطق زعیم الدین وخرست شقاشق الشیطین وطاح وشیظ النفاق وانحلت عقد الکفر والشقاق وفغرت فاغرۃ من المشرکین قذف اخاہا فی لہوتہا فلا ینکفئ حتی یطأ صماخہا بأخمصہ ویطفئ حماتہا بسیفہ وقالت ویخمد لہبہا بحدہ مکدودا فی ذات اللہ وانتم فی رفاہیۃ فاکہون امنون وادعون تنکصون وتتوکفون وتزبرون بعد ما خطر ثم شمالا بسبب کفر و شرک بر لب جہنم بودید و چناں خوار و ذلیل اہل عالم کہ ہر کس شما طمع استیلا داشت و ہلاک استیصال شما را آسان تر از آب خوردن و آتش بودن می پنداشت تا پاے ترفع بر سر تکبر شما میگذاشت آب ممزوج ببول و سرگین میخوردید و پوست بز را قوت خود میکردید و با نہایت مذلت خواری بسر میبردید و مردمان شما را از ہر جانب می ربودند و بر شما تسلط و غلبہ داشتند تا اینکہ حق سبحانہ و تعالی شما را ازیں مہالک مذلتہا بمیامن انفاس منویہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نجات داد بعد ازیں کہ باصناف بلایا دچار شما بودند و بعد از آں کہ گرفتار شجاعان و دلیران عرب سرکشان اہل کتاب شدید ہر گاہ آتش حربی را می افروختند خدا تعالی بآب لطف خود آنرا فرو می نشاند و ہر مرتبہ

کہ شاخ شیطان ظاہر میشد وطوائف مشرکین از رہا وازدہن ہا خود را برائے لمع شما میکشاذند جناب سو لخدا صلعم برادر خود علی بن ابیطالب را در کام ایشاں می انداخت پس آنحضرت از جنگ رو برنمی تافت تا آنکہ فرق جرأت کفار را پائمال قدم شجاعت خود میساخت و آتش فتنہ ایشاں با ذوالفقار صاعقہ کردار فرو می نشانید در حالیکہ خود را بہ تعب و مشقت در اعلاء کلمہ دین افگندہ بود و شما در رفاہیت عیش و امن و امان اوقات خود را بسر می بردید حتی اذا اختار اللہ لنبیہ دار انبیائہ ظہرت حسکۃ النفاق و سمل جلباب الدین ونطق کاظم الغاوین و نبغ خامل الاقلین و ہدر فنیق المبطلین فخطر فی عرصاتکم و اطلع الشیطان راسہ من مغرزہ ہاتفا بکم دعاکم فالقاکم مدعوتہ مستجیبین للغرۃ ملاحظین ثم استنہضکم فوجدکم خفافا و احمشکم فالفیکم غضابا فوسمتم غیر ابلکم و وردتم غیر شربکم ہذا و العہد قریب و الکلم رحیب و الجرح لما یندمل و الرسول لما یقبر ابتدارا زعمتم خوف الفتنۃ الا فی الفتنۃ سقطوا و ان جہنم لمحیطۃ بالکافرین فہیہات منکم و کیف بکم و انی تؤفکون و کتاب اللہ بین اظہرکم زواجرہ بینۃ و شواہدہ جلیۃ و اوامرہ واضحۃ و زواجرہ لائحۃ و اعراضہ مغضیۃ عنہ تزیدون ام بغیرہ تحکمون بئس للظالمین بدلا و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ و ہو فی الاخرۃ من الخاسرین تا اینکہ چوں حقتعالی برای پیغمبرش خانہ پیغمبران خود را در آخرت اختیار کرد و آنحضرت را بآرامگاہ برگزیدگانش برد کینہ ہائی دیرینہ از سینہ ہای پر کینۂ شما ظاہر شد و آثار عصبیت نفاق شما ہویدا گردید و جائر وتیق دین کہنہ و مندرس شد و اہل ضلال و گمراہی کہ در حیات پیغمبر خدا از ترس شمشیر وہاں بستہ بودند بسخن در آمدند و پیدا شدند و نغمای چند از اہل عصیان و طغیان لازہمہ کس ذلیل تر بودند و نغمۃ اہل عصیان الصدا در آمد پس بجولان آمدند در عرصہ ہای شما و شیطان سر خود را بلند آورد و شما را صدا زد و دعوت کرد شما را پس ہمہ را مطیع و منقاد خود یافت و چشم بر عزت نیافتید پس گفت برخیزید یکبار برخاستید و شمار الغضب او در اہل حق دید کہ غضبناک آمد پس تنبری دیگر داغ ملامت گزاشت یعنی خلافت احق دیگری بود بر آخود گرفتید و ادعای حق دیگری نمودید و ہنوز از عہد پیغمبر شما مدتے نرفتہ بود و جراحت مصیبت تازہ و کاری بود و آں زخم ہنوز اصلاح نیافتہ و حسد نطہ او را لقبۂ سیئہ بود ندبہانہ کردید کہ فتنہ ترسیدیم و در عین فتنہ افتادید و جہنم محیط است بکافران ہیہات چہ درست از شما تدبیر امور امت و چگونہ بر شما درست میشد امر ملت و شیطان شما را کہ او را جانب بیرحمان آخذ کتاب خدا در میان شماست زواجر آں ظاہر است احکام آں واضح و فشانہای آں پیداست اوامر و نواہی آں لائح و ہویدا آیا میخواہید اعراض از قرآن کنید یا حکمی بغیر آں بخواہید بد است برای ظالمان حکمی کہ مخالف آں باشد و حقتعالی میفرماید کہ ہر کہ طلب کند غیر اسلام دینے پس ازو قبول کردہ نشود و او در آخرت از زیاں کاران است ہیہات منا الذلۃ الاربتہ ان تسکن نصرتہا و یسلس قیادہا للنزوان حسوا فی ارتغاء و نحن نصرہنکم علی جزالہدی و انتم الان تزعمون کلا رتہ افحکم الجاہلیۃ تبغون و من احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون الہما معاشر المسلمین اہتضم ارثۃ ابیہ ابتزیا ابن ابی قحافۃ ابالک ولا ورث ابی لقد جئت شیئا فریا فدونکہا مخطومۃ مرحولۃ تلقاک یوم حشرک فنعم الحکم اللہ و الزعیم محمد و الموعد القیمۃ و عند الساعۃ یخسر المبطلون و لکل نبإ مستقر و سوف تعلمون من یاتیہ عذاب یخزیہ و یحل علیہ عذاب مقیم پس بہ بینید ای مدعیان اتقدر کہ حلاوت خود را بزور محکم کنید و بردہ حیلہ ما میخواہید کہ آثار دین را محو نمائید و آہستہ آہستہ منحو خواہید و در ما بش بدارتی الوان تعذیب را بنہاں کنید و بدعتہای جاہلیت را تابع گردانید و ما صبر میکنیم بر ضربہای کہ از شما میرسد مانند کسیکہ انتظار او را پایہ باشد و پایہ نداشتہ باشد و از ما اینہا نیست الما ان لیث بالذل یعار او یموت قتیلا بسیف الاعزۃ ایا این است آیا حکم جاہلیت را طلب میکنید و کیست نیکوتر از خدا در حکم کردن از برای گروہے کہ صاحب یقین اند بیہات منی اود مسلمانان ای بعلبہ قہر غلب نمودہ حق بر من نمود و من تماعانت نکنید بیاد شما می آرم خدا را آیا وارث باشی ای پسر ابو قحافہ پدر خود را و من میراث ترکہ پدر خود نبودہ باشم ہر آئینہ افترای عجیب بستہ لیس بلدک الامر و الی حاضر تحاکم متنازعی تا داند آں بر وی در مقام حساب از تو سوال کنند پس نیکو حکم کنندہ ایست حقتعالی و طلب نبوۃ حق محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و عدہ گاہ قیامت ست و بآں روز زیاں ہا خواہند شد ابل اطلان و ہر امرے را قرار گاہی ہست عنقریب خواہید دانست کہ کیست آنکہ می آیدش او عذاب خوار کنندہ و گرفتار مشیو عذاب بتی ثم التفتت الی قبر ابیہا باکیۃ فتمثلت بقول ہند بنت اثاثہ قد کان بعدک انباء و ہنیثۃ لو کنت شاہدہا لم یکثر الخطب ابدت رجال لنا نجوی صدورہم لما قضیت و حالت دونک الکثب تجہمتنا رجال و استخف بنا اذ غبت عنا فحن الیوم نقتصب و قال ایضا لم یبرح الناس اکتر باکیا و باکیۃ منہم یومئذ پس متوجہ شد بسوی قبر مطہر پدر و جناب سالتاب و تمثل گشت باشعار ہند بنت اثاثہ کہ حاصلش این ہست بعد از رفتن تو فتنہ و آشوب بسیار رو نمود کہ اگر تو می بودی آنہا نمی بود قتیکہ تو از میان ما رفتی مردمانیکہ سالہا در کمین ما بودند و کینہ ہا در سینہ ہا مخفی داشتند اظہار وجود و حائل شدند رسیان ما و تو لہ گران و مردماں بر ما غلظت شدت کردند و استخفاف و سبکی ما نمودند و امروز کہ پنہانی حق ما را ظلم و ستم گرفتہ شدہ ۵ رفتی و داغ بر دل پر غم گزاشتی ۵ مارا بروز تیرہ ماتم گزاشتی ۵ رفتی چو آفتاب ازیں تیرہ خاکداں ۵ روز سیہ مردم عالم گزاشتی ۵ رفتی ز بحر غصہ پر سینہ بہ کنار ۵ ما را غریق اشک مادم گزاشتی ۵ ما را بدست این ہمہ دشمن غریب و خوار بے غمگسار و مونس و ہمدم گزاشتی ۵ پس مردم صدا را بگریہ و بکا بلند کردند ہمچنانکہ آنروز دیدہ نشد ثم عدلت الی مسجد ابیہا فقالت یا معشر الفتیۃ و اعضاد الملۃ و حضنۃ الاسلام ما ہذہ الفترۃ عن نصرتی و الونیۃ عن معونتی و الغمزۃ عن حقی و السنۃ عن ظلامتی اما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یحفظ المرء فی ولدہ سرعان ما احدثتم و عجلان ما انیتم پس برگشت آں معصومہ سوئے انصار

پس فرمود کہ اے گروہ شجاعان و یاوران ملت و محافظت کنندگان اسلام این چہ سستی ہست در باب نصرت من و این چہ اہمال است در باب اعانت و اینچہ تقصیر است و تفریط است در حق من و اینچہ تغافل است و سستی کہ بر من میرود آیا سولخدا کہ پدر من بہت نگفت کہ حرمت کس و فرزندانش رعایت کنند خوش زود راضی ببدعتہا شدید و دست از حمایت طلب پیغمبر برداشتید آنرا بعد اسکے آیک عبارت طولانی انصار کی نصیحت اور طلب اعانت میں ہے اور بہت سی انکو غیرت لائی کہ مدد کریں لیکن خاموش بیٹھے رہے سنا کئے اور کچھ جواب نہ دیا اور بعضی روایت میں جسجگہ کہ متمثل باشعار سند بنت اثاثہ ہوئی ہیں عبارت مذکور ہی افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا اذ یقول اللہ تعالی و ورث سلیمان داؤد و قص اللہ من خبر یحیی اذ قال رب ھب لی من لدنک ولیا یرثنی و یرث من آل یعقوب و قال و اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ و قال یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ثم عطفت الی قبر ابیہا و بکت و تمثلت بقول صفیۃ بنت الاثاثۃ ؎ وکان قریبا بالایان یعدنا فغاب عنا وکل الخیر محتجب ؎ وکنت بدا ونورا یستضاء بہ علیک تنزل فی الغرۃ الکتب تجہمتنا رجال و استخف بنا مذ غبت عنا فنحن الیوم نغتصب ابدت رجال لنا نجوی صدورہم ؎ لما مضیت وحالت دوننا الکثب ؎ فقد رزئنا بما لم یرزہ احد من البریۃ لا عجم ولا عرب فسوف نبکیک ما عشنا وما بقیت منا العیون وسحها لها سکب

آیا عمدا ترک میکنید عمل کردن بکتاب خدا و آنرا پس پشت می اندازید زیرا کہ خدا می فرماید وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ یعنی و میراث برد سلیمان از داؤد و در قصۂ یحیی بن زکریا فرموده رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ یعنی پروردگارا بخش مرا ولیے کہ میراث برد از من و از آل یعقوب و در جای دیگر فرموده وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ یعنی خویشان رحمی بعضی اولی ہستند بہ بعض در کتاب خدا از بیگانگان و فرموده است يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ یعنی حکم میفرماید خدا شما را در اولاد شما باینکہ برائے مرد است دو برابر زن پس بجانب مرقد منور جناب خیر البشر رو گردانید و ابیات چند از صفیہ بنت اثاثہ خواند کہ مضمونش این است کہ در عہد تو ای پدر ما کیقدر نزول آیات قرآنی مونس ما بوده پس وحی بعد از تو منقطع شد و ہمہ نیکیہا پوشیده شد و بودی ماہ تابان نور درخشان بر تو نازل میشد از جانب پروردگار عزت کتابہا و مردم بر ما غلبت و شدت نمودند و ما را سبک شمردند و چون تو از ما پنہانی حق ما بستم و جور گرفته میشود مردمانیکہ در سینہا کینہ ہا داشتند چون تو از میان رفتی از کمینگاہ برآمدند و آن کینہ ہا را ظاہر ساختند و در میان ما و تو ظاہر شد کوہ تلہ گران و مصیبت ما از مصیبت تمام خلائق عظیم تر است ما ہمیشہ بر تو گریہ کنان خواہیم کرد و اشک از دیدہ ہا ما روان خواہد ماند و ابو بکر جوہری ہمی نے روایت کی ہی فاطمہ دختر امام حسین سے کہ حضرت فاطمہ زہرا بیمار ہوئیں تو عورتیں مہاجرین و انصار کی انکی عیادت کو گئیں اور پوچھا کہ کیا حال ہی اے دختر رسولخدا تو اس حضرت نے مہاجرین اور انصار کی سب کی شکایت کی اور فرمایا کہ میں انکو دشمن کہتی ہوں کہ انہوں نے میری اعانت کی اور میرا حق انہوں نے نہ دلوایا اور خلافت کو عارفان احکام دین سے جدا کیا وہ لوگ عذاب ابدی میں گرفتار ہونگے اور یہ روایت طولانی ہے خلاصہ سکا لکھا گیا اور سوای ابن اثیر صاحب نہایہ کے اور سوائے زمخشری صاحب فائق کے اور سوائے مسعودی صاحب مروج الذہب کے کہ انہوں نے اس خطبہ کی صحت کا اقرار کیا ہے اور بعضی لغات کو سند پکڑا ہی اس خطبہ سے اور فقرات کو اسکے لکھا ہی انکے سوا شیعی کہ محدثین اہل سنت میں سے ہی اس نے بھی ایک پارہ اس خطبہ کا روایت کیا ہی چنانچہ تذکرہ خواص الامت میں سبط ابن جوزی نے لکھا ہی اور وہ اشعار جو اس خطبہ میں ہیں کہ رسولخدا صلعم کی قبر کیطرف خطاب کیا کہ قد کان بعدک انباء وہنبئۃ اور ابو بکر کو کہا کہ یا ابن ابی قحافۃ اترث اباک ولا ارث ابی یہ سب روایت شعبی میں مندرج ہی اور اس خطبہ میں جو ابو بکر پر طعن ہی اور ظلم ابو بکر کا اس سے ثابت ہوتا ہی تو بعضے علماء اہل سنت نے حکم کیا کہ یہ خطبہ موضوع ہی اور یہ کلام حضرت فاطمہ کا نہیں ہے لیکن جہوقت کہ محدثین اہل سنت نے اسکو روایت کیا ہو تو یہ قول انکا قابل اعتبار نہیں ہے اور باوجود اسکے خود علماء اہل سنت نے اس قول کو رد کیا ہی چنانچہ جلال الدین سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں لکھا ہی کہ ابن تیمیہ لکھتا ہی کہ اس خطبہ کے واسطے اصل ہی اور ایسی ہی شیخ رحمۃ اللہ نے تنزیہ الشریعت میں لکھا ہے اور احمد بن طاہر نے روایت کی ہی کہ میں نے پوچھا ابو الحسین زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب سے کہ لوگ اس خطبہ میں کلام کرتے ہیں فرمایا کہ مشائخ آل ابو طالب کو میں نے دیکھا ہی کہ اس کو اپنے آباء و اجداد سے روایت کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو تعلیم کرتے ہیں ؎ **تمام شد رد و جواب خطبہ مذکور** ؎ اور ہم نے جو پہلے اس سے لکھا تھا کہ اس شیخ نے اپنے اس رسالہ میں بعض مضامین ایسے لکھے ہیں کہ وہ خلاف عقیدہ کل اہل اسلام ہیں اور علماء اہل سنت نے ان مضامین کو پڑھکر اس شیخ کے کفر کا فتوی لکھا ہے اب ہم ان فتووں کو مع استفتا کے تحریر کرتے ہیں اور وہ دو ہیں **اول** استفتا فتوی اول کا اور ایہ استفتاء اسکی کتاب ہدیۃ الشیعہ کی اس عبارت کا ہے جو صفحہ ۲۶۸ کی سطر ۱۴ سے شروع ہے لیکن تمہید اسکی پہلے سے شروع ہے ؎

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ احکام قرآن شریف کے خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہیں اسکے بندوں پر بلکہ جناب سولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں امت کے لوگوں پر یہ مضمون تو رسولخدا صلعم کا ہے اور اس مضمون کو انکے جناب باری عزاسمہ نے اس عبارت میں لکھدیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سو مضمون تو رسولخدا صلعم کا ہے اور کلام خدا کا ہے اور اسیواسطے اسکو کلام اللہ کہتے ہیں جیسے کہ کوئی جاہل کسی فارسی خواں سے اپنی عرضی لکھوائے تو وہ عرضی

اس کہنے والے کی کہلائیگی اور لکھنے والے کی نہ کہلائیگی اور کہنا ہے کہ مثلاً سورۂ نساء کے اول میں جو آیہ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ہے یا رسولخدا صلعم کیطرف سے ہے اسواسطے کہ اگر خدا کیطرف سے ہوتی تو یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْنِیْ فَاِنِّیْ رَبُّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ہوتا جو شخص ایسا اعتقاد کرے وہ کیسا ہے فقط

جواب جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ کلام یا مضمون حضرت کا بنایا ہوا ہے وہ منکر ہے صریح آیاتِ قرآنی کا قال اللہ تعالیٰ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (ترجمہ) حضرت کو یہ ارشاد ہے کہ تو کہہ نہیں پیروی کرتا میں مگر اس چیز کی کہ وحی کی جاتی ہے طرف میری نہیں میں مگر ڈرانیوالا ظاہر اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جو اللہ کی طرف سے ارشاد ہوتا تھا اسکی پیروی کرتے تھے اگر خود بنا لیتے تو یہ آیت لغو ہوتی اور قرآن کے منجانب اللہ مع مضمون ہونیکے بہت آیات دال ہیں قال اللہ تعالیٰ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ وَاِنَّهٗ فِیْ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ وغیرہ دال ہیں کہ یہ کلام من کل الوجوہ من جانب اللہ ہے کیونکہ لانا ضمیر متکلم مع تاکید ان اسی بات کا شاہد ہے جو شخص علم معانی سے رکھتا ہے وہ خوب سمجھیگا ورنہ بموجب مثال مشہور کے اندھے کے سامنے رونا اپنا نین کھونا ہے اصل میں یہ اعتراض کفار قریش کا ہے جسکے جواب میں اللہ نے فرمایا ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اَمْ یَقُوْلُوْنَ اِفْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اَمْ یَقُوْلُوْنَ اِفْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ

یا رسول اللہ سیدہ لڑکیاں سعد کی ہیں ورسعد ما آگیا اور ہمارے چچا نے انکا مال لے لیا فرمایا حضرت نے جاؤ قریب ہے کہ اللہ حکم بھیجے اس امر میں پھر آئی بعد مدت کے اور نے لگی پس تیسری آیت اور بلایا حضرت نے بھائی کو سعد کے اور کہا اعط ابنتی سعد الثلثین وامھما الثمن وما بقی فھولک فھذا اول میراث قسم فی الاسلام اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا یعنی جس چیز کی تمکو ضرورت ہو معاش اور معاد میں بیان کیا ہم نے اسکو قرآن میں بیان تفصیل وار

ہکذا فی کتب التفاسیر واللہ اعلم بالصواب +

جواب صحیح ہے کیونکہ کل قرآن شریف اول سے آخر تک یعنی بسم اللہ سے لیکر والناس تک قرآن شریف نازل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور منزل من اللہ ہے اور منکر اس قرآن شریف کا خواہ کل کا منکر ہو یا بعض کا منکر ہونا فی ہے باجماع امت بحکم خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے

واللہ اعلم وعلمہ احکم حررہ محمد شاہ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ کتاب حقیت مآب حلو بدلائل ساطعہ وبراہین قاطعہ وحجج قویہ بجواب رسالہ ہدیۃ الشیعہ مصنفہ شیخ محمد قاسم دیوبندی المسمّٰے بہ تحفۃ الاشعریہ من تصنیفات فاضل اجل وعالم بے بدل مقبول بارگاہ رب الصمد جناب مولوی سید محمد صاحب بامداد جناب افتخار العلماء وممتاز الفضلاء مقبول بارگاہ لم یزلی جناب مولوی حاجی سید عمار علی صاحب دام ظلہم ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۸۸۵ء میں بحسن سعی کاربردازان مطبع یوسفی دہلی چھپکر شائع وذائع ہوئی۔ راقم جناب مولانا واولانا حضرت مولوی حاجی سید عمار علی صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ہی کہ جناب ممدوح کو جسقدر اشاعت حق کا خیال ہی وہ ایسا نہیں کہ صرف ایک کتاب ہی سے اسکا شکریہ ادا کر سکے بلکہ جمیع مومنین اطراف جوانب ہند کو انکا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ جناب موصوف التوصیف اس عالم ضعیفی میں بھی اپنے اوقات عزیز کو تصنیفات ہی میں صرف فرماتے ہیں چنانچہ اسوقت جسقدر راقم کو انکی کتب مصنفہ کا نام یاد ہی وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہی مگر حضرات شیعہ برادران مومنین ذی مقدرت سے ہمکو شکایت ہے کہ وہ لوگ باوجود استطاعت ومقدرت کے دست جود وسخا کو دراز نہیں فرماتے اگر ذرا بھی کمر ہمت باندھیں اور فقط بقدر لاگت ہی اہل دول سو سو پچاس پچاس جلدیں خرید فرمائیں تو راقم بقیہ غیر مطبوعہ قلمی کو بفضلہ تعالیٰ بہت جلد چھاپکر شائع کر سکتا ہے مذہب حقہ کی کتب دینیہ سالہا سال معرض بیع میں رکھی رہتی ہیں بخلاف مخالفین کہ ادھر چھپکر تیار ہوئی یا اشتہار دیا گیا فوراً یا تو دست بدست فروخت ہو جاتے ہیں یا اہل وسعت یکمشت خرید کر وقف کر دیتے ہیں اور یہاں ہی کہ اصل لاگت کا بھی وصول ہونا مشکل ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی انکی گراں قیمت ہونے کی حضرات مومنین جو بذریعہ خطوط مجھسے گرانی قیمت کی شکایت کرتے ہیں اسکا علاج میرے ہاتھ نہیں بلکہ آپکا جیب ہی کثرت خریداری پر حصر ہے بار بار ارزانی کتب نولکشوری کا حوالہ دینا محض فضول ہی۔ اگر ہر ایک کتاب کہ جو تعداد میں صرف ایک ہزار چھپتی ہی مومنین باتمکین خرید فرمالیا کریں تو جو کتاب نولکشور کے یہاں سے ۶۰۰ کو ملتی ہی ہم اسکو پندرہ آنہ میں دیسکتے ہیں + فہرست کتب من تصنیفات جناب مولوی عمار علی صاحب

تجہیز الموتی مردوں کے غسل وکفن اور دفن کے بیان میں (اردو)	مخزن الفرائض میراث کے سہام کی تقسیم کے ذکر میں (اردو میں)	دلائل الزامیہ اثبات خلافت بلافصل جناب امیر علیہ السلام میں (فارسی میں)	تفسیر عمدۃ البیان اردو میں
رفع المغالطہ جواب میں کتاب مجلوی بخف علی فرید آبادی جو کہ تحفہ اثنا عشریہ سے انتخاب کر کے لکھے تھے فارسی میں	تنبیہ المنکرین اثبات حلت نکاح متعہ میں اور ذکر بعض مسائل متعہ میں (اردو میں)	احکام النکاح نکاح کے صیغوں کے ذکر میں اور بیان بعضے مسائل نکاح میں (اردو میں)	رسالۂ بیان علامات مؤمن میں (اردو میں)
			بستان المواعظ عبارت عربی میں
			رسالۂ اعتقادیہ اردو میں

سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی +

اطلاع ہدیۃ الشیعہ کی عبارت کتاب منقول عنہ مطبوعہ میں جس طرح پر پائی گئی بجنسہ عمداً نقل کر دیگئی کوئی صاحب اصل کی غلطیوں کو مطبع ہذا کی غلطی تصور نہ فرمائیں +

Powered by Rana Jabir Abbas

اطلاع - یہ کتاب رسالہ ہدیۃ الشیعہ مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب کا رد ہے جس صاحب نے منتخب المذہب کو طرز تحریر پر شیعیان علی جواظہر من الشمس ہے ناگوار طبع ہو وہ مطالعہ نکرے علاوہ ہزارہا کتب موجودہ کتب خانہ کے جنکی فہرست علیحدہ مطبوعہ موجود ہے منجملہ ذیل کتابین جنکی اکثر اوقات حضرات شیعہ کو ضرورت ہوتی ہے مطبع ہذا سے ملسکتی ہیں محصول ڈاک خریدار جن صاحبوں کو مطلوب ہو ں قیمت نقد بھیجکر یا منیجر یہ ویلیو پی ایبل طلب فرمائیں بغیر رجسٹری کتاب بھیجنے کا راقم ذمہ دار نہیں ہے قیمت کتب بذریعہ منی آرڈر آنی چاہیئے ۔

نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت
تفسیر عمدۃ البیان جلد اول	قرآن شریف کی اردو زبان	صہ	حلیۃ العرائس	مسائل متعلقہ مستورات	۰۳ر	حق الیقین فارسی	مشہور کتاب ہے	نصے
تفسیر عمدۃ البیان جلد دوم	میں تفسیر مصنفہ مولوی علی صاحب	صہ	مراثی میرزا دبیر ہر دو جلد	مصائب خامس آل عبا	عصہ ۸ر	ابواب الجنان جلد دوم	-	عصہ ۸ر
تحفۃ الاشعریہ لامیہ کا غذ عمدہ	باغ فدک - خلافت - قرطاس قلم - فلک اقم کلثوم بدا وغیرہم اعتراضات منجانب	صہ	مراثی میر انیس ہر چہار جلد	-	عصہ ۱۲ر	سفینۃ النجات ادعیہ	آوراد و وظائف ہیں	عصہ
تحفۃ الاشعریہ سفید کا غذ دیہ		۸ر	مراثی میر مونس ہر سہ جلد	-	عصہ ۱۴ر	رسالہ رجعت	قیامت کا اور ظہور صلوٰۃ العصر کا ذکر ہے	۶ر
تحفۃ الاشعریہ حنائی کا غذ دیہ	ہدیۃ الشیعہ مصنفہ شیخ محمد قاسم	سے	مراثی میر عشق جلد اول	-	۱۵ر	بیاض نوحہ جات	گریہ و بکا میں	۱۰ر
فضائل مرتضوی	فضائل و مناقب حضرت علی	۸ر	اخبار ماتم	محیط بیان مصائب شہید کربلا	۰۴ر	بناء الاسلام	ماہ صیام کے احکام	۵ر
تحفۂ جعفری	چند قصص شرعی متعلق احکام	۳ر	خلاصۃ المصائب	مشہور کتاب ہے	۱۴ر	مجموعہ جوشن کبیر و جوشن صغیر	مشہور ہے	۴ر
حسنیہ	حنیہ کے سوال جواب قاضی یحیی سے	۲ر	بحور الغمہ ہر دو جلد	-	۰۴ر	تعویذ جوشنین	-	۱ر
شرح دیوان جناب امیرؑ	اسمین چھ ہزار لغات عرب کی تصریح	عصہ	برق لامع زیر طبع میرزا فصیح	سب جانتے ہیں	۶ر	انتخاب الاعمال زیر طبع	تعویذات ہر مطلب کے لئے	۵ر
جامع عباسی	فقہ میں	۱۵ر	نان و نمک مرزا فصیح	معرفت الٰہی و ترحم بر بندگان خدا	۳ر	مجموعہ مراثی چند شعراء	(زیر طبع)	
حیات القلوب ہر سہ جلد	مشہور کتاب ہے	صہ	قصہ ملکہ و فقیہ سوال و جواب مطبوعہ لکھنؤ	. . . . .	۳۰ر	توضیح عزا زیر طبع	مصائب خامس آل عبا میں	
تحفۃ العوام نو ترمیم	-	۶ر	رسالۂ استخارہ	مصنفہ ملا محمد باقر مجلسی	۰۲ر	مثنوی گل باغ ارم اردو	شرعی فصل حکایات سے جو بہت دلچسپ ہیں مملو ہے ۔	عصہ ۱۴ر
احکام الائمہ	نام سے مطلب ظاہر ہے	۴ر	قالنامہ قرآنی	. . . . .	۱ر	فال جعفری	نام سے مطلب ظاہر ہے	۱ر

کتب رسیہ جو نہایت مفید و ترقی علم کے لئے بجائے خود استاد ہیں

دانش نامۂ جہاں	تشریحات افلاک و علم ہیت	۱۰ر	مخزن حکمت	دانائی کی باتیں ہیں	۱۲ر	توضیحات کسر لے	مشہور کتاب ہے	۵ر
مثنوی قصۂ ہمای ہمایوں		۱۰ر	اخلاق سروری	اخلاق محسنی کا ترجمہ	۱۲ر	تحفۃ الاحرار جامی	-	۰۳ر
نادر الترتیب	اسمین چھ ہزار لغات عربی تین ہزار فارسی درج ہیں	۵ر	گلزار شاہی	تاریخ اردو	۰۸ر	شرح حدیقۂ سنائی	-	۸ر
دیوان رسوا	فارسی کا دیوان ہے	۰۴ر	جامع الابواب	عربی صرف میں نہایت عمدہ ہے	۷ر			
رموز اعظم	طب میں مصنفہ حکیم اعظم	۰۴ر						

الناشر
سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی